تیری چشمِ نم کی چاہ میں

زمر نعیم



پیش لفظ

قارئین کرام! السلام علیکم۔

اپنی بات کہنا اتنا آسان نہیں ہوتا۔ یہ بات ہر قلمکار ضرور جانتا ہے۔ ہر تخلیق درد کی مخصوص کیفیت کے بعد وجود میں آتی ہے۔ اپنے اندر بھرے احساسات کو صفحۂ قرطاس پر بکھیرنا بھی اسی قدر تکلیف دہ ہے، جس قدر مشکل ایک وجود کا پیکرِ انسانی میں ڈھلنا۔ ''تیری چشمِ نم کی چاہ میں'' کی تخلیق کا مرحلہ بھی میرے لئے اسی قدر کٹھن اور مشکل رہا ہے۔ اللہ کا بہت خاص کرم ہے کہ وہ ہمیشہ میری مشکلیں آسان کرتا ہے اور مجھے اپنی بات کہنے کا نہ صرف حوصلہ عطا کرتا ہے بلکہ ذرائع بھی وہی پیدا کرتا ہے۔ میری ہمیشہ کوشش رہی کہ میں اپنی معمولی صلاحیت کو بروئے کار لاتے ہوئے معاشرے میں ناسور کی طرح پھیلے غلط رسم و رواج اور غیر انسانی رویوں کی نشاندہی کرتے ہوئے ان کے تدارک کا مثبت اور روشن حل دکھا سکوں۔ اس ناول میں بھی میں نے یہی پیغام دینے کی کوشش کی ہے کہ غلط رسم و رواج نہ صرف انسانی زندگیاں متاثر کرتے ہیں بلکہ ہمارے معاشرتی، تمدنی اور مذہبی تشخص پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔ رشتوں اور رُتبوں کی تقسیم و تفہیم بھی اگر غیر فطری اور منفی ہو جائے تب بھی یہی صورت پیدا ہوتی ہے۔

میں اپنے ناول کی اشاعت کے سلسلے میں محترم محمد علی قریشی صاحب کی ممنون و مشکور ہوں جنھوں نے مجھ ناچیز کی تحریروں کو کتابی صورت دینے کا ذمہ لیا ہے۔ امید ہے یہ سلسلہ میرے قلم کی حیات تک جاری رہے گا۔

قارئین سے میری گزارش ہے کہ اس ناول کو پڑھنے کے بعد بذریعہ ناشر اپنی رائے سے مجھے ضرور آگاہ کیجئے گا۔ خواہ وہ تنقید کی صورت ہی ہو۔ شکریہ!

زمر نعیم

"غضب خدا کا۔ اس نے وہاں دو سال پہلے شادی کی تھی اور ہمیں اب بتا رہا ہے۔ سات سال بعد اسے ہماری یاد بھی آئی تو اپنی مصیبت میں........ منصور! اس سے کہہ دیجئے کہ میں اس کی یہ غلطی کبھی معاف نہیں کروں گی۔ مت آئے وہ مجھے جلانے، تڑپانے۔ صبر کرلوں گی میں اس پر۔"

صوفیہ منصور، غم و غصے کی مجسم تصویر بنی، ڈائننگ روم میں اپنی مخصوص کرسی پر براجمان رندھے گلے سے اپنے جذبات کا اظہار کر رہی تھیں۔

ان کی دونوں بیٹیاں ثانیہ، سعیہ لب بھینچے سر جھکائے بیٹھی تھیں جبکہ بیٹا اسفند معمول کے مطابق کھانے میں مصروف نظر آ رہا تھا۔ منصور احمد بھی سنجیدہ تاثرات کے ساتھ بیوی کی طرف متوجہ تھے۔

"وہ اپنی غلطی کی معافی مانگ تو رہا ہے۔ اسے ٹھوکر لگی ہے۔ گر کر سنبھلنے کے لئے اسے اپنوں کا سہارا چاہئے۔ وہ یہاں نہیں آئے گا تو پھر کہاں جائے گا؟" منصور احمد کے رویّے میں خاصا ٹھہراؤ تھا۔

"غلطی، یا خود غرضی؟..... کتنے ارمان تھے میرے۔ کتنی بار کہا تھا، واپس آؤ، میں اپنی پسند سے تمہاری شادی کر دوں۔ مگر اسے تو وہاں کی شہریت چاہئے تھی، اب بھگتے بھی۔"

صوفیہ منصور کے احساسات و جذبات جھلس کر رہ گئے تھے۔ جس بیٹے پر انہیں حد سے بڑھ کر مان تھا، وہ اُن کا مان، اُن کے ارمان، سبھی کچھ خاک میں ملا چکا تھا۔ شافند منصور انہی کی شدید خواہش کو پورا کرنے ہائر اسٹڈیز کے لئے باہر گیا تھا۔ انہیں بڑا ارمان تھا کہ ان کا بیٹا انگلینڈ پلٹ کہلائے۔ شافند اپنی تعلیم تو پہلے ہی پوری کر چکا تھا۔ واپس آنے کے مطالبے پر ہمیشہ بہانے بناتا رہتا تھا۔ یہ تو صوفیہ منصور کو اب احساس ہو رہا تھا کہ وہ کسی میم کی نیلی آنکھوں اور سنہری زلفوں کا اسیر ہو کر ان سے ساری امیدیں اور آرزوئیں بھی چھین چکا تھا جو کہ وہ اس سے وابستہ کئے ہوئے تھیں۔ انہیں شافند سے ایسی توقع کبھی نہیں رہی تھی۔ اسفند ایسا کرتا تو شاید انہیں اس قدر صدمہ نہ پہنچتا کیونکہ اسفند کا مزاج ہی باغیانہ اور خود سری والا تھا۔ شافند سے پانچ سال چھوٹا ہونے کے باوجود اسے اپنا آپ منوانے میں کمال حاصل تھا۔ خاندان بھر کا

لاڈلا ہونے کے باوجود کچھ اکھڑ اور لئے دیئے رہنے والا تھا۔ اپنی من مانی کرتا، اپنی مرضی کے خلاف کسی کی بھی بات برداشت نہیں کرتا تھا اس لئے صوفیہ منصور فطرتاً پُر جلال ہونے کے باوجود اسفند کے سامنے یا اس سے کوئی ایسی بات نہیں کرتی تھیں جو اسے ناگوار گزرے یا جس پر وہ بلالحاظ اظہارِ خیال کرتا۔ ایسا کرنے میں بھی صوفیہ منصور مجبور تھیں۔ اپنی کوتاہیوں پر پردہ ڈالنے کا اس کے علاوہ ان کے پاس کوئی حل بھی تو نہیں تھا۔ جبکہ شافند کو انہوں نے ہمیشہ دبا کر رکھا تھا۔ اس کی زندگی کے ہر معاملے میں اپنی مرضی کو اس پر لاگو کیا تھا۔ مگر زندگی کے اہم ترین معاملے میں وہ ہار گئی تھیں۔ شافند نے ان کے سارے خواب چکنا چور کر دیئے تھے۔ جب سے اس نے فون پر بتایا تھا کہ وہ چند ایک دنوں میں اپنے تین ماہ کے بیٹے کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے واپس آ رہا ہے اور اپنی انگریز بیوی کو چھوڑ کر آ رہا ہے، تب سے صوفیہ منصور کا یہی حال تھا۔

"صوفیہ! نوجوانی میں انسان بھٹک ہی جاتا ہے۔ غلط راہ پر قدم پڑ ہی جاتے ہیں۔ شکر کرو کہ اسے اپنی غلطی کا احساس جلد ہی ہو گیا ہے۔ ورنہ تم ترستی رہتیں اپنے بیٹے کو۔"

"یہ آپ کہہ رہے ہیں؟...... کتنے ارمان تھے میرے کہ میں اپنے ہاتھوں سے اس کی دلہن لاؤں گی۔ اس گھر میں بھی خوشیاں رقصاں ہوں گی۔ اور وہ میرے ہر ارمان کو آگ لگا کر شادی کر کے اپنی من مانیوں کا خمیازہ لے کر آ رہا ہے۔ بہت خوشی و فخر کی بات ہے ناں میرے لئے کہ میرا بیٹا باہر سے ڈگریاں ہی نہیں، باپ بننے کا جیتا جاگتا سرٹیفکیٹ بھی لے کر آ رہا ہے۔"

صوفیہ منصور نے اپنے سامنے سے پلیٹ پیچھے کھسکاتے ہوئے اپنے غصے کا اظہار کیا اور کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

اسفند نے اس بار قدرے چونک کر سر اٹھایا۔

"ماما! جو ہو گیا ہے، اس پر شور کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ آپ کیا چاہتی ہیں، بھائی یہاں نہ آئیں، پھر وہ کہاں جائیں؟ کیا یہ ان کا، ان کی اولاد کا گھر نہیں ہے؟ کیا آپ انہیں ان کی غلطی پر خود سے، اس گھر سے، ہر رشتے سے بے دخل کرنا چاہتی ہیں؟ کیا آپ ایسا کر سکتی ہیں؟" اسفند کا لہجہ سوالیہ مگر بہت دھیما تھا۔

صوفیہ ٹھٹک کر اسے دیکھنے لگیں۔ اس کے آخری سوال میں ان کے لئے بھی باز پرس تھی۔ وہ ایک دم ٹھنڈی ہو گئیں۔

"سنی ٹھیک کہہ رہا ہے۔ تمہارا رویّہ ہی دوسروں کو کچھ کہنے کا موقع دے گا، ورنہ یہ کوئی ایسی بڑی بات نہیں ہے، جسے انا کا مسئلہ بنا لیا جائے۔ وہ نادم ہے تو ہمیں بھی فراخ دلی سے اس کی کوتاہی کو بھلا دینا چاہئے۔ وہ پردیس کی بے اعتماد فضا سے نہ جانے کیسی گہری چوٹ کھا کر آ رہا ہے۔ اسے ہماری ضرورت ہے۔ اس کا استقبال اچھے انداز میں ہونا چاہئے۔ میں اس

معاملے میں اس کے ساتھ کسی کو الجھا ہوا نہ دیکھوں۔"

منصور احمد کا ٹھہرا ہوا سنجیدہ مگر اٹل انداز، صوفیہ منصور کو بھی چپ کرا گیا۔ کچھ بھی تھا، شوہر کے سامنے ان کی ایک نہیں چلتی تھی۔ دل میں بیٹے کے خلاف ہزاروں شکوے دبائے وہ خاموشی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔



"آ جاؤ...... کون ہے؟"

دستک کی آواز پر صوفیہ منصور نے بیڈ پر اٹھ کر بیٹھتے ہوئے قدرے بے زاری سے کہا۔

آج کل وہ بے حد مصروف تھیں۔ شافند کی آمد کا انتظار انہیں اب صبر آزما لگ رہا تھا۔ شافند سے ناراضگیوں کے باوجود وہ اسے دیکھنے کو بے چین و بے قرار تھیں۔ وہ اس کے آنے سے پہلے سارے گھر کو پھر سے ڈیکوریٹ کروا رہی تھیں۔ شافند کے لئے بھی انہوں نے اس کا بیڈ روم نئے سرے سے سیٹ کروایا تھا بلکہ کئی چیزیں اور سامان تین ماہ کے بچے کے حوالے اور خیال سے بھی اس کے کمرے میں رکھوایا تھا۔ شافند کے لئے ان کی ممتا بیدار ہو کر انہیں مستعد کر رہی تھی۔ اب وہ دوپہر کے بعد فارغ ہو کر آرام کی غرض سے اپنے بیڈ روم میں آئی تھیں کہ اسفند دستک دے کر اندر چلا آیا۔

"سوری ماما! میں نے آپ کو ڈسٹرب تو نہیں کیا؟" اسفند نے اندر آ کر انہیں بیڈ پر دیکھ کر معذرت کے ساتھ استفسار کیا۔

"نہیں، نہیں جان! آؤ، ادھر آؤ۔" صوفیہ منصور خوشگوار حیرت میں مبتلا تھیں۔

اسفند کے چہرے پر کسی خوشی کی چمک اور مدھم سی مسکراہٹ تھی۔ وہ بیڈ سے پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئیں اور پھر اسے توجہ سے دیکھنے لگیں۔ صاف لگ رہا تھا کہ وہ ان سے کوئی اہم بات کرنے آیا ہے۔

"مجھے آپ کا تھوڑا سا وقت چاہئے پلیز۔"

"سنی جان! میرا سارا وقت تمہارے لئے ہے۔" انہیں اسفند کے رویّے پر حیرت ہو رہی تھی۔ وہ اس طرح بات کب کرتا تھا؟ اجازت مانگ کر، مطلع کر کے کب کوئی کام کرتا تھا؟

وہ ان کے قدموں میں بیٹھ گیا تھا اور پھر اپنا سر بھی ان کے گھٹنوں پر رکھ کر کچھ دیر کے لئے خاموش ہو گیا تھا۔ برسوں بعد سنی کا یہ اندازِ محبت انہیں حیران کر رہا تھا۔ سنی کے اس انداز و اظہار پر وہ پھولی نہیں سما رہی تھیں۔ بے اختیار ہی اس کا سر سہلانے لگیں۔ پھر قدرے دلار سے بولیں۔

"سنی جان! اوپر بیٹھو نا، میرے پاس۔"

"نہیں ماما! میں یہیں ٹھیک ہوں۔" سنی نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا، جیسے کہ وہ ان کے جذبے کی گہرائی جانچ رہا ہو۔ صوفیہ بھی ہنوز اسے اُلجھن سے دیکھ رہی تھیں۔ سنی ہمیشہ ہی اپنے

رویوں اور مزاج کے بدلاؤ سے نہ صرف حیران کرتا رہتا تھا بلکہ اُلجھن میں بھی ڈال دیتا تھا۔

"کیا بات ہے؟ آج اپنی ماما سے لاڈ جتایا جا رہا ہے۔ کوئی بات کہنی ہے کیا؟" صوفیہ منصور نے قدرے مسکراتے ہوئے پھر سے اس کے بالوں کو اپنی انگلیوں سے سنوارا۔

"ہوں، میں آپ کو کچھ بتانے ہی آیا ہوں۔ ایکچولی میں اسی مہینے جا رہا ہوں۔ میری ساری تیاری اور انتظام ہو گیا ہے۔ میری کلاسز بھی شروع ہونے والی ہیں۔"

"کیا؟........ سنی! تم........" وہ سختی سے بولتے بولتے رہ گئیں۔ جانتی تھیں، غصے اور ناراضگی کے اظہار پر صاحب زادے ہتھے سے اُکھڑ جاتے ہیں۔ "سنی! تم یہاں رہ کر بھی میڈیکل کی تعلیم حاصل کر سکتے ہو، پھر گھر سے اتنی دور کیوں جا رہے ہو؟........ شافند کا حال دیکھو، وہاں جا کر وہ کہیں کھو گیا تھا۔ میں........ میں تمہیں نہیں کھونا چاہتی۔ کیا یہ ضروری ہے کہ ایک کے بعد اب میں دوسرے بیٹے کے انتظار میں اپنی عمر گنوا دوں؟" نہ چاہتے ہوئے بھی صوفیہ منصور اپنے لہجے کی سختی و برہمی چھپا نہ سکی تھیں۔

"میں جانتا تھا ماما! آپ ایسا ضرور کہیں گی، اس لئے میں آپ کو اب بتا رہا ہوں۔ میں دس پندرہ دن میں چلا جاؤں گا۔ ہارڈلی ففٹین ڈیز۔" اسفند خلافِ مزاج بہت نرمی سے انہیں سمجھا رہا تھا۔ ایسا نہیں تھا کہ وہ ان سے ہمیشہ سخت لہجے یا بدتمیزی کے انداز میں مخاطب ہوتا تھا۔ بس کبھی کبھی اپنی فطرت و عادت سے مجبور ہو کر تلخ ہو جاتا تھا اور اس تلخی کا بھی وہ خود کو ہی نشانہ بناتا تھا۔

"مجھے اب بھی بتانے کی کیا ضرورت تھی؟ وہاں پہنچ جاتے، تو پھر اطلاع کرتے۔" صوفیہ منصور سے اپنی خفگی چھپائے نہیں چھپ رہی تھی۔

وہ ان کے قدموں سے اٹھ کر ان کے برابر بیٹھتے ہوئے قدرے زِچ ہو کر بولا۔

"ماما!..... ماما! میں آپ کو بہت پہلے بتا چکا ہوں کہ مجھے اسپیشلائز کرنے جانا ہے۔"

"تو بیٹا! ابھی تمہارے ڈاکٹری کے دو سال ہی پورے ہوئے ہیں۔ پہلے اپنی ڈاکٹری کو مکمل کر لو، پھر چلے جانا اسپیشلائز کرنے۔" صوفیہ منصور نے بھی اسی کے انداز میں جیسے اس کی نادانی جتائی۔

"ماما! میرا یہاں کوئی فیوچر نہیں ہے۔ میں نے انکل شبلی کے تھرو تمام انتظامات کروا لئے ہیں۔ میں اپنی اسٹڈیز وہاں جا کر کنٹی نیو کروں گا۔ یُو ڈونٹ وری۔ میں وہاں سے بالکل صحیح سلامت، اکیلا ہی آؤں گا۔ آپ کو میرے کھونے کا ڈر کیوں ہے؟ آپ کو اپنے اکھڑ، بدمزاج بیٹے کی فطرت کا اندازہ تو ہے۔ وہاں کی کوئی گوری میم مجھے سوٹ نہیں کرے گی۔ یاد رکھیں، اگر مجھے خود شادی کرنے والا قدم اٹھانا بھی ہوا تو میری چوائس خالص مشرقی لڑکی ہوگی۔ مصنوعی اور بدیسی چیزیں اور لوگ مجھے ویسے بھی پسند نہیں ہیں۔"

اس کی بے پروائی سے کہی گئی بات میں بھی جو چبھن تھی، وہ صوفیہ منصور کو چپ کرا گئی۔ وہ

اکثر غصے میں اسفند کے لئے اس قسم کے القابات صادر کرتی رہتی تھیں، جو بدقسمتی سے اسفند کے کانوں تک لازمی پہنچ جاتے تھے۔ وہ اس وقت تو صرف اپنا موڈ خراب کرتا تھا لیکن بعد میں وہی باتیں دہرا کر انہیں لمحے بھر کی شرمندگی سے بھی دوچار کر جاتا تھا۔

"تمہارے باپ کو تمہارے ارادوں کا علم ہے؟"

کچھ توقف کے بعد وہ بولنے کے قابل ہوئی تھیں۔ اسفند اکثر انہیں زِچ کر دیتا تھا۔ پھر وہ بہ مشکل ہی خود پر قابو پاتی تھیں۔

"جی! پاپا کو بھی ابھی ان کے آفس میں بتا کر آ رہا ہوں۔"

"اور اپنی دادی سے اجازت لے لی ہے؟ وہ جو واویلا مچائیں گی۔" اپنی ساس کا ذکر کرتے ہوئے ان کا لہجہ خود بخود سرد ہو جاتا تھا۔ دراصل اسفند کے اس قسم کے رویوں کے لئے وہ انہیں موردِ الزام ٹھہرایا کرتی تھیں۔ اسفند تھا بھی ماں سے زیادہ دادی سے اٹیچ۔ دادی نے ہی اس کی پرورش اور تربیت کی تھی۔ دادی جان زیادہ تر اپنے چھوٹے بیٹے تیمور احمد کے پاس رہتی تھیں۔ آج کل شافند کی آمد کی وجہ سے اسفند کی ضد پر وہ یہاں منصور ہاؤس میں مقیم تھیں، ورنہ تیمور کی اکلوتی بیٹی عنیزہ انہیں اپنے پاس سے آنے نہ دیتی تھی۔

"بڑی ماں کو تو سب سے پہلے بتانا ضروری تھا۔ وہ پرمیشن دیتیں تو میں جانے کی تیاری کرتا۔ بڑی مشکل سے انہیں منایا ہے۔"

"اچھا، اب بڑی اماں کی اجازت مل گئی ہے تو ہم کون ہیں روکنے والے۔ روکیں بھی تو کب رکو گے۔ ٹھیک ہے، تمہاری خوشی درکار ہے مجھے تو۔ خوشی سے جاؤ۔"

صوفیہ، دادی کو پہلے بتانے اور اجازت پانے کا سن کر اندر ہی اندر کبیدہ سی ہو گئیں مگر اسفند پر اس وقت ظاہر کر کے وہ اس کا موڈ خراب نہیں کرنا چاہتی تھیں۔ ویسے بھی اسفند کی اپنے پاس اتنی دیر تک موجودگی اور ان سے باتیں کرنا ہر اختلاف کے باوجود ان کو اچھا اور حیران کن لگ رہا تھا۔

"تھینک یو ماما! تھینک یو ویری مچ۔" وہ فرطِ خوشی میں ماں کا ہاتھ تھام کر چومنے لگا۔ "مجھے معلوم تھا، آپ مان جائیں گی۔"

صوفیہ کبھی بیٹے کے چمکتے چہرے کو دیکھ رہی تھیں اور کبھی اپنے ہاتھ کو۔ اسفند کی طبیعت کا یہ بدلاؤ انہیں خوش گواریت کا احساس دلا گیا۔ کچھ بھی تھا، وہ تھا ان کا ہی بیٹا۔



شافند کی آمد کا دن تھا۔

سبھی کزنز، منصور ہاؤس میں جمع تھے۔ صوفیہ منصور کی بہنیں، بھابیاں تک دوپہر سے پہلے آ موجود ہوئے تھے۔ سبھی شافند کو دیکھنے اور ملنے کو بے چین و بے قرار ظاہر کر رہے تھے۔ جبکہ اسفند کو ان سبھی کی بے چینیاں ایک آنکھ نہیں بھا رہی تھیں۔ خصوصاً کزنز لڑکیوں کی شوخیاں اور

معنی خیزیاں اسے تپانے اور سلگانے کے لئے کافی تھیں۔ سبھی جانتے تھے کہ اسفند ایسی لڑکیوں سے الرجک تھا۔ بلکہ کئی بار تو واضح لفظوں میں اپنی ماما سے بھی کہہ چکا تھا کہ اپنی بھانجیوں اور بھتیجیوں کو سمجھا کر رکھیں۔ کوئی بھی مجھ سے فری ہونے کی کوشش نہ کیا کرے، ورنہ اپنی بے عزتی کی خود ذمے دار ہو گی۔

اب بھی وہ کھانا لگنے کے انتظار میں ٹی وی لاؤنج میں بیٹھا کرنٹ افیئر کا کوئی پروگرام دیکھ رہا تھا کہ سبھی لڑکیاں وہاں چلی آئیں۔ اس کی چھوٹی خالہ فوزیہ کی بڑی بیٹی ماہ ناز بے تکلفی سے اس کے قریب آ بیٹھی۔

''اسفند! سنا ہے، تم بھی باہر جا رہے ہو؟''

''پھر......آپ کو کوئی پرابلم ہے؟''

''نہیں، مجھے تو کوئی پرابلم نہیں ہے۔ مگر مجھے وہاں کی گوریوں سے ہمدردی ہو رہی ہے۔ بے چاریاں تمہیں کیسے برداشت کریں گی۔'' ماہ ناز نے اسے جان بوجھ کر چھیڑا تھا۔

''اور مجھے آپ کے ہونے والے شوہر سے ہمدردی ابھی سے پیدا ہو گئی ہے کہ وہ آپ جیسی فضول لڑکی کو کیسے برداشت کرے گا ناز آپی!'' اسفند، ماہ ناز سے ایک سال چھوٹا تھا اور اکثر ہی اسے غلط موقعوں پر آپی کہہ کر اس کی ساری شوخی اور تیزی کو نیست و نابود کر دیتا تھا۔

''شٹ اپ، تمہیں بات کرنے کی تمیز نہیں ہے۔''

''اپنے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟'' اسفند کسی کی بات سہہ جائے، ایسا کیسے ہو سکتا تھا۔

''ارے، ارے......کیا ہو رہا ہے؟ سنی! کیا ہوا ہے؟'' صوفیہ منصور، اسفند کی اونچی آواز پر فوراً چلی آئیں۔ وہ بیٹے کی آمد پر کسی قسم کی بدمزگی نہیں چاہتی تھیں اور ماہ ناز کی ناراضگی تو وہ برداشت کر ہی نہیں سکتی تھیں کیونکہ اسے وہ بہو بنانے کا ارادہ رکھتی تھیں۔ جبکہ اسفند کو شافند کے حوالے سے بھی وہ بالکل پسند نہیں تھی۔

''خالہ جانی! کیا اسے آپ ہر وقت مرچیں چبانے کو دیتی ہیں؟'' ماہ ناز، خالہ کو دیکھ کر پھر سے شیر ہوئی تو وہ صوفیہ کی طرف پلٹا۔

''ماما! سن رہی ہیں آپ؟''

''ماہ ناز، سنی، تم لوگ کب بڑے ہو گے؟ ہر بار بچوں کی طرح لڑنے لگتے ہو۔ سنی! تم ہی کچھ لحاظ کر لیا کرو۔ بڑی ہے ماہ ناز تم سے۔'' صوفیہ منصور نے مصلحتاً ایسا رویہ اپنایا۔

''تو پھر بڑی آپی سے کہیے، آئندہ مجھے چھیڑنے کی کوشش مت کریں، ورنہ......'' وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

''افوہ، لڑکیو! تم بھی جانتی ہو وہ کتنا تیز مزاج ہے۔ خدا کے لئے اس سے مذاق بھی مت کیا کرو۔'' صوفیہ منصور نے لڑکیوں کے صفائی پیش کرنے پر کہ ہم تو مذاق کر رہے تھے، انہیں

قدرے سختی سے ڈانٹا۔ اسفند کا اس وقت بنا کھانا کھائے گھر سے جانا انہیں سخت کھل رہا تھا۔ ابھی کچھ دیر پہلے وہ اپنی بھوک کا بتا کر انہیں کھانا لگوانے کا کہہ کر آیا تھا اور اب نہ جانے کدھر چلا گیا تھا۔

''نہ جانے کہاں چلا گیا ہے۔ شام تک آتا بھی ہے یا نہیں۔ کھانا بھی نہیں کھا کر گیا۔'' وہ بلند آواز میں اظہارِ خیال کر رہی تھیں۔ تبھی منصور احمد بھی وہاں چلے آئے۔

''فکر نہیں کرو صاحب زادے! گھر چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکتے۔ رہی بات کھانے کی تو آخر کس باپ کا بیٹا ہے؟ بھوک لگے گی تو گھر ہی دوڑا آئے گا۔''

''اس لڑکے کی انہی عادتوں سے میں عاجز ہوں۔ ذرا ذرا سی بات پر بگڑ جاتا ہے۔ کیا کروں، پریشان کیا ہوا ہے اس نے مجھے۔'' شوہر کو دیکھتے ہی وہ کئی بار کی گئی شکایت پھر دہرانے لگیں۔

''اچھا بھئی، بیٹے کی شکایتیں پھر کسی وقت کے لئے اٹھا رکھیے۔ پہلے کچھ کھانے کا بندوبست تو کرو۔'' منصور احمد نے انہیں اپنی آمد کے مقصد کا احساس دلایا تو وہ اچھا کہتی ہوئی وہاں سے نکل گئیں۔



اپنی گاڑی جیسے ہی اسفند نے ریسٹورنٹ میں پارک کی، اسی لمحے اس کی سماعت میں نسوانی سسکیوں کی آواز بھی اُتری۔ وہ گاڑی بند کر کے نہ صرف اُترنا بھول گیا تھا بلکہ اپنی بھوک بھی اس نے فراموش کر دی تھی۔ وہ یہ بھی بھول گیا تھا کہ وہ گھر سے کس قدر خراب موڈ کے ساتھ نکلا تھا۔ وہ بہت کم ہوٹلز اور ریسٹورنٹ میں جاتا تھا مگر آج ضرورتاً ادھر آ نکلا تھا اور اب عجیب سے احساسات میں گھرا کسی کے مسلسل رونے اور سسکنے کو سن رہا تھا۔ یہ بات تو واضح تھی کہ یہ آواز اس کی گاڑی کی بائیں طرف پارک ہوئی گاڑی سے آ رہی تھی۔ اپنی گاڑی کی کھڑکیوں کے تاریک شیشوں کے بند ہونے کے باوجود وہ اپنی گردن موڑ کر ادھر دیکھنے کی جسارت نہیں کر رہا تھا۔ اس کے باوجود اس کا دل، اس کا ذہن اسی طرف متوجہ تھا۔ ایک دوسری آواز بھی جیسے اسے چپ کرانے کی کوشش میں تھی۔

''بے وقوف لڑکی! اس طرح رو رو کر خود کو ضائع مت کرو۔ اور کیا سمجھتی ہو، تمہاری بھوک ہڑتال سے مسئلہ حل ہو جائے گا؟ ہرگز نہیں۔ حالات کا مقابلہ کرو میری جان! اپنے حق کے لئے ڈٹ جاؤ۔ کوئی تمہارے ساتھ زبردستی تھوڑی کر سکتا ہے؟''

''روشنی! تم نہیں جانتیں، میری سوتیلی ماں کس قدر سازشی ہے۔ وہ میرے رزلٹ آنے سے پہلے ہی اپنے آوارہ لفنگے بھائی سے میری شادی کر دے گی اور میں......میں مر جاؤں گی۔ میں ساری زندگی عذاب نہیں سہہ سکتی۔''

خوب صورت آواز میں رچی ہوئی بے بسی اسفند کے دل کو دھڑکا گئی۔ اس کی آواز میں

خود کو مٹا دینے کا پختہ عزم صاف محسوس ہو رہا تھا۔

"ملی! تم اس قدر کم ہمت تو نہیں تھیں۔" دوسری آواز میں سرزنش کے علاوہ دکھ و ملال بھی تھا۔

"تمہیں نہیں معلوم میں کس عذاب سے گزر رہی ہوں۔ مجھے اپنے لئے کوئی راستہ نظر نہیں آ رہا۔ اگر ابا جی بھی اپنی بیوی کے ہم نوا ہو گئے تو میرے لئے کوئی جائے پناہ نہیں رہے گی۔ کسی شرابی جواری اور آوارہ انسان کے ساتھ ذلت بھری زندگی گزارنے سے بہتر تو پھر موت ہی ہے نا۔ تم نہیں جانتیں، کئی بار تو وہ جیل جا چکا ہے اور......." وہ لڑکی بری طرح سسک اٹھی تھی۔

"مائی گاڈ!......ملی! تمہارے ابا جی تمہیں اس جہنم میں جھونک دیں گے؟"

"لگتا تو ایسا ہی ہے۔ وہ اپنی بیوی کی کوئی بات رد کرنے کی ہمت نہیں رکھتے۔"

"کیوں؟......تم اپنے ابا جی سے بات کرو، انہیں سمجھاؤ کہ تمہیں ایجوکیٹ کرنے کے بعد تمہارے ساتھ جانوروں والا سلوک نہیں کر سکتے۔"

"کیا سمجھاؤں اور کیسے؟ ہمارے ہاں بیٹیوں کو باپ سے نظر ملا کر بات کرنے کی اجازت نہیں ہے اور شادی سے انکار پر تو قیامت ہی آ جائے گی۔ تمہیں معلوم تو ہے کس مشکل سے میں نے گریجویشن کی ہے، کتنی منتوں سے اجازت ملی تھی مجھے، وہ بھی تمہاری ممی کے سمجھانے پر۔ ورنہ ابا جی تو......." وقفے وقفے سے اس کی سسکیاں فضا کو مزید بوجھل اور غمناک بنا رہی تھیں۔ ایک درد سا اسفند کے دل میں جاگا تھا۔

"میں ابھی ممی سے کہوں گی کہ وہ تمہارے ابا جی سے بات کریں۔ پلیز، خود کو ہلکان مت کرو۔ ٹیک اِٹ ایزی۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ کاش میرا کوئی بھائی ہوتا۔ ویل، ممی کے لئے یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ میں ممی سے کہوں گی، وہ تمہارے لئے کوئی اچھا سا لڑکا ڈھونڈیں۔"

"میں شادی نہیں کرنا چاہتی۔ میں بس وہاں سے، اس گھٹن زدہ ماحول سے آزاد ہو جانا چاہتی ہوں۔ مجھے جینا اچھا نہیں لگتا۔"

اسفند کا دل چاہا کہ وہ فوراً اُتر کر اس کے پاس جائے اور اسے بازوؤں سے تھام کر کہے کہ آؤ، میری پناہ میں آ جاؤ، میں تمہیں جینا سکھاتا ہوں، تمہاری جھر جھر بہتی آنکھوں میں روشنی بھر دیتا ہوں، تمہیں زندگی کا وہ رخ دکھاؤں کہ تمہیں زندگی سے پیار ہو جائے۔

اسفند ایک دم ہی اپنے احساسات و خیالات پر چونک اُٹھا تھا۔ کسی اَن دیکھی لڑکی کے لئے یہ کیسا تغیر تھا جو اس کی ہستی میں طلاطم برپا کر رہا تھا۔ وہ مسلسل رو رہی تھی اور سمجھانے والی اس کی دوست، اس کی ہمدرد اس کے حوصلے بڑھانے میں کوشاں تھی۔

"دیکھو ملی! اپنی سوتیلی ماں کی سازشوں سے بچنے کے لئے تمہیں کسی کی پناہ تو چاہئے۔ آئی نو، تمہارے ارادے اور عزم بہت آگے جانے کے ہیں مگر اس وقت تمہاری بقا و حفاظت کی بات ہے۔ شوہر کا تحفظ تمہیں اس جہنم سے نجات دلا دے گا۔ مجھے تمہارے لئے یہی راستہ آسان

اور سہل نظر آ رہا ہے۔ باقی اللہ پر بھروسہ رکھو، میں آج ہی ممی سے تمہارا مسئلہ ڈسکس کرتی ہوں۔ پلیز تم خود کو نارمل کرو۔ تم ہمت اور حوصلہ کرو، تمہارے ساتھ کوئی زیادتی نہیں ہو گی۔ اچھا، اب پلیز اپنی ان گہری جھیل سی آنکھوں کا پانی سنبھال کر رکھو کسی خاص موقع کے لئے، اور اُٹھو۔ میرے پیٹ میں چوہے کرکٹ کھیل رہے ہیں۔ تم نہ جانے کیسے دو دن سے صبر کئے بیٹھی ہو۔ مجھ سے تو ذرا سی دیر بھوک برداشت نہیں ہوتی۔ کم آن۔"

"نہیں، میں اس طرح نہیں جا سکتی۔ تم اپنے گھر چلو۔" اس آواز میں اب ٹھہراؤ اور سکون تھا، جیسے بے قراریوں کو قرار آ گیا ہو۔

"گھر چل کر تو کھاؤ گی نا کھانا؟ تھینک یُو ڈیئر! تم آرام سے بیٹھ کر میوزک سنو، میں کھانا پیک کروا کر لاتی ہوں۔ ایکچو لی گھر میں کچھ خاص نہیں پکا ہوا۔"

دوسری طرف سے کوئی باہر نکلا تھا۔ اسفند کے سحر زدہ احساسات کسی طلسم سے جیسے آزاد ہوئے تھے۔ پھر بھی وہ کسی ان چاہی سی کشش میں بندھ سا گیا تھا۔ بے ساختہ ہی وہ اپنی گاڑی سے اُترا تھا۔ پارکنگ سے ریسٹورنٹ کی طرف قدم بڑھاتی جدید تراش خراش کے لباس میں ملبوس گندمی رنگت کی پُرکشش لڑکی وہ نہیں تھی، جس کی سسکیاں اس کے رگ و پے میں بے چینیاں بھر گئی تھیں۔ کاش وہ اسے دیکھ سکتا، اس کے لئے کچھ کر سکتا۔ گہرے ملال نے اسے اپنی گرفت میں جیسے جکڑ لیا تھا۔ اس سے آگے بڑھنا دشوار ہو رہا تھا۔



شافند کو دیکھتے ہی صوفیہ منصور کی ممتا اُمڈ پڑی تھی۔ سات سال میں شافند کی شخصیت میں سحر انگیز تبدیلیاں ہوئی تھیں۔ وہ اب دُبلا پتلا اُنیس سالہ نوجوان نہیں تھا بلکہ چھبیس سال کا بھرپور مرد بن کر وہ ان کی نظروں کے سامنے کھڑا تھا۔ مضبوط، تنومند، کسرتی بدن والے شافند منصور کو پہلی نظر میں تو کوئی پہچان ہی نہیں سکا تھا۔ سب کزنز لڑکیاں اسے دیکھ کر مبہوت رہ گئی تھیں۔ کئی لمحوں تک تو ان کے ذہن سے یہ نکل ہی گیا تھا کہ شافند کی شخصیت کی تمام خوبیوں کو زائل کرتا اس کا ایک عدد بیٹا بھی اس کے ساتھ آیا ہے۔ اسفند کی گود میں روتے مچلتے تین ماہ کے مون کو دیکھ کر سبھی کے لبوں پر آہِ حسرت آ ٹھہری تھی کہ کاش شافند اکیلا آتا۔

شافند کی پذیرائی میں کسی قسم کی کمی نہیں تھی۔ ماما، پاپا، بہنیں، بھائی فطری محبت کا اظہار برملا کر رہے تھے۔ لیکن ایک بات جو شافند شدت سے محسوس کر رہا تھا، وہ اپنے بیٹے مون سے ماما اور بہنوں کی رسمی سی توجہ و محبت کا مظاہرہ تھا۔ صرف اسفند کی واحد شخصیت تھی جس نے مون کو اپنے چچا ہونے کا ثبوت دیا تھا۔ ماما کا مون سے واجبی سا اظہار محبت اسے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر رہا تھا بلکہ اس کی ماما صوفیہ منصور نے کئی بار جتایا تھا کہ بچے صرف ماں پال سکتی ہے۔ بہتر تھا کہ تم اسے اس کی ماں کو دے آتے۔ ہم یہاں تمہاری شادی کر دیتے۔

اس وقت وہ ان کی بات سن کر خاموش ہو گیا تھا۔ اتنے سالوں بعد وہ آیا تھا، انہیں کیا

جواب دیتا۔ البتہ اس کی سوچیں نیا رخ اختیار کر گئی تھیں۔ پھر مما بھی گزشتہ ایک ہفتے سے بار بار اسے شادی کے موضوع پر لانے کی کوشش کر رہی تھیں۔ شافند آخر اس موضوع سے اُکتا کر جھنجلا اٹھا تھا اور اب سنی کے سامنے بیٹھا اپنی جھنجلاہٹ کا اظہار کر رہا تھا۔

''سنی! ابھی مجھے آئے ہوئے آٹھ دن بھی نہیں ہوئے ہیں اور ماما کو میری شادی کی جلدی ہو رہی ہے۔ جس دن سے آیا ہوں، ان کے پاس اور کوئی ٹاپک ہی نہیں ہے۔''

''تو مان لیں ان کی بات۔ پہلے بھی تو انہی کی باتیں مانی ہیں آپ نے۔'' سنی نے اپنے مخصوص دل جلانے والے انداز و لہجے میں اسے جواب دیا۔

''کیسے مان لوں؟ اور وہ بھی اتنی جلدی؟...... ایک شادی کی ناکامی کے بعد ابھی میں مزید کوئی رسک نہیں لینا چاہتا۔ ابھی تو مجھے یہاں سیٹل ہونے میں بہت ٹائم لگ جائے گا۔ پھر شاید میں اس بارے میں کچھ سوچ سکوں گا اور اس سے بھی پہلے مجھے اپنے بیٹے کے لئے ایک گھر بنانا ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں، یہاں کی فضا اور موسم اس کے لئے سوٹ ایبل نہیں ہے۔''

شافند نے سنی کے سامنے اپنے احساسات کھول کر رکھ دیئے تھے۔

سنی بھی یہ بات محسوس کر رہا تھا کہ مون کے لئے کسی نے بھی والہانہ پن نہیں جتایا تھا۔ مون کے لئے آیا کا بندوبست تو کر دیا گیا تھا لیکن وہ آیا سے مانوس نہیں ہو رہا تھا۔ مجبوراً شافند کو اسے سنبھالنا پڑ رہا تھا۔

''بھائی! اگر آپ پھر شادی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو آئی تھنک یہی مناسب وقت ہے۔ اِن شاء اللہ، آپ سیٹل تو ہو ہی جائیں گے۔ اور گھر تو شادی کے بعد بھی بن سکتا ہے۔ مون کو واقعی ماں کے پیار اور توجہ کی ضرورت ہے۔ اور اسے ماں اس خاندان سے نہیں، خاندان سے باہر ضرور مل سکتی ہے۔ آئی ایم سوری ٹو سے، جو شاید ماما کو ایکسپٹ نہ ہو۔'' اسفند نے اپنے مخصوص انداز میں بڑے بھائی کو سمجھانے اور بہت کچھ باور کرانے کی کوشش کی۔

شافند اسے حیران نظروں سے دیکھے گیا۔ ''سنی! تم بھی، مائی ینگر برادر! ابھی میں ایسا نہیں سوچ سکتا۔ ابھی تو......''

''بھائی! آپ کو شادی تو کرنا ہے ناں؟''

''بس مجھے مون کے لئے شادی تو کرنا پڑے گی۔ میں مون کی پرورش اکیلے نہیں کر سکتا۔ لیکن میں جس سے شادی کروں گا، وہ مون کی ماں بننے کے قابل بھی تو ہو۔ وہ مون کی مکمل ذمے داری اٹھانے کے لئے ذہنی و دلی طور پر تیار بھی تو ہو۔ اور ایسی ہستی ایک دم تو نہیں مل جائے گی ناں۔'' شافند الجھ کر رہ گیا تھا۔

''پھر آپ سب سے پہلے اس ہستی کو ڈھونڈنے کا کام کیجئے۔ سب سے پہلے آپ مون کو یہاں سیکیور کیجئے، پھر اپنے باقی فیکٹرز دیکھئے۔'' اسفند نے بھائی کی سوچ کا رخ پلٹنا چاہا۔

''تو کیا میں ماما سے کہہ دوں کہ وہ اپنی خوشی پوری کر لیں؟'' شافند بے حد الجھا ہوا تھا۔

''بھائی! آپ کی اور مون کی زندگی کا معاملہ ہے۔ ماما کے کسی بھی فیصلے کو قبول کرنے سے پہلے اچھی طرح سوچ بچار کر لیجئے گا۔ بھائی! آپ ماما سے کافی عرصہ دور رہے ہیں، اس لئے بہت کچھ بھول رہے ہیں۔ یا پھر اگنور کر رہے ہیں۔ ماما آپ کے لئے اپنی ہم پلہ لڑکی ہی ڈھونڈیں گی۔ یہ بات آپ اچھی طرح یاد رکھیں کہ ہمارے طبقے کی لڑکی مون کی صحیح معنوں میں ماں نہیں بنے گی۔ وقتی طور پر شاید آپ کی شخصیت کے اثر اور آپ کے کمائے پاؤنڈز کی کشش کے علاوہ فیملی بیک گراؤنڈ کو دیکھ کر وہ مون کے لئے ظاہری اُنسیت جتا دے، مگر ایسا زیادہ دنوں تک نہیں ہو گا۔ اس لئے پلیز، بہت سوچ سمجھ کر ماما کی بات ماننا۔ بلکہ آپ انہیں یہ اچھی طرح سمجھا دو کہ آپ کو صرف بیوی نہیں، مون کے لئے ماں بھی چاہئے۔''

شافند حیرت سے اپنے چھوٹے بھائی کو دیکھ اور سن رہا تھا۔ اس سے پانچ سال چھوٹا ہونے کے باوجود اس کی سوچ کتنی ٹھوس اور عملی تھی۔ اس کی باتیں حقیقت سے قریب تر تھیں۔ اس نے تو اس انداز سے سوچا ہی نہیں تھا۔ آج اگر وہ سنی سے دل کی بات نہ کہتا تو ضرور ماما کے اصرار پر انہیں ان کی خوشی پوری کرنے کا اختیار دے دیتا۔ اسفند نے اس کی سوچ کے در وا کئے تھے۔ واقعی اس کے بیٹے کو ماں کی ممتا دینے والی لڑکی اس خاندان میں تو نہیں تھی۔ وہ محبت سے اپنے چھوٹے بھائی کے گلے لگ گیا تھا۔

''تھینک یو سنی!...... تھینک یو۔ کبھی کبھی مجھے شدت سے ملال گھیر لیتا ہے کہ میں اپنوں سے دُور کیوں رہا۔''

''بھائی! غلطی انسان سے ہی تو ہوتی ہے۔ ویل، ڈونٹ وری۔ میں آپ کی اپنا سویٹ ہوم بنانے کی خواہش ماما کو ضرور بتا دوں گا بلکہ انہیں کنوینس بھی کروں گا۔ مجھے چند دنوں میں جانا نہ ہوتا تو میں آپ کے لئے بہت اچھی سی لڑکی بھی تلاش کر دیتا مگر مجھے تو جانا ہے۔ لیکن آپ ضرور کوشش جاری رکھئے گا اور اپنے فیصلے کو جلد ہی عملی جامہ پہنا دیجئے گا۔ او کے، میں دعا کروں گا کہ مون کو اچھی سی ماما مل جائے۔'' اسفند نے مسکراتے ہوئے بے بی بوسر سے مون کو نکال کر فضا میں اچھالا۔

شافند کے جذبات بھائی کے لئے مزید گہرے ہو گئے۔ اسفند سے سبھی کو شکایتیں تھیں اور وہ کس قدر محبت سے بھرپور تھا، اس کا احساس شافند کو ابھی ابھی ہوا تھا۔



''اسفند؟ یہ میں کیا سن رہی ہوں؟''

وہ آج دیر سے اٹھا تھا۔ سو ناشتہ کرتے ہی اخبار لے کر لان میں چلا آیا۔ اسے معلوم نہیں تھا کہ فوزیہ خالہ اور ماما وہاں بیٹھی ہوئی ہیں۔ اسے دور سے آتا دیکھ کر ہی انہوں نے اسے پکارا۔

''السلام علیکم آنٹی!''

''وعلیکم السلام۔ اب تم باہر جا رہے ہو۔ یہاں کیا کمی ہے؟ اچھی بھلی تو تمہاری اسٹڈی جاری تھی۔'' فوزیہ آنٹی کے مسکراتے لب و لہجے میں بھی عجیب سی معنی خیزی ہوتی تھی، جسے مقابل اچھی طرح محسوس کر جاتا تھا اور دل ہی دل میں ان کے انداز پر پیچ و تاب بھی کھاتا رہ جاتا تھا۔

سنی نے پہلے ایک نظر اپنی ماما کو دیکھا اور پھر انہیں جواب دیا۔

''یہاں کوئی کمی نہیں ہے آنٹی! مجھے ہی باہر جانے کا خبط سوار ہے۔ پلیز مجھے سمجھانے کی کوشش نہ کریں۔ آپ سبھی جانتے ہیں کہ میں کسی کی بھی نہیں سنتا۔''

فوزیہ آنٹی حیرت سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ وہ ہمیشہ ہی سنی کے سابقہ طرزِ عمل کو بھلا کر اسے چھیڑ بیٹھتی تھیں۔ صوفیہ منصور بھی قدرے شرمندہ سی ہو گئی تھیں کیونکہ اسفند پر باہر جانے کا خبط سوار ہونے کا تذکرہ بھی انہوں نے ہی کیا تھا۔ اس لڑکے سے وہ کچھ نالاں سی ہو گئی تھیں۔

''آپ کو اور کچھ کہنا ہے آنٹی؟ مجھے نیوز پیپر پڑھنا ہے۔''

صوفیہ نے اس کی بدتمیزی پر قدرے خفگی سے گھورا تو وہ سلیقے سے معذرت کرتا ہوا وہاں سے ہٹ کر کچھ فاصلے پر پڑی لان چیئر پر جا بیٹھا۔ بظاہر اس کا دھیان اخبار کی طرف تھا مگر دراصل وہ اپنی ماما اور خالہ کی گفتگو کو توجہ سے سن رہا تھا، جو شافند کی موجودہ زندگی اور مسائل پر مبنی تھی۔ اسفند اپنی ماما کے ارادے اچھی طرح جانتا تھا کہ آنٹی کے سامنے یہ مسئلہ کیوں چھیڑا گیا ہے۔

''بس کیا بتاؤں آپی! شافند کے حوالے سے میں نے کیا کیا خواب دیکھ رکھے تھے۔ خیر ارمان تو میں اب بھی اپنے سارے نکالوں گی۔ میں سوچ رہی ہوں، شافند کی شادی کر دوں۔ پہلے تو مان نہیں رہا تھا، کہتا تھا پہلے اپنا بزنس سیٹ کروں گا، پھر اپنا گھر بناؤں گا، اس کے بعد شادی۔ میں نے کہا، بیٹا! سارا دن بچے کے لئے فکرمند رہتے ہو، بزنس کو کیسے وقت دو گے؟ پہلے شادی کر لو۔ تمہیں کیا کمی ہے؟ کچھ عرصے بیٹھ کر بھی کھا لو گے تو کیا فرق پڑے گا۔ شادی کر لو گے، بیوی آ کر بچے کو بھی سنبھالے گی اور تمہیں بھی سہارا دے گی۔ پھر جو چاہو کرنا، بلکہ اپنی بیوی کی مرضی سے گھر بنانا۔ کیونکہ اپنا گھر تو عورت کا خواب ہوتا ہے۔''

صوفیہ منصور کی چاہت بے شک سچی تھی، مگر اس پر توقع و غرض کا ملمع اس کے اصل رنگ کو کہیں چھپا گیا تھا۔

''ہاں، ہاں۔ بالکل ٹھیک سوچا ہے تم نے۔ ابھی ہمارے بچے کی عمر ہی کیا ہے۔ دیکھی ہے کوئی لڑکی؟'' فوزیہ جمال، بہن کی آنکھوں سے ہویدا سوال کو پڑھ چکی تھیں، تبھی خاصی بے دلی سے کسی لڑکی کا پوچھا تھا۔

''آپی! کہیں اور جانے کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ خاندان میں کم لڑکیاں تو نہیں ہیں۔ اور سچ پوچھیں تو میرے دل کو تو ماہ ناز، بہو کی حیثیت سے شروع سے ہی پسند ہے۔ آپ کیا کہتی

ہیں؟'' صوفیہ منصور نے بڑی آس سے استفسار کیا۔

''ماہ ناز؟........ صوفیہ! وہ تو........ میرا مطلب ہے، جمال صاحب تو ناز کے لئے اپنے بھانجے کو پسند کرتے ہیں اور........'' فوزیہ جمال کے لئے بات بنانی مشکل ہو رہی تھی۔ شافند کے بچے کا مسئلہ نہ ہوتا تو شاید وہ مان بھی جاتیں مگر شافند کے بیٹے کو ماں بن کر پالنے کا ظرف ان کی بیٹی میں نہیں تھا۔ یہ وہ اچھی طرح جانتی تھیں۔

''مگر آپ نے پہلے تو کبھی ذکر نہیں کیا۔ اور آپ کی تو اپنی نند سے کبھی بنی بھی نہیں۔ پھر اپنی بیٹی وہاں کیسے........؟'' صوفیہ کو ایک دم ہی بہت سی باتیں اور بہت سے لمحے یاد آئے تھے، جس وقت انہوں نے اپنی نند کے گھر میں کسی قسم کی رشتے داری سے صاف انکار کر دیا تھا اور اب۔

''ناز کے ڈیڈی کا فیصلہ ہے یہ۔ میں کیا کر سکتی ہوں؟ حالانکہ مجھے تو خود شافند حد سے زیادہ پیارا ہے۔ اور تم سے پہلے ہی میں نے اپنی خواہش جمال صاحب سے کہی تھی۔ انہوں نے فوراً مجھے بری طرح جھڑک دیا کہ یہ خیال دل سے نکال دو کہ میری بیٹی شادی شدہ مرد سے بیاہی جائے اور جا کر پرائی اولاد بھی سنبھالے۔ اگر تمہیں بہن سے رشتے داری کا اتنا ہی ارمان ہے تو اسفند اور الماس کے لئے سوچا جا سکتا ہے۔'' وہ اپنے شوہر کو سامنے کر کے اپنے دل کی بات واضح طور پر کہہ گئی تھیں۔

صوفیہ تو ان کے خیالات پر گنگ سی ہو کر رہ گئی تھیں۔ انہیں تو گمان بھی نہیں تھا کہ فوزیہ آپی اس طرح انہیں صاف جواب دیں گی۔

''آ........پی!........ یہ جمال بھائی نے کہا ہے؟ شافند ان کے بھانجے سے تو لاکھ درجے بہتر ہے۔ کس چیز کی کمی ہے یہاں؟........ اور........ اور شافند کی بیوی، اس کے بچے کو اٹھائے اٹھائے تو نہیں پھرے گی۔ گورنس ڈھونڈ رہے ہیں ہم اس کے لئے۔'' صوفیہ منصور کی فطری ممتا تڑپ اٹھی تھی۔

فوزیہ جمال کو بھی احساس ہو رہا تھا کہ وہ کچھ زیادہ ہی صاف گوئی کا مظاہرہ کر گئی ہیں۔ خود پر فوراً ہی خلوص و بے بسی کا خول چڑھا کر بولیں۔

''کہہ تو رہی ہوں، صوفی! میں بے بس ہوں۔ ان کا ظرف ہی نہیں ہے اتنا۔ اور سچ پوچھو تو خاندان میں کسی کا بھی اتنا ظرف نہیں ہوگا کہ وہ اب شافند کے لئے بیٹی دینے کا سوچیں۔''

''اب ایسی بھی بات نہیں ہے آپی! وہ تو ماہ ناز کی وجہ سے میں نے کبھی کسی اور کو رخ نہیں دیا، ورنہ شافند کے لئے کیا کمی ہے۔'' صوفیہ منصور کی بھی فطری نخوت لوٹ آئی تھی۔ اس لئے خاصی تیزی میں انہوں نے اپنی بہن کو جواب دیا تھا۔

''میں کب کہہ رہی ہوں، ہمارے بیٹے میں کوئی کمی ہے۔ آہ........ ہائے کاش، شافند وہاں شادی نہ کرتا۔ کتنا ارمان تھا مجھے بھی۔ پھر تو میں بھی ڈٹ جاتی اگر اس کا بیٹا نہ ہوتا۔''

فوزیہ بھی کائیاں تھیں۔ دل جلانے کا موقع ہاتھ سے کیوں جانے دیتیں۔ ''تم دل چھوٹا نہ کرو صوفی! ہم مل کر ڈھونڈیں گے اپنے بچے کے لئے لڑکی۔ میں شافند کا اپنے بیٹے سے لگاؤ اور محبت دیکھ رہی ہوں۔ کیسے چمٹائے رکھتا ہے خود سے۔ اسے تو اب کوئی گھریلو سی، صبر و تحمل والی لڑکی چاہئے اور ایسی لڑکی تمہیں خاندان اور اپنے ملنے جلنے والوں میں کہاں ملے گی؟ خاندان کی تو سبھی لڑکیاں تیز طرار اور فیشن پرست ہیں۔ ذمے داری کا احساس تو نام کو بھی نہیں ہے۔ تم ماں ہو، اچھی طرح جانتی ہو کہ اب تمہارے بیٹے کے ساتھ کیسی لڑکی چلے گی۔''

درحقیقت فوزیہ یہ بھی چاہتی تھیں کہ صوفیہ کے گھر میں ان کی بیٹی کے علاوہ خاندان کی کوئی اور لڑکی بحیثیت بہو کے نہ آئے۔ انہیں لگتا تھا کہ وہ الماس کے لئے آخر صوفیہ کو راضی کر ہی لیں گی۔ اسفند انہیں اپنے داماد کی شکل میں ہر قسم کے رویئے کے باوجود پسند تھا اور پھر اپنی بیٹی کے لئے صوفیہ کی محبت بھی وہ اچھی طرح جانتی تھیں۔ اسفند جو بظاہر فاصلے پر بیٹھا مصروف نظر آ رہا تھا مگر درحقیقت اندر ہی اندر اپنی خالہ کی باتیں اسے کھولنے پر مجبور کر گئی تھیں۔ جب اسے ضبط کرنا مشکل ہو گیا تو وہ اپنی موجودگی کا احساس دلاتا، دندناتا ہوا وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔ صوفیہ نے چونک کر بیٹے کو جاتے ہوئے دیکھا تھا۔



''منحوس، میری دشمن! کر سجدے، پڑھ شکرانے۔ ہو گا وہی، جو میں نے ٹھان رکھی ہے۔ جیدہ کوئی ساری عمر واسطے تو جیل نہیں چلا گیا۔ آجائے گا دو تین مہینوں میں۔ پھر کرتی ہوں میں تجھے قابو۔''

شمیم نے مصلّے پر کھڑی کومل کو بازو سے کھینچ کر اپنی جانب موڑا اور غضب کے عالم میں اس کے سر سے دوپٹہ کھینچتے ہوئے اس کے بال بھی نوچ۔ وضو کے پانی سے بھیگے چہرے پر اپنی ذلت و بے بسی کے شدید احساس پر نکلے اشک بھی گڈمڈ ہونے لگے تھے اور ایسا پہلی بار تو نہیں ہو رہا تھا۔

''تُو کیا سمجھتی ہے، اپنے باپ کے سامنے انکار کر کے تُو نے کوئی تیر مارا ہے؟ بے فکرہ۔ اس گھر میں ہو گا وہی جو میں چاہوں گی۔ خاص کر تیرے معاملے میں۔ پرے ہٹ بے غیرت۔ جا، جا کے برتن مانجھ۔ اور کان کھول کے سن لے، اس گھر سے پیر بھی باہر نکالا تو میں تیری لتیں (ٹانگیں) توڑ دوں گی۔''

شمیم عرف چھیمو نے ایک دوہتڑ مارتے ہوئے اسے مصلّے سے ہی نہیں ہٹایا بلکہ کمرے سے بھی باہر دھکیل دیا۔ کومل کی سسکیاں فضا میں پھیلنے لگیں۔ چھیمو چارپائی پر بیٹھی بیٹھی کمرے کی چوکھٹ پر آ کھڑی ہوئی۔

''رو اپنی بدبخت ماں کو، جو آپ تو اپنی جان سوکھی کر گئی، پر تجھے میری حیاتی کا عذاب بنا کر چھوڑ گئی ہے۔''

چھیمو کے جلتے ہوئے انگاروں سی باتیں اس کے دل و روح پر مزید آبلے ڈال گئیں۔ اس کی بے بسی کی انتہا یہ تھی کہ وہ کچھ بول نہیں سکتی تھی کیونکہ وہ جانتی تھی، ایک لفظ احتجاج کا بھی اگر اس کی زبان سے ادا ہو گیا تو اس کی سوتیلی ماں اپنے سابقہ طرزِ عمل کے مطابق اس کے قد بت کا خیال کئے بنا ہی اسے رُوئی کی طرح دھنکنے سے بھی نہیں چُوکے گی۔ چھیمو نے بچپن سے اب تک بہت بار اسے اپنے فطری حسد کی آگ میں جلایا تھا۔ بہت بار اسے مارا پیٹا تھا۔ کچھ عرصے سے یہ سلسلہ موقوف ہو گیا تھا، مگر آج کل پھر سے اس کے ہاتھ کھل گئے تھے۔ زبانی تشدد سے تو وہ کبھی باز ہی نہیں آئی تھی۔

''یا اللہ! سوتیلی ماں، ماں کیوں نہیں ہوتی؟'' اپنی سسکیاں روکتے ہوئے، لب بھینچ کر بے اختیار اس نے آسمان کی طرف دیکھا۔

''ہڈحرام! اوپر کیا دیکھ رہی ہے؟ جلدی ہاتھ چلا۔ پھر کپڑے بھی دھونے ہیں تجھے۔''

''مگر اماں! میں ٹیوشن پڑھانے........''

''خبردار، جو تُو نے کہیں جانے کا نام لیا۔'' چھیمو فوراً ہی اس کے سر پر آ کھڑی ہوئی۔ ''خوب جانتی ہوں، ٹیوشن پڑھانے کے بہانے تُو کہاں کہاں سیر سپاٹے کرتی پھرتی ہے۔ ہو گئی ہیں تیری پڑھائیاں پوری۔ اب گھر میں ٹِک کے بیٹھ، ورنہ........''

دروازے پر کھٹکا ہوا تھا۔ کوئی ہمسائی عورت آئی تھی۔ کومل کی جان چھوٹی تھی۔ ورنہ کل رات سے جب سے چھیمو کو خبر ہوئی تھی کہ گزشتہ رات جوئے کے اڈے پر چھاپہ پڑنے کے نتیجے میں اس کا بھائی جاوید عرف جیدہ بھی پولیس کی گرفت میں آ گیا ہے، تب سے کومل کی شامت آئی ہوئی تھی۔ کیونکہ کومل نے اپنے ابا جی کو دبے دبے الفاظ میں اماں کے بھائی سے شادی سے بھی انکار کر دیا تھا۔ تبھی سے اماں کا عتاب اس پر ٹوٹ رہا تھا اور وہ اپنی بے بسی پر اشک بہانے کے سوا کچھ نہیں کر پا رہی تھی۔ اس کی مدد، اس گھر میں اللہ کے سوا کرنے والا کون تھا۔ سو وہ کام سمیٹتے ہوئے اسی کو پکار رہی تھی۔



''نذیراں! مون کا فیڈر اُبالا نہیں تھا تم نے؟'' شافند شکایت کر رہا تھا۔

''کچھ عقل بھی استعمال کر لیا کرو۔'' صوفیہ منصور کچن میں کھڑی ملازمہ پر برس رہی تھیں، جب اسفند کچن کے دروازے پر آ ٹھہرا تھا۔ کل سے وہ ماما کا بگڑا ہوا رویّہ دیکھ رہا تھا۔ فوزیہ جمال کے جانے کے بعد سے وہ اسی طرح بات بات پر اُلجھ رہی تھیں۔

اسفند کل ہی ان سے شافند کی شادی کے حوالے سے بات کرنا چاہتا تھا۔ مگر ان کا مزاج دیکھ کر دانستہ ان سے اظہارِ خیال نہ کیا تھا۔ مگر اب وہ سمجھ رہا تھا کہ وہ ماما کو اپنا نظریہ اور شافند کے ارادوں سے آگاہ کر کے انہیں ان کے ارادوں کو پورا کرنے میں مدد دے سکتا ہے۔

''ماما! آپ اس وقت فری ہیں؟''

''کیوں........ کوئی کام ہے؟ چائے، کافی چاہیے؟'' اسفند کی موجودگی پر چونکتے ہوئے انہوں نے اپنے ناگوار تاثرات چھپا کر قدرے نرمی اور محبت سے پوچھا۔

''نہیں........ کچھ نہیں چاہیے۔ بس آپ کا تھوڑا سا ٹائم چاہیے۔ جب آپ فارغ ہوں تو میں لاؤنج میں بیٹھا ہوں، آپ آ جائیں۔'' اسفند نے انہیں مسکرا کر دیکھا۔

''نہیں، تم میرے روم میں چلو۔ میں آ رہی ہوں۔''

پھر وہ ملازمہ کو مزید ہدایات دے کر اسفند کے پیچھے پیچھے ہی داخل ہوئیں۔ وہ ان کے انتظار میں کھڑا تھا۔ ان کے بیڈ پر ٹکتے ہی وہ کرسی پر براجمان ہو گیا۔

''ہاں بھئی کہو، آج کل ماما سے وقت کیوں مانگا جا رہا ہے؟ ماما کا وقت تو تمہارے لئے ہی ہے جانو!'' صوفیہ منصور نے اپنی کچھ کوتاہیوں کے ازالے کے طور پر، کچھ دانستہ اور کچھ فطری طور پر اب سنی کو خصوصی توجہ دینا شروع کر دی تھی۔ ویسے بھی وہ جلد ہی ان سے جدا ہونے والا تھا۔ کچھ اس سے دُوری کا خیال بھی ان کی ممتا کو بیدار رکھتا تھا۔

''مجھے اپنے لئے نہیں، بھائی کے لئے آپ کا ٹائم چاہیے۔''

''شافند کے لئے........ اس نے کچھ کہا ہے تم سے؟'' صوفیہ منصور نے کچھ حیرت و اُلجھن سے استفسار کیا۔

''ہوں۔ شافند بھائی نے کچھ تو کہا ہے مجھ سے، مگر پہلے آپ کے ارادے جاننا چاہتا ہوں۔ آپ بھائی کے لئے کیا سوچ رہی ہیں؟''

''میں صرف سوچ ہی نہیں رہی ہوں، میں اس کی شادی کرنا چاہتی ہوں۔ مجھے اچھی طرح احساس ہے وہ اپنے بیٹے کے حوالے سے مطمئن نہیں ہے۔ مون کسی سے مانوس بھی تو نہیں ہو رہا۔ آج اسے شاید ٹمپریچر بھی ہو گیا ہے۔ نہ جانے یہ بچے جذبات میں آ کر فیصلے کیوں کر لیتے ہیں۔'' صوفیہ منصور کے چہرے پر اس وقت حقیقی پریشانی تھی۔

''ماما! اکثر بڑے بھی جذبات میں ہی فیصلہ کرتے ہیں۔ آپ پلیز کوئی جذباتی فیصلہ مت کیجیے گا۔ فوزیہ آنٹی نے بے شک اچھے انداز میں بات نہیں کی۔ ان کا رویّہ اور لہجہ بھی خاصا ناگوار سا تھا۔ پھر بھی ان کی ایک بات خاصی معقول تھی۔''

صوفیہ نے سنی کو پھر سے چونک کر دیکھا۔ اس کے چہرے پر کل کی باتوں کی تلخی کے بجائے اس کی فطری بے پروائی کھنڈی تھی۔

''آپی فوزیہ کو تو ویسے ہی اپنی بیٹیوں کے حُسن کا غرور چڑھا ہوا ہے۔ میرے بیٹوں کے لئے خاندان میں ہی کئی لڑکیاں مری جا رہی ہیں۔ ابھی میں فرزانہ بھابی کو فون پر ہی سعدیہ کے لئے کہہ دوں گی تو کبھی انکار نہیں کریں گی۔ بلکہ طلحہ (بھائی) کی نرمین مجھے زیادہ پسند ہے۔'' انہوں نے بہت مان سے بھائیوں کی بیٹیوں کے حوالے دیئے تو اسفند نفی میں ہولے سے گردن ہلا کر رہ گیا۔

''ماما!........ ماما! شافند بھائی بھی خاندان میں شادی نہیں کرنا چاہتے۔ انہیں بھی اندازہ ہے کہ فیملی کی کسی لڑکی کے ساتھ ایڈجسٹمنٹ میں انہیں پرابلم ہو گی۔ انہیں فیملی کا کوئی بھی فیشن ماڈل سوٹ نہیں کرے گا۔ اس بات کو آپ ذہن میں رکھیے گا۔'' اسفند نے انہیں رسانیت سے سمجھانے کی کوشش کی۔

''خاندان میں شادی نہیں کرنی تو پھر میں کہاں ڈھونڈتی پھروں لڑکیاں؟ میرے سرکل میں بھی ویسی ہی لڑکیاں ہیں۔''

''نہیں ماما! آپ کی فرینڈز سرکل والی لڑکی بھی نہیں چاہیے۔''

"سنی! تم تو ایسے کہہ رہے ہو، جیسے شانی نے اپنی پسند کے بارے میں خاص ہدایات دی ہیں۔" سنی کے انداز پر اس بار صوفیہ منصور اُلجھن کے باوجود ہنس دیں۔ ان کا یہ بظاہر بے پروا، لاتعلق نظر آنے والا بیٹا کس سنجیدگی سے بڑے بھائی کے لئے وقت نکال کر گفت وشنید کر رہا تھا۔

"ماما! بھائی نے رئیلی اپنی چوائس کے بارے میں مجھ سے کچھ نہیں کہا۔ ان کی سادگی دیکھ کر میں خود آپ سے کہہ رہا ہوں۔ ماما! انہیں دیکھ کر ہی میں نے اندازہ لگایا ہے کہ وہ وہاں ٹریپ ہوئے ہوں گے۔ ماما! وہ جس طرح سے وہاں سے جان چھڑا کر آئے ہیں، لگتا نہیں کہ ان کے ساتھ کوئی مس ہیپ ہوا ہوگا۔"

"پھر کیا کیا جائے؟ کہاں جاؤں میں ان کے لئے؟" صوفیہ بیٹے کی باتیں سن کر زچ ہونے کے باوجود ظاہر نہیں کر رہی تھیں۔

"ماما! میں آپ کو کیسے بتا سکتا ہوں کہ آپ کہاں جائیں۔ میں بس آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ سینسیئر، لِونگ، کیئرنگ لائف پارٹنر ڈھونڈیئے گا۔ اور ایسی لڑکی اگر آپ کو اپنی کلاس اور اسٹینڈرڈ سے نیچے جا کر بھی ڈھونڈنی پڑے تو پلیز ماما! اسے انا کا مسئلہ مت بنایئے گا۔"

"تمہارا مطلب ہے، میں کسی مڈل کلاس لڑکی کو بہو بنا کر لے آؤں؟...... سنی! تم ہوش میں تو ہو؟ مجھے یہاں سے دس لڑکیاں مل جائیں گی۔ مجھے دور جھانکنے کی کیا ضرورت ہے؟" اس بار صوفیہ منصور اپنی خفگی و تیزی چھپا نہ سکیں۔

"اور ان دس لڑکیوں میں سے ایک بھی آپ کے بیٹے کو سکون نہیں دے سکی تو کیا کریں گی آپ؟...... آپ اچھی طرح جانتی ہیں کہ فیملی کی یا آپ کے سرکل کی کوئی بھی لڑکی، بھائی کی پرسنیلٹی اور فیملی بیک گراؤنڈ کی وجہ سے فوراً شادی کے لئے راضی ہو جائے گی۔ مگر کیا وہ مون کے لئے اپنی زندگی اور دل میں جگہ رکھے گی؟ مجھے معلوم نہیں، کیونکہ یہ لڑکیاں تو اپنی اولاد کو وہ محبت نہیں دے سکتیں جو ان کا حق ہوتا ہے۔ پھر مون کو کیسے ایکسیپٹ کریں گی؟...... ماما! آپ ان فیکٹرز پر ضرور سوچئے گا۔ فی الحال فوزیہ آنٹی کی باتوں کو بھلا دیجئے۔ مجھے ویسے بھی ان کی بیٹیاں اس گھر میں نئی حیثیت کے ساتھ پسند نہیں ہیں۔" سنی کا اٹل اور مضبوط لہجہ انہیں قائل تو کر رہا تھا مگر وہ کشمکش و گومگو میں مبتلا ہو گئی تھیں۔

"سنی! تم نے تو مجھے مشکل میں ڈال دیا ہے۔"

"یہ صرف وقتی مشکل ہوگی۔ آپ کو اس وقت صرف اپنے بیٹے کے لئے اچھا اور مثبت فیصلہ کرنا ہے۔ لوگوں کی پروا مت کیجئے۔ آپ کے گھر میں جس عمل سے خوشیاں آ سکتی ہیں، وہ کیجئے۔"

"سنی! لوئر اسٹینڈرڈ سے لڑکی لانے کا مطلب سمجھتے ہو، سوسائٹی میں جگ ہنسائی اور......"

"ماما! سوسائٹی...... لوگ کبھی کسی کو خوش دیکھ سکتے ہیں؟ ویسے بھی شافند بھائی کے حوالے سے آپ کی سوسائٹی کے لوگ جس قسم کا اظہارِ خیال کر چکے ہیں، وہ نہ آپ سے چھپا ہوا ہے نہ مجھ سے۔ بہرحال، آپ کو اپنے بیٹے کی زندگی بھر کے سکون کے لئے اپنی سوسائٹی کو ناخوش کرنے والی قربانی تو دینی پڑے گی۔ میں نے شاید ابھی آپ کو شافند بھائی کی خواہش و ارادوں سے آگاہ نہیں کیا ہے۔"

اسفند کا انداز و اصرار صوفیہ کو حیرت سے نکلنے ہی نہیں دے رہا تھا۔

"اب اور کیا ارادے ہیں صاحب زادے کے؟ وہ مجھ سے خود بات کیوں نہیں کر رہا ہے؟ اس کے دل میں کیا ہے؟ مجھے آ کر صاف صاف کہے۔" اب وہ جھنجلا اُٹھی تھیں۔

"ایکچولی وہ ابھی تک آپ سے ڈرتے ہیں یا پھر آپ کے احترام میں خاموش ہیں۔ ویسے پاپا نے تو آپ کو بتا دیا ہوگا کہ شافند بھائی اپنا گارمنٹس کا بزنس شروع کر رہے ہیں اور وہ جو پاپا نے ان کے نام ایک پلاٹ خریدا ہے، اس پر وہ اپنا گھر بھی بنانا چاہتے ہیں۔ اچھی سوچ اور ارادہ ہے۔ الگ گھر میں رہنے سے ان کی اپنی لائف پارٹنر سے انڈراسٹینڈنگ زیادہ اچھی اور جلدی ہو جائے گی۔"

اسفند اپنے مخصوص منوانے والے انداز میں اظہارِ خیال کرتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ صوفیہ اسے دیکھ کر رہ گئیں۔ مزید کیا کہتیں۔ اسفند کو رد کرنا اتنا آسان نہ تھا۔

اس کے جانے کے بعد وہ پھر سے اس کی باتوں پر غور کرنے لگیں تو حیران رہ گئیں کہ سنی کس سمجھ داری سے انہیں بہت سی باتوں کا نہ صرف احساس دلا گیا ہے بلکہ ان کی سوچوں کو نیا رخ بھی دے گیا ہے۔ وہ بھی جہاں دیدہ تھیں۔ اونچے بڑے لوگوں میں اُٹھتی بیٹھتی تھیں۔ لوگوں کے مزاجوں سے بھی واقف تھیں کہ لوگ مطلب پر میٹھے بولوں سے دل کا خلوص جیت لیتے ہیں اور وقت نکلنے کے بعد طوطا چشم ہو جاتے ہیں۔ موسموں کی طرح بدلتے مزاجوں کے لوگوں سے ان کا واسطہ بھی پڑتا رہتا تھا اور نئی مثال تو ان کی اپنی بہن کی تھی جو کس طرح انہیں ان کی خامیاں جتا کر ان سے رخ پھیر کر گئی تھی۔ بہن ایسا کر سکتی تھی تو کوئی اور کیوں نہیں؟ کسی اور کو آزمائے بغیر اپنے ارادوں کا رخ انہوں نے موڑ دیا تھا۔ اور پھر ان کی تلاش شروع ہو گئی تھی۔

ذہن میں کئی نام تھے، جو انہیں ان کے گوہرِ مقصود کو حاصل کرنے میں مدد دے سکتے تھے۔ وہ اپنی بہنوں، بھائیوں اور فیملی کے باقی افراد کو بے خبر رکھ کر اپنے مشن پر نکل کھڑی ہوئی تھیں۔ انہیں اپنی کامیابی کا سو فیصد یقین تھا۔



"بڑی ماں! آپ کو اگر ایسے ہی روتے رہنا ہے تو میں نہیں جاتا۔" اماں جان کو بار بار اپنے سفید دوپٹے کو آنکھوں پر پھیرتے ہوئے دیکھ کر اسفند نے ان کے قریب بیٹھ کر ان کا ہاتھ

تھام لیا۔ آج اس کی روانگی تھی اور صرف اماں جان ہی نہیں، صوفیہ منصور بھی خاصی ملول سی تھیں مگر وہ اسفند پر ظاہر نہیں کر رہی تھیں۔

''اب تم جا رہے ہو تو رونا تو آئے گا نا۔ پتہ نہیں، کتنے سالوں میں واپسی ہو گی تیری۔ اور کیا پتہ، تیرے آنے تک میں زندہ بھی رہتی ہوں یا میرا بلاوا آ چکا ہو گا۔'' اماں جان نے چھلکتی آنکھوں سے اسے دیکھا۔ وہ لب بھینچے انہیں دیکھ رہا تھا۔

''بڑی ماں! آپ ایسی باتیں کریں گی تو میں واقعی نہیں جاؤں گا۔'' اب وہ سنجیدگی و ناراضگی سے گویا ہوا۔

''حقیقت بتا رہی ہوں بچے تجھے۔ بوڑھی جان ہوں۔ اپنا وقت گزار چکی ہوں۔ اب تو تم بچوں کی خوشیاں دیکھنے کی آس پر جی رہی ہوں، ورنہ......''

''ہاں، تو آپ دیکھیں گی نا سب کی خوشیاں۔ بلکہ میری خوشیاں۔ میری شادی تو آپ کو ہی کرنی ہے نا، بلکہ میرے پوتا پوتی کی بھی اور......''

آج وہ پہلی بار دادی کے سامنے اس قسم کی باتیں کر رہا تھا۔ اماں جان نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اسے چپ کروایا۔

''کہاں سے سیکھی ہیں یہ باتیں؟ بے شرم! پہلے اپنی شادی تو کروا لے، پھر پوتا پوتی کی بھی فکر کرنا۔''

''بڑی ماں! ایسی باتیں سیکھی تھوڑی جاتی ہیں، خود بخود آ جاتی ہیں۔ جیسے کھانا، پینا، سونا اور......''

''جا رہے ہو تو خوب چہک رہے ہو۔ تمہاری ماں کی فکر بھی صحیح لگتی ہے۔ کوئی چکر تو نہیں ہے بچے؟''

''بڑی ماں! آپ بھی۔ آپ کہہ دیں، میں نہیں جاتا۔'' وہ مصنوعی خفگی کا مظاہرہ کرتا ان کے زانو پر سر رکھ کر لیٹ گیا۔

''جاؤ گے کیوں نہیں؟ جاؤ، خیریت سے جاؤ۔ مگر اپنی خیریت سے ہمیشہ آگاہ کرتے رہنا۔ تمہیں معلوم ہے، مجھے تمہاری فکر رہے گی۔ اور سنو! شافند کی طرح اپنا اصل مت بھلا دینا۔ یاد رکھنا، تمہاری جڑیں اس مٹی میں دبی ہوئی ہیں۔ انہیں کاٹ کر نئی مٹی اور اجنبی زمین، ناموافق آب و ہوا میں ہمیشہ پھل پھول نہیں سکو گے۔'' بڑی ماں کی گہری سنجیدگی پر وہ فوراً ہی سیدھا ہو بیٹھا۔

''بڑی ماں! مجھے خود بھی ان تمام باتوں کا اندازہ و احساس ہے اور میں آپ سے وعدہ بھی کر چکا ہوں کہ میں فارغ ہوتے ہی آ جاؤں گا۔ آپ بالکل فکر نہ کریں۔'' اس نے انہیں تھام کر یقین دلایا تو وہ مسکرا کر اس کی پیشانی چومنے لگیں۔

''تمہارے وعدوں پر مجھے اعتبار ہے۔ پھر بھی فکر تو رہے گی ناں۔''

''آپ کی فکر کا علاج میرے پاس ہے۔ میں آپ کو فون بھی کرتا رہوں گا اور خط بھی لکھوں گا۔ لیکن یہ بتائیں، میری فکر کا علاج کون کرے گا؟''

''کیوں؟...... تجھے کون سی فکر لاحق ہو گئی؟'' وہ تشویش سے پوچھ رہی تھیں۔ اسفند پھر سے ان کے زانو پر سر رکھ کر لیٹ گیا۔ بڑی ماں اس کے سر میں نرم انگلیاں چلا رہی تھیں۔

''بول بھی، کیا بات ہے؟'' اسفند کی خاموشی نے انہیں کچھ پریشان کیا۔

''بڑی ماں! مجھے شافند بھائی اور مون کے لئے نہ جانے کیوں پریشانی سی ہے۔ انہیں ایڈجسٹمنٹ میں پرابلم ہو رہی ہے۔ وہ کسی سے بھی مطمئن نظر نہیں آتے۔ کبھی کبھی مجھے محسوس ہوتا ہے، وہ یہاں جو توقعات لے کر آئے تھے، وہ پوری نہیں ہوئیں۔''

''ہاں بچے! شافند کے لئے تیرے دل میں جو احساسات ہیں، وہ ہیں تو درست۔ مگر یہ بھی تو سوچو، ایسا تو ہونا ہی تھا۔ ہم جب اپنوں سے کٹ جاتے ہیں تو پھر واپس آ کر خود کو جوڑنے اور سنبھالنے میں وقت تو لگتا ہے۔ تُو فکر مت کر۔ آہستہ آہستہ وہ یہاں رچ بس جائے گا۔ آخر وہ یہیں سے گیا تھا۔ صوفیہ اچھا کر رہی ہے، بیٹے کی شادی کر دے گی۔ پھر کوئی مسئلہ نہیں رہے گا، اِن شاءاللہ!''

''مسئلہ تو پھر بھی ہے بڑی ماں!'' اس نے نگاہیں اونچی کر کے انہیں دیکھا۔ اماں جان کے چہرے پر استفسار بکھرا تھا۔ ''آپ کو معلوم ہے، میں نے ماما سے کیا کہا ہے؟''

''کیا کہا ہے؟''

''شافند بھائی، خاندان کی کسی لڑکی سے شادی نہیں کرنا چاہتا بلکہ میں نے تو ان سے یہ بھی کہا ہے کہ اپنی کلاس کی لڑکی بھی اس گھر میں مت لائیں، ورنہ بعد میں زیادہ مسائل پیدا ہوں گے۔''

''یہ تو تم نے اچھا مشورہ دیا ہے اپنی ماں کو۔ یہ جو اپنی بچیاں ہیں، ان میں احساسِ ذمے داری کب ہے؟ نیک مشورہ دے کر پچھتا کیوں رہے ہو؟ اللہ بہتر سبب پیدا کرنے والا ہے۔'' بڑی ماں نے اس کی پریشانی کم کرنے کی خاطر اسے محبت سے دلاسہ دیا۔

''بڑی ماں! میں پچھتا نہیں رہا۔ بس مجھے کچھ اندیشہ ماما کی طرف سے ہے کہ اگر وہ اپنی کلاس سے نیچے جا کر بھائی کے لئے کوئی لڑکی پسند کر لیں گی تو کیا ماما اسے دل سے قبول کریں گی؟ اور کیا اس گھر میں اسے صحیح مقام اور عزت مل سکے گی؟...... آئی تھنک ایسا ہونا بہت مشکل ہے۔ پلیز بڑی ماں! آپ خیال رکھیے گا۔''

وہ اس وقت واقعی از حد فکر مند نظر آ رہا تھا۔ دادی یعنی بڑی ماں کے اس گھر میں ایک ہی تو حساس اور درد مند تھا، جس کے دل میں گداز و محبت بھی بہت زیادہ تھی۔ بس وہ اپنی محبت و نرمی کا اظہار نہیں کیا کرتا تھا۔

''سنی! تم بے فکر ہو کر جاؤ۔ اس گھر میں جو بچی بھی آئے گی، اس کے ساتھ کبھی ناانصافی

کم از کم میں اپنے سامنے تو نہیں ہونے دوں گی۔ ویسے بھی جب صوفیہ اپنی مرضی اور پسند سے شافند کی شادی کرے گی تو پھر کیسے ناروا سلوک کرے گی؟ تمہارا یہ خدشہ درست نہیں ہے۔ تم اپنے سر سے یہ بوجھ اتار کر جاؤ۔ ویسے بھی اپنی بیوی کو صحیح مقام دلانے کا ذمے دار صرف مرد ہوتا ہے۔ شافند اب نا سمجھ بچہ تو نہیں ہے۔ وہ کافی سمجھ دار ہو گیا ہے۔''

ان کی باتیں سمجھتے ہوئے اس نے سر ہلایا، جیسے ان سے اتفاق کر رہا ہو۔

اسفند نے اپنی روانگی کی صحیح اطلاع کسی کو نہیں دی تھی اس لئے اسے رخصت کرنے صرف اس کے افرادِ خانہ ہی اس کے ساتھ ایئرپورٹ تک گئے تھے۔ یا پھر اس کے دو قریبی دوست وہاں پہنچے تھے۔ سبھی نے اپنی اپنی جگہ اپنے اپنے حساب سے اس سے اپنی محبت جتا کر اسے سمجھانے کی کوشش بھی کی تھی۔ صوفیہ منصور نے تو باقاعدہ اشک بہا کر اپنی ممتا جتائی تھی مگر وہ ان کے ساتھ بھی روٹین کے سے انداز میں ملا تھا۔ منصور نے اپنے مخصوص دوستانہ انداز میں اس سے چھیڑ چھاڑ کر کے رخصت کیا تھا۔ اسے صرف ماں سے ہی نہیں، اپنے پاپا سے بھی ہزاروں شکوے تھے اور ان کا اظہار وہ بڑی ماں سے ہزاروں بار کر چکا تھا کہ پاپا کے لب و لہجے اور انداز سے باپ کی شفقت نہیں بلکہ دوستوں کی سی بے تکلفی ٹپکتی ہے۔ وہ اپنے باپ سے خالص پدرانہ محبت و اُلفت کا متمنی تھا، مگر یہ حسرت اس کی بہت کم پوری ہوئی تھی۔ بہنوں اور مون سے وہ بھرپور انداز میں ملا تھا، جس پر سدیعہ رو بھی پڑی تھی۔ صوفیہ منصور کو اسفند کے اس موقع پر جانے کا شدید افسوس تھا جبکہ اس کے ذہن سے شافند کے لئے لڑکی ڈھونڈنے سے لے کر ابھی تک وہ تلخ یادیں اور باتیں نہیں نکل سکی تھیں جو ان سے جذباتی پن میں سرزد ہو چکی تھیں۔ وہ ماں کی طرف سے اپنا دل صاف لے کر نہیں گیا، اس بات کا انہیں احساس تھا۔



''یہ مہم کب تک جاری رہے گی؟'' منصور احمد نے پائپ میں تمباکو بھرتے ہوئے تیاری میں مصروف صوفیہ کو مخاطب کیا۔

عام تعطیل کا دن تھا۔ ناشتے سے فراغت کے بعد وہ کہیں جانے کی تیاری کر رہی تھیں جبکہ منصور احمد فراغت کے لمحات سے فائدہ اٹھانے کے لئے ہفتے بھر کے اخبارات قریب رکھے ہوئے اپنے شغل میں بھی مصروف تھے۔

''جب تک کوئی ڈھنگ کی لڑکی نہیں مل جاتی۔'' صوفیہ جانتی تھیں، منصور احمد کا اشارہ کس طرف ہے۔

''ڈھنگ کی لڑکی کب تک ملے گی؟''

''یہ تو اب آپ کے بیٹے کا نصیب ہے۔ دیکھ تو رہی ہوں۔ سوچ سمجھ کر ہی فیصلہ کرنا ہو گا۔ اب ایسے ہی کوئی بھی لڑکی اٹھا کر گھر نہیں لا سکتی۔ سوچا بھی نہیں تھا کبھی کہ بیٹے کی شادی کی خاطر اس قدر خواری اٹھانا پڑے گی۔''

صوفیہ منصور گزشتہ دنوں کی آمد و رفت کی ناکامی سے خاصی چڑی ہوئی تھیں۔ ایک لڑکی بھی انہیں پسند نہ آئی تھی۔

''تو کون خوار ہونے کو کہہ رہا ہے؟ خاندان کی لڑکیوں میں کیا کمی پیدا ہو گئی جو آپ میرج بیوروز کے چکر کاٹنے پر مجبور ہیں؟'' منصور احمد نے پہلی بار اس معاملے میں خاصی دلچسپی کا مظاہرہ کیا تھا۔

صوفیہ منصور نے ڈریسنگ ٹیبل کے آگے پڑے اسٹول پر بیٹھے بیٹھے گردن موڑ کر نہ صرف حیرت سے انہیں دیکھا بلکہ برملا اظہار بھی کیا۔

''خاندان کی لڑکیوں میں کوئی کمی نہیں ہے، آپ بھول رہے ہیں۔ آپ کے صاحب زادے ہی جو گل کھلا کر لائے ہیں، وہ خاندان کی کسی لڑکی کے لئے شاید ناقابلِ برداشت ہو گا اور یہ سوچ آپ کے چھوٹے لاڈلے صاحب زادے کی ہے، تبھی یہ بخار چڑھا ہے۔'' ان کے چڑچڑے انداز پر منصور احمد بے ساختہ مسکرائے۔

''اچھا...... تو یہ صاحب زادے کی سوچ کی پیروی ہو رہی ہے۔ بہت خوب۔ کافی دور اندیش سوچ ہے سنی کی۔ بلکہ ایک لحاظ سے اچھی۔ اور تم اس پر عمل کر رہی ہو، یہ مزید بہتر عمل ہے۔'' ان کے انداز میں خاصی حوصلہ افزائی تھی۔

''بہت مشکل کام ہے اس پر عمل کرنا۔ اچھا گھر، اچھی فیملی بلکہ اچھی لڑکی کے ساتھ تمام خوبیوں کا ہونا ہی تو ناگزیر ہو گیا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کیا کروں۔'' وہ وہاں سے اٹھ کر شوہر کے سامنے آ بیٹھیں۔

''اگر آپ کی مرضی اب بھی ویل آف فیملی کی لڑکی کو بہو بنانے کی ہے تو پھر فیملی سے باہر جانے کی ضرورت کیا ہے؟...... صوفیہ! تم بیٹے کے لئے صرف اور صرف اچھی لڑکی ڈھونڈو، جو اس کے مکان کو گھر بنانے کی صلاحیت رکھتی ہو۔ باقی باتوں کو چھوڑ دو۔ یہاں کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔ سنی شاید جو تمہیں سمجھانا چاہ رہا تھا، وہ تم سمجھ نہیں سکی ہو۔'' منصور احمد نے رسان سے کہتے ہوئے لائٹر سے پائپ کے تمباکو کو شعلہ دکھایا۔

''نہیں سمجھ سکتی میں آپ کے بیٹوں کی انقلابی سوچوں کو۔ خود پہلے من مانیاں کر لی ہیں، اب مجھے بھگتنا پڑ رہا ہے۔ ایسا کرتی ہوں، کسی دارالامان سے کوئی یتیم، مسکین، لاوارث لڑکی اٹھا لاتی ہوں۔ پھر سارے ہو جائیں خوش۔'' انہیں ایک دم غصہ آ گیا۔ سنی سامنے ہوتا تو شاید وہ بھی ان کے غصے کی زد میں آ جاتا۔

''یہ تو اور زیادہ اچھی بات ہے۔ یہ تو تم بہت بڑی نیکی کماؤ گی۔ بلکہ اپنے سرکل میں خاصی مشہور بھی ہو جاؤ گی۔ اخبارات میں خبریں لگ جائیں گی، بلکہ ہو سکتا ہے، کوئی چینل بھی تم سے رجوع کر لے۔ دیٹس گڈ آئیڈیا۔'' منصور احمد نے خاصی سنجیدگی سے انہیں چڑایا تھا۔

''اب ایسی شہرت بھی نہیں چاہئے مجھے۔ میں جا رہی ہوں، مسز وقار نے گیارہ بجے بلایا

تھا۔ آج تو لیٹ ہی ہوگئی ہوں۔'' خاصی ناراضگی کا مظاہرہ کرتی ہوئی وہ اٹھ کھڑی ہوئیں۔ پھر انہیں وقت کا بھی احساس ہوا تھا۔ منصور احمد انہیں مسکرا کر دیکھنے کے بعد اخبار اٹھا کر پڑھنے لگے۔

''ابا جی! میں تین دن سے ٹیوشن پڑھانے نہیں گئی۔ اماں جانے نہیں دیتیں۔ بچوں کی پڑھائی کا حرج ہو رہا ہے۔ اور پھر میں نے ایڈوانس پیسے بھی تو لئے ہیں۔''

چھیمو غسل خانے میں تھی، اسی لئے کومل کو اپنے باپ حیات بخش سے بات کرنے کا موقع میسر آیا تھا۔

حیات بخش نے چائے کی چسکی لیتے ہوئے سر اٹھا کر قریب کھڑی بیٹی کو دیکھا، جو سہمی چڑیا کی مانند سمٹی ہوئی تھی۔ حالانکہ چھیمو تو اُسے گنوں کی پوری اور نہ جانے کیا کیا الزام دیتی تھی۔

''دیکھ دھیے! چھیمو تیرے بھلے کو ہی روکتی ہے۔ زمانہ بڑا خراب چل رہا ہے۔ تیری پڑھائی اب مُک (مکمل) گئی ہے۔ تجھے اب ٹوشن پڑھانے کی کیا لوڑ ہے؟ گھر بیٹھ کے ماں کا ہتھ وٹا۔ کجھ سیکھ لے۔ اگے کم آئے گا۔'' حیات بخش دوبارہ سر جھکا کر بیوی کی زبان بولنے لگا تو کومل کا دل چاہا کہ اپنے باپ کو جھنجوڑ کر ہلا دے۔ اسے بتائے کہ جس زمانے کی خرابی کا وہ حوالہ دے رہا ہے اپنی بیٹی کو، اسی خرابی کے حوالے بھی تو وہ خود کر رہا ہے۔

''مگر ابا جی! پڑھائی میری ختم ہوئی ہے، ان بچوں کی نہیں، جنہیں میں پڑھاتی ہوں۔ پلیز ابا جی! آپ مجھے اجازت دیں۔ میں نے ان سے داخلے کے لئے پیسے نہ لئے ہوتے تو میں کبھی نہ جاتی۔ اگر میں بیگم درانی کے بچوں کو پڑھانے نہ گئی تو کہیں وہ گھر آکر بے عزتی نہ کر دیں۔'' کومل کی آنکھیں بے بسی سے بھر آئیں۔

تبھی دروازے پر کھٹکا ہوا۔ حیات بخش اٹھ کر دروازے پر گیا تو بیگم درانی کی ملازمہ، کومل کا ہی پتہ کرنے آئی تھی۔ حیات بخش اسے کومل کو بھیجنے کا کہہ کر واپس مڑ آیا۔ چھیمو بھی غسل خانے سے برآمد ہو رہی تھی۔

''کون تھا اس وقت؟'' چھیمو نے کڑے تیوروں سے پوچھا۔

''بھئی وہ پچھلی کوٹھیوں سے آئی تھی کُڑی۔ اپنی کمو کو بلانے۔ جانے دے نا اسے۔ پیسے پھڑے (لئے) ہوئے ہیں۔ خوانخواہ محلے میں آکے عزت خراب کریں گے۔ سن کا کی! ایس مہینے تک پڑھا لے، فیر بس۔''

حیات بخش نے کندھے پر رکھے صافے کو ہاتھ میں لے کر زوردار جھٹکا دے کر جھاڑا اور پھر کندھے پر رکھ لیا۔

چھیمو قہر بھری نظروں سے کومل کو دیکھ رہی تھی۔ کومل اپنی من من وزنی ٹانگوں کو گھسیٹتی ہوئی سوچ رہی تھی کہ ابا جی کے دکان پر جاتے ہی پھر اس کی شامت آئے گی۔

''مسز وقار! لڑکی کا تعلق بے شک ویل آف فیملی سے نہ ہو، مگر خوب صورت تو ہونی چاہئے نا۔ کم از کم میں اپنی فیملی میں یہ تو کہہ سکوں کہ مجھے خوب صورت بہو چاہئے تھی۔ یا پھر میرے بیٹے کی ڈیمانڈ خوب صورت بیوی تھی۔''

صوفیہ منصور سخت جھنجلاہٹ کے عالم میں بول رہی تھیں۔ ابھی ابھی جو لڑکی وہ دیکھ کر آئی تھیں، وہ پُرکشش تو تھی مگر سانولی تھی۔ جبکہ صوفیہ منصور کی حُسنِ نظر کی پرواز بہت اونچی تھی۔ مسز وقار نے اپنے دفتر کی کرسی پر بیٹھتے ہوئے گھنٹی بجا کر پانی لانے کے لئے ملازمہ کو ہدایات دیں اور پھر انہوں نے صوفیہ کو جواب دیا۔

''مسز منصور! میں تو آپ کو لڑکیاں دکھا رہی ہوں، فیصلہ تو آپ کو کرنا ہے۔ کوئی زبردستی نہیں ہے۔ میرے پاس تو بہت لمبی لسٹ ہے۔ میں نے تو آپ کو البم بھی دکھائی دی۔ آپ جہاں کہتی ہیں، میں لے جاتی ہوں۔ آپ ٹینس مت ہوں۔ اِن شاء اللہ آپ کے معیار کی لڑکی مل ہی جائے گی۔'' مسز وقار نے خاصے اطمینان کا مظاہرہ کرتے ہوئے ملازمہ کا لایا ہوا مشروب ان کے سامنے رکھا۔ انہوں نے گھر کے اندر ہی میرج بیورو کھول رکھا تھا اور بہت کامیابی سے اسے چلا رہی تھیں۔

''مسز وقار! آپ نہیں جانتیں، میرے گھر میں اس مسئلے سے کس قدر ٹینشن پھیلی ہوئی ہے۔ پہلے تو صاحب زادے شادی کے لئے راضی نہیں ہو رہے تھے، اب راضی ہوئے ہیں تو چاہتے ہیں، ہتھیلی پر سرسوں جما لیں۔ سچ پوچھیں تو میں خود بھی اس کی ذمے داری سے فارغ ہونا چاہتی ہوں۔ اپنے بیٹے کے لئے وہ ہماری طرف سے مطمئن نہیں ہے۔ بیوی آئے گی تو خود ہی سنبھالے گی۔'' صوفیہ منصور بے دھڑک اپنے دل کی باتیں کہہ گئیں۔ ویسے بھی مسز وقار سے ان کا دوستانہ بھی تھا۔ وہ اکثر ان سے اپنے مسائل کہتی رہتی تھیں۔

''چلئے، اچھی بات ہے۔ ایسے تو مرد کی زندگی گزرتی بھی نہیں ہے۔ اور آپ کا یہ فیصلہ مزید آپ کے حق میں جاتا ہے، مسز منصور! کہ آپ اپنے برابر کی فیملی نہیں ڈھونڈ رہیں۔ ہماری، آپ کی کلاس کا حال تو آج کل جو ہے، وہ آپ دیکھ ہی رہی ہیں۔ کسی میں برداشت و تحمل نہیں ہے۔ اپنی مرضی سے شادیاں کریں گے اور پھر کسی بھی بات پر فوراً علیحدہ بھی ہو جاتے ہیں۔ میں بہت سے لوگوں سے ملتی ہوں، مڈل کلاس لوگوں میں ابھی بھی اپنی بیٹی یا بیٹے کے گھر کو قائم رکھنے کے لئے حتیٰ الامکان کوششیں کی جاتی ہیں بلکہ ان میں زیادہ ہاتھ ان کی بیٹیوں اور لڑکیوں کی نیچر و تربیت کا ہے۔ ان میں ابھی بھی صبر و تحمل کا مادہ بہت زیادہ ہے۔ وہ اب تک شادی کو مرتے دم تک نبھانے کا تصور رکھتی ہیں۔'' مسز وقار کا پُر اثر لہجہ، صوفیہ منصور کو کچھ کچھ قائل کر گیا۔ خدشات تو انہیں بھی بہت سے تھے اور ان کی نشاندہی پہلے بیٹے اور پھر شوہر نے بھی کر دی تھی۔ تبھی سے ان کی سوچ میں کچھ لچک پیدا ہوئی تھی۔ پھر ان کا اپنا خیال بھی بھٹکا تھا

کہ اپنے سے کم تر گھر کی لڑکی ان کے دباؤ میں ہمیشہ رہے گی۔

مشروب کے گھونٹ بھرتے ہوئے ایک دم ہی صوفیہ منصور چونکی تھیں۔ وہ جہاں بیٹھی تھیں، وہاں سامنے شیشے کی دیوار کے پاس مسز وقار کا لان صاف نظر آتا تھا اور وہاں ابھی ابھی دو لڑکیاں آکر بیٹھی تھیں۔ ایک تو شاید مسز وقار کی بیٹی تھی اور دوسری لڑکی؟ اسے دور سے ہی دیکھ کر صوفیہ منصور چونک گئی تھیں۔

''یہ باہر لڑکی کون ہے؟'' صوفیہ منصور کی بے چینی دیدنی تھی۔

مسز وقار بھی کچھ حیران تھیں۔

''میری بیٹی ہوگی، روشنی۔ بی اے کے پیپرز دے کر ابھی فارغ ہوئی ہے۔ ویسے میں نے آپ کو بتا دیا ہے نا، وہ انگیج ہے۔'' مسز وقار نے ان سے بھی زیادہ عجلت میں جواب دیا تھا۔

صوفیہ تو جیسے سن ہی نہیں رہی تھیں۔ ان کی نگاہ گھاس پر بیٹھی بار بار دوپٹے سے آنکھیں رگڑتی لڑکی پر ٹکی ہوئی تھی۔

''میں آپ کی بیٹی کی نہیں، دوسری لڑکی کی بات کر رہی ہوں۔ کون ہے وہ؟''

''دوسری لڑکی؟'' مسز وقار اپنی کرسی سے اٹھ کر شیشے کی دیوار کے پاس آئیں اور پھر روشنی کے ساتھ کومل کو بیٹھے دیکھ کر گہری سانس کھینچی اور پھر سے اپنی کرسی پر آ بیٹھیں۔ ''وہ میری بیٹی کی دوست اور کلاس فیلو ہے۔ یہیں قریب بستی میں ہی رہتی ہے۔ ساتھ والی کوٹھی میں، درانی صاحب کے پوتوں کو ٹیوشن بھی پڑھاتی ہے۔'' مسز وقار نے سرسری انداز میں انہیں اطلاع دی۔

''یہ لڑکی انگیج تو نہیں؟ آپ مجھے ملوا سکتی ہیں؟''

''کومل سے؟....... مسز منصور! یہ آپ کے معیار پر پوری نہیں اُتر سکتی۔ میں آپ کو بہت اچھے گھروں کی لڑکیاں دکھا چکی ہوں۔ کومل کی فیملی کی حیثیت ان سے بہت کم تر ہے۔'' مسز وقار کے لئے صوفیہ منصور کی دلچسپی باعث حیرت تھی۔ کیونکہ وہ ان کے خیالات بھی جانتی تھیں۔ لوئر مڈل کلاس سے متعلق لڑکی ان کے کسی بھی خیال کے مطابق نہ تھی۔ سوائے خوب صورتی والے معیار کے۔

''پھر بھی، آپ مجھے ملوائیں تو۔ جب میں نے اپنی کلاس سے نیچے جانے کا فیصلہ کر ہی لیا ہے تو مڈل کلاس ہی سہی۔''

سورج کی کرنیں اُس کے رنگ و روپ کو مزید دمکا رہی تھیں۔ فاصلے کے باوجود صوفیہ منصور اُس کے حُسن کی چکاچوند کے زیر اثر تھیں۔

''کومل کا تعلق مڈل کلاس سے نہیں، لوئر مڈل کلاس سے ہے۔ اس کے والد کی اپنے محلے میں ہی پرچون کی چھوٹی سی دکان ہے اور کومل اپنی سوتیلی ماں کے زیر سایہ کافی مشکل اور ناقابلِ برداشت زندگی گزار رہی ہے۔ روشنی سے کافی اٹیچ منٹ ہے کومل کی۔ روشنی مجھے بتا رہی

تھی کہ اس کی سوتیلی ماں اپنے شرابی جواری بھائی سے اس کی شادی کرنا چاہتی ہے۔'' مسز وقار نے ناچار انہیں معلومات دیں۔

''یہ تو بہت زیادتی ہے۔ آپ شافند کے لئے بات کریں، مجھے ملوائیں۔ مجھے اچھی لگی ہے یہ لڑکی۔ کیا نام بتایا آپ نے؟'' صوفیہ منصور نے ایک دم ہی فیصلہ کیا تھا۔ اب تک انہوں نے جن لڑکیوں کو رد کیا تھا، وہ شکل وصورت میں ہی نہیں، تعلیمی لحاظ سے بھی کم تر تھیں۔

''کومل........ مسز منصور! آپ جذباتی فیصلہ مت کریں۔ میں آپ کو کومل سے ملوا دیتی ہوں، بلکہ آپ کو وہ بستی بھی دکھا دیتی ہوں، جہاں وہ رہتی ہے۔ اتنے سالوں میں، میں آج تک اس کے گھر نہیں گئی تو آپ۔ سنا ہے، کافی بدتہذیب ماں ہے اس کی۔''

''مجھے صرف لڑکی سے مطلب ہے مسز وقار! مجھے اس کے فیملی بیک گراؤنڈ سے کچھ لینا دینا نہیں۔'' صوفیہ منصور کے ذہن ودل میں ایک ہی بات سما گئی تھی۔

مسز وقار اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھیں اور پھر انہوں نے روشنی کو پکارا۔

''روشنی!........ روشنی بیٹا! کومل کو لے کر ادھر آؤ۔''

روشنی اور کومل نے ایک ساتھ چونک کر دیکھا تھا اور پھر کومل جلدی سے اپنے آنسو صاف کرنے لگی تھی۔ روشنی اسے ہاتھ پکڑ کر ساتھ لانے کے لئے کھینچ رہی تھی۔ وہ یقیناً اس وقت روشنی کی ممی کا سامنا نہیں کرنا چاہ رہی تھی۔

''کیا ہوا؟........ کیوں رو رہی ہو؟ پھر اماں نے کچھ کہہ دیا ہے؟'' مسز وقار نے نرمی سے استفسار کیا تو وہ لب چبا کر رہ گئی۔ جبکہ روشنی انہیں بتانے لگی۔

''اس کی اماں کب کچھ نہیں کہتی ممی؟ یہ بھی تو گاؤدی ہے۔ آرام سے سہہ جاتی ہے۔ تین دن سے گھر میں قید کر رکھا تھا، ظالم جادوگرنی نے۔ میں اس کی جگہ ہوتی نا تو........'' کسی کی موجودگی کا احساس کرتے ہی روشنی کی زبان کو بریک لگ گیا۔ وہ گڑبڑا کر سلام جھاڑنے لگی۔

''السلام علیکم!'' پھر اپنی ممی پر دبے دبے لفظوں میں خفگی کا اظہار کرنے لگی۔ ''آپ نے بتایا نہیں کہ آنٹی بیٹھی ہیں اور........''

کومل بھی چونک کر، سر اٹھا کر دیکھنے لگی۔ صوفیہ منصور اسی کو دلچسپی سے دیکھ رہی تھیں اور روشنی کی باتیں سن کر زیرلب مسکرا بھی رہی تھیں۔

''السلام علیکم!'' کومل کو بھی کافی دیر بعد سلام کا خیال آیا۔ عجیب سی شرمندگی نے اسے گھیر لیا تھا۔ اپنا آپ عیاں کرنا یا کسی پر عیاں ہونا اسے کب پسند تھا۔ یہ تو روشنی سے دوستی کا گہرا تعلق تھا، جبھی اس سے اپنا ہر دکھ کہہ دیتی تھی۔

''کھانا کھا لیا ہے تم نے؟'' مسز وقار نے بیٹی کو مخاطب کیا۔

''نہیں۔ آپ کا انتظار کر رہی تھی۔''

''چلو، پھر کھانا لگواؤ۔ آنٹی اور کومل بھی ہمارے ساتھ لنچ کریں گی۔''

"نہ...... نہیں آنٹی! میں گھر جا رہی ہوں۔ دیر ہو گئی تو اماں......" اس کی بڑی بڑی گہری سرمگیں آنکھوں میں خوف و ہراس پھیلا ہوا تھا۔ معمولی سے کاٹن کے گلابی سوٹ میں بھی اس کا سراپا آنکھوں میں کھب رہا تھا۔ صوفیہ منصور کے ارادے مزید پختہ ہو گئے۔



"حیات محمد! پھر کیا فیصلہ ہے تمہارا؟"

کومل کا باپ حیات محمد بخش، گنگ و مرعوب سا مسز وقار کے دفتر میں بیٹھا تھا۔ مسز وقار نے اسے صوفیہ منصور کی حیثیت و مقام بتانے کے بعد ان کی خواہش کا اظہار بھی کر دیا تھا کہ وہ اس کی بیٹی کو بہو بنانے کی خواہش مند ہیں۔ مسز وقار نے حیات بخش کو اچھی طرح احساس بھی دلا دیا تھا کہ وہ اور اس کی بیوی اپنی بیٹی کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کر رہے۔

"بیگم صاحبہ! کیا کہوں میں۔ آپ نے تو مجھے شش و پنج میں ڈال دیا ہے۔ چھیمو کی مرضی تو کوئی کو گھر میں رکھنے کی ہی ہے۔" حیات واقعی گھبرایا ہوا تھا۔

"حیات محمد! بیٹیوں کو اگلے گھر رخصت کرتے ہیں، اپنے گھر میں نہیں رکھتے۔ اور تمہاری بیوی کی مرضی تو صاف ظاہر کرتی ہے کہ وہ کومل جیسی پیاری بچی کو کبھی اس کے گھر بار کا ہونے ہی نہیں دے گی۔ ذرا سوچو، یہ ظلم نہیں ہے کہ ایک پڑھی لکھی، عقل و شعور والی لڑکی کو تم کسی نشئی، جواری سے باندھ دو؟ اس کا اپنا تو کوئی گھر ٹھکانہ ہے نہیں۔ کبھی جیل تو کبھی بازار۔ تمہاری بیٹی کو کہاں رکھے گا لے جا کر؟ اس سے بہتر یہ نہیں ہے کہ تم اسے اچھے گھر، اچھے لوگوں کے سپرد کر دو، جو تمہاری بیٹی کو زندگی کی ہر خوشی، ہر آسائش دیں گے۔ تم کبھی خواب میں بھی نہیں سوچ سکتے، کتنے بڑے لوگ ہیں وہ۔ تمہاری بیٹی کا نصیب کھل گیا ہے اور تم شش و پنج میں پڑے ہو۔" مسز وقار نے پھر سے سمجھانے کی کوشش کی۔

"سوچنا تو پڑے گا نا، بیگم صاحبہ! ہم غریب بندے ہیں، امیروں سے متھا کیسے لگا سکتے ہیں؟" حیات بخش کو جلد ہی شمیم بیگم کا جلال یاد آ گیا تھا۔

"وہ امیر لوگ تم سے کچھ نہیں چاہ رہے، سوائے بیٹی کے۔ حیات محمد! بیوی کے کہنے پر لگو گے تو جلد ہی اپنی بیٹی کو بیٹھے روؤ گے۔ پڑھے لکھے نہیں ہو، لیکن دنیا کو تو دیکھتے پرکھتے ہو یا نہیں؟ کبھی کسی شرابی جواری کو اپنا گھر بسائے دیکھا ہے تم نے؟ دُور کیوں جاتے ہو، اپنی بیوی کے جس بھائی سے تم اپنی بیٹی بیاہنے کا سوچ رہے ہو، اسی بھائی نے اپنی بہن کو تم سے شادی کرانے کا کتنا لیا تھا۔ وہ تو اب تک تمہیں لوٹ رہا ہے، تمہاری آنکھوں پر اب بھی پردہ پڑا ہوا ہے۔" مسز وقار قدرے برہمی سے مخاطب تھیں۔ حیات محمد چونک کر حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

"حیات محمد! حیران مت ہو۔ ایسی باتوں کے پَر لگ جاتے ہیں۔ کتنا بھی باندھ دو، آخر آزاد ہو ہی جاتی ہیں۔ یہ بات سب ہی جانتے ہیں، اسی لئے کہہ رہی ہوں، عقل سے کام لو۔ اپنی بیٹی کی زندگی برباد مت کرو۔ اس غریب کو سوتیلی ماں کی ماروں کے سوا تم نے دیا ہی کیا

ہے؟" مسز وقار اس بار کچھ نرمی سے گویا ہوئیں۔

حیات بخش کے چہرے پر اب کچھ اضطراب پھیلا تھا۔ شاید بیٹی کے ساتھ کی گئی ناانصافی اسے مضطرب کر گئی تھی۔ آج تک جب سے اس کی ماں مری تھی، تب سے کبھی اس نے کومل کو پیار سے مخاطب نہیں کیا تھا۔ کبھی اس کی ضروریات کا خیال نہیں رکھا تھا۔ بلکہ اس کی ماں کے مرتے ہی دو ماہ بھی نہیں گزرے تھے، اس نے دوسرا بیاہ رچا لیا تھا۔ آج اسے سب کچھ یاد آ رہا تھا۔ مسز وقار چاہتی بھی یہی تھیں کہ وہ یہاں سے حتمی فیصلہ کر کے اُٹھے۔

"بیگم صاحبہ! میں تو کسی جوگا (قابل) ہی نہیں ہوں، آپ تو جانتی ہیں۔ میں کیسے گل بات کروں گا؟ اور وہ چھیمو۔"

"تم کسی بات کی فکر مت کرو۔ بس اپنی بیوی کو سمجھا لو۔ باقی باتیں میں دیکھ لوں گی۔ کومل میری بیٹی کی طرح ہے۔ وہ اپنے گھر میں خوش و سکھی رہے گی تو سمجھو مجھے خوشی و سکھ ملے گا۔ تم کل ادھر آ جاؤ۔ یا کہتے ہو تو میں مسز منصور کو تمہارے گھر لے آتی ہوں۔"

"دیکھ لیں جی، مجھ غریب کے گھر آنا چاہیں تو میرے بھاگ کھل جاویں گے۔" حیات محمد بخش اب حقیقی معنوں میں باپ نظر آ رہا تھا۔ اس کے گندمی چہرے پر پدرانہ محبت کا رنگ خاصا بھلا لگ رہا تھا۔

مسز وقار کو یک گونہ سکون حاصل ہوا تھا کہ حیات بخش مان گیا تھا۔ صوفیہ منصور نے بھی تو فون پر فون کر کے انہیں پریشان کیا ہوا تھا۔ اور پھر حیات محمد سے انہوں نے کل کا پروگرام طے کر لیا تھا۔ روشنی نے بھی کومل کو بہت مشکل سے قائل کیا تھا کہ زندگی کا یہ موڑ اس کے لئے آسانیاں پیدا کرے گا۔ اسے ناپسندیدہ ماحول اور لوگوں سے دور لے جائے گا۔ زندگی کے اس سفر میں اس پر ایک پانچ چھ ماہ کے بچے کی اضافی ذمے داری ضرور اٹھانا پڑے گی۔ لیکن اسی ذمے داری کی خوش اسلوبی سے انجام دہی تو اسے معتبر کر دے گی۔ اس ذمے داری کو پورا کرتے اور نبھاتے ہوئے بے شک اسے بہت مشکلات اٹھانا پڑتیں لیکن وہ مشکلات کسی شرابی جواری، ادھیڑ عمر کے عیاش مرد کے ساتھ ذلت بھری سسکتی زندگی گزارنے سے بہرحال بہت کم تھیں۔

کومل نے بھی سوچ لیا تھا کہ وہ ان دیکھے معصوم بچے کو اپنی محبت اور ممتا ضرور دے گی۔ وہ اس کے لئے وہ رشتہ نہیں بنے گی، جو دنیا میں طعنہ و رسوائی بن گیا ہے۔ کومل کے دل میں اس بچے کے لئے محبت و ہمدردی خود بخود پیدا ہو رہی تھی۔ اس نے عہد کر لیا تھا کہ وہ اس بچے کو اپنی طرح کسی احساسِ کمتری کا شکار نہ ہونے دے گی۔ درد و ذلت کو وہ اس کی قسمت میں رقم نہیں ہونے دے گی، جس درد و ذلت سے اس کا دن رات سامنا تھا۔



"کیا؟...... مما! ایک غریب لڑکی کو آپ بہو بنا رہی ہیں؟"

تانیہ یہ سن کر حیرت سے بولی۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ اس کی مما اس قسم کا کوئی فیصلہ ہوش و حواس میں کر سکتی ہیں۔

''ہمیں اس کی غربت سے کیا فرق پڑتا ہے؟ وہ ہم میں آ کر ہماری حیثیت و حوالے سے پہچانی جائے گی۔'' صوفیہ منصور حتمی فیصلہ کر چکی تھیں اور اپنے فیصلے پر مطمئن بھی تھیں۔ انہیں بیٹی یا کسی کے بھی ردعمل کی پروا نہیں تھی۔ ویسے بھی انہوں نے گھر کے افراد کے علاوہ کسی اور کو اس معاملے کی ہوا تک نہیں لگنے دی تھی۔ ان کی یہ خاموشی و رازداری بہت سی مصلحتوں کو پیش نظر رکھے ہوئے تھی۔

''لیکن مما! ہم لوگوں کو کیا بتائیں گے کہ ہم نے ایسی لڑکی کو چوز کیوں کیا؟ شافند بھائی کے لئے لڑکیوں کی کمی تو نہیں ہے۔ آپ لوگوں نے فضول میں فوزیہ آنٹی جیسے لوگوں کی باتوں کا اثر لے کر اس قسم کا جذباتی قدم اٹھایا ہے۔ مجھے تو بہت ہی انسلٹنگ لگ رہا ہے، کسی لوئر مڈل کلاس لڑکی سے بھائی کی شادی کروانا۔''

''تانیہ! تمہیں رائے دینے کے لئے نہیں کہا میں نے۔ وہ جس کلاس سے بھی تعلق رکھتی ہے، اب وہ ہمارے گھر کا فرد ہو گی۔ اور رہی بات لوگوں کی، تو لوگوں کی پروا تمہیں نہیں، مجھے ہونی چاہئے۔ کل تم اور سعیہ اپنی بھابی سے ملنے چل رہی ہو، او کے۔'' صوفیہ منصور نے خاصی سنجیدگی سے بیٹی کو سمجھایا۔ ویسے بھی صوفیہ منصور اور منصور احمد نے بیٹیوں کو حد سے زیادہ بڑھنے کی اجازت نہیں دی تھی۔ تانیہ خود پسند ہونے کے باوجود ماں سے کافی زیادہ دبتی تھی، اسی لئے دل میں بہت سے خیالات رکھتے ہوئے بھی سر ہلا کر رہ گئی تھی۔

صوفیہ منصور، مسز وقار کے آفس میں ہی حیات بخش سے مل کر تمام معاملات طے کر چکی تھیں۔ انہوں نے حیات بخش پر واضح کر دیا تھا کہ انہیں اس کی بیٹی کے سوا کچھ نہیں چاہئے۔ وہ بہت مختصر بارات کے ساتھ اس کی بیٹی کو بیاہنے آئیں گی اور وہ بھی مسز وقار کے گھر سے۔ حیات بخش تو پہلے ہی مرعوب تھا۔ پھر بیٹی کے ساتھ اب تک ہوئی زیادتیوں کی شرمندگی بھی اسے گھیرے ہوئے تھی۔ چھیمو نے اپنے چاروں بیٹوں کے تمام حقوق منوائے تھے۔ ان کے لئے اچھا کھانا پینا اور بہتر لباس کے علاوہ انہیں پڑھانے کی طرف بھی اس کا سارا دھیان تھا۔

وقت کے بدلتے تقاضوں کے تحت رفتہ رفتہ چھیمو اپنے طور طریقے بھی بدل رہی تھی، مگر کومل کے لئے ابتدا سے لے کر اب تک اس کے مزاج و رویے میں بتدریج تنزل ہی رونما ہو رہا تھا۔ اور اس کا سب سے بڑا ظلم تو اپنے عیب دار بھائی کے ساتھ کومل کو باندھنے کا ارادہ و کوشش تھی۔

حیات بخش کی آنکھیں دیر سے سہی، بروقت کھل گئی تھیں۔ اسی لئے وہ کومل کو نئی دنیا اور نئے لوگوں کے حوالے کر کے تلافی کا سامان کر رہا تھا۔ حالانکہ اس کے اس عمل سے چھیمو نے ایک طوفان اٹھا رکھا تھا۔ اس کا بھائی اگر جیل میں نہ ہوتا تو شاید وہ اس طوفان کے سپرد کومل کو کر

ہی دیتی۔ لیکن یہاں تقدیر اس کا ساتھ نہیں دے رہی تھی، اسی لئے وہ تلملا رہی تھی۔ مرنے مارنے کی دھمکیاں دے رہی تھی۔

''حیاتے! اگر تُو نے کُوی کا ویاہ ادھر کر دیا تو چنگا نہیں ہو گا۔ پا جیدے کا پتہ ہے نہ تجھے؟'' چھیمو نے بے بسی کے شدید احساس سے مغلوب ہو کر مزید شور مچا کر شوہر کو ڈرانے کی کوشش کر رہی تھی مگر حیات بخش اس کی ایک نہیں سن رہا تھا۔

''تُو سن رہا ہے یا نہیں؟'' چھیمو کڑے تیوروں کے ساتھ اس کے سر پر کھڑی تھی۔ ''جا، جا کے کہہ دے اُس وڈی بیگم صاب کو، ہم نے نئیں کرنا ویاہ شیاہ اپنی کُوی کا۔ پا جیدہ آ جائے تو دو بول پڑھا کر نال کر دوں گی اس کے۔''

کومل دو کمروں کے چھوٹے سے گھر کی چھت پر بیٹھی اپنی اماں کی لرزہ خیز دھمکیوں کو سنتے ہوئے خود لرز رہی تھی اور رو رہی تھی۔ حیات بخش کا تحمل آج کل قابل دید تھا۔

''چھیمو! اب میرے جیتے جی تو ایس طرح (اس طرح) نہیں ہو گا۔ میں زبان دے آیا ہوں۔ میں اپنی زبان سے نہیں پھروں گا۔ تُو زیادہ رولا مت پا، نہیں تے۔''

''نہیں تو کیا ہو گا؟ بتا، کیا ہو گا؟ مار دے گا مجھے یا فیر گھر سے نکال دے گا؟'' چھیمو تنتناتی ہوئی سامنے کھڑی جواب طلبی کر رہی تھی۔ حیات بخش نے پہلے تو اسے گھور کر دیکھا، پھر اس کی طرف سے رخ پھیر کر قدرے برہمی سے اسے جھڑکا۔

''جا، جا کے اپنا کم کر، میرا دماغ خراب نہ کر۔ کومل سے تیرا کوئی واسطہ تعلق نہیں ہے۔ اس کے لئے میں نے جو فیصلہ کر لیا ہے، وہی ٹھیک ہے۔''

''اچھا...... اب میرا کوئی واسطہ تعلق نہیں ہے۔ ساری زندگی چڑیل کی طرح چمٹی رہی مجھ سے۔ ٹھیک ہے حیاتے! تُو وی سُن لے۔ اگر تُو نے اس کا ویاہ کر دیا نا تو...... تو وہ اس گھر میں کبھی نہیں آئے گی۔ نہ ہی اس کی ڈولی اس گھر سے جائے گی۔ یہ میرا گھر ہے۔ نکال اسے ابھی یہاں سے۔ میں اسے ایک گھڑی وی اپنے گھر میں نہیں رکھوں گی۔ نی اُتر نیچے کمینیئے! جا اپنے پیو کے ساتھ۔ ڈھونڈ لیا ہے نا اپنا یار۔''

چھیمو کی زبان گندگی سے لتھڑ گئی تھی۔ حیات محمد نے طیش میں اسے تھپڑ بھی مارا تھا، مگر نہ تو وہ گند بکنے سے رک رہی تھی اور نہ ہی کومل کو نوچنے کھسوٹنے سے باز آ رہی تھی۔ کومل کو اس نے سیڑھیوں سے کھینچ کر گھسیٹا تھا۔ شور شرابے کی آواز پر اردگرد کے ہمسائے بھی گھر میں چلے آئے تھے اور سب ہی سمجھانے کی کوشش کر رہے تھے مگر چھیمو کا جنون ختم نہیں ہو رہا تھا۔ آخر میں اس نے مٹی کے تیل کا چولہا اٹھا کر اس میں سے خود پر مٹی کا تیل چھڑکنا شروع کر دیا۔ ساتھ ہی چاچی رحمت نے حیات بخش کو مصلحت سے کام لینے کے لئے کہا تھا۔

''جا پُتر! یہ زنانی واقعی کج کر کے رہے گی۔ دھی کا معاملہ ہے۔ میں لے جاتی ہوں نمانی کو۔ تُو روک اسے۔ اپنا گھر نہ برباد کر۔ بچے رُل جائیں گے تیرے...... اس پر تو خون سوار

لگتا ہے۔'' چاچی رحمت، کومل کو پچکارتی ہوئی اپنے ہمراہ لے گئیں۔ وہ بھی چھیمو کی زبان و حرکات سے خائف رہتی تھیں۔

سب ہی کے علم میں تھا کہ چھیمو نے غریب کومل کا جینا حرام کر رکھا ہے۔ اسی لئے محلے والے حیات محمد بخش کے (کومل کی شادی) فیصلے پر خاصے خوش تھے کہ لڑکی کو چھیمو کے ظلم وستم سے نجات تو ملے گی۔ کومل، چاچی رحمت کے گھر بیٹھی اپنی بے بسی پر آنسو بہا رہی تھی۔ اس سے بڑی ذلت اس کے لئے اور کیا تھی کہ وہ اپنے باپ کے گھر کی چھت تلے رہنے کا حق نہیں رکھتی تھی۔ اسے اپنے ابا جی کی مجبوری کا بھی احساس تھا۔ بہر حال چھیمو جیسی بھی تھی، حیات بخش کے چار لڑکوں کی ماں بھی تھی۔ بیٹوں کے تقویت دیتے احساس کے زیر اثر رہ کر ہی تو حیات محمد نے اب تک آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔



''یہ کیا کہہ رہے ہو، حیات بخش؟'' مسز وقار حیران و پریشان ہو کر استفسار کر رہی تھیں۔ چھیمو کے شدید ردعمل نے حیات بخش کو بھی متذبذب کر دیا تھا۔ وہ پھر سے کشمکش میں مبتلا ہو گیا تھا کہ کرے تو کیا کرے۔ حالانکہ کومل نے تو اپنے باپ کی کشمکش دیکھ کر اس سے کہہ دیا تھا۔

''ابا جی! اماں کی یہی ضد ہے تو یہی ہونے دیں۔ آپ خود کو پریشان نہ کریں۔ آنٹی کو منع کر دیں کہ......'' وہ چاچی رحمت کے گھر بیٹھی باپ کے سامنے اپنا آپ قربان کر دینے کی صلاح دے چکی تھی۔ حیات بخش بھی چھیمو کی خودکشی والی حرکت سے گھبرایا ہوا تھا اس لئے رات کے دس بجے وہ مسز وقار کے سامنے بیٹھا صوفیہ منصور کو انکار کرنے کے لئے کہہ رہا تھا اور مسز وقار حیرت سے اسے گھور رہی تھیں۔

''پاگل ہو گئے ہو تم۔ بیٹی کے لئے تمہارا ضمیر پہلی بار جاگا اور تم اسے زبردستی تھپکیاں دے کر سلا رہے ہو۔ کیسے باپ ہو تم؟ صرف اپنا گھر بچانے کے لئے تم اسے داؤ پر لگاؤ گے، اس کا سودا کرو گے؟'' مسز وقار مشتعل ہو رہی تھیں۔ روشنی لب بھینچے ایک طرف بیٹھی اپنی پیاری دوست کی قسمت کے اُلٹ پھیر پر ششدر و غم زدہ تھی۔ اس کا خیال تھا، کومل کو آخر رہائی مل گئی ہے۔ کتنے سہانے خواب دکھائے تھے اس نے کومل کو، مگر........

''بیگم صاب! میری کچ سمجھ میں نہیں آ رہا۔ میں کیا کروں؟ وہ........ وہ چھیمو مرنے مارنے پر تلی ہوئی ہے۔'' حیات بخش بے بسی سے چلا پڑا۔

''عقل سے کام لو۔ باپ بنو اپنی بیٹی کے۔ اسے اچھا گھر دینا تمہاری ذمے داری ہے۔ یہ صرف تمہاری کمزوری ہے جو چھیمو اتنا سر چڑھ چکی ہے۔ جاؤ، کومل کو یہاں لے آؤ۔ وہ اب میری ذمے داری ہے۔ میں سمجھوں گی، اللہ تعالیٰ نے مجھے دو بیٹیاں دی ہیں۔ تم جاؤ، اپنا گھر سنبھالو۔'' ماں کے فیصلہ کن انداز پر روشنی کی جان میں جان آئی تھی۔

''مگر وہ........ بیگم صاحبہ!'' حیات متذبذب تھا۔

''خدا کے لئے حیات بخش! اتنے بھی بزدل مت بنو۔ کل وہ لوگ تاریخ مقرر کرنے آ رہے ہیں اور تم........ کچھ نہیں کرتی چھیمو۔ مرنا اتنا آسان نہیں ہوتا........ کہہ رہی ہوں میں تم سے، کومل اب میری بیٹی ہے۔ تم نے تو ویسے بھی اسے اپنی چھت سے نکال دیا ہے۔ کیسے باپ ہو تم۔ بیٹی کو چند دن بھی عزت سے نہیں رکھ سکے۔'' مسز وقار کی آواز سختی سے نرمی کی طرف بڑھتے بڑھتے نم بھی ہو گئی۔

''میں مجبور ہوں بیگم صاب!........ چھیمو کو نکال دوں تو بچے۔'' حیات بخش اس بار خود بھی رونے لگا۔

''ممی!........ مم! ہم کومل کو لے آتے ہیں چل کر۔'' روشنی نے گھبرا کر فوراً مداخلت کی کہ کہیں اس کی ممی غصے یا ناراضگی میں اس معاملے سے ہاتھ نہ اٹھا لیں۔ اسے معلوم تھا کہ اگر آج کومل کو اس کی سوتیلی ماں کی ضد کی خاطر بے یارومددگار چھوڑ دیا گیا تو پھر شاید وہ اپنے زندہ نہ رہنے والے عزائم کو پورا کرنے کا سوچے گی۔ مسز وقار نے بیٹی کے چہرے کے ہر تاثر کو جانچ کر سر ہلایا۔ وہ اچھی طرح جانتی تھیں، کومل اور روشنی میں جو رشتہ دوستی پنپ رہا ہے، وہ خلوص و محبت کا سچا امین ہے۔

''تو پھر ٹھیک ہے حیات بخش! کومل کو میں لے آتی ہوں۔ کل صوفیہ منصور آئیں گی تو میں ان سے اسی ہفتے میں رخصتی کی بات کروں گی۔ تمہاری بیٹی کی خوشیاں اسی میں ہیں۔'' مسز وقار نے ٹھوس لہجے میں اپنی بات کی اور پھر انہوں نے عملی قدم بھی اٹھایا۔ کومل کو سمجھا بجھا کر وہ چاچی رحمت کے گھر سے لے آئی تھیں۔ اگلے روز ہی صوفیہ منصور اپنی بیٹیوں اور منصور احمد کے ہمراہ ننھے مون کو لئے مسز وقار کے گھر پر موجود تھیں۔ سدیعہ تو کومل کو دیکھتے ہی فریفتہ ہو گئی تھی۔

''او ماما! بھابی کتنی Pretty ہیں نا........ میں اپنی فرینڈز کو بتاؤں گی تو۔''

کومل سر جھکائے آنکھوں کی نمی چھپائے ان کے درمیان بیٹھی تھی۔ وہ زندگی سے ناامید نہیں تھی لیکن کوئی امنگ، کوئی خواب بھی اس کی پلکوں پر نہیں سجا تھا۔ تانیہ بھی اسے دیکھ کر ٹھٹک گئی تھی، مگر اس نے کسی بے ساختگی کا اظہار نہیں کیا تھا۔ حالانکہ دل ہی دل میں اپنی مما کی جوہرانہ نظر کو خوب سراہا تھا بلکہ اسے قائل ہونا پڑا تھا کہ ان کی مما نے بے سوچے سمجھے کوئی فیصلہ نہ کیا ہو گا۔ منصور احمد کا انداز خاصا پُر شفقت تھا۔ مسز وقار نے صوفیہ منصور کے کومل کے لئے والہانہ جذبات دیکھ کر انہیں ایک طرف لے جا کر اعتماد میں لیتے ہوئے حیات بخش کی حالت و مجبوریوں کے علاوہ چھیمو کا شدید ردِعمل بھی بتا دیا تھا، جس پر صوفیہ منصور بے ساختہ کہہ اُٹھیں۔

''کیا جہالت ہے۔ اپنی بیٹی کے لئے اس آدمی میں ہمت و غیرت نہیں ہے۔ اچھا کیا مسز وقار! آپ نے جو آپ کومل کو یہاں لے آئی ہیں۔ آج سنڈے ہے، فرائی ڈے کو ہم نکاح کے لئے آ جاتے ہیں۔ ہم صرف گھر کے افراد ہی ہوں گے۔ آپ بے فکر رہیئے، کومل کو میرے گھر

میں اعزاز بھی ملے گا اور تکریم بھی۔'' صوفیہ منصور نے آناً فاناً فیصلہ کیا تھا۔ مسز وقار کی ان کہی باتوں کو سمجھ کر انہوں نے انہیں اطمینان دلانے کی کوشش کی تھی۔ صوفیہ منصور کی یہ خوبی تھی یا خامی کہ وہ اپنے فیصلوں کے بدلنے کا امکان نہیں رہنے دیتی تھیں۔ انہوں نے کومل کو اپنی بہو بنانے کا جو ارادہ و فیصلہ کیا تھا، وہ کسی بھی حال میں اس سے منکر نہیں ہو سکتی تھیں اور یہی اطمینان مسز وقار کو حاصل تھا۔

کومل کے جذبات و احساسات پہلے تو سرد و سپاٹ ہی تھے مگر معصوم سے پانچ ماہ کے ننھے منے مگر صحت مند مون کو دیکھ کر پگھلنا شروع ہو گئے تھے۔ اپنی شرم و حیات کے باوجود اس نے مون کو بے ساختہ اپنی گود میں لیا تھا۔ وہ ان کے درمیان بیٹھی دیکھ رہی تھی کہ وہ بچہ کسی کی گود میں بھی مطمئن نہیں تھا۔ ہر دو لمحے بعد مچل جاتا تھا۔ اس کا یہ مچلنا تڑپنا، کومل کی سمجھ میں آ رہا تھا۔ شاید کسی کی گود بھی اسے اپنی ماں کی گود محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ کبھی کسی ہاتھ کی نرمی، کبھی کسی ہاتھ کی سختی اسے مضطرب کر دیتی تھی۔ نجانے کیسے اس کے دل میں کہیں دبا، اس کے وجود میں کہیں چھپا ممتا کا فطری جذبہ اس معصوم کے لئے اُبھر آیا تھا۔ اس کے اندر ایک ارادہ، ایک عزم پختہ ہو رہا تھا کہ جس محرومی سے گزرتے ہوئے وہ زندگی کے اس عجیب موڑ تک آئی ہے۔ ان محرومیوں سے وہ کبھی اس معصوم بچے کو دوچار نہیں ہونے دے گی۔ اسے وقت و حالات پر نہ سہی، لیکن خود پر اعتماد سا تھا کہ وہ کسی بھی وقت خود کو انسانیت سے نہیں گرائے گی۔



''سنو بیٹا! یہ گھر اب تمہارا بھی ہے۔ اس گھر میں تمہیں اپنی جگہ خود بنانی ہوگی۔ ہم تمہیں بہو ضرور بنا کر لائے ہیں لیکن یہاں تمہیں بیٹیوں کی طرح ہر بات کہنے اور منوانے کا حق حاصل ہوگا۔'' وہ اپنے حجلہ عروسی میں ششدر و بے یقین سی بیٹھی ہوئی تھی۔ اسے یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ وہ نئی دنیا، نئے ماحول، نئے گھر میں آ چکی ہے، جہاں اس کی پذیرائی اس کی توقعات سے کہیں زیادہ بڑھ کر ہوئی تھی۔ اس کے اردگرد ستائشی مہک بکھری ہوئی تھی۔ اس کے قدموں تلے محبتوں کی نرمی لئے پھول بکھرے ہوئے تھے اور سب سے زیادہ حوصلہ افزا رویّہ صوفیہ منصور کا تھا جنہوں نے چند دن کے اندر اندر اس کے ذہن و دل کی دنیا بدل دی تھی، جسے خود پر بھی اعتماد نہیں تھا، وہ ان کی محبت و چاہت کے مخلصانہ اظہار پر جیسے بے مول ہی بک گئی تھی۔

''مجھے یقین ہے تم بھی ہمیشہ اس گھر کو ہی اپنا گھر سمجھو گی۔ ماضی کی تلخیاں اپنے دل سے نکال دو۔ تم ہماری ہو، تمہیں ہمارے ساتھ جینا ہے۔ میرے بیٹے کی خوشیاں اب تم سے وابستہ ہیں۔ تم دونوں خوش رہو گے۔ یہ مجھ پر احسان ہوگا۔ کوئی کچھ بھی کہے، تمہیں اپنا ظرف بڑا رکھنا ہوگا۔ مجھے تم سے یہی امید ہے کہ تم مجھے ہمیشہ سب کے سامنے سرخرو رہنے دو گی۔''

صوفیہ منصور اس وقت اپنی ممتا کے سچے جذبے سے مغلوب تھیں۔ وہ درحقیقت اس وقت شافند کی خزاں رسیدہ زندگی میں بہار کا پہلا پھول کھلانے چلی تھیں۔ انہیں اپنی کوشش و عمل پر اعتماد و مان تھا، تب ہی انہوں نے کسی کی پروا نہیں کی تھی۔ اپنے عزیز و اقارب کو اپنے گھر پر اکٹھا کیا تھا اور پھر اپنی بہو کو بہت فخر و انبساط کے ساتھ سب ہی سے متعارف کروایا تھا۔ چہ مگوئیوں کے باوجود سب ہی کومل کو دیکھ کر دنگ تھے۔ خاندان بھر میں اس کے مقابلے کی کوئی لڑکی نہیں تھی۔

صوفیہ منصور کی یہ رازدارانہ کارکردگی سب ہی کے لئے حیران کن تھی۔ انہوں نے کومل کے بارے میں سب ہی کو یہ کہہ کر مطلع کیا تھا کہ انہوں نے ایک بے آسرا لڑکی کو سہارا دیا ہے جو کہ ان کے بیٹے کی ڈیمانڈ تھی کہ وہ کسی امیر کبیر لڑکی کی خواہش نہیں رکھتا۔ اسے تو صرف شریک سفر کے خانے میں فٹ بیٹھنے والی پیار محبت والی ذمے دار جیون ساتھی چاہئے تھی، خواہ اس کا تعلق کسی بھی طبقے سے ہوتا۔ صوفیہ منصور کے اقدام کو سراہا بھی گیا تھا اور ان پر تنقید بھی خوب کی گئی تھی لیکن اس وقت وہ اپنی دھن میں مگن تھیں۔ انہیں اپنے انتخاب پر مکمل اعتبار و

بھروسہ تھا۔ کومل پر انہیں پختہ یقین تھا کہ وہ نہ صرف ان کی تابع رہے گی بلکہ ان کے بیٹے اور پوتے کے لئے بھی باعثِ راحت و تسکین ثابت ہوگی۔ تب ہی وہ اسے اپنی اپنائیت و چاہت منتقل کرنے آئی تھیں۔

"آپ جیسا چاہتی ہیں، اِن شاء اللہ ویسا ہی ہوگا۔" کومل نے بہ مشکل خود کو بولنے کے قابل کیا تھا۔

"جیتی رہو، خوش و آباد رہو۔ کچھ چاہیے ہو تو بتا دو۔" کومل نے ان کے لبوں کالمس اپنی پیشانی پر محسوس کیا تھا اور یہ احساس ایک پل میں اس کے رگ و پے میں اتر کر اس کے دل میں جمع بادلوں کو آنکھوں تک لے آیا تھا۔ اس نے خود پر ضبط کرتے ہوئے پلکوں تک آئی گھٹاؤں کو واپس موڑا تھا۔ صوفیہ منصور اسے ہی دیکھ رہی تھیں۔ اسے پیار سے تھپتھپانے لگیں۔

"اوں ہوں، اب ایک بھی آنسو نہیں۔ اب تو بیوٹیشن بھی واپس چلی گئی ہے۔ اس طرح کرو گی تو میک اپ خراب ہو جائے گا۔" صوفیہ منصور کا انداز خاصا دوستانہ ہو رہا تھا۔ "اچھا، تم آرام سے بیٹھو، میں شافند کو بھیجتی ہوں۔"

وہ اس کے قریب سے اٹھ کھڑی ہوئیں۔ پھر ان کی نظر بیڈ کے دوسرے سرے پر لیٹے مون پر پڑی، جسے سعیہ دانستہ ان ہی کے حکم پر چھوڑ کر گئی تھی اور یہ صلاح بھی ان کی آپی فوزیہ کی تھی کہ اسے آج رات ہی بچے کی ذمے داری کا احساس دلاؤ گی تو معلوم ہوگا کہ کتنی ذمے دار ہے وہ۔ ان کا دل تو نہیں مانا تھا، مگر آزمانے میں کیا حرج تھا۔ وہ مصنوعی حیرت کا مظاہرہ کرتی مون کی طرف بڑھیں۔

"ارے، مون یہیں سو رہا ہے۔ میں آیا کو بھیجتی ہوں، اسے میرے رُوم میں سُلا دے گی۔ کس قدر کوڑھ مغز ہے یہ آیا بھی۔"

"مما! اسے یہیں رہنے دیں۔ یہ آج سے کسی آیا کے پاس نہیں رہے گا، یہ اب میرا بیٹا بھی تو ہے، میں اسے سلا لوں گی، پلیز۔" کومل نے پہلی بار بلا جھجکے انہیں مخاطب کیا تو وہ اس پر جیسے نثار ہو گئیں۔

"ہمیشہ یہ تمہارے پاس ہی رہے گا، لیکن آج رات تو میں اسے لے جاتی ہوں۔ شافند بھی کیا سوچے گا۔"

"پلیز مما! میں سنبھال لوں گی اسے، رئیلی۔"

"ٹھیک ہے، جیسے تمہاری مرضی و خوشی۔" صوفیہ ایک بار پھر اس کی پیشانی پر پیار بھری مہر ثبت کر کے اسے نئے احساسات سے دوچار کر گئیں اور وہ سوچنے لگی۔ "یا اللہ! یہ محبتیں ہمیشہ قائم رکھنا۔ جب محبت ملتی ہے تو چاروں طرف سے مینہ کی طرح برسنے لگتی ہے اور کبھی کبھی تو انسان اسی محبت کی ایک بوند کی خاطر ترستا تڑپتا رہ جاتا ہے۔ یا اللہ! مجھے اس تڑپ سے نکالا ہے تو اسی طرح ہمیشہ سراب رکھنا، بلکہ....... بلکہ مجھے بھی ان کی سیرابی کا سبب بنا دینا۔ میں

تیری ممنون و مشکور ہوں کہ تُو نے مجھے ذلت کی پناہوں سے نکال کر محبت کی فضاؤں میں بھیجا ہے۔"

اُس کا دل، اُس کا وجود، اُس کی روح، اُس کا روم روم شکرانے میں محو تھا۔

"ارے....... رے بھوک لگی ہے۔ ایک سیکنڈ بیٹا! ایک سیکنڈ۔ میں ابھی آپ کا فیڈر بنا دیتی ہوں۔ پلیز چپ ہو جاؤ۔" شافند کمرے کے دروازے میں مبہوت کھڑا رہ گیا تھا۔ چند گھنٹوں کی دُلہن اپنے دُلہناپے سے بے نیاز اپنے گلابی عروسی دوپٹے کو ایک طرف ڈالے روتے ہوئے مون کو پچکارتے ہوئے کمرے میں ٹہل رہی تھی اور اردگرد سے بے خبر تھی۔ شافند کے لئے یہ منظر ہی حیران کن تھا۔ اس نے مما پر سب کچھ چھوڑ دیا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا، اس کی زندگی میں آنے والی لڑکی کیسی ہے۔ اس کا رنگ روپ، اس کا مزاج، اس کا خاندان کیسا ہے۔ مما نے صرف اتنا کہا تھا کہ ان کا انتخاب لاجواب ہے اور اس کا اعتراف وہ خود کرے گا۔ اس کا دمکتا ہوا حُسن، مما کے ایک دعوے کو تو سچ کر گیا تھا کہ ہماری فیملی میں میری بہو جیسی اور کوئی نہیں ہوگی۔ اور وہ واقعی اپنی گلابی رنگت اور سرگیں غلافی آنکھوں کی بدولت اس وقت کوئی چلتا پھرتا حُسن کا مجسمہ ہی لگ رہی تھی اور اس کی خوب صورتی کو دل میں اتارتا اس کا یہ انداز، جو مون کے لئے تھا، وہ ایک پل میں شافند کے دل کو کسی نئے جذبے سے مزین کر گیا۔

مون مسلسل مچل رہا تھا اور اس کے مچلنے کی وجہ بھوک ہی تھی۔ کومل اسے لٹانے کی کوشش کرتی تو اس کے سُر مزید اونچے ہو جاتے تھے۔ شافند دروازہ چھوڑتے ہوئے اندر چلا آیا تو کومل ٹھٹک کر لمحے بھر کے لئے ٹھہر گئی۔ مون کو تھپکنا بھی یاد نہیں رہا تھا۔ دوپٹے کے بغیر پہلی بار کسی کے سامنے کھڑے ہونا اسے شرمندہ اور خجل کر رہا تھا۔ دل کی دھڑکن رکتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔ اس نے سوچا بھی نہیں تھا کہ اپنے شوہر سے اس کا سامنا اس انداز میں ہوگا۔

شافند قدم بڑھا کر اس کے قریب آ کھڑا ہوا تھا۔

"لاؤ، مجھے دے دو۔ تم اس کا فیڈر بنا دو۔"

"جی... جی میں کر لوں گی۔" بوکھلاہٹ کے مارے اس سے بات نہیں ہو رہی تھی۔

"اپنے دو ہاتھوں سے تم اسے سنبھالو گی یا فیڈر بناؤ گی؟" شافند اس کی بوکھلاہٹ پر زیر لب ہنسا۔ پھر اس سے مون کو لے لیا تھا۔ مون اس کے پاس مزید مچلنے لگا تھا۔ شافند اکثر اس کے اس طرح رونے مچلنے پر عاجز آ جاتا تھا۔ کومل اگرچہ بوکھلائی ہوئی تھی، پھر بھی وہ اپنے حواسوں سے کام لے رہی تھی۔ بیڈ پر پڑے اپنے عروسی دوپٹے کو اپنے گرد لپیٹتے ہوئے اس نے کمرے کے ایک کونے میں پڑی میز کی طرف قدم بڑھائے، جہاں مون کے دودھ کے ڈبے اور پانی کی فلاسک دھری تھی۔ مون کے مسلسل رونے پر اس نے جلدی جلدی فیڈر بنا کر اسے دوبارہ اپنی بانہوں میں بھرتے ہوئے بیڈ کا رخ کیا اور پھر اسے گود میں لٹا کر اسے فیڈر دے دیا۔

شافند نے دیکھا تھا کہ وہ ہولے ہولے اپنا گھٹنا ہلاتے ہوئے جیسے اُسے جھلا رہی تھی۔ ایک ہاتھ میں فیڈر تھا اور دوسرے ہاتھ کی انگلیاں مون کے گھنے بالوں والے سر میں سرسرا رہی تھیں۔

مون فیڈر پیتے ہی سو گیا تھا اور ایسا شاید پہلی بار ہوا تھا کہ مون فیڈر پینے کے دوران اپنی ضد کے اظہار کے طور رویا نہیں تھا۔ ورنہ تو شافند رات میں کئی بار پریشان ہوا تھا۔

”عورت کی گود بھی کیا نعمت ہے۔ بچہ اس گود کی ٹھنڈک وحرارت فوراً پہچان لیتا ہے۔ کیا مون اسی لئے تڑپتا مچلتا تھا کہ اسے ماں کی گود چاہئے تھی؟ کاش اس کی ماں اپنی ضد چھوڑ کر میرے ساتھ آجاتی تو ہمارا بیٹا اتنے دن تک محرومیوں کا شکار نہ رہتا۔ کاش وہ ایک پل کے لئے اپنے بیٹے کے لئے بھی سوچ لیتی کہ اس معصوم کو صرف میری نہیں، ماں کی بھی ضرورت ہے۔ کیا یہ لڑکی، جس سے بندھن بندھے چند گھنٹے ہوئے ہیں اور جو ان چند گھنٹوں میں اپنی کنواری ممتا اس بچے پر نچھاور کر رہی ہے، کیا یہ ہمیشہ اسے اپنی اولاد سمجھ سکے گی؟“

سگریٹ سلگاتے ہوئے شافند گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ اسے انگلیوں میں دبے سگریٹ کا خیال نہیں رہا تھا۔ تبھی کومل نے اسے متوجہ کیا۔

”سنیے! آپ کا ہاتھ جل جائے گا۔“

کومل کے گھبرائے ہوئے انداز پر شافند نے چونک کر سگریٹ قریب پڑی ایش ٹرے میں پھینکا اور پھر وہ اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

اس کے کمرے میں موجود دلہن بن کر آنے والی، ادھ کھلے گلاب جیسی من موہنی لڑکی ایک دم ہی اسے خود سے قریب ترین ہستی محسوس ہوئی تھی۔ ابھی جو اس نے ”بے ساختہ اپنائیت کا اظہار کیا تھا، شاید اس کا یہی عمل شافند کے ذہن و دل میں پھیلے وسوسوں اور خدشوں کو مٹانے کا باعث بنا تھا۔ ورنہ وہ تو ہزاروں خدشوں کو اپنے وجود سے لپٹائے پریشان حال سا اپنے کمرے میں داخل ہوا تھا۔ اس کے آف وائٹ شیروانی کٹ سوٹ کے تمام بٹن کھلے ہوئے تھے۔ سلیقے سے جے اپنے خم دار بالوں کو بار بار انگلیوں سے اس نے مزید اُلجھا لیا تھا۔ اس کے ماتھے پر اس کے اُلجھے بالوں کا گچھا بھی آ پڑا تھا، جسے اب اس نے ہاتھ سے سمیٹ کر ماتھے سے پیچھے جھٹکا تھا۔ جیسے اپنے ذہن میں سمائے ہر فرسودہ خیال کو، اپنی ہر پریشانی کو جھٹک رہا ہو۔ اس نے تمام امکانات کو پیش نظر رکھ کر ہی یہ فیصلہ کیا تھا۔ اور اب اسے خود کو، اپنے فیصلے کو اور خود سے وابستہ ہونے والی ہستی کو آزمانا تھا۔

وہ صوفے پر سے اٹھ کر کومل کے پاس بیڈ پر آ بیٹھا۔ کومل، مون کو اپنی گود سے بستر پر منتقل کر رہی تھی۔ اس کے ہاتھوں کی لرزش واضح تھی۔ شافند کو خود سے قریب بیٹھا دیکھ کر وہ اپنے آپ میں ہی سمٹ کر سر پر دوپٹہ لینے لگی تھی۔ شافند اس کی ادا پر زیر لب ہنسا۔ ”یار! یہ مشرقی لڑکیاں واقعی چھوئی موئی ہوتی ہیں۔ اِک نگاہ کی تپش سے خود کو سمیٹ لینے والی۔“ اسے اپنے

ایک دوست کا استفسار یاد آیا۔ اس وقت وہ اسے کوئی جواب نہیں دے سکا تھا۔ لیکن کومل کو دیکھ کر اسے اندازہ ہو رہا تھا کہ مشرقی لڑکیاں پُراعتماد ہو کر بھی ایسے معاملوں میں اپنا آپ بھلانے لگتی ہیں۔

”مجھے آج ہی تم سے بہت سی باتیں کلیئر کرنا ہیں۔ تم بالکل ریلیکس ہو کر بیٹھو۔“ شافند اس کی گھبراہٹ محسوس کرتے ہوئے اسے نرمی سے مخاطب کر رہا تھا۔

کومل سر کو ہلکے سے جنبش دیتے ہوئے اس کی ہدایت کے مطابق تھوڑا پیچھے کھسک کر بیڈ کراؤن کے سہارے بیٹھ گئی۔ اگرچہ وہ مکمل طور پر مطمئن نہیں تھی، مگر خود کو مطمئن ظاہر ضرور کر رہی تھی اس کی سماعتیں اپنے شوہر کی طرف متوجہ تھیں۔

”سب سے پہلی بات یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ تم نے مون کو اپنی مرضی اور خواہش سے آج یہاں سلایا ہے یا مما نے تمہیں مجبور کیا تھا؟“ شافند اپنے دل و ذہن کی اُلجھنیں ختم کرنا چاہتا تھا۔

کومل نے اپنی سرگیں آنکھیں پوری کھولتے ہوئے سامنے بیٹھے سنجیدہ سے شافند کو دیکھا۔

”اپنی مرضی سے۔ وہ مجھے کیوں مجبور کرتیں۔ کیا یہ آج سے پہلے اسی کمرے میں نہیں سوتا تھا؟“

”یس، یہیں سوتا تھا۔“ شافند نے بتایا۔

”پھر آج کیوں اسے یہاں سے بے دخل کیا جا رہا تھا؟“ کومل نے اس بار خاصے اعتماد سے استفسار کیا تو شافند جیسے لاجواب سا ہوا۔

”نہیں، میں تو اسے یہاں سے بے دخل نہیں کر رہا تھا۔ شاید مما تمہیں آزمانا چاہتی ہیں۔ کیا تم پہلے سے اس آزمائش کے لئے تیار تھیں؟“ کچھ توقف کے بعد شافند نے پھر پوچھا۔

”آزمائش؟ میں تو اس بچے کو اپنی ذمے داری سمجھتی ہوں، آزمائش تو نہیں۔ آپ مجھ سے جو کہنا چاہتے ہیں، آپ کے دل میں میرے حوالے سے اگر کچھ بھی کھٹک ہے تو مجھ سے کہہ دیں۔ شاید میں اپنے قول و عمل سے آپ کو مطمئن کر سکوں۔“

کومل کے مزاج کا ٹھہراؤ حوصلہ افزا تھا۔ شافند کے دل و جاں میں سکون کی لہر دوڑی تھی۔

”کہنا تو مجھے تم سے بہت کچھ ہے، مگر........“ شافند گہری سانس لیتے ہوئے لمحے بھر کو خاموش ہوا۔ کومل ہمہ تن گوش تھی۔ وہ شافند کی کشمکش اور دلی و جذباتی کیفیات کو کچھ کچھ سمجھ رہی تھی۔

”ایکچولی، میں جس تجربے سے گزر کر آیا تھا، اس کے بعد میرا دوبارہ شادی کرنے کا دور دور تک ارادہ و خیال نہ تھا۔ میں ایک عورت کی وفا و محبت آزما کر آیا تھا۔ پھر کسی اور کو آزمانے کا حوصلہ مجھ میں نہیں تھا۔ لیکن یہاں آ کر میں نے دیکھا کہ میرے لئے میرے اپنوں کے رویے سات سال پہلے والے نہیں رہے۔ ظاہر ہے، میں نے اپنی مرضی، اپنی پسند کے فیصلے کئے تھے تو

ان سب کے دلوں میں میرے لئے ناراضگی تو رہتی تھی۔ حالانکہ اب تک کسی نے بھی مجھ سے میرے کسی عمل کی باز پرس نہیں کی تھی۔ لیکن پھر بھی لگا کہ ان کی ناراضگی کا نشانہ میرا بیٹا بن رہا ہے، جس کا اس سارے معاملے میں کوئی قصور نہیں تھا۔ شاید ایسا نہ ہو، مگر میں نے یہی محسوس کیا تھا، تب ہی میں نے سوچا تھا کہ زندگی میں ساتھی، ہم سفر اور رشتے دار بہت ہوتے ہیں، مگر بیوی صحیح معنوں میں دکھ درد کی شریک ہوتی ہے۔ بیوی سے بڑھ کر کوئی بھی شوہر کی مجبوری و دکھ کو شیئر نہیں کر سکتا۔ اسی لئے مجھے اپنی مجبوریاں شیئر کرنے والی کی اشد ضرورت محسوس ہوئی تھی۔ میں تنہا اپنے بیٹے کی پرورش نہیں کر سکتا تھا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے بچپن سے اب تک بہت کٹھن وقت گزارا ہے، جو احساس تمہیں مار ڈالتا ہوگا، جو کسک اور چبھن تم زندگی بھر محسوس کرتی رہی ہو، کیا تم مون اور آنے والی نسل کو اس عذاب سے بچانے کا ظرف و حوصلہ رکھتی ہو؟ مانا کہ یہ بہت مشکل کام ہے۔ روایت شکنی کا حوصلہ کسی میں بھی نہیں ہوتا۔ لیکن اگر میں تمہارا اور تم میرا ساتھ دو تو ہم دنیا پر جمے اس سوتیلے اور روایتی جمود کو توڑ سکتے ہیں۔ کیا تم میرا ساتھ دینے کا حوصلہ رکھتی ہو؟" شافند کے لہجے و انداز کا اضطراب کومل کے دل تک بھی پہنچ گیا تھا۔

"میں آپ کا ساتھ دینے کے لئے ہی تو آئی ہوں۔ آپ دیکھ لیجئے گا، میں کبھی بھی اس وقت کو مون کی زندگی میں آنے نہیں دوں گی، جس کے حصار میں، میں کبھی رہی تھی۔ میں جن حالات سے گزر کر آئی ہوں، ان کا شکار کسی اور کو ہوتے نہیں دیکھ سکتی۔ آپ مجھ پر اعتماد کر سکتے ہیں، یا پھر مجھے آزمالیں۔" کومل کی سرمگیں آنکھوں میں کاجل پھیلنا شروع ہو گیا تھا۔

شافند نے اس کے سچ بولتے چہرے پر نگاہ ٹکاتے ہوئے بہت نرمی سے اس کا ہاتھ تھام کر اپنے دونوں ہاتھوں میں پکڑا۔

"نہیں...... مجھے تمہیں آزمانے کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے اپنی مما کے انتخاب و فیصلے پر اعتماد ہے۔ انہوں نے زندگی میں پہلی بار میرے لئے بروقت اور درست فیصلہ کیا ہے۔ او کے، ناؤ ریلیکس۔ تم چینج کرو۔" شافند نے اپنی جیب سے پلاٹینم کا خوب صورت بریسلیٹ اس کے ہاتھوں میں پہناتے ہوئے تھپتھپا کر اس کا ہاتھ چھوڑا۔ ایک ساتھ ہی دونوں کے چہروں پر اطمینان بکھرا تھا۔



"کومل! پلیز فون اٹھاؤ۔ دیکھو صبح صبح کون ہے؟" فون کی تیز بجتی گھنٹی پر شافند کی آنکھ کھلی تھی، اس لئے وہ بیزار ہو رہا تھا۔

"میں مون کو پیمپر کر رہی ہوں۔ پلیز، آپ خود سن لیں۔ ویسے بھی مجھ سے فون پر کسی سے بات نہیں ہوتی۔"

"بی کونفیڈنٹ کومل! اب ساری زندگی کی ضرورت ہے یہ۔ افوہ، کون ہے اس وقت۔" کومل کی سرزنش کرتے ہوئے شافند نے سرہانے پڑا ریسیور ہاتھ بڑھا کر اٹھایا۔ دوسری طرف

کی آواز سنتے ہی وہ سیدھا ہو بیٹھا۔ کومل نے اپنے کام سے لمحے بھر کو ہاتھ روک کر اسے دیکھا۔

"شادی مبارک ہو بھائی! کہئے، اچھی گزر رہی ہے؟"

"طفل برادر! تمہیں بہت جلدی خیال آ گیا ہے۔ اینورسری پر وش کر لیتے، آئی ڈونٹ مائنڈ۔" دوسری طرف اسفند تھا۔ جسے شافند نے مصنوعی خفگی سے جواب دیا تھا۔

"سوری بھائی! میں جانتا تھا، آپ ضرور ناراض ہوں گے۔ ایکچولی میں پریکٹیکل میں بزی تھا۔ یونو، میں نے رات بھی آپ کو کال کی تھی آپ کے موبائل پر۔ مگر آپ کا موبائل آف تھا۔ اس لئے اس وقت فون کیا ہے۔"

"یس، میرا موبائل آف تھا۔ تمہیں معلوم ہے، میں نے تمہیں بہت مس کیا ہے، اس ایونٹ پر۔"

"افسوس تو مجھے بھی ہے بھائی! مگر...... اچھا مجھے بتائیں، ماما کی چوائس کیسی ہے؟ سنا ہے، انہوں نے سب کو حیران کر دیا ہے۔ کیا یہ سچ ہے؟"

"ہنڈرڈ پرسنٹ...... مما نے میرے لئے ایسی ہی لڑکی ڈھونڈی ہے، جیسی میں چاہتا تھا۔"

"ریئلی؟...... مجھے پھر بھی کچھ ڈاوٹ سا ہے بھائی! کل سبھی سے بات ہوئی تھی۔ سبھی ایک انداز میں تعریف کر رہے تھے۔ کہیں سب پر مما کا پریشر تو نہیں ہے؟ مما اپنی منوانے کے لئے کچھ بھی کر سکتی ہیں، آئی نو۔" اسفند کا شریر لہجہ، شافند کو قہقہہ لگانے پر مجبور کر گیا۔

"شٹ اپ سنی! تم مما سے بدگمان کیوں رہتے ہو؟ حالانکہ وہ تمہیں سب سے زیادہ پیار کرتی ہیں۔ بہرحال، تمہیں اگر کسی کی بھی بات کا یقین نہیں آ رہا تو خود آ کر دیکھ لو۔ ان تین چار دنوں میں ہی مجھے اندازہ و یقین سا ہو گیا ہے کہ میری زندگی بہت پُرسکون گزرے گی۔ شی اِز ریئلی لِونگ اینڈ کیئرنگ فار مون۔"

"اور آپ کے لئے؟" اسفند کے مزاج کی تبدیلی خاصی خوش گوار تھی۔ دور جا کر وہ مزید قریب محسوس ہو رہا تھا۔

"میرے لئے بھی ہے۔ او کے، تم مجھے اپنا صحیح ایڈریس دو۔ میں تمہیں شادی کی تصویریں پوسٹ کروں گا۔"

"نو تھینکس۔ مجھے تصویروں پر اعتبار نہیں ہے بھائی! کیا پتہ، آپ مما کو بچانے کے لئے کسی اور کی تصویریں بھجوا دیں۔ میری بھابی جیسی بھی ہے، میں اپنی آنکھوں سے آ کر دیکھوں گا تو یقین کروں گا۔"

"میں کسی اور کی تصویریں کیوں بھجواؤں گا؟" شافند نے پھر ہنستے ہوئے استفسار کیا۔

"بھائی! آپ جانتے نہیں، ثانیہ مجھے فول بنا چکی ہے۔ ایک ماہ پہلے ہی اس نے نہ جانے کس کی فوٹو پوسٹ کی تھی کہ یہ ہماری ہونے والی بھابی ہے۔ وہ تو رات ماما سے معلوم ہوا کہ یہ

معاملہ تو چند روز میں طے ہوا ہے۔ اس لئے تو کہہ رہا ہوں کہ بھابی کو آ کر دیکھوں گا۔"

شافند اس کی بات سن کر پھر ہنسا۔ کول مون سے فارغ ہو کر اب اس کی طرف متوجہ تھی۔

"اپنی بھابی سے بات کرو گے؟" ساتھ ہی اس نے کول کی طرف مڑ کر ریسیور اس کی طرف بڑھایا۔ وہ گومگو کی حالت میں تھی۔ اسے معلوم ہی نہیں تھا کہ کس کا فون ہے اور اسے کیا بات کرنی چاہئے۔ وہ ریسیور کان سے لگائے ہُوں، ہاں بھی نہ کر سکی۔ جب کہ اسفند اسے مبارک باد دے رہا تھا اور نجانے کیا کیا کہہ رہا تھا۔ شافند اسے بولنے کا اشارہ دے رہا تھا، مگر اس کی آواز ہی نہیں نکل رہی تھی۔ مجبوراً شافند نے اس سے ریسیور لیا تھا۔

"بھابی مجھ سے زیادہ ہی ناراض لگتی ہیں۔ میں انہیں پھر منا لوں گا۔ آپ بتائیں، میرا بھتیجا کیسا ہے؟"

"فرسٹ کلاس۔ اینجو لی کول کے لئے سب کچھ نیا ہے، اس لئے وہ کچھ نروس ہو جاتی ہے۔ ویل، وقت کے ساتھ ساتھ وہ ایڈجسٹ ہو جائے گی۔" کول نے شرمندگی سے سر جھکا کر اُنگلیاں ملنا شروع کر دیں۔ اس کے لئے سبھی کچھ نیا تھا۔ حالات، ماحول، یہاں کا طرزِ زندگی سبھی کچھ اس کے لئے اجنبی سا تھا۔ پھر بھی وہ کوشش کر رہی تھی کہ وہ جلد از جلد ان لوگوں کے رنگ میں رنگ جائے۔

"سنی تھا۔ آئی مین اسفند، میرا چھوٹا بھائی۔ تم نے اس سے بات کیوں نہیں کی؟" فون رکھ کر وہ کول سے مخاطب ہوا۔

"مم...... میں کیا بات کرتی؟" اس کی آواز ہی نہیں، آنکھیں بھی نم ہوئیں۔

"وہ تم سے جو کہہ رہا تھا، تمہیں اس کا جواب تو دینا چاہئے تھا۔ کول! اب تم اس گھر کی فرد ہو، بی کونفیڈنٹ۔" شافند کا انداز اسے سمجھانے والا تھا۔

"میں کوشش تو کر رہی ہوں، مگر......" اس کے آنسو چھلک پڑے۔

"اوکے...... اوکے پلیز...... اب روؤ تو نہیں۔" شافند اس کے آنسو دیکھ کر پریشان ہو اٹھا۔ کول نے فوراً دوپٹے سے آنسو پونچھے۔

"آج کا کیا پروگرام ہے، معلوم ہے کچھ؟" صبح کے آٹھ بجے تھے، نو بجے تک اسے اٹھنا تھا۔ اس لئے وہ کروٹ لے کر پھر لیٹ گیا۔

"مما رات کہہ رہی تھیں کہ لنچ پر آنٹی فوزیہ کی طرف جانا ہے۔" بیڈ پر لیٹا مون اُس کا دوپٹہ پکڑ کر کھینچتے ہوئے اسے متوجہ کر رہا تھا۔ کول نے اسے اٹھا کر گود میں بٹھاتے ہوئے اس کے سر کو چوما۔ مون کی ایسی بے ساختہ حرکتیں اس کے دل میں مزید محبت جگا جاتی تھیں۔

"مائی گاڈ! یہ سلسلہ کب تک چلے گا؟ کتنا ٹائم ویسٹ کرتے ہیں ہم لوگ۔" وہ ایک دم جھنجلا اُٹھا۔

"جتنی زیادہ آپ کی عزیز داری ہوگی، اتنا ہی یہ سلسلہ طویل ہوگا۔"

"پھر تو میں آج ہی اپنے گھر شفٹ ہو جاتا ہوں۔"

"ج...... جی، اپنے گھر؟" کول حیران ہوئی۔ اس کے علم میں شاید یہ بات نہیں تھی۔

"آئی مین، ہم اپنے گھر شفٹ ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ ابھی ہمارا گھر ان کمپلیٹ (نامکمل) ہے۔ آج میں تمہیں لے کر چلوں گا، لنچ کے بعد۔ اینجو لی میں فضول رسموں کے نام پر وقت ضائع کرنے سے سخت الرجک ہوں۔ مجھے ابھی گھر بنوانا ہے، بزنس سیٹ کرنا ہے۔ مگر یہ لوگ بھی...... مما سے بات کروں گا، یہ سلسلہ زیادہ نہیں چلنا چاہئے۔ میں اِن فارملیٹیز میں پڑ کر اپنا ٹائم ویسٹ نہیں کر سکتا۔"

"تو کیا ہم یہاں نہیں رہیں گے؟" کول ابھی تک مبتلائے حیرت تھی۔

"نہیں۔ ہم اپنے گھر میں رہیں گے۔ یہ پاپا کا گھر ہے۔ اینجو لی ہمارے دادا جان نے ہم سبھی کے لئے وسیع اراضی چھوڑی تھی۔ پاپا نے بہت پہلے ہم سب کو ہمارا حصہ دے دیا تھا۔ سنی، اسفند کو بڑی ماں نے پالا ہے نا، تو انہوں نے اپنا حصہ بھی سنی کو دے دیا ہے۔ اسی لئے تو اس کا مزاج خاصا شاہانہ سا ہے، بقول مما کے۔ تم کبھی اس کی ویلتھ کو ساتھ لے کر اپنے دل میں ملال نہیں لانا، اوکے؟" شافند نے خاصی اپنائیت سے اسے اطلاعات بہم پہنچائیں۔

"میں کیوں کوئی ملال دل میں لاؤں گی؟ میں ایسی تو نہیں ہوں۔ میں بہت قانع ہوں۔ مجھے تو فقط ایک کٹیا بھی بہت ہے۔ میں تو تنکوں کے جھونپڑے میں بھی خوش رہ سکتی ہوں۔"

"لیکن ڈیئر! آپ کو تنکوں کے جھونپڑے میں رہنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ آپ کے شوہر کا گھر کافی نہیں ہے، آپ کو خوش کرنے کے لئے؟" شافند نے محبت و شرارت سے اسے چھیڑا تو وہ جھینپ گئی۔ "اچھا، اب تم ایسا کرو، تیار ہو جاؤ۔ ناشتے کے بعد ہی گھر دیکھنے نکلتے ہیں اور پھر وہیں سے لنچ کے لئے آنٹی فوزیہ کی طرف چلے جائیں گے۔ مجھے یاد آیا کہ شام کو میری بزنس میٹنگ بھی ہے۔" کول نے سر ہلا کر رضامندی دی۔



کول کو یہ سب خواب لگتا تھا۔ یہ چاہتیں، محبتیں، سراہنا، مان دینا۔ اس کا دامن ان خوشیوں کو سمیٹنے کے لئے تنگ پڑنے لگا تھا۔ مما کا گھر کے کسی معاملے میں اس سے رائے لینا اسے معتبر کر دیتا تھا۔ وہ رفتہ رفتہ اسے اپنے گھر کا نظام سونپ رہی تھیں۔ کچن ہو یا گھر کی سیٹنگ کا معاملہ یا پھر کسی کو مدعو کرنے کی بات، صوفیہ منصور اسی پر انحصار کرنے لگی تھیں۔ کول کے لئے یہ سب کچھ کسی اعزاز سے کم نہ تھا۔ پاپا کی بھرپور توجہ و چاہت اسے ممنون رکھنے لگی تھی۔ وہ اپنی بیٹیوں سے زیادہ اس سے شفقت کا اظہار کرتے تھے بلکہ کئی بار تو واضح الفاظ میں کہہ بھی چکے تھے کہ "ہماری اصل بیٹی تو کول ہی ہے۔ یہ چڑیاں تو ایک دن اُڑ جائیں گی آخر۔" اور بڑی ماں، ان کی چاہت و پیار کا تو اس کے پاس کوئی جواب ہی نہیں تھا حالانکہ جب وہ منصور ہاؤس آتی تھیں تو کول ان کے آرام و ضروریات کا ہر طرح سے خیال رکھ کر جوابی

چاہت کا مظاہرہ پیش کرنے کی کوشش کرتی تھی مگر پھر بھی اسے محسوس ہوتا تھا کہ اماں جان کی بے ریا محبت کا اس کے پاس کبھی کوئی جواب نہیں ہوگا۔

ثانیہ تو شروع سے ہی بھائی پر نثار تھی اور کومل کو بھی اس کے وجود میں چھوٹی بہنوں والا عکس نظر آتا تھا۔ صرف ایک ثانیہ تھی، جو اس کے ساتھ مکمل مل نہیں سکی تھی۔ ثانیہ کا رویّہ اپنی خود پسندی میں اکثر ناروا بھی ہو جاتا تھا۔ اکثر وہ کسی نہ کسی بات پر اسے تنقید کا نشانہ بھی بنا لیتی تھی۔ سب کی محبتوں کی خاطر کومل کو ثانیہ کا سرد رویّہ بھی گوارا تھا۔ شروع شروع میں اسے اپنا گھر اور ابا جی بہت یاد آتے تھے، لیکن گزرتے وقت نے ان کی یادوں کو معدوم کر کے اپنائیت کے گہرے رنگ اس پر سجا دیئے تھے۔

وہ سب کچھ بھلائے، خود کو شافند کے مزاج کے مطابق ڈھالنے میں سرگرداں تھی۔ وہ کومل کو خود اعتماد دیکھنا چاہتا تھا۔ اسی لئے گھر کی تعمیر اور سجاوٹ کے لئے اس سے اکثر مشورے مانگ کر اس کے اندر کی جھجک و کمتری کو ختم کرنے کی کوشش بھی کرتا رہتا تھا بلکہ اپنے گارمنٹس کی امپورٹ ایکسپورٹ کے بارے میں بھی اس سے رائے پوچھا کرتا تھا۔ شروع میں تو کومل حیران ہوئی تھی، مگر پھر شافند کے سمجھانے پر کہ اسے ان معاملات کی نالج ہونی چاہئے، اس نے دلچسپی لینی شروع کر دی تھی۔ مون کے لئے تو وہ سگی ماں سے بڑھ کر تھی، تب ہی تو ہر طرف سے اس پر اعتماد و مان کا اظہار ہوتا تھا۔ اس پر محبتیں جتائی جاتی تھیں، اسے سراہا جاتا تھا۔ کچھ لوگ اب بھی اس سے بے یقین تھے، مگر اسے اب کسی کو یقین دلانے کی کیا ضرورت تھی۔



''تھینکس گاڈ! وہ بات نہیں ہے، جو میں سوچ رہا تھا۔'' ڈاکٹر کے کلینک سے نکلتے ہوئے شافند نے خاصی آسودگی سے سانس لی۔

کومل نے مون کو بمشکل سنبھالتے ہوئے اسے حیرت سے دیکھا۔

''ہاں، تو میں تو پہلے ہی کہہ رہی تھی کہ موسمی بخار ہے مجھے۔ خود ہی ٹھیک ہو جائے گا۔ مگر آپ اور مما کو نجانے کیا تشویش تھی۔'' شافند اس کے لئے اگلا دروازہ کھولے کھڑا تھا۔ وہ بیٹھنے سے پہلے قدرے خفگی سے بولی۔ شافند اس کی طرف کا دروازہ بند کر کے اپنی سیٹ پر آ بیٹھا۔

''مما کو تو پریشانی ہوئی تھی۔ تم کل سے بستر پر ہو۔ دو وقت سے زیادہ تم نے کھانا نہیں کھایا۔ تمہاری وجہ سے مون بھی ڈسٹرب ہے۔ اپنی ماما کے سوا کوئی بھی نہیں چاہئے اس گندے بچے کو۔'' شافند نے گاڑی اسٹارٹ کرنے کے بعد اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کومل کی گود میں دبک کر بیٹھے مون کے پھولے ہوئے گال کو کھینچا، پھر وہ منہ بسورنے لگا تھا۔

''تو پھر آپ کو کیا پرابلم ہے، اگر میرے بیٹے کو اپنی ماما کے سوا کوئی نہیں چاہئے۔''

''یہی...... یہی دیکھ کر تو مجھے خیال آ رہا تھا میڈم! کہ اگر آپ کے اس سیزنلی فیور کا تعلق اگر مما کی قیاس آرائیوں سے جڑ گیا تو آپ کے لاڈلے کا کیا بنے گا۔''

''مما کی قیاس آرائیاں؟ کیا مما میرے بخار کو کوئی سنگین بیماری سمجھ رہی تھیں؟'' کومل نے ناسمجھی سے پوچھا۔

''او یار!...... کہاں گم رہتی ہو؟'' شافند اس کی معصومیت پر سر ہلا کر ہنسا۔ ''وہ سمجھ رہی تھیں، ہماری فیملی میں اضافہ ہونے والا ہے۔'' شافند کی بات سمجھ کر اس نے حیا سے رخ موڑا۔

''نہیں، ایسی تو کوئی بات نہیں ہے ابھی۔''

''اور ابھی مزید ایک سال تک ایسی بات ہونی بھی نہیں چاہئے۔''

کومل نے ایک دم چونک کر شافند کا چہرہ دیکھا۔ وہ ڈرائیونگ میں مصروف تھا اور اپنی بات روانی سے کہہ بھی رہا تھا۔

''ایکچولی میں کافی دنوں سے اس بات پر ڈسکس کرنا چاہ رہا تھا، مگر مجھے ٹائم نہیں مل رہا تھا۔ تم میری مصروفیات دیکھ رہی ہو۔ گھر کمپلیٹ ہوا ہے تو اس کی ڈیکور کا پرابلم ہے۔ بزنس بھی ٹائم چاہتا ہے۔ پھر ابھی مون بھی ایک سال کا نہیں ہوا۔ نیکسٹ منتھ ففتھین کو اس کی فرسٹ برتھ ڈے ہوگی۔ میں چاہتا ہوں، پہلے سب کچھ سیٹ ہو جائے، ہم اپنے گھر میں شفٹ ہو جائیں، پھر...... تم ایک ساتھ دو بچوں کو تو نہیں سنبھال سکو گی۔ مون تھوڑا بڑا ہو جائے تو۔''

کومل کی خاموشی محسوس کر کے شافند نے اس کی طرف دیکھا۔

وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ متوجہ ہونے پر نظریں چرا کر بولی۔ ''آپ نے ٹھیک سوچا ہے۔''

''ملی!...... ملی! تم میری بات سے ہرٹ تو نہیں ہوئی ہو؟ دیکھو، اگر مون تمہارا بیٹا ہوتا تو بھی ہم دوسرے بچے کے لئے دو تین سال بعد ہی سوچتے نا۔''

''پلیز شافند! آئندہ کبھی مت کہئے گا کہ...... مون تمہارا بیٹا ہوتا...... یہ میرا ہی بیٹا ہے۔ آپ کو میرے کس عمل نے بے اعتباری دی ہے جو......'' کومل پہلے تیز آواز میں بولی اور پھر بے بسی سے رونے لگی۔

شافند کو بھی اپنی غلطی کا شدت سے احساس ہوا۔ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اسے تکلیف دے گیا تھا۔

''سوری...... ایکسٹریملی سوری۔ ریئلی، میں تمہیں ہرٹ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ پلیز، روؤ نہیں۔ تمہاری سرمگیں آنکھوں میں آنسو مجھے اچھے نہیں لگتے۔ یار! میں ڈرائیونگ سیٹ پر نہ ہوتا تو کان پکڑ کر معافی مانگتا۔ دیکھو، چپ نہیں ہوگی تو تمہارا ہارٹ پیس (دل کا ٹکڑا) بھی مچل جائے گا۔'' شافند نے زبردستی اس کا چہرہ اپنی جانب موڑا۔ اس کا چہرہ آنسوؤں سے بھیگ رہا تھا۔

''بھول چوک ہو جاتی ہے بندے سے۔ سزا دینا چاہو تو میں تیار ہوں۔'' شافند نے اس کی طرف ٹشو بڑھایا۔

"آپ بھول چوک کریں گے تو باقی........ باقی سب تو کسی دن مجھے کٹہرے میں کھڑا کر دیں گے۔" کومل نے اپنی سسکی روکتے ہوئے اس سے ٹشو پیپر کی لیئر تھامی۔

"میرے ہوتے ایسی ہمت کوئی کر سکتا ہے؟ آئی سویئر، رئیلی میں نے سوچے بغیر ایسا کہہ دی تھا، ورنہ میرے ذہن میں کچھ بھی نہیں تھا۔"

شافند شرمندگی سے وضاحت کر رہا تھا۔ نجانے وہ یہ کب اور کیسے کہہ گیا تھا۔ ورنہ وہ خود کومل کی مون کے لئے محبت کا گواہ ہی نہیں، معترف بھی تھا۔ اب تک کومل نے اسے نہ خود سے الگ کیا تھا اور نہ ہی مون کے معاملے میں اس کی طرف سے کوئی کوتاہی سرزد ہوئی تھی۔



"کیا ہوا؟ بستر میں ہو، خیریت........؟" روشنی، شادی کے ابتدائی دنوں میں ایک دو بار آنے کے بعد اب اس سے ملنے آئی تھی۔ بی اے کے رزلٹ کے بعد اس نے یونیورسٹی جانا شروع کر دیا تھا۔ تب ہی دونوں عرصہ بعد آمنے سامنے تھیں۔

"معمولی سا بخار ہے، مگر بستر نشین کر دی گئی ہوں۔ مجبور ہوں۔ حکم حاکم ہے۔" کومل اسے دیکھتے ہی کھل اُٹھی تھی۔

"حکم حاکم کی پابند ہو اور حقِ دوستی ادا کرنے سے بھاگنے لگی ہو۔" روشنی بے تکلفی سے اس کے بستر پر چڑھ کر بیٹھ گئی تھی۔ دوپہر کا وقت تھا، مون کی نیند کا وقت بھی تھا۔ روشنی کے دھم سے بیٹھنے پر کسمسایا تو کومل اسے تھپکنے لگی۔

"میں بھاگ کر کہاں جاؤں گی؟ تم سے دُور تو نہیں رہ سکتی۔ بس یہاں ایڈجسٹمنٹ کے لئے مجھے کچھ وقت تو لگنا تھا نا۔" روشنی نے دلچسپی سے اسے دیکھا، وہ مزید نکھر گئی تھی۔ اس کی جھجک بھی ختم ہو چکی تھی۔ اسے کومل کا اعتماد سے بات کرنا اچھا لگ رہا تھا۔

"وقت تو آپ نے خوب کیش کیا ہے ڈیئر! مگر یہ بتاؤ، رزلٹ کارڈ لینے کالج کیوں نہیں آئی تھیں؟" روشنی نے مصنوعی خفگی سے گھورا۔

"بتا تو رہی ہوں بلکہ تم دیکھ بھی چکی ہو۔ مون اب میرے بغیر نہیں رہتا۔ کالج ساتھ لے کر آئی تو لڑکیاں فضول قسم کے سوالات کر کے پریشان کر دیتیں۔ سچ پوچھو تو میں زندگی کے امتحان میں اتنی مگن ہو گئی تھی کہ مجھے اس کاغذی امتحان کے نتیجے کا خیال بھی نہیں رہا تھا۔" کومل نے سچائی سے وضاحت کی۔

"اچھا بھئی، تم خوش رہو۔ رئیلی ہم سب ہی تمہیں بہت مس کر رہے ہیں۔ پہلے کالج لائف کا چارم کھینچتا تھا اور اب یونیورسٹی ٹوٹلی ڈیفرنٹ پلیٹ فارم ہے۔ اچھا ہے، تمہاری شادی ہو گئی، ورنہ اتنے زیادہ لڑکوں کے ہجوم میں تو تمہارا ویسے ہی سانس خشک ہو جاتا تھا۔" روشنی حسبِ عادت بے تکلفی سے اونچا بولی تو مون صاحب پھر سے کسمسائے۔

"آہستہ بولو بھئی۔ میرا بیٹا اٹھ گیا تو ایک منٹ کے لئے بھی تمہیں یہاں نہیں بیٹھنے دے

گا۔"

"کیوں بھئی، کیوں نہیں بیٹھنے دے گا؟"

"آج کل صاحبزادے چڑچڑے ہو رہے ہیں۔ میرے پاس کسی کو برداشت نہیں کرتا۔" کومل کے چہرے پر ممتا کا گلابی پن بکھرا ہوا تھا۔

"بڑا نخریلا مزاج ہے تمہارے بیٹے کا۔ اپنے پاپا کو کیسے برداشت کرتا ہوگا؟" روشنی نے شرارت سے کہتے ہوئے سوئے ہوئے مون کے گال پر پیار کیا تو مون نے پٹ سے آنکھیں کھول کر پہلے نامانوس چہرے کو دیکھا اور پھر بسورنے لگا۔ کومل نے فوراً ہی پچکارتے ہوئے اسے تھپک کر اپنے ساتھ لگا لیا۔

"خدا کے لئے روشنی! اسے مت چھیڑو۔ یہ چھڑ گیا تو ایک گھنٹے تک پریڈ کروائے گا میری۔ اور ابھی میں اس کنڈیشن میں نہیں ہوں۔ دیکھو، کھانا آ گیا ہے۔ تم کھانا کھا لو۔" کومل نے ٹرالی اندر لاتی ملازمہ کی طرف اسے متوجہ کیا۔

"اور تم........؟"

"میں تو ایک بجے ہی کھا چکی ہوں۔ صبح ناشتہ نہیں کیا تھا۔ میڈیسن لینا تھیں، اس لئے۔ شافند بار بار فون کر رہے تھے، کھانا کھا لو، جوس پی لو، کام تو نہیں کر رہی ہو؟ کمرے سے مت نکلنا، ریسٹ کرو۔ صبح سے اتنے فون کئے ہیں کہ میں تنگ آ گئی ہوں۔"

"ناشکری ہو بی بی! محبت مل رہی ہے اور آپ تنگ ہو رہی ہو۔ کیا کہنے۔ ایک ہمارے فیانسی ہیں۔ کبھی جو بھول کر بھی فون کر کے حال احوال پوچھ لیں۔ او سوری یار! اب آہستہ بولوں گی۔ اسے اتنا نخریلا مت بناؤ۔ بعد میں بہت پرابلم ہوتی ہے ایسے بچوں کے ساتھ۔"

"ایسا کبھی کبھی بی ہیو کرتا ہے۔ دراصل آج کل اس کے دانت بھی نکل رہے ہیں اور یہ چلنے کی کوشش بھی کرنے لگا ہے اور سب سے مزے کی بات بتاؤں، یہ رٹو طوطا اب ما........ ما........ ماما کے علاوہ پاپا اور بھی پتہ نہیں، اپنی بولی میں کیا کیا بولنے لگا ہے۔"

اس لمحے کومل کے چہرے پر سچی ممتا کا روپ چمک بن کر پھیلا ہوا تھا۔ روشنی نے اس کے جذبات ہی دل ہی دل میں سراہتے ہوئے آنکھوں ہی آنکھوں میں اس کی بلائیں لیں۔

"مما بتا رہی تھیں، یہ اپنے چاچو کی طرح موڈی سا ہے۔ تم سناؤ، آنٹی کیسی ہیں؟" کومل اس سے اس کے معمولات کے بارے میں بات کرنے لگی۔

"ممی کی تو وہی مصروفیات ہیں۔ دو دلوں، دو فیملیز کو ملانا اور میں ظاہر ہے ابھی یونیورسٹی تک محدود ہوں۔" روشنی نے کھانے سے انصاف کرتے ہوئے یونیورسٹی میں گزرے دنوں کی تفصیلات اسے بتانا شروع کر دیں۔



"مما! مون کی برتھ ڈے ففٹینتھ کو ہے۔ گھر کمپلیٹ بھی ہو گیا ہے اور ڈیکوریٹ بھی۔ آپ

نے دیکھا ہی ہے۔ ہم دو تین دن میں وہاں شفٹ ہو رہے ہیں۔ کومل کہہ رہی تھی کہ شفٹنگ سے پہلے وہاں ذکر واذکار کی محفل ضرور ہونی چاہئے۔ آپ کیا کہتی ہیں؟"

بہت دنوں بعد شافند کچھ فرصت سے شام کی چائے پر اپنی مما کے ساتھ بیٹھا تھا۔ شادی کے بعد کے یہ چھ سات ماہ اس نے سخت مصروف گزارے تھے۔ اپنے ہدف کے مطابق وہ مون کی سالگرہ اپنے گھر میں کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے اس نے دن رات کا سکون و آرام گنوا کر اپنا گھر شمعون ہاؤس تعمیر کروایا تھا۔

"کیا یہ ضروری ہے کہ تم لوگ وہاں جا کر رہو؟" صوفیہ منصور کے انداز پر شافند نے حیرت سے اپنی مما کو دیکھا، جیسے ان کی بات سمجھنے سے قاصر ہو۔

"گھر مکمل ہو گیا ہے تو ضروری تو ہے مما!" شافند نے ٹی وی لاؤنج میں چائے اور لوازمات سے بھری ٹرالی اندر لاتی کومل کو ایک نظر دیکھتے ہوئے اسی حیرت میں جواب دیا۔ کل شب ہی کومل نے دبے دبے الفاظ میں کہا تھا کہ وہ سب کے ساتھ مل کر رہنا چاہتی ہے۔ شافند کو مما کے انداز پر اس کے اظہارِ خواہش میں اپنی مما کی رضا اب صاف نظر آ رہی تھی۔ صوفیہ منصور نے ہنوز اسی تاثر میں بات بڑھائی۔

"اتنا بھی ضروری نہیں ہے۔ تمہارا گھر بن گیا ہے، خوشی کی بات ہے۔ تم اسے رینٹ پر دے سکتے ہو۔ یہاں سے جانے کے بارے میں مت سوچو۔"

"مما! میں نے اپنا گھر رینٹ پر دینے کے لئے نہیں بنوایا۔ آپ تو پہلے سے جانتی تھیں کہ مجھے یہاں نہیں رہنا ہے، پھر آج اچانک آپ کا بی ہیویئر۔"

"کیا ہوا ہے میرے بی ہیویئر کو؟ تمہیں پتہ ہے، تم کیا کر رہے ہو میرے ساتھ۔ تمہیں اتنا احساس ہے کہ تمہاری بیوی کی الگ حکومت ہونی چاہئے۔ تم دن رات اسی لگن میں ہو مگر ماں....... ماں کے حقوق کا کچھ خیال ہے تمہیں؟ کیا کمی ہے تمہیں اور تمہارے بیوی بچے کو اس گھر میں؟" شافند ہی ششدر نہیں تھا، کومل بھی حیران و ہراساں سی ایک طرف بیٹھی صوفیہ منصور کے بدلتے روایتی مزاج کی گرمی کی لپٹیں شدت سے محسوس کر رہی تھی۔ اچانک صوفیہ منصور کے مزاج کا بدل جانا اچنبھے کی بات تو تھی۔ اس سارے عرصے میں پہلی بار صوفیہ منصور نے کومل کے لئے طنزیہ لہجہ اپنایا تھا۔

"بات کمی کی نہیں ہے مما! بات خواہش کی ہے اور شاید ایڈجسٹمنٹ کی بھی۔" شافند نے انہیں سمجھانے کی کوشش کی۔

"کیوں؟...... کون ایڈجسٹ نہیں ہو رہا یہاں؟ تم یا تمہاری بیوی؟" صوفیہ منصور کا انداز اب بھی تیکھا تھا۔

"مما! کومل کا یہاں کیا ذکر؟ یہ بات تو پہلے سے طے تھی کہ مجھے اپنا گھر بنانا ہے اور ظاہر ہے مجھے وہیں رہنا بھی ہے۔ میں جب واپس آیا تھا، میں نے تب ہی آپ کو اپنی پلاننگ بتا دی

تھی۔ اتنے عرصے سے آپ نے کوئی اعتراض بھی نہیں کیا اور آج اچانک۔" شافند زچ ہو کر بولا تو صوفیہ منصور نے شافند کو عجیب نظروں سے دیکھا۔ اس کے لب و لہجے میں اسفند جیسی خو بو نجانے کب اور کیسے آئی تھی۔ آج انہیں اندازہ ہو رہا تھا کہ ان کے ہر اشارے پر سر جھکانے والا فرماں بردار شافند اب اپنی من مانی و مرضی پر اتر آیا ہے۔ ان کا خیال و یقین تھا کہ کومل کی وجہ سے یا پھر کومل کی ایما پر شافند کے اندر یہ خودسری پیدا ہوئی ہے۔ ایسا سوچتے ہوئے وہ بھول رہی تھیں کہ ان کی ہر خواہش پر سرنگوں ہونے والا بیٹا ان کے حکم کے دائروں سے اس وقت سے نکلنا شروع ہو گیا تھا، جب انہوں نے اسے اس کی مرضی کے خلاف ہائر اسٹڈی کے لئے بھیجا تھا۔ اس کی دلی خواہش اپنے ملک، اپنے شہر میں رہنے کی تھی، مگر صوفیہ منصور کو اپنے بیٹے کو انگلینڈ پلٹ کہلوانے کا بے حد شوق تھا۔

"اچانک کیوں؟ میں تو ہمیشہ تم سے کہتی رہی ہوں کہ یہ گھر تمہارا ہی ہے۔ سنی کے بارے میں سب ہی جانتے ہیں کہ وہ یہاں نہیں رہے گا۔ اب تم بھی ہمیں چھوڑنے کی بات کر رہے ہو۔" صوفیہ منصور اس بار اپنی سابقہ محبت آمیزی سے گویا ہوئیں۔ اتنا تو انہیں بھی علم تھا، ان کا زیادہ غصہ و ناراضگی شادی شدہ بیٹے کو مزید ان سے دور لے جائے گی۔ اب اس کی الگ دنیا اور الگ ترجیحات تھیں، پھر اس کی کوئی مجبوری بھی نہ تھی کہ وہ بے بس ہو جاتا۔

"مما! آپ ہم کو چھوڑ تو نہیں رہے ہیں؟ ظاہر ہے، ملنے تو آتے رہیں گے۔ آپ صرف اس بات سے ٹینس ہو رہی ہیں۔" شافند بھی ایک دم ہی جیسے پُرسکون ہوا تھا۔ جیسے ماں کا رویہ اس کی سمجھ میں آ گیا ہو۔ کومل اس تمام عرصے میں خاموش مگر حیرت زدہ سی بیٹھی ہوئی تھی۔ اسے اس وقت چائے سرو کرنے کا خیال تک نہیں رہا تھا۔ ذہن میں بہت سے چاہے، ان چاہے خیالات چلے آ رہے تھے، جنہیں جھٹکنا بھی مشکل تھا۔

"میرے لئے ٹینشن کی بات تو ہے نا شانی! تمہاری بیوی کو ابھی ایٹی کیٹس پتہ ہیں نہ مینرز۔ وہ تمہارے گھر کو کیسے سنبھال سکتی ہے؟ ابھی میں موجود ہوں، اس لئے اس کا کمپلیکس چھپ جاتا ہے۔ تم اسے یہاں سے لے جا کر سوسائٹی میں اس کے ساتھ موو کر سکتے ہو۔"

صوفیہ منصور کا اچانک سے پھر بدل جانا شافند کو حقیقتاً جھٹکا لگا گیا تھا۔ کومل کے لئے بار باران کا تضحیک آمیز رویہ و اظہار شافند کے لئے بھی نا قابلِ برداشت ہو رہا تھا۔ وہ جھٹکے سے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"اسی لئے...... اسی لئے میں اسے یہاں سے لے جانا چاہتا ہوں، تا کہ......" وہ جذبات کی رو میں کچھ کہتے کہتے رک گیا تھا۔ اس کی نظر اچانک زرد ہوتی کومل پر پڑی تھی۔

"بس مما! میں اس ٹاپک پر کچھ کہنا سننا نہیں چاہتا۔ سنڈے تک ہم جا رہے ہیں۔ کومل! مما کو چائے سرو کر کے میرے اور اپنے لئے چائے اپنے روم میں لے آؤ۔"

شافند کا ایسا رویہ و انداز کومل کے لئے بھی بالکل نیا تھا۔ بلکہ اس کے لئے تو آج سبھی کچھ

نیا اور اجنبی سا تھا۔ اس کے چائے پیش کرنے سے پہلے ہی صوفیہ منصور اسے گھورتی اور برا بھلا کہتی ہوئیں وہاں سے اٹھ کر چلی گئی تھیں۔



"اگر مما ابھی نہیں چاہتیں تو ہم کچھ عرصے بعد شفٹ ہو جائیں گے۔" کومل خود کو اچھی طرح سنبھال کر شافند کے سامنے آئی تھی۔ شافند نے اسے چائے کا کپ پکڑتے ہوئے بغور دیکھا۔

"کچھ عرصے بعد بھی مما کا رویہ ایسا ہی ہوگا، یہ میں اچھی طرح جانتا ہوں۔"

"انہیں ناراض کر کے ہم خوش تو نہیں رہ سکتے۔" کومل نے مصلحت آمیزی سے کہا۔

"ان کی ناراضگی بلاوجہ ہے۔ وہ اچھی طرح جانتی تھیں کہ گھر کمپلیٹ ہوتے ہی میں شفٹ ہونے کی بات کروں گا۔ اس سے پہلے انہوں نے کبھی اشارتاً بھی اپنے اس قسم کے فیصلے کا ذکر نہیں کیا تھا، اب اچانک۔ میں نہیں جانتا، وہ ایسا کیوں کر رہی ہیں۔ حالانکہ ہماری فیملیز میں اس قسم کے کلیشز نہیں ہوتے۔ شادی کے بعد بیٹوں کی مرضی پر ڈیپنڈ کرتا ہے کہ وہ پیرنٹس کے ساتھ رہیں یا نہ رہیں۔ مما خود بڑی ماں کے ساتھ چھ ماہ بھی نہیں رہی تھیں اور بڑی ماں نے اور دادا جان نے بخوشی انہیں اس گھر میں شفٹ ہونے کی اجازت دے دی تھی۔ اب میرے لئے مما ہسٹری بدلنا چاہ رہی ہیں۔ کیوں؟"

شافند اس بار جھنجلا اٹھا تھا۔ چائے کا کپ اس نے واپس ٹرے میں رکھ دیا تھا۔ کومل نرم خو، تحمل مزاج شافند کا یہ روپ دیکھ کر قدرے سہم سی گئی۔

"شاید وہ اپنی ممتا اور فطری محبت سے مجبور ہیں۔ ماں ہمیشہ چاہتی ہے کہ اس کی ساری اولاد اس کی نظروں کے سامنے رہے، اس کے سامنے پھلے پھولے۔ مما کی بھی یہی خواہش ہے کہ ہم سب ایک ساتھ رہیں۔ میرا بھی یہی خیال ہے کہ اگر معاشی مسائل یا رہائشی تنگی نہ ہو تو ایک ساتھ ہی رہنا چاہئے۔ بہت سے فوائد حاصل ہونے کے علاوہ بہت سے مسئلے بھی مل جل کر حل ہو جاتے ہیں اور......" کومل نے بہت ہمت سے زبان کھولی تھی۔ شافند نے آخر اس کی بات کاٹ کر اسے چپ کروا دیا۔

"بس، تم اپنا خیال اپنے پاس رکھو۔ تم نے مما کے اپنے بارے میں خیالات سن لئے ہیں نا۔ میں تمہیں اس لئے سمجھاتا رہتا ہوں کہ تم مما، تانیہ یا ثانیہ پر ڈیپنڈ مت کرو۔ تم ایجوکیٹڈ ہو، بہت سی باتوں کو سمجھتی ہو۔ ضروری نہیں ہے کہ تمہیں اب ہر بات انگلی پکڑ کر سکھائی جائے۔ میں تمہیں کونفیڈنٹ دیکھنا چاہتا ہوں اور ایسا تب ہوگا جب تم ان کے انڈر سے نکلو گی۔ تم آج سے ہی اپنی ضروری چیزوں کی پیکنگ شروع کر دو۔"

کومل اس کے غصے کی لپیٹ میں پہلی بار آئی تھی۔ بہت کچھ کہنے کی چاہ رکھتے ہوئے بھی کچھ کہہ نہیں پا رہی تھی۔ اسے اندازہ تھا کہ اس سارے معاملے میں اسی کی ذات نشانہ بنے گی۔

"شافند!...... مگر مما کی ناراضگی...... وہ مجھ سے بدگمان ہو رہی ہیں۔ حالانکہ میں تو ایسی کوئی خواہش نہیں رکھتی ہوں۔ نہ ہی یہ میرا مطالبہ ہے پھر۔" شافند کی برہمی اور صوفیہ منصور کی بدگمانی نے اسے روہانسا کر دیا تھا۔

"کم از کم تم تو میری بات سمجھو کومل! میں نے تو تمہیں یہ بلیم نہیں دیا کہ یہ تمہاری ڈیمانڈ یا ڈیزائر ہے۔ یہاں سے جانے کے کئی ریزنز ہیں۔ نمبر ون، مون کی تربیت ہے۔ میں مون پر یہ ظاہر نہیں ہونے دینا چاہتا کہ تم اس کی ماں نہیں ہو۔ کیا تم ایسا چاہو گی؟"

کومل نے روتے روتے اس کی بات سنی تھی اور پھر اس کی بات سمجھ کر نفی میں سر ہلایا۔

"مجھے یقین ہے، تم ایسا نہیں چاہو گی۔ اس لئے میں یہاں سے جانا چاہتا ہوں تاکہ تم اپنے پورے استحقاق کے ساتھ مون کی پرورش و تربیت کر سکو۔ نمبر ٹو ریزن یہ ہے کہ پاپا کے گھر اور میرے آفس اور فیکٹری کا ڈسٹینس (فاصلہ) بہت زیادہ ہے۔ اس لئے بھی اپنے گھر میں شفٹ ہونا میرے لئے ضروری ہے۔ نمبر تھری، تمہارا یہاں انڈر پریشر رہنا مجھے پسند نہیں ہے۔ تم میں کس چیز کی کمی ہے جو تم...... تم یہاں میرے حوالے سے ہو، تمہیں ڈی گریڈ کرنے کا مطلب ہوا مجھے ڈی گریڈ کیا جا رہا ہے۔ وائے؟"

کومل کی آنکھیں تشکر سے چھلکی تھیں۔ ذہن و دل پر عجب سی کیفیت وارد ہو رہی تھی۔ یہ مان، یہ محبت، یہ احساسِ خودی سب اس کے تصور سے بڑھ کر تھا۔ اس نے کب سوچا تھا کہ اسے اپنے ہم سفر سے اس درجہ تعظیم و تحفظ ملے گا۔ اس کے ان کہے درد کو سمجھنے والا، اس کے ہر درد کی دوا کا سامان بھی رکھتا تھا اور مسیحائی کا ہنر بھی۔ کومل عقیدت سے اسے دیکھے جا رہی تھی۔



''سنا ہے، دشمنوں کی طبیعت ناساز ہے۔''

رات کے کھانے کے بعد منصور احمد خاصے خوشگوار موڈ میں اپنے کمرے میں داخل ہوئے تھے۔ مون کے ساتھ کچھ وقت گزار کر انہیں کافی سکون ملا تھا۔ گول مٹول مون کا تتلا کر کوئی کوئی حرف بولنا اور چلنے کی کوشش میں دھپ سے گرنا، جیسے ان کے لئے بھی نیا تھا۔ صوفیہ منصور نے رات کے کھانے میں شرکت سے انکار کر دیا تھا اور کہلا بھیجا تھا کہ ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے، انہیں کوئی بھی ڈسٹرب نہ کرے۔

''اب تو میں سب ہی کی دشمن ہوں۔'' صوفیہ منصور نے انہیں پلٹ کر جس انداز میں جواب دیا تھا، وہ انہیں ٹھٹک کر دیکھنے پر مجبور ہو گئے۔

''خیریت، لڑ کر بیٹھی ہو کسی سے؟''

''جس نے آپ کے کان بھرے ہیں، اسی سے پوچھ بھی لیتے کہ خیریت ہے یا نہیں۔'' صوفیہ منصور کا انداز و لہجہ خاصا روکھا اور لڑنے والا تھا۔ ان کا غصہ بڑھنا یقینی تھا کیونکہ شافند پلٹ کر ان کے پاس نہیں آیا تھا جب کہ وہ سمجھ رہی تھیں کہ شافند سے ان کی ناراضگی برداشت نہیں ہو گی۔

''میں کس سے پوچھتا؟ مجھے تو بچوں نے کچھ نہیں بتایا۔ کہیں تمہارا....... آئی مین تم سب ہی کی این جی او بحران کا شکار تو نہیں ہو گئی؟ میں تو پہلے ہی کہتا تھا کہ خدمتِ خلق آپ جیسی خواتین کے بس کی بات نہیں ہے۔ بہت صبر، حوصلے اور ہمت کی ضرورت ہوتی ہے....... جب کہ.......''

''خدا کے لئے منصور! آپ میرا دل مزید مت جلائیں۔ گھر کے کسی معاملے سے آپ کو سروکار ہی نہیں ہے۔ گھر میں کیا ہو رہا ہے، خبر ہے آپ کو کچھ؟'' صوفیہ منصور نے اس بار مزید جھنجلا کر انہیں مزید کچھ کہنے سے روکا۔

''گھر میں کیا ہو رہا ہے؟ سب ہی کچھ تو ٹھیک ہے۔'' منصور احمد اس بار واقعی ان کے انداز پر حیرت زدہ ہوئے۔

''سب کچھ کیسے ٹھیک ہے؟ شافند جا رہا ہے یہ گھر چھوڑ کر۔'' وہ بستر پر اُٹھ کر بہت ڈھیلے

سے انداز میں بیٹھ گئی تھیں۔ جب کہ منصور احمد اب ان کے سامنے اپنی مخصوص نشست آرام دہ کرسی پر براجمان ہو چکے تھے۔

''تو اس میں پریشانی کی یا لڑنے والی کیا بات ہے؟ یہ بات تو اس کے آنے کے بعد سے طے تھی۔ تم نے خود اسے اس کی جائیداد کے پیپرز دیئے تھے اور پھر تمہاری مرضی پر ہی اس نے اپنا گھر تعمیر کروانا شروع کیا تھا۔''

''اس کا مطلب یہ کہاں سے نکلتا ہے کہ میں نے بخوشی ایسا کیا تھا؟ اتنے سالوں بعد آ کر وہ ایسی حرکتیں کرے گا تو کیا مجھے سکون ملے گا؟ آپ اس سے پوچھیں، اسے یہاں کیا تکلیف ہے؟ بیوی کی الگ حکومت و حکمرانی کے لئے وہ مجھے اور اس گھر کو چھوڑ کر جا رہا ہے۔ کیا اس کی بیوی اس قابل ہے کہ اس کے گھر کو مین ٹین رکھ سکے؟ کچے پکے گھر میں رہنے والی کل کی لڑکی کو ہماری سوسائٹی کے طور طریقے کیا معلوم ہیں؟ یہاں اس کا بھرم بنا ہوا ہے۔ یہاں سے اسے لے جا کر اپنے ساتھ ہماری بھی جگ ہنسائی کرائے گا۔'' صوفیہ منصور کا ضبط و حوصلہ آج ختم ہو گیا تھا۔ ان کے ظرف کا پیمانہ بس اتنا ہی بھرا رہ سکتا تھا۔

''پہلے ہی لوگ مجھ سے طرح طرح کے سوال پوچھتے ہیں کہ اپنی سوسائٹی میں لڑکیوں کی کیا کمی تھی، جو مجھے اتنا نیچے جانا پڑا؟'' پشیمانی و ملال ان کے لہجے سے صاف ہویدا تھا۔

منصور احمد نے انہیں خاصے افسوس سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''بہت افسوس کی بات ہے صوفیہ! وہ لڑکی اب ہمارے گھر کی عزت ہے، جس کے لئے آپ ایسی باتیں کر رہی ہیں۔ یہ ساری باتیں جو آپ کے ذہن میں اب آ رہی ہیں اور جن کا احساس آپ کو لوگ دلا رہے ہیں۔ یہ باتیں اس وقت سوچنے کی تھیں۔ اس ایشو میں تم خوامخواہ کومل کو ملوث کر رہی ہو۔ تمہیں معلوم تھا، تمہارے بیٹے نے آخر یہ قدم اٹھانا ہے۔ وہ خودمختار ہو چکا ہے۔ اس کی فیملی ہے اب۔ وہ اپنی فیملی کے لئے بہتر سوچ رکھتا ہے۔ تم اسے کیوں روکنا چاہتی ہو؟ یا پھر میں اسے کیوں روکوں؟'' منصور احمد نے انہیں اچھا خاصا لتاڑا تھا، جس پر وہ مزید کبیدہ ہو گئی تھیں۔ چیخ کر بولیں۔

''ٹھیک ہے، جائے۔ لیکن پھر اسے آئندہ یہاں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ اس سے کہہ دیں کہ مجھے اس سے یا اس کی بیوی سے کوئی لینا دینا نہیں۔''

''تم مت رکھو کوئی لینا دینا۔ مگر یہاں آنے سے تم انہیں کیسے روک سکتی ہو؟ یہ ان کے باپ کا بھی گھر ہے۔''

''ہاں، ہاں....... یہ آپ کا ہی گھر ہے۔ اتنے سالوں بعد مجھے یہی سننے کو ملنا تھا۔ میرا یہاں کوئی حق نہیں ہے۔ نہ اولاد پر نہ اس گھر پر۔ جس کا دل چاہے، چھوڑ کر چلا جائے اور جب چاہے اپنا حق وصولنے آ جائے۔ میں تو بس جدائیاں سہنے کے لئے رہ گئی ہوں۔ سب ارمان آپ کی اولاد کے پورے ہونے چاہئیں۔ میری تو کوئی حیثیت ہی نہیں ہے نا۔'' صوفیہ منصور

نے اب رونا شروع کر دیا تھا۔

منصور احمد نے انہیں زچ ہو کر دیکھا۔

''اپنی حیثیت تو تم خود اگنور کر رہی ہو، ایسی باتیں کر کے۔ جب شانی گھر بنوا رہا تھا، اس وقت تم نے اس سے صاف صاف کیوں نہیں کہا تھا کہ اسے ہمیشہ اپنے ساتھ رکھنا چاہتی ہو۔ اب جب سارا معاملہ نمٹنے والا ہے تو تم شور مچا رہی ہو، جو کہ میرے نزدیک بالکل بے تکی ہے۔ بچے اپنے گھر کو آباد کرنا چاہتے ہیں، انہیں خوشی سے جانے دو بلکہ خود ہی خوشی خوشی انہیں رخصت کرو۔ لوگوں کو باتیں کرنے کا موقع مت دو۔ لوگوں کو تو ویسے بھی تماشہ دیکھنے کی عادت ہوتی ہے۔'' منصور احمد کا لہجہ برہم و دوٹوک سا تھا۔

منصور احمد کے حتمی انداز اور فیصلہ کن بات کے بعد صوفیہ منصور کی کبھی جرأت نہیں ہوتی تھی کہ وہ ان کی کسی بات و فیصلے سے انحراف کریں۔ سو وہ خاموش ہی رہ گئی تھیں۔ منصور احمد کے ہی مزاج کا اثر ان کے بیٹوں پر بھی تھا۔ تب ہی شافند اور اسفند صرف اپنی مرضی چلاتے تھے۔

صوفیہ منصور نے بظاہر تو خاموشی اختیار کر لی تھی مگر ان کے دل و نظر میں کومل کے لئے چبھتی ہوئی سی لہر تھی، جو صرف کومل تک پہنچ رہی تھی یا پھر وہ کومل کو تنہا پا کر اسے زبان سے اذیت دینے کی کوشش میں تھیں۔ کومل کے لئے ان کی ناراضگی، ان کا رویہ ناقابلِ برداشت ہونے کے باوجود صبر کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ گھر میں پچھلے تناؤ کے باوجود اس نے حتی الامکان کوشش کی تھی کہ وہ اپنے سابقہ طرزِ عمل کو برقرار رکھتے ہوئے باقی کا وقت خوش اسلوبی سے انجام دے اور پھر وہ اپنے اس عمل خیر میں کامیاب بھی ہو گئی تھی۔

شافند اپنے کہنے کے مطابق اتوار کے دن اپنے گھر میں منتقل ہو گیا تھا۔ کومل نے کب سوچا تھا کہ ایک گھر اس کے نصیب میں بھی ہوگا، جس کے در و دیوار پر کسی کی محبت کے گہرے رنگ چڑھے ہوں گے، جس گھر کے آنگن میں بہاریں مسکراتی ہوں گی۔ وہ تو بہت چھوٹے سے گھر کا ارمان رکھتی تھی، مگر مالک نے اسے بہت زیادہ نوازا تھا۔ اس کے رگ و پے میں اِک سرور و طمانیت خود بخود حلول کر گئی تھی اور یہی بات تو صوفیہ منصور کے لئے ناقابلِ برداشت ہو رہی تھی۔ وہ کومل کو ہمیشہ اپنے زیر بار رکھنا چاہتی تھیں۔ کومل نے بنا کہے ان کی بہت سی گھریلو ذمے داریوں کو اپنے کندھوں پر اٹھا رکھا تھا۔ پھر کومل کا ہر معاملے میں ان سے مشورہ اور ممنونیت کا اظہار انہیں اپنی اہمیت کا احساس دلاتا رہتا تھا۔ وہ یہ بات کیسے گوارہ کر سکتی تھیں کہ ان کے اشارے پر بجا آوری کرنے والی اپنی الگ دنیا کی خود مختاری کے ساتھ ان کی دسترس سے دور چلی جائے۔ نہ صرف دور چلی جائے بلکہ ان کے ہاتھ سے ہی نکل جائے۔ یہ پھانس ان کے سینے میں جیسے اٹک سی گئی تھی۔ وہ تو کومل کے حوالے سے کچھ اور ہی سوچے ہوئے تھیں۔ بہت مجبوری کے عالم میں وہ منصور احمد کی وجہ سے ظاہرداری کے تقاضے نبھاتے ہوئے بیٹے اور بہو کو

سب کے ہمراہ ان کے گھر تک چھوڑنے آئی تھیں اور پھر مون کی سالگرہ میں بھی بحالتِ مجبوری شرکت کی تھی۔ خاندان کے سب ہی افراد مون کی سالگرہ اور گھر میں شفٹنگ کی مشترکہ تقریب میں شامل تھے اور سب ہی سراہ بھی رہے تھے۔ چند ایک بلا جواز باتیں بھی بنا رہے تھے، جن میں سرفہرست صوفیہ منصور کی بہنیں تھیں۔ فوزیہ آپی تو بار بار کریدتی اور جتاتی بھی رہی تھیں۔

''صوفی! تم کچھ خوش نظر نہیں آ رہی ہو۔ لگتا ہے، شانی کا الگ ہونا تمہیں پسند نہیں آیا۔''

''میری پسند ناپسند کا کیا سوال ہے؟ شافند کو آخر اپنے گھر میں شفٹ ہونا ہی تھا۔ رہی میرے خوش نظر آنے کی بات تو ماں ہوں میں۔ کچھ دن تو بیٹے کی جدائی کا احساس تڑپائے گا ہی۔'' صوفیہ منصور کا انداز ٹالنے والا تھا۔ مگر فوزیہ بھی کائیاں تھیں۔ ہمدردانہ انداز میں انہیں مزید جلانے کی کوشش کی۔

''تمہارا ہی حوصلہ ہے بھئی کہ بہو بیٹے کو اٹھا کر خود سے الگ کر دیا۔ ہمارا تو اندازہ تھا کہ جس بہو کو تم اتنی چاہ سے بیاہ کر لائی ہو، وہ تو کم از کم تمہیں چھوڑ کر نہیں جائے گی۔ مگر......''

''غیر خاندان کی لڑکی لانے کا یہ نتیجہ تو نکلنا ہی تھا۔ ابھی تو صرف ماں باپ سے لے کر الگ ہوئی ہے، آگے دیکھیں کیا ہوتا ہے۔ مجھے تو معصوم بچے کا خیال ستاتا رہتا ہے۔ سوتیلی ماں کب اپنا رنگ روپ بدل لے، کیا خبر؟'' یہ صوفیہ کی بھاوج فرزانہ تھیں، جو آزادی سے اظہارِ رائے کر رہی تھیں۔ ان کے دل میں اب تک اس بات کا قلق تھا کہ صوفیہ نے ان کی بیٹی کا خیال نہیں کیا تھا۔ وہ شافند کے ٹھاٹھ باٹھ دیکھ کر ہر حال میں اپنی بیٹی دینے کو تیار تھیں، مگر صوفیہ نے کوئی پیش رفت ہی نہ کی تھی۔

''اب ایسا اندھیر بھی نہیں ہے فرزانہ! آخر صوفی نے سوچ سمجھ کر ہی لڑکی کا انتخاب کیا ہوگا۔ مون کی ذمے داری کا بتا کر ہی شادی کے لئے راضی کیا ہوگا۔ مون سے پیار محبت نہیں جتائے گی تو شوہر کو مٹھی میں کیسے رکھے گی؟ دیکھ نہیں رہی ہو، ہمارا شانی کیسے بیوی کے آگے پیچھے ہے۔ کس لئے؟ صرف اپنے بیٹے کے لئے۔ ہے نا صوفی؟'' فوزیہ جمال نے صوفیہ کی کسی وقت کی کہی بات کو اس وقت اپنے انداز میں کہا۔ صوفیہ تو پہلے ہی دل جلائے بیٹھی تھیں، مزید کیا کہتیں؟ لب وا کرتیں تو اپنے سینے میں لگی آگ کا پتہ دنیا کو چل جاتا جو کہ انہیں گوارا نہیں تھا۔

''آپ کچھ بھی کہیں فوزیہ آپی! مجھے تو اتنا پتہ ہے کہ ہماری بہو رانی کی یہ لگاوٹیں تب تک ہی رہیں گی، جب تک وہ خود ماں نہیں بن جاتی۔ اپنی اولاد کے سامنے پرائے بچے کو وہ کیا سمجھے گی؟ لکھ کے رکھ لیں آپ لوگ، یہ پیار محبت سب مصنوعی اور دکھاوا ہے۔ سوتیلی ماں آخر سوتیلی ہی ہوتی ہے۔'' فرزانہ بھابی کے دل کی بھڑاس ختم نہیں ہو رہی تھی۔ وہ اظہارِ خیال کرتے ہوئے یہ تک بھول گئی تھیں کہ وہ اس وقت کہاں اور کس مقام پر ہیں۔

شافند جو اپنی مما کو کیک کٹنے کی رسم کے لئے بلانے آیا تھا، اپنی مما کے ساتھ بیٹھی ہوئی اپنی خالاؤں اور ممانیوں کا اظہارِ خیال سن کر نہ صرف ٹھٹک کر کچھ فاصلے پر رک گیا تھا بلکہ اس

کے احساسات بھی مکدر ہو گئے تھے۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ مما کے سامنے کومل کی ذات پر تبصرہ کیا جا رہا تھا اور وہ خاموشی سے ان کے خیالات بنا تردید کے سنے جا رہی تھیں۔ حالانکہ سب ہی جانتے تھے اور اسے تو کامل یقین تھا کہ کومل کے جذبات و محبت میں مون کے لئے کوئی تصنع و بناوٹ نہیں ہے۔

شافند نے پلٹنے کے لئے قدم اٹھائے لیکن اپنے پیچھے کھڑی کومل کو دیکھ کر اس کا رنگ ہی متغیر نہیں ہوا، اس کی سانسیں بھی جیسے تھم سی گئیں۔ وہ کومل کے لئے دل میں کوئی گمان، کوئی شک، کوئی وہم نہیں رکھتا تھا۔ اسے کومل کی ذات پر، اس کی وفا پر جو یقین تھا، اسے توڑنا یا مٹانا آسان نہ تھا۔ لیکن لوگوں کی باتیں اور مما کا رویہ کومل کے لئے ضرور تکلیف دہ ہو سکتا تھا۔ شافند نے بغور کومل کو دیکھا جیسے جانچ رہا ہو کہ وہ اس کی خالہ، ممانی یا مما کی کوئی بات سن چکی ہے یا نہیں۔ اسے موہوم سا شک ہوا تھا، کومل کی بلا وجہ مسکرانے کی ادا سے۔ مگر وہ اپنے رویے سے کچھ بھی ظاہر نہیں کر رہی تھی۔

''مون تنگ کر رہا ہے۔ کبھی اتنی گیدرنگ میں رہا نہیں نا۔ پلیز، جلدی سے کیک کٹوا لیں پھر میں اسے سلانے کی کوشش کرتی ہوں۔'' وہ جس طرح اچانک آئی تھی، اسی طرح پلٹ بھی گئی تھی۔ شافند کی نگاہ اس کے ساتھ ساتھ گئی تھی۔ گلابی اور میرون امتزاج کی ساڑھی میں اس کا قد بہت مزید نمایاں ہو رہا تھا۔ ہلکے پھلکے میک اپ اور جدید طرز کی میچنگ جیولری میں اس کا حسنِ جہاں سوز مزید دمک رہا تھا۔ وہ بہت جلد اس کی پسند کے سانچے میں ڈھلی تھی۔ کومل اس کی توقع پر پوری اُتری تھی۔ خصوصاً مون کے لئے اس کی اُمڈتی ممتا میں کوئی بناوٹ نہ تھی۔ وہ اب بھی اپنی جگہ پر کھڑا گم صم اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ مون کو سنبھالنے اور بہلانے میں کوشاں تھی۔ اس کے ماتھے پر کوئی لکیر نہ تھی۔ چہرے پر کوئی جھنجلاہٹ نہ تھی۔

''پھر یہ سب کیوں بدگماں ہیں؟ کیا یہ میری خوشی سے خوش نہیں ہیں؟ مما نہیں چاہتیں، میری زندگی پُرسکون گزرے؟'' وہ بے حد اُلجھ گیا تھا۔ اس کے باوجود اسے خود کو سنبھالنا تھا۔ سب ہی اس کے گھر میں جمع تھے اور ابھی وہ اپنے کسی ردِعمل سے خود کو اور کومل کو نشانہ نہیں بنانا چاہتا تھا۔ سو بہت برداشت کا مظاہرہ کرتے ہوئے وہ لان کی طرف بڑھا تھا، جہاں مون کومل کی بانہوں میں بھی بے چین سا ہوا جا رہا تھا۔



''بھابی! آپ ایسے ہی پریشان تھیں۔ دیکھ لیں، آپ کے گھر کا پہلا فنکشن کس قدر اچھا ہوا ہے۔ میری ساری فرینڈز آپ کی اور ارینج منٹ کی تعریفیں کر رہی تھیں۔'' ثانیہ بے تکلفی سے سٹنگ روم میں بیٹھی شمعون کے گفٹس کھول کھول کر دیکھ رہی تھی اور ساتھ ساتھ تبصرہ بھی کر رہی تھی۔ سب ہی مہمان جا چکے تھے۔ صوفیہ منصور بھی اصرار کے باوجود ٹھہری نہیں تھیں۔ ثانیہ ہی ضد کر کے رک گئی تھی جس پر انہوں نے خاصی ناگواری کا مظاہرہ کیا تھا۔ مگر ثانیہ پر فی

الوقت کسی بات کا اثر ہونے والا نہیں تھا۔ سو اب وہ فرصت کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔

''کون کر رہا تھا ارینج منٹ کی تعریفیں؟''

شافند اس کی آدھی بات سنتا آیا تھا۔ چینج کر کے وہ اب خاصا مطمئن نظر آ رہا تھا۔ کومل بھی لائٹ پرپل سادے سے سوٹ میں اب سہولت و آرام سے کافی لئے بیٹھی تھی۔

''میری فرینڈز۔ اور کون؟......سب کو آپ کا گھر اور بھابی بہت پسند آئی ہیں اور میرا روم یہاں دیکھ کر تو سب ہی حیران تھیں۔ کسی کو یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ میں نے سنڈے کو بھابی سے کہا تھا کہ میں سال کے چھ ماہ تو آپ کے ساتھ رہوں گی تو کہاں آ کر رہوں گی۔ آج بھابی نے میرا روم میری مرضی کے مطابق سیٹ کر کے میرے حوالے کر دیا۔ میں نے کہا، میری بھابی ہیں ہی آل آف دی بیسٹ۔'' ثانیہ کے انداز میں کومل کے لئے ہمیشہ احترام و محبت جھلکتا تھا۔ اب بھی وہ توصیفی نظروں سے بھابی کو دیکھ رہی تھیں۔

''ثانی! آج بٹرنگ کچھ زیادہ نہیں ہو گئی؟''

''بھائی جان! میں بٹرنگ کر رہی ہوں؟'' ثانیہ ایک دم چیخی۔ ''ریئلی شی ڈیزرو اِٹ۔ میں اپنی بھابی کے لئے اور کیا کہوں؟ سب ہی تو سراہ رہے تھے بھابی کو۔ کومل بھابی! میری محبت ایسی ہی ہے۔ ریئلی یہ بٹرنگ نہیں ہے۔'' ثانیہ جلد ہی پریشان ہو کر وضاحت کرنے لگی تو دونوں ہی بے ساختہ ہنس دیئے۔

''میں جانتی ہوں گڑیا! یہ بھی مذاق کر رہے ہیں۔ ڈونٹ وری۔'' کومل نے مدھم مسکان کے ساتھ اس کی طرف دیکھا تو وہ بھائی کو مصنوعی خفگی سے دیکھنے لگی۔

''اچھا بھائی! ناراض مت ہو۔ تم اپنا کام جاری رکھو۔ پھر سونا ہے کہ نہیں؟'' شافند نے کافی کا گھونٹ بھرتے ہوئے اس کی توجہ اردگرد بکھرے تحائف کی طرف دلائی تو وہ پھر سارے گفٹ اُلٹ پلٹ کر کارڈ پر لکھے نام پڑھنے لگی۔ کومل اپنا کافی مگ لئے کارپٹ سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔

''میں مون کو دیکھتی ہوں۔ نیند سے اٹھ گیا تو رونے لگے گا۔''

''آپ کہاں جا رہی ہیں؟ اِدھر آئیں۔ سب سے پہلے بھائی کا گفٹ دیکھتے ہیں کہ انہوں نے آپ کے بیٹے کو کیا گفٹ دیا ہے۔ افوہ، اتنے سارے گفٹس میں ڈھونڈنا بھی مشکل ہو رہا ہے۔''

''تم ڈھونڈو، میں مون کو یہیں لے کر آتی ہوں۔'' کومل فوراً ہی باہر چلی گئی۔

''میرا گفٹ ان گفٹس میں نہیں ہے سسٹر!'' شافند نے اسے الجھتے اور جھنجلاتے دیکھا تو مسکرا کر بتایا۔

''اچھا! تو پہلے کیوں نہیں بتایا بھائی آپ نے؟ کہاں چھپایا ہے؟ اوہ، آپ نے تو شاید دیا بھی نہیں تھا۔ یہ فاؤل ہے بھائی!''

"دیا کیوں نہیں، دیا ہے۔ چھ ماہ پہلے میں اپنے بیٹے کو اس کی مما گفٹ کر چکا ہوں۔ اس سے بڑا گفٹ کوئی ہو سکتا تھا؟" شافند نے بہت محبت سے واپس اندر آتی کومل کو دیکھ کر کہا جو خود سے لپٹائے مون کو لئے آ رہی تھی۔

"جی نہیں بھائی جان! وہ گفٹ تو مما کے کھاتے میں جاتا ہے۔ آپ اپنی بات کریں۔ بھابی! دیکھیں، بھائی جان نے یعنی مون کے پاپا نے اسے کچھ بھی گفٹ نہیں دیا۔ وہ بڑا ہو کر پوچھے گا تو آپ کیا بتائیں گی کہ اس کے پاپا نے اسے فرسٹ برتھ ڈے پر کیا گفٹ لے کر دیا تھا؟" ثانیہ اپنی فطری معصومیت سے بولی تو کومل کے ساتھ شافند بھی ہنس دیا۔

"اوہ، میں تو یہ بھول ہی گیا تھا کہ کل کو مجھے جواب دہ بھی ہونا پڑے گا۔ ویل، ایسی بات ہے تو کچھ سوچنا پڑے گا۔ ابھی گفٹ دینے میں کوئی حرج تو نہیں ہے نا۔" شافند نے قدرے فکر مندی سے اپنی شرٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال کر کچھ نکالا۔ کومل مون کو گود میں لے کر تھپکتے ہوئے دونوں کی باتیں دلچسپی سے سن رہی تھی۔ شافند نے اپنا ہاتھ کومل کی طرف بڑھایا۔

"یہ ہمارے بیٹے کی فرسٹ برتھ ڈے کا گفٹ ہے۔" شافند کے ہاتھ پر نئی گاڑی کی چابی تھی، جسے کومل حیرت سے اور ثانیہ خوشی سے تک رہی تھی۔

"او مائی گاڈ! یہ ہوئی نا بات۔ بھائی! میں آپ کی طرف سے ایسے ہی گفٹ کی توقع کر رہی تھی۔ اے لکی بوائے۔ کتنے اچھے پاپا ہیں تمہارے۔" ثانیہ نے چہکتے ہوئے بے ساختہ کومل کی گود میں سوئے مون کے گال پر چٹکی لی، جس پر وہ اُٹھ کر بسورنے لگا تھا اور اگلے ہی پل اپنے اردگرد رنگ برنگے گفٹس پیک دیکھ کر چپ ہو کر ان کی طرف لپکا۔

"پکڑو بھی، کیا بیٹے کے لئے گفٹ پسند نہیں آیا؟"

"مون کے لئے کار؟........ ابھی تو وہ صرف ایک سال کا ہوا ہے۔ اور پھر ہمارے پاس آل ریڈی کار ہے نا۔" کومل کو اپنی حیرت کا اظہار بھی نہیں کرنا آ رہا تھا۔

"وہ کار میری ہے اور یہ تم ماں بیٹے کے لئے۔ اب تمہارے لئے ضروری ہو گیا ہے کہ تم ڈرائیونگ سیکھ لو اور اپنے بیٹے کے ساتھ خود ہی گھومو پھرو۔"

"فنٹاسٹک، بھائی جان! آپ فکر ہی نہ کریں، میں کومل بھابی کو بالکل ٹرینڈ کر دوں گی۔" ثانیہ بے حد خوش ہو رہی تھی۔

"مگر میں........ مجھے ڈرائیونگ سیکھنے کی ضرورت کیا ہے؟ آپ ہیں نا۔ اور........"

"ضرورت ہے۔ اس لئے کہ مجھے اب بزنس کو پورا ٹائم دینا ہے، بلکہ ایکسٹرا ٹائم۔ میرے پاس اتنی فرصت نہیں ہوا کرے گی کہ میں ہر جگہ تمہارے ساتھ آ جا سکوں۔ اب تمہیں خود بھی ہمت کرنا پڑے گی، او کے؟"

"مگر........ شافند!........ میں کیسے؟" کومل گڑبڑا اُٹھی تھی۔ یہ بات درست تھی کہ اب اس میں پہلے سے زیادہ اعتماد آ گیا تھا اور وہ اب جھجکتی، کتراتی بھی نہیں تھی، مگر شافند کے پے

در پے ان فیصلوں نے اسے پھر سے گڑبڑا دیا تھا۔ پہلے اچانک الگ گھر میں شفٹنگ کا عمل اور اب اس پر نئی ذمے داری ڈالی جا رہی تھی۔

"مگر کیا؟........ آئی نو، تم جلدی سیکھ جاؤ گی۔ تم ایک دو دن میں میرے ساتھ چل رہی ہو۔ مورننگ ٹائمنز میں لیڈی انسٹرکٹر سے ایزی سیکھ جاؤ گی۔ ڈونٹ وری، مون کو اس وقت میں سنبھال لوں گا۔" شافند نے اس کے کہنے کی گنجائش ہی نہیں چھوڑی تھی۔ ثانیہ تائیدی انداز میں مسکرا رہی تھی۔



"ملی! تم نے اپنی فیملی میں سے کسی کو انوائٹ نہیں کیا تھا؟"

سونے سے پہلے شافند کو اچانک خیال آیا تھا۔ شافند کبھی کبھی اسے بہت محبت میں ملی کہتا تھا۔

"میری فیملی؟" کومل نے آنکھیں کھول کر حیرت سے اس کے چہرے پر نگاہ ڈالی۔ وہ اس کی طرف کروٹ لئے ہوئے تھا۔ درمیان میں مون میٹھی نیند میں تھا۔

"تمہارے پیرنٹس۔ میں خود کتنا بزی تھا، تمہیں مجھے ریمائنڈ کروانا چاہئے تھا۔"

"وہ لوگ یہاں آ کر کیا کرتے؟" کومل نے اسے کچھ توقف سے جواب دیا۔

"کیا کرتے؟ کومل! تم اپنے پیرنٹس سے ملنا کیوں نہیں چاہتیں؟ آفٹر میرج نہ تم وہاں گئی ہو نہ تم نے مجھ سے کبھی کہا ہے، نہ وہ لوگ یہاں آئے ہیں۔"

کومل نے اسے مزید حیرت سے دیکھا۔

"آ........ آپ کو مما نے میری اماں کے بارے میں بتایا نہیں تھا؟" وہ اپنی جگہ پر اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"پہلے اور بعد میں کچھ فرق تو آ جاتا ہے۔ جیسے تمہاری پوزیشن دیکھ کر ان کا بی ہیویئر چینج ہو گیا ہو۔"

"نہیں۔ وہ کبھی نہیں چینج ہو سکتیں۔ ان کے دل و دماغ میں میرے لئے جو نفرت بھری ہوئی ہے، اس کے کم ہونے کا کوئی چانس نہیں ہے۔ کیونکہ انہوں نے مجھے کبھی قبول ہی نہیں کیا۔ نہ دل سے اور نہ ذہن سے، تب ہی انہوں نے........"

گزرے وقت کا کرب اس کی آواز میں ہی نہیں، آنکھوں میں بھی آ ٹھہرا تھا۔

"آپ کو معلوم تو ہے، اماں نے میرا وہاں داخلہ ممنوع کر رکھا ہے۔ میں اپنی وجہ سے ابا جی کو مزید کسی مشکل میں نہیں ڈالنا چاہتی۔ میری وجہ سے ابا جی کا گھر بکھر جائے گا۔ یہ مجھ سے برداشت نہیں ہو گا۔ اماں کا مزاج جذباتی اور منتقمانہ ہے۔ اب بھی وہ ابا جی کو سکون سے رہنے تو نہیں دیتی ہوں گی۔ میری وہاں آمد و رفت ان سے کبھی برداشت نہیں ہو گی۔ اور اب تو میں خود بھی اس ماحول میں نہیں جانا چاہتی کہ میرے ماضی کی کوئی تلخی اب میری زندگی میں زہر گھول

دے۔ میں اگر اب وہاں جانے لگی تو پھر ماں نہیں رہوں گی۔ سوتیلی ماں بن جاؤں گی۔ شافند! میں سوتیلی ماں نہیں بننا چاہتی۔ مجھے اپنی دنیا تک رہنے دیں۔ پلیز، مجھے مون کی ماں رہنے دیں۔ مجھے......'' وہ ایک دم ہی سسک اٹھی۔ شافند اسے دیکھ کر پریشان ہوا تھا۔

''اوہ مائی گاڈ!.......ملی! آئی ایم رئیلی سوری۔ پلیز روؤ تو نہیں۔ یو نو، میں تمہیں روتے نہیں دیکھ سکتا۔ میں آئندہ اس ٹاپک پر بات ہی نہیں کروں گا۔ آئی سویئر یُو۔''

شافند اٹھ کر تیزی سے اس کے قریب گیا، پھر روتی ہوئی کومل کو اپنے کندھے سے لگایا۔

شافند پہلے ہی شام کی باتوں سے بے چین و مضطرب تھا اور اسے اندیشہ بھی تھا کہ کومل وہ باتیں سن چکی ہے۔ تب ہی اس وقت وہ اس طرح بکھری تھی۔ مون کے لئے اس کی محبت پر اسے ایک لمحے کے لئے بھی شک نہیں تھا اور نہ ہی اپنے لئے اس کی وفا پر۔ اسے یقین تھا کہ اس کی رفاقت میں آنے والی یہ دوسری عورت اپنا آپ مٹا کر بھی رسمِ وفا نبھانے کی کوشش کرنے والی ہے۔ یہ کبھی بھی اس کے اعتماد کو توڑنے کا سوچ بھی نہیں سکتی۔ (میں بھی اس کا مان کبھی نہیں ٹوٹنے دوں گا) اپنے کندھے پر ٹوٹ کر بکھری ہوئی کومل کو اس نے سمیٹا۔

''ناؤ ریلیکس پلیز۔ اچھا میری بات سنو۔'' شافند نے اس کا چہرہ اپنے سامنے کیا۔ اس کا چہرہ ضبط سے گہرا گلابی ہو رہا تھا۔ متورم سرمگیں آنکھوں کی جھیل میں پانی ابھی بھی ٹھہرا ہوا تھا۔

''آئندہ یہاں سگے سوتیلے رشتوں کا تذکرہ نہیں ہوگا، اوکے۔ صرف اپنا یقین مستحکم رکھنا ضروری ہے کہ ہمارے اخلاص میں کوئی کھوٹ نہیں ہے۔ مجھے مون کے لئے تمہارے جذبات و احساسات پر کبھی وہم بھی نہیں ہو سکتا۔ میرے دل کو یقین ہے، تم مون کے لئے بہترین ماں ثابت ہو گی، اس لئے ساری باتیں دل سے نکال دو، کسی کے ریمارکس پر کبھی دھیان مت دو۔ اور اب ویسا بننے کی کوشش کرو، جیسا میں چاہتا ہوں۔'' شافند نے اس کا دھیان بٹانے کی کوشش کی۔

''کیا میں ویسا نہیں بن رہی؟ میں کوشش تو کر رہی ہوں۔'' وہ ایک دم پریشان ہو کر پوچھ رہی تھی۔ شافند نے گہری مسکراہٹ سے اسے دیکھا۔ اس کے بکھرے بالوں کی لٹ کو کان کے پیچھے اڑستے ہوئے اسی تاثر کے ساتھ بولا۔

''تمہاری کوشش کامیاب ہے۔ بس ایک کمی سی ہے، ویل آئی ہوپ، وہ بھی جلد ہی پوری ہو جائے گی۔ یار! اب اس ٹاپک پر پھر بات کریں گے، ابھی سو جاؤ۔ صبح مجھے تو آفس جانا ہے۔'' شافند نے اس کے بولنے کی کوشش ناکام کر دی اور پھر اس کے قریب سے اٹھ گیا۔



''مما! کتنی بوریت ہے۔ اور ثانیہ تو حد سے زیادہ بور اور ڈل ہے۔ کب سے کہہ رہی ہوں، کومل بھابی کی طرف چلتے ہیں مگر........ آپ چلیں نا میرے ساتھ۔ میرا دل چاہ رہا ہے بھابی، مون سے ملنے کو۔'' ثانیہ نے شام کی چائے پیتی اپنی مما کے گلے میں بانہیں ڈالتے

ہوئے خاصے لاڈ سے کہا۔ جس پر انہوں نے اچھی خاصی ناراضگی سے اسے دیکھتے ہوئے پیچھے کیا۔

''ثانی! اب تم بچی نہیں رہی ہو، تمیز سیکھو کچھ۔''

''مما! میں نے کیا کیا ہے؟'' وہ ان کے سامنے آ کر حیرت سے پوچھنے لگی۔

''دو دن پہلے تو آئی ہو تم وہاں سے۔''

''تو کیا میں پھر نہیں جا سکتی؟ میرا دل نہیں لگ رہا بھابی کے بغیر۔ کتنا مزا آتا تھا وہ یہاں تھیں تو۔ سب اکٹھے مل کر بیٹھتے تھے۔ بھابی میری ہر فرمائش پوری کرتی تھیں۔ صبح میں نے فروٹ ٹرائفل کے لئے کہا تھا۔ آپ نے بنوایا ہے؟''

ثانیہ بچوں کی سی ناراضگی سے بولتی ہوئی استفسار کر رہی تھی۔

''نہیں رہا ذہن میں۔ میں ابھی ولایت (خانساماں) سے کہتی ہوں، ڈنر پر بن جائے گا۔'' صوفیہ منصور نے قدرے نرمی سے کہتے ہوئے بچوں کی طرح ہی اسے بہلایا۔ کالج میں جا کر بھی وہ ابھی تک بچوں کی طرح بی ہیو کرتی تھی۔

''اب نہیں مجھے کھانا۔ اب پلیز مجھے بھابی سے ملوانے لے چلیں نا۔''

''ثانی! میرا دماغ خراب مت کرو۔ بھابی، بھابی کی ہڑک اٹھ رہی ہے تمہیں۔ وہ خود نہیں آ سکتی ہم سے ملنے؟ تمہارا دل نہیں لگ رہا ہے، اس کا دل تو لگ رہا ہے وہاں۔ بہت خوش ہو گی اپنی راجدھانی میں۔ بھول جاؤ کہ اب وہ تمہارے بھائی کو بھی تم سے ملنے دے۔'' صوفیہ منصور کتنے دنوں سے دل کی بھڑاس نکالنا چاہ رہی تھی، آج ثانیہ پر نکالنے کا موقع مل گیا تھا۔ ثانیہ بھی چلی آئی تھی۔

''مما! میں بھی اس اسٹوپڈ کو یہی سمجھا رہی تھی کہ انہیں یہاں کا راستہ معلوم نہیں ہے کیا؟ ہم نے انہیں یہاں سے نکالا تو نہیں ہے۔''

ثانیہ حیرت سے انہیں تک رہی تھی۔ اس کی سادہ سی فرمائشی محبت کو انہوں نے کیا رنگ دیا تھا۔

''وہ تو ویک اینڈ پر آئیں گی نا۔ انہوں نے پہلے ہی کہا تھا کہ شانی بھائی ویک اینڈ پر کچھ فارغ ہوتے ہیں، تب ہی ان کے ساتھ آئیں گی۔ آپ دونوں نہ جانے کیا کہہ رہی ہیں۔''

''ہاں، ویک اینڈ سے پہلے تو ان کا شانی بھائی پر سحر ہی نہیں چل سکتا۔ شانی بھائی کو تو ان کے ایک اشارے کی دیر ہے اور........'' ثانیہ خاصی بدتمیزی سے بولی۔

''مما!........مما! ثانی کتنا فضول بول رہی ہے اور آپ سن رہی ہیں۔'' ثانیہ نے افسوس سے کہا۔

''مما جانتی ہیں، میں غلط نہیں کہہ رہی۔ مما کو بھی اسی بات کا غصہ ہے کہ ان کی پلاننگ غلط ہو گئی ہے۔ وہ مڈل کلاس کی لڑکی کو صرف اس لئے بہو بنا کر لائی تھیں کہ وہ یہاں دب کر

رہے گی۔ لیکن وہ مڈل کلاس کی لڑکی اپنے حُسن کے جال میں شانی بھائی کو پھنسا کر آخر لے ہی اُڑی۔ میری ساری فرینڈز کہتی ہیں کہ اب مون بھی تم لوگوں کی ذمے داری ہی بنے گا۔ سوتیلی ماں کب تک سنبھالے گی؟ جب بھائی اس کی مٹھی میں ہے تو بھائی سے مون کو دور کرنا کیا مشکل ہوگا۔"

"شٹ اپ تانیہ! بی ہیو یور سیلف۔ تم اتنی بڑی نہیں ہوگئی ہو کہ گھر کے معاملات میں اس طرح انٹرفیئر کرو یا پھر اپنی دوستوں سے ڈسکس کرو۔ مما! آپ کو مجھ سے یا کومل سے جو بھی شکایت ہے، آپ ہم سے ڈائریکٹلی کہیں۔ اس طرح بچیوں سے......"

انہیں خبر ہی نہیں ہوئی تھی کہ کب شافند اور کومل سٹنگ روم میں داخل ہوئے ہیں۔ وہ سب ہی دروازے کی طرف سے رخ موڑے ہوئے تھے۔ تانیہ تو سر جھکا کر بیٹھی ہی رہ گئی تھی۔ صوفیہ منصور بھی عجیب احساسِ شرمندگی میں فی الوقت گھری ہوئی تھیں۔ دل میں یہی باتیں رکھنے کے باوجود ابھی منہ در منہ کہنے کا حوصلہ ان میں بھی پیدا نہیں ہوا تھا۔ کومل خالصتاً ان کا انتخاب تھی اور برملا کومل کی مخالفت سے ان پر بھی الزام آتا تھا۔ کومل مون کو پکڑے ہوئے پھیکی رنگت اور لرزتے وجود کے ساتھ ابھی تک دروازے میں ایستادہ تھی۔ شافند ماں کے سامنے تھا اور خاصے افسوس وصدمے سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ تانیہ کے رویّے میں وہ کومل کے لئے سردمہری پہلے سے محسوس کرتا تھا۔ آج تانیہ کے خیالات سن کر اسے شدید جھٹکا لگا تھا کہ وہ اس قسم کی سوچیں رکھتی ہے۔ ہوش میں آتے ہی وہ بنا معذرت کئے اٹھ کر دوسرے دروازے سے اندر کی جانب چلی گئی۔

"میں نے بچیوں سے کچھ نہیں کہا۔ جو جیسا محسوس کرے گا، ویسا ری ایکٹ بھی کرے گا۔" صوفیہ منصور کی شرمندگی زیادہ دیر برقرار نہ رہ سکی۔ وہ اپنے چند روزہ رویّے کے مطابق خفگی سے بولیں۔

"اور میں جو آپ سب کے رویوں سے محسوس کر رہا ہوں، کیا میں بھی ویسا ہی ری ایکٹ کروں؟ الگ گھر میں رہنا کوئی جرم ہے یا اپنے حساب سے زندگی گزارنا؟ اسی لئے میں واپس نہیں آرہا تھا مگر میری بدقسمتی۔" شافند نے اپنے قدم واپس موڑے اور پھر اسی موڈ میں کومل کو مخاطب کیا۔

"بہت بے چین و اُداس ہو رہی تھیں نا یہاں کے لئے۔ اب دیکھ لو...... سکون مل گیا ہے تو واپس چلیں؟"

کومل کی خود سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس موقع پر کیا کرے۔ تانیہ کی باتیں مسلسل اس کے کانوں میں گونج رہی تھیں۔ اس کے اندر درد و کرب موجزن ہو چکا تھا، مگر اپنے گھاؤ وہ کس کو دکھائے۔ اس کا مسیحا خود بسمل لگ رہا تھا۔

"ابھی مزید کچھ سننا ہے تمہیں یا......" شافند کو اس قدر غصے میں اس نے پہلی بار دیکھا

تھا۔ صوفیہ منصور کے محبت بھرے رویّے میں نجانے تلخیاں کب اور کیسے گھلنی شروع ہوئی تھیں، اسے پتہ بھی نہیں چلا تھا۔ وہ تو اپنے فرض کی ادائیگی پر مگن و مسرور سی تھی مگر اب اسے احساس ہو رہا تھا کہ اس کی محبتیں، خدمتیں سب ہی رائیگاں چلی گئی تھیں۔ صوفیہ منصور اور شاید گھر کے ہر فرد کے دل میں اس کے لئے بدگمانیاں اُگنا شروع ہوگئی تھیں، جنہیں زیادہ بڑھنے سے پہلے کاٹنا ضروری ہوگیا تھا۔ ایک لمحے میں ہی اس نے خود کو سنبھال لیا تھا۔

"ایک منٹ...... مجھے سب سے ملنے تو دیں۔" کومل نے ایسے ظاہر کیا تھا، جیسے اس نے کچھ سنا ہی نہ ہو۔ شافند اسے گھورتا ہوا واپس باہر نکل گیا تھا۔

"السلام علیکم مما!" کومل چند قدم بڑھ کر صوفیہ منصور کی طرف گئی۔ وہ بھی صوفے سے اُٹھ کھڑی ہوئی تھیں، انہوں نے سر ہلا کر جواب دیا تھا۔ کومل ان سے گلے ملنے کو بڑھی تھی، مگر انہوں نے کسی قسم کی پیش قدمی نہیں کی تھی۔

"مما!...... آپ مجھ سے ناراض ہیں؟ نئے گھر میں جانے کا فیصلہ میرا تو نہیں تھا۔ میں تو یہاں آپ سب کے ساتھ زیادہ خوش تھی۔ یہیں رہنا چاہتی تھی۔ مگر آپ ہی کی اجازت سے گئی ہوں میں شافند کے ساتھ۔ اگر آپ کی اجازت نہ ہوتی تو میں کبھی نہیں جاتی۔ اب بھی آپ جیسا کہیں گی، میں ویسا ہی کروں گی۔ میں انہیں قائل نہیں کر سکی۔ آپ ان سے کہیں، ہم واپس آجاتے ہیں۔"

"ہاں، ہاں۔ اتنی ہی تابع دار تھیں تم میری، تو پہلے ہی نہ جاتیں۔ اب یہ ڈرامے کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جاؤ، اپنے گھر میں سکون سے جا کر بیٹھو۔ مرے نہیں جا رہے ہم تم لوگوں کے لئے۔ کوئی پروا نہیں ہے مجھے تم لوگوں کی۔ غلطی میری ہی ہے کہ میں سمجھ بیٹھی تھی کہ تم میرے گھر کو سمیٹ کر اپنی سمجھ داری کا ثبوت دو گی۔ مگر تمہیں تو ہم میں جدائیاں ڈلوانے کا موقع میرے بیٹے نے ہی فراہم کیا ہے۔ اب جاؤ، خوشیاں مناؤ۔"

"مما!...... آپ کو غلط فہمی ہو رہی ہے۔ میں تو خود آپ سب سے جدا ہونے پر تڑپ رہی ہوں، میں کیسے......"

صوفیہ منصور نے آج برملا اس پر اپنی بے رخی و بدگمانی عیاں کی تھی، کومل روہانسی ہوگئی۔

"کومل! پلیز کم آن۔ آئی ایم گیٹنگ لیٹ۔" شافند نے کمرے کے باہر کھڑے ہو کر اسے زور سے پکارا تو وہ مزید کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

"اچھا، اللہ حافظ مما! میں پھر آؤں گی۔ انہیں کسی میٹنگ میں جانا ہے۔" وہ یہاں رات رہنے آئی تھی، مگر......

"آپ جا رہی ہو...... بھابی! آپ رک جاؤ۔" ثانیہ جو خاموش بیٹھی تھی اور دل ہی دل میں خود کو لعن طعن کر رہی تھی کہ اس کی وجہ سے مما اور تانیہ نے ایسی دل فگار باتیں کی تھیں، جنہیں صرف اس نے ہی نہیں، بھائی بھابی نے بھی سن لیا تھا، اب شرمندگی سے سر جھکائے

اسے رکنے کو کہا۔
”ابھی نہیں، پھر آؤں گی، اِن شاء اللہ وِیک اینڈ پر۔ اور ہاں، میں تمہارے لئے فروٹ ٹرائفل بنا کر لائی ہوں۔ ولایت سے کہا تھا کہ فریزر میں رکھ دے۔ دیکھو، رکھا ہے کہ نہیں۔“
مون اس کی گود میں بھی اس وقت بے چین سا تھا۔ سٹنگ روم سے باہر نکلتے ہوئے ثانیہ نے اسے اپنی گود میں لیا تو وہ مچل کر رونے لگا۔
”لگتا ہے آپ کے حصے کا یہ رو رہا ہے۔“ ثانیہ نے اسے واپس پکڑاتے ہوئے کومل کی ضبط سے سرخ آنکھوں میں دیکھا۔ وہ نفی میں سر ہلانے لگی۔
”پتہ ہے، میرا آج آپ دونوں سے ملنے کو بہت دل چاہ رہا تھا اور فروٹ ٹرائفل کھانے کو بھی۔ مگر اب مجھے اچھا نہیں لگے گا۔ کاش میں یہ خواہش نہ کرتی۔“
”کیوں اچھا نہیں لگے گا؟...... میں نے اتنی محنت سے بنایا ہے۔ مجھے فون کر کے بتانا، مزے کا تھا یا نہیں۔ ڈونٹ وری، ہم پھر آئیں گے۔ مما کی ناراضگی بھی تو دور کرنی ہے نا۔“
کومل نے کمال ضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے اپنے ساتھ لگایا اور پھر اس کے ساتھ پورچ میں آ گئی۔ شافند اس کے لئے فرنٹ ڈور کھولے اپنی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے بیٹھتے ہی خاصی تیزی سے اس نے گاڑی ریورس کر کے باہر نکالی۔ کومل کی سانس لمحہ بھر کو رک سی گئی تھی۔ وہ تو پہلے ہی کرب گراں بار سے ادھ موئی ہوئی جا رہی تھی۔ ثانیہ کے لفظ نشتر کی طرح اس کے دل میں چبھے تھے۔ وہ گماں بھی نہیں کر سکتی تھی کہ گھر کا کوئی فرد مون کے لئے اس کی ممتا کو سگے اور سوتیلے رشتے کے ترازو میں رکھ کر تولتا رہے گا اور اس عمل کے جاری رہنے کا امکاں تو اسے صوفیہ منصور کے رویّے کو دیکھ کر ہو رہا تھا۔ اسے اس عمل کو جاری رہنے سے روکنا تھا۔ اپنے بڑھتے ہوئے درد کا مداوا ابھی کرنا تھا۔
کیسے؟...... وہ اپنی مدد کے لئے اللہ کے سوا کسے پکار سکتی تھی؟
”یا اللہ! مجھے ہمت دینا۔ حوصلہ، صبر، کہ اس کی توفیق فقط تُو ہی دے سکتا ہے۔ میرے عمل کو ہمیشہ مثبت و ثابت رکھنا۔ میرے دل میں اس بچے کے لئے اتنی محبت بھر دینا کہ سب لوگوں کی باتیں جھوٹ ثابت ہوں، آمین۔“
وہ کھڑکی کی طرف رخ موڑے اپنے پروردگار سے فریاد کناں تھی۔ شافند بھی نہ جانے کن سوچوں میں تھا۔ ریش ڈرائیونگ کرتے ہوئے وہ گاہے بگاہے کومل پر نظر ضرور ڈال رہا تھا۔
آخر کومل نے رخ موڑ کر اسے مخاطب کیا۔
”شان! پلیز، اسپیڈ تو آہستہ کریں۔ سب ٹھیک ہے۔ آپ کیوں ٹینشن لے رہے ہیں؟“
”کیا ٹھیک ہے؟ یہ ٹینشن تمہاری کری ایٹ کی ہوئی ہے۔ میں آج نہیں آنا چاہ رہا تھا، مگر تمہیں پچھلے کئی دنوں سے اُداسی کا دورہ پڑا ہوا تھا۔ اب سیٹ ہو گئی ہے نا تمہاری طبیعت؟“
”ہوتی رہتی ہیں ہر گھر میں ایسی باتیں۔ آپ اتنا ٹینس کیوں ہیں؟“ کومل نے اسے تسلی

دینے کے لئے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔
”میں ایسی باتیں برداشت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ مجھے یقین ہے، تم میرے ساتھ فیئر ہو۔ مون کے ساتھ تمہاری اٹیچ منٹ نیچرل ہے۔ اتنی سینس تو ہے نا مجھ میں کہ میں رائٹ اور رانگ کو سمجھ سکتا ہوں، مگر یہ لوگ......“
”جب آپ کو مجھ پر اعتبار ہے تو لوگوں کی پروا کیوں کرتے ہیں؟ میرے لئے آپ کا یقین، آپ کا اعتبار تا حیات برقرار رکھنے کا عزم و حوصلہ ضروری ہے جو کہ مجھے صرف آپ سے ہی درکار ہے۔ مجھے اور کسی کے کامپلی منٹس کی ضرورت نہیں ہے۔ پلیز، آپ اس مسئلے پر کسی سے بھی مت اُلجھئے۔ جو جیسی سوچ رکھتا ہے، رکھنے دیجئے۔“
”کومل! مجھے رویوں کے تضاد بہت ہرٹ کرتے ہیں۔ یہی سب لوگ مجھے شادی کے لئے کنونس کرتے ہوئے کہتے تھے کہ میری لائف کی ہر پرابلم دوسری شادی سے حل ہو گی، مون ماں کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جب میں نے سینٹرلی یہ Decision لے لیا تو یہی لوگ کہہ رہے ہیں کہ مون کے لئے ماں بن کر آنے والی ہستی ماں نہیں رہے گی۔ کیوں؟ اب میرے دل میں وسوسے کیوں ڈالے جا رہے ہیں؟ مجھے تم سے کیوں بدگمان کیا جا رہا ہے؟ یا پھر یہ لوگ تمہیں اپنی باتوں سے مینٹلی ٹارچر کر کے تمہیں تمہاری ”اماں“ کی طرح بی ہیو کرنے پر مجبور کرنا چاہتے ہیں۔ یہ ایسا کیوں چاہتے ہیں؟“
کافی دنوں سے جو باتیں اس کے ذہن اور دل میں ہلچل مچا رہی تھیں، آج باہر نکلی تھیں۔ وہ اپنے ماحول اور معاشرتی رویوں سے کافی نابلد لگتا تھا یا پھر کچھ عرصہ اس ماحول سے دور الگ معاشرتی نظام کے تحت زندگی گزار کر آنے کے بعد اس کے لئے یہ رویّے، یہ نظام ناقابلِ برداشت و ناقابلِ یقین ہوئے جا رہے تھے۔ کومل نے اس کے دلی جذبات کو اس کے چہرے پر بھی دیکھا تھا۔ اپنے لئے اس کا اس قدر پُر اعتماد ہونا اسے تقویت دے گیا۔ وہ اسے تشکر بھری نظروں سے تک رہی تھی، جن میں عقیدت بھی شامل تھی۔
”شافند! یہ المیہ ایک جگہ یا ماحول کا المیہ نہیں ہے۔ ہر طبقے، ہر کلاس میں اس قسم کی باتیں کامن ہیں۔ ہم لوگ کلاس وائز اونچے نیچے، چھوٹے بڑے بے شک ہو جائیں مگر رشتوں کے حوالے سے ہمارے بی ہیویر ایک جیسے ہی ہوتے ہیں۔ مما کا رویّہ بحیثیت ماں کے کچھ ٹھیک بھی ہے۔ وہ اس لئے کہ ہر ماں اپنی اولاد کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھنا چاہتی ہے۔ مما کی بھی یہی پرابلم ہے۔ وہ دلی طور پر آپ سے دوری کے لئے تیار نہیں تھیں۔ اس لئے ان کا ری ایکشن ایسا ہے۔ آپ انہیں پیار سے، آرام سے ٹریٹ کریں۔ وہ آپ کی ماں ہیں، آپ کی پرابلم سمجھ جائیں گی۔ اور رہی مجھے مینٹلی ٹارچر کر کے بدگمان کرنے کی بات تو اللہ نے چاہا تو ایسا کبھی نہیں ہو گا۔ جو عہد خود سے کیا جائے، باضمیر انسان اس سے کبھی نہیں پھر سکتا۔ میری محبت اور ممتا صرف مون کے لئے ہے اور یہ میرا آپ پر یا کسی پر احسان نہیں ہے۔ یہ تو میرے لئے

سعادت اور مقامِ شکر ہے کہ اللہ نے مجھے اس قابل بنا کر آپ کی زندگی میں صرف مون کے لئے بیجا ہے۔ ورنہ میری حیثیت کیا تھی، یہ تو میں اچھی طرح جانتی ہوں اور مجھے زندگی میں کیا مقام ملنے والا تھا، یہ بھی صاف نظر آ رہا تھا۔ پلیز آپ اس مسئلے کو خود پہ طاری نہ کریں۔ مجھے آپ اس روز کہہ رہے تھے کہ کبھی ان لوگوں کی باتوں پر دھیان مت دینا اور اب خود......"

کومل نے بہت نرمی سے اپنی باتیں اس کے ذہن و دل میں اتاری تھیں۔ شافند کو بھی اپنے اعصاب پر سے بوجھ اُٹھتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ اسے آج یقین آ رہا تھا کہ اچھا شریک سفر بھی نعمت ہوتا ہے اور کومل تو درحقیقت نعمت خاص بن کر اسے ملی تھی جو اس کی ہر تشنگی کو سیراب کرتی جا رہی تھی، ہر کمی کو پورا کرتی جا رہی تھی۔ اسے کب امید تھی کہ وہ ایک بار ڈگمگا کر گرنے کے بعد سنبھل کر نہ اٹھے گا، بلکہ نئی امیدوں، امنگوں کے ساتھ سبک روی سے جانبِ منزل رواں ہو جائے گا۔ کومل کی باتوں سے ہلکا پھلکا ہو کر وہ بھرپور انداز میں مسکرایا۔

"ملی! کبھی کبھی میں سوچتا ہوں، میں نے زندگی میں ایسا تو کوئی اچھا عمل نہیں کیا تھا، جس کے انعام میں مجھے تمہاری رفاقت نصیب ہوئی ہے۔ میں نے تو...... میں نے تو شاید کبھی اسے دل سے یاد بھی نہیں کیا ہو گا، جو ہم سب کو نوازتا ہے اور دیتا چلا جاتا ہے۔ مجھے اکثر خود سے شرمندگی ہوتی ہے کہ مجھ سے تو کبھی ایک سجدۂ شکر بھی ادا نہیں ہو سکا، پھر بھی اس نے تمہیں میرے اور مون کے لئے ذریعہ سکون بنا کر بھیجا ہے اور......"

اچانک ہی شافند کے اندر اور طرح کا اضطراب پھیلا تھا۔ عجیب سی شرمندگی اس کی آواز کی کپکپاہٹ میں عیاں تھی۔ کومل نے ایک بار پھر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر تسلی دینا چاہی۔

"شافند اس کی شان ہی دینا اور نوازنا ہے۔ وہ بلا تفریق عطا کرتا ہے۔ اسے ہمارے شکریوں اور سجدوں کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ سجدے شکرانے تو ہماری تسکین و راحت کا باعث ہیں۔ ہم اس اظہارِ شکر سے اپنے لئے مزید اس کی رحمتیں سمیٹتے ہیں۔ آپ کو احساس ہوا ہے تو اب اس کا شکر ادا کیجئے۔ اب اسے دل سے یاد کیجئے۔ زندگی میں جس کی بدولت ہمیں سب کچھ ملتا رہتا ہے، اس کے ساتھ بھی کچھ وقت گزارنا ہمارا فرض بنتا ہے۔" کومل کی مستحکم آواز کا سحر اس کے دل کی کیفیت بدل گیا تھا۔ وہ ہولے ہولے سر ہلانے لگا اور پھر ان دونوں کی زندگی بظاہر معمول پر آ گئی تھی۔

صوفیہ منصور کی بدگمانیاں اگرچہ ختم نہ ہوئی تھیں، پھر بھی کومل نے بار بار جا کر انہیں اپنے حوالے سے اعتماد و احترام دینے کی بھرپور کوشش کی تھی۔ شافند نے بھی مما سے اپنی مجبوریاں کہہ سن کر ان سے معافی مانگ کر ان کا دل صاف کرنے کی کوشش کی تھی۔ صوفیہ منصور ابھی بظاہر خود کو ان کی طرف سے ناراض ظاہر نہ کرتی تھیں لیکن یہ بات کوئی بھی واضح طور پر محسوس کر سکتا تھا کہ کومل کے لئے ان کے رویوں میں پہلی سی گرم جوشی اور والہانہ پن مفقود ہو چکا تھا، بلکہ اب اکثر وہ کومل کو اس کے کسی نہ کسی عمل پر ٹوکتی رہتی ہیں۔ اس کے باوجود بھی کومل انہیں خوش

کرنے کی حتیٰ الامکان کوششیں کیا کرتی تھی۔ ہر ویک اینڈ پر وہ منصور ہاؤس میں رہنے کے لئے آتی تھی اور یہاں آ کر بھی وہ اپنے سابقہ طرزِ عمل کی تقلید میں کچھ ذمے داریاں نبھانے کا کام بھی جاری رکھے ہوئے تھی۔

اس کے علاوہ اپنے گھر کا نظام بھی وہ بخیر و خوبی شافند کی منشا کے مطابق سرانجام دے رہی تھی۔ شافند نے رفتہ رفتہ غیر محسوس انداز میں اس میں اعتماد لانے کے لئے کئی ذمے داریاں ڈال دی تھیں۔ وہ شافند کی خواہش کے مطابق ڈرائیونگ تو سیکھ ہی چکی تھی، اب وہ اسے اپنے بزنس سے متعلقہ شعبوں کی طرف بھی راغب کرنے میں کامیاب ہو رہا تھا۔ اپنی تھکن اور کام کی زیادتی کا بار بار تذکرہ کر کے اس نے کومل کو ڈریس ڈیزائننگ کے شارٹ کورسز کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ شافند چاہتا تھا، کومل اس کے ہم قدم رہے اور ساتھ ساتھ چلے اور کومل اس کی ہر توقع پر پورا اتر رہی تھی۔ نہ صرف اس کے گھر اور بیٹے کو سجا اور سنوار رہی تھی بلکہ حقیقی معنوں میں اس کے لئے بھی باعثِ راحت و تسکین تھی۔

کومل کو شادی کے پہلے سال کے گزرنے کا احساس ہی نہیں ہوا تھا۔ اسے اپنا کل، اپنا ماضی جیسے بالکل بھول چکا تھا۔ زندگی کے نئے سفر میں ہم سفر بننے والے ساتھیوں کے ہمراہ چلتے ہوئے وہ پرانے رشتے فراموش کئے ہوئے تھی اور یہی حال شافند منصور کا بھی تھا۔ اپنی ایک جذباتی غلطی کے بعد زندگی نے اسے جو رنگ دکھایا تھا، اس کے بعد اسے زندگی کے ہر رنگ، ہر رشتے سے امید، وفا اور پائیداری کی آس ختم ہو گئی تھی۔ لیکن کومل کو اپنے بیٹے کے لئے مجبوراً اپنانے کے بعد اسے احساس ہوا تھا کہ رشتوں کا اعتماد بحال بھی ہو سکتا ہے۔ کوشش کی جائے تو زندگی کا ہر پھیکا رنگ گہرا بھی ہو سکتا ہے۔ بس آپ کی لگن اور محنت کی ضرورت ہے۔ اس کی لگن، اس کا خلوص، اس کی چاہت و وفا آخر رنگ لا رہی تھی۔ ان دونوں کے شکوے زندگی سے ختم ہوئے جا رہے تھے۔

"آج کل آپ کچھ زیادہ لیٹ نہیں ہو رہے ہیں؟" کئی دنوں سے شافند کے دیر سے گھر آنے کا نوٹس لینے کے بعد بالآخر کومل نے آج پوچھ ہی لیا تھا۔ رات کے گیارہ بجے تھے جب وہ گھر میں داخل ہوا تھا۔

"کیا بات ہے، ڈر لگتا ہے میرے بغیر؟ ملازم تو موجود ہوتے ہیں گھر پر۔" شافند نے ٹی وی لاؤنج میں اس کے برابر بیٹھتے ہوئے مسکرا کر اس کی جانب دیکھا۔ کومل خاصی سنجیدہ سی دکھائی دے رہی تھی۔

"ڈر نہیں لگتا، مجھے آپ کی طرف سے پریشانی رہتی ہے۔ اور بات سنیں، ملازم آپ کا نعم البدل ہو سکتے ہیں؟" وہ اٹھ کر اس کے سامنے کھڑی ہوئی اور خاصی ناراضگی سے جواب دیا۔

"سوری یار! میری بات کا یہ مطلب نہیں تھا۔ اچھا، تم جا کہاں رہی ہو؟ ادھر بیٹھو میرے پاس۔" شافند نے ہاتھ پکڑ کر دوبارہ اسے اپنے قریب بٹھایا۔

"کھانا گرم کرتی ہوں جا کر۔ کھانا نہیں کھائیں گے؟"

"ابھی نہیں۔"

"میں آپ کا انتظار کر رہی تھی۔ کئی دنوں سے آپ دوپہر کو بھی غائب ہیں۔ آفس میں بھی آپ اس وقت نہیں ہوتے۔ کہاں ہوتے ہیں آج کل آپ؟"

کومل کی سنجیدگی پر وہ دلکشی سے مسکرایا۔

"افوہ! آج کل میری انکوائری چل رہی ہیں۔ بائی گاڈ، ضروری کام سے ہی جاتا ہوں۔ ڈونٹ وری سویٹ ہارٹ! تم سے میری کمٹ منٹ لائف ٹائم ہے۔ تمہارے علاوہ تو میں کسی کو دیکھتا بھی نہیں ہوں، ریئلی۔" شافند نے بھرپور شرافت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے چھیڑا تو بھی اس کا تاثر نہیں بدلا۔

"کیا ضروری کام ہے، جو مجھ سے خفیہ رکھا جا رہا ہے اور جس کے لئے آپ مون کو بھی اگنور کر رہے ہیں؟ آپ کو اندازہ ہے، وہ آپ کو کتنا مس کرتا ہے آج کل؟ اس کی سوئی پاپا پر اٹکی ہوئی تھی۔ شام کو سو کر اٹھا تھا تو پاپا کی یاد بھی ساتھ ہی اٹھی تھی۔" مون کا ذکر کرتے ہوئے خود بخود ممتا کا بھرپور احساس اس کے چہرے پر جاگا تھا۔ شافند نے اس کے چہرے پر جو سچائی دیکھی تھی، وہ اسے مزید مطمئن کر گئی تھی۔

"سوری اگین یار! بس کچھ دنوں کی بات ہے۔ آئی ہوپ، روٹین سیٹ ہو جائے گی۔ تم نے جا کر دیکھا ہے نا کہ میرا اور کرز کے سر پر موجود ہونا کتنا ضروری ہے۔ اور سنو، میں تم سے کچھ بھی خفیہ نہیں رکھ رہا۔ سب کچھ تمہارے سامنے ہوگا۔ او کے، لیو اِٹ۔ تم اس وقت تیار ہو سکتی ہو؟ ڈنر کے لئے باہر چلتے ہیں۔" شافند نے اس کا ہاتھ تھام کر بہت نرمی اور محبت سے سمجھاتے ہوئے پوچھا۔

"اس وقت؟ آپ تھکے ہوئے آئے ہیں، گھر پر آپ کی پسند کا کھانا تیار ہے نا۔"

"گھر والا کھانا فریج میں رکھ دو، پھر کھا لوں گا۔ ابھی دس منٹ میں ریڈی ہو کر آؤ۔"

"شافند! کیا آج ضروری ہے؟ کل چلے جائیں گے۔"

"میرا ابھی دل چاہ رہا ہے۔ کل کس نے دیکھی ہے؟ کل کیا خبر ہو نہ ہو۔" شافند نے اس بار بھی مسکرا کر دیکھا۔

"اچھا پلیز! ایسی باتیں مت کریں، میں جا رہی ہوں۔" وہ اسے سہم کر ٹوک کر کمرے کی طرف بڑھی۔ وہ بھی اٹھ کر اس کے پیچھے آیا۔

"میرا حلیہ ایسا برا تو نہیں ہے، ایسے ہی چلوں؟" وہ اپنی وارڈروب کے سامنے کھڑی پلٹ کر پوچھنے لگی۔

"جی نہیں، آپ کا حلیہ خاصا برا ہے۔" شافند نے اس کے سراپے کو تنقیدی نظروں سے دیکھا۔ وہ اس وقت نیلے ہرے شفون کے پرنٹیڈ سوٹ میں ملبوس تھی۔ پھر اسے پیچھے ہٹا کر اس

کے لئے گہرے میرون کمبینیشن کی سلکی بنارسی ساڑھی نکال کر اس کی طرف بڑھائی۔ یہ ساڑھی چند دن پہلے ہی وہ اس کے لئے لے کر آیا تھا۔

"تم یہ پہنو، میں مون کو اٹھاتا ہوں۔" کومل ساڑھی تھامے قدرے حیران سی تھی۔ پہلی بار شافند اس طرح زبردستی کر رہا تھا۔

"ہمیں ڈنر کے لئے جانا ہے یا کسی میرج فنکشن میں؟"

"جو بھی سمجھو، مگر تمہیں یہی پہننی ہے۔ ہری اپ۔ اب ٹائم ویسٹ نہیں کرو۔ جاؤ بھی۔" شافند نے مون کو بیڈ سے اٹھا کر بانہوں میں سمیٹتے ہوئے اسے تنبیہ کی۔

"میں پہلے مون کو تو چینج کر دوں۔" وہ ہاتھ میں پکڑی ساڑھی کا ہینگر بیڈ پر ایک طرف رکھ کر مون کو لینے کے لئے اس کے قریب آئی۔ "آج تو ٹھیک ہے، مگر آئندہ اتنا لیٹ نائٹ کوئی پروگرام نہیں بنے گا۔ آپ کو معلوم ہے نا کہ مون اپنی نیند خراب ہونے پر پھر ساری رات ڈسٹرب رہتا ہے۔" مون کو دوبارہ بیڈ پر لٹا کر وہ اس کے کپڑے وغیرہ نکالتے ہوئے بولی تو شافند اپنی مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے تائیدی انداز میں سر ہلائے گیا۔

"او کے، تم ماں بیٹا تیار ہو کر باہر آ جاؤ۔ میں لان میں بیٹھا ہوں۔ مجھے ایک سگریٹ پینی ہے۔" شافند کا انداز آج اس کے لئے کچھ پُراسرار سا ہو رہا تھا۔ اس کی مسکراہٹ معنی خیز تھی اور محبت و اپنائیت کا یہ زبردستی والا انداز بھی آج نیا سا تھا۔ کومل مون کو چینج کر کے اور خود تیار ہوتے ہوئے مسلسل انہی سوچوں میں تھی۔

"اوہ...... یا اللہ! یہ سب......؟" کومل کو اپنی بصارت پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ اس کے سامنے جو منظر تھا، اس نے اسے جیسے حیران و گنگ کر دیا تھا۔ اس کے اٹھتے قدم زمین کے ساتھ جکڑے گئے تھے۔ اس کو تو یہ بھی ہوش نہیں تھا کہ مون اس کی گود سے اُتر کر بے اختیار لپک کر بھاگا ہے۔ بھاگتے ہوئے وہ گھاس کے دبیز فرش پر گرا بھی تھا اور پھر وہ اٹھ کر اسی طرف لپکا تھا، جہاں شافند صرف آنکھوں اور چہرے پر ہی نہیں، اردگرد بھی محبتوں کے دیے روشن کئے ہوئے استقبالیہ انداز میں اپنی بانہوں کو وا کئے اس کی آمد کا منتظر تھا اور کومل ہنوز یقین و خیال کے درمیان تھی۔ اسے سامنے کا منظر وہم و گماں تصور ہو رہا تھا۔ وہ نیند میں نہیں تھی لیکن لگتا تھا وہ کوئی سہانا خواب دیکھ رہی ہے۔ روشن و تابندہ، محبتوں کے گلابوں سے مہکتا ہوا۔ زندگی کی یہ خوب صورت تصویر اسے اپنے قریب آنے کی دعوت دے رہی تھی مگر وہ کشمکش میں تھی کہ قدم اٹھائے یا نہیں۔ اسے اس طلسم کے ٹوٹنے کا اندیشہ بھی ہوا تھا۔

"ملی سویٹ ہارٹ! کم آن۔ صرف پندرہ سیکنڈ رہ گئے ہیں۔"

شافند کی گرم جوش محبت سے لبریز آواز نے اسے خوب صورت حقیقت کا احساس دلا ہی دیا تھا۔ وہ اپنی حیرت کی زنجیروں کو اپنے پیروں سے چھڑاتے ہوئے قدم بہ قدم آگے بڑھ رہی تھی۔

"کانگریچولیشن....... ہیپی اینورسری سویٹ ہارٹ! آئی ہوپ ہماری زندگی کا باقی سفر بھی اسی طرح محبتوں کے ساتھ گزرے گا۔"

وہ ہنوز حیرت کا مجسمہ بنی شافند کی گرم جوش محبت کے گھیرے میں کھڑی اسے تک رہی تھی۔ آنکھوں میں جھلملاہٹیں تیر رہی تھیں اور لب کچھ بھی نہ کہہ سکنے کے عذر میں کپکپا رہے تھے۔ کیا اس نے کبھی سوچا تھا، ہر قدم پر اسے اپنی محبت کا مان اور رفاقتوں کا دل نشین احساس بخشتا ہوا آگے بڑھے گا۔ اُسے زندگی کے سفر میں اس قدر آسانیوں کی توقع و امید کب تھی؟

"یار! اِٹس ناٹ ڈریم....... اپنی حیرت سے نکلو اور آؤ کیک کاٹو۔ ریئلی اب مجھے بھوک لگ رہی ہے۔"

وہ شافند کے ساتھ لب بستہ کھنچی کھنچی سی آگے بڑھ رہی تھی۔

"آئی نو، تمہارے لئے یہ سرپرائزنگ ہے۔ تم اس سب کی توقع کل کے دن پر رکھتی ہو گی، ہے نا؟" شافند اسے حیرت سے نکالنے کے لئے وضاحت کرنے لگا۔

"تو دیکھو، بارہ بجے سے وہ دن اور ڈیٹ تو شروع ہو گئی ہے۔" اُس کی وضاحت پر وہ اپنے یقین کے استحکام پر مسکرائی تھی۔ اُسے یقین تھا اُس کی وفا، محبت، خلوص کبھی رائیگاں نہیں جائیں گے۔ ایک نظر شافند کو دیکھ کر اب اس نے تالیاں بجاتے بے تحاشہ خوش ہوتے اور "ماما! ہیپی برتھ ڈے" کی تکرار کرتے مون کو دیکھا، جو جلتی ہوئی شمعوں کو دیکھ کر خوش ہو رہا تھا۔

"مون! کم آن۔" کومل نے بے اختیار ہی اسے پکارا اور گھاس کے فرش پر دو زانو ہو کر اس کے لئے اپنی بانہیں پھیلائیں۔ وہ فوراً ہی اس کے گلے سے آلگا۔

"ماما! کیک....... ہیپی برتھ ڈے۔" مون کی تکرار بھی جاری تھی۔ جب کہ شافند اس کی پشت پر کھڑا محبت سے تک رہا تھا۔

"ملی! بیٹے سے بعد میں محبت جتانا، پہلے اس کے باپ کا خیال کرو اور غریب کیٹرنگ سروسز بوائز کا بھی۔ اتنے شارٹ ٹائم میں ارینج منٹ کرنا ان ہی کا کام تھا۔"

کومل نے مون کو اٹھا کر اٹھتے ہوئے اپنے اطراف میں نظریں دوڑائیں۔ لان کے مختصر قطعے کو خوب صورت اسٹیل راڈز فریم کے ساتھ تین اطراف سے گھیر کر باقی لان سے الگ کر کے سجایا گیا تھا۔

اسٹیل راڈز فریم میں خوب صورت پینٹنگز لگی تھیں اور اردگرد تازہ پھولوں سے سجاوٹ کی گئی تھی۔ قطعے کے درمیان میں میز پر سفید ریشمی میز پوش گلاب کی ادھ کھلی کلیاں اسکاچ ٹیپ کے ساتھ آویزاں کی گئی تھیں۔ میز کے اوپر چاروں کونوں پر خوب صورت شمع دانوں میں جھلملاتی شمعیں خوب صورت و دل فریب سماں باندھے ہوئے تھیں۔ میز کے درمیان میں دل کی شکل کا فریش پائن ایپل کیک اپنی جانب متوجہ کر رہا تھا۔ کومل کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب گزشتہ ایک گھنٹے میں ارینج کیا گیا تھا۔ حالانکہ ایسا ہی تھا۔

"اسی وجہ سے آپ اتنے دنوں سے مصروف تھے؟" کومل بہت دیر بعد بولنے کے قابل ہوئی تھی۔

"نو....... ریئلی، یہ تو آج ہی کی پلاننگ تھی۔ ڈونٹ وری سویٹی! گزشتہ دنوں کی مصروفیات کا حساب کتاب بھی آج ہی مل جائے گا، مگر پہلے پلیز!" شافند نے زبردستی اس کے ہاتھ میں چھری تھما کر اس کا ہاتھ تھاما۔ مون بھی ان کے قریب کرسی پر بیٹھا ہوا تالیاں بجا رہا تھا۔ کیک کو مشترکہ طور پر کاٹتے ہوئے کومل کو ایک دم صوفیہ منصور کی ناراضگی کا خیال آیا۔ نہ جانے شافند کی اس سرپرائزنگ سلیبریشن کو وہ کس انداز میں لیتیں اور کومل پر کیا کیا الزام لگاتیں۔ کومل کو ایک دم جھرجھری آئی تو شافند کا ہاتھ اس کے منہ سے چند انچ پہلے رک گیا۔

"کیا ہوا؟....... ابھی تک سرپرائزڈ ہو؟"

کومل نے نفی میں سر ہلا کر اس کے ہاتھ سے کیک کھایا پھر باقی ٹکڑا لے کر پہلے مون کو اور پھر شافند کو کھلایا تو وہ مصنوعی خفگی سے بولا۔

"اِٹس ناٹ فیئر۔ آج پہلا حق میرا تھا۔"

"جی نہیں۔ میری زندگی میں میری ذات پر پہلا حق ہمیشہ مون کا رہے گا، پھر کسی اور کا۔ اچھا اب یہ بتائیں، اتنی زبردست سرپرائزنگ سلیبریشن میں کھانے کا انتظام بھی ہے یا میں جا کر انتظام کروں؟" مون کو اٹھا کر اپنی گود میں بٹھاتے ہوئے اسی کرسی پر بیٹھ کر اس نے مسکراتے ہوئے شافند کو دیکھا۔

"ہے نا یار!....... میں نے آج صبح سے کچھ نہیں کھایا ہے۔" ٹشو سے ہاتھ پر لگی کریم صاف کرتے ہوئے اس نے دور کھڑے مخصوص یونیفارم میں ملبوس لڑکوں کو اشارہ کیا۔ اگلے ہی پل مستعدی و مہارت کا مظاہرہ ہو رہا تھا۔ اگلے دس منٹ میں ان کے سامنے گرم بھاپ اُڑاتا کھانا سرو ہو چکا تھا۔



"امیزنگ....... ریئلی ویری امیزنگ۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ مجھے زندگی میں اتنی محبت و چاہت ملے گی۔ میں اتنی خوشیاں سنبھالنے کے قابل نہیں ہوں شافند! پلیز مجھے اتنا، اتنا سب کچھ ایک ساتھ مت دیں۔ مجھے ڈر لگنے لگتا ہے۔"

کھانے سے فارغ ہو کر شافند نے اسے ڈائمنڈ کا نیکلس سیٹ تحفے میں دیا تھا، جس پر وہ آبدیدہ ہو کر اس سے التجا گزار ہو رہی تھی۔ اپنے احساسات و جذبات کا صحیح اظہار اس سے ہو نہیں پا رہا تھا۔

"ملی! تم ایسے کیوں سوچتی ہو؟ ابھی تو ہماری زندگی کی ابتدا ہے اور تمہیں نہیں معلوم کہ میں نے تمہیں کیا کیا دینے کا سوچ رکھا ہے۔ میرا دل تو چاہتا ہے کہ میں تمہیں ہر وہ خوشی، ہر وہ سکھ دوں، جو تمہیں کبھی نہیں ملے۔ اِن شاء اللہ تمہیں وہ سب ضرور دوں گا جو میں نے سوچا ہے۔"

ابھی تمہارے لئے ایک سرپرائز اور ہے۔"

اُس کی سرمگیں آنکھوں کی گھنی پلکوں پر ٹھہرے شبنمی قطروں کو اپنی انگلیوں کے پوروں پر سمیٹتے ہوئے شافند نے اسے احساسِ گراں بار سے نکالا۔ وہ استعجابیہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"ہم......یعنی میں، تم اور ہمارا بیٹا تین دن کے لئے شہر سے باہر تفریح کے لئے جا رہے ہیں۔ میرا یہ سارا وقت صرف تم دونوں کے لئے ہوگا۔" شافند نے اسے مزید حیران کر دیا تھا۔

"شافند...... یہ سب...... اس سب کی ضرورت کیا ہے؟ ابھی تو اتنا خرچ کیا ہے آپ نے اور پھر......" کومل کا وہی انداز اپنے احساسات و جذبات کو صحیح طرح بیان نہ کر سکتا۔

"شش......اس معاملے میں کچھ مت کہو۔ شادی کے بعد سے اب تک میں تمہیں اتنا وقت نہیں دے سکا، جتنا مجھے دینا چاہئے تھا۔ پہلے گھر کی تعمیر اور پھر بزنس سیٹ کرنے میں لگا رہا۔ اب مجھے کچھ فرصت نصیب ہوئی ہے تو پلیز اس سے فائدہ اٹھانے دو۔ پھر مجھے اس سے زیادہ مصروف ہو جانا ہے، بلکہ تمہیں بھی۔" شافند نے اس کے بولنے کی گنجائش نہیں چھوڑی تھی۔



"تمہارے بہت پَر نکل آئے ہیں۔ میاں کو لے کر اب اُڑنے لگی ہو۔ اپنی اوقات مت بھولو، ورنہ۔"

صوفیہ منصور نے اسے دیکھتے ہی جس طرح اس کا استقبال کیا تھا، اس پر کومل کو دھچکا لگنا ضروری تھا۔ چار دن بعد زندگی کی خوب صورت ترین یادوں کو سمیٹ کر وہ واپس منصور ہاؤس کے لئے تحائف لے کر آئی تھی۔ پہلا سامنا ہی اس کا صوفیہ منصور سے ہوا تھا۔ شافند کو آفس ٹائم ختم ہونے پر آنا تھا اور وہ مون کے ساتھ اپنی گاڑی ڈرائیو کر کے خود چلی آئی تھی۔

"دادو! ہم ایروپلین میں بیٹھ کر گئے تھے، بہت دُور۔" مون اپنی عمر سے پہلے کافی بولنے لگا تھا۔ اپنی خوشی کا اظہار وہ دادی سے بھی کر رہا تھا۔

"مون کے بچے! خود تو بہت دور چلے گئے تھے اور ہمیں یہاں سوکھنے کو چھوڑ دیا تھا۔" ثانیہ بھی فوراً چلی آئی تھی۔ آتے ہی اس نے مون کو اپنی بانہوں میں لے کر اسے قابو کرنے کی کوشش کی۔

"یہ تمہاری چہیتی بھابی کی کارستانیاں ہیں۔ اپنے ان حربوں سے یہ سمجھتی ہے کہ یہ ہم سے شافند اور مون کو دور کر دے گی تو یہ اس کی بھول ہے۔ خون آخر خون کی طرف کھنچتا ہے۔" صوفیہ منصور نے کومل کی خاموشی پر مزید بھڑاس نکالی۔ کومل اپنی صفائی میں بولنے کی کوشش کرنے لگی۔

"مما!...... آپ میرا یقین کریں، مجھے کسی پروگرام کا علم نہیں تھا۔ انہوں نے ایک دو گھنٹے پہلے مجھے بتایا تھا اور......"

"بس بہو رانی! اب وضاحتیں دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ بیٹا تو وہ میرا ہی ہے، جو اپنی پسند کردہ عوت کو نہ جانے کیوں چھوڑ آیا۔ تم تو پھر...... چار دن کی چاندنی۔" صوفیہ اسے نہ جانے کیا باور کرانا چاہتی تھیں۔ کومل نے سہم کر ان کی طرف دیکھا۔ ایک نیا اندیشہ، کوئی نئی کسک وہ اسے دے رہی تھیں۔ ثانیہ، مون کو گدگدا کر اسے ہنسا رہی تھی اور خود بھی ہنس رہی تھی۔ شاید اس کا پورا دھیان اس طرف نہیں تھا۔ اپنی دھن میں وہ بھی اپنی خفگی کا اظہار کر رہی تھی۔

"پتہ ہے بھابی! ہفتے کو ہم نے یہاں فیملی گیدرنگ رکھی تھی۔ ہم آپ کو سرپرائز دینا چاہتے تھے۔ چچا جان کی فیملی بھی آئی تھی۔ رئیلی ہم نے آپ لوگوں کو بہت مس کیا تھا۔ مما کو اسی لئے غصہ ہے کہ سب ہی آنٹیز باتیں کر رہی تھیں۔ آپ لوگوں نے اپنے پروگرام کا ہمیں نہیں بتایا۔ ہم کچھ دن بعد سلیبریشن رکھ لیتے۔" ثانیہ اب اس کے قریب آ بیٹھی۔

"رئیلی ثانی! مجھے شافند کے پلان کا بالکل بھی پتہ نہیں تھا۔ سوری مما!...... آئندہ میری طرف سے ایسی غلطی نہیں ہوگی۔" کومل کو صوفیہ منصور کو آخر منانا ہی تھا۔

"آئندہ ہمیں بھی کیا ضرورت ہے کہ ہم تم لوگوں کی خوشیوں کا خیال رکھیں، لوگوں کو اکٹھا کریں، دعوتیں پکائیں۔ تمہیں اپنی خوشیاں مبارک۔"

"مما! ہماری خوشیاں تو آپ کے ساتھ، آپ کی وجہ سے ہیں۔ انہیں اپنے بزنس کے سلسلے میں بھی شہر سے باہر جانا تھا، اس لئے اچانک انہوں نے مجھے اور مون کو ساتھ لے جانے کا ارادہ کر لیا، ورنہ ایسا کبھی ہو سکتا تھا کہ ہم مل کر نہ جاتے؟" کومل کو مصلحتاً جھوٹ بولنا ہی پڑا۔

"پلیز آپ مجھ سے تو ناراض مت ہوں۔ مجھے آپ کے بیٹے کو بھی تو خوش رکھنا ہے۔ اور یہ آپ ہی کی تو نصیحت ہے کہ میں انہیں ہمیشہ خوش رکھوں۔"

کچھ عرصہ یہاں رہنے کے بعد اسے اس ماحول میں رچنے بسنے کا ہنر تو آ ہی گیا تھا۔ ہمیشہ کے لئے نہ سہی، وقتی طور پر تو وہ صوفیہ منصور کی خوشنودی حاصل کر سکتی تھی۔

"تم لوگوں کی غیر ذمے داری پر مجھے دکھ تو ہوتا ہے۔ ثانی! جاؤ، چائے کے لئے کہو۔ کبھی خود پر بھی کچھ خیال کر لیا کرو۔"

"میں کہہ دیتی ہوں مما!" کومل ان کے موڈ کی وجہ سے فوراً ہی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اماں جان بھی ہیں اپنے کمرے میں۔ نہ جانے رشید نے انہیں چائے پہنچائی ہے یا نہیں۔" صوفیہ منصور کے لہجے میں ناراضگی کی سرد مہری ہنوز قائم تھی۔

"اماں جان کب سے آئی ہیں؟" اماں جان کا سنتے ہی کومل جیسے کھل اٹھی۔

"اسی دن آئی تھیں، چچا جان کے ساتھ۔ آج عینی آئیں گی تو لے جائیں گی انہیں۔" ثانیہ نے اپنے سامنے تحائف کے بڑے سے شاپر کو رکھتے ہوئے اطلاع دی۔

"اچھا! پھر میں ان سے مل کر آتی ہوں۔ مما! آپ کے لئے چائے......"

"میرے کمرے میں بھجوا دو۔ تم تو اب اماں کے پاس بیٹھو گی جا کر، شانی آئے گا یا نہیں؟" وہ بھی اسی تاثر کے ساتھ اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔

"ڈنر سے پہلے آئیں گے۔"

"ولایت سے کہہ دو، ڈنر کے لئے مزید جو کچھ بھی بنوانا ہو۔ ڈنر پر تیمور کی فیملی بھی ہو گی۔" وہ جاتے ہوئے اس پر ذمے داری ڈال گئیں۔ "ثانی! تم سب کے گفٹس دے دینا۔

اماں جان کا گفٹ مجھے دے دو۔"

"کہاں کہاں گئے تھے آپ لوگ؟" ثانیہ نے اسے گفٹ پکڑا کر پوچھا۔

"کاغان، کالام اور ایک دو جگہ پر۔"

"بہت مزا آیا ہو گا نا۔ کیا تھا اگر بھائی جان ہمیں بھی لے جاتے۔"

"نیکسٹ ٹائم ضرور لے کر جائیں گے۔ ورنہ میں تو جاؤں گی نہیں۔ مون! آؤ، اماں جان سے ملو چل کر۔" کومل اس موضوع پر بات کرنے سے کترا رہی تھی، اسی لئے فوراً مون کا ہاتھ تھام کر وہاں سے نکل آئی۔

"السلام علیکم اماں جان!" اماں جان عصر کی نماز سے فراغت پا کر آنکھیں موندے تسبیح کے دانوں پر کلمہ طیبہ کا ورد کر رہی تھیں۔ کومل کی آواز پر انہوں نے فوراً آنکھیں کھول کر اپنا عمل موقوف کرتے ہوئے نہایت محبت و چاہت سے اس کی جانب دیکھا۔

"وعلیکم السلام! جیتی رہو، آباد رہو۔ کب آئیں؟" اپنے سامنے جھکے کومل کے سر پر پیار سے بوسہ دیا۔ کومل ان کے پاس ہی ان کے نماز کے تخت پر بیٹھ گئی۔

"بس کچھ دیر پہلے۔ آپ کیسی ہیں؟ بہت عرصے بعد آپ یہاں آئی ہیں۔ آپ کی صحت تو اچھی ہے نا؟"

"اللہ کا کرم و فضل ہے۔ ارے یہ ننھا فرشتہ کہاں چھپ رہا ہے؟" اماں جان نے سرخوشی کے عالم میں کومل کے پہلو سے لگے، دوپٹے میں خود کو چھپاتے مون کو اپنی جانب کھینچا۔

"مون بیٹا! بڑی اماں جان کو سلام نہیں کیا تم نے؟" کومل نے محبت بھری تنبیہ کی۔

"سلام اکیم بڑی جان!" (السلام علیکم بڑی جان)

بہت سے لفظ اس کی زبان پر ابھی رواں نہیں تھے۔

"ماشاء اللہ، ماشاء اللہ! یہ چاند تو بولنے بھی لگ گیا ہے۔ وعلیکم السلام! جیتے رہو بچے!" اماں جان کے پُرنور چہرے کی خوشی مزید بڑھ گئی۔ انہوں نے چٹا چٹ اس کے گال چومے، جس پر وہ کچھ مچلنے لگا۔

"اماں جان! بہت باتیں کرتا ہے، یہ طوطا۔ اب تو سوال پر سوال کرتا ہے۔ یہ کون ہے، وہ کیا ہے، ہم کس کے گھر جا رہے ہیں۔ کبھی کبھی تو میرے پاس اس کی باتوں کا جواب ہی نہیں ہوتا اور شافند تو اکثر زچ ہو جاتے ہیں اس کے سوالوں سے۔"

"ذہین بچہ ہے، اپنے چچا پر گیا ہے۔ وہ بھی ایسا ہی تھا۔ میں تمہارے چاند کو دیکھتی ہوں تو مجھے اپنا اسفند یاد آ جاتا ہے۔" اماں جان نے ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے اظہار کیا۔ اسفند کے معاملے میں کومل کے پاس کوئی بات ہی نہیں تھی۔ وہ نام کی حد تک اسے جانتی تھی کہ اس کا کوئی دیور ہے جو ڈاکٹری پڑھنے باہر گیا ہے۔ زیادہ تفصیل وہ نہیں جانتی تھی، نہ ہی شافند یا کسی اور نے اس کے بارے میں اسے کچھ بتایا تھا۔

"اماں جان! آپ ہمارے پاس مستقل کیوں نہیں رہتیں؟ آپ آج میرے ساتھ چلیں ہمارے گھر۔"

"ضرور رہوں گی بچی! مگر آج نہیں۔ عینی سے آج کا وعدہ ہے۔ اگر آج اس کے ساتھ نہ گئی تو وہ ناراض ہو گی۔ اور تم جانو، میں اپنی اس بچی اور سنی کی کوئی بات نہیں ٹال سکتی۔ یہاں بھی سنی کی قسم پوری کرنے کی خاطر آئی ہوں۔ ورنہ یہاں میری کسی کو کیا پروا اور کیا ضرورت؟ بہو بیٹے کو میرے پاس بیٹھنے کی فرصت ہوتی ہے اور نہ ہی پوتیوں کو مجھ سے اُنس و لگاؤ ہے۔ پھر بتاؤ، میں وہاں نہ رہوں، جہاں مجھ سے محبت و لگاؤ کا اظہار ہوتا ہے۔" اماں جان نے پہلی بار اپنے دل کی بات اس پر عیاں کی تھی، ورنہ شکوہ کرنا ان کی عادت نہ تھی۔

"اماں جانی! میں تو اپنے گھر میں آپ کو چلنے کے لئے کہہ رہی ہوں۔ میرے لئے تو آپ قابلِ احترام ہی نہیں، باعثِ رحمت ہیں۔ مجھے آپ سے بہت کچھ سیکھنا ہے۔ پلیز، اپنی تھوڑی سی محبت میرے لئے بلکہ ہمارے لئے بھی وقف کر دیں۔ اماں جان! مجھے آپ کی ضرورت ہے۔" کومل کی آواز میں نمی اتر آئی۔ صوفیہ منصور کے رویئے کا کرب ابھی اس کے ذہن و دل پر تازہ تھا۔ ان کے ہاتھ کو تھامے وہ بہت محبت سے کہہ رہی تھی۔

"بچی! یہ تمہاری محبت ہے، جو تمہیں میری دعاؤں کی ضرورت محسوس ہوئی۔ ان شاء اللہ آؤں گی، رہوں گی آ کر تمہارے پاس بھی۔ تم بتاؤ، اپنے گھر جا کر خوش ہو نا؟ صوفیہ کی باتوں کا اثر مت لیا کرو۔ عادت ہے اسے اپنی منوانے کی۔ تم بس اپنے میاں کی مانو۔ میاں خوش تو جگ خوش۔"

اماں جان بن کہے اس کا کرب سمجھ کر اسے تسلی دے رہی تھیں۔ پھر ملازمہ ان کے لئے چائے لے آئی تو کومل ان کے ساتھ دوسری باتوں میں لگ کر ان کے لئے چائے بھی بنانے لگی۔



"بھابی! میں بھی آپ کے ساتھ چل رہی ہوں۔" ڈنر کے بعد تیمور چچا کی فیملی کے رخصت ہوتے ہی وہ لوگ بھی پورچ میں کھڑے رخصت ہو رہے تھے۔ مما نے شافند کی بھی کلاس لی تھی، اس لئے وہ معمول کی نسبت چپ چپ تھا۔ اپنی ذاتی زندگی میں اسے اپنی مما کی مداخلت کچھ زیادہ پسند نہیں آ رہی تھی۔ بہت عرصے تک ان کے زیرِ اثر رہنے کے بعد وہ باہر جا کر ان کے "اثر" سے نکلا تھا، اس لئے پھر ان کے قابضانہ اثر کو قبول کرتے ہوئے کچھ کچھ باغی ہوا جا رہا تھا، جو کہ فطری تھا۔

"مما! میں جاؤں نا بھابی کے ساتھ؟ دو تین دن میں آ جاؤں گی۔" تانیہ بصد اصرار اجازت طلب کر رہی تھی۔

"کالج کون جائے گا؟" ان کا موڈ بھی کچھ اچھا نہیں تھا۔

"آج کل پڑھائی نہیں ہو رہی ہے۔ آ جاؤ ثانی! تم بھی۔ بھائی جان سے ٹریٹ لیں گے۔" تانیہ اپنی فطری بے پروائی کا مظاہرہ کرتی مگن سی بہن کو آفر کر رہی تھی۔ مگر ثانیہ منہ بنا کر بولی۔

"سوری، مجھے کسی کے گھر میں نیند نہیں آتی۔"

"ثانیہ! وہ بھی تمہارا ہی گھر ہے۔ بھائیوں کے گھر پر پہلا حق بہنوں کا ہی ہوتا ہے۔" کومل نے کافی رسان سے سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ ناک اور کندھے چڑھا کر اپنی فطری نخوت کا مظاہرہ کر گئی۔

"سوری بھابی! مجھے نہیں آنا۔" وہ سب سے پہلے اندر بڑھ گئی۔ شافند اپنی گاڑی میں بیٹھ چکا تھا۔ کومل چونکہ اپنی گاڑی میں آئی تھی اور اب تانیہ بھی اس کے ہمراہ تھی، اسی لئے اتنی رات کو ڈرائیونگ اب اسے مسئلہ نہیں لگ رہا تھا۔ صوفیہ منصور کو خدا حافظ کہہ کر وہ وہاں سے نکل آئی۔ ان سب کے بدلتے رویئے نہ جانے کیوں اس سے برداشت نہیں ہو رہے تھے۔ وہ جس قدر خلوص سے آگے بڑھنے کی کوشش کر رہی تھی، گھر کے لوگ اسی تیزی سے بدگمانی کے راستے پر پلٹ رہے تھے اور ان سے بھی زیادہ تیزی سے شافند اس کی زندگی میں تبدیلیاں لا رہا تھا۔

وہ دن بہ دن اسے اپنے ساتھ مصروف کر رہا تھا۔ وہ ہفتے میں ایک دو بار اس کے ساتھ فیکٹری بھی جاتی تھی اور گھر بیٹھ کر بھی نئی طرز کے ڈیزائن اسکیچ کرتی رہتی تھی اور اس کے علاوہ بھی گھریلو ذمے داریاں اس کے کندھوں پر تھیں۔ گھر میں ملازمین کی موجودگی کے باوجود مون اسی کی ذمے داری اور پہلی ترجیح تھا۔ حالانکہ اب وہ بڑھتی عمر کے ساتھ پہلی سی ضدیں اور حساسیت چھوڑتا جا رہا تھا۔ دو تین گھنٹے کومل کی جدائی اور دُوری سہہ لیتا تھا۔ کومل کو اکثر یہ بات بھی کسک دیتی تھی کہ اس کی توجہ مون کے لئے بھرپور نہیں رہی تھی۔ شافند نہ جانے کیوں اسے گھر سے باہر کی دنیا سے متعارف کرانے اور اس دنیا کے تقاضے نبھانے کی تگ و دو کے ساتھ اسے بھی اس آزمائشی مرحلے سے گزارنے پر کمربستہ تھا۔ حالانکہ اس کی اپنی اس کوشش میں صرف کومل کو ہی نہیں، اسے بھی بہت تنقید سننے کو مل رہی تھی۔ خصوصاً صوفیہ منصور کا رویّہ تو دن بہ دن بگڑتا جا رہا تھا۔ وہ کومل کی خاموشی اور شافند کے دبے دبے احتجاجی رویّے کے باوجود کومل کو برا بھلا کہنے کے علاوہ شافند کو بھی بہت کچھ سناتی رہتی تھیں۔ بلکہ اب تو وہ خاندان کے لوگوں اور ملنے والوں پر بھی اپنے رویّے عیاں کر دیتی تھیں۔ جس انتخاب پر وہ نازاں رہتی تھیں، اب اپنے پچھتاوؤں کا ڈھنڈورا بھی خوب پیٹتی تھیں۔ کومل کی شامتِ اعمال تو اکثر ان کے ہاتھوں آئی رہتی تھی۔ جہاں کومل شافند کے بغیر انہیں مل جاتی تھی، صوفیہ روایتی ساسوں کی طرح اسے اس کا ماضی اور اس کی حیثیت و اوقات یاد دلانے کے علاوہ اسے اس کے آئندہ کے حشر کا عذاب ناک نقشہ ضرور دکھاتی تھیں۔ اس روز بھی وہ منصور ہاؤس آ کر بہت پچھتائی تھی۔

مما اپنی کسی ملنے والی کا لحاظ کئے بغیر اس پر چڑھ دوڑی تھیں۔

"تمہیں کس نے بلایا تھا؟ میں نے شافند کو اکیلے آنے کے لئے کہا تھا۔ اس کے پاس میرے پاس آنے کا وقت نہیں ہے کیا؟" صوفیہ منصور کا ہتک آمیز رویہ اس کے وجود میں دوڑتے لہو کو منجمد کر گیا۔ اسے تو معلوم ہی نہیں تھا کہ شافند کو مما نے بلایا ہے۔ وہ تو خود ہی مون کو لئے ان سب سے ملنے چلی آئی تھی۔ شافند کے علم میں ہی نہیں تھا۔

"وہ....... مما! مجھے نہیں معلوم تھا کہ......." گلے میں آنسوؤں کا گولا اٹک گیا تھا۔

"اتنی بھولی مت بنا کرو۔ دونوں ہاتھوں سے سمیٹ کر قابو کرنے کے بعد تمہاری یہ معصومیت زہر لگنے لگی ہے مجھے۔ کیا کیا نام لگوایا ہے اپنے؟" صوفیہ منصور کا رویہ آج تو حد سے تجاوز کر رہا تھا اور وجہ سے وہ لاعلم تھی۔ اس کے پلے ان کی کوئی بات نہیں پڑ رہی تھی۔ بس احساسِ ذلت اس پر وارد تھا اور اپنی بے بسی پر وہ لب بھینچے کھڑی تھی۔ سسکیاں دبانے کے لئے لب بھینچنا ضروری تھے۔

"صوفی! یہ؟" ان کے مقابل بیٹھی ان کی سہیلی نے استعجابیہ نظروں سے نہ صرف دیکھا بلکہ اسی انداز میں پوچھا بھی۔

"ہاں، بڑے بیٹے کی بیوی ہے یہ، جس کا میں تم سے ذکر کر رہی تھی۔ چار دن میں ہی اس نے تو اپنا ایسا رنگ ڈھنگ بدلا ہے کہ میں تو حیران ہی رہ گئی ہوں۔ پوری طرح قابو کر رکھا ہے اس نے میرے بیٹے کو۔ پہلے ہی اتنے سالوں میں واپس آیا تھا۔ میں نے اس کی بھلائی کو آتے ہی شادی کر دی تھی کہ غریب گھر کی لڑکی لاؤں گی تو یہاں مل جل کر رہے گی۔ مگر یہاں تو چھ ماہ بھی مشکل سے گزارے ہیں۔" صوفیہ منصور زہر خند لہجے سے اس کے رگ وپے میں اذیت بھرتی جا رہی تھیں۔ کومل بے حس وحرکت کھڑی آج ان کی انتہائے ستم گری دیکھ رہی تھی، سہہ رہی تھی۔

"شادی کو دوسرا سال لگا ہے اور مختصر عرصے میں ہی اس نے شافند کو ایسا مٹھی میں کیا ہے کہ سب ہی کچھ اس کے نام لگاتا جا رہا ہے۔ ہمیں تو ساری زندگی اپنے میاں کو قابو کرنے کا ایسا کوئی ہنر کمال نہ آیا کہ بنا کھونٹا مضبوط کئے یہاں بندھے رہتے۔ شافند کے پانچ سال بعد جب تک مزید میری گود میں سنی نہ آ گیا، منصور اور ان کی اماں کے مزاج ہی میل نہ کھاتے تھے۔ سچ پوچھو تو منصور تو دوسرے بیاہ کے بہانے ڈھونڈ رہے تھے، مگر ہماری بہو صاحبہ تو ہر فکر سے آزاد ماڈرن اور سوشل بننے کے چکروں میں ہیں۔" آج وہ کیا کیا سن رہی تھی۔ شافند نے اس کے نام کیا کیا، کیا تھا، وہ کچھ نہیں جانتی تھی۔

"صوفی! تم نے بھی تو کہاں جوڑ ملایا ہے۔ کیا کمی تھی تمہیں یہاں لڑکیوں کی۔ ایک سے بڑھ کر ایک اونچے اسٹیٹس کی لڑکی تمہیں مل جاتی۔ تم یقیناً خوب صورتی دیکھ کر پھسل گئی ہوگی۔ تمہارا بیٹا بھی یقیناً اسی کی اداؤں پر فدا ہوگا۔"

"صرف بیٹا ہی نہیں، میرے پوتے پر بھی اس نے کوئی جادو منتر پھونک رکھا ہے۔ مجال

ہے جو دادی یا پھوپھیوں کے پاس دو گھڑی بھی ٹک جائے۔"

کومل کی برداشت جواب دینے لگی تو وہ بنا کچھ کہے پلٹ آئی۔ کن کن باتوں کا الزام دیا جا رہا تھا اسے۔ بنا قصور اس پر کتنے فردِ جرم عائد ہو چکے تھے۔ ایک لمحے کو تو کومل کا دل چاہا تھا کہ وہ مون کو وہیں چھوڑ آئے اور پھر دیکھے کہ دادی اور پھوپھیاں کتنی چاہت سے اسے سنبھالتی ہیں اور کب تک۔

مون کو اس نے دل کی گہرائیوں سے ممتا کا احساس بخشا تھا۔ اس نے اپنی محبت و چاہت کا حقیقی سایہ دیا تھا۔ اس کے کسی عمل میں کھوٹ وفریب نہیں تھا، تب ہی وہ اپنے ایک لمحے کے پراگندہ خیال کو جھٹک کر آنسو بہاتی ہوئی ثانیہ سے اسے لے کر واپس آ گئی تھی۔ وہ کسی کی بھی باتوں کے اذیتی گھاؤ کی ٹیسیں مون کو منتقل نہیں کر سکتی تھی۔ وہ اپنی زندگی کی بدنما تاریخ کی پرچھائیں بھی مون پر پڑنے نہیں دے سکتی تھی۔ پھر بھی اسے شافند سے بہت گلے پیدا ہو گئے تھے، جس نے اسے زندگی کی راحتوں سے آشنائی دینے کے بعد مشکل ترین راہوں کی طرف دھکیلنے کی کوشش کی تھی۔ نہ جانے کیوں گاڑی پورچ میں روکتے ہی اس نے شافند کی گاڑی دیکھ لی تھی اور پورچ کی سیڑھیوں پر کھڑے شافند کو بھی۔ جلدی میں اس نے اپنے بہتے آنسوؤں کو صاف کرتے ہوئے مون کو پچکارا بھی جو سارے راستے اس سے آئس کریم کھانے کی ضد کرتا آ رہا تھا۔ لیکن کومل نے آج پہلی بار اس کی بات رد کی تھی۔

"مونی!.......تم پاپا کے ساتھ آئس کریم کھانے جاؤ۔ ماما کے سر میں درد ہے، او کے؟" اُترنے سے پہلے اُس نے ریں ریں کرتے مون کو بہلایا اور خود کو سنبھالا بھی۔

"مجھے ماما کے ساتھ جانا ہے۔" وہ پھر مچلا۔ ان کی گاڑی سے نکلنے سے پہلے ہی شافند چند قدموں کا فاصلہ طے کرتا ہوا قریب آ گیا۔ پھر دروازہ کھولتے ہوئے اس نے خاصی تشویش سے استفسار کیا۔

"تم مما کے پاس سے ہو کر آ رہی ہو؟"

اثبات میں سر ہلاتے ہوئے وہ اس کے بازو کے نیچے سے نکل کر کھڑی ہوئی۔

"مون آئس کریم کے لئے ضد کر رہا ہے۔ آپ اسے آئس کریم کھلا لائیں۔" وہ بنا اس کی طرف دیکھے اپنی بات کہہ کر اندر بڑھ گئی تو شافند حیرت سے اسے جاتے ہوئے دیکھے گیا۔ مون کی پکار پر بھی وہ مڑ کر نہیں آئی تھی۔ شافند مون کو اٹھا کر اس کی جانب لپکا۔

"کومل! میری بات سنو۔ کیا ہوا ہے وہاں؟ مما نے پھر کچھ کہا ہے؟" لاؤنج میں پہنچتے ہی شافند نے اسے گھیر ہی لیا تھا۔

"نہیں، کوئی بات نہیں ہوئی۔" اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے وہ نارمل انداز میں بولی مگر شافند اسے دیکھ کر ٹھٹک گیا تھا۔ اس کی متورم آنکھیں اور شکستہ انداز اسے کافی کچھ سمجھا گیا تھا۔

"مما نے تم سے کیا کہا ہے، پلیز مجھے بتاؤ۔"

"انہوں نے کوئی نئی بات نہیں کی ہے۔" کومل کترا کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

شافند بھی مون سمیت اس کے پیچھے تھا۔

"پھر بھی مجھے بتاؤ، وہاں کیا باتیں ہوئی ہیں؟ آئی نو، انہوں نے تمہارے ساتھ مس بی ہیو کیا ہوگا، تب ہی تم........"

شافند کی بات ادھوری رہ گئی تھی۔ وہ جیسے پھٹ پڑی۔

"انہیں مس بی ہیو کرنے کا موقع آپ دے رہے ہیں، شافند! آپ۔" کومل پہلی بار اس سے نظریں ملا کر اونچی آواز میں بولی تھی۔ شافند متحیر سا بیڈ کے ایک سرے پر بیٹھا اسے دیکھ رہا تھا۔

"میں آپ سے پہلے ہی کہتی تھی کہ مجھے پُرسکون گھر کے سوا کچھ نہیں چاہئے۔ مجھے عزت و محبت کے سوا کچھ نہیں چاہئے۔ میں اس سب کے بھی لائق نہیں ہوں، پھر بھی میری تمنا تھی کہ........مگر آپ مجھے نہ جانے کیا بنانا چاہتے ہیں۔ کیا میں آپ کے لئے مون کی ماں کے روپ میں قابل قبول نہیں ہوں؟........کیا مجھ میں........"

"کومل! کیا بکواس کر رہی ہو تم؟ تمہیں کچھ ہوش ہے؟" کومل کے مسلسل چیخ کر بولنے اور رونے پر شافند نے اسے ڈپٹ کر چپ کروایا۔ اس کے ساتھ مون بھی کچھ دیر کے لئے سہم کر دونوں کو دیکھنے لگا تھا۔

"شافند! میں نے زبردستی تو آپ سے شادی نہیں کی تھی اور نہ ہی میں خود آ کر آپ کے گلے پڑی تھی۔ مما........آپ........سب ہی جانتے تھے، میں کس حیثیت کی مالک ہوں۔ میرا فیملی بیک گراؤنڈ کیا ہے، میری طرزِ زندگی کیسی ہے۔ میں نے کچھ چھپایا تو نہیں تھا۔ پھر اب یہ سب باتیں۔ میری کم حیثیتی، میرا معمولی خاندان، میری گھٹی ہوئی زندگی میرے لئے طعنہ کیوں بن رہے ہیں؟........اگر میں آپ کی خواہش کے مطابق آپ کے ماحول میں رچنے بسنے کی کوشش کر رہی ہوں تو بھی مجھے سرخروئی نہیں مل رہی۔ آپ نے اب ایسا کیا، کیا ہے جو مما اس قدر متنفر ہو رہی ہیں؟ خدا کے لئے شافند! میں نفرتیں نہیں سہہ سکتی۔ میں نے یہاں آنے سے پہلے تک بہت نفرتیں سہی تھیں، بہت دکھ اٹھائے تھے، مگر آپ سب ہی کی محبتوں نے مجھے سارے دکھ بھلا دیئے تھے۔ آپ کے علیحدہ گھر کے عمل نے مجھے پھر سے انہی دکھوں کے حوالے کر دیا ہے جو کہ اب مجھ سے برداشت نہیں ہوتے۔"

وہ سسکیاں لیتی ہوئی بے اختیار ہوئی جا رہی تھی۔ شافند کو اندازہ ہو رہا تھا کہ مما نے کس قدر سنگین رویہ روا رکھا ہوگا جو کومل اس طرح ٹوٹ کر بکھر رہی تھی۔

"کومل! میں نے ایسا کوئی عمل نہیں کیا جس سے کوئی متنفر ہو۔ نہ جانے مما کیوں میرے ہر قدم، ہر فیصلے پر اس طرح ری ایکٹ کر رہی ہیں۔ مما کی نیچر کا مجھے کچھ کچھ اندازہ تو تھا مگر تمہارے معاملے میں ان کا شدید ردعمل دیکھنے کے بعد مجھے لگ رہا ہے کہ میں نے تمہیں ان

سے دور لانے کا جو فیصلہ کیا تھا، وہ بھی درست تھا اور اب جو میں نے فیصلے کئے ہیں، وہ بھی صحیح ہیں۔ ڈونٹ وری، مما کچھ دن تک شور کریں گی، پھر چپ ہو جائیں گی۔"

"اب آپ نے کیا فیصلہ کیا ہے؟" کومل نے سراسیمہ ہو کر پوچھا۔ "جانتے ہیں، ان کا یہ کچھ دن کا شور بھی کہاں تک جائے گا اور اس کے نتیجے میں سب ہی میرے بارے میں کیا کیا باتیں کریں گے؟" شافند کی نرمی پر وہ خود کو سنبھال کر قدرے بے بسی سے گویا ہوئی۔

"ملی! لوگوں کی پروا کرنے لگو گی تو پھر زندگی بہت مشکل ہو جائے گی۔ لوگ تو نہ جانے کیا کیا کہتے ہیں اور کہتے رہیں گے۔ تم آرام سے میری بات سنو۔" شافند نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے اپنے سامنے بٹھایا۔ اس دوران مون بھی رونے لگا تھا، جسے کومل نے اٹھا کر اپنے کندھے سے لگا کر چپ کرانے کی کوشش کی مگر اس کے باہر جانے اور آئس کریم کھانے کی ضد برقرار تھی۔ وہ چند لمحے شافند کے پاس بیٹھ کر مون کو لے کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی اور پھر کمرے میں ٹہلنے لگی تھی۔

"سنو ملی! جس فیصلے پر مما نے ہنگامہ کھڑا کیا ہے، اس سے میں تمہیں چند روز بعد آگاہ کرنے والا تھا، مگر اب میں تمہیں بتا رہا ہوں۔"

"کیسا فیصلہ؟" کومل ٹھٹک کر کھڑی ہو کر اسے تکنے لگی تھی۔ شافند کے چہرے پر کوئی تبدیلی نہیں تھی۔ وہی نرمی، وہی تاثر قائم تھا جو کومل نے ہمیشہ اپنے لئے محسوس کیا تھا۔

"میں نے تمہیں مون کا سرپرست اعلیٰ بنا دیا ہے۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے۔ اس کی زندگی کے ہر فیصلے کا اختیار میری زندگی میں بھی اور میرے بعد بھی صرف اور صرف تمہیں حاصل ہوگا اور........"

"شافند! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟" وہ حیرت سے جیسے چیخ پڑی۔ اس کے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ شافند اس قسم کا فیصلہ بھی کر سکتا ہے۔

"وہی جو میرے دل نے چاہا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تم اپنے بیٹے کی پرورش و نگہداشت بہت اچھے انداز میں کرو گی۔ میں اسے اللہ تعالیٰ کے بعد تمہارے سپرد کر چکا ہوں۔ اب تم اس کے سیاہ و سفید کی مالک ہو۔"

کومل کی حیرت مزید بڑھ گئی تھی۔ اتنا اعتماد، اتنا مان کس لئے؟........اس کے اردگرد تو بہت سے اپنے تھے، جب کہ وہ خود کو اس قابل ہی نہیں سمجھتی تھی۔

"کل پرسوں تک کاغذی کارروائی مکمل ہو جائے گی، اس کے علاوہ یہ گھر بھی تمہارے نام رجسٹرڈ ہو چکا ہے۔ مون کی ایجوکیشن پلاننگ بھی ڈیپازٹ ہو چکی ہے۔"

"آپ........آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں شافند؟" کومل نے کچھ بے یقینی سے اس کی جانب دیکھا۔ ایک وہم سا ذہن میں کلبلا کر نوکِ زباں پر آ ٹھہرا۔ "آپ ہمیں چھوڑ کر کہیں جا رہے ہیں؟"

"شٹ اپ، میں تم لوگوں کو چھوڑ کر کہیں جا سکتا ہوں؟ تمہارے ذہن میں یہ خیال کیوں آیا ہے؟"

"پھر یہ سب...... مجھے کچھ نہیں چاہئے۔ آپ مون کی تربیت کے لئے میرے ساتھ ہیں تو پھر یہ سب کیوں؟ اور یہ گھر میرے نام رجسٹرڈ کیوں کیا؟...... آپ کے یا مون کے نام یہ گھر ہوگا تو بھی کیا یہ گھر میرا نہیں ہوگا؟" وہ بہت اُلجھی ہوئی تھی۔ مون اس کے کندھے پر سر رکھے نیند کے جھونکے لے رہا تھا۔ وہ اسے پہلو میں لٹا کر شافند سے جواب طلب کر رہی تھی۔

"ملی! اتنا سب کچھ سننے اور دیکھنے کے بعد بھی تم بہت انوسینٹ ہو۔ کول! یہ وقت اور حالات کا تقاضا ہے اور میں نے بہت سوچ سمجھ کر ایسا کیا ہے۔ پلیز نہ تم خود اُلجھو اور نہ مجھے اُلجھاؤ۔ ہماری فیملی میں یہ باتیں نئی نہیں ہیں۔ منصور ہاؤس مما کے نام ہے۔ میری بہنوں کے نام بھی پاپا نے پراپرٹی کر رکھی ہے۔ چچا جان نے ابھی سے عینی کے نام سب کچھ لکھ دیا ہے۔ بڑی ماں نے اپنا سارا حصہ اور جائیداد وغیرہ سنی کو دے دی ہیں تو میں...... میں ایسا کیوں نہیں کر سکتا؟ مجھے ان باتوں کا اختیار ہے۔ مگر کسی کو اعتراض کا حق نہیں ہے۔ اپنی فیملی کے لئے مجھ سے زیادہ بہتر کون سوچ سکتا ہے؟" شافند نے اس کی اُلجھن وشکوک رفع کرنے کے لئے خاصی وضاحت سے اسے مطمئن کرنے کی کوشش کی تھی۔

"پھر بھی...... پھر بھی مجھے یہ سب وقت سے بہت پہلے کے فیصلے لگ رہے ہیں اور مما کا غصہ بھی بجا ہے۔ آپ کے ہوتے ہوئے میں مون کی سرپرست اعلیٰ بن جاؤں، یہ بات مجھے اچھی نہیں لگ رہی تو مما کو تو شاید بری لگنی ہی تھی...... پلیز!"

"نو...... نیور...... میں فیصلہ کر چکا ہوں کول! کل یا پرسوں تمہیں میرے ساتھ ایڈووکیٹ کے آفس چلنا ہے۔ اس بارے میں، میں کسی کی نہیں سنوں گا۔ مجھے مما کی باتوں اور رویوں کی پروا نہیں۔ ان ہی کی وجہ سے تو میں نے یہ فیصلہ وقت سے پہلے کیا ہے۔" وہ اس بار کچھ سختی سے کہہ کر اٹھ کر کمرے سے ہی نکل گیا۔ کول بڑی بے بسی کے ساتھ اسے جاتا دیکھتی رہ گئی۔



"ہیلو! بھائی السلام علیکم۔" شافند لان چیئر پر بیٹھا سگریٹ پینے کے ساتھ گہری سوچوں میں مستغرق تھا، جب اس کے موبائل کی بیپ بجی تو وہ چونک اٹھا۔ بہت دنوں بعد اسفند نے اس سے رابطہ کیا تھا۔ وہ خود بھی کئی ہفتوں سے اس سے رابطہ نہیں کر سکا تھا۔ اب اس کا نمبر دیکھ کر، اس کی آواز سن کر ایک اطمینان سا اسے اپنے اندر اترتا محسوس ہوا تھا۔ اسفند سے چاہے اس کی زیادہ انڈراسٹینڈنگ نہیں تھی، پھر بھی اس کی باتوں سے دل کو سکون ضرور ملتا تھا اور پھر دونوں میں فطری محبت و لگاؤ تو بہر حال موجود تھا ہی۔

"وعلیکم السلام! کیسے ہو برادر؟"

"آئی ایم فائن۔ لیکن یہ میں آپ کے بارے میں آج کل کیا سن رہا ہوں؟"

شافند کے ذہن میں ایک دم حیرت اُمڈ آئی۔ "کیا سن رہے ہو؟"

"بھائی! بہت سے فیصلے آپ وقت سے پہلے نہیں کر رہے؟ ابھی تو آپ کی میرڈ لائف کو دو سال بھی پورے نہیں ہوئے اور اپنا اتنا بڑا اسٹیپ لے رہے ہیں۔ کیا آپ کو پورا اعتبار و یقین ہے کہ آپ کی مسز تا حیات اس رسپانسبلٹی کو نبھا سکیں گی، جب کہ....."

"سنی! مما نے تم سے بات کی ہے۔" شافند نے اسے بات پوری کرنے نہیں دی۔

"ظاہر ہے بھائی! مما سے آپ کے بارے میں بات ہوتی رہتی ہے۔ وہ آپ کو اپنے ساتھ رکھنا چاہ رہی تھیں تو پھر آپ کو الگ نہیں ہونا چاہئے تھا۔"

"سنی! یہ تم کہہ رہے ہو؟ اپنے الگ گھر میں رہنا میری خواہش تھی اور تمہارا مشورہ جو کہ مجھے بے حد مناسب لگا تھا اور میرے لئے، میری فیملی کے لئے یہی بہتر تھا۔"

"آپ کی فیملی تو ابھی وہیں کی وہیں ہے، جب کہ مما کو یہی تو اعتراض ہے کہ آپ اپنی فیملی میں مزید اضافے کے بجائے اپنی مسز کو سوشل کرنے کی کوشش میں ہیں۔" سنی نے بے دھڑک مما کا اعتراض اس تک پہنچایا۔

"تو کیا میری وائف کو سوشل لائف گزارنے کا حق نہیں ہے؟ اس کی بھی کوئی شناخت ہونی چاہئے یا نہیں؟ سنو سنی! تم مام سے کہہ دینا کہ مجھے ملی پر ہنڈرڈ پرسنٹ یقین ہے۔ میں اس کے لئے جو فیصلے کر رہا ہوں، وہ بھی میرے نزدیک بالکل درست ہیں۔ انہیں اس حوالے سے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور رہی میری فیملی میں مزید اضافے کی بات تو جب مجھے ضرورت محسوس ہوگی، ایسا بھی ہو جائے گا، ان شاء اللہ۔" شافند نے قطعیت سے کہا۔

مما کے حوالے سے اعتراضات جان کر اس کے لہو میں تیزی آ گئی تھی۔

"بھائی! آپ کسی کے بھی بارے میں ہنڈرڈ پرسنٹ شیور کیسے ہو سکتے ہیں؟ میں یہ نہیں کہہ رہا کہ مما اپنی باتوں میں سنٹ پرسنٹ صحیح ہیں، مگر وہ کہیں تو صحیح ہیں نا۔ آپ ضرور اس بارے میں سوچیں۔ جلد بازی میں فیصلے مت کریں۔ کہیں بعد میں پچھتانا نہ پڑے۔"

"سنی! مائی برادر! تم ملی سے ابھی ملے نہیں ہو، اس لئے۔ جب بھی ملو گے تو ضرور اعتراف کرو گے کہ بھائی آپ کا اعتبار کسی غلط فرد کے لئے نہیں تھا۔ وہ مون کے لئے حقیقی ماں سے بڑھ کر ثابت ہوئی ہے اور ان شاء اللہ ثابت رہے گی۔ مجھے اتنا یقین تو اپنے رب پر ہے کہ وہ میرا اعتبار سلامت رکھے گا۔ تم بھی آؤ اور دیکھو، وہ میرے لئے، میرے گھر کے لئے کیا ہے۔ اس کی معیت میں تو مجھے زندگی کا مقصد حاصل ہوا ہے۔ مما کو نہ جانے اب اپنے انتخاب پر ناز کیوں نہیں رہا۔ حالانکہ مما نے میری زندگی کا یہی فیصلہ تو درست کیا تھا۔ مگر وہ اپنے فیصلے کے درست ہونے پر ہی پچھتا رہی ہیں۔ مما کے پچھتاووں کا میرے پاس کیا حل ہو سکتا ہے۔ پلیز، تم مما سے کہو، مجھے سکون سے جینے دیں اور ملی کو بھی مینٹلی ٹارچر مت کریں۔ میں اسے کھونا

نہیں چاہتا۔ وہ مما کی ساری باتیں صبر سے برداشت کرتی آ رہی ہے اور کر رہی ہے۔ لیکن اکثر ان کی باتوں سے مجھے اپنی برداشت ختم ہوتی محسوس ہوتی ہے۔ بتاؤ، پھر میں کیا کروں؟"

"مما کے حوالے سے میں آپ کو کیا کہہ سکتا ہوں۔ ویل، ان باتوں کو چھوڑیں۔ بتائیں، میرا بھتیجا کیسا ہے؟ پچھلی بار فون کیا تھا تو تھوڑی تھوڑی باتیں کرتا تھا، اب؟"

"اب بہت باتیں کرتا ہے۔ چیٹر باکس ہے پورا۔"

"رئیلی، میری بات کروائیں۔" سنی ایک دم ہی بے تاب ہو گیا۔

"سوری۔ وہ اس وقت سو رہا ہو گا۔ میں تو اس وقت لان میں بیٹھا ہوا ہوں۔ وہ اپنی ماں کے ساتھ روم میں ہو گا۔ میں پھر کسی دن تمہاری اس سے بات کرواؤں گا۔"

"اوہ، میں ابھی اس سے بات کرنا چاہتا تھا۔ ویل، پھر آئندہ سہی۔ پلیز، سوری بھائی! اگر میری کوئی بات بری لگی ہو تو۔ رئیلی، میں آپ کی پرسنل لائف میں انٹرفیئر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مگر مما نے اس قدر پریشرائز کر دیا تھا کہ......"

"اِٹس او کے۔ مما آج کل سب ہی کو پریشرائز کر رہی ہیں۔ تم سناؤ، اسٹڈیز کیسی جا رہی ہیں؟ کب واپسی ہو گی؟"

"اے ون۔ لیکن ابھی واپسی میں بہت ٹائم ہے بھائی!.......او کے، میرا کارڈ ختم ہو رہا ہے۔ مون کو میری طرف سے ایک "kiss" ضرور کیجئے گا۔ اِن شاء اللہ، میں پھر فون کروں گا، خدا حافظ!"

اسفند کا فون بند ہونے کے بعد شافند نئے سرے سے سوچوں میں اُلجھ گیا تھا۔ مما اس سے کیا چاہتی تھیں، یہ بات اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ تب ہی وہ الجھ رہا تھا، بے سکون ہو رہا تھا۔ اپنے ارادوں اور فیصلوں میں مستحکم رہنے کے باوجود کوئی بے کلی تھی جو اسے بے قرار رکھے ہوئے تھی۔ مما نے اس کی اچھی بھلی زندگی میں پھیلے سکون میں انتشار برپا کر دیا تھا۔



"السلام علیکم!"

شافند کی آواز پر اماں جان کے کمرے میں براجمان سب ہی متوجہ ہوئے تھے۔ اسے حیرت ہو رہی تھی کہ آج شام کے وقت اس کی مما اور بہنیں اماں جان کے پاس موجود تھیں۔ نہ صرف خود موجود تھیں، منصور احمد بھی وہاں بیٹھے تھے۔ وہ اپنی حیرت میں تھا، اس لئے اسے نہیں خبر تھی کہ کسی نے اس کے سلام کا جواب دیا ہے یا نہیں۔ البتہ ثانیہ چونکاتی ہوئی اس کے قریب آئی۔

"بھائی جان! اتنے دنوں بعد آئے ہیں؟ بھابی اور مون کہاں ہیں؟ انہیں ساتھ نہیں لائے؟" ثانیہ کا بے تابانہ انداز و رویہ شافند کو حیرت سے نکلنے اور سنبھلنے میں مدد دے گیا۔ وہ ابھی اسے جواب دینا ہی چاہتا تھا مگر صوفیہ نے اپنے موجودہ کٹیلے انداز میں بات شروع کی۔

"وہ یہاں اب کیوں آئے گی؟ روکا تو اسے بھی ہو گا، یہ نہ جانے کیسے آ گیا ہے۔" مما کے لہجے پر اس نے قدرے افسوس سے انہیں دیکھا۔ کومل کے حوالے سے ان کی بدگمانی انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ جب کہ وہ آج کومل کے اصرار پر ہی ان سے ملنے آیا تھا اور ویک اینڈ پر اپنے گھر آنے کی دعوت دینے۔ مگر یہاں شاید اس سے ربط و تعلق استوار رکھنے کی تمام کوششیں ناکام بنا دینے کا ارادہ قائم تھا۔

"مما! وہ میرے اختیار میں ہے، میں اس کے اختیار میں نہیں ہوں۔ وہ مجھ سے اپنی کوئی بھی ناجائز بات نہیں منوا سکتی۔ اس وقت میں خود اسے یہاں نہیں لایا ہوں۔" نہ چاہتے ہوئے بھی اس کا لہجہ کچھ تپش و سنجیدگی سے پُر ہو گیا تھا۔ اماں جان نے اشارے سے اسے اپنے پہلو میں بیٹھنے کے لئے کہا۔ وہ فوراً ان کے پہلو میں بیٹھ گیا، یہ سوچ کر کہ شاید ان کے قرب کی ٹھنڈک اس کے اندر کی بڑھتی تپش کو کم کر سکے۔

"ہاں، یہاں تو اس کے دشمن بستے ہیں نا جو تم اسے یہاں نہیں لائے ہو۔"

"صوفیہ!" منصور احمد نے قدرے حیرت سے انہیں ٹوکا۔ "بیٹا اتنے دنوں بعد آیا ہے اور تم۔"

"یہ سب اس لڑکی کی کارستانیاں ہیں۔ سمجھتی ہے کہ اپنے ان حربوں سے وہ تمہیں ہم سے دور کرنے کے بعد اپنا مقصد حاصل کر کے چلتی بنے گی تو یہ اس کی بھول ہو گی۔"

شافند نے اس بار لب بھینچ کر انہیں سنا۔ وہ پاپا اور بڑی ماں کے سامنے مما سے اُلجھنا نہیں چاہتا تھا، اس لئے ضبط سے کام لے رہا تھا۔

"مما! مجھے آپ کی باتیں کبھی سمجھ میں نہیں آئیں۔ یہی لڑکی، جسے آپ نے میری بیوی بنایا ہے، وہ شادی سے پہلے اور بعد میں میرے لئے ہی نہیں آپ کے لئے بھی بہترین اور قابل فخر ہستی تھی۔ آپ تو اس پر دل و جان سے فریفتہ تھیں۔ آپ کو اپنے انتخاب پر بڑا ناز ہوا کرتا تھا۔ اب اچانک اس کی ساری خوبیاں خامیوں میں بدل گئی ہیں۔ کیوں؟ آپ کا اپنا انتخاب آپ کے قدموں میں کیوں آ گیا ہے؟ آخر آپ اب کیا چاہتی ہیں؟" شافند نے بہت تحمل سے ان سے استفسار کیا۔ سب ہی انہیں سن رہے تھے۔

"مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ اپنا رنگ ڈھنگ اتنی جلدی بدل لے گی۔ میں سمجھتی تھی کہ کم حیثیت آدھے بھرے پیٹ کی مالک لڑکی کو پیٹ بھر کر کھانا اپنی حیثیت سے بڑھ کر ملے گا تو میری شکر گزار ہو گی۔ مگر وہ تو تمہیں مجھ سے چھین کر لے گئی۔ میری شکر گزاری کے بجائے اس نے تمہیں مجھ سے متنفر کرنا شروع کر دیا۔ اس چھوٹے گھر کی لڑکی کو اپنی اوقات سے بڑھ کر مل گیا ہے، اسی لئے وہ ایک دم ہی سب پر قابض ہونا چاہتی ہے۔ اگر مجھے ذرا بھی اس کی خصلت کا اندازہ ہوتا تو اسے اس کی اوقات کے مطابق رکھتی۔"

صوفیہ منصور ایک دم ہی آپے سے باہر ہو گئی تھیں۔ بیٹیاں بھی آج حیرت سے ان کا انداز

دیکھ رہی تھیں۔ منصور احمد پر ان کا ڈھکا چھپا رویہ چند روز پہلے عیاں ہوا تھا۔ شافند کے ''ان فیصلوں'' پر انہوں نے منصور احمد کو بھی کافی کچھ سنایا تھا، مگر وہ اس وقت مصلحتاً زیادہ بولے نہیں تھے۔ شافند کو بھی آج مما کی زبان سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ کومل کو کس کس طرح ذلیل کرتی ہوں گی۔ کومل اس کی اس وقت کی ساتھی تھی، جب سب ہی رشتوں سے شکایات پیدا ہو چکی تھیں۔ یہ کومل ہی تھی، جس نے اپنے حُسنِ سلوک سے واپس اسے اعتماد کی راہ پر ڈالا تھا۔ کومل ہی تھی، جس نے اس کے چند ماہ کے بچے کو اپنی ارمانوں بھری راتوں اور امنگوں بھرے دنوں کی قربانی دے کر پرورش کیا تھا۔ اسے اپنی مما کی بیگانگی و سرد مہری اور بہنوں کی بے پروائی اچھی طرح یاد تھی جو کہ مون کے ساتھ روا رکھی گئی تھی۔ اسے اپنے پاپا کی خود سے لاتعلق کا بھی اب تک قلق تھا، پھر بھی وہ برداشت و تحمل کا مظاہرہ کرتا، رواداری اور محبت کے تقاضے نبھانے میں کوشاں تھا تو کس کے لئے؟ اسے کوئی مجبور نہیں کرتا تھا، سوائے کومل کے۔ وہ ایک گھر، ایک خاندان کے ساتھ وابستہ رہ کر جینا چاہتی تھی۔ سات سال باہر رہنے کے بعد کم از کم عورت شناس تو ضرور ہو گیا تھا اور اسے یقین و فہم تھا کہ کومل کا خمیر وفا و محبت کی مٹی سے گندھا ہے۔

''مما!.......مما! آپ کی غلط فہمیاں آپ کی اپنی پیدا کردہ ہیں۔ آپ سے الگ اور دور رہ جانے کا فیصلہ میرا تھا، اس کا نہیں۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ مون بڑا ہوتے ہوئے آپ کا اس قسم کا رویہ دیکھے اور پھر چھوٹی عمر میں ہی بہت سی ذہنی اُلجھنوں کے ساتھ پرورش پائے۔ مجھے ہمیشہ آپ کی طرف سے اندیشے تھے کہ آپ کومل کو کبھی نہ کبھی اس کے ماضی کے حوالے ضرور دیں گی۔ آپ کے بے وقت کے طعنے میری ازدواجی زندگی ہی نہیں، میرے بیٹ کی شخصیت بھی مسخ کر سکتے ہیں۔'' بہت دنوں سے جو باتیں اس کے اندر تھیں، آج باہر آئی تھیں۔

''منصور! سن رہے ہیں آپ اس کی باتیں؟'' شافند کا الزام دیتا خفگی بھرا لہجہ صوفیہ منصور کے لئے نیا اور ناقابلِ برداشت تھا۔ تب ہی وہ منصور احمد کو پکار اٹھی تھیں۔

''میں تو تمہاری باتیں بھی سن رہا ہوں اور حیران ہو رہا ہوں۔ یہ کیا ہو رہا ہے ہمارے گھر، ہماری فیملی میں؟''

''آئی ایم سوری پاپا! میں یہ سب کہنا نہیں چاہتا تھا، مگر مما نے مجبور کر دیا تھا اور....'' وہ اب پاپا سے مخاطب تھا اور معذرت خواہ تھا۔

''پاپا! میں نے اپنی فیملی کے لئے جو فیصلے کئے ہیں، کیا مجھے ان کا حق و اختیار نہیں ہے یا پھر کیا آپ سمجھتے ہیں کہ میں نے غلط فیصلے کئے ہیں؟'' شافند نے بہت نرمی سے پہلے پاپا اور پھر مما کو دیکھ کر استفسار کیا۔ صوفیہ منصور اس وقت بھڑکی ہوئی تھیں، اس لئے فوراً ہی بولیں۔

''بالکل غلط فیصلے کئے ہیں تم نے۔ تمہارے بیٹے پر جھوٹی ممتا لٹا کر اس نے تمہیں اپنے بس میں کر کے آج مکان اپنے نام لکھوایا ہے، کچھ عرصے بعد فیکٹری اور تمہارا بزنس اپنے نام کروا کر کہیں چلتی بنے گی تو پھر کیا کرو گے؟ تم سے یا ہم سے وابستگی کا اس کے پاس جواز و

بہانہ ہی کیا ہے، جو وہ یہاں ٹک کر رہے گی؟ اسے اُڑنے کے ہنر تو تم خود سکھا رہے ہو۔ کھلے آسمان تلے زیادہ دیر رہے گی تو تمہارے اختیار کی ساری زنجیریں توڑنے کا کوئی نہ کوئی گُر بھی آ جائے گا۔ اور........''

''بس مما!........اُف، پلیز!........وہ جیسی بھی ہے، وہ میری ذمے داری ہے۔ آپ کو پہلے نظر نہیں آتا تھا کہ وہ کس حیثیت اور کس خاندان کی فرد ہے؟ آپ کو معلوم ہے کیتھرین (سابقہ بیوی) یہاں کیوں نہیں آئی تھی؟ اس کا مجھ سے کیا جھگڑا تھا؟ میں آج آپ سب کو بتا رہا ہوں۔ اس کا خیال تھا کہ یہاں اسے برابری کے حقوق نہیں ملیں گے۔ اسے خود سے الگ کوئی مخلوق سمجھا جائے گا۔ اور اس کا یہ بھی خیال تھا کہ جوائنٹ فیملی بلکہ پاکستان کے خاندانی نظام میں بہوؤں کے ساتھ بہت برا سلوک کیا جاتا ہے۔ وہ اس سلوک کو برداشت کرنے کا حوصلہ نہیں رکھتی تھی۔ اس نے انڈین اور پاکستانی موویز اور ڈاکومنٹری فلمز میں بہوؤں کو زندہ جلا دینے کا کافی اثر لیا تھا اور وہ اسی لئے میری فیملی میں میرے ساتھ واپس نہیں آئی تھی۔ اس نے اپنے خوف و خدشات کو صحیح مانتے ہوئے اپنے بیٹے سے بھی دستبرداری قبول کر لی تھی۔ یہاں آنے کے بعد مجھے بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ اگر وہ صحیح نہیں تھی تو غلط بھی نہیں تھی۔ آپ اپنی منتخب شدہ لڑکی میں اس قدر عیب نکال رہی ہیں تو اس کے ساتھ یہاں کیا سلوک ہوتا، جسے میں اپنی پسند سے لے کر آتا؟ بہرحال وہ قصہ تو ختم ہو چکا ہے، مگر میں کومل کے حوالے سے اپنی ذمے داریاں نبھانے کا اہل تو ہوں۔ مجھے اس پر اعتبار بھی ہے۔ اگر آپ لوگ اس سے کسی بھی قسم کا تعلق رکھتے ہوئے شرمندگی محسوس کر رہے ہیں تو بے شک اس سے مت ملئے۔ مگر فار گاڈ سیک اب ان باتوں کو یہیں ختم کر دیں اور مجھے سکون سے جینے دیں۔''

وہ بے ساختہ کہتا چلا گیا۔ ایک تو اسے مما کے رویوں کا شدید ملال و رنج تھا، دوسرے کومل کے لئے آج کا ان کا تذلیل بھرا لہجہ اس کے لئے ناقابلِ برداشت ہو گیا تھا۔ کومل اس کے دکھ سکھ کی ساتھی تھی، اس کے بیٹے کے لئے ماں سے بڑھ کر حساس تھی۔ وہ مون کی خود سے ایک لمحے کی جدائی بھی برداشت نہیں کر سکتی تھی اور نہ ہی مون اس سے ایک پل کو الگ رہ سکتا تھا۔ وہ اپنی بات کہہ کر رکا نہیں تھا۔ سب ہی کو حیران پریشان چھوڑ کر وہ اٹھ کر چلا گیا تھا۔ صوفیہ منصور کو ہی سب سے پہلے ہوش آیا تھا۔

''دیکھا، دیکھا وہ یہاں صرف لڑنے آیا تھا یا پھر اس کم ذات کا فیور لینے۔ اماں! آپ نے سنی ہیں نا اس کی باتیں؟ میں غلط کہہ رہی ہوں کیا؟''

''بس صوفیہ! اب ایک لفظ بھی مزید مت کہنا۔ آج کے بعد کومل کے لئے میں اس گھر میں کسی کی بھی زبان سے کوئی غلط بات نہ سنوں۔ وہ ہمارے گھر کی عزت ہے اور اپنی عزت کو خود اچھال کر تم لوگوں کو انگشت نمائی کا موقع فراہم کر رہی ہو۔ اس لڑکی کی یہ خوبی ہے کہ وہ تمہارے بیٹے کا گھر بسا کر بیٹھی ہے اور اس کی پہلی اولاد کو ماں بن کر پال رہی ہے۔ اب تمہیں

اس سے اور کیا چاہئے؟ آئندہ اس کے بارے میں کچھ کہنے سے پہلے اپنی بیٹیوں کا بھی سوچ لینا۔ انہیں بھی ان کے گھر بھیجنا ہے یا نہیں؟ تمہارے رویوں کا میری بیٹیوں پر کتنا غلط اثر پڑ سکتا ہے، تمہیں کچھ احساس ہے؟"

منصور احمد کا غصے سے بھرا انداز و لہجہ بہت عرصے بعد دیکھا گیا تھا۔ آج پہلی بار انہیں احساس ہوا تھا کہ وہ گھریلو معاملات سے تغافل برت کر غلطی کر رہے ہیں۔ صوفیہ منصور کی زبان و بیان دونوں نے ہی انہیں تکلیف دی تھی۔ پھر وہ بھی وہاں ٹھہر نہ سکے تھے۔ اماں جان سے معذرت کرتے ہوئے وہاں سے اٹھ کر اپنی اسٹڈی میں بند ہو گئے تھے۔ اماں جان بہت کچھ کہنے کی چاہ کے باوجود خاموش تماشائی بنی رہ گئی تھیں۔ صوفیہ بھی بہت برہمی سے اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی آئی تھیں۔

"اونہہ، بہو صاحبہ کے لئے آج منصور احمد کی محبتیں بھی بیدار ہو گئی ہیں۔ احسان کر رہی ہے وہ ہم پر۔ اگر وہ بچے کو پال رہی ہے، اسی لئے لائی گئی ہے وہ۔ اس کا پالنا دیکھا جا رہا ہے۔ اور مجھ سے جو میرے بچے دور ہیں، اس کا کسی کو احساس نہیں ہے۔" وہ بلند آواز میں چیخ رہی تھیں۔ ثانیہ ان کی دل جوئی کی خاطر پیچھے ہی چلی آئی تھیں۔

"مما! آپ غصہ نہ ہوں۔ بھائی جان آ جائیں گے۔ دیکھئے گا، کومل بھابی انہیں خود لے کر آئیں گی۔ بھائی جان بھی تو غصے میں تھے۔ پاپا بھی تو صحیح کہہ رہے ہیں۔ ان باتوں کو یہیں چھوڑ دیں۔ اب تو ان کا الگ گھر ہے۔ اب کیا ہو سکتا ہے؟ آپ ان سے کہیں، وہ ویک اینڈ پر یہاں کر رہا کریں۔ بھائی اتنے سخت نہیں ہیں، وہ مان جائیں گے۔"

صوفیہ نے اس کے معصوم سے انداز پر بھی خاصی درشتگی سے گھورا۔ اس کا یہ تسلی بھرا مشورہ انہیں مزید آگ لگا گیا۔ پہلے بیٹے نے کافی کچھ سنا دیا تھا، پھر رہی سہی کسر شوہر نے پوری کی تھی اور اب یہ ان کی جان جلانے آ گئی تھی۔

"پرے ہٹو میرے قریب سے اور جاؤ اپنے چہیتے بھائی یا باپ کے پاس۔ وہی خوش ہو سکتے ہیں تمہارے ان مشوروں سے۔ جاؤ میرے کمرے سے۔"

ماں کی زبردست ڈانٹ کھا کر وہ منہ لٹکائے، لب دبائے ان کے کمرے سے نکلنے پر مجبور ہو گئی۔



آج پہلی بار وہ بے مقصد ہی سڑکوں پر چکر لگاتا رہا تھا۔ ایک اضطراب سا اس کے اندر اٹھ رہا تھا۔ بہت سی باتیں جو اب ماضی کا حصہ بن چکی تھیں، وہ بھی اس کی یادداشت میں بیدار ہو کر اسے بے کل کرنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ اس کے اندر پُرسکون رہنے کی شدید خواہش بچپن سے پنپ رہی تھی لیکن اسے ہمیشہ سکون وقتی صورت میں ملا تھا۔ مما کے قریب رہنے کے لئے اس نے اپنے بچپن کی بہت خواہشیں اور معصوم اُمنگیں تک قربان کر دی تھیں مگر مما کی ابتدائی چند مہینوں کی مجبوری والی محبت کے علاوہ اسے اپنے بچپن میں مما سے کچھ نہ ملا تھا۔ اس نے تو آنکھ کھولتے ہی بڑی ماں کو اپنے بہت قریب دیکھا تھا۔ خود پر ممتا لٹاتے، ان کے محبتوں بھرے لمس نے اسے مما سے دوری کا احساس بھی نہیں ہونے دیا تھا لیکن دل کے کسی حساس کونے میں نہ جانے یہ کسک کیسے پناہ گزین ہو گئی تھی کہ مما نے، اس کی ماں نے صرف اسے ہی خود سے دور کیا تھا۔ جب کہ شافند بھائی بڑے ہونے کے باجود ہمیشہ مما کے ساتھ اور پاس رہے تھے۔ بچپن میں تو اسے اس بات کا اتنا احساس نہیں ہوا تھا، مگر جیسے جیسے وہ بڑا ہوا اور اسے حقیقتوں کا ادراک ہوا کہ بڑی ماں اور دا جان سے دراصل اس کا رشتہ کیا ہے اور اس کے مما اور پاپا، شافند اور ثانی کے مما پاپا ہیں تو پہلے تو وہ اُلجھا تھا، حیران ہوا تھا اور بے یقین بھی۔ بڑی ماں کے علاوہ وہ کسی کو اپنی ماں ماننے کو تیار نہیں تھا۔ لیکن پھر رفتہ رفتہ وہ اس حقیقت کو ماننے لگا تھا۔ پھر بھی اس کے اندر جو سوال اور گرہ تھی، وہ بڑی ماں کے سامنے کھولنے اور حل کرنے کی کوشش کیا کرتا تھا۔

"آخر کیوں؟........ بڑی ماں نے مجھے پاس کیوں نہیں رکھا؟ جیسے شافند بھائی کو اپنے پاس رکھا اور ثانیہ کو اپنی محبتیں دیں، میرے ساتھ انہوں نے ایسا سلوک کیوں کیا؟"

پہلی بار وہ اس سوال کے جواب کے لئے بہت بے چین ہوا تھا۔ بڑی ماں نے اسے بغور دیکھتے ہوئے اس کا اضطراب محسوس کیا تھا اور پھر اسے اپنے پہلو میں بٹھا کر بہت رسان سے سمجھانے کی کوشش کی تھی۔

"سنو میرے چاند! جب تم پیدا ہوئے تو تمہاری ماں بہت بیمار ہو گئی تھی۔ یرقان ہو گیا تھا اسے۔ ڈاکٹروں نے مکمل آرام کا مشورہ دیا تھا۔ اس صورت میں وہ ایک ننھے بچے کو کیسے

سنبھال پاتی؟ وہ خود اپنی طویل بیماری سے چڑچڑی ہوگئی تھی تو تمہیں کیسے سنبھال پاتی؟ پھر میرے بچے! اللہ تعالیٰ نے تمہاری پرورش میرے ہاتھوں لکھی تھی۔ میں کچھ مہینے تو وہاں منصور کے گھر میں رہی تھی، مگر تمہارے دا جان تو یہاں فارم ہاؤس میں رہنا پسند کرتے تھے۔ سو مجھے تم سمیت یہاں آنا پڑا تھا۔ تم خود بھی تو ایک پل کو میرے بغیر نہیں رہتے تھے۔ تیمور پڑھتا تھا، تب ہم دو جی اکیلے تھے۔ تمہاری آمد سے تو مانو ہمیں زندگی کا پھر سے مقصد مل گیا تھا۔ تمہارے دا جان تمہارے بغیر ایک پل نہیں رہتے تھے۔ پھر جب تمہاری پڑھائی کا سلسلہ شروع ہوا تو منصور تمہیں لے گیا تھا۔ مگر تم وہاں رہے ہی نہیں۔"

بڑی ماں نے مختصراً سب بتا کر اسے مطمئن کرنے کی کوشش کی تھی۔ مگر پھر بھی اس کے اندر مما کی بے توجہی کی گرہ مضبوط ہوتی گئی تھی۔ وہ اکثر سوچتا تھا کہ کیا بیماریوں، پریشانیوں میں مائیں اپنی اولاد کو خود سے دور اور الگ کر دیتی ہیں؟

آج بہت مدت کے بعد، اسے گھر سے دور آنے کے بعد پہلی بار یہ سب یاد آیا تھا اور صرف مما کے فون کی وجہ سے۔ وہ شافند کے لئے بے قرار و مضطرب تھیں اور چاہتی تھیں کہ شافند ان کے پاس آجائے، ان کی نظروں کے سامنے رہے۔ وہ شافند کے لئے اپنی بے قراری اس پر عیاں کر کے اس کے دل میں پناہ گزین کسک کو بڑھا گئی تھیں۔ بہت کوشش سے اس نے اپنے درد اور کرب کو دبایا تھا اور پھر ذہن و دل کو مطمئن کرنے کے لئے اس نے اماں جان کو فون کیا تھا۔ اماں جان ہی تھیں جو اس کی بے قراری و اضطراب کو اپنی محبت و شفقت سے مٹا سکتی تھیں۔



"اتنی دیر کہاں رہ گئے تھے آپ؟...... جانتے ہیں، میں کس قدر پریشان تھی۔ آفس سے تو آپ شام کے نکلے ہوئے ہیں۔"

رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ شافند پہلی بار بنا بتائے اتنی تاخیر سے گھر واپس آیا تھا۔ کومل پورچ کی سیڑھیوں پر تنہا پریشان سی بیٹھی تھی۔ اس کی گاڑی پورچ میں رکتے ہی وہ اس کی طرف لپکی۔ "اور مون، اسے تو میں نے بہت مشکل سے سلایا ہے۔"

کومل نے اس کے پریشان چہرے کو ابھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ اسے جواب دیئے بغیر پورچ کی سیڑھیاں چڑھتا ہوا اندر کی جانب بڑھ گیا۔

"آپ مما کی طرف بھی گئے تھے نا؟" شافند کی طرف سے کسی سوال کا جواب نہیں تھا۔ وہ خاموشی کا مظاہرہ کرتا کافی سنجیدگی کے ساتھ اپنے کمرے میں داخل ہوا۔ کمرے کی چکا چوند روشنی میں کومل نے اس کا پھیکا، اُداس، مرجھایا چہرہ دیکھا تو تشویش سے گویا ہوئی۔

"کیا ہوا؟...... کیا مما کے ساتھ کوئی بات ہوئی ہے؟"

"ڈونٹ وری۔ کوئی بات نہیں ہوئی۔ تم پریشان مت ہو۔" شافند نے اپنے لہجے کو تو قابو

کر لیا تھا مگر چہرے کے تاثرات چھپا نہیں سکا تھا۔

"آپ کی پریشانی میری پریشانی نہیں ہے کیا؟"

"کہہ جو رہا ہوں، کوئی بات نہیں ہوئی۔ کسی سے میٹنگ تھی، اس لئے لیٹ آیا ہوں۔" نہ چاہتے ہوئے بھی شافند کی آواز بلند ہوگئی۔ کومل نے خاموشی اختیار کرتے ہوئے اسے واش روم میں جاتے دیکھا۔ نہ جانے کیوں اس کا دل کہہ رہا تھا کہ وہاں منصور ہاؤس میں کچھ ہوا ہے، تب ہی شافند کا رویہ ایسا ہو رہا تھا۔ مما کے رویئے اور باتوں کا کچھ نہ کچھ تو نتیجہ نکلنا ہی تھا۔

"کھانا گرم کروں؟" اسے واش روم سے فریش ہو کر نکلتے دیکھ کر کومل نے اپنے فرائض نبھائے۔

"مجھے بھوک نہیں ہے، تم کھا لو۔ اور پلیز میں لیٹ ہو جاؤں تو تم ٹائم پر کھانا کھا لیا کرو، انتظار مت کیا کرو میرا۔" شافند نے اسے اپنے معمول کے لہجے میں مخاطب کیا، مگر کومل کو نہ جانے کیا محسوس ہوا تھا کہ اس کی آنکھیں ہی نہیں، لہجہ بھی بھرّا گیا تھا۔

"شافند! ایسا پہلے کبھی ہوا ہے؟ آپ کو لیٹ آنا ہو تو آپ مجھے فون کر دیتے ہیں، مگر آج......"

"اُفوہ...... ملی! بتا رہا ہوں تمہیں، بزی تھا میں۔ او کے، تم کھانا گرم کرو، میں آتا ہوں۔" شافند نے اسے اپنے سامنے سے ٹالنے کی کوشش کی۔ مما کی باتیں ابھی تک بازگشت بنی ہوئی تھیں۔ کومل کی فکرمندی و پریشانی میں کوئی بناوٹ و ملاوٹ نہیں تھی، تب ہی وہ اسے اپنے دل پر گزرتی قیامت سے بے خبر رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"مجھے بھی بھوک نہیں ہے۔ آپ بتائیں، آپ مجھ سے کیا چھپا رہے ہیں؟ وہاں آپ گئے تھے، مجھے معلوم ہے۔ میں نے آپ کے بارے میں معلوم کرنے کے لئے وہاں فون کیا تھا۔ ثانی نے مجھے بتایا تھا کہ آپ وہاں سے ناراضگی کے ساتھ نکلے ہیں۔"

کومل نے اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے خاصے اعتماد سے کہا تو وہ اسے دیکھ کر رہ گیا۔

"اگر آپ مجھے بے خبر رکھنا چاہتے ہیں کہ وہاں کیا بات ہوئی تو پھر خود کو بھی مطمئن رکھئے۔"

"تم بے خبر کب ہو؟ سب ہی کچھ تو جانتی ہو۔ مما کی باتیں، ان کا موجودہ رویہ۔ کبھی کبھی مجھے لگتا ہے، انہیں کوئی سائیکی پرابلم ہے۔" شافند آخر اس کے آگے سر تسلیم خم ہوا۔

"نہیں، یہ سائیکی نہیں، ایموشنز پرابلم ہے، جو ہر ماں کے ساتھ ہوتی ہے۔ ایک ماں ہمیشہ اپنے آپ کو اپنی اولاد کے لئے اہم رشتہ سمجھتی ہے جو کہ وقت کے ساتھ ساتھ اہم ترین ہونا چاہئے۔ لیکن اولاد کی ترجیحات اپنی عمر کے مختلف ادوار میں مختلف ہوتی ہیں۔ تب ہی اسے ماں کے احساسات کا برملا اظہار اُلجھانے لگتا ہے۔ مما اپنی جگہ درست ہیں، انہیں اپنی اہمیت اور رشتے کی مضبوطی کا شدت سے یقین ہے، اسی لئے ان کا ردِعمل بھی شدید ہے اور......"

"کیا صرف ماں کا رشتہ ہی مضبوط ہوتا ہے؟ باقی سب رشتے، بہن، بھائی، باپ، بیوی، بچے، دوست سب ہی کمزور ہوتے ہیں؟ کیا ایک مضبوط رشتے کے لئے باقی میں سے کسی ایک سے دستبرداری قبول کر لینی چاہئے؟ یہ عمل درست ہوگا؟" شافند نے بہت جھنجلا کر اس کی بات کاٹی۔

"شافند! ماں ایک عظیم رشتہ ہے۔ ماں کے بغیر ایک بچے کی شخصیت شکست و ریخت کا شکار ہو جاتی ہے۔ اس بات کو تو مانتے ہیں نا آپ۔"

"پلیز ملی! لیو دِس...... مجھ سے ابھی اس ٹاپک پر بات نہ کرو۔ ویسے بھی میں مما سے کہہ آیا ہوں کہ بے شک وہ مجھ سے کوئی تعلق نہ رکھیں۔ روح میں شگاف ڈالتی ان کی محبت مجھے نہیں چاہئے اور......" ایک دم شافند کی آواز میں دکھ و کرب اُتر آیا تھا۔ کومل نے بھی تذبذب کے عالم میں اسے دیکھا۔ اس کے روشن چہرے پر آج عجیب سے ملال کا سایہ پھیلا تھا۔

"شافند! آپ کیوں ان کی بدگمانیاں بڑھا رہے ہیں؟ وہ مجھ سے مزید متنفر ہو گئی ہوں گی۔ میں نے آپ سے پہلے ہی کہا تھا کہ میں مزید نفرتیں برداشت نہیں کر سکتی۔ میرے پاس ماضی کی کوئی اچھی یاد بھی نہیں ہے۔ میرے پیچھے کوئی راہ بھی نہیں ہے۔ میرا حال اور مستقبل جن سے وابستہ ہے، میں ان سے کٹ کر نہیں رہنا چاہتی۔ یہ بات آپ کیوں نہیں سمجھتے؟"

"کومل! تمہارا حال اور مستقبل مجھ سے وابستہ ہے۔ کیا ہم ایک دوسرے کے لئے کافی نہیں ہیں؟ اور دیکھو، میں مما کی اہمیت تسلیم کرتا ہوں۔ ان کا احترام و عزت کرنا اپنا فرض بھی سمجھتا ہوں۔ مگر سوچو، ان کی کسی غلط بات کو میں کیسے مان سکتا ہوں؟"

"تو آپ انہیں آرام سے، محبت سے سمجھائیے۔ کسی دلیل سے اپنا نظریہ بتائیے۔ وہ یقیناً آپ کی بات سمجھنے کی اہلیت رکھتی ہیں۔ جوش میں تو ویسے بھی انسان اپنا ہوش کھو بیٹھتا ہے۔ آپ نہ جانے ان سے کس انداز میں بات کر کے آئے ہیں۔ پلیز شان! میرے لئے آپ انہیں ناراض مت کریں، نہ ہی ان سے اُلجھیں۔ آپ صبح ہی سارے پیپرز انہیں دے آئیں، ان سے معافی مانگ لیں۔ ان کی ناراضگی ہمیں پُرسکون نہیں رہنے دے گی۔ اچھی زندگی کے لئے ماں کی دعائیں بہت ضروری ہوتی ہیں۔"

کومل کے لہجے میں ہی نہیں، آنکھوں میں بھی شبنم اُتر آئی تھی۔ شافند یک ٹک اپنی شریکِ حیات کو تکتے ہوئے اس کی نصیحتیں سن رہا تھا۔ اس کے خدشات محسوس کر رہا تھا۔ اس کا ایثار و اخلاص پرکھ رہا تھا۔ وہ واقعی اس کے لئے کسی انمول تحفے، نعمت مترکہ سے کم نہ تھی۔

"ملی! کبھی کبھی مجھے لگتا ہے، تم اس دنیا کی نہیں ہو۔ تم جن حالات سے گزر کر آئی ہو، اس کے باوجود بھی تمہارا حوصلہ، تمہاری برداشت قابلِ ستائش ہے اور......"

"میں اسی دنیا کی ہوں شافند منصور! اور بہت زیادہ سیلفش، خود غرض بھی۔ پہلی بار زندگی میں اتنا کچھ ملا ہے تو میں نہیں چاہتی کہ یہ سب کچھ مجھ سے چھن جائے۔ اب میں محبتوں کے

بغیر نہیں رہ سکتی اور نہ ہی پلٹ کر نفرتوں کے جہان میں جانا چاہتی ہوں۔ اس لئے پلیز، میرے حال پر رحم کریں اور مما کو......" کومل نے محبت سے کہتے اس کے سامنے ہاتھ جوڑے۔

"منا لوں گا بابا! منا لوں گا۔ تمہاری خاطر سب کچھ کر لوں گا۔ میں اکثر سوچتا ہوں......" شافند نے اس کے بندھے ہاتھوں کو تھاما اور پھر اپنی بات مکمل کی۔ "میں تمہاری خاطر ہی واپس آیا ہوں۔ یو نو، میں پاکستان آنا نہیں چاہتا تھا، مگر میں واپس آنے پر مجبور ہو گیا۔ شاید تمہاری وجہ سے۔"

ایک دم اس کے ذہن و دل کا بوجھ سرک گیا تھا۔ مما سے اونچی آواز اور کچھ بدتمیزی سے بولنے کا جو ملال اس کے اندر باہر پھیلا ہوا تھا، وہ بھی چھٹ گیا تھا۔ کچھ بھی تھا، اس کی جینز میں ماں کا احترام و عزت تو شامل تھا۔



کومل اگلے ہی روز اپنی ساری خطائیں بخشوانے شافند کے ہمراہ پہنچ گئی تھی۔ منصور احمد بھی اس وقت موجود تھے۔ شافند کی معذرت اور کومل کا بنا قصور کئے معافی مانگنا ان کے دل میں اس کی جگہ مزید اونچی بنا گیا تھا۔ ان کی نگاہ میں بہو کی قدر و منزلت مزید بڑھ گئی تھی۔ انہیں صوفیہ کے بے بنیاد ناساز رویوں پر ملال کے علاوہ دکھ اور غصہ بھی تھا۔ جو لڑکی ان کے گھر کی خوشیوں کی سلامتی کے لئے اپنا آپ ہار کر آئی تھی، اس پر انہیں فخر ہونا لازمی امر تھا۔ اس لئے انہوں نے علیحدگی میں صوفیہ کو تنبیہ کی تھی کہ آئندہ کومل کے لئے ان کا رویہ بہت اچھا ہو۔

بظاہر تو صوفیہ منصور بھی خاموش تھیں مگر ان کے اندر کومل کے لئے جو نفرت و کدورت پھیلی تھی، اس کا سمٹنا اتنا آسان نہ تھا۔ حالانکہ کومل نے حتیٰ المقدور کوششیں کی تھیں کہ صوفیہ منصور کا رویہ اس کے ساتھ پہلے کی طرح محبت و اپنائیت بھرا ہو جائے۔ وہ پہلے کی طرح اسے سراہیں، اس کی پذیرائی کریں، اسے اپنے مشوروں سے نوازیں۔ اس کوشش میں وہ ہر ویک اینڈ منصور ہاؤس میں گزارنے لگی تھی۔ پہلے کی طرح امورِ خانہ داری میں دلچسپی لینے کی کوشش بھی کرتی تھی۔ ثانیہ، تانیہ کے ساتھ آؤٹنگ کے پروگرام بھی بناتی تھی۔ وہ خود کو بھلائے صوفیہ منصور کے دل کا میل دھونے کی کوشش میں غلطاں تھی۔ حالانکہ شافند اس کی اس روٹین سے خاصا اُلجھنے لگا تھا۔ وہ اسے اپنے آفس میں ایڈجسٹ کرنا چاہتا تھا، فیکٹری کے کاموں میں اس کے تعاون کا متمنی تھا اور وہ تھی کہ مما کی خوشنودی کو اوّلیت دے رہی تھی۔

اس روز بھی صبح ناشتے پر منصور ہاؤس جانے کا سن کر وہ خاصی سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔

"یہ سلسلہ اور کتنے دن مزید چلے گا؟"

"کون سا سلسلہ؟" چائے کا کپ اس کے سامنے رکھتے ہوئے کومل نے حیرانی سے پوچھا۔ وہ اس کی بات کا مطلب ہی نہیں سمجھی تھی۔

"منصور ہاؤس وقت بے وقت آنے جانے کا۔ مجھے سیریسلی تمہاری ہیلپ چاہئے اور تم ہو کہ جانے کن چکروں میں پڑی ہو۔ وہ میری ماں ہیں۔ میں جانتا ہوں، انہیں آسانی سے خوش نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے پلیز اپنی انرجی اور محبت ویسٹ مت کرو اور آفس آیا کرو۔ اب تو مون بھی مونٹسری جانے لگا ہے، تمہارے پاس یہ بہانہ بھی نہیں ہے کہ وہ تمہارے بغیر نہیں رہتا۔"

"میں کوئی بہانہ نہیں کرتی۔ ابھی اس کی نرسری سے فون آجائے گا تو مجھے جانا پڑے گا۔ اور جناب! آپ بھول رہے ہیں، شروع میں مجھے کتنے دن تک اس کے ساتھ جا کر اٹھنا بیٹھنا پڑا ہے اور......"

"تم بات کو ٹالو نہیں۔ میں جو پوچھ رہا ہوں، اس کا جواب دو۔ تم آج سے آفس آ رہی ہو یا نہیں؟"

"آج سے؟......آج تو مما کے کچھ گیسٹ آ رہے ہیں۔ انہوں نے مجھے ارینجمنٹ کے لئے کہا ہے۔ میں کل سے ضرور آپ کے ساتھ چلوں گی۔" کومل نے عذر بتایا تو وہ سر ہلانے لگا۔

"اوکے۔ کل صبح سے ریڈی رہنا۔ تم یہاں ہولڈ سنبھالو تو پھر مجھے آؤٹ آف کنٹری بھی ایکسپورٹ کرنے کا سوچنا ہے۔ بلکہ چند دنوں تک مجھے اسلام آباد بھی جانا ہے، وہاں بھی مجھے مارکیٹ ویلیو دیکھنی ہے۔ مارکیٹنگ کے بغیر بزنس نہیں چل سکتا۔"

چائے کا سِپ لیتے ہوئے اس نے کومل کو ذہنی طور پر تیار کیا۔

"آئی پرامس، کچھ عرصہ تمہاری یہ مصروفیت ہو گی، پھر تم اپنی مرضی سے اپنے گھر میں وقت گزارنا۔"

"ٹریپ کرنے کا یہ اچھا طریقہ ہے۔ آپ کو معلوم ہے، مجھے کام کرنے کی عادت ہو جائے گی تو پھر مجھ سے گھر میں بیٹھا نہیں جائے گا۔" کومل نے اس کا پروگرام سن کر اسے چھیڑا۔

"ڈونٹ وری۔ تمہیں واپس گھر بٹھانے کا علاج بھی ہے میرے پاس۔ مون کا کوئی بہن بھائی آ جائے تو پھر تم خود ہی سارے کام بھول جاؤ گی۔"

"شافند......!" شافند کے اس پلان پر وہ پہلے تو گلگوں ہوئی، پھر اپنی جھینپ مٹانے کو اسے گھور کر دیکھا بھی۔ "آپ اٹھئے اور آرام سے اپنے آفس جائیے۔ مستقبل کی پلاننگ پھر کبھی کرنا۔"

کومل کو اس سے بے طرح شرم محسوس ہوئی تو وہ اٹھ کر میز پر پھیلی چیزیں سمیٹنے لگی۔

شافند تقریباً اپنا ناشتہ ختم کر چکا تھا اور اسے دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔

"میں نے تو یہ پلاننگ پہلے سے کر رکھی تھی کہ مون کی اسکولنگ شروع ہونے سے پہلے تم پر مزید ایسی ذمے داری نہیں ڈالی جائے گی۔ تمہاری اس سلسلے میں کوئی پلاننگ ہے تو ابھی بتا دو، بعد میں مت کہنا کہ......"

"پلیز شان!......آج آپ اوور ہو رہے ہیں اور بالکل بھی اچھے نہیں لگ رہے۔"

"ڈونٹ مائنڈ۔ تم اچھی طرح سوچ لو۔ تمہارے پاس ابھی وقت ہے۔ تم جب اس ذمے داری کو اٹھانے کی چاہت کرو گی، تب ہی ہماری فیملی میں اضافہ ہو گا، ورنہ......" شافند آج حد سے زیادہ بے تکلف اور کچھ بے باک ہو رہا تھا۔

کومل نے زِچ ہوتے ہوئے اس کے سامنے ہاتھ جوڑے۔ "خدا کے لئے بس کریں اور جلدی اُٹھیں۔ آپ آج معمول سے لیٹ ہو رہے ہیں جو کہ اچھی بات نہیں ہے۔ ورکرز پر اچھا امپریشن نہیں پڑتا۔"

"اور ریئلی، میں لیٹ ہو رہا ہوں۔" شافند نے اپنی رسٹ واچ پر وقت دیکھا، سوا نو بج رہے تھے۔ جب کہ وہ نو بج کر دس منٹ پر گھر سے نکل جاتا تھا۔ آفس پہنچنے میں اسے پندرہ بیس منٹ لگ جاتے تھے۔

"آج کل تمہارے ساتھ وقت گزارنے کی کوشش میں، میں لیٹ ہو جاتا ہوں۔" شافند نے اسے مصنوعی خفگی سے کہتے ہوئے ٹیبل نیپکن سے ہاتھ صاف کئے اور پھر کرسی پیچھے کھسکا کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"اگر آپ وقت پر اٹھ جایا کریں تو کبھی بھی لیٹ نہ ہوں۔ ابھی اتنی دیر نہیں ہوئی ہے، اس لئے رش ڈرائیونگ مت کیجئے گا۔" کومل اس کے ساتھ ساتھ اسے چھوڑنے باہر کی طرف بڑھی۔

"ڈونٹ وری...... مجھے اپنی زندگی کی فکر تم سے زیادہ ہے۔ اس لئے کہ میں تمہارے ساتھ بہت لمبی زندگی جینے کی خواہش رکھتا ہوں۔ اپنے اور تمہارے سب خوابوں کو سچ ہوتے دیکھنا چاہتا ہوں۔" شافند نے بیچ راہ میں روک کر اسے اپنے حصار میں لے کر بہت محبت و چاہت سے اظہار کیا۔ کومل نے اسے کچھ حیرت سے دیکھ کر کہا۔

"آپ کو نہیں لگتا کہ آج کل آپ کا بی ہیویئر چینج ہو رہا ہے۔ آپ کام سے زیادہ مجھ پر توجہ دے رہے ہیں۔"

"چینج یا رومینٹک۔ تمہیں اچھا نہیں لگ رہا ہے سب؟"

وہ فوراً ہی صفائی دینے لگی۔ "نہیں، یہ بات نہیں ہے۔ دراصل میں......"

"دراصل تم مجھے صرف کام، کام، کام کرنے کے جنون میں مبتلا بندہ سمجھتی ہو۔ یار! آئی سویئر، میں بیسیکلی (بنیادی طور پر) رومینٹک انسان ہوں۔ بس کچھ فرصت ملنے کی دیر ہے، پھر دیکھو میں تمہاری رائے اپنے بارے میں کیسے بدلتا ہوں۔ صرف چند دن اور، اوکے۔ او مائی گاڈ! ساڑھے نو بجنے والے ہیں۔ گڈ بائے۔ سی یو ٹو نائٹ۔"

"اللہ حافظ!" کومل نے مسکراتے ہوئے اسے جاتے ہوئے دیکھا۔ ایک آسودگی نے اسے سرشار کر دیا تھا۔



"ملی! خدا کے لئے خود کو سنبھالو......اس طرح تو......اپنی حالت دیکھو......کھانا پینا چھوڑ دو گی تو......کیا اس طرح جانے والے واپس آسکتے ہیں؟"

چوتھا دن تھا، وہ صرف چائے پانی پر گزارہ کر رہی تھی۔ شافند مسلسل اسے کھانے پینے پر مجبور کر رہا تھا بلکہ ان چار دنوں میں وہ اس کے پاس سے ایک پل کے لئے بھی نہیں ہٹا تھا۔ وہ اپنے جاں نثار کو کیا بتاتی کہ اس کے دل، اس کی روح کو کسی احتیاج کی طلب ہی نہیں ہو رہی۔ شاید اس کے جسم کی طلب تو انائی تھی مگر وہ اپنی اس ضرورت کو بھی فراموش کئے ہوئے تھی۔ چار دن پہلے ہی تو اسے اپنے ابا جی کی اچانک وفات کی اطلاع ملی تھی اور وہ ساکت رہ گئی تھی۔ میکے کا مان تو بہت پہلے اس سے چھن چکا تھا مگر ابا جی کی شفقتوں کا احساس تو اسے بہر حال ملتا رہتا تھا۔ وہ کبھی کبھار اس سے ملنے آجاتے تھے، مگر اب وہ ان شفقتوں سے محروم ہو چکی تھی۔ وہ جانتی تھی، سمجھتی تھی، تقدیر کے لکھے پر سرنگوں بھی تھی لیکن ابا جی کے لئے کچھ نہ کر سکنے کا ملال اور اماں کا نفرت و ہتک بھرا رویہ اسے مزید توڑ پھوڑ گیا تھا۔ ابا جی کا آخری دیدار بھی اس نے قبرستان جا کر کیا تھا۔ اماں نے تو اسے دیکھتے ہی اپنے بیٹوں کے ساتھ اسے بد دعائیں اور کوسنے دینے بھی شروع کر دیئے تھے بلکہ عملاً دھکے دے کر اسے اپنے گھر سے نکال دیا تھا اور تب سے اب تک وہ نڈھال و پژمردہ سی ہوئی بے دلی سے جینے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس دوران مون بھی اس کی عدم توجہی کا شکار ہو رہا تھا۔ ثانیہ ہی مون کو بہلا اور سنبھال رہی تھی مگر وہ ماں کے لئے بے چین تھا۔ اس کے پاس آتا تو اسے روتا ہوا دیکھ کر خود بھی رونے لگتا تھا۔

"پلیز ملی! میری خاطر، مون کے لئے خود کو سنبھالو۔ ہمیں اور تمہارے گھر کو تمہاری ضرورت ہے۔"

شافند نے ایک بار پھر اسے سمجھانے اور حوصلہ دینے کی کوشش کی۔ وہ اس کے کندھے پر سر رکھ کر پھر سے بکھرنے لگی۔

"میں......کیا کروں؟......اماں نے مجھے کیسے گھر سے......" وہ ہچکیوں سے رونے لگی۔ شافند کو پہلی بار اپنے دل کا درد بھی بتایا۔

"کومل! فطرت کو بدل سکتی ہو تم؟......تم انہیں اچھی طرح جانتی ہو۔ مجھے بھی دکھ ہے، افسوس ہے مگر شاید میں تمہارا غم دور کرنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ تمہیں خود ہی خود کو سنبھالنا ہے، صبر کرنا ہے۔ زندگی میں کسی ایک کی جدائی پر اپنے باقی رشتوں کو تو فراموش نہیں کیا جا سکتا، نہ ہی جینا چھوڑا جا سکتا ہے۔ جینا تو پڑتا ہے، کسی بھی طرح پھر میں تو ہوں نا تمہارے ساتھ۔ مون ہے، تمہیں معلوم ہے وہ لاڈلا اسکول نہیں جا رہا۔" شافند نے سنجیدگی سے سمجھاتے سمجھاتے اس کی توجہ اور دھیان کو جیسے بیدار کیا جو گزشتہ چار روز سے خوابیدہ تھے۔

"کیوں؟" وہ اس کے کندھے سے سر اٹھا کر پوچھ رہی تھی۔ شافند کے کندھے پر سر رکھ کر

رونے سے دل کا بوجھ کافی کم ہو گیا تھا۔

"کیوں؟......کیونکہ اس کی ماما اسے ڈراپ کرنے نہیں جا رہی۔ ماما صحیح کہتی ہیں، تم نے اسے بگاڑ دیا ہے۔"

شافند نے اسے سنبھلتے دیکھ کر ماما کا فرمان سنا کر اسے چھیڑا جو اکثر برملا ان کے لبوں سے ادا ہوتا رہتا تھا۔ کیونکہ مون بہت سے کام اپنی مما کے علاوہ کسی سے نہیں کرواتا تھا۔

"بے فکر رہیے۔ میں نے بگاڑا ہے تو میں سدھار بھی لوں گی۔ ہے کہاں وہ؟ اور آپ آفس نہیں گئے؟" بیڈ سائیڈ پر پڑے ٹشو پیپر باکس سے ٹشو پیپر کھینچ کر چہرہ صاف کرتے ہوئے اس نے سلیپنگ سوٹ میں ملبوس شافند کو دیکھ کر کچھ تحیر سے پوچھا۔ ایک اپنے دکھ میں وہ کیا کچھ بھول رہی تھی۔ یہ شخص، یہ گھر اور اس سے وابستہ ہر شے توجہ کی طالب تھی اور وہ سب کچھ فراموش کئے ہوئے تھی۔ ایک ملال سا اس کے اندر اُترنے لگا۔ شافند نے بغور اس کے چہرے پر پھیلے احساسِ ملال کو پڑھا پھر اس کا ہاتھ تھام کر اسے اس احساس سے نکالنے کے لئے گویا ہوا۔

"آج لنچ ٹائم میں غیر ملکی کلائنٹس سے میری میٹنگ ہے۔ اس کے بعد میں آفس جاؤں گا۔ ابھی تم اٹھ کر فریش ہو جاؤ اور میرے ساتھ بریک فاسٹ کرو۔ اور سنو، چائے تم خود بنانا۔ تین دن سے میں ثانی کے ہاتھ سے بنا جوشاندہ پی پی کر اوب گیا ہوں۔"

"بھائی! آپ پیٹھ پیچھے میری برائیاں کر رہے ہیں۔" ثانیہ اسی دم ان کے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ گود میں مچلتا ہوا مون تھا، جو ماں کی طرف لپک رہا تھا۔ کومل نے بڑھ کر اسے اپنی آغوش میں لیا اور بے تحاشا اسے پیار کرنے لگی۔

"پیٹھ پیچھے نہیں، میں تمہارے سامنے میں کہہ رہا ہوں۔ سچ سچ بتاؤں، وہ چائے تم نے خود پی تھی۔ تم سے اچھی چائے تو وہ کریم بابا (مالی) کی بارہ سالہ زیتون بنا لیتی ہے۔"

"اسے بھائی نے ٹرینڈ کیا ہوا ہے۔ ٹھیک ہے۔ میں آئندہ آپ کا کوئی کام نہیں کروں گی۔" وہ روٹھے بچوں کی طرح دھپ سے کاؤچ پر بیٹھ گئی۔ کومل، مون میں ہی مگن تھی۔

"یہ گندا بچہ اسکول کیوں نہیں گیا؟ اسکول نہیں جاؤ گے تو ماما بھی پنش منٹ دیں گی اور ٹیچر بھی۔"

"ماما! پاپا نے دی تی (تھی) مجھے مارا تا (تھا)۔" ڈرتے ڈرتے پاپا کی طرف دیکھتے ہوئے مون نے معصوم لہجے میں شکایت کی تو کومل نے فوراً شافند کو شاکی نظروں سے دیکھا۔

"اُف، اس فتنے کو دیکھو، کل کی بات یاد ہے۔" شافند بے اختیار مسکرایا۔ "یار! اسکول کے گیٹ پر پہنچ کر طوفان اٹھا دیا تھا کہ ماما کے پاس جانا ہے۔ مجھے غصہ نہیں آتا تو......"

"تو وہ غصہ آپ مجھ پر اتارتے۔ یہ میری وجہ سے نہیں جا رہا تھا۔ آپ نے اسے کیوں......" ٹپ ٹپ آنسو پھر پلکوں سے ٹوٹنے بکھرنے لگے۔

"او مائی گاڈ!.......کومل! تمہیں نہیں معلوم، اس نے کتنا تنگ کیا ہے، مجھے اور ثانی کو۔ تم تو......"

"ماما! رو رہی ہو؟" مون کے سُر بھی بکھرنے والے تھے۔ کومل کو روتے دیکھ کر وہ خود بھی رونا شروع ہو جاتا تھا۔ "پاپا نے مارا ہے آپ کو بی؟"

"نہیں، نہیں میری جان! مجھے پاپا نے نہیں مارا۔ میں نہیں رو رہی۔ ناشتہ کیا ہے میرے بچے؟" کومل نے خود کو سنبھالتے ہوئے اسے خود سے چمٹا کر پیار کیا۔ ثانیہ ایک دم ہی اچھل کر کھڑی ہو گئی۔

"اوہ...... میں تو بھول گئی۔ ناشتہ ٹھنڈا ہو گیا ہو گا۔ آپ جلدی سے آ جائیں اور بھائی جان! آج آپ کو سزا کے طور پر میرے ہاتھ کی بنی چائے ہی پینی پڑے گی۔ کیونکہ میں چائے بھی دم پر رکھ کر آئی تھی۔ بھابی پلیز! آپ بھی جلدی اُٹھیں۔" وہ فوراً کمرے سے باہر چلی گئی۔

"آپ نے ثانی کو بھی ناراض کیا ہوا ہے، کیوں؟" وہ مون کو گود سے اتار کر بستر سے اتر کر چپل پہن کر کھڑی ہو گئی۔ اس کی عدم توجہی سے گھر کا نظام ابتر ہو رہا تھا۔ اپنی غفلت و بے بسی پر اسے دکھ و افسوس بھی تھا اور آئندہ خود کو مربوط رکھنے کا عزم بھی خود سے وہ کر رہی تھی۔

"یار! ثانی کو تو ایسے ہی چھیڑ دیا تھا۔ تم بھی ناراض ہو مجھ سے؟"

کومل نے پہلے نفی میں گردن ہلائی، پھر گویا ہوئی۔

"میں ناراض نہیں ہوں بلکہ مجھے خود پر افسوس ہے کہ میری وجہ سے آپ اور مون خاصے ڈسٹرب رہے ہیں۔"

"کم آن ملی! ایسا کیوں سوچتی ہو؟ لائف میں اس طرح تو چلتا رہتا ہے۔ تب ہی تو ایک دوسرے کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اچھا اب تم جلدی سے یہاں سے نکلو، ورنہ ثانیہ سیریسلی ناراض ہو جائے گی۔ کم آن سویٹ ہارٹ۔"

شافند نے اسے بازو کے گھیرے میں لے کر باہر کی طرف قدم بڑھائے۔ احساسِ طمانیت وتشکر اس کے رگ و پے میں سرایت کرتے ہوئے اسے ایک نئی طاقت کا احساس بخش گئے تھے۔

باپ کی شفقتوں سے بے شک وہ محروم ہوئی تھی مگر رفیق و شریکِ زندگی کی محبتوں کا سائباں تو بہرحال اس کے سر پر تنا ہوا تھا۔ اسے اب اس سے زیادہ کیا چاہئے تھا۔



کومل ایک بار پھر نئے عزم و حوصلے کے ساتھ اپنی زندگی کی روٹین قائم کر رہی تھی۔ مون کی اسکولنگ کی وجہ سے شافند کے ساتھ کچھ وقت اس کی فیکٹری میں بھی گزارتی تھی اور اس بار

وہ خود شافند کی بڑھتی مصروفیات کو دیکھ کر اس کے ساتھ صبح کے اوقات میں فیکٹری جانا شروع ہوئی تھی، جہاں بیٹھ کر وہ شہر میں موجود بوتیک کے لئے جدید طرز کے ملبوسات ڈیزائن کرتی اور بنواتی تھی۔ شافند اس کی کارکردگی کو نہ صرف سراہتا تھا بلکہ اکثر اسے توصیف و ستائش پیش کرتے ہوئے کہتا بھی تھا۔

"ملی! تم اپنے کام میں پرفیکٹ ہو چکی ہو، اس لئے میں سوچ رہا ہوں کہ تمہیں یہ سب سونپ کر میں کچھ اور کروں۔"

جواباً وہ اسے کبھی خاموشی سے دیکھے جاتی اور کبھی فوراً انکار کر دیتی۔

"آپ کے بغیر میں کچھ نہیں کر سکوں گی، اس لئے مزید کچھ مت سوچیں۔" اب بھی رات کے کھانے کے بعد وہ لان میں چہل قدمی کرتے ہوئے اسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے۔ شافند اگلی صبح دوسرے شہر میں خام مال کی برآمد کے سلسلے میں تین روز کے لئے جا رہا تھا۔ نئے تقاضوں کے تحت جدید میٹریل کی اشد ضرورت تھی۔ پہلی بات چیت تو ظاہر ہے اسے ہی کرنا تھی۔ سو وہ کومل کو اپنے پروگرام سے آگاہ کرتے ہوئے اسے مکمل وقت دینے کے لئے تیار کر رہا تھا۔

"خدا کے لئے شان! مجھ پر رحم کریں۔ مما پہلے ہی مجھ سے سخت کبیدہ ہیں، اب آپ کے یہ ارادے انہیں مزید نالاں کر دیں گے۔ مجھے معاف کریں بھئی۔ مجھے ورکنگ وومن نہیں بننا۔"

"اور وہ تمہارے وعدے اور ارادے کیا ہوئے؟ ہر حال، ہر مشکل میں ساتھ نبھانے کے عہد و پیاں کیا جھوٹے تھے؟" شافند نے اس کے سامنے کھڑے ہو کر، اس کے تیز قدموں کو روک کر کچھ ناراضگی سے پوچھا۔

"وہ سب ہمارے گھر کے لئے تھے۔ اور میں ثابت قدم ہوں ابھی تک۔ کیا آپ کو میرے استقلال میں کمی محسوس ہوئی ہے کبھی؟" کومل نے بھی اسی کے انداز میں جواب دیا۔

"یار! تم میں جب صلاحیتیں ہیں تو تم گھر میں بند کیوں ہونا چاہتی ہو؟" وہ زِچ ہوا۔

"اس لئے کہ میں اپنی صلاحیتیں صرف اپنے گھر پر صرف کرنا چاہتی ہوں۔ آپ کو احساس نہیں ہو رہا، مگر میں محسوس کر رہی ہوں۔ مون مینٹلی اپ سیٹ ہے، میری اس روٹین سے۔ وہ اسکول سے آ کر میرے ساتھ وقت گزارنا چاہتا ہے، لیکن میں اس وقت فیکٹری میں ہوتی ہوں یا بوتیک پر۔"

"مون تمہاری پرابلم نہیں ہے، تمہاری پرابلم مما کی باتیں ہیں۔ پلیز ملی! مما کے خوف سے نکل آؤ۔ میں تمہیں اعتماد کے ساتھ جینا سکھانا چاہتا ہوں۔ اس سب کو فیس کرو گی تو اچھے برے حالات سے لڑنا سیکھو گی۔ زندگی میں کبھی بھی، کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ تم آگے بڑھنے کے لئے کبھی کسی کے سامنے اپنا ہاتھ پھیلاؤ یا پھر تمہیں مجبوراً اپنے آپ کو مار کر کوئی راہ اپنانی پڑے۔"

شافند ایک دم ہی سنجیدہ ہو کر لان چیئر پر اٹک کر اسے نہ جانے کون سا فلسفہ سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا اور وہ گم صم ایک ٹک اسے دیکھے جا رہی تھی۔

"ہماری راہیں اور منزل ایک ہے، اس لئے میں تمہیں اپنے ہم قدم دیکھنا چاہتا ہوں۔ مجھے گھر کے حوالے سے تم سے کوئی شکایت نہ ہے، نہ ہوگی۔ یار! میں ایسا مرد نہیں ہوں، جو بیوی کو صبح شام تک سک سے تیار اپنے انتظار کی زندہ تصویر بنی دیکھنا چاہے۔ مجھے اپنی بیوی، اپنے ذاتی تشخص کے ساتھ گھر اور گھر سے باہر اپنے ساتھ درکار ہے۔ اور ذرا دل لگا کر سوچو، اس میں تمہارا کتنا فائدہ ہے۔ ہر وقت میری انکوائری کر سکتی ہو۔ کہاں جاتا ہوں، کس سے ملتا ہوں اور......" شافند کی سنجیدگی آخر میں زائل ہو ہی گئی۔ وہ بھی ایک دم اس کے سامنے بیٹھ کر رونے لگی۔

"مجھے...... میں آپ کی انکوائری کیوں کرواؤں گی؟ اعتماد ہے مجھے آپ پر...... میرا اعتماد آپ نے توڑنا ہوگا تو میری کوئی چیک آپ کا راستہ روک سکے گی کیا؟"

"او مائی گاڈ! بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔ سوری یار! اس وقت ہم کیا ڈسکس کر رہے تھے؟ پلیز ملی! یہ تین دن تو تم پورا ٹائم دو نا جا کر۔ واپس آ کر ریئلی میں خود ساری ذمے داری اٹھا لوں گا اور تمہیں تمہاری مرضی پر چھوڑ دوں گا۔ تم اپنے گھر میں رہو، اپنے لاڈلے کو سنبھالو، مما کو خوش کرو، اپنی فیملی بڑھاؤ۔ میں غریب اکیلے گزارا کر لوں گا۔ ڈونٹ وری بھئی۔" شافند آخر اسے ہنسانے میں کامیاب ہو ہی گیا۔ کومل کو بھی جیسے اچانک کچھ یاد آیا۔

"شافند! کل تو لیڈی ڈاکٹر کے ساتھ بھی اپائنٹمنٹ ہے نا میری۔ میں اکیلی جاؤں گی؟"

"میرا فوٹو ساتھ لے جانا۔ ملی! اسی لئے تو کہتا ہوں کہ بی بریو، بی کانفیڈنٹ۔ او کے۔ ڈاکٹر کے پاس اکیلے جانا سیکھو۔" وہ پھر چڑ کر کہہ رہا تھا۔

"میں کوشش تو کر رہی ہوں، مگر شان! ایک بات کہوں، مجھے تنہا ہونے سے بہت ڈر لگتا ہے۔ سب کو باہم و مربوط دیکھنا چاہتی ہوں۔ رشتوں کا خیال، ایک دوسرے سے محبت تب ہی قائم رہتی ہے، جب ہم ایک ساتھ رہیں۔ تنہا اکیلے جینا آسان نہیں ہوتا اور یہ فطرت انسان کی بھی نہیں ہے اور......"

"اُف، آئی تھنک مما نے کوئی نئی ڈوز دی ہے تمہیں۔" شافند نے نچلا لب دانتوں تلے بھینچ کر اسے دیکھا۔ "میں تمہیں پریکٹیکل دیکھنا چاہتا ہوں اور تم...... ہم دونوں اپنا اپنا فلسفہ ایک دوسرے کو سمجھانے میں ناکام ہو رہے ہیں۔ ملی! مجھے رشتوں کی اہمیت سے کب انکار ہے؟ اور دیکھو، میں ان سے کٹ کر بھی نہیں جی رہا۔ شادی کے بعد انسان کی اپنی ایک نئی زندگی شروع ہوتی ہے اور میری پرابلم یہ تھی کہ میں اپنی پرسنل لائف میں مزید کوئی انٹرپشن نہیں چاہتا تھا۔ مما کی نیچر سے بھی آگاہ ہوں، وہ بھی کسی سے مکمل مطمئن نہیں ہوتیں۔ ہم ان کے ساتھ رہتے تو جانتی ہو کیا ہوتا؟ ہر روز تمہاری ایک نئی شکایت مجھے ملتی، اس کے بعد نہ جانے کیا ہوتا، آئی

ڈونٹ نو۔ عقل مندی کا تقاضا یہی تھا کہ ان شکایات کا خود تک پہنچنے کا راستہ ذرا لمبا کر دیا جائے۔ سو او کے، کم آن۔ اب مجھے نیند آ رہی ہے۔ تمہاری ساری شکایات آ کر سنوں گا بھی اور دور بھی کروں گا۔"

شافند کی محبت و اپنائیت سے لبریز دل کش مسکراہٹ۔ کومل کو خود پر رشک سا آیا۔ اخلاص و وفا کا مکمل پیکر۔ اسے اپنی زندگی میں اس سب کی امید کب تھی۔ مان، اعتماد کا اپنے لئے وقف ہونا، اتنی محبت و چاہت کا ملنا۔ وہ کبھی خواب میں بھی نہیں سوچ سکتی تھی کہ اس کی زندگی میں بحیثیت شوہر بن کر آنے والا شخص اس پر اتنا کچھ لٹائے گا۔ اسے اتنا کچھ دینے کی کوشش کرے گا کہ اسے اپنا دامن تنگ پڑتا محسوس ہوگا۔ ابھی تو وہ ایک قاعدے کے تحت اس کی زندگی میں شریک ہوئی تھی، تب وہ اس کے لئے اس قدر مخلص تھا۔ وہ سوچ رہی تھی، اگر وہ اس کی چاہت ہوتی تو؟...... ذہن لمحے بھر کو بھٹکا تھا۔ دل ایک پل کو ڈوبا تھا۔ خیال کی دنیا میں کوئی پرچھائیں سرسرائی تھی۔ شافند کی پہلی چاہت و محبت جو ہستی تھی، یہ سب شافند نے اس کو بھی دیا ہوگا۔ پھر مزید کیا چاہئے تھا اسے، جو اسے نہ مل سکا اور وہ ہر رشتہ، ہر احساس بھلا بیٹھی۔ حتیٰ کہ اپنی ممتا کا گلا بھی گھونٹ دیا۔ نہ جانے اس کی سوچیں بھٹکتے ہوئے کہاں سے کہاں جا نکلتیں۔ شافند نے ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے اسے چونکایا۔

"یار! اب کن سوچوں میں گم ہو؟ کہہ تو دیا ہے، لاسٹ ٹائم۔ پھر تمہیں نہیں کہوں گا۔" وہ اس کے ساتھ چلتے ہوئے پہلی بار دل میں نئے احساسات محسوس کر رہی تھی۔



"کون بات کر رہے ہیں؟...... جی جی، میں مسز شافند ہی ہوں۔ بتائیے کیا بات ہے؟...... ایکسیڈنٹ؟...... کیسے؟...... او میرے خدا!"

کومل کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ اس نے جو سنا ہے، وہ سچ ہے۔ ابھی کچھ دیر پہلے ہی تو شافند ایئرپورٹ کے لئے نکلا تھا اور وہ فیکٹری چلی آئی تھی اور آتے ہی وہ پہلی فون کال پر کیا سن رہی تھی۔ اسے لگا تھا، اس کے کانوں میں کسی نے پگھلتا ہوا سیسہ ڈال دیا ہو۔ جیسے آفس کی چھت اس پر آ گری ہو اور وہ عمارت کے ملبے تلے دب کر مر رہی ہو۔ یا پھر جیسے وہ پگھلتے آسمان تلے تنہا کھڑی ہو اور دور دور تک کوئی سایہ، کوئی پناہ، کوئی آسرا نہ ہو۔ ایک دم وہ کئی کیفیات سے گزری تھی۔ اس کا بے جان ہوتا وجود فضا میں معلق کسی شے کی طرح ساکت، بے حس و حرکت ہو گیا تھا۔ اندر آتے اسٹاف ممبر نے خاصی تشویش سے اسے دیکھ کر پوچھا۔

"میڈم! کیا بات ہے؟ سب ٹھیک ہے؟" کسی ذی روح کی آواز اسے جیسے موت کے قریب سے واپس لے آئی تھی۔ ابھی تو زندگی میں اس سے بھی کڑے مراحل تھے اور وہ اس طرح بے حوصلہ ہو کر کھڑی تھی۔ شافند کا چہرہ اس کی آنکھوں میں لہرایا۔ ساتھ ہی مون کا وجود بھی یاد آیا۔ آنسو نہ جانے کیسے راستہ بناتے اس کے گالوں پر پھسلنے لگے۔

"میڈم! کیا بات ہے؟...... آپ پریشان ہیں؟" اس نے خود کو سنبھالنے کی ناکام کوشش کی۔

"سہیل صاحب! شافند کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے...... اسٹاف ڈرائیور سے کہیے، میری گاڑی نکالے۔ مجھے ابھی ہاسپٹل پہنچنا ہے۔"

سہیل منیر نے بھی پہلے کچھ بے یقینی سے دیکھا تھا اور پھر کومل کی حالت دیکھ کر نہ صرف اسے یقین آیا بلکہ وہ مستعد بھی ہو گیا۔



شافند منصور، چُور چُور آپریشن تھیٹر میں پڑا تھا اور وہ خود اس کے زخموں کے ان دیکھے نشانوں کے دردِ بے کراں کو اپنی روح، اپنے وجود پر محسوس کر رہی تھی۔ یہاں آ کر ہی اس نے منصور ہاؤس میں اطلاع دی تھی۔ پاپا سمیت سب ہی فوراً آ گئے تھے۔ تیمور چچا، اماں جان سب ہی۔ سب اسی سے پوچھ رہے تھے کہ کیا اور کیسے ہوا؟ وہ کیا بتاتی کیا، کب، کیسے اور کیوں ہوا۔ وہ تو خود عالم بے خبری میں تھی اور وقت اپنی چال چل گیا تھا۔ اس کے سر پر تنے سائبان کو نصیب کی تیز آندھی نے لیر لیر کر دیا تھا...... کیا خبر وہ اپنے سر پر تنے لیر لیر ہوتے سائبان کو اپنی دعاؤں کے دھاگوں سے سی بھی سکتی تھی یا نہیں۔ ابھی تو وہ خود بے یقین تھی۔ اس کا ضبط ٹوٹ رہا تھا۔ حوصلے کی جتنی دیواریں اس نے اپنے اردگرد کھڑی کی تھیں، سب ریت کی طرح ڈھے رہی تھیں۔ اپنے ابا جی کی جدائی پر وہ اس طرح نہیں بکھری تھی، جس طرح شافند کے زخمی وجود کو دیکھ کر وہ ریزہ ریزہ ہو رہی تھی۔ شافند سے وابستہ تو اس کی زندگی کا ہر لمحہ، ہر جذبہ، ہر رشتہ تھا۔ دوستی، محبت، مان، اعتبار، غم گسار، سب ہی کچھ تو شافند کی ایک تنہا ذات میں اس کے لئے مضمر تھا اور ڈاکٹر کہہ رہے تھے کہ اس کی زندگی کسی معجزے میں مضمر ہے۔

"صبر، حوصلہ میری بچی!...... زندگی میں اس سے بھی بڑے بڑے امتحان آتے ہیں۔ ہر بندے کو گزرنا پڑتا ہے، آزمائش سے۔ یہ رونے کا وقت نہیں، دعا کا وقت ہے۔" اماں جان نے اپنے ناتواں بازوؤں میں اس کے بکھرے وجود کو سمیٹنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے اسے حوصلے اور صبر کی تلقین کی۔ منصور احمد بھی اسے مسلسل تڑپتے، بلکتے دیکھ کر قریب آ گئے۔ اس کے سر پر دستِ شفقت رکھتے ہوئے اپنا آپ چھپا کر اسے حوصلہ اور ہمت فراہم کرنا چاہی۔

"بیٹا! چھوٹے بڑے حادثے زندگی میں رونما ہوتے رہتے ہیں۔ حوادث سے گھبرا کر امیدوں کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دینا عقل مندی و بہادری نہیں ہے۔ بلکہ حالات کا جواں مردی سے مقابلہ کرنا اور انہیں خود پر مسلط نہ ہونے دینا بہادری ہے۔ اللہ کرم کرنے والا ہے۔ اس سے دعا کرو، وہ تمہاری تو سنے گا۔"

منصور احمد کا حوصلہ اور ہمتیں خود متزلزل تھیں۔ جوان بیٹا موت و حیات کی کشمکش میں تھا اور اس سے وابستہ کتنی ہستیاں ان کے سامنے ہاری اور بکھری ہوئی تھیں۔ کومل کے ذہن و دل پر

پاپا کی باتوں کا کچھ تو اثر ہوا تھا۔ اس نے خود کو سنبھالنے کی موہوم سی کوشش تو کی تھی۔ اس کی تڑپ میں کمی تو ہوئی تھی، مگر اشکباری میں نہیں۔ اس کے اشک بارگاہِ الٰہی میں فریاد کناں تھے۔ سب ہی اس وقت کسی معجزے کی آس میں تھے۔ صوفیہ منصور بھی آخر ماں تھیں۔ ہر اختلاف کے باوجود آج بھی شافند انہیں سب اولادوں میں عزیز تر تھا۔ آج بھی ان کی تمنا اسے اپنے آنچل تلے رکھنے کی تھی۔ وہ خود ہی ضدی بچے کی طرح ان سے دور دور بھاگتا رہا تھا۔ کس کے لئے؟ ان کی نگاہ اشک لٹاتی، مون کو خود سے چمٹائے کومل پر ٹھہر گئی جو تین سالہ مون کو بار بار کچھ کہہ رہی تھی، بہلا رہی تھی۔ کومل کے لئے مزید کبیدگی ان کے اندر بھرنے لگی تھی۔ اور پھر ایسا ہوا کہ ساری آسیں، اُمیدیں، دعائیں کہیں بیچ راہ میں رہ کر ان سب کے حوصلوں کو آزمانے لگیں۔ چوبیس گھنٹے کی یاس و آس آخر انجام پذیر ہوئی۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایسا ہو جائے گا۔ ایک ہنستا مسکراتا، جیتا جاگتا، دنیا میں کچھ پانے کی سعی و تمنا رکھنے والا وجود اس طرح اچانک اس کائنات سے الگ ہو جائے گا۔ کومل تو ہنوز سکتۂ بے یقینی میں تھی۔ اس کا اطمینان اتنی مختصر مدت کے لئے ہو گا، وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ ابھی تو اس کے اردگرد شافند نے امیدوں کے بیج بوئے تھے۔ ابھی تو اسے بیجوں سے پھوٹتی نئی کونپلوں، کلیوں کا انتظار تھا۔ ابھی تو اسے موسم بہار کے رنگوں اور خوشبوؤں کی مہک بھی پوری نہیں ملی تھی اور اس کے اردگرد خزاں اُگ آئی تھی۔ جس سائبان کی ٹھنڈک اسے الائم زمانہ سے محفوظ رکھے ہوئے تھی، وہ اچانک اس کے سر سے اٹھ گیا تھا اور وہ تپتے پگھلتے آسمان تلے بے یار و مددگار کھڑی تھی۔ بنا سہارے، بنا پناہ کے...... وہ بے یقین و بے حوصلہ نہ ہوتی تو کیا کرتی۔ اس کی زندگی کی مالا کے موتی بکھر گئے تھے اور اب وہ آنسوؤں، آہوں کی صورت آنکھوں سے ٹوٹ کر گر رہے تھے، سینے سے اُبل رہے تھے۔ آہ و فغاں میں ڈوبا اس کا گھر سسکیاں لیتی، بین کرتی صوفیہ منصور اور اس کی بہنیں بھی کومل کے بے حس وجود اور ساکت ذہن میں ہلچل پیدا نہیں کر سکے تھے، وہ نہ جانے سوچ کے کس نگر میں تھی، گم صم۔

ڈاکٹر بار بار کہہ رہا تھا۔ "ان کا رونا بہت ضروری ہے، ورنہ......"

اور اس ورنہ کا کوئی بھی فی الحال متحمل نہیں ہو سکتا تھا۔ اس وقت سب ہی کا درد مشترک تھا۔ سب ہی جانتے تھے، اس درد کو سہنے کا حوصلہ خود میں پیدا کرنا کس قدر مشکل امر ہے۔ اس کی یہ بے خبری ان اذیتوں سے زیادہ بھاری ہے، جو سب ہی سہہ رہے تھے۔

مون نہ جانے کہاں تھا، کس کے پاس تھا۔ اسے کچھ خبر نہیں تھی۔ شاید مون کو دیکھ کر اس کے وجود میں کوئی حرکت پیدا ہو جائے۔ اماں جان کو ایک دم خیال آیا تو انہوں نے فوراً اظہار بھی کر دیا۔

"خالہ جان! اسے اپنا ہوش نہیں ہے، بچے کو کیا سنبھالے گی؟" نہ جانے کون رشتے دار تھی، جس کی ہمدردی میں بھی کاٹ تھی۔ اماں جان اپنے اشک پونچھنے کے سوا کچھ نہ کہہ سکیں۔

البتہ ان کی بات ثانیہ نے بھی سنی تھی اور وہ بھائی کی میت کے پاس سے اٹھ کر مون کو ڈھونڈتی پھر رہی تھی، جو ملازم لڑکے کے پاس نہ جانے کس کی ہدایت پر تھا۔ مچلتا، تڑپتا ہوا۔ روتا بلکتا، ماما...... ماما پکارتا ہوا۔ اسے خبر ہی نہیں تھی کہ اس کے ساتھ کیا ہو گیا ہے۔ اس کے سر سے شفقتوں، محبتوں کا سایہ ہمیشہ کے لئے اٹھ گیا تھا۔ آئندہ اپنے پاپا کو نہیں پائے گا تو پھر...... ثانیہ کی روح میں کٹاریں سی اُترنے لگیں۔ بھابی نے اسے کبھی اس قدر تڑپنے بلکنے کب دیا تھا۔ ثانیہ نے فوراً ہی بڑھ کر اسے اپنی بانہوں میں سمیٹ کر اسے بے اختیار چوما۔

''مما کمرے میں ہیں میری جان! آؤ، میں مما کے پاس لے کر چلتی ہوں۔'' ثانیہ اسے بہلاتے، چپ کراتے کمرے میں لے آئی تھی، جہاں کومل دیوار کے ساتھ لگی بیٹھی کسی غیر مرئی نقطے کو تک رہی تھی۔ روشنی اور مسز وقار کو بھی ابھی خبر ہوئی تھی۔ وہ بھی اس کے قریب بیٹھی اسے ماحول میں واپس لانے کی کوشش کر رہی تھیں۔ مون بھی اس سے چمٹ کر رو رہا تھا، شکوے گلے کر رہا تھا۔ وہ کب اپنی ماما سے اتنی دیر تک دُور اور اوجھل رہا تھا۔

''بھابی جان! خدا کے لئے اب تو ہوش کریں۔ بھائی جان کے جانے کا وقت ہو گیا ہے، وہ جا رہے ہیں۔ آپ کو، مون کو، ہم سب کو چھوڑ کر وہ جا رہے ہیں۔ انہیں واپس بلائیں، انہیں جانے نہ دیں۔ پلیز بھابی!''

آخر ثانیہ اس سے لپٹ کر تڑپ اٹھی۔ اس کے ساکت وجود میں حرکت ہوئی تھی۔ اس نے خالی خالی نظروں سے ثانیہ کو دیکھا، جیسے پہچاننے کی کوشش کر رہی ہو۔

''ثانی! کیوں رو رہی ہو گڑیا؟''

''بھابی! میرے بھائی جان اور مون کے پاپا مر گئے ہیں...... آپ بیوہ ہو گئی ہیں اور مون یتیم۔ میں...... میں اس لئے رو رہی ہوں۔ شانی بھائی ہمیشہ کے لئے چلے گئے ہیں بھابی!...... انہوں نے تو وعدہ کیا تھا کہ وہ مجھے......''

''بس کرو ثانی!...... خدا کے لئے بس کرو۔'' وہ یک دم چیخ پڑی تھی۔ اور پھر اسے لاعلمی سے آگہی تک کے تمام مراحل بہت اذیت اور کرب میں طے کرنا پڑے تھے۔ اس کے دکھوں کا شریک، اس کا غم گسار اس سے جدا ہو گیا تھا اور وہ اپنی التجائے نارسا میں گم، آس کے جگنو مٹھی میں بند کرنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔ اسے ہوش آیا تو خبر ہوئی تھی کہ شافند کے ساتھ ساتھ اس کے جینے، ہنسنے بولنے کا ہر لمحہ رخصت ہو گیا تھا۔ صرف ایک شخص کے ساتھ بندھنے کی وجہ سے وہ زندگی کے کتنے سکھوں، کتنے رشتوں سے بندھی ہوئی تھی اور اب ایک اسی شخص کے چلے جانے کے بعد سکھ تو اس سے روٹھ ہی گئے تھے۔ اس سے وابستہ تمام رشتے جو اُن میں استوار تھے، بودے ہو کر ٹوٹنے والے ہیں۔ اجنبی دیواریں ان میں اونچی ہونے لگی ہیں۔ بڑھتے ہوئے فاصلے، دوری کی طرف گامزن ہیں، جہاں سے استوار سلسلوں کو جوڑنے والے سب ہی ناتے ایک ایک کر کے ختم ہونے جا رہے ہیں۔ زندگی گو کہ ختم ہو گئی تھی، مگر اسے پھر

سے جینا تھا اور اجنبیت بڑھاتی دیواروں کو خود بڑھ کر اپنے ہاتھوں سے گرانے کی کوشش کرنا تھی۔ اسے اب یہیں رہنا تھا، یہیں جینا مرنا تھا۔ اپنے لئے کسی کے بھی ہونٹوں، آنکھوں سے نکلے تیغ و نشتر سب ہی سہنا تھے۔ سو وہ مون کو خود سے لپٹا کر اپنے ہی درد و کرب کو سہنے کی کوشش میں تھی۔



''کومل! یہ رونا آج پر موقوف تو نہیں ہے۔ ابھی تو کچھ وقت گزرا ہے اور زندگی کا سفر باقی ہے۔ پلیز، خود کو سنبھالو۔ اس بچے کو دیکھو، یہ صرف تم سے اٹیچ ہے۔ یہ بچہ تمہارے لئے جینے کا سہارا ہے۔ تمہیں اس کے لئے جینا بھی ہے اور ہنسنا بھی ہے۔ میں جانتی ہوں، تمہارے لئے بہت مشکل ہو گا۔ مگر ملی! سنو، تمہیں ایسا کرنا پڑے گا۔ اگر تمہیں اس گھر میں اپنا مقام برقرار رکھنا ہے تو اپنے قدم جمانے پڑیں گے۔ یہ گھر تمہارا ہے، یہ بچہ بھی تمہارا ہے۔ اگر چاہو گی تو یہ ہمیشہ تمہارا ہی رہے گا۔ ابھی تو اپنے گھر کی حکمران ہو، خود کو کسی کا محتاج بننے مت دینا۔ حالات کو سمجھنے کی کوشش کرو۔''

روشنی بہت کچھ دیکھ اور سن رہی تھی، اسی لئے اپنی دوستی کے بھرپور اخلاص کے ساتھ اس کے کمرے میں بیٹھی اسے سمجھا رہی تھی۔ اسے غم جان سے نکال کر غمِ حیات کے پھیروں سے آگاہی دے رہی تھی۔ اسے بھی احساس ہو رہا تھا کہ زندگی کتنی کٹھن ہو جائے گی۔ جو کچھ اسے اب درپیش تھا اور آئندہ شاید پیش آنے والا تھا، شافند شاید اسی وقت اور انہی حالات کے لئے اسے تیار کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ اسے تنہا جینے اور لڑنے کا حوصلہ دینے والا خود تو نہیں تھا، مگر اس کی باتیں، اس کی سرگوشیاں، اس کی آس، اُمیدیں سب ہی یہیں کہیں بکھری ہوئی تھیں۔ شمعون کے لئے اس کی ذات پر اندھا اعتماد آج بھی اس گھر کی بنیادوں میں مستحکم و موجود تھا۔ اب تو اسے ہی ہمت و حوصلہ پکڑنا تھا۔ اپنی ثابت قدمی دکھانا تھی۔ حالات کے کسی رخ بھی مُڑنے پر اپنا آپ صرف اور صرف اس گھر اور شمعون کے لئے وقف کر دینا تھا۔ واپسی کی راہ تو اس کے پاس بھی نہیں تھی اور کسی نئی راہ کا انتخاب کرنے کا وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ اس کی ممتا اور زندگی معصوم مون کے لئے مختص تھی اور یہی اس کا خود سے عہد بھی تھا اور شافند سے وفاداری کا تقاضہ بھی۔ اس کی محبتوں کا اس سے بڑھ کر وہ کیا قرض چکا سکتی تھی۔

ابھی تو رسمِ قُل کی ادائیگی ہی ہوئی تھی کہ کئی مسائل اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ عزیز و اقارب تو اس گھر سے جا چکے تھے، جب کہ ابھی تیمور احمد کی فیملی، اماں جان اور منصور احمد اپنی فیملیز کے ساتھ صرف اس لئے ٹھہرے ہوئے تھے کہ کسی طرح کومل کو یہاں سے لے جانے کی بات ہو سکے۔ حالانکہ اماں جان سمجھانے کی کوشش کر چکی تھیں کہ اب وہ یہیں اپنی عدت پوری کرے گی۔ سب لوگ متفق ہو چکے تھے، سوائے صوفیہ منصور کے۔ ان کا کہنا تھا کہ اپنے بیٹے کے لئے فاتحہ خوانی اور صدقات و خیرات وہ اپنے گھر میں بیٹھ کر ادا کریں گی۔ انہیں یہاں

سکون و اطمینان نہیں ہے۔ کومل خاموشی سے سب کچھ دیکھ اور سن رہی تھی۔ کیا بتاتی کہ سکون و اطمینان تو اب اسے بھی نصیب نہیں ہے۔ مگر اسے یہاں سے جانا بھی نہیں ہے۔ اس کے پاس تو شمعون کو بہلانے کے لئے بھی فی الحال کوئی بہلاوا نہیں تھا۔ وہ بار بار اس کے رونے کی وجہ پوچھتا تھا۔ اپنے پاپا کے بارے میں سوال کرتا تھا۔

''مما! پاپا کو سب لوگ کہاں لے کر گئے ہیں؟...... پاپا کب واپس آئیں گے؟'' اور جواباً سوائے سسکیوں کے اس کے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ اب بھی اس کے کمرے میں اماں جان سمیت سب ہی خواتین اور لڑکیاں موجود تھیں اور کومل کو اپنی خاندانی رسم کے مطابق تمام زیورات اور رنگین لباس سے دستبردار ہونے کی قیامت خیز خبر و سزا بھی سنا رہی تھیں۔ اماں جان نے ہی بہت حوصلے سے کام لیتے ہوئے اپنے کمزور لہجے میں اسے اپنے ہی قائم کردہ رسم و رواج کی تقلید نہ کرنے کا خسارہ و نقصان بھی گنوایا تھا۔

''سنو بچی! گو کہ عورت کے لئے یہ وقت ہی کسی سزا سے کم نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس مقام پر آ کر عورت معاشرے کی مرہونِ منت ہو جاتی ہے، اسے رسم و رواج کے مطابق اپنا آپ چلانا پڑتا ہے۔ یہ مجبوری ہے ہماری کہ ہم تمہیں زندگی کی خوشیوں سے منہ موڑنے کو کہہ رہے ہیں۔ بائیس سال کی عمر، شادی شدہ زندگی کے دو ڈھائی سال اتنے زیادہ تو نہیں ہوتے کہ زندگی سے اس کے ہر رخ پر، ہر رنگ سے بے نیاز ہو کر جینے کی ترغیب دے سکیں۔ یہی عمر تو لڑکیوں کے ہنسنے بولنے کی ہوتی ہے، سجنے سنورنے کی ہوتی ہے۔ مگر وائے قسمت، اس نے نہ تمہارا ساتھ دیا اور نہ ہمارا ساتھ دیا۔ نہ تمہارے شوق پورے ہو سکے اور نہ ہی ہمارے ارمان۔ بس بیٹی! کیا کہوں تم سے، تم خود سمجھ دار ہو، اس گھر، اس خاندان سے وابستگی کے لئے ضروری ہے کہ تم......''

''خدا کے لئے اماں جان! چپ ہو جائیں۔ مجھے آپ لوگوں کی ہر بات، ہر فیصلہ قبول ہے۔ یہ سب لے لیں، مجھے کچھ نہیں چاہئے۔ بس مجھے میرے گھر میں رہنے دیں۔ مجھے مون کی ماں بن کر رہنے دیں۔ مجھے کہیں نہیں جانا۔'' وہ ایک دم بلک اٹھی تھی اور اپنے ہاتھوں، کانوں، گلے میں موجود جو بھی زیور تھا، اتارنے لگی تھی۔ اس نے اپنے سر سے گہرا فیروزی دوپٹہ بھی اتار کر صوفیہ منصور کا لایا ہوا سفید دوپٹہ پہن لیا تھا۔

''ماما! دیکھیں، میں آپ کے کسی رواج، کسی رسم سے انحراف نہیں کر رہی۔ میں آپ کے اصولوں کے مطابق زندگی گزاروں گی، مگر مون......''

صوفیہ منصور اس کے دلدوز اندازِ تڑپ پر خود بھی سسک اٹھی تھیں۔ کچھ بھی تھا، انہوں نے کومل کو کم مدت کے لئے سہی، پورا مان اور بڑی بہو کا مقام دل سے دیا تھا۔ اس وقت اپنی ساری کدورتیں بھلا کر انہوں نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگایا کہ اس وقت ان کا دکھ مشترکہ تھا۔ پھر اماں جان کو اس کے پاس چھوڑ کر سب ہی اپنے اپنے ٹھکانوں پر لوٹ گئے تھے۔ ثانیہ بھی

بھابی کی چاہت میں ڈوبی ہوئی تھی، اس کے غم کو اپنے دل میں محسوس کرتی تھی، وہ بھی اس کے پاس ہی تھی۔

منصور احمد کا شفقت آمیز رویہ مزید مشفق ہو گیا تھا۔ ثانیہ کے رویے اور مزاج میں بھی کچھ ٹھہراؤ آ گیا تھا۔ اسفند منصور صرف چند گھنٹوں کے لئے آ سکا تھا۔ بھائی کی تدفین میں شامل ہو کر، ماں بہنوں کو دلاسے دے کر بھابی سے ملے بغیر جا چکا تھا اور پھر وقت نے اپنا سلسلہ بڑھانا شروع کیا تھا۔



نئے نئے زخموں پر مرہم بھی لگتا ہے تو وجود میں ٹیسیں اُٹھنے لگتی ہیں۔ سب ہی کی دل جوئی اور محبتوں کے ہمدردانہ اظہار سے بھی کومل کے سارے زخم اُدھڑنے لگتے تھے اور وہ اپنی ہمت وصبر سے ہر زخم کو رفو کرتی چلی جا رہی تھی کہ اسے اب ایسا ہی کرنا تھا۔ بس ایک شمعون کو بہلاتے ہوئے وہ خود کو سنبھالنے میں ناکام ہونے لگتی تھی۔ مون کا ہر روز اسے اسکول ساتھ چلنے کے لئے ضد کرنا یا پھر پاپا کب آئیں گے؟ یہ سوال اس کے ضبط کو آزمانے لگتے تھے۔ اب بھی وہ اسکول کے لئے تیار ہوتے ہوئے اپنی ماما سے پوچھ رہا تھا۔

''مما! آپ اسکول چھوڑنے جاؤ گی نا آج؟''

''نہیں بیٹا! آج بھی آپ کو کریم بابا کے ساتھ جانا ہے۔''

''کیوں ماما؟ مجھے آپ کے ساتھ جانا ہے، بابا کے ساتھ نہیں جانا۔'' وہ اپنی شرٹ کے بٹن بند کرواتا ایک دم پیچھے ہٹا اور اس سے فاصلے پر جا کھڑا ہوا تھا۔

''جانو! ضد نہیں کرتے۔ ماما ابھی آپ کو نہیں چھوڑنے جا سکتی۔ جلدی سے اِدھر آؤ، دیر ہو جائے گی تو ٹیچر کہیں گی، شمعون بیڈ بوائے ہے۔'' کومل نے اسے بہلانے کی کوشش کی۔

''تو آپ کیوں نہیں جاتیں مجھے چھوڑنے؟ لینے بھی نہیں آتیں، آئس کریم بھی نہیں کھلاتیں، پاپا کو بھی نہیں بلاتیں۔ پاپا کہاں ہیں ماما؟'' وہ روہانسا ہو گیا۔ یہ تبدیلیاں، یہ سوگواریاں اس کے لئے نئی بھی تھیں اور اذیت انگیز بھی۔ کتنے دن سے اس کی مما روتی رہتی تھیں۔ اسے کہیں باہر لے کر بھی نہیں جاتی تھیں اور پاپا بھی نہیں آ رہے تھے۔ نہ جانے کہاں چلے گئے تھے۔ اس کا معصوم ذہن انہی باتوں میں اُلجھ کر پریشان تھا۔ وہ ابھی اپنی محرومیوں سے آگہی کب رکھتا تھا؟ ابھی تو ایک زمانہ، ایک عمر چاہئے تھی اس سب کو سمجھنے کے لئے۔ کومل اس کے معصوم سوالوں پر لب بھینچ کر رہ گئی۔ مون کو سب ہی ضرورت سے زیادہ توجہ دے رہے تھے۔ منصور احمد، ثانیہ، ثانیہ، صوفیہ منصور تک اسے بہلانے کی کوشش میں اس کے لئے روز کوئی نہ کوئی کھلونا، کوئی گیم لے کر آتی تھیں مگر وہ اپنی مما کے پہلو سے الگ ہی نہیں ہوتا تھا۔ وقتی طور پر بہلتا تھا، پھر کومل کے اردگرد منڈلانے لگتا اور اس سے وہی سوال، وہی ضدیں جاری رہتی تھیں۔

''مون! میری جان! اِدھر آؤ۔ تم مما کے اچھے بیٹے ہو نا؟'' کومل نے اسے پکڑ کر اپنے سامنے کیا اور اپنے ہاتھوں کی نرم گرفت سے دونوں کندھوں سے تھاما۔

''یس ماما! میں اچھا بیٹا ہوں۔''

''تو پھر میرا اچھا بیٹا، ماما کو تنگ کیوں کر رہا ہے؟ ماما کے سر میں درد ہے۔ ماما کو فیور (بخار) بھی ہے۔ اس لئے ماما آپ کو اسکول چھوڑنے نہیں جاتی۔ ماما ٹھیک ہو جائے گی تو مما اور مون اسکول بھی جائیں گے، آؤٹنگ کے لئے بھی جائیں گے۔ اور......''

''ماما! پاپا بھی جائیں گے نا ہمارے ساتھ؟''

''ہاں، جائیں گے۔'' درد اس کی روح سے اٹھا تھا اور گلے میں اٹک گیا تھا۔ کتنا مشکل تھا اس طرح زندگی بسر کرنا۔ ابھی تو تین ہفتے بمشکل کٹے تھے۔ نہ جانے مزید کس طرح زندگی کٹتی۔ وہ سوچ کر مون کو خود سے چمٹا کر پھر سے بلک اٹھی تھی۔ مون، ماما کو حیرت سے تکنے لگا تھا۔

شافند منصور کی رسمِ چہلم ادا ہو چکی تھی۔ دنیا داری کے اصول و قاعدے کے مطابق سوگواریاں سمٹ کر پھر سے جینے کا عمل شروع تھا۔ یہ تو وابستگان ہی جانتے تھے کہ زندہ رہنا کس قدر دشوار ہو رہا تھا۔ صوفیہ منصور کو اپنا دکھ بڑا لگتا تھا اور کومل کو جینا مشکل لگ رہا تھا۔ وہ روز اپنے زخموں کو بھرنے کی کوشش کرتی تھی، ہر روز کوئی نشتر اس کے زخموں کو ادھیڑ دیتا تھا۔ چہلم سے اگلے روز ہی شافند کی وصیت نے صوفیہ منصور کو جو تھوڑا بہت اس سے قریب کیا تھا، پھر سے دور کر دیا تھا۔ وہی باتیں جو اختلاف بنی ہوئی تھیں، پھر سے تنازعہ بن گئیں۔ شافند نے نہ جانے کب اپنی حتمی وصیت بنوائی تھی۔ شمعون کی سرپرستِ اعلیٰ اس نے کومل کو ہی بنایا تھا۔ گھر تو پہلے ہی کومل کے نام تھا۔ اپنے بعد اپنا کاروبار بھی اس نے کومل کی سرپرستی میں دینے کی وصیت کی تھی اور ساتھ ہی اپنے پاپا منصور احمد کے نام خط میں کومل کو ہمیشہ اپنے خاندان میں شامل رکھنے کی درخواست کی تھی۔

''منصور! آپ کو کیا لگتا ہے، اب وہ ہمارے مون کے ساتھ ماں والا برتاؤ رکھے گی؟ اتنا سب کچھ شافند نے اس کے نام کر دیا ہے۔ اگر...... اگر وہ سمیٹ کر چلتی بنی تو مون کے پاس کیا رہ جائے گا؟''

صوفیہ منصور کو لوگوں نے، خصوصاً ان کی بہنوں نے اس قدر اُکسا دیا تھا کہ وہ اپنے خدشات و بدگمانیاں شوہر کے سامنے بھی کہے بغیر نہ رہ سکیں۔

''ہاں، مجھے تو یقین ہے کہ وہ ہمارے مون کو باپ اور ماں دونوں کی کمی محسوس نہیں ہونے دے گی۔''

منصور احمد نے بیوی کو عجیب نظروں سے دیکھتے ہوئے اپنی رائے کا اظہار کیا۔

''آپ اس کے پہلے کے اور اب کے ظاہری رویئے اور سلوک کو دیکھ کر کہہ رہے ہیں۔

نیت اور ایمان بدلتے دیر لگتی ہے کوئی؟........آپ اس سے صاف بات کریں۔ اسے اگر ہمارے خاندان سے وابستہ رہنا ہے تو ابھی سب کچھ شمعون کے نام منتقل کر دے، ورنہ........"

"صوفی! آخر تمہیں اس لڑکی سے کیا پرخاش ہے؟ تمہارے بیٹے کو اس پر اعتماد تھا تو اس نے اتنا بڑا قدم اٹھایا ہوگا۔ جو اپنی بیوی کے مستقبل کو محفوظ کرنا چاہتا تھا، کیا اس نے اپنے بیٹے کے لئے کچھ نہیں سوچا ہوگا؟ مون کی ایجوکیشن وہ پلان کر کے گیا ہے۔ مون کی لائف انشورنس بھی کروا رکھی ہے اس نے۔ اور مجھے یقین ہے، وقت آنے پر کومل یہ کاروبار بھی مون کو ہی سونپے گی۔ ابھی یہ بے موقع باتیں مت کرو۔ اس غریب کو آرام سے عدت تو گزارنے دو۔ پھر معلوم ہوگا کہ اپنے بارے میں کیا سوچتی اور فیصلہ کرتی ہے۔"

"یہی تو دکھ ہے مجھے کہ سب اسی کے ہمدرد ہیں، جس نے جیتے جی مجھ سے میرا بیٹا دور کر دیا اور اس کے بعد بھی اس کی ہر چیز کی مالک و مختار وہی ہے۔ کیا میں یا آپ، مون کے سرپرست نہیں ہیں؟ مون پر پہلا حق کس کا ہے، اس کا فیصلہ بھی وہی کرے گی۔" صوفیہ منصور آبدیدہ ہو کر رونے لگیں۔ منصور احمد نے زِچ ہو کر انہیں دیکھا۔ ایک تو رات کی نیند کا وقت، اس پر ان کی ایسی گفتگو۔ وہ زِچ نہ ہوتے تو کیا کرتے۔

"ٹھیک ہے۔ میں کومل بیٹی سے بات کرتا ہوں۔ وہ مون کی سرپرستی تمہیں دے دے گی۔ سنبھال لو گی تم مون کو؟ اُٹھاؤ گی اس کی ہر ذمے داری؟ سمجھا سکو گی اس بچے کو کہ باپ کے بعد ماں بھی اس سے دور کیوں ہوئی؟"

صوفیہ منصور اپنا رونا موقوف کئے ایک ٹک شوہر کو مشتعل ہوتے دیکھ رہی تھیں۔

"صوفیہ! تم اسے تب نہیں سنبھال سکی تھیں جب اسے ماں کے وجود کی شناخت و پہچان نہیں تھی۔ اب تو ہمارا بچہ، ماں کے وجود سے آشنا بھی ہے اور اس کی محبتوں کی پہچان بھی رکھتا ہے۔ کیا تم چاہتی ہو، تمہاری ان بے کار اور لایعنی باتوں کی وجہ سے، تمہاری فضول قسم کی بدگمانیوں کی وجہ سے وہ معصوم اب ماں سے بھی محروم ہو جائے گا۔ کم از کم تم مجھ سے ایسی توقع مت رکھو اور نہ ہی میں تمہیں اجازت دوں گا کہ تم ان باتوں کو بنیاد بنا کر (کہ شافند نے مون کا سرپرست کومل کو کیوں بنا دیا ہے) مون اور کومل کی زندگی میں کوئی انتشار لاؤ۔"

"منصور! میں تو اصول کی بات کر رہی........" شوہر کے انداز و رویے نے انہیں نہ صرف سوچنے پر مجبور کر دیا تھا بلکہ اپنی اس غلطی کا احساس بھی دلا دیا تھا کہ انہیں شوہر کے سامنے یہ تذکرہ ہی نہیں کرنا چاہئے تھا۔ کومل سے تو وہ خود بھی نمٹ سکتی تھیں جو کہ اب ممکن نہیں رہا تھا۔ منصور احمد کی وارننگ کے بعد فی الحال وہ کچھ نہیں کر سکتی تھیں۔

یہ اصول کی بات تھی کہ بنا غلطی کے آپ کسی کو سزا سنا دیں۔ ابھی تو بیٹے کو جدا ہوئے ڈیڑھ ماہ ہی گزرا ہے صوفیہ! اور تم چاہتی ہو میں اس کی بیوہ سے جا کر کہوں کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر کہیں بھی چلی جائے۔ ایسا کہا بھی جا سکتا تھا، اگر وہ ہمارے کسی فیصلے سے انحراف کرے

یا پھر اس کا کوئی فعل قابلِ مذمت ہو۔ مگر اس صورت میں کیسے، جب وہ ہمارے بیٹے کی بیوہ اور اس کے بچے کی ماں ہونے کا حق ادا کر رہی ہو۔ تو کیسے سوچا ہے تم نے، دنیا کیا کہے گی۔"

منصور احمد کے افسوس زدہ لہجے میں بیٹے سے جدائی کا گہرا کرب تھا۔ ان کا دایاں بازو ان سے جدا ہوا تھا۔ جوان بیٹے، باپ کی ڈھارس اور قوت ہوتے ہیں۔ منصور احمد کو اپنا آپ اب کمزور لگنے لگا تھا۔ صوفیہ منصور بھی شوہر کی دل جوئی کرنے لگیں۔ آخر ان کی زندگی کی ساری بہاریں انہی کے دم سے تھیں۔ منصور احمد ٹھیک ہی کہہ رہے تھے کہ انہیں اپنے کسی حق کو جتانے کے لئے وقت کا انتظار کرنا تھا۔ اس وقت کا جب کومل کوئی غلطی کرتی۔ انہیں اس بات کا بھی یقین تھا کہ چھوٹے گھر کی یہ معمولی سی لڑکی اپنے کمزور وجود کے ساتھ زیادہ دیر تک ثابت قدم نہیں رہ سکے گی۔ انہیں اس کے لڑکھڑانے کا انتظار تو بہرحال کرنا ہی چاہئے۔ سو وہ پھر سے خاموش ہو گئی تھیں۔



"پاپا جان! آپ اکیلے آئے ہیں؟ مما نہیں آئیں؟"

منصور احمد کو آج اکیلے دیکھ کر کومل نے حیرت سے پوچھا۔ اماں جان، تیمور چچا کے گھر جا چکی تھیں کیونکہ عیزہ ان کے بغیر اُداس ہو رہی تھی۔ ثانیہ بھی دو دن سے گئی ہوئی تھی اور وہ گھر پر مون کے ساتھ بالکل تنہا تھی یا پھر ملازمین تھے۔

"سوری بیٹا! میں تو آفس سے سیدھا یہاں آ گیا ہوں۔ گھر نہیں گیا۔" منصور احمد نے لاؤنج میں بیٹھتے ہوئے اپنے مشفق لہجے میں اسے جواب دیتے ہوئے اپنے سامنے بیٹھنے کا اشارہ بھی کیا۔

"میں آپ کے لئے چائے لے کر آتی ہوں۔"

"نہیں، نہیں بیٹا! چائے نہیں چاہئے۔ ابھی تمہاری فیکٹری کے آفس میں بیٹھ کر پی کر آ رہا ہوں۔ وہ ٹائیگر بوائے کہاں ہے؟"

"کارٹون دیکھ رہا ہے پاپا!"

"ٹھیک ہے، اسے کارٹون دیکھنے دو۔ تم آؤ، بیٹھو۔ مجھے تم سے کچھ باتیں کرنی ہیں بیٹا!"

منصور احمد نے اسے محبت سے دیکھا۔ سیاہ لباس میں وہ کس قدر سوگوار لگ رہی تھی۔ اس کی متورم اور سوجی سوجی آنکھوں سے محسوس ہوتا تھا کہ وہ روتی رہی ہے۔

ضروری باتیں؟........ وہ اُلجھن سے سوچتی ان کے دائیں طرف پڑی صوفہ چیئر پر ٹِک گئی۔

"جی پاپا........!" وہ اپنی اُلجھن کے باوجود ہمہ تن گوش تھی۔

"کومل بیٹا! میں تمہیں ثانیہ، ثانیہ سے کم نہیں سمجھتا بلکہ بیٹے کی بیوی ہونے کی حیثیت سے تمہارا مقام و محبت کچھ زیادہ ہی ہے ان سے۔ بیٹیوں کا باپ ہونے کی وجہ سے مجھے تمہارے

موجودہ دکھوں اور تکالیف کا احساس بھی شدت سے ہے۔ اس لئے میں تم سے آج اکیلے میں کچھ پوچھنے آیا ہوں۔"

کومل نہ سمجھی والے انداز میں انہیں دیکھ اور سن رہی تھی۔

"کیا؟........ پاپا! آپ کو کیا پوچھنا ہے مجھ سے؟" ایک دم اس کے ذہن میں کچھ خدشات سرسرائے اور لہجے میں بھی کسی گماں کی لرزش اتر آئی۔

"کومل بیٹا! اس وقت شاید تمہیں میری باتیں اچھی نہیں لگیں گی۔ لیکن پھر بھی، سوچنا ضرور۔ بلکہ تم نے دکھوں کے ان گنت لمحوں میں ہزاروں بار سوچا بھی ہوگا۔ بیٹا! تم سوچتی ہوگی نا، یہ زندگی اب کیسے بسر ہوگی۔ ابھی تمہاری عمر کی ابتدا ہے اور سفر خاصا طویل ہے۔ اس طرح تنہا سفر پر نکلنا تم جیسی لڑکی کے لئے مشکل بھی ہوگا اور صبر آزما بھی۔ دو چار ماہ تنہا رہنا اور بات ہوتی ہے، ایک طویل عمر تنہا رہنا اور بات ہوتی ہے۔ ایک طویل عمر تنہا کاٹنا، وہ بھی ایک لڑکی کے لئے........"

کومل حیرت سے انہیں دیکھ اور سن رہی تھی۔ ان کی باتوں کا مفہوم اب اسے اچھی طرح سمجھ میں آرہا تھا۔ وہ اتنی بھی ناسمجھ نہیں تھی کہ اب بھی نہ سمجھتی۔ ایک دم تیزی سے ان کی بات کاٹ کر خاصے رنج و افسوس بھرے لہجے میں گویا ہوئی۔

"پلیز!........ پلیز پاپا! آپ تو مجھ سے ایسی باتیں نہ کریں۔ کم از کم آپ تو مجھے سمجھنے کی کوشش کریں۔ کیا میں آپ کو رستہ بدلنے والی لگتی ہوں؟........ پاپا! میں آپ لوگوں کو کیسے یقین دلاؤں، میری سوچیں صرف اسی گھر سے لپٹی ہوئی ہیں۔ میرے احساسات اپنے شوہر کی محبتوں سے بندھے ہوئے ہیں اور مجھے یقین ہے، تاحیات بندھے رہیں گے۔ پاپا! میں زندگی کے اس سفر میں تنہا تو نہیں ہوں، میرا بیٹا ہے میرے ساتھ۔ کیا کوئی ماں اپنی اولاد پر اپنی ذات کو ترجیح دے سکتی ہے؟" وہ رندھے گلے سے بولتے بولتے رونے لگی تھی۔

"بیٹا! تمہارے احساسات اپنی جگہ درست ہوں گے، مگر حقیقت سے چشم پوشی بھی تو نہیں کی جاسکتی۔ ابھی مون چھوٹا ہے۔ حالات کے رخ بدلنے کا اسے اس قدر فہم نہیں ہے۔ بعد میں مشکلات پیدا ہوسکتی ہیں۔ ہم تمہیں پابند نہیں کرنا چاہتے بیٹا! تمہاری اپنی زندگی ہے، تمہیں بھی جینے کا حق ہے اور........"

"پلیز پاپا! اس بات کو مزید مت بڑھائیں۔ میری زندگی، میرا جینا مرنا اب اسی گھر میں ہوگا۔ آپ لوگ مجھے مون کی ماما رہنے کا حق دے دیں تو یہ آپ کا احسان اور مہربانی ہوگی مجھ پر۔ شافند اور میں نے مون کے لئے جو خواب دیکھے تھے، انہیں حقیقت بنانے کے لئے پاپا! مجھے آپ لوگوں کی محبت اور تعاون کی ضرورت ہے بس۔ پلیز پاپا! میری یہ درخواست مان لیں۔ آپ مجھ سے اپنے بیٹے کا حوصلہ چھیننے کی کوشش نہ کریں۔ میں ساری عمر شافند کی بیوہ کی حیثیت سے جینا بھی اپنی خوش نصیبی سمجھوں گی۔ پلیز پاپا! آپ اس حوالے کو مجھ سے جدا کرنے

کی کوشش مت کریں۔ میں ہمیشہ آپ لوگوں کے سائے میں رہنا چاہتی ہوں۔ آپ کو مجھ سے کبھی کوئی شکایت نہیں ہوگی۔ پاپا! آپ مجھے ایک موقع دیں۔ خدا کے لئے پاپا! مجھے اسی طرح جینے دیں۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کے قدموں میں آبیٹھی تھی۔ اور پھر منصور احمد کا ہاتھ تھام کر ان کے گھٹنوں پر ماتھا ٹیک کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ اُس کی تڑپ میں سچائی تھی۔ منصور احمد نے اپنے لب بھینچتے ہوئے ایک ہاتھ سے اس کا سر ہولے ہولے تھپتھپایا۔ تب ہی اس کے رونے کی آواز پر مون چلا آیا۔

"ماما!........ ماما! آپ رو رہی ہیں؟........ کیوں رو رہی ہیں؟........ دا جان (دادا جان) نے مارا ہے آپ کو؟" مون کی آواز پر وہ ایک دم اٹھ کر کھڑی ہوئی اور ہاتھوں سے اپنا چہرہ صاف کرتی ہوئی اس کی طرف مڑی۔

"نہیں جان! میں تو نہیں رو رہی۔ آپ نے اپنے دا جان کو سلام نہیں کیا؟"

"سلام ایکم (السلام علیکم) دا جان!" خاصی سرد مہری سے اس نے سلام کیا تھا۔ چہرے پر صاف لکھا تھا کہ اسے ماں کی بات پر یقین نہیں آیا۔

"کیا بات ہے، آج ٹائیگر بوائے اپنے دا جان سے ناراض ہے؟" منصور احمد نے بھی خود کو سنبھالتے ہوئے مسکرا کر پوتے کو اپنی جانب کھینچا۔

"لیس۔ میں سب سے ناراض ہوں۔ پاپا سے بھی ناراض ہوں، آپ سب میری ماما کو رُلاتے ہو........ ماما! آپ کو پھر ڈر لگ رہا ہے۔ ماما! میں........ آپ کے ساتھ ہوں۔ میں سب کو شوٹ کردوں گا۔" وہ دادا کے گھیرے سے نکل کر پھر ماں کی طرف لپکا تو کومل نے اسے اپنے بازوؤں میں تھاما۔

"مون! ایسے نہیں کہتے۔ آپ تو گڈ بوائے ہو۔ بیڈ بوائز ایسی باتیں کرتے ہیں۔ آپ ہمیشہ ماما کے ساتھ رہو گے تو ماما کو ڈر نہیں لگے گا۔ ماما روئے گی بھی نہیں۔ چلو، دا جان سے سوری کہو۔" کومل نے اسے خاصی نرمی سے سمجھاتے ہوئے سرزنش کی تو وہ کچھ شرمندہ بھی ہوا۔

"سوری دا جان!........ دا جان! میں اب بڑا ہوگیا ہوں۔ میں اب ضد بھی نہیں کرتا، روتا بھی نہیں ہوں۔ ماما کہتی ہیں، ٹائیگر بوائے روتے نہیں ہیں۔ ہیں نا ماما؟" اس نے فوراً ہی معصومیت سے اظہارِ خیال کرنا شروع کیا تو کومل ہولے سے مسکرا کر سر ہلانے لگی۔ منصور احمد جانتے تھے، دونوں ہی ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں۔ بس دل میں بسی ایک خلش مٹانے کی کوشش کی تھی، سو آج وہ کسک ختم ہوگئی تھی۔ شافند کی دور اندیشی اور تقدیر کا لکھا اب ان کی سمجھ میں آرہا تھا۔ قدرت اس معصوم بچے کی پرورش کومل سے ہی کروانا چاہتی تھی تو کوئی اور کیسے اس مقام پر آسکتا تھا۔

چار ماہ دس دن اس کے لئے چار صدیاں بن گئے تھے۔ عدت کی مدت اس کے لئے کسی آزمائش سے کم نہ تھی۔ شریکِ سفر کی جدائی کے سنگین دکھ کو سہتے ہوئے بھی اس نے مون کی خاطر اپنے دکھوں کو دل کی تہہ میں دبا لیا تھا۔ زندگی جینے کی خواہش جیسے مرگئی تھی۔ گھر کے ہر کونے سے شافند کی یادیں لپٹی ہوئی تھیں۔ وہ لاکھ بھلاتی، پھر بھی کوئی نہ کوئی بات، مون کی کوئی فرمائش اُس کے دبے دُکھ کو کرید کر اسے تڑپنے پر مجبور کر دیتی۔ اپنی بے بسی کا اسے شدت سے احساس ہونے لگا تھا۔ شافند کی ذات اس کا سہارا تھی اور اب اس کے بعد وہ خود کو کمزور و بے کس محسوس کرنے لگی تھی۔ حالانکہ شافند کی خواہش کے مطابق وہ خود کو مضبوط بنانے کی کوشش بھی کر رہی تھی اور اسے سنبھالنے میں، مضبوط ہونے میں منصور احمد اور ثانیہ کا بڑا ہاتھ تھا۔ ثانیہ اسے زندگی کے معمولات کی طرف لانے میں کامیاب رہی تھی۔ منصور احمد اس کی عدت کے ایام پورا ہونے کے بعد اسے منصور ہاؤس میں لے آئے تھے اور ان کی کوششوں سے ہی وہ گھر میں پہلے والے انداز کے ساتھ معروفِ کار رہی تھی۔

ثانیہ اسے اپنی فرمائشوں کو پورا کرنے کی طرف لگائے رکھتی۔ مون کو اکثر اُکساتی کہ اپنی ماما سے کہے "آؤٹنگ کے لئے چلیں۔" کول مون کی کوئی بات نہیں ٹالتی تھی۔ سو مجبوراً وہ گھر سے نکلنے پر مجبور ہوئی تھی۔ پھر اس کی غم گسار روشنی جیسی دوست بھی تھی، جو اسے حقائق کا سامنا کرنے کا نہ صرف حوصلہ دیتی تھی بلکہ اسے زندگی کے کاروبار میں شریک ہونے کی تلقین بھی کرتی تھی۔ تب ہی اس نے فیکٹری کا نظام سنبھالنے کی طرف قدم بڑھایا تھا۔ گو کہ یہ بھی مشکل عمل تھا، مگر اب اسے شافند کی خواہشات اور خوابوں کو پورا کرنے کے لئے ان مشکلوں کو سر کرنا ہی تھا۔ مون کو بہتر زندگی دینے اور محرومیوں سے بچانے کے لئے اسے اپنا ہر دکھ، ہر غم بھلانا تھا۔ خواہ اب اسے کسی کی باتیں سننا پڑتیں یا پھر اپنی ذات کی نفی ہی کیوں نہ کرنا پڑتی۔ اسے شمعون کو شافند کی خواہش کے مطابق پروان چڑھانا تھا۔ اب اس کا یہی نصب العین تھا۔

وقت کبھی نہیں ٹھہرا، اس کا کام تو چلنا اور آگے بڑھتے چلے جانا ہے۔ سو کول بھی وقت کی رفتار کے ساتھ ہم رکاب تھی۔ فیکٹری کا سارا نظام ماہرانہ انداز میں چلانے کی صلاحیتیں وقت کے ساتھ ساتھ اس میں بتدریج بڑھتی چلی گئی تھیں۔ تب ہی شافند کا لگایا ہوا یہ پودا پھل پھول رہا تھا۔ کیونکہ اس کی دیکھ بھال کا ذمہ کول نے خلوصِ دل اور صاف نیتی سے اٹھایا تھا۔ اسی طرح وہ شمعون کی تربیت میں جتی ہوئی تھی اور ساتھ ہی ساتھ ان رشتوں کو بھی بہ احسن وخوبی نبھانے اور سنبھالنے میں کوشاں تھی، جن کے بدل جانے کے اندیشے اس کے ساتھ ہر وقت لگے رہتے تھے۔ اس لئے اس نے کبھی بھی صوفیہ منصور کے کسی جائز فیصلے اور بات کو رد نہیں کیا تھا۔ وہ جب اسے منصور ہاؤس آنے کا حکم دیتیں، وہ چلی آتی تھی۔ خواہ اس کے لئے اسے اپنا کوئی نقصان برداشت کرنا پڑتا یا پھر مون کو سمجھانے کا دردِ سر مول لینا پڑتا۔ مون کا دل اپنے گھر میں زیادہ لگتا تھا۔ وہ اپنی ماما کے ساتھ تنہا رہنا پسند کرتا تھا، مگر کبھی کبھی دادا، دادی کے گھر

بھی رہ لیتا تھا لیکن زیادہ خوش نہیں رہتا تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اسے اپنی ماما اور اپنے درمیان کسی کا دخل پسند نہیں تھا۔ جب کہ منصور ہاؤس میں آکر اس کی ماما، اس کے ہاتھ ہی نہیں لگتی تھیں۔ وہ صوفیہ منصور کو شکایت کا موقع دیئے بغیر ان کے گھر کے التوا میں پڑے کئی کام سنوارنے میں لگ جاتی تھی۔

آج کل بھی وہ منصور ہاؤس میں مقیم تھی۔ ثانیہ کا رشتہ طے ہو رہا تھا۔ شافند کی وفات کو دو برس گزر چکے تھے۔ اس لئے دکھ کچھ کم ہو گیا تھا۔ زخم بھی مندمل ہو گئے تھے۔ مشیت ایزدی پر صبر بھی آ ہی گیا تھا۔ تب ہی منصور ہاؤس میں خوشیوں، مسرتوں کے لوٹ آنے کے خواب سجانے کی کوششیں جاری تھیں۔ صوفیہ منصور نے اسے آگاہ کرنے کے لئے بلایا تھا۔ یہ بھی منصور احمد کی تنبیہ تھی کہ شافند نہیں ہے، مگر اس کی بیوی تو موجود ہے جو اپنا حق ادا کر رہی ہے۔ کول سمجھ دار بچی ہے، پھر وہ لڑکے کی فیملی سے بھی آگاہ ہے، اس سے ضرور مشورہ کرو۔ سو مجبوراً صوفیہ منصور کو اسے آنے کا حکم دینا پڑا تھا۔ یہ اور بات تھی کہ وہ ثانیہ کے سلسلے میں حتمی فیصلہ کر چکی تھیں۔ کول کو بھلا کیا اعتراض تھا۔

"مما! آپ کا فیصلہ بالکل ٹھیک ہے۔ ان سب کی بھی یہی چاہت ہے۔ اِن شاء اللہ! ہماری ثانیہ وہاں خوش رہے گی۔ شارم افضل سے ملی ہوں میں۔ سوٹ ایبل ہے وہ ثانیہ کے لئے۔ آپ کو جو مناسب لگتا ہے، وہی کریں۔" کول نے کافی رسان سے انہیں اپنا خیال بتایا۔

"میری طرف سے تو بالکل فائنل ہے۔ کوالیفائیڈ انجینئر لڑکے کا رشتہ گھر بیٹھے آ گیا ہے۔ میں ناشکری نہیں کروں گی۔ فیملی بھی اچھی کھاتی پیتی، سلجھی ہوئی ہے۔ تین بھائی، ایک بہن۔ زیادہ جھنجٹ بھی نہیں ہے۔ میں نے تو ہامی بھر لی ہے۔" روانی میں وہ دل کی بات افشا کر گئیں۔ کول نے چونک کر ان کی جانب دیکھا۔ وہ معاملات طے کر چکی تھیں، پھر اسے کس سلسلے میں طلب کیا گیا تھا؟

"بس، مجھے ایک اختلاف ہے۔ میں انگیج منٹ نہیں کرنا چاہتی۔ ڈائریکٹ شادی کروں گی۔ اسفند بھی بس آنے والا ہے۔ اس کی آمد پر بہن کی رخصتی ہو۔ میری خوشی دوبالا ہو جائے گی۔"

وہ اپنی کہے جا رہی تھیں۔ اب کول کو اپنی طلبی کا ادراک ہوا۔ گویا وہ اس کے ذریعے شارم کے گھر والوں کو اپنا عندیہ پہنچانا چاہتی تھی۔ شارم اس کی دوست روشنی کے رشتے داروں میں سے تھا اور یہ رشتہ آیا بھی مسز وقار کے توسط سے تھا۔

"تو ٹھیک ہے، آپ آنٹی سے کہہ دیجئے۔ آئی تھنک ان لوگوں کو بھی کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔" کول اور کیا کہتی۔

"نہیں، اس سلسلے میں تم بات کرو گی۔ تم بھی اس گھر کی فرد ہو اور پھر شارم کی فیملی سے بھی تمہاری جان پہچان تو ہے۔ تم ڈائریکٹ ہی شارم کی امی سے ملو اور دیکھو ان کا کیا ارادہ وخیال

ہے۔" صوفیہ منصور کو بہت عرصے بعد اسے گھر کا فرد ماننے کا خیال آیا تھا، ورنہ تو وہ گزشتہ دو سال سے زبردستی گھر کا فرد بننے کی کوشش کر رہی تھی اور اکثر کئی مقامات پر اسے محسوس ہوتا تھا کہ وہ اپنی اس کوشش میں ناکام رہی ہے۔

"ٹھیک ہے، میں بات کروں گی۔ آپ فکر نہ کریں مما!" کومل نے سینے میں دبی سانس کو رفتہ رفتہ خارج کرتے ہوئے اپنے ساتھ انہیں بھی مطمئن کیا۔ صوفیہ منصور نے بھی ایسے ہی اسے آگے نہیں کیا تھا۔ وہ کچھ اور محسوس کر چکی تھیں کہ شارم کی ساری فیملی، کومل کی گرویدہ ہے۔ شارم کی امی بارہا اپنی ملاقاتوں میں کومل کے حوالے سے اپنے ہمدردانہ خیالات کا نہ صرف اظہار کر چکی تھیں بلکہ ان کی نگاہ و رویئے میں بھی کومل کے لئے قدر و ستائش تھی۔ کومل کی ثابت قدمی اور استقلال کو وہ صوفیہ منصور کے گھرانے کی اچھائی بھی سمجھتی تھیں، تب ہی برملا اظہار کر دیتی تھیں۔ کومل کا خود مختار ہونے کے باوجود سسرال والوں سے گھلے ملے رہنا ہی انہیں اٹریکٹ کر گیا تھا اور اسی لئے تانیہ بھی انہیں بھا گئی تھی۔ صوفیہ منصور کسی بھی طرح یہ رشتہ ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتی تھیں، سو تگ و دو کر رہی تھیں۔

شارم کی فیملی بھی بنا کسی پس و پیش کے شادی کے لئے راضی و تیار تھی۔ اسی لئے دونوں طرف شادی کی تیاریاں شروع ہو گئی تھیں اور ساتھ ہی ساتھ منصور ہاؤس میں پانچ سال بعد آنے والے بیٹے کے استقبال کی تیاریاں بھی اسی زور و شور سے ہو رہی تھیں۔ صوفیہ منصور، اسفند کی آمد کا سن کر ہی خوشی سے بے حال تھیں اور سب کو ہدایات جاری کرتی رہتی تھیں۔

اسفند کو یہ پسند ہے، یہ پسند نہیں، سنی کے سامنے اس طرح کی بات مت کرنا۔ سنی کو بلاوجہ مذاق پسند نہیں۔ کومل! شادی کے دنوں میں سنی کا تمہیں ہی خیال کرنا ہوگا۔ اسے کسی چیز کے، کھانے پینے کے معاملے میں شکایت کا موقع نہیں ملنا چاہئے۔ اتنے سالوں بعد میرا بیٹا آ رہا ہے۔ نہ جانے اب اس کے مزاج کا کیا رنگ ہوگا........ پہلی بار اسفند منصور کے حوالے سے کومل کو کچھ بتایا گیا تھا۔ ورنہ اسفند کے بارے میں اسے صرف اتنی خبر تھی کہ وہ بھی شافند منصور کا بھائی ہے اور ڈاکٹر بننے کے لئے باہر گیا ہوا ہے۔ اس سے زیادہ وہ نہیں جانتی تھی۔ نہ ہی کبھی اسفند منصور نے اس سے کسی موقع پر رابطہ کیا تھا۔ اب صوفیہ منصور سب کچھ اسی پر چھوڑ رہی تھیں۔ ویسے بھی آج کل منصور ہاؤس کی ساری ذمے داری اسی کے سر پر ڈال کر صوفیہ منصور شاپنگ کرنے میں مصروف تھیں اور گھر اور اسفند کے کمرے کی سیٹنگ کا ذمہ کومل کے سر پر تھا۔ سو وہ اپنا آپ بھلائے مصروف تھی۔ اس لئے مون عدم توجہی کا شکار ہو رہا تھا اور چڑچڑا بھی۔

"ماما!........ ماما! اپنے گھر کب چلنا ہے؟ اپنے گھر چلیں۔" کومل، اسفند منصور کے بیڈ روم کی سیٹنگ مکمل کروا کر ابھی اپنے کمرے میں آ کر ستانے کے لئے لیٹی ہی تھی کہ مون خاصی ناراضگی اور بے زاری سے پکارتا ہوا کمرے میں داخل ہوا اور پھر اس کے پاس زبردستی لیٹتے ہوئے اس سے فرمائش کی۔

"مون! ابھی ہمیں آپ کی تانیہ پھپھو کی شادی تک یہیں رہنا ہے۔" کومل نے اسے خود سے لپٹاتے ہوئے سمجھایا۔

"نہیں........ مجھے نہیں رہنا یہاں۔ یہاں میری کوئی گیم بھی نہیں ہے اور دادو جان بھی مجھے ہر وقت ڈانٹتی رہتی ہیں۔ بس مجھے یہاں نہیں رہنا۔ اپنے گھر چلیں۔"

"دادو تو ڈانٹیں گی۔ تم نے ان کا اتنا قیمتی واز (گل دان) بھی تو توڑ دیا تھا۔ پھر ضد بھی کرتے ہو........ کیا تم بیڈ بوائے ہو؟"

"نو، آئی ایم گڈ بوائے........ ماما! آپ مجھے گھر لے کر چلیں نا........ یہاں میرا کوئی فرینڈ نہیں ہے۔"

"ماما فرینڈ نہیں ہے، جانو کی؟" اُس کے ناراضگی سے ٹھنک کر بولنے پر کومل کو اس پر بے اختیار پیار آیا۔

"ماما! آپ تو بزی رہتی ہیں یہاں۔ میرے ساتھ کرکٹ بھی نہیں کھیلتیں اب۔ اپنے آفس جا کر کام کرتی ہیں، یہاں آ کر کام کرتی ہیں اور پھر سو جاتی ہیں۔ مجھے کتنے دن سے آؤٹنگ کے لئے بھی نہیں لے کر جاتیں۔" اس کی معصوم شکایتوں میں کومل کی تھکن کا شمار بھی تھا۔ کوئی تو تھا، جسے اس کا خیال تھا۔

"اچھا جان! آج ضرور آؤٹنگ کے لئے لے کر جاؤں گی۔ ابھی اپنی ماما کو تھوڑا سا ریلیکس ہونے دو، پھر فریش ہو کر چلتے ہیں، او کے؟"

"نو ماما!........ مجھے اپنے گھر جانا ہے۔ آپ لے کر کیوں نہیں چلتیں؟ یہاں کیا ہے؟" کبھی کبھی ہی وہ اس طرح ری ایکٹ کرتا تھا اور رونا شروع ہو جاتا تھا۔ کومل کو احساس تھا کہ گزشتہ دنوں کی عدم توجہی نے ہی اسے اس ردِعمل پر اُکسایا ہے۔ کوئی اور وقت ہوتا تو وہ فوراً اس کی بات مان لیتی۔ مگر ان دنوں میں منصور ہاؤس میں مہمانوں کی وقت بے وقت آمد کی وجہ سے اس کا اس طرح جانا مناسب نہیں تھا۔ جب کہ مون بھی کچھ سننے کو تیار نہیں تھا۔

"مون! آپ کو معلوم ہے، آپ کے چاچو بھی لندن سے آ رہے ہیں........ آپ کے پاپا کے بھائی۔" کومل نے اسے بہلانے کی کوشش کی۔

"مجھے معلوم ہے، ثانی پھپھو نے بتایا ہے۔ وہ ڈے آفٹر ٹومارو آئیں گے۔ ماما، ماما! پلیز گھر چلیں نا۔ مجھے اپنے چاچو کے لئے گفٹ لینا ہے۔" مون نے آخر اپنی ضد کی وجہ بتائی تو کومل پہلے تو اس کی چالاکی پر حیران ہوئی، پھر مصنوعی خفگی سے اسے گھورا۔

"یُو چیٹر بوائے........ آرام سے کیوں نہیں بتایا کہ اس لئے گھر جانا ہے۔ بہت تیز ہو گئے ہو مون تم۔ اتنی چالاکیاں کہاں سے سیکھی ہیں تم نے بیڈ بوائے؟"

وہ ایک دم کھلکھلا دیا تو کومل نے اسے بانہوں میں جکڑ کر ساتھ بھینچا۔

"اچھا سنو، میں تمہیں گھر بھی لے کر چلتی ہوں، گفٹ بھی لے کر دوں گی۔ اس کے بعد تم

مجھے تنگ نہیں کرو گے، او کے؟ ہمیں رات کو واپس آنا ہے، انڈر اسٹینڈ؟ ورنہ دادو بہت ناراض ہوں گی۔'' کومل نے اسے بستر سے نیچے اتارا تو وہ اثبات میں سر ہلانے لگا۔

اسے تیار کر کے اور خود بھی فریش ہو کر کومل، صوفیہ منصور کے پاس آ گئی۔ وہ لاؤنج میں چند مہمانوں کے ساتھ شام کی چائے پینے میں مصروف تھیں۔ مہمان بھی قریبی عزیز ہی تھے، اس لئے کومل نے ان کے سامنے ہی اپنے گھر جانے کی اجازت مانگی۔

''مما!......میں اور مون کچھ وقت کے لئے گھر جا رہے ہیں۔''

''اس وقت؟'' ان کے دبے دبے لہجے میں ہلکی سی ناراضگی جھلکی۔ ان کا خیال تھا کہ وہ آج کی تاریخ کے طے شدہ کام ادھورے چھوڑ کر جا رہی ہے۔

''وہ ایکچوئلی مما! مون کی کچھ ضروری چیزیں گھر پر ہیں۔ اس کی کوئی گیم بھی یہاں نہیں ہے۔ کافی بوریت محسوس کر رہا ہے تو میں نے سوچا کہ......''

''تو گھر کا کام کون دیکھے گا؟ اسفند کے رُوم کی سیٹنگ؟ میں نے تمہیں بتایا تھا نا کہ سی کے چند غیر ملکی دوست بھی اس کے ساتھ ہوں گے۔ اِن کے لئے انیکسی کو مین ٹین کروا دیا ہے یا نہیں؟''

''جی مما! سب کام ہو گیا ہے۔ آپ فارغ ہو کر ایک نظر ڈال لینا۔ کچھ کمی ہوگی تو میں صبح پوری کروا دوں گی۔ ڈنر کا مینیو بھی میں نے بتا دیا ہے۔ میں کوشش کروں گی، ڈنر سے پہلے ہی آ جاؤں۔ مون نے بہت تنگ کیا ہوا ہے، ورنہ میں اس وقت نہیں جاتی۔'' کومل کا ہمیشہ کا مؤدب، دھیما لہجہ اور صوفیہ منصور کے بگڑے تیور دیکھ کر خاتون عزیزہ نے مصالحانہ مداخلت کی۔

''بچوں کی تو ماننا پڑتی ہے۔ آج کل کے بچے ہیں بھی افلاطون۔ ہر بات ضد سے منواتے ہیں۔ کومل! تمہارا بیٹا ہے کہاں؟''

''وہ......'' کومل کی بات ادھوری رہ گئی۔ مون اسے پکارتا ہوا آ گیا۔

''ما...... ما...... ماما!...... ثانی پھپھو بھی ہمارے ساتھ جا رہی ہیں اور......'' اپنی بات کہتے کہتے وہ ایک دم رکا۔ مہمانوں کی موجودگی اور اپنی ماما کی گھورتی نظروں کو دیکھ کر فوراً ''السلام علیکم'' کہتا مہمان خواتین کی طرف ہاتھ ملانے بھی بڑھا۔

''بھئی اب ثانیہ کو تو مت ساتھ لے جانا۔ کوئی تو گھر میں رہے۔'' صوفیہ منصور نے بمشکل اپنے مزاج کو قابو میں رکھا تھا۔ پھر مہمان خواتین کا بھی انہیں خیال تھا۔

''صوفی! کومل کا بیٹا تو بالکل اسفند کے بچپن کی کاپی ہے۔ تمہیں یاد ہے، جب وہ خالہ امی (اماں جان) کے پاس تھا تو ایسا ہی گلپو سا تھا۔''

صوفیہ کی کزن سارہ آنٹی، کافی مشفق تھیں۔ اپنی فطری شفقت کے پیش نظر وہ بہت محبت سے مون کو اپنے ساتھ لگائے ہوئے تھیں۔ کومل کو ان کا ''کومل کا بیٹا'' کہنا سرشار کر گیا تھا۔ جب کہ صوفیہ منصور کو یہ بڑا کھلا تھا۔

''ٹھیک ہے بھئی، اب جاؤ۔ شام گہری ہو رہی ہے۔ کب لوٹو گی واپس؟'' صوفیہ منصور کی فکر مندی بالکل مصنوعی اور بے موقع تھی۔ گزشتہ دو سالوں سے وہ ان گنت گہری شاموں اور اندھیری راتوں میں تنہا اکیلی اپنے گھر کے راستے پر واپس پلٹی تھی۔



اسفند کی آمد پر تقریباً سارا خاندان ہی منصور ہاؤس میں جمع تھا اور اسے ایئر پورٹ لینے جانے کے لئے تقریباً سب ہی قریبی عزیز تیار تھے، سوائے کومل کے۔ اس کے نہ جانے کی کئی وجوہات تھیں۔

ایک تو اسے کسی نے بھی ساتھ چلنے کے لئے نہیں کہا تھا۔ نہ ہی اسے اسفند کی آمد کی کنفرم ٹائمنگ کا علم تھا۔ وہ اپنے معمول کے مطابق صبح اپنی فیکٹری گئی تھی۔ شام کو چار بجے لوٹی تو سب ہی جانے کو تیار تھے۔ دوسری وجہ اماں جان کی ناسازیٔ طبع تھی۔ اسے ان کا بھی خیال تھا۔ انہیں بخار نہ ہوتا تو وہ اپنے لاڈلے پوتے کو ریسیو کرنے ضرور جاتیں مگر اپنی بیماری سے لاچار بستر میں پڑی تھیں۔ ثانیہ نے بھی اپنی خوشی میں صرف اس سے چلنے کے بارے میں پوچھا تھا۔ اور جب اس نے انکار کیا تو وہ بنا اصرار کے پلٹ گئی تھی۔ مون بھی اپنے اَن دیکھے چاچو سے ملنے کی خوشی میں آج اپنی ماما کو بھلائے ثانیہ پھپھو کے ساتھ تھا۔ ایسے میں کومل کو شدت سے شافند کی یاد ستا رہی تھی۔ دل میں یادوں کا طوفان ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ وہ ایسے موقع پر رونا نہیں چاہتی تھی۔ اس کے آنسو کسی اور کو نہ سہی، صوفیہ منصور کو ضرور کچھ کہنے کا موقع دے سکتے تھے۔ سو وہ خود کو سنبھالتی اماں جان کے کمرے میں آ گئی۔

''السلام علیکم اماں جان!......اب کیسی طبیعت ہے؟ بخار کم ہوا کہ نہیں؟'' اس نے ان کے پاس بیٹھ کر، ان کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر دیکھا۔ ''صبح سے تو کافی کم ہے۔ دوا سے زیادہ لگتا ہے، پوتے کی آمد کی خوشی نے اثر دکھایا ہے۔'' کومل نے خود کو بہلاتے ہوئے اماں جان کو بھی شرارت سے چھیڑا۔

''تم نہیں جا رہی ہو، دیور کو لینے؟'' اماں جان نے نحیف سی آواز میں استفسار کیا۔

''میں......'' اس نے اپنا آپ چھپانے کے لئے تھوک نگلتے ہوئے ان سے کچھ کہنے کے لئے سوچا۔ ''جی، میں نہیں جا رہی۔ آپ کے پاس پھر کون رہے گا؟ کچھ میری خود کی بھی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔''

''تم نے بھی تو ہزار بکھیڑوں میں اپنی جان پھنسا رکھی ہے بچی! اپنا سکھ آرام، سب تیاگ رکھا ہے۔ اس سب کا کیا حاصل؟...... کچھ اپنی فکر خیال بھی کیا کرو۔'' اماں جان کی ہمیشہ کی نصیحت یہی تھی۔ وہ ہولے سے ہنسی۔ ان کی محبت نے سرشار کر دیا تھا۔

''اس سب کا حاصل آپ کی محبت ہے اماں جان! اچھا مجھے بتائیں، چائے پئیں گی اس وقت؟ میں اپنے لئے چائے بنانے جا رہی ہوں۔''

"نہیں........تم اپنے لئے بنالاؤ۔" اماں جان نے اسے شفقت بھری نظروں سے دیکھا۔ اس کے لئے محبت خود بخود ان کے اندر پیدا ہوگئی تھی۔ اُنسیت کی مہک سی کومل کے ہر عمل سے پھوٹتی تھی اور اسی مہک نے انہیں اسیر وگرویدہ کر رکھا تھا۔ کومل ابھی کمرے میں ہی موجود تھی کہ صوفیہ منصور نہ جانے کس کے احساس دلانے پر اماں جان کے کمرے میں چلی آئیں۔

"تم یہاں ہو........ ہمارے ساتھ چلنا نہیں؟"

صبح کی پہنی ہوئی سفید سوتی ساڑھی میں ملبوس وہ خاصی تھکی ہوئی لگ رہی تھی۔ اس کی سرگیں آنکھوں میں اُداسی کا شائبہ تھا۔ وقتی طور پر صوفیہ منصور کے دل میں اس کے لئے سوئی محبت جاگ اُٹھی۔ گڑیا سی لڑکی پر واقعی اس کی ہمت سے بڑھ کر ذمے داریاں تھیں۔

"میں بھی چلوں تو پھر اماں جان کے پاس کون رہے گا؟" دل میں ہزاروں شکوؤں کے باوجود وہ اپنے شکوے دبا گئی۔

"ہاں، یہ بھی درست ہے........ ٹھیک ہے، تم اماں جان کے پاس رہو۔ منصور بھی اماں جان کے لئے فکر مند تھے۔ اور سنو، کچن میں بھی ضرور جھانک لینا۔"

اگلے ہی پل ان کی محبت پھر دبک کر سوگئی تھی۔ اور اب صوفیہ منصور پھر سے اپنے موڈ کے زیر اثر تھیں۔ اسے ہدایات دے کر وہ عجلت میں نکل گئیں۔ اماں جان لیٹے لیٹے ہی کڑھ رہی تھیں۔ کومل کو اپنی وقعت وحیثیت کا اندازہ تھا۔ بس زندگی گزارنے کے لئے یہ سمجھوتہ بہت ضروری تھا۔



ایئر پورٹ پر اپنے استقبال کے لئے اتنے عزیز واقارب کو دیکھ کر اسفند منصور خوش ہونے کے بجائے پریشان ہوگیا تھا۔ اس کے ساتھ اس کے تین غیر ملکی دوست البتہ خاصے حیران اور خوش تھے۔ یہاں کے لوگوں کا پذیرانہ رویہ انہیں اٹریکٹ کر رہا تھا۔ اسفند منصور سب کو مشترکہ سلام کر کے صرف ماں، باپ، بہنوں اور بھتیجے سے خصوصاً ملا تھا۔ اتنے عرصے بعد اپنے لوگوں کے چہرے دیکھنا نصیب ہوئے تھے، طمانیت اور آسودگی اس کے رگ وپے میں اتر کر چہرے پر بھی پھیل گئی تھی۔ خصوصاً شمعون کو اپنے سینے سے لگا کر اسے محسوس ہوا تھا کہ وہ اپنے بھائی سے مل رہا ہے۔ کتنی یادیں، کتنی آوازیں ان ہواؤں، فضاؤں میں پھیلی ہوئی تھیں، جنہوں نے آخر اسے لوٹنے پر مجبور کیا تھا۔

"اماں جان نہیں آئیں۔ وہ ٹھیک تو ہیں؟" اس نے بہت بے چینی سے پوچھا تھا۔

"عمر کا تقاضا ہے بیٹا! اب وہ کچھ ٹھیک نہیں رہتیں۔ گھر چلو۔ انتظار کر رہی ہیں وہ تمہارا۔" صوفیہ منصور کے لہجے میں شیرینی گھل گئی تھی۔ آخر وہ ماں تھیں، مدت بعد بیٹے کو دیکھا تھا۔ آنکھیں چھلک پڑی تھیں۔ اسفند نے فوراً انہیں اپنے ساتھ لگا لیا۔

"او مام!........ اب تو میں آپ کے پاس آگیا ہوں۔ یہ مون........"

"بالکل تمہارے بچپن کی کاپی ہے نا۔ سب یہی کہتے ہیں۔ لیکن یہ بہت شیطان ہے۔ سوائے اپنی ماں کے کسی سے کنٹرول نہیں ہوتا۔" صوفیہ منصور کی تعریف میں بھی تنقید ہی ہوتی تھی۔ اسفند نے کچھ اُلجھن سے اردگرد نگاہ دوڑائی۔ تقریباً سب ہی چہرے شناسا سے تھے۔ کتنی حیرت کی بات تھی، وہ اپنی بھابی کا صورت آشنا نہیں تھا اور نہ ہی اس نے کبھی کسی رابطے کی ضرورت محسوس کی تھی۔ ابھی مون کو دیکھ کر اسے بہت کچھ یاد آیا تھا۔ ثانیہ بھی ان کے ساتھ قدم ملا کر باہر کی جانب بڑھ رہی تھی۔ اپنی مما کے ریمارکس سن کر فوراً بولی۔

"مما!........ مون اگر شیطان ہے تو دنیا کے باقی بچے تو شیطان کے استاد ہوں گے۔ چھوٹی چھوٹی شرارتیں تو نارمل ہونے کی نشانیاں ہوتی ہیں۔"

"ثانی! تمہیں تو بس کوئی بہانہ چاہئے ہوتا ہے۔ تم اور کومل اسے بگاڑ کر رہو گی۔" عرصے بعد بھی مما کا یہی انداز تھا۔ بے موقع بحث شروع ہونے کا احساس انہیں ایک دم ہوا تو وہ خود کو سنبھال کر اسفند کو ثانیہ کی شادی کی تفصیلات بتانے لگیں۔ وہ اپنے پاپا اور مما کے ساتھ ان کی گاڑی میں بیٹھا تھا۔ ساتھ ہی مون کو بھی بٹھا لیا تھا۔ اس کے دوست، ڈرائیور کے ساتھ الگ گاڑی میں تھے۔ باتوں کے دوران اچانک ہی چپ بیٹھے مون نے مداخلت کی۔

"دادو! میری ماما نہیں آئیں؟"

"ارے ہاں صوفیہ! کومل ایئر پورٹ پر نظر نہیں آئی۔ فیکٹری سے واپس نہیں آئی تھی کیا؟" منصور احمد کو بھی ایک دم ہی خیال آیا۔ آج نہ جانے وہ اسے کیسے بھلا بیٹھے تھے۔ انہیں اپنی کوتاہی پر ملال ہوا۔

"آ گئی تھی فیکٹری سے۔ کہہ رہی تھی، اماں جان کے پاس رکوں گی۔ کافی تھکی ہوئی بھی لگ رہی تھی۔ اس لئے میں نے زیادہ اصرار بھی نہیں کیا۔ ویسے بھی اماں جان کے پاس کسی کا ہونا بھی ضروری تھا۔" صوفیہ منصور نے خاصی صاف گوئی سے بتایا۔

"میں بھی حیران تھا، یہ اپنا لٹل ماسٹر آج ثانیہ پھپھو کے ساتھ ساتھ کیوں ہے؟ سنی! اماں جان سے مل کر پہلے اپنی بھابی سے ملنا۔ ہمارے لئے اب وہی شافند کی جگہ پر ہے۔" منصور احمد نے خاصی سنجیدگی سے کہا۔

"جی پاپا!" سنی نے تابعداری کا مظاہرہ کیا۔ صوفیہ منصور چاہتے ہوئے بھی کچھ نہ کہہ سکیں۔ وہ اسے وقتاً فوقتاً فون پر شافند کی بیوی کے حوالے سے بہت کچھ کہہ چکی تھیں۔ اس کے ذہن میں ملے بغیر عجیب سا امیج تھا، مگر فی الوقت وہ اپنے ذہن کو اُلجھا کر اپنی آسودگی وطمانیت کو ختم کرنا نہیں چاہتا تھا۔

گھر میں بھی سب ہی نے اسے گھیرنے کی کوشش کی تھی۔ سارے کزنز اس کے اردگرد تھے۔ فوزیہ آنٹی تو باقاعدہ شکوہ کناں ہوئی تھیں مگر اسے آج بھی کسی کی پروا نہیں تھی۔ نہ ہی اس پر کسی کے ریمارکس کا اثر تھا کہ موصوف اتنے سال باہر رہ کر بھی نہیں بدلے، اکڑ اسی طرح ہے

بلکہ کچھ پراؤڈ بھی ہو گئے ہیں۔ یہ تبصرہ مہ ناز کا ہی تھا، جو بڑی نخوت سے کیا گیا تھا۔ کیونکہ اسفند نے اس کے مخاطب کرنے پر بھی اسے نظرانداز کر دیا تھا۔ وہ سب سے پہلے اماں جان سے جا کر ملا تھا۔ اماں جان اسے گلے سے لگائے بے اختیار تڑپ اٹھی تھیں۔ مدت سے ترسی ہوئی آنکھوں کو جی بھر کے سیراب کیا تھا اور پھر بے اختیار ہی اسے چوما تھا۔

''اب یاد آئی ہے۔ مر جاتی تو پھر آتے۔''

''خدا نہ کرے......اماں جان! آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں؟ میں بھلا آپ کو بھول سکتا تھا؟ آپ کا اور اپنا مشترکہ خواب پورا کرنے کے لئے تو میں نے آپ سے دوری سہی ہے۔'' وہ ان کے شکوے پر تڑپ اٹھا۔

''اتنی لمبی جدائی......ترسا دیا تم نے تو مجھے۔ سوچنے لگی تھی، تمہیں دیکھے بغیر ہی دم آخر نہ ہو جائے۔ کیا کمی تھی تمہیں؟ دو چار چکر تو لگا سکتے تھے۔ مگر تم تو ایسے گئے اور یہاں......یہاں کیا قیامت ٹوٹی، کچھ خبر نہیں تمہیں۔''

اماں جان کے اشک رواں تھے اور زخم تازہ ہو گئے تھے۔ اسفند کی واپسی کی امید تو سب ہی کو تھی اور جو اچانک چلا گیا تھا، اس کے آنے کی آس تھی نہ اُمید۔ شافند آج انہیں بھی بہت یاد آ رہا تھا۔ ابھی کچھ دیر قبل مغرب کی نماز ادا کرتی، دعاؤں میں اشکوں کی التجائیں پروتی کول نے انہیں اندر سے تڑپا دیا تھا۔ چھوٹی سی عمر میں کتنی کٹھن زندگی گزارنے کی سزا ملی تھی اسے۔

''اماں جان! سب خبر ہے مجھے۔ اس قیامت کا سامنا کرنے میں بھی آیا تھا۔ بہت بڑی آزمائش تھی وہ میری......میں آ سکتا تھا۔ بار بار آ سکتا تھا، مگر پھر یہیں ٹھہر جاتا۔ یہاں بہت کچھ تھا، میرے قدموں کو زنجیر کرنے کے لئے۔ آپ کی محبت، بھائی کی یاد اور میری تشنہ خواہشوں کی آوازیں ان فضاؤں میں پھیلی ہوئی تھیں۔''

اونچے لمبے، مردانہ وجاہتوں کے پیکر، مضبوط جسم کے مالک اسفند منصور کے وجود میں بھی لرزش ہو رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں بھی نمی ہلکورے لے رہی تھی۔ ایک یہی ہستی تو تھی، جن کے سامنے وہ اپنا آپ عیاں کر سکتا تھا۔ ان کی گود میں سر رکھ کر اپنا ہر دکھ کہہ سکتا تھا۔

''چاچو!......چاچو! آپ کے فرینڈز آپ کو بلا رہے ہیں۔'' اچانک ہی مون کمرے میں داخل ہوا تو اس کی آنکھوں میں آئی نمی اس کی آنکھوں میں ہی ٹھہر گئی۔ اس نے خود کو سنبھالتے ہوئے مسکرا کر اس کی جانب دیکھا اور پھر اشارے سے اپنے قریب بلا کر اپنے آپ سے لپٹا لیا۔ احساسات و جذبات کا عجب حال تھا۔

''مون! تمہیں اپنے پاپا یاد آتے ہیں؟''

''یس۔ کبھی کبھی......بٹ آئی نو، وہ اب کبھی واپس نہیں آئیں گے۔ میری ماما کہتی ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے پاس چلے جاتے ہیں، پھر انہیں اللہ تعالیٰ واپس نہیں آنے دیتے۔ کیونکہ اللہ کے پاس وہ زیادہ خوش ہوتے ہیں۔'' مون نے خاصی رسانیت سے اس کی بات کا جواب دیا تو

وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔

''بچی کی تربیت ہے یہ۔ تم کیوں حیران ہو رہے ہو؟ اچھی بات ہے نا کہ حقیقت کی بنیاد پر وہ اسے پروان چڑھا رہی ہے۔'' اماں جان نے مداخلت کر کے اسے حیرت سے نکالا۔

''چاچو! چلیں۔ آپ کے فرینڈز بلا رہے ہیں۔'' مون نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔

''ہاں، چلو بابا!......اچھا اماں جان! میں پھر آتا ہوں۔ میرے کچھ فارنر دوست میرے ساتھ آئے ہیں۔ ایئر پورٹ سے ہی ان سے بچھڑ گیا تھا۔ انہیں ذرا یہاں کے حالات و رویوں کے بارے میں بریف کر دوں، ورنہ وہ ناراض ہوں گے۔''

نکلنے سے پہلے اس نے نہ صرف ان سے معذرت کی بلکہ انہیں آرام کرنے کی تاکید بھی کی تھی۔ پھر وہ اپنے دوستوں کے ساتھ انیکسی میں بیٹھا رہا۔ اس کے کچھ کزنز بھی وہیں پہنچ گئے۔ ڈنر بھی اس نے دوستوں کے ساتھ انیکسی میں کیا، جس پر صوفیہ منصور سمیت کافی لوگوں کا موڈ خراب ہوا تھا۔ مدت کے بعد وہ بیٹے کے ساتھ بیٹھ کر کچھ وقت گزارنا اپنا حق سمجھتی تھیں مگر وہ ان باتوں کا خیال کئے بِنا اپنے دوستوں کے ساتھ مگن تھا۔ اور آج تو مون بھی چاچو کے ساتھ ساتھ تھا۔ کول سب مہمانوں کے جانے کے بعد فارغ ہو کر اپنے کمرے میں آ گئی تھی۔ اسے اس بات کا رنج و ملال ضرور تھا کہ اس کے دیور نے اس کی ذات میں اتنی سی بھی دلچسپی نہیں لی تھی کہ آ کر ازراہِ مروت اس سے سلام دعا لیتا یا پھر رسمِ دنیا کو ہی اس سے شافند کے حوالے سے پوچھ لیتا۔ وہ کسی پر اپنا ملال ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس لئے اپنے کمرے میں آ گئی تھی۔ ویسے بھی اس کا یہاں کس کو خیال تھا۔ سب اپنی اپنی خوشیوں میں مگن تھے۔ حتیٰ کہ اس کا بیٹا بھی آج اسے بھلائے ہوئے تھا۔

''او مائی گاڈ......!'' کھانا کھاتے کھاتے اچانک مون سب کچھ چھوڑ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے بے ساختہ ''او مائی گاڈ!'' کہنے پر سب ہی اس کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔ اسفند تو پہلے ہی اس کی ذہانت سے پُر باتوں اور معصوم حرکتوں پر اسے دل سے بہت قریب محسوس کرتے ہوئے بھی محظوظ ہو رہا تھا۔

''وہاٹس ہیپنڈ مائی ڈیئر......!'' اسفند نے کھانے سے ہاتھ روک کر دلچسپی سے اسے دیکھا۔

''چاچو! میری ماما مجھ سے ناراض ہو گئی ہوں گی۔''

''کیوں؟''

''میں صبح سے ثانی پھپھو کے ساتھ ہوں۔ پھر آپ کے ساتھ۔ ان سے ملا ہی نہیں۔ انہوں نے تو کھانا بھی نہیں کھایا ہوگا۔ وہ تو اب سوری سے بھی نہیں مانیں گی۔ بہت ساری کسز (Kisses) سے بھی نہیں مانیں گی۔ اُف......چاچو! آپ چلیں میرے ساتھ۔ آپ کے سامنے وہ کچھ نہیں کہیں گی۔'' شمعون سچ مچ پریشان ہوا اٹھا تھا۔ اسفند کو اپنے بھتیجے کا یہ روپ

خاصا متاثر کر رہا تھا۔ ذہانت کے ساتھ ساتھ اس کے رویئے میں جو محبت رچی ہوئی تھی، وہ واقعی اچھی تربیت کا نتیجہ تھی۔

''اس وقت؟...... یار! اب تو میں تمہاری ماما سے صبح ہی ملوں گا۔ اب تم خود جا کر فیس کرو۔ زیادہ تو نہیں ڈانٹیں گی نا؟''

''نہیں...... وہ مجھے زیادہ نہیں ڈانٹتیں۔ تھوڑا سا ڈانٹتی ہیں...... اوکے چاچو! پھر میں خود ہی جاتا ہوں۔ گڈ نائٹ انکلو!'' اسے ماما کی یاد اور خیال شدت سے بے چین کر رہا تھا۔

''گڈ نائٹ چاچو!'' اسفند کے گال پر پیار کر کے وہ تقریباً بھاگتا ہوا وہاں سے نکلا۔ اسفند چند لمحے تک اسے وہاں سے جاتا دیکھتا رہا۔ ایک سوچ نے اسے گھیرنے کی کوشش کی تھی۔ مگر پھر دوستوں کی خاطر وہ کھانے کی طرف متوجہ ہو گیا۔



''آئی ایم سوری ماما!...... رئیلی میں آپ کو مس کر رہا تھا، لیکن چاچو کی وجہ سے....'' مون کمرے میں آیا تو اس کی ماما آنکھوں پر بازو رکھے بالکل سیدھی لیٹی ہوئی تھی۔ وہ جانتا تھا، ماما اس کے بغیر نہیں سو سکتیں، اس لئے آتے ہی معذرت کرنے لگا۔ کومل نے آنکھوں سے بازو ہٹا کر اسے دیکھا۔ وہ معصوم سی صورت بنائے ہاتھ باندھے قریب ہی کھڑا تھا۔ کومل اٹھ کر بیٹھ گئی۔

''اِٹس آل رائٹ۔ اب جلدی سے چینج کرو اور آ کر سو جاؤ۔ صبح اسکول جانا ہے یا نہیں؟''

''ماما!...... ماما! آپ مجھ سے ناراض ہیں؟''

''نہیں بابا!...... کم آن...... کھانا کھایا ہے یا نہیں؟'' کومل نے خود اٹھ کر اس کی شرٹ اتاری، پھر ممتا بھری فکرمندی سے پوچھا۔ ''تھوڑا سا کھایا تھا چاچو کے ساتھ۔''

''تھوڑا سا کیوں کھایا تھا؟ اب بھوک تو نہیں لگے گی رات کو؟''

اس نے نفی میں گردن ہلائی، پھر پوچھنے لگا۔ ''ماما! آپ نے کھانا نہیں کھایا نا؟''

''اب مجھے بھوک نہیں ہے۔ تم سامنے ٹیبل سے اپنے لئے ایک سیب اٹھاؤ اور جلدی سے فنش کرو۔ پھر فوراً دودھ پیو۔ برش کرو اور پھر بستر میں آ جاؤ۔ ماما آج تھک گئی ہے۔ اس لئے جلدی سے سونا ہے۔ اوکے۔''

''ماما! آج ایپل بھی آپ کھالیں اور مِلک بھی آپ پی لیں۔'' وہ لاڈ جتاتا اس سے لپٹ گیا۔

''مون!...... بٹرنگ بالکل نہیں چلے گی۔ ماما کی بات مانو گڈ بوائے۔'' کومل نے اسے خود سے الگ کر کے میز کی طرف جانے کا اشارہ کیا۔

''اُف! ماما آپ......''

''نو آرگومنٹس، اوکے۔ ہری اپ!'' کومل اگر لاڈ پیار زیادہ جتاتی تھی تو اپنی بات منواتی

بھی تھی۔ ڈانٹنے والی بات پر ڈانٹتی بھی تھی۔ مون کو بھی اس وقت ماما کو منانا تھا، سو مزید چوں چرا کئے بغیر اپنی ماما کے حکم کی تعمیل کی۔ وہ فارغ ہو کر اپنی ماما کے ساتھ آ لیٹا تو کومل نے بے اختیار اسے چوما۔

''صبح سے ماما کو اپنی شکل نہیں دکھائی، ماما کے گندے بچے! آج تمہارے چاچو کی وجہ سے تمہیں معاف کر دیا ہے، آئندہ ایسا کرو گے تو خوب پٹائی ہو گی۔'' کومل نے اسے گدگدایا تو وہ کھلکھلا دیا۔

''ماما! کیا میں چاچو جیسا ہوں؟'' اپنے چاچو کی ڈھیروں تعریفیں کرنے کے بعد وہ شوق سے پوچھ رہا تھا۔

''دادو بھی کہتی ہیں، بڑی اماں جان بھی اور سب ہی آج کہہ رہے تھے کہ مون اپنے چاچو جیسا ہے۔''

''آئی ڈونٹ نو، جانو! میں نے تمہارے چاچو کو کبھی نہیں دیکھا، اس لئے مجھے نہیں معلوم...... مجھے تو تم اپنے پاپا جیسے لگتے ہو۔ اسٹرونگ، ہیلدی، انوسینٹ۔ (مضبوط، صحت مند، معصوم)

''ماما! چاچو بھی ٹال اینڈ اسٹرونگ ہیں۔'' مون کے ذہن پر اپنے چاچو کا سراپا چھایا ہوا تھا۔

''بس...... اب کلمہ پڑھو اور سو جاؤ۔ باقی باتیں کل ہوں گی۔'' کومل نے بمشکل اسے سونے کی طرف راغب کیا۔



''بھابی!.......ملی بھابی!''

ثانیہ کی پکار پر وہ اپنی گاڑی کا اگلا دوازہ کھلا چھوڑ کر، مڑ کر اسے دیکھنے لگی۔ وہ تیز قدموں سے اس کی جانب آ رہی تھی۔

''مون! بیگ رکھ کر بیٹھو بیٹا!'' ثانیہ کے قریب آنے تک اس نے بیٹے کو ہدایت دی۔

''بھابی! آپ نے رات ڈنر بھی نہیں کیا، اب ناشتے کے بغیر جا رہی ہیں۔ کسی نے کچھ کہا ہے آپ سے؟'' ثانیہ رات سے ہی بے چین تھی۔ بھائی کے آنے کی خوشی میں وہ بھی بھابی کو جیسے فراموش کر گئی تھی۔ بعد میں پچھتاوا سا رہا تھا، تب ہی معمول سے پہلے اٹھ آئی تھی۔

''نہیں بھئی، کوئی اب کیا کہے گا؟'' کومل نے اسے ٹالنا چاہا۔

''پھر.......؟''

''پھر یہ کہ میری طبیعت کچھ بہتر نہیں ہے، کچھ بھی کھانے کو دل نہیں چاہ رہا۔ ڈونٹ وری، میں فیکٹری میں کچھ لے لوں گی۔ ابھی مون کو اسکول سے دیر ہو جائے گی۔''

''ابھی آپ سنی بھائی سے بھی نہیں ملی ہیں نا۔''

''شام کو ملاقات ہو جائے گی۔ اور ہاں، سنو۔ گیارہ بجے تک بوتیک ضرور پہنچ جانا تم دونوں۔ تانیہ سے کہنا ہر حال میں آنا ہے۔ اس کا ویڈنگ ڈریس بالکل ریڈی ہو گیا ہے۔ ابھی ٹرائل کر لے، بعد میں کوئی شکایت نہ ہو۔ او کے، اللہ حافظ۔'' کومل نے بہ عجلت اسے ہدایات دیں اور پھر گاڑی میں بیٹھ کر گاڑی اسٹارٹ کر کے ریورس کرنے لگی۔



''سنی! کیا تم اپنے دوستوں کے لئے واپس آئے ہو؟'' صوفیہ منصور کے لہجے میں بھرپور شکوہ تھا۔ دس بجے سو کر اٹھنے کے بعد اماں جان سے ملنے کے بعد وہ دوستوں کے پاس انیکسی میں چلا گیا تھا، وہیں ناشتہ کیا تھا اور اب تیار ہو کر انہیں لنچ کے لئے منع کرنے آیا تھا کیونکہ وہ اپنے انہی دوستوں کو لے کر باہر جا رہا تھا۔

''مما!.......آپ کیا کہہ رہی ہیں؟ آج چلے جائیں گے میرے فرینڈز۔ انہیں ناردرن ایریا کی طرف جانا ہے۔ وہ لوگ یہاں سے کچھ شاپنگ کرنا چاہ رہے ہیں، پھر میں یہیں

ہوں۔'' اس نے تفصیل سے جواب دے کر مما کو مطمئن کرنا چاہا۔

''ماں ہوں، کیا کروں؟ اتنے سالوں بعد آئے ہو، دو گھڑی میرے پاس ٹِک کر نہیں بیٹھے ہو۔ تمہیں کیا معلوم کہ.......'' صوفیہ منصور کچھ تانیہ کے لئے اُداس تھیں اور کچھ اسفند کی بے پروائی پر۔

''او مام!.......رئیلی صرف آج کا دن.......مجھے خود احساس ہے، میں پاپا سے، کسی سے بھی صحیح طرح نہیں مل سکا۔ آپ نے بھی تو کل اتنا رش اکٹھا کر لیا تھا۔ ویل، اب میں یہیں ہوں۔ گھر میں اس وقت خاصی خاموشی ہے۔ سب ابھی اٹھے نہیں سو کر؟'' اس نے گھر میں پھیلی خاموشی محسوس کر کے بے اختیار پوچھتے ہوئے گھڑی پر نگاہ ڈالی۔ ساڑھے گیارہ بج رہے تھے۔

''اس وقت یہاں کون سو سکتا ہے؟ ویسے بھی شادی کے کاموں کے سو بکھیڑے ہیں۔ مون اسکول گیا ہے، تمہارے پاپا آفس اور ان کی چہیتی بہو فیکٹری۔ تانیہ اور ثانی اسی کے پاس اپنے ڈریسز کے لئے اس کے بوتیک پر گئی ہیں۔'' صوفیہ منصور نے اس بار پھر تفصیل سے جواب دیا۔ کومل کے ذکر پر خود بخود ان کے لہجے میں کچھ تلخی گھل جاتی تھی، جسے اسفند نے عجلت کے باوجود محسوس کیا تھا۔



''خدا کے لئے، اپنے اوپر رحم کھاؤ۔ اس طرح کل سے بھوکی ہو۔ کیوں؟'' جھنجلائی ہوئی آواز قریبی میز کے گرد بیٹھے اسفند کے کانوں میں اُتری تو وہ ایک دم چونک اٹھا۔ یہ ایک مشہور فاسٹ فوڈ ریسٹورنٹ تھا، جہاں اسفند اپنے دوستوں کے ساتھ لنچ کے لئے آیا تھا اور یہ آواز اس کی پشت سے آ رہی تھی۔ ذہن میں آواز کے تاثر سے ایک نہ بھلانے والی یاد مزید اُجاگر ہو گئی تھی۔ یہ وقت، یہ جگہ اور ماحول ''یادوں'' میں کھونے کا نہیں تھا۔ مگر ان کی باتیں آج بھی جیسے ماضی کے اسی وقت کے محور میں گردش کر رہی تھیں، تب ہی وہ چونکا تھا۔

''فار گاڈ سیک، اپنا والیم تو کم رکھو۔ یہ پبلک پلیس ہے۔'' اسفند کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ اتنے عرصے بعد بھی اس دوسری آواز میں وہی رنج و اُداسی ہنوز قائم رہ سکتی ہے۔ وہ جیسے کسی گرفت میں تھا۔ دل چاہ رہا تھا کہ مڑ کر اس آواز کی صورت دیکھے اور پھر بے اختیار اس نے گردن موڑی بھی تھی، مگر نظروں کی حد میں جو چہرہ سمایا تھا، وہ وہی چہرہ تھا۔ پہلی آواز یقیناً اسی چہرے کی تھی اور جس آواز نے اسے مسلسل ایک کسک دے رکھی تھی، اس آواز کا چہرہ آج بھی اس کی نظروں سے اوجھل تھا۔ اس کے اندر پھر کوئی بے قرار ہو رہا تھا۔ اپنے دوست میک کی آواز پر وہ چونک کر سنبھلا۔ وقت، جگہ اور ماحول کا احساس اس پر حاوی ہوا، لیکن اپنی سماعتوں کو وہ ان آوازوں سے محفوظ نہیں رکھ پا رہا تھا۔ وہ دونوں ہستیاں جو بھی تھیں، بہرحال انہیں اردگرد کا ہوش نہیں تھا۔ تب ہی ایک دوسرے سے الجھ رہی تھیں۔

''تم میری بات لکھ کر رکھ لو۔ تمہارے اس سیکر فائز کا کوئی حاصل وصول نہیں ہے۔ جو لوگ اتنے سالوں میں تمہاری قدر نہیں کر سکے، وہ اب آئندہ؟....... مجھے تو کوئی امید نہیں ہے۔ صرف تم پر غصہ آتا ہے۔ تم اِنڈیپنڈڈ ہو کر بھی اس کی مرضی دیکھتی ہو....... محتاج نہیں ہو تم کسی کی۔''

''محتاج ہوں میں....... معاشرے میں باعزت طور پر رہنے کے لئے رشتوں کی محتاج ہوں میں۔ تم اچھی طرح جانتی ہو کہ میں.......'' ایک نے دوسرے کی بات پھر سے کاٹی۔

''معاشرے میں باعزت طور پر رہنے کے لئے کچھ نئے رشتے بھی استوار کئے جاتے ہیں۔ اس طرح زندگی نہیں کٹتی مائی ڈیئر!''

''کٹ جاتی ہے۔ اور پھر میرے ساتھ تو بہت سے لوگ ہیں۔ میں تنہا نہیں ہوں۔ میرے لئے اتنی پریشان مت ہوا کرو۔ وقتی ملال ہوتا ہے۔ میں بے سوچے سمجھے تم سے کہہ دیتی ہوں اور تم ٹینس ہو جاتی ہو۔ او کے، اب کھانا تو شروع کرو۔ تم مجھے لنچ کے لئے لائی تھیں یا پھر اپنی ڈانٹ کھلانے؟'' اُداس آواز کا تاثر قدرے بدلا تھا۔

''کاش!....... کاش تم سدھر سکتیں۔ ویل، کھانا شروع کرو۔ ابھی کوئی فون کال آ گئی تو چھوڑ کر بھاگو گی۔''

''نہیں بابا! ایسی بات بھی نہیں ہے۔'' اسفند کی سماعتیں ساری گفتگو ذہن کو منتقل کر رہی تھیں۔ اس کے دوست اس کی اندرونی کیفیات سے بے خبر اسے اپنی باتوں میں شامل کرنے کی کوشش کر رہے تھے لیکن وہ ذہنی طور پر ان کے ساتھ نہیں تھا۔ اسے پھر سے گہرے ملال نے اپنے حصار میں لے لیا تھا۔ آج بھی....... آج بھی وہ اس صورت کو نہیں دیکھ سکا تھا، جس کی آواز نے کتنے عرصے تک اسے بے کل رکھا تھا اور اکثر اس کی نیندوں کو اُڑانے کا سبب وہ آواز بنی تھی۔ اسے پشت پر ان کے اٹھنے کا اور پھر وہاں سے جانے کا اندازہ ہو رہا تھا۔ مگر آج بھی وہ اٹھ کر سامنے نہیں جا سکا تھا۔



''مقدس! شارم کے لئے میں نے جو ڈریسز بتائے تھے، وہ الگ کروا دیئے ہیں نا آپ نے؟'' وہ ابھی ابھی اپنے جینٹس بوتیک پر آئی تھی۔ ساتھ ہی روشنی بھی تھی۔

شادیوں کا سیزن تھا اور وِیک اینڈ بھی تھا، اس لئے خاصا رش تھا۔ اس نے اپنے سیلز مینجر مقدس ابرار کو کچھ فاصلے سے ہی پکار کر مخاطب کیا۔ مقدس ابرار کو شافند کی وفات کے بعد منصور احمد نے ہی فیکٹری کے لئے رکھا تھا۔ بہت محنتی اور کوآپریٹو نوجوان تھا۔

''جی میڈم!....... شرٹس کے شیڈز آپ چیک کر لیں۔''

''او کے۔ میں چیک کر لیتی ہوں۔ روشنی! تمہیں صرف دس منٹ انتظار کرنا پڑے گا۔ اتنے میں تم بھی کچھ پسند کر لو۔'' وہ روشنی کا جواب سنے بغیر شارم کے ڈریسز دیکھنے میں مصروف

ہو گئی تھی۔ پھر اس نے دو تین شرٹس مزید منتخب کر کے خود ہی پیک کیں۔

''سر! اِٹس ناٹ فار سیل۔'' سیلز گرل نے وائٹ اینڈ بلیک سلک کاٹن سے بنی جدید طرز کی ایک شرٹ ہاتھ میں پکڑے اسفند منصور کو ٹوکا۔ اس شرٹ پر پرائس کارڈ بھی نہیں تھا۔ وہ اپنے فارنر دوستوں کے ساتھ کچھ دیر پہلے ہی اس بوتیک پر آیا تھا اور شرٹ میک کو پسند آئی تھی اور یہ اپنے طرز کی ایک ہی تھی۔ کول یہ شرٹ پہلے ہی سیل نہ کرنے کے بارے میں ہدایات دے چکی تھی۔ کیونکہ وہ اپنے دیور کو یہ شرٹ گفٹ کرنا چاہتی تھی۔

''سارا! فرنٹ پر جو وائٹ اینڈ بلیک شرٹ ہے، وہ بھی پیک کر دو۔ کہا بھی تھا کہ وہ شرٹ ہینگ مت کروانا۔'' اسفند آواز پر چونک کر مڑا تھا۔ اس کے وہم و خیال میں بھی نہیں تھا کہ وہ مایوسی کی انتہا پر پہنچ کر آواز کی صورت دیکھ پائے گا۔ شبنمی لہجے والی صورت کی دلکشی ایک دم اسے مبہوت کر گئی تھی۔ سفید ساڑھی سے اپنے وجود کو مکمل طور پر چھپائے ہوئے سرمگیں آنکھوں والی لڑکی اس کے تصور سے بڑھ کر حسین تھی۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ اس کے تصور سے نکال کر ایک حقیقت اپنی دل کشی سمیت اس کے سامنے کھڑی ہو سکتی ہے۔ وہ جیسے کسی خواب و خیال میں محو تھا۔ وہ اس سے کچھ کہہ رہی تھی۔

''سوری مسٹر! آپ کوئی دوسری پسند کر لیں۔'' شاید سیلز گرل نے اسے اسفند کی شرٹ کے بارے میں دلچسپی و بحث بتا دی تھی۔ وہ اپنے خیال سے چونکا اس وقت جب روشنی کو اس نے اس کے قریب کھڑے پایا اور کچھ کہتے دیکھا تھا۔ وہ صرف روشنی کی صورت سے آشنا تھا یا پھر وہ آواز اس کی سماعتوں سے اس قدر مانوس تھی کہ وہ اس لہجے اور آواز کو کہیں بھی سنتا تو یقیناً پہچان لیتا۔ وہ جب اپنے وہم کے یقین میں بدلنے پر، اپنے آپ سے متفق ہو کر ان کی جانب بے اختیارانہ بڑھا تو وہ دونوں ہی بوتیک سے جا چکی تھیں۔ پھر سے کسک اس کے دل میں اُٹھی تھی اور وہ سرمگیں آنکھیں، جیسے اس کے ذہن پر ثبت ہو گئی تھیں۔ اسے لگا تھا کوئی سحر اس کے گرد پھیلا ہے۔

گھر آ کر، دوستوں کو رخصت کر کے بھی وہ جیسے اس سحر سے آزاد نہیں ہوا تھا۔ اس کی بے کلی و اضطراب حد سے سوا ہوئے تو وہ ایک بار پھر سڑکوں کی خاک چھاننے نکلا تھا۔ ایک موہوم سی امید جیسے وہ اسے مل جائے گی۔ اس کی بے تاب نگاہیں بے مقصد ہی اِدھر اُدھر کھوج میں لگی ہوئی تھیں کہ شاید وہ اجنبی مگر شناسا سا چہرہ کہیں پھر نظر آ جائے جس کے لئے اس کے دل کے جیاس کونے میں ہمیشہ کسک رہی تھی۔ جس کے اَن جانے دُکھ پر وہ اکثر راتوں کو اٹھ کر کچھ نہ کر سکنے کے ملال میں گِھر کر رت جگے مناتا تھا۔ وہ ایسا تو نہیں تھا کہ ہر خوب صورت چہرے پر مر مٹے یا پھر ہر دوسرے فرد کے لئے اپنے دل میں نرم گرم جذبات رکھتا ہو۔ وہ تو ان نوجوانوں میں سے تھا، جو محبت کو زندگی میں اتنی اہمیت نہیں دیتے یا پھر وہ محبت کو صرف ایک خاص ہستی تک منسوب رکھتے ہیں جو باضابطہ طور پر زندگی میں شامل ہو کر ان کی ذات پر اپنے حقوق رکھتی

ہو۔

وہ ٹین ایجر بھی نہیں تھا کہ ہر لڑکی کو دیکھ کر مچل اٹھے۔ وہ تو عمر کے اس حصے میں تھا جہاں جذبات کی طغیانی سرزمین دل کی طرف بڑھتی ضرور ہے مگر حفاظتی اقدام کی بنا پر تباہی نہیں پھیلاتی۔ پچیس چھبیس سالہ زندگی میں اگر اس کے دل و ذہن میں چاہت کے نام پر کوئی جذبہ جاگا تھا تو صرف اس دکھ روتی آواز کے لئے جاگا تھا، جسے چند سال پہلے اس نے اتفاقاً سنا تھا اور پھر اپنی سماعتوں میں اُتری آواز کے پیکر کو اس نے خود تراشا تھا۔ مگر اب اس پیکر کا اصلی روپ دیکھ کر تو وہ مبہوت ہی نہیں، متحیر بھی تھا۔ کیا تھا اس آواز میں جس نے اسے اتنے سالوں تک بھی اپنے اثرات سے نکلنے نہیں دیا تھا۔ یا پھر اس کی روتی آنکھوں کا دل پذیر کوئی احساس تھا جو اسے اس ہستی کے سارے دکھوں کا مداوا کرنے پر اُکساتا رہتا تھا۔ لیکن اپنے شوق کی راہ میں بچھی مسافتوں کو عبور کرنے کے لئے پلٹنے کا حوصلہ بھی شاید اس میں نہیں تھا، تب ہی ایک مسلسل کسک سی روح کو بے کل رکھتی تھی، وہ کبھی گمان بھی نہیں کر سکتا تھا کہ وہ اس آواز کی مالک ہستی کو کبھی کسی دن پورے وجود کے ساتھ دیکھ پائے گا اور پھر دیکھنے کے بعد اس کی بے چینی اس قدر بڑھی تھی کہ وہ لاشعوری طور پر ہر جگہ اسے ہی کھوج رہا تھا۔ دوبارہ وہ بوتیک پر بھی گیا تھا کہ شاید وہ پھر اسے وہاں مل جائے اور اس بار وہ کم از کم اتنا باور کرائے گا کہ وہ اسے جانتا ہے۔ مگر وہ اس کی تلاش کی راہ میں کہیں بھی اسے نظر نہیں آ رہی تھی۔

اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ اسے ڈھونڈتا جنگلوں بیابانوں میں نکل جائے۔ لیکن دل کی ہر نادان سوچ پر عمل کرنا اس کے شعور و عقل کی توہین بھی تھی، تب ہی وہ بے بس تھا۔ کچھ بہن کی شادی کے دن قریب ہونے کا احساس بھی تھا، ورنہ وہ شاید دل کی نادان سوچ پر عمل پیرا ہو بھی جاتا۔ دو ایک دن بعد تو مایوں کی رسم تھی۔

''ماما!...... ماما! آئیں بھی، میرے ساتھ کرکٹ کھیلیں۔''

وہ ڈنر کے بارے میں ہدایات دینے کچن میں موجود تھی، جب شمعون نے آ کر اسے ہاتھ پکڑ کر باہر کی طرف کھینچنے کی کوشش کی۔ اتوار کا دن تھا۔ ثانیہ اور تانیہ کی کچھ فرینڈز نے خصوصی طور پر اس سے فروٹ ٹرائفل اور وائٹ قورمہ بنانے کی فرمائش کی تھی، سو وہ اس غرض سے بھی کچن میں موجود تھی۔

''ماما! آئیں بھی۔ ہر وقت کچن میں کیوں رہتی ہیں آپ؟'' شمعون کے خفگی بھرے اظہار پر کومل نے اسے گھورتی نظروں سے دیکھا تو وہ مزید جھنجلایا۔ ''تو اور کیا؟ یہاں آ کر آپ میرے ساتھ کھیلتی بھی نہیں ہیں اور آؤٹنگ کے لئے بھی نہیں لے جاتیں۔ میں کس کے ساتھ کرکٹ کھیلوں؟''

''ثانیہ پھپھو کے ساتھ کھیلو میری جان! آج میں اپنے بیٹے کو ضرور آؤٹنگ کے لئے لے

کر جاؤں گی۔'' کومل نے پنجوں کے بل بیٹھتے ہوئے ناراض بیٹے کو بانہوں میں بھر کر منایا۔

''ثانیہ پھپھو اپنی فرینڈ کے ساتھ ڈیک لگا کر ڈانس کر رہی ہیں۔ انہوں نے اپنے کمرے سے مجھے نکال دیا ہے۔ ماما! مجھے اپنے گھر جانا ہے۔ اپنے گھر چلیں نا۔'' اس نے ایک دم پٹڑی بدلی تو کومل نے اسے پریشانی سے دیکھا۔ اس کی سُوئی اس وقت گھر جانے پر اٹک جاتی تو بہت مشکل ہو جاتی۔ فوراً ہی کچھ سوچ کر وہ کھڑی ہو گئی۔

''چلو بھئی، مون اور اس کی مما اکیلے اکیلے کرکٹ کھیلتے ہیں۔ ثانی پھپھو نے میرے بیٹے کو اپنے روم سے نکال دیا ہے نا، تو ٹھیک ہے اب ہم انہیں اپنے ساتھ پیزا ہٹ نہیں لے کر جائیں گے۔ اوکے؟''

''ہرے۔'' مون بے اختیار چیخا۔



''آ...... ہا...... ونس اگین سکسر۔'' کومل گرم جوشی سے شارٹ لگاتے ہوئے چلائی تھی۔ مون پہلے ہی احتجاجی طور پر وہاں سے واک آؤٹ کر گیا تھا۔ وہ اپنی مما سے پہلے ہی کہہ چکا تھا کہ چوتھی گیند پر بھی اگر انہوں نے چھکا لگایا تو وہ ناراض ہو جائے گا۔ اور ایسا ہی ہوا تھا۔ گیند سامنے سے آتے اسفند منصور کے سینے سے ٹکرا کر زمین بوس ہو چکی تھی۔ کومل ہاتھ میں بیٹ پکڑے کچھ شرمندہ، کچھ پریشان سی کھڑی تھی۔ اسے لگ رہا تھا کہ کوئی مہمان اس کی گیند کا شکار ہوا ہے۔ اسفند منصور بھی ہاتھ میں گیند پکڑے خاصے برے تیوروں کے ساتھ اس کے مقابل آیا تھا۔ ملگجے شام کے اندھیرے میں سر جھکائے کھڑی لڑکی پر اسے مزید تاؤ آیا، جو تنہا اکیلی کھڑی اپنے شوق کا نشانہ دوسروں کو بنا رہی تھی۔

''ہنہ! آپ کو یہی جگہ ملی تھی اپنا شوق پورا کرنے کے لئے؟ جائیے، سڑک پر جا کر اپنا شوق پورا کیجیے۔'' انداز و لہجہ سلگا ہوا تھا۔ ایک تو پہلے ہی اس کے مزاج بگڑے ہوئے تھے، اس پر سینے پر پڑنے والی گیند کی ضرب نے اسے مزید تیخ پا کر دیا تھا۔

''آئی ایم سوری مسٹر!...... ایکچولی میں یہاں......''

''سوری فار واٹ؟ یہ اچھا طریقہ ہے لوگوں کا۔ کوئی بھی نقصان کر دیں، بس سوری کہہ کر جان بخشی کرا لیں گے۔ کس ڈاکٹر نے آپ کو مشورہ دیا تھا کہ رات کے اندھیرے میں فضا میں بال ہٹ کریں؟ بلائنڈ ہیں؟ نظر نہیں آ رہا تھا؟ یہ کیا کرکٹ گراؤنڈ ہے جو......'' اسفند منصور بلا سوچے سمجھے بولتا چلا گیا۔ کومل جو سر جھکائے کھڑی شرمندہ ہو رہی تھی، اس کے جارحانہ انداز پر سر اٹھا کر اسی کے لہجے میں اس سے مخاطب ہوئی۔

''مسٹر! آپ کو کسی سے بات کرنے کی تمیز نہیں ہے۔ میں آپ سے ایکسکیوز کر رہی ہوں اور آپ ہیں کہ...... گھر کے لان میں اگر کرکٹ نہیں کھیلی جائے گی تو کیا آپ کے سر پر وکٹیں ٹھونک کر کھیلنی چاہئے؟'' کومل کو پہلی بار کسی پر اس طرح غصہ آیا تھا۔ وہ بیٹ ایک طرف

پھینک کر واپس جانے والے راستے کی طرف بڑھی۔

"آپ حد سے بڑھ رہی ہیں۔ آخر آپ ہیں کون؟" اسفند مزید برانگیختہ ہو کر چلایا تو وہ جواب دینے کو ایک دم ہی پلٹ آئی۔ تب ہی اسفند منصور کو کسی نے پکارا تھا۔ وہ بھی جدھر سے آیا تھا، ادھر ہی واپس ہو گیا۔ البتہ اس نے پلٹ کر دیکھا ضرور تھا۔ اس بار وہ آنکھوں میں اُلجھن لئے کچھ فاصلے پر کھڑی کومل کو دیکھ رہا تھا، جیسے کہ پہچاننے کی کوشش کر رہا ہو۔

"او مائی گاڈ......!" وہ بے اختیار ہی پلٹ کر واپس آیا تھا مگر اب وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ وہ جانے کس لمحے کدھر غائب ہوئی تھی۔ وہ اس کے سامنے ہی گئی تھی مگر وہ نہ جانے کہاں تھا۔ اس کے حواس اس کے ساتھ نہیں تھے۔ اس کا ذہن بھی حاضر نہیں تھا۔ ہر چہرہ، ہر آواز ایک ہی تاثر میں لپٹی ہوئی محسوس ہونے لگی تھی۔ اب اسے خود پر جھنجلاہٹ ہو رہی تھی۔

"السلام علیکم اماں جان!" دوستوں کو رخصت کر کے وہ سیدھا اماں جان کے کمرے میں چلا آیا۔ اماں جان جو ابھی لیٹی ہی تھیں، اس کی آواز سنتے ہی سیدھی ہو بیٹھیں۔

"وعلیکم السلام! تم اس وقت؟ مجھے بڑھی کے پاس آنے کی فرصت مل گئی ہے تمہیں؟" حیرت و ناراضگی یکساں ان کے لب و لہجے سے چھلکی تو وہ مسکراتا ہوا ان کے بستر پر بے تکلفی سے بیٹھنے کے بعد گویا ہوا۔

"آپ بالکل صحیح ناراض ہیں۔ مگر سوچیں اماں جان! دوستوں کی میزبانی کرنا میرا فرض تھا۔ وہ لوگ میرے کہنے سے یہاں ٹھہرے تھے۔ اینی وے، اب آپ کو شکایت نہیں ہو گی۔ میرا سارا وقت اب آپ کے لئے ہے۔"

"جانتی ہوں تمہیں۔ دیکھ لی ہے تمہاری محبت۔ اب آئے ہو تو پھر کل کس وقت شکل دکھاؤ گے۔ بھلا ہو اس بچی کا، وہ اس گھر میں نہ ہو تو ان دیواروں میں بند پڑے پڑے مر کھپ جاؤں۔" اماں جان نے اپنے دل کی بھڑاس اچھی طرح نکالی۔

"اللہ نہ کرے اماں جانی! جو آپ کو کچھ ہو۔ آپ کو معلوم نہیں کہ آپ میرے لئے کیا ہیں۔" اسفند نے بے اختیار ہی ان سے لپٹ کر انہیں اپنی محبت کا احساس دلایا۔

"تب ہی چوبیس گھنٹے بعد شکل دکھانے آئے ہو۔" اماں جان سچ مچ آبدیدہ ہو گئیں۔

"اوہ...... سوری اماں جانی!...... رئیلی میں کچھ ڈسٹرب تھا۔ پھر میرے دوستوں کو ناردرن ایریاز میں جانا تھا تو انہیں انفارمیٹ کرنے کی وجہ سے میں آپ کے پاس نہیں آ سکا۔" وہ پریشانی سے وضاحت دے رہا تھا۔

"ویسے یہ آپ کس بچی کا ذکرِ خیر کر رہی تھیں؟ کیا ہمارے گھر میں کوئی نیا اضافہ ہے؟ آئی تھنک، مجھے پرسنلی اس بچی کا تھینک فل ہونا چاہئے، جو میری اماں جانی کا دل بہلائے رکھتی ہے۔" اسفند نے شرارتی انداز سے موضوع بدلا تو وہ اسے مصنوعی خفگی سے دیکھنے لگیں۔

"تمہارے پاس فرصت کہاں ہے۔ ابھی تک اپنی بھاوج سے ملے تو ہو نہیں، شکریہ کیا ادا

کرو گے؟"

"بھا...... و...... ج...... اوہ، آئی سی...... اماں جانی! آپ تو اس طرح ذکر کر رہی تھیں، جیسے کوئی دس بارہ سالہ بچی کا حوالہ دے رہا ہو۔ مگر آئی ڈونٹ نو، ان سے ملنے کا چانس کیوں نہیں ہوا اب تک۔ حالانکہ میں دو تین بار کوشش کر چکا ہوں۔ ویسے اماں جانی! اصولاً انہیں مجھ سے خود ملنا چاہئے تھا۔ کافی نخرے والی لگتی ہیں۔ مما صحیح کہتی ہیں کہ......" اس نے ذہن کا ہر خیال فوراً ہی ظاہر کر دیا۔

"واہ بچے! بنا ملے ہی تم نے جان لیا کہ...... صحیح بیٹا! بالکل صحیح۔ تمہاری ماں جو تم سے کہے گی، وہ ٹھیک ہی ہو گا۔" اماں جان نے خاصا برا مناتے ہوئے اسے ٹوکا۔ کومل انہیں اب اسفند سے کم عزیز نہ تھی۔ انہوں نے اچھے برے وقت میں اس کی برداشت، اس کا حوصلہ و استقامت دیکھی تھی۔ تب ہی تو وہ اس کی معترف تھیں۔

"اماں جان! میرے کہنے کا یہ مطلب نہیں تھا۔ او کے...... پلیز، آپ ناراض نہ ہوں، میں صبح ان سے ملتا ہوں، پھر اپنی رائے دوں گا۔ خوش؟"

"میری خوشی کا کیا کہتے ہو بچے!...... اُس بدنصیب کو اتنی سی عمر میں ایسی مصیبتیں جھیلتے دیکھتی ہوں تو دل پھٹنے لگتا ہے۔ آہ...... تمہاری ماں کو تو اس سے جانے کیا بیر ہے۔ ہمارے خاندان کی عزت سنبھال کر بیٹھی ہے، بنا کسی شکوے شکایت، بنا کسی صلے کے۔ اور ہمیں کیا چاہئے؟ بدلے میں ہم اسے تھوڑی عزت، تھوڑی محبت بھی نہیں دے سکتے جو کہ اس کا حق ہے۔"

"اوہ...... آپ کی بچی کا معاملہ زیادہ ہی سیریس لگتا ہے۔ میں صبح ملتا ہوں ان سے۔ ہاتھ جوڑ کر معافی مانگوں گا اپنی غلطی کی...... پلیز آپ اس قدر ناراض نہ ہوں۔ نہ ہی دُکھی ہوں۔" اس بار اسفند اپنے انداز سے انہیں مسکرانے پر مجبور کر گیا۔

"سنی! تم یہ اتنی لمبی زبان اپنے ساتھ باہر سے ہی لائے ہو۔ پہلے تو تمہارے منہ میں زبان ہی نہیں تھی۔"

"اب باہر والوں کو تو الزام نہ دیں۔ بھول گئیں، آپ نے ہی تو مجھے بولنا سکھایا تھا۔" اسفند کے رویے کی تبدیلی ان کے لئے خوش گوار مگر حیران کن تھی۔

محبت سے انہوں نے اسے دھپ رسید کی۔



"گڈ مارننگ سسٹر! کیا ہو رہا ہے؟" صبح ساڑھے دس بجے، اسفند منصور ڈائننگ روم میں داخل ہوا، جہاں تنہا ثانیہ بیٹھی ناشتہ کر رہی تھی۔ شادی کی ابتدائی رسومات کی وجہ سے سب کی روٹین خراب ہو رہی تھی۔ ہر کوئی اپنی مرضی سے صبح اُٹھتا تھا۔

"بریک فاسٹ...... بابا!...... سنی بھائی کے لئے بھی ناشتہ لے کر آئیں۔" ثانیہ نے

بھائی کو جواب دے کر کچن میں موجود خانساماں کو بھی آواز دی۔

''تم آج یونیورسٹی نہیں گئی ہو......؟'' اسفند نے اس کے سامنے نشست سنبھالتے ہوئے پوچھا۔

''آج سے آف لی ہیں۔''

''تب ہی اس وقت یہاں نظر آ رہی ہو۔ باقی سب کہاں ہیں؟ مما نے بریک فاسٹ کر لیا ہے؟''

''باقی سب...... مما تو پاپا کے ساتھ ہی بریک فاسٹ کرتی ہیں اور تانی، وہ تو شروع سے موڈی ہے۔ جب اُٹھے گی، تب یہاں تک آئے گی، اگر موڈ ہوا تو۔''

''مون اور اس کی ماما...... وہ کہاں ہیں؟'' اسفند نے سامنے میز پر پڑی شہد کی بوتل اپنی طرف کھسکاتے ہوئے مزید استفسار کیا تو ثانیہ کو بھی حیرت ہوئی۔ سنی بھائی ہر کسی کے بارے میں پوچھ رہے تھے۔ یہ اس کے لئے حیران کن بات تھی۔

''مون اور بھابی تو ارلی مورننگ بریک فاسٹ کرتے ہیں۔ یہاں ہوں تب بھی، اپنے گھر میں ہوں تب بھی۔ پاپا اور ان کی ایک ہی ٹائمنگ ہے۔''

''اس وقت کہاں ہیں وہ؟ ایکچو لی میں ابھی تک مل نہیں سکا ہوں۔'' اسفند نے شہد کی بوتل کا ڈھکن کھول کر بریڈ پیس پر شہد کی تہہ چمچ سے جمائی اور توجیہ یہ پیش کی۔

''ریئلی...... آپ ابھی تک بھابی سے نہیں ملے؟'' ثانیہ کو مزید حیرت ہوئی۔ ''یہیں تو ہوتی ہیں آج کل وہ...... مگر اس وقت تو وہ اپنے آفس میں ہوں گی۔ شاید لنچ آورز میں مون کو اسکول سے پک کر کے ڈراپ کرنے آ جائیں، ورنہ پھر شام کو ہی آپ ان سے مل سکیں گے۔ بھائی! ریئلی آپ ان سے ابھی تک نہیں ملے؟''

''یہ صرف میرا ہی قصور نہیں ہے، وہ خود بھی مجھ سے مل سکتی تھیں۔ ویل ثانی! پلیز وہ جیسے گھر میں آئیں، تم مجھے ان سے انٹرڈیوس کروا دو، ورنہ اماں جان کی ناراضگی مزید بڑھ جائے گی۔ او کے۔'' وہ ایک بریڈ پیس کھانے کے بعد اپنا چائے کا مگ اٹھا کر کھڑا ہو گیا۔ ''میں اماں جان کے کمرے میں جا رہا ہوں۔ مما کو بتا دینا۔''

''جی بھائی! بتا دوں گی۔'' ثانیہ اس کے جانے کے بعد بھی حیرت زدہ تھی۔ کتنے دن ہو گئے تھے اسے یہاں آئے ہوئے۔ کسی نے اس طرف دھیان ہی نہیں دیا تھا۔ سب ہی اپنے آپ میں مگن و مست تھے۔ وہ اب خود سے بھی شرمندہ ہو رہی تھی۔



''بھابی!...... بھابی جان! آپ سے ایک اسپیشل پرسن ملنے آئے ہیں۔ بتائیے تو میرے ساتھ کون ہے؟'' وہ ابھی ابھی آفس سے لوٹی تھی، تب ہی اس کے پیچھے ثانیہ چلی آئی۔ کومل نے اپنے کمرے کے وسط میں کھڑے ہو کر دروازے کی جانب دیکھا جہاں تنہا ثانیہ کھڑی

شرارت سے مسکرا رہی تھی۔

''وہ اسپیشل پرسن مون کے سوا کون ہو گا۔ بلاؤ ذرا اسے، مجھے آج اس کی خبر لینی ہے۔ اس کی ٹیچر نے آج مجھ سے کمپلین کی ہے کہ صاحبزادے آج کل کلاس روم میں بہت شور مچاتے ہیں۔''

''مون کی خبر آپ بعد میں لیجئے گا، پہلے سنی بھائی کی خبر لیجئے، جو اتنے دنوں بعد آپ سے ملنے آئے ہیں۔'' ثانیہ نے کہنے کے ساتھ ہی دروازے سے باہر کھڑے اسفند منصور کا ہاتھ پکڑ کر اندر کھینچا۔ کومل جہاں تھی، وہیں کھڑی رہ گئی۔ گزشتہ شام اس شخص کے ساتھ ہوئی ''تو تکار'' ایک دم اس کے ذہن میں تازہ ہو گئی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ یہ شخص اس کا دیور ہو سکتا ہے۔ جب کہ اسفند منصور کی حالت بھی کچھ مختلف نہ تھی، بلکہ اس سے بھی زیادہ حیرت زدہ وہ کھڑا تھا۔ ابھی دروازے سے باہر اس کی آواز سن کر اسے جو گمان گزرا تھا، وہ گمان حقیقت کے روپ میں سامنے آنے کے بعد صدماتی کیفیت سے دوچار کر گیا تھا۔ اسی آواز، اسی چہرے سے اس کا قائم شدہ رشتہ اس کے لئے کسی دھچکے سے کم نہیں تھا۔ اس کے جذبات واحساسات ہی گڈمڈ نہیں ہوئے تھے، وہ خود بھی سرتاپا متغیر ہو رہا تھا۔ پھر وہ سب ہی کو حیرت زدہ چھوڑ کر کچھ بھی کہے بغیر ثانیہ کا ہاتھ چھوڑ کر واپس پلٹتا چلا گیا۔ ثانیہ ہونق سی کبھی کومل کو دیکھ رہی تھی اور کبھی دور جاتے ہوئے بھائی کو۔ کومل جلد ہی خود کو سنبھال کر بیڈ پر ٹک کر مخاطب ہوئی۔

''تم وہاں مجسمہ بنی کھڑی ہو۔ اندر آؤ۔''

ثانیہ حیرت سے نکل کر شرمندگی میں ڈوب گئی اور پھر اسی اثر میں معذرت کرنے لگی۔

''سوری ملی بھابی!...... وہ سنی بھائی...... ایکچو لی وہ ایسے ہی ہیں...... ان کی کبھی سمجھ میں نہیں آتا۔ صبح سے کہہ رہے تھے کہ......''

''اِٹس او کے...... کچھ یاد آ گیا ہو گا۔'' کومل نے پیروں کو سیاہ سینڈلز سے آزاد کیا اور آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئی۔ اپنے دیور کا ایسا رویہ اس کے لئے بھی تکلیف دہ تھا مگر اس نے اپنی تکلیف کو ظاہر نہیں ہونے دیا تھا۔ اسے توقع بھی ایسی ہی تھی۔

''وہ خود مجھے لے کر آئے تھے۔ اب اچانک واپس پلٹ گئے۔ ایسا کیا یاد آیا ہو گا؟ آپ سے ملنے کے لئے تو وہ آج کہیں گئے نہیں مگر......''

''مجھے دیکھ کر مایوسی ہوئی ہو گی...... جسٹ کڈنگ ڈیئر! کل میرا اور مون کا جھگڑا جس سکسر پر ہوا تھا، اس کا شکار یہی صاحب ہوئے تھے۔ ریئلی میں بالکل نہیں جانتی تھی کہ موصوف میرے برادر اِن لاء ہیں۔ ورنہ میں اُلجھتی نہیں۔'' کومل نے اس کے پلٹنے کی وجہ جو سمجھی، وہ کہہ بھی دی۔ ثانیہ بھی گہری سانس لیتی اس کے برابر آ بیٹھی۔

''اوہ، آئی سی...... اسی لئے بھائی کا رنگ ایک دم بدل گیا تھا۔ اب معلوم نہیں، شرمندگی سے یا غصے سے...... آئی تھنک اپنے رویے پر شرمندہ ہی ہوئے ہوں گے، تب ہی پلٹ گئے

ہیں۔ پلیز بھابی! آپ مائنڈ مت کرنا۔ سنی بھائی ایسے ہی ہیں۔ کبھی بہت ریوڈ، کبھی بہت لونگ، نائس۔ ابھی انہیں آپ سے اپنے موجودہ رشتے کا علم ہوگیا ہے تو دیکھئے گا وہ آپ سے اپنے رویئے کی معذرت کرنے ضرور آئیں گے۔"

"ثانیہ! میں نے کسی بات کا برا نہیں مانا۔ کل وہ اپنی جگہ درست تھے۔ اچھا، اب تم اس بات کو چھوڑو اور پلیز مجھے اچھی سی چائے پلوا دو۔ رئیلی تمہارے ڈریسز کی ڈیزائننگ میں میرا دماغ خالی ہوگیا۔"

"تو کیا ابھی میرے ڈریسز تیار نہیں ہوئے؟ میں کل مایوں میں کیا پہنوں گی، ملی بھابی!"

"کل تک ہو جائیں گے تیار۔ اب تم جا رہی ہو کچن میں یا میں خود جاؤں؟"

"جا رہی ہوں نا، ابھی ایک منٹ میں چائے لے کر آتی ہوں۔" وہ فوراً کھڑی ہوئی۔

"اور سنو، مون کو بھی ڈھونڈ لانا۔ بدتمیز اپنی ماما کو ہی بھول جاتا ہے۔" کومل نے بیڈ پر نیم دراز ہوتے ہوئے ممتا بھرا شکوہ کیا۔

"ماما!........ ماما! آپ آ گئیں؟........ السلام علیکم!" اسی لمحے مون کمرے میں داخل ہوا اور پھر دوڑ کر اس سے لپٹ گیا۔ مظاہرہ ایسا تھا کہ نہ جانے کب سے بچھڑا ہوا ہو۔

"آپ کو خوامخواہ میرے بھتیجے سے شکایت ہو جاتی ہے۔ دیکھ لیں، آپ کی خوشبو سونگھتا آیا ہے میری سویٹو۔" ثانیہ نے بھی دوبارہ پلٹ کر بھتیجے کو چوما۔ وہ اس کا ہاتھ جھٹک گیا۔ اپنی پیاری پھپھو سے بھی اس کی ناراضگی چل رہی تھی۔

"ماما! آپ کو اپنا پرامس یاد ہے نا؟"

جواباً کومل استفہامیہ نظروں سے پوچھ رہی تھی۔ "کیا؟"

"ثانیہ پھپھو کو پیزا ہٹ لے کر نہیں جائیں گے۔ انہوں نے کل مجھے اپنے کمرے سے نکال دیا تھا۔"

"ٹھیک ہے میری جان! جیسا تم کہو گے۔ نہیں لے کر جائیں گے ہم آپ کی پھپھو کو۔" کومل نے اسے مزید خود سے لپٹا کر بے اختیار چوما۔

"کیا میرے بنا آؤٹنگ کے لئے جاؤ گے چھوٹو؟........ ابھی آ کر پوچھتی ہوں۔ پہلے ذرا اپنی سویٹ بھابی کے لئے چائے لے آؤں، پھر تم سے نمٹتی ہوں۔"

مون کی شکایتی سرگوشی پر ثانیہ نے مصنوعی رعب سے اس کا گال کھینچا اور پھر اسے چڑاتے ہوئے کمرے سے باہر چلی گئی۔ مون نئے سرے سے اپنی ماما سے وعدے لینے لگا۔ کومل بھی اس کی ہاں میں ہاں ملاتی رہی۔ جانتی تھی، ابھی ثانیہ آ کر پیار سے کچھ کہے گی اور وہ اپنی پھپھو کو لے جانے پر راضی ہو جائے گا۔



"یہ نہیں ہو سکتا۔ اس کی حقیقت میرے نزدیک کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ میرے دل و نگاہ

میں اس کا مقام نہیں بدل سکتا۔ ہرگز نہیں........ کبھی نہیں۔" وہ اپنے کمرے میں بند اِدھر اُدھر چکر کاٹ رہا تھا۔ اپنے خوابوں میں، خیالوں میں کسی لڑکی کو اپنے بھائی کی بیوہ تسلیم کرنے کا حوصلہ اس میں پیدا نہیں ہو رہا تھا۔ اس ہستی کے سحر میں تو وہ برسوں سے بندھا ہوا تھا، اس کے آنسوؤں کو اکثر اپنے دل پر گرتے محسوس کیا کرتا تھا۔ اس غم زدہ اشک برساتی لڑکی کے لئے کچھ نہ کر سکنے کی بے بسی نے دنوں، ہفتوں ہی نہیں بلکہ مہینوں، سالوں پر محیط عرصے تک اسے بے کل رکھا تھا۔ راتوں کو بے خواب کیا تھا، دنوں کو بے سکون رکھا تھا۔ اپنے اندر مچلتی اسے پانے کی خواہش کو اس نے کبھی رد نہیں کیا تھا۔ لاشعوری طور پر وہ اسے ہر لمحہ، ہر جگہ کھوجتا رہا تھا۔ اسے یہ تو خبر ہی نہ تھی کہ وہ اس کے اتنے قریب، اسی کے گھر میں موجود ہوگی۔ مگر کسی اور کے حوالے کے ساتھ اس کے بھائی سے منسوب ہوگی۔

کل شام بھی وہ اسے دیکھ کر، سن کر ٹھٹکا تھا اور پھر بعد میں اسے کھوجا بھی تھا۔ مگر وہ پھر سے کہیں غائب ہوگئی تھی۔ اس نے سوچا تھا کہ یہ ضرور کوئی مہمان ہوگی اور آخر وہ یہیں کہیں اسے مل جائے گی۔ وہ یہ تو کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ اسے ملے گی تو مرحوم بھائی کی نسبت سے، اکلوتے بھتیجے کی ماں کی حیثیت سے۔ اس کا ذہن اگرچہ ہر حقیقت کا ادراک و شعور رکھتا تھا۔ مگر دل........ دل میں کچھ اور ہی سودا سمایا تھا۔ اسے لگا تھا، وقت نے اس کے دل میں پیدا ہونے والے اوّلین جذبۂ محبت کی تکمیل کے لئے اسے اس کے روبرو کیا ہے۔ تب ہی اس کے خیالات و احساسات باغی ہو رہے تھے۔ کومل کو وہ اپنے دل میں پیدا ہونے والے جذبات کی رو سے دیکھ رہا تھا، نہ صرف دیکھ رہا تھا بلکہ اسے خود پر یقین و اعتماد بھی حد سے سوا تھا کہ مقابل ہستی بھی اس کی پذیرائی اسی حساب سے کرے گی۔ اسے زمانے کی کبھی کوئی فکر نہیں رہی تھی اور نہ ہی اس نے یہ سوچا تھا کہ اسے اپنے حساب سے چلنے پر کس قدر کٹھن راہ سے گزرنا پڑے گا۔

وہ صبح سے اسے ڈھونڈ رہا تھا مگر وہ کہیں نظر نہیں آ رہی تھی۔ حالانکہ ثانیہ کی آج رسمِ مایوں تھی اور اس کا خیال تھا کہ وہ گھر پر ہی موجود ہوگی۔ لیکن اس کا خیال، خیال ہی رہا تھا۔ دوپہر تک تقریباً سب ہی کزنز لڑکیاں آ موجود ہوئی تھیں۔ نہیں تھی تو وہی نہیں تھی۔ خلافِ مزاج و عادت اس نے ثانیہ سے اس کے بارے میں پوچھا بھی تھا۔

"ثانی! مون کی ماما کہاں ہیں؟"

جواباً ثانیہ اسے حیرت سے تکتے ہوئے جواب دے رہی تھی۔

"سنی بھائی! بھابی تو اس وقت فیکٹری میں یا پھر اپنے بوتیک پر ہوں گی۔ آپ کو ان سے کوئی کام ہے؟"

"آج بھی وہ فیکٹری گئی ہیں؟" اظہارِ حیرت بے ساختہ تھا۔

"میرے اور ثانی کے ڈریسز رہ گئے تھے۔ وہ ابھی لے کر آ جائیں گی۔ بھائی! اگر آپ برا نہ مانیں تو ایک بات پوچھوں۔ آپ کل بھابی جان سے ملے بغیر واپس کیوں پلٹ گئے تھے؟"

ثانیہ نے ڈرتے ڈرتے استفسار کیا تو وہ نچلا لب دانتوں سے دبانے کے بعد گویا ہوا۔

''مجھے ایک ضروری کام یاد آ گیا تھا۔ ابھی کتنے بجے تک آئیں گی وہ؟'' اس کے لہجے میں خود بخود اندرونی بے چینی اُتر آئی۔

''صحیح ٹائم میں نہیں بتا سکتی۔ آئی تھنک تین بجے تک آ جائیں گی۔ تین بجے تک تو انہیں آنا ہی ہے۔ ورنہ مجھ سمیت اور بہت سے لوگ ناراض ہوں گے۔''

''او کے پلیز، وہ آ جائیں تو ان سے کہنا، آج شام کی چائے میں ان کے ساتھ پینا چاہتا ہوں۔''

''اوہ......سنی بھائی! آپ ان کے ساتھ کچھ زیادہ ہی فارمل نہیں ہو رہے؟ وہ فیملی ممبر ہیں، کوئی گیسٹ تو نہیں ہیں۔ آپ کبھی بھی، کہیں بھی ان سے مل کر ایکسکیوز کر سکتے ہیں۔''

ثانیہ وقتی طور پر اپنے بھائی کا خصوصی رویہ دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ حالانکہ وہ اتنی پروا کرنے والی نہیں تھی۔ وہ بھی تو پہلی بار کسی کو اتنی اہمیت دے رہا تھا۔

''مون کی ماما کو اتنا اونر ملنا چاہیے یا نہیں......میں پہلے ہی امپریس ہوں کہ ان سے فوری کیوں نہیں ملا۔'' وہ پہلی بار اپنی بہن سے اس قدر لگاوٹ کا اظہار کرتے ہوئے اپنے دل کی بات کہہ رہا تھا۔ ثانیہ کی تو خوشی کا ٹھکانہ نہ تھا۔ سنی بھائی اس سے بے تکلف ہو رہے تھے۔ اور اسے کیا چاہیے تھا؟''

''بھائی جان! آپ ملی بھابی کو مون کی ماما کہہ کر کیوں مخاطب کر رہے ہیں؟ بھابی کیوں نہیں کہتے؟ آپ کی بھی وہ بڑی بھابی ہی ہیں۔''

''میں بھابی کہوں انہیں؟'' وہ حیرت سے چیخا۔

''تو اور کیا؟''

''اِٹ اِز ناٹ پاسیبل فار می.....کل دیکھا ہے میں نے انہیں، دیکھنے میں ہی نہیں، ایج وائز بھی وہ مجھے کافی چھوٹی لگی ہیں......نام کیا ہے ان کا؟......تم کیا کہہ رہی تھیں انہیں؟''

اسفند منصور اپنی دھن میں تھا۔ تصور میں نازک سا سراپا تھا۔

''نام لیں گے آپ ان کا؟'' ثانیہ پھر سے حیرت سے چیخی۔ دونوں اس وقت ثانیہ کے کمرے میں موجود تھے۔ ثانیہ جو بے تکلفی سے فلور کشن پر بیٹھی ہوئی تھی، فوراً ہی کشن سے اُٹھ کر بیڈ پر بیٹھے بھائی کے پہلو میں جا بیٹھی۔

''یس......اس میں کیا برائی ہے؟''

''سنی بھائی! وہ ہم سب ہی کی بڑی بھابی ہیں۔'' ثانیہ نے جیسے اسے کچھ باور کرانے کی کوشش کی۔

''انہوں نے کبھی بھی ہمیں شافی بھابی کی کمی محسوس نہیں ہونے دی اور نہ ہی ہمیں کبھی یہ احساس ہوا ہے کہ مون کی اسٹیپ مدر ہیں۔ آپ ان کا نام لیں گے تو وہ برا منا سکتی ہیں۔ وہ

سمجھیں گی، آپ انہیں شافند بھائی کے ریفرنس سے ریسپکٹ نہیں کر رہے۔''

''ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں انہیں رسپیکٹلی ایکسپٹ کر رہا ہوں۔ ڈونٹ وری، یہ میرا ہیڈک ہے کہ میں انہیں کیا کہوں گا۔'' اسفند نے بہت نرمی سے اس کے سر پر چپت لگائی اور اٹھ کھڑا ہوا۔

''اچھا......مون تو اسکول سے آ چکا ہے نا؟ وہ بھی نظر نہیں آ رہا۔ کہاں ہے وہ؟''

''اپنے روم میں بند، اپنی ماما کا انتظار کر رہا ہے۔ فرسٹ ٹائم اتنی گیدرنگ دیکھ رہا ہے تو چڑچڑا ہو رہا ہے۔ سمجھتا ہے کہ سب ہی اسے اگنور کر رہے ہیں، اس کی ماما بھی۔''

''اوہ......او کے۔ میں اسے دیکھتا ہوں۔'' وہ اس کے کمرے سے نکل گیا تو ثانیہ کئی لمحے اپنے بھائی کے نہ سمجھ میں آنے والے رویے کے بارے میں سوچتی رہ گئی۔

''مون! میری جان!......میرے سویٹ بچے! آج تمہاری کوئی فرمائش پوری نہیں ہو سکتی۔ ماما بہت تھک گئی ہیں۔'' وہ ابھی اپنے بوتیک سے لوٹی تھی۔ ثانیہ اور تانیہ کے ڈریسز بمشکل تیار ہوئے تھے۔ وہ انہیں ان کے ملبوسات دے کر اپنے کمرے میں آئی تو پھولے ہوئے منہ کے ساتھ مون نے اس کا استقبال کیا تھا۔ وہ اپنے گھر جا کر اپنی کچھ ضروری چیزیں لانا چاہتا تھا، جس میں سرفہرست ہینڈی کیمرہ (ویڈیو) تھا، جو اس کے چاچو نے اسے گفٹ کیا تھا۔

''تو آپ چائے پی کر فریش ہو جائیں نا۔ پھر گھر چلیں گے۔ ٹھیک؟'' مون نے اپنے تئیں حل پیش کیا۔

''اور وہ جو گھر میں اتنے مہمان جمع ہو رہے ہیں، انہیں کون اٹینڈ کرے گا؟''

''دادو ہیں نا۔ اور سب ہی تو ہیں۔ میرے لئے کون ہے؟ آپ یہاں آ کر میری بات نہیں مانتی ہیں۔ نیکسٹ ٹائم میں یہاں نہیں آؤں گا۔ آپ کو بھی نہیں آنے دوں گا۔'' مون خاصا مضطرب ہو رہا تھا۔ اس کی ماما کی توجہ بٹی ہوئی تھی، یہ بات اسے گوارا نہ تھی۔

''ایسے نہیں کہتے۔ اچھے بچے بنو، یہ بھی ہمارا گھر ہے۔ او کے، کم آن۔'' کومل نے فاصلے پر کھڑے ناراض سے مون کو کھینچ کر، خود سے لپٹا کر چمکارا۔

''تمہاری پھپھو کی شادی ہے۔ ماما اس وقت گھر سے جائیں گی تو دادو بھی ناراض ہوں گی۔ میں کل صبح تمہاری ساری چیزیں لے آؤں گی اور......'' اسی وقت اس کے کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی اور ''ایکسکیوز می'' کہتا اسفند منصور دروازے پر نمودار ہوا۔

''اِف یُو ڈونٹ مائنڈ، مے آئی کم اِن؟'' اجازت طلب کرتے ہوئے اس نے خاصی حیرت سے کومل کی بانہوں میں لپٹے مون کو دیکھا تھا۔ وہ پہلی بار اس کی ممتا کا مظاہرہ دیکھ رہا تھا، اس لئے حیران تھا۔

''چا......چو......'' مون نے اس کی بانہوں میں ہی مُڑ کر اپنے پیچھے دیکھا۔

"لیں! آ جائیں۔" کومل نے مون کو اپنی آغوش سے آزاد کیا اور خود کو کچھ سنبھال کر بیٹھ گئی۔

"چاچو! یہ میری ماما ہیں۔ بیسٹ آف دی ورلڈ۔" شمعون نے بے پناہ خوشی کے ساتھ اپنی ماما کے رخسار پر اپنی محبت کی مہر لگا کر تعارف مکمل کیا تو اسفند منصور اپنی محویت سے چونکا۔ وہ دروازے سے اندر آ کر یک ٹک اسے دیکھنے میں محو تھا۔ کومل کو اس کی نظروں سے اُلجھن سی محسوس ہوئی تھی۔

"آیئے، بیٹھیے۔" کومل کو اسے بیٹھنے کی پیشکش کرنا ہی تھی۔ وہ اس کے بارے میں زیادہ تو نہیں جانتی تھی، مگر اتنی اسے خبر ضرور تھی کہ موصوف کچھ عجیب عادات و خصائل کے مالک ہیں۔ وہ مزید محتاط ہو کر بیٹھ گئی تھی۔ اسفند منصور بھی بیڈ کے سامنے پڑے صوفے پر آ ٹکا تھا۔

"ایکچو لی، میرے کچھ فرینڈز میرے ساتھ آئے ہیں۔ میں ان کے ساتھ بزی تھا اور اسی لئے میں آپ سے مل نہیں سکا۔" اسفند منصور نے بیٹھتے ہی اپنے تئیں معذرت پیش کی۔ کومل کی شرگیں آنکھوں میں ہنوز حیرت ٹھہری ہوئی تھی جو کہ رفتہ رفتہ اب لہجے میں نمودار ہونا شروع ہو گئی تھی۔

"اس فارمیلٹی کی ضرورت نہیں تھی۔ آپ چائے پئیں گے؟" کومل کے سامنے ایک ایسا شخص بیٹھا تھا، جسے ڈیل کرنا اسے مشکل ہو رہا تھا۔ اپنے مرحوم شوہر کے حوالے سے نیا رشتہ مجسم اس کے سامنے تھا مگر عجیب سے رویّے کا مظاہرہ کرتا ہوا۔ اس شخص کی آنکھوں میں اسے اپنے لئے عزت واحترام کے بجائے کچھ اور ہی محسوس ہوا تھا۔

"فیملی ممبرز سے ملنا فارمیلٹیز تو نہیں کہلاتیں۔ کیا آپ ایسا سمجھتی ہیں؟" اسفند منصور نے براہِ راست اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ اسفند منصور شاید رشتوں کی نزاکت سے عاری تھا۔ کومل نے دل میں خاصی کبیدگی محسوس کی تھی۔

"میں چائے لے کر آتی ہوں۔" وہ فوراً ہی اس کے سامنے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اسفند منصور اسے اپنی نگاہ میں رکھے ہوئے اس کی موجودہ کیفیت سے خاصا حظ اٹھا رہا تھا۔

اس کے پہلے جذبے تپش بن کر اس کی طرف لپکے تھے۔ اپنی بے خودی کا شاید اسے خود بھی احساس نہیں تھا۔ وہ تو کومل کے صبیح چہرے پر پھیلے پسینے کے ننھے ننھے قطروں کو پُرشوق انداز میں دیکھتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ کھلتے گلاب پر بادِ نسیم نے اپنا پیغامِ محبت شبنم کی صورت میں برسا دیا ہے، تب ہی ایسا نکھار آیا ہے۔ یا پھر سچے موتیوں کی برسات ہوئی جو وہ ایسی مالا مال لگ رہی ہے۔ کومل کو اس کا بے باک رویّہ خاصا ناگوار لگ رہا تھا۔ وہ تو صوفیہ منصور سے اس کے بارے میں کچھ اور سن چکی تھی کہ موصوف لڑکیوں سے سخت الرجک ہیں۔ مگر معاملہ الٹ تھا شاید۔

"ماما! میں نے آج لنچ نہیں کیا۔ اب بھوک لگی ہے مجھے۔" مون نے اسے اپنی طرف

متوجہ کیا تو وہ اس کی طرف جی جان سے متوجہ ہوگئی۔

"کیوں نہیں کیا لنچ؟..... جوس بھی پیا تھا یا نہیں؟" اس کے لہجے میں حقیقت فکر و پریشانی تھی۔

"جوس تو پیا تھا، مگر........ میرا لنچ باکس بھی بھرا ہوا ہے۔"

"وہاٹ؟........ مون! تم میرے ہاتھ سے پٹو گے کسی دن........ کہاں ہے تمہارا لنچ باکس؟" کومل زچ ہو کر بولی۔

"مجھے وہ والا لنچ نہیں کھانا اب۔ مجھے نئے سینڈوچز بنا کر دیں۔" مون نے نئی فرمائش جاری کی۔ کومل نے اسے مصنوعی خفگی سے دیکھا۔ اسفند منصور کے لئے یہ سب نیا اور حیران کن سا تھا۔

"ایکسکیوزمی!........ میں ابھی چائے اور سینڈوچز لے کر آتی ہوں۔" کومل کے لئے وقتی طور پر وہاں سے ٹلنا ہی غنیمت اور تسکین آمیز تھا۔ اسفند منصور اس کے جانے کے بعد کمرے کا جائزہ لینے لگا۔ کمرے کی مشرقی دیوار پر بیڈ کے سامنے ہی اس کے بھائی کے ہمراہ مسرور و مطمئن کھڑی کومل کی انلارج تصویر آویزاں تھی۔ دونوں نے ڈیڑھ سالہ مون کو ایک ایک بازو سے تھام رکھا تھا۔ یہ تصویر غالباً شافند اور کومل کی شادی کی پہلی سالگرہ کے موقع پر لی گئی تھی۔ تصویر کو دیکھتے ہی اسے جیسے جھٹکا سا لگا تھا۔ وہ جواب تک فراموش کئے ہوئے تھا کہ وہ یہاں کس رشتے کے تحت موجود ہے، ایک دم اسے احساس ہوا تھا۔ بلکہ مون نے اسے یہ احساس دلایا تھا۔

"چاچو! آپ کو معلوم ہے نا، یہ میرے پاپا ہیں، یہ ماما ہیں اور یہ میں........ چھوٹا سا مون۔"

"اچھا، یہ تم ہو؟........ لیکن تم ایسے تو نہیں ہو۔ یہ تو بہت پیارا سا، گپلو سا بچہ ہے۔ جب کہ تم........" اسفند نے خود کو سنبھالا۔

"اُفوہ چاچو!........ جب میں چھوٹا تھا۔ اب بڑا ہو گیا ہوں۔" مون نے قدرے جھنجلا کر اسے جیسے سمجھانے کی کوشش کی تو وہ ہنس دیا۔

"بہت تنگ کرتے ہو اپنی ماما کو۔" وہ تصویر سے نظریں چرا کر اپنی نشست کا زاویہ بدل کر شمعون سے باتوں میں مصروف ہو گیا۔

"روز نہیں چاچو! کبھی کبھی۔ مما بھی تو مجھے ٹائم نہیں دیتیں نا........ یہاں آتی ہیں تو مجھے ٹائم نہیں دیتیں نا۔" کافی رازداری سے مون سے سرگوشی میں بتایا تو اس کے انداز پر اسفند پھر بے ساختہ ہنس دیا۔

"ماسٹر! تم بہت شارپ ہو۔"

"ثانیہ پھپھو بھی یہی کہتی ہیں اور دادو کہتی ہیں کہ مون آؤٹ آف کنٹرول ہو چکا ہے۔"

"چاچو! دادو مجھے بیڈ بوائے بھی کہتی ہیں۔ کیا میں بیڈ بوائے ہوں چاچو؟" وہ خاصی معصومیت سے استفسار کر رہا تھا۔

اسفند نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے اسے خود سے قریب کیا۔ اس کی باتیں سنتے ہوئے کوئل بھی چائے کی ٹرے سمیت کمرے میں داخل ہوئی۔

"اِٹس ویری بیڈ ہیبٹ مون!" کوئل کا لہجہ تنبیہی اور سرزنش والا تھا۔ مون فوراً خفیف ہو گیا۔

"مام! میں تو چاچو کو بتا رہا تھا کہ دادو......."

"وہ ٹھیک کہتی ہیں۔ یُو آر بیڈ بوائے۔ تم اپنی ماما کی بات نہیں مانتے ہو۔" اسفند کے سامنے اس کا ایک نیا روپ تھا۔ اس کی آنکھوں میں حیرت کے ساتھ ساتھ دلچسپی بھی مزید بڑھ گئی تھی۔

"سوری ماما!"

"اِٹس او کے۔ کم آن، اپنے سینڈوچز لو آ کر۔" کوئل کے لہجے کی سنجیدگی اور چہرے پر پھیلی ناگواری کم نہ ہوئی۔ اسفند منصور کے اس طرزِ عمل نے اسے خاصا پریشان کیا تھا۔ یا تو یہ شخص اس سے ملنے کا روادار ہی نہیں تھا یا پھر سیدھا اس کے کمرے میں گھسا چلا آیا تھا اور اسی پر بس نہیں تھا، اپنی نظروں کے پُرشوق ہونے کو بھی نہ چھپا رہا تھا اور نہ ہی کسی قسم کی جھجک کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ کوئل پر اس کا پہلا تاثر ہی کچھ قابلِ ذکر نہ تھا جب کہ موجودہ طرزِ عمل نے تو اسے اندر تک کبیدہ کر دیا تھا۔ شافند کی موت کے بعد تنہا زندگی گزارتے ہوئے اس نے جس قسم کے حالات کا مقابلہ کیا تھا، یہ وہی جانتی تھی۔ خود کو سنبھال کر، بچا کر چلنا اس نے سیکھ لیا تھا۔ وہ مردوں کی عام قسم سے بھی اچھی طرح آگاہ تھی جو کہ کسی بھی خوب صورت عورت کو دیکھتے ہی ریجھ جاتے ہیں۔ خصوصاً ایسی عورت کو تو وہ اپنی ملکیت سمجھنے لگتے ہیں، جس کا کوئی سہارا نہ ہو۔ جس کے سر سے اس کا سائبان چھن گیا ہو۔ اسفند منصور بھی اپنے موجودہ رویّے سے اسی قماش کا مرد لگ رہا تھا جو کہ رشتوں کے احترام کو بھی بالائے طاق رکھے ہوئے تھا۔

کوئل نے مون کو فلور کشن پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے اسے وہیں سرو کیا۔ سینڈوچز کی پلیٹ کے ساتھ دودھ کا گلاس دیکھ کر وہ منمنایا۔

"ماما! مجھے دودھ نہیں، پیپسی پینی ہے۔"

"آج تمہیں پیپسی نہیں ملے گی۔ خاموشی سے دودھ پیو۔ ٹائم پر لنچ نہ کرنے کی یہ سزا ہے۔ سمجھے نا؟ فنش اِٹ۔" کوئل نے کچھ سختی سے اسے مخاطب کیا، پھر چائے بناتے ہوئے اسفند منصور سے بھی اسی ترش لہجے میں پوچھا۔

"آپ چائے میں چینی لیتے ہیں یا نہیں؟"

اسفند نہ جانے کہاں کھویا ہوا تھا۔ کوئل کو دیکھتے ہی اس کے خیالات بھٹک رہے تھے۔ وہ

ماضی، حال اور مستقبل کو گڈمڈ سا دیکھ رہا تھا۔ کوئل نے پھر سے اس سے پوچھا۔

"ایک ٹی اسپون۔"

چائے میں چینی ملانے سے لے کر اسے چائے کا کپ تھمانے تک کوئل کے ناگوار تاثرات میں ذرا بھر بھی تبدیلی رونما نہیں ہوئی تھی۔ اسفند کو اس کے چہرے پر پھیلی ناگواری گزشتہ دو دن کی ہوئی دونوں کے مابین جھڑپ کا نتیجہ لگ رہی تھی، اسی لئے وہ فوراً معذرت خواہانہ لہجے میں گویا ہوا۔

"میں اپنے اُس روز کے بی ہیو پر شرمندہ ہوں۔ رئیلی ویری سوری۔ میں جانتا ہی نہیں تھا آپ کو، نہ ہی آپ کو پہچانتا تھا۔ اِن فیکٹ میں آپ ہی کی وجہ سے اپ سیٹ تھا، اس لئے آپ سے اس طرح بات ہوئی، ورنہ......." وہ اب اپنی نظریں جھکائے بالکل سچائی سے معذرت پیش کر رہا تھا۔ کوئل کے لئے یہ حیرت کا مقام تھا۔ اس نے تو سن رکھا تھا کہ اسفند منصور کسی سے معافی مانگنے کی حد تک تو کبھی جا ہی نہیں سکتا۔ نہ ہی کبھی اپنے کسی رویّے کی معذرت پیش کیا کرتا ہے۔ جب کہ اس سے خلافِ عادت شرمندگی کا اظہار کر رہا تھا اور پوری سچائی کے ساتھ کوئل کو اس کی اس بات نے زیادہ پریشان کیا تھا کہ وہ اس کی وجہ سے خود اپ سیٹ تھا۔ کیوں؟ یہ سوال اس کے ذہن میں بار بار اُبھر رہا تھا مگر وہ اپنی تشفی کے لئے فی الحال اس سے پوچھ نہیں سکتی تھی۔ کوئل کی جواباً خاموشی نے اسفند منصور کو قدرے بدگمان سا کیا۔

"کیا آپ یہ سمجھ رہی ہیں کہ میں آپ سے جھوٹ بول رہا ہوں؟ میں نے جان بوجھ کر آپ کے ساتھ مس بی ہیو کیا تھا یا پھر آپ مجھے میری مما کے اسٹیٹمنٹ پر دیکھ رہی ہیں؟" آخر میں وہ کچھ تلخ سا بھی ہو گیا۔ کوئل نے گہری سانس کھینچتے ہوئے اس کی جانب دیکھا۔ اب وہ خاصی شرافت سے بیٹھا اسی کی جانب متوجہ تھا۔

"میں نے ایسا کچھ نہیں کہا ہے۔ نہ ہی کوئی ایسی بات ہوئی تھی کہ معافی کا، معذرت کا سوال پیدا ہوتا۔ اگر آپ نے مس بی ہیو کیا تھا تو بدلے میں میرا رویّہ بھی کچھ بہتر نہیں تھا۔ آپ میرے لئے اور میں آپ کے لئے بالکل اجنبی تھے۔ آپ نے جس اخلاق کا مظاہرہ کیا تھا، بدلے میں، میں نے بھی آپ کو دعائیں تو نہیں دی تھیں۔ جب دو فریقین کے درمیان کوئی تعلق، کوئی مروّت، کوئی رشتہ نہ ہو تو حالات ایسے ہی ہوتے ہیں۔ آپ اس دن کے واقعے کو اپنے ذہن و دل پر بوجھ نہ بنائیں۔ میں ایسی باتوں کو زیادہ دیر تک یاد رکھنے کی قائل نہیں ہوں۔" کوئل نے اپنے ذومعنی لہجے سے اسے بہت کچھ باور کرانے کی کوشش کی تھی مگر وہ ایک دم ہی کھل اٹھا تھا۔

"لیکن ہمارے درمیان تعلق اور رشتے تو قائم ہیں نا۔"

"جی! یہ ایک مسلّم حقیقت ہے اور میں دل و روح سے ان رشتوں کا احترام خود پر لازم سمجھتی ہوں۔" کوئل نے اپنے لہجے کی سختی سے اسے مزید کچھ کہنے سے روکا تھا۔ وہ اس کی

آنکھوں میں اپنے لئے جو پیغام دیکھ رہی تھی، جواباً اس کا رویہ بالکل بجا تھا۔ وہ پہلی ملاقات میں ہی اپنی آنکھوں میں اس کے لئے ہزاروں رنگ بھرے اسے کسی نئے جہاں میں قدم رکھنے کی دعوت دیتا، اپنائیت وشناسائی کا تاثر دیتا کومل کو اُلجھا گیا تھا۔ اپنے مرحوم شوہر کے بھائی کا ایسا رویہ وانداز اس کے لئے کسی شاک سے کم نہیں تھا۔ خصوصاً اُس کا اس طرح بے دھڑک کہہ دینا۔

"حیرت ہے، آپ ابھی تک رشتوں کو ان حوالوں کا احترام دیتی ہیں، جو انسان کی سانس کے ساتھ ختم ہو جاتے ہیں۔ میرے نزدیک دلوں کے میل سے قائم ہونے والے رشتے زیادہ پائیدار ہوتے ہیں جنہیں فنا نہیں ہوتی۔ ویل! اب تو آپ سے ملاقات ہوتی رہے گی۔ آپ مجھے تھکی ہوئی لگ رہی ہیں۔ پلیز ٹیک یور ریسٹ۔" وہ تو چلا گیا تھا مگر وہ مسلسل سوچ جا رہی تھی اور اُلجھتی جا رہی تھی۔ اسفند منصور کا بہت کچھ جتاتا رویہ اس کی سمجھ سے باہر تھا۔

"کیا میں سوچ سکتا تھا کہ دل نے پہلی بار جس کے لئے کسک محسوس کی تھی، وہ میرے ہی گھر میں، میرے مرحوم بھائی کے حوالے سے موجود ہوگی؟" اپنے کمرے میں آتے ہی اسفند منصور نے بے کلی سے ٹہلنا شروع کر دیا تھا۔ کومل سے ملنے، بات کرنے کا سرور الگ تھا اور اس کی اہلیت کا اضطراب الگ۔ اس کے نزدیک محبت سے ضروری اور بھی مقاصد زندگی تھے اور پھر وہ تو عمر کے اس دور میں داخل ہو چکا تھا، جہاں دل سے زیادہ عقل کی ماننا اس کے نزدیک دانش مندی تھی۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ دل کے معاملے عقل وخرد کو بھی پل بھر میں بے بس کر دیا کرتے ہیں۔ جس طرح کومل کو سن کر، دیکھ کر وہ بے بس ہوا تھا، اپنے بھائی کے حوالے ونسبت کے باوجود جیسے اسے خود پر اختیار ہی نہیں رہا تھا۔ کومل کو دیکھتے ہی اس کے ذہن میں پانچ برس پہلے اپنی ساعتوں کے ساتھ روح و دل کو کسک دیتا شبنمی لہجہ اور تصور میں نم آلود نگاہیں پھر سے تازہ ہو گئی تھیں۔ اس کا دل چاہا تھا کہ وہ اسے اپنی ساری بے چینیاں کھول کر بیان کر دے۔ راتوں کو ٹہلنے کے قصے سنا دے۔ وہ اسے بتا دے کہ خوابوں اور خیالوں میں وہ اس کا ہاتھ تھام کر ایک رہ گزر پر چل چکا ہے اور اتنی دور نکل گیا ہے کہ اب واپسی کا کوئی امکان نظر نہیں آتا۔ مگر یہ سب کہنا اتنا آسان نہیں تھا۔ بہت سی بندشیں، بہت سی رکاوٹیں اس کی راہ میں حائل تھیں۔ سب سے بڑی رکاوٹ تو خود کومل کا تلخ ہوتا ناگوار رویہ تھا۔ اسے احساس ہی نہیں، اندازہ بھی ہو رہا تھا کہ کومل کی سوچ اس کے بارے میں اچھی نہیں ہے، نہ ہی اس کی رائے مثبت ہے۔ وہ کم ہمت نہیں تھا، اسے خود پر مکمل اعتماد تھا اور اپنے ارادوں کی تکمیل کا یقین بھی۔ وہ جذباتی فیصلے کرنے کا عادی نہیں تھا۔ وہ شروع سے اپنے لئے خود سوچتا آیا تھا اور جس کے لئے ذہن و دل میں آمادگی پیدا ہوتی تھی، وہی کام کرتا تھا۔ لیکن یہ بھی نہیں تھا وہ جذبات و احساسات سے بالکل عاری ہو۔ اپنی مما کی ابتدائی عدم توجہ نے اسے خاصا حساس بنا دیا تھا، تب ہی تو کومل کے سنے ہوئے دکھ کی کسک پانچ سال بعد بھی اس کے اندر موجود تھی۔ وہ اپنے

اس احساس کو صرف ایک ہمدردانہ جذبہ خیال کیا کرتا تھا۔ اسے اندازہ ہی نہ ہو سکا تھا کہ اس کا یہ ہمدردانہ جذبہ، محبت کا بیج بن کر سرِ زمین نہیں رہا، وہ تہہ نشین پھل پھول رہا ہے۔ جب تک بیج تہہ زمین رہا، وہ کچھ جان نہ سکا۔ جیسے ہی بیج سے کونپل پھوٹی اور اپنے ہونے کا احساس دلانے لگی، تب وہ جان پایا کہ محبت کی بیل اس کے وجود سے لپٹی ہوئی ہے۔ اس کی خوشبو تو اب خون میں رچ بس گئی ہے۔

دستک کی آواز پر وہ چونک اٹھا۔ ملازم صوفیہ منصور کا پیغام لایا تھا۔ وہ اسے کسی سے ملوانا چاہتی تھیں۔ بادل نخواستہ وہ نیچے آیا تو دیکھا اس کی مما، ثانیہ سے اُلجھ رہی تھیں۔

"تمہارے پاپا سے کہا بھی تھا کہ کسی ہوٹل میں ارینج منٹ کروا لیتے ہیں۔ مگر نہیں، وہ بھی اپنی اماں اور بہو کے ہم خیال و ہم نوا بن گئے کہ مایوں کی رسم گھر پر ہی اچھی لگتی ہے۔ اب دیکھ لو، ہوا ہے اب تک کوئی انتظام؟" وہ آخری سیڑھی پر کھڑا ہو کر انہیں سننے لگا تھا۔ اپنے کمرے کی طرف سے کومل بھی آ رہی تھی اور آتے ہی وہ صوفیہ منصور کو تسلی آمیز اطلاع دینے لگی۔

"مما! آپ پریشان مت ہوں۔ میں نے فون کر دیا ہے، وہ لوگ آ رہے ہیں۔ آپ بے فکر رہئے، بروقت سارا ارینج منٹ ہو جائے گا۔ وہ سب ہی ایکسپرٹ ہوتے ہیں، منٹوں میں کام کر لیتے ہیں۔"

"بی بی! دیکھ لیتی ہوں تمہارے ایکسپرٹس کو بھی۔ منصور نے بھی سب کچھ تمہیں سونپ کر میرے تو ہاتھ پاؤں باندھ دیئے ہیں۔ اب کچھ ہو نہ ہو، مجھے کیا۔" صوفیہ منصور کا مزاج سخت بگڑا ہوا تھا۔ اصل وجہ تو بہن اور بھانجیوں اور بار بار یہ کہنا کہ "یہ گھر شادی والا گھر تو لگ ہی نہیں رہا،" مشتعل کر گیا تھا۔

"مما! ابھی تو کافی ٹائم ہے۔ آپ ایسے ہی ٹینشن لے رہی ہیں۔ سارے گیسٹس تو مغرب تک ہی آئیں گے۔ سب کچھ تو ریڈی ہے، صرف ہال ہی تو ڈیکوریٹ ہونا ہے اور......" ثانیہ نے بھی اپنی مما کا غصہ کم کرنے کے لئے منہ کھولا تو وہ اسے گھور کر رہ گئیں۔ کسی کی بھی نظر ابھی اسفند منصور پر نہیں پڑی تھی۔ اسفند مما کے رویئے میں کومل کے لئے تلخی شدت سے محسوس کر رہا تھا۔

"ماما!...... ماما! مقدس انکل آئے ہیں اور آپ کو بلا رہے ہیں۔" پھولی سانس کے ساتھ مون نے آ کر اطلاع دی تو کومل کی جان میں جان آئی۔ مقدس کی ہی اس نے ڈیوٹی لگائی تھی کہ وہ اپنی نگرانی میں سارے انتظامات کروا دے۔ یقیناً وہ ڈیکور اینڈ اسٹائل کی سروس ٹیم کو لے کر ہی آیا تھا۔

"مما! میرا خیال ہے، وہ لوگ آ گئے ہیں۔ میں انہیں ہال کی ارینج منٹ کے لئے بریف کر دوں؟" اس کا انداز اجازت طلب بھی تھا اور اطلاعی بھی۔ صوفیہ منصور نے کافی نخوت سے "ٹھیک ہے" کہا تھا۔

اس کے وہاں سے جاتے ہی اسفند نے اپنی موجودگی کا احساس دلایا تھا۔

”کیا بات ہے مما! آپ کچھ پریشان لگ رہی ہیں۔ کیا ہوا؟“

صوفیہ منصور پہلے تو چونک کر مڑیں پھر بیٹے سے شکایتی لہجے میں گویا ہوئیں۔

”پریشان نہ ہوں تو کیا کروں؟ تمہارے پاپا خود تو اپنے بزنس سے ایک لمحہ غافل ہونے کو تیار نہیں ہیں۔ اب ساری ذمے داریاں کیا میری ہیں؟ بیٹی کی شادی ہے اور انہیں فرصت نہیں ہے۔ نہ ہی اس بات سے کوئی سروکار کہ اس موقع پر کیا ہوگا۔“

”مما! ملی بھابی کر تو رہی ہیں سب۔ پاپا نے ایسے ہی تو اپنی ذمے داری ان کے کندھوں پر نہیں ڈالی۔ ان میں ایبلیٹی ہے، تب ہی تو......“

”ہاں، ہاں...... جانتی ہوں۔ اپنے گنوں کی پوری ہے وہ۔ تب ہی اس نے تمہیں اور تمہارے باپ کو مٹھی میں کر رکھا ہے۔ میں تمہیں سمجھا رہی ہوں، ثانی! ہر بات میں مت بولا کرو، ورنہ......“

”مما! آپ مجھ سے کیوں غصہ ہو رہی ہیں؟ آنٹی فوزیہ یا مہ ناز آپی نے آپ سے کچھ کہا ہے تو اس میں ہمارا کیا قصور ہے؟ سب کچھ ٹائم پر ہی ہو جائے گا۔ وہی وقت سے پہلے آ گئی ہیں تو ہم کیا کریں؟“

”اچھا اب زیادہ بک بک نہیں کرو اور جاؤ، تیار ہو جا کر۔“ صوفیہ منصور نے بھی اسے ڈپٹا تو وہ روہانسی سی ہو کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

”آنٹی فوزیہ آئی ہوئی ہیں؟“ اسفند نے حیرت سے پوچھا۔

”ہاں، تم ملے نہیں؟ وہ تو دوپہر سے آئی ہوئی ہیں۔ مل لینا سنی! ورنہ شکوہ کریں گی۔ تم تو جانتے ہو ان کی عادت۔“

”مل لوں گا مما! ابھی تو یہیں ہیں وہ لوگ۔ آپ بتائیں، آپ ارینجمنٹ کے لئے پریشان ہو رہی تھیں۔ پاپا مصروف ہیں تو آپ مجھ سے کہتیں، میں دیکھ لیتا سب۔“ صوفیہ منصور حیرت سے اسے تکنے لگیں۔

سنی ان سے کہہ رہا تھا۔ انہیں یقین کرنا مشکل ہو رہا تھا۔ جب سے وہ واپس آیا تھا، اس میں خاصی تبدیلی تو وہ پہلے ہی محسوس کر چکی تھیں۔ مزید یقین ابھی آیا تھا۔ کس اپنائیت سے وہ ان سے ان کی پریشانی دریافت کر رہا تھا۔

”سنی! تم ابھی تو آئے ہو، یہاں گزشتہ چار پانچ سالوں میں بہت تیزی سے تبدیلیاں آئی ہیں۔ سب کچھ ہی جیسے بدل سا گیا ہے۔ تمہارے پاپا کا خیال تھا کہ تمہیں ان معاملات کا ابھی کچھ پتہ نہیں ہے، تب ہی انہوں نے اپنی چہیتی بہو کے سپرد سب ہی کچھ کیا ہے۔ جیسے اس کی تو نسلیں یہ سب جدتیں لے کر آئی ہیں۔ نہ جانے کس گھڑی میں نے اسے اپنے بیٹے کی زندگی میں شامل کرنے کا سوچا تھا۔ خود ابھی تک قائم ہے اور مجھ سے میرا بیٹا ہی چھین کر لے

گئی۔“ صوفیہ منصور ایک دم آبدیدہ ہو کر رونے لگیں۔

اسفند منصور کے لئے اپنی مما کی اس وقت نم دیدگی کچھ حیران کن تھی۔ اس کا نہیں خیال تھا کہ وہ اس اہم موقع پر اس کے بھائی اور اپنے مرحوم بیٹے کی کمی محسوس کر رہی ہیں۔ اسے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ کومل سے سب کو بدظن کرنے کے لئے یہی حربہ آزماتی ہیں۔ وہ ابھی کومل کی سعادت مندی بھی دیکھ چکا تھا اور اپنی مما کا رویہ بھی۔ اس کے دل میں عجیب سا ملال بھرنے لگا تھا۔ اپنی مما کو مزید کچھ کہے بغیر وہ سیڑھیوں پر واپس پلٹا تو صوفیہ منصور قدرے حیرت سے پوچھنے لگیں۔

”تم اب کہاں جا رہے ہو سنی؟ آپی اور ان کے بچے ملنا چاہ رہے ہیں تم سے۔“

”میرا ابھی کسی سے ملنے کا موڈ نہیں ہے۔ فنکشن میں مل لوں گا۔“

صوفیہ منصور اسے حیرت سے جاتا دیکھتی رہ گئیں۔ اپنے بیٹے کے پل پل بدلتے موڈ کو وہ اب تک سمجھ نہ پائی تھیں۔ سنی کا یہ روپ ان کے لئے کافی صبر آزما ہوتا تھا۔ وہ کبھی بھی اس پر اپنی مرضی و خواہش لاگو نہیں کر سکتی تھیں۔ اس بات کا دکھ بھی انہیں ہر وقت رہتا تھا۔ کسی کے پکارنے پر وہ اپنی زودرنجی سے نکلیں۔



ہال کی خوب صورت سجاوٹ میں چہچہاتی لڑکیوں میں وہ جسے کھوج رہا تھا، وہ اسے کہیں نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس کی نگاہ کونوں کھدروں میں بھی اپنا گوہرِ مقصود دیکھ آئی تھی۔ وہ ہال کے دروازے سے ہی واپس پلٹنے لگا تو اس کی آنٹی فوزیہ نے دور سے ہی اسے پکارا اور مذاق میں چھیڑا بھی۔

"سنی! کیا بات ہے؟ دور سے ہی لڑکیاں تاڑتے رہو گے؟ اندر آنے سے ڈرتے ہو کیا؟"

"آنٹی! فار یور کائنڈ انفارمیشن، یہاں ایسا کوئی چہرہ نہیں ہے جو مجھے اٹریکٹ کر سکے۔" اس نے اپنے مخصوص انداز میں جواب دیا اور اپنے کندھے پر موجود زرد دوشالہ قدرے جھٹکتا ہوا واپس مڑا۔

"توبہ......صوفی! یہ تو اتنے سالوں میں بھی نہیں بدلا......کیسے فوراً جواب دے کر گیا ہے۔"

"آپ! آپ بھی تو سوچ سمجھ کر مذاق کیا کریں۔ سنی کی عادت سے تو آپ واقف ہی ہیں۔" جاتے جاتے بھی اس نے ماں اور خالہ کا تبصرہ سن ہی لیا تھا۔ فی الحال وہ خود کے لئے جلنے کڑھنے سے زیادہ کومل کو دیکھنے کی خواہش میں مبتلا تھا۔ سب ہی کزنز لڑکیوں نے سبز اور زرد کنٹراسٹ کے ملبوسات زیب تن کر رکھے تھے۔ البتہ سب کے ملبوسات الگ الگ طرز کے تھے۔ اس کے تصور میں زرد لباس میں ملبوس گلابی لڑکی کا بہت دل کش اور سہانا روپ تھا۔ وہ آخر اسے اماں جان کے کمرے سے باہر آتی نظر آ ہی گئی تھی۔ لیکن وہ سہ پہر کی سفید ساڑھی میں ملبوس تھی۔ وہ حیرت سے اسے دیکھتے ہوئے پکار اٹھا۔

"ون منٹ پلیز۔"

کومل کو اس کے پکارنے پر اس سے زیادہ حیرت ہوئی تھی۔ وہ اپنے ہر تاثر سے استعجاب ظاہر کرتی کھڑی ہو گئی تھی۔

"سب ہی لوگ تیار ہو چکے ہیں، آئی تھنک سب ہی گیسٹ بھی آ چکے ہیں، آپ ابھی تک تیار نہیں ہوئیں؟" کومل کو اس کی بات، اس کا سوال مزید حیران کر گیا۔

"میں ریڈی ہوں۔" کومل کو اس کی آنکھوں میں لہراتی حیرت پوری طرح سمجھ میں نہیں آ

رہی تھی اور نہ ہی اپنی ذات میں اس کی دلچسپی۔

"اس طرح؟......آئی مین، آپ اسی ڈریس میں پارٹی سپیٹ کریں گی؟" اس کے سفید ساڑھی میں ملبوس سراپے کو اس نے ایک بار پھر ناقدانہ نظروں سے دیکھا۔

"تعجب ہے، آپ کو اپنی فیملی، اپنے خاندانی رسم و رواج کا علم نہیں ہے۔ آپ کے خاندان میں ایک بیوہ کو اسی طرح رہنے کی اجازت ہے اور مجھے بھی اپنی بلیک اینڈ وائٹ لائف سے کوئی پرابلم نہیں ہے۔" کومل کو اس کی حیرانی سمجھ میں آئی تو وہ خاصی سنجیدگی سے گویا ہوئی۔

"وہاٹ ربش......کیسی جاہلانہ رسمیں ہیں یہ؟ اور یہ کہاں کا انصاف ہے کہ کسی ایک شخص کے چلے جانے سے اس سے منسوب دوسرے انسان کے جذبات، احساسات کو اس قسم کی رسموں کی آڑ میں مجروح کیا جائے؟"

کومل جو اپنی بات کہہ کر باہر کی طرف بڑھ چکی تھی، اسفند منصور کے بے ساختہ ردعمل پر پلٹ آئی۔

"میں نے کہا نا، مجھے کوئی پرابلم نہیں ہے اس طرح جینے میں۔ پلیز ڈونٹ وری اباؤٹ می۔" پہلی بار اس کے لئے کسی نے اظہارِ ہمدردی جتایا تھا اور اسے اچھا نہیں لگا تھا۔

"آپ کو کوئی پرابلم نہیں ہے۔ مگر دوسروں کو تو ہو سکتی ہے۔ آپ کی خاموشی آئندہ اور بہت سے لوگوں کے لئے یہی راہ چھوڑ سکتی ہے۔ اِٹس ناٹ رائٹ۔" اسفند منصور نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"یہ راہ میں نے خود اپنے لئے متعین نہیں کی۔ یہ آپ کے بڑوں کا بتایا ہوا راستہ ہے، جس پر میں چل رہی ہوں اور میرا خیال ہے، اس خاندان سے وابستہ وہ خواتین بھی اس راہ پر چل چکی ہوں گی، جو بیوگی کے دور میں داخل ہوئی ہوں گی۔ اب یہ رائٹ ہے یا رانگ، میں نہیں جانتی۔"

"کیوں؟......آپ کیوں نہیں جانتیں؟ آپ ایجوکیٹڈ نہیں ہیں کیا؟ آپ وومنز رائٹس نہیں جانتیں؟" اسفند منصور اس کی راہ میں حائل اسے اس کے حقوق سمجھا رہا تھا۔ وہ اسے مسلسل حیران کر رہا تھا۔

"یہ آپ کا مسئلہ نہیں ہے۔ میں اپنے حقوق اچھی طرح جانتی ہوں۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ میرا ایک لفظ احتجاج میرا جینا حرام کر سکتا ہے۔ اس لئے پلیز......" نجانے کیسے اس کے کرخت لہجے میں آنسوؤں کی نرمی و نمی در آئی تھی۔ اس سے پہلے کہ اس کی سرمگیں آنکھوں کا پیمانہ چھلک اٹھتا وہ تیز تیز قدم اٹھاتی وہاں سے باہر نکل گئی۔ اسفند اسے جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ یہ کیسا بوجھ تھا، جو اس کے دل پر آ پڑا تھا۔ آج وہ اپنے اندر کئی تبدیلیاں محسوس کر چکا تھا، جو اس سرمگیں آنکھوں والی گلابی لڑکی سے وابستہ تھیں۔



"صوفیہ! آپ تو کہہ رہی تھیں کہ کومل ہال میں ہے۔ مگر مجھے تو یہاں نظر نہیں آرہی۔ رسم کے وقت بھی وہ یہاں نہیں تھی۔" منصور احمد کا اس وقت بہو کے لئے فکرمند ہونا صوفیہ منصور کو ایک آنکھ نہیں بھایا تھا مگر اس وقت وہ اپنی ناگواری ظاہر کر کے اپنے شوہر کے ہاتھوں اپنی شامت نہیں بلوانا چاہتی تھیں۔ خاصے سبھاؤ سے انہوں نے شوہر کو جواب دیا۔

"ابھی کچھ دیر قبل تو وہ یہیں تھی۔ بلکہ اماں جان کو ہال میں وہی چھوڑ کر گئی ہے۔ اب نہ جانے وہ کہاں غائب ہے۔"

"غائب ہے یا آپ کے گھر کی ذمے داریوں میں اُلجھی ہوئی ہے؟"

"اگر وہ ذمے داریوں میں اُلجھی ہوئی ہے تو اپنی مرضی سے۔ میں نے اس سے نہیں کہا۔ آپ ہی نے اسے گھر کا اہم ترین فرد بنا کر ہر کام اسے سونپ رکھا ہے۔"

آخر صوفیہ منصور سے رہا نہیں گیا۔ انہوں نے جتاتے لہجے میں انہیں احساس دلایا۔

"وہ تو ہے۔ اس گھر کا اہم ترین فرد۔ اور آپ پر لازم تھا کہ آپ اسے رسم کے وقت اپنے ساتھ رکھتیں۔" منصور احمد ہال میں ایک طرف کھڑے صوفیہ منصور سے اُلجھ رہے تھے اور ان کی طرف پشت کئے چند قدم آگے ہی اسفند منصور اپنے والدین کی تمام گفتگو سن رہا تھا۔ وہ خود بھی یہاں کومل کی عدم موجودگی کو شدت سے محسوس کر رہا تھا۔ کسی نے بھی تو دورانِ رسم اسے یاد نہیں کیا تھا، سوائے بڑی ماں کے۔ اب بھی سارے لوگ ملنے گلنے میں مصروف تھے۔

"مجھے نہیں معلوم کہ وہ کب یہاں سے گئی ہے۔" صوفیہ منصور نے حالات و ماحول کو دیکھتے ہوئے اپنا رویّہ درست رکھنے کی کوشش کی۔

"آپ کو جب معلوم ہوا، آپ نے تب ہی اسے بلوالیا ہوتا۔" منصور احمد کا رویّہ زِچ کر دینے والا تھا۔ بہو کے لئے اکثر وہ صوفیہ منصور کو اسی طرح زِچ کر دیا کرتے تھے۔ آخر وہ زِچ ہو ہی اٹھیں۔

"اُفوہ، منصور! اب چھوڑیں بھی۔ اب مجھے اتنے لوگوں میں اس کا خیال نہیں رہا تو وہ خود احساس کر لیتی۔ اسے اس وقت یہاں سے جانے کی ضرورت ہی کیا تھی؟"

"واقعی، آپ کو کیوں خیال رہتا؟ آپ کو اپنے رشتے داروں کی ناز برداریوں سے فرصت ملے تو بہو کا احساس ہوتا۔" وہ اپنے غصے کو دباتے ہوئے ہال سے باہر نکل گئے۔ اسفند نے فوراً پلٹ کر انہیں باہر جاتے ہوئے دیکھا۔ صوفیہ منصور الگ کھڑی پیچ و تاب کھا رہی تھیں۔ اپنی شامت اعمال کو دعوت دینے ثانیہ ان سے کوئی بات پوچھنے آچکی تھی، جسے انہوں نے اپنے غصے کا نشانہ بنایا۔

"نہیں معلوم مجھے کچھ بھی۔ تم لوگ خود بھی کچھ دیکھ لیا کرو۔ میں اکیلی جان کیسے کیسے دیکھوں؟ اب اسے بھی احساس ہونا چاہئے تھا۔ کیوں وہ رسم کے وقت غائب ہوگئی ہے۔ کہاں ہے کومل، کچھ معلوم ہے تمہیں؟"

صوفیہ منصور کا لہجہ و انداز بہت برہم تھا۔ ثانیہ ماں کے بگڑے موڈ کو دیکھ کر کومل کی صفائی و بچاؤ میں بولی۔

"وہ اور کہاں ہیں، گھر میں ہی ہیں بھابی! آپ کے پوتے نے انہیں تنگ کر رکھا ہے۔ سنی بھائی نے اسے جو کیمرہ دیا تھا، پہلے تو وہ اسے گھر چھوڑ آیا تھا، اب کہتا ہے اسے بھی پھپھو ثانیہ کی مووی بنانی ہے۔ اس لئے گھر سے وہی کیمرہ لا کر دیں۔ بھابی اسے کب سے بہلا رہی ہیں، مگر وہ بہلتا ہے؟ میں نے کہا بھی تھا ملی بھابی سے کہ اسے......" ابھی اس کی بات نامکمل تھی کہ کومل، منصور احمد کے ساتھ ہال میں داخل ہوئی۔ وہ منصور احمد کے ساتھ مسکراتے ہوئے کچھ کہہ رہی تھی اور صوفیہ منصور کی طرف ہی بڑھی آرہی تھی۔

"منصور احمد کو بھی چہیتی کے بغیر چین کہاں ہے۔" صوفیہ منصور کی بڑبڑاہٹ خاصی بلند تھی۔ اسفند نے گردن گھما کر دیکھا تو وہ منصور احمد کے ساتھ بہت اچھے تاثرات کے ساتھ بالکل قریب آرہی تھی۔

"پاپا! آپ نے دیکھ ہی لیا، لعل پرنس تو اگریسو ہو رہا ہے۔ مجھے اب گھر جانا ہی پڑے گا۔ میں ہو آؤں گھر سے؟" وہ ان سے اجازت مانگ رہی تھی۔ پھر اس نے صوفیہ منصور سے بھی اجازت طلب کی۔

"مما! میں گھر جا رہی ہوں، ابھی آجاؤں گی۔"

"میں اسی لئے کہتی تھی کہ اسے ذرا کنٹرول میں رکھو، اس کی ہر ضد مانو گی تو ایسا ہی ہوگا۔ ایسا بھی کیا لاڈ کہ اب اس کے لئے اکیلی جاؤ گی؟" صوفیہ منصور نے جس لہجے میں لب کشائی کی تھی، ان کا انداز صرف کومل ہی سمجھ سکتی تھی۔

"مما! اب اس وقت میں اسے روتا بھی نہیں دیکھ سکتی۔ اور میں اکیلی نہیں ہوں، مون میرے ساتھ ہے۔ آپ پریشان مت ہوں۔" کومل نے انہیں پُراطمینان لہجے میں جواب دیا تو باوجود چاہ کے، وہ اسے کچھ نہیں کہہ سکیں۔

"تم اپنی مرضی کی مالک ہو، میں کیا کہہ سکتی ہوں؟" بے تاثر لہجے میں بھی ان کی ناگواری چھلک رہی تھی۔ کومل کو اس وقت مون کے علاوہ کسی کی پروا نہ تھی۔

"پاپا! میں پھر چلتی ہوں۔ مون گاڑی میں بیٹھا ہوگا۔"

"ثانیہ سے نہیں ملو گی؟" منصور احمد نے اسے روک کر پوچھا تو وہ صوفیہ منصور کو دیکھنے لگی کہ وہی انہیں جواب دیں مگر وہ لاتعلقی ظاہر کرتی اسٹیج کی طرف بڑھ گئیں، جہاں لڑکے لڑکیاں ہلڑ مچائے ہوئے تھے۔

"پاپا! میرا تانی سے اس وقت ملنا مناسب نہیں ہے۔" کومل نے دھیمے لہجے میں انہیں سمجھانا چاہا۔

"کیوں بیٹا؟" وہ حیرت سے پوچھ رہے تھے۔

"وجوہات تو آپ جانتے ہیں پاپا!......پلیز، ابھی مجھے جانے دیں، میں واپس آ کر ثانیہ سے ملتی ہوں۔ میری دعائیں اس کے لئے ہمیشہ ہیں۔" کومل کے ملتجی لہجے پر منصور احمد نے ہولے سے سر ہلاتے ہوئے اسے تھپتھپا کر جانے کی راہ دی۔ اسفند جو کافی دیر سے کھڑا سب کچھ سن اور دیکھ رہا تھا، فوراً اس کے پیچھے لپکا۔

"آپ اس وقت اکیلی جائیں گی؟ میں آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔"

"تھینک یو۔ ڈونٹ وری اباؤٹ می۔ میرے پاس کار ہے۔ میں چلی جاؤں گی۔ آپ کی یہاں زیادہ ضرورت ہے۔ آپ انجوائے کیجئے۔" کومل نے بہت تسلی سے اسے جواب دیا اور دروازے سے باہر نکل گئی۔

اسفند اس لمحے خاصی بے بسی محسوس کر رہا تھا۔ چاہتے ہوئے بھی وہ اس کے لئے کسی قسم کا اظہار نہیں کر سکتا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ اس کے پیچھے جا کر اسے قائل کرنے کی کوشش کرتا، اسے کسی نے آواز دے کر بلایا تو وہ اپنے کزنز کی طرف بڑھ گیا۔



"ملی بھابی! تانی کو اتنا مہنگا گفٹ لے کر دے رہی ہیں آپ۔ اس کے ہزبینڈ کے پاس اپنی کار ہے تو۔" ثانیہ ابھی ابھی اس کے ساتھ کار شوروم سے ہو کر آ رہی تھی۔ کومل، ثانیہ کو اس کی شادی کا تحفہ ایک گاڑی دے رہی تھی، جو کہ ثانیہ کی فرمائش بھی تھی۔ ثانیہ اس کی گاڑی دیکھنے کے بعد اس سے اسی قسم کے تبصرے کر رہی تھی۔

"میں اسے اس کا حق دے رہی ہوں ثانیہ! شافند اگر زندہ ہوتے تو شاید اس سے زیادہ دیتے۔" کومل کے لہجے میں ایک پرانے دکھ کی ہلکی سی تڑپ شامل تھی۔

"جی نہیں......شانی بھائی اگر ہوتے تو تانی کا آپ کے ساتھ بی ہیویئر دیکھتے ہوئے گفٹ تو اسے کیا دیتے، اسے منہ بھی نہ لگاتے۔ آپ نہ جانے کیوں اس کا فیور کرتی ہیں۔ پتہ ہے، اس نے آج میرے ساتھ کیا سلوک کیا؟" ثانیہ سخت جلی ہوئی تھی، اس لئے صاف گوئی سے کام لے رہی تھی۔

"اوں ہوں......وہ تمہاری بڑی بہن ہے اور اب تو وہ پرائی ہو رہی ہے۔ اس کا مزاج ہی ایسا ہے۔ تم اپنی صحت کیوں خراب کر رہی ہو؟" کومل نے اسے بات مکمل نہیں کرنے دی۔ اپنی کار سے اترتے ہوئے اس نے ثانیہ کو سمجھاتے ہوئے سرزنش بھی کی۔

"اونہہ، بڑی بہن......ایسی ہوتی ہیں بڑی بہنیں؟ اپنا ایک پرانا پرل کا سیٹ تو مجھے وہ دے نہیں سکی۔ کہتی ہے یہ میرا فیورٹ ہے، بعد میں لے جاؤں گی۔ اتنا کچھ لے کر جا رہی ہے، شادی کے بعد بھی صفایا کرنے کا پروگرام ہے اس کا۔ ریئلی مجھے اس پر بہت غصہ ہے۔ اور آپ ہیں کہ......" ثانیہ نے موجودہ رویئے کی توجیہہ پیش کی تو کومل ہولے سے مسکرائی۔

"تمہیں پرل کا سیٹ چاہئے تو میں لے دوں گی تمہیں۔ اپنا موڈ خراب نہیں کرو۔ اور سنو،

تم جیسی سویٹ گرل پر جیلسی سوٹ نہیں کرتی۔"

"میں کیوں اس سے جیلس ہوں گی؟ وہ تو خود ساری دنیا سے جلتی ہے۔ ملی بھابی! آئی تھنک آپ کی، میری لڑائی ہو جائے گی۔"

"کیوں بھئی؟ مجھ سے کیوں لڑائی ہو گی؟ سویٹی! تم فکر کیوں کرتی ہو؟ تمہاری شادی پر میں تمہیں تمہاری پسند کی کار گفٹ کروں گی۔" اپنی گاڑی کو لاک کر کے اس نے دوسری طرف کھڑی ثانیہ کو بچوں کی طرح بہلایا۔

"ریئلی......؟" وہ واقعی بچوں کی طرح چلائی، پھر فوراً ہی جھینپ کر بولی۔ "مجھے نہیں چاہئے۔"

"وقت آئے گا تو پوچھوں گی۔ اُف، تمہاری باتوں میں، میں اپنے بیٹے کے لئے آئس کریم لینا بھول گئی۔ اب کیا کروں؟" کومل کا انداز بے ساختہ تھا۔

"کہاں کی سیر ہو رہی ہے آج کے دن؟" اسفند منصور نے انہیں پورچ میں ہی روک کر پوچھا۔ کومل چونک کر کھڑی ہو گئی۔ اسفند کا موڈ خاصا خوشگوار تھا۔ اس کے ساتھ اس کا ایک دوست بھی تھا۔ وہ یقیناً اپنی بہن سے مخاطب تھا۔

"سیر کہاں سنی بھائی؟ ملی بھابی، تانی کے لئے گفٹ آرڈر کر کے آئی تھیں۔ ہم لوگ وہی دیکھنے گئے تھے۔"

اسفند کے دوست نعمان نے ثانیہ کے جواب پر قدرے چونک کر کومل کو دیکھا تھا۔ کومل اس وقت بلیک ساڑھی میں ملبوس تھی۔ سادگی کا پیکر اس مغموم سی لڑکی میں ایک کشش ضرور تھی، جو ایک بار تو ہر ایک کو اپنی طرف کھینچتی تھی۔ بے اختیار نعمان نے اسے سلام کیا تو کومل نے اسے جواب دیتے ہوئے زیتون کے ساتھ آتے مون کو قریب آنے کا اشارہ بھی کیا۔

"نعمان! یہ میری چھوٹی بہن ثانیہ۔ تم جانتے ہو۔ اور یہ......" کومل کی طرف مڑتے ہوئے وہ تھوڑا سا گڑبڑایا کہ آخر دل میں بسنے والی کو اپنی بھابی کہہ کر کس طرح متعارف کروائے۔ پھر کچھ توقف کے بعد گویا ہوا۔ "ثانیہ نے ابھی ان کا تعارف کروا دیا ہے، یہ......"

"سنی بھائی! میں نے ملی بھابی کا تعارف کب کروایا؟ نومی بھائی! یہ ہماری بہت سویٹ سی بھابی ہیں، مسز شافند۔ اور اس کیوٹ سے مون کی ماما۔"

مون قریب آ گیا تھا۔ ثانیہ نے اس کا گال کھینچتے ہوئے تعارف مکمل کیا۔ وہ اپنی پھپھو کا ہاتھ جھٹکتا، اپنی ماما کی طرف منہ بسورتا ہوا بڑھا۔

"ماما! آپ کہاں گئی تھیں؟ مجھے بھی آپ کے ساتھ جانا تھا۔"

"اتنی سی دیر میں اُداس ہو گیا تھا میرا بیٹا۔ زیتون باجی کو بھی ضرور تنگ کیا ہو گا۔" اپنے ساتھ لگا کر اس کے سر میں انگلیاں پھیرتے ہوئے کومل نے اپنی فطری ممتا کے تحت پوچھا۔

مون سے اس کی محبت ان لوگوں کو ضرور حیران کرتی تھی، جو جانتے تھے کہ کومل مون کی حقیقی ماں نہیں ہے۔ نعمان بھی حقیقت سے آگاہ تھا، پھر بھی وہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ مون سے وہ پہلے بھی مل چکا تھا۔ مون نے اپنی ماما کے کہنے پر اس سے ہٹتے ہوئے اپنے چاچو اور اس کے دوست سے ہاتھ ملایا اور پھر اپنی ماما سے پوچھا۔

''روم فریج میں میری آئس کریم بھی نہیں ہے۔ آپ لائی ہیں میرے لئے آئس کریم؟''

''سوری بیٹا! میں بھول گئی تھی۔ ابھی میں کسی سے منگوا دیتی ہوں۔''

''نو ماما! آپ مجھے لے کر چلیں۔'' مون نے لاڈ سے اپنی ماما کو واپس گاڑی کی جانب کھینچا۔

''مون! ابھی میں نہیں جا سکتی۔ تمہیں معلوم ہے نا، آج گھر میں فنکشن ہے۔ اوکے، کم آن۔ یونیفارم چینج کرو، پھر لنچ کرو۔ مقدس انکل آتے ہیں تو تم ان کے ساتھ چلے جانا۔''

''نو........ آپ کے ساتھ جانا ہے مجھے۔'' کچھ دنوں سے وہ اسی طرح ضدی ہو رہا تھا۔ زیادہ لوگوں میں رہنا فطری طور پر اسے پسند نہیں تھا، نہ ہی اپنی ماما کی توجہ خود پر سے ہٹنا۔ جب کہ آج کل اس کی ماما (اس کے خیال میں) اسے اگنور کر رہی تھیں۔ اسی وجہ سے وہ اپنا آپ منوانے کی کوشش کر رہا تھا۔

''کم آن مون!........ کم وِد می۔ میں تمہیں لے چلتا ہوں۔'' اسفند نے ماں بیٹے کے درمیان مداخلت کی۔

''سوری چاچو! مجھے ماما کے ساتھ ہی جانا ہے۔ چلیں نا ماما! مجھے بھوک بھی لگی ہے، پہلے مجھے پزا کھلائیں، پھر آئس کریم۔''

''زیادہ نہیں پھیلو تم۔ یہاں آ کر تم مجھے بہت تنگ کرنے لگے ہو۔'' کومل نے بہت دھیمے لہجے میں اسے ڈپٹا، پھر وہ ثانیہ سے مخاطب ہوئی۔

''ثانی! میں تھوڑی دیر میں آتی ہوں۔ تمہارے لئے آئس کریم میں لے آؤں گی۔'' پھر وہ ایکسکیوز کرتی، مون کا ہاتھ تھام کر واپس اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گئی۔ اسفند منصور چند ثانیے تک وہیں کھڑا کسی سوچ میں ڈوبا رہا۔ ثانیہ پہلے ہی وہاں سے جا چکی تھی۔ نعمان کے متوجہ کرنے پر وہ بھی اپنے خیال سے نکلا اور پھر اسے لے کر اپنے کمرے میں آ گیا۔



اُبٹن کے بعد مہندی کا فنکشن بھی منصور ہاؤس میں ہی منعقد تھا۔ اُبٹن کے بعد مہندی کے لئے کومل کے انتظام و انصرام کو سب ہی سراہ رہے تھے۔ سب ہی کی تعریف و توصیف نے صوفیہ منصور کے ماتھے کے بل کچھ دیر کے لئے غائب کر دیئے تھے کیونکہ ثانیہ کے سب ہی سسرالی، کومل کے پہلے ہی معترف تھے، آج بھی سب ہی نے اسے خصوصی طور پر سراہا تھا۔ بلکہ صوفیہ منصور کو بھی اچھی بہو ملنے پر انہیں ان کی خوش قسمتی جتائی تھی۔ کئی لوگوں کے لئے اس

کی بیوگی کی خبر کسی شاک سے کم نہ تھی۔ شارم کی والدہ سے اظہارِ افسوس کرتے ہوئے کئی لوگ اِدھر اُدھر مصروف کومل کے لئے بے انتہا ہمدردی بھی محسوس کر رہے تھے۔ ہرے، پیلے، لال، گلابی زرق برق پیرہنوں میں وہ سیاہ ساڑھی میں ملبوس اپنی سادگی میں بھی خاصی نمایاں تھی۔ جو اس سے انجان تھیں، وہ اس کے بارے میں جاننے کو بے چین ہو کر شارم کی والدہ کے پاس کھنچی چلی آ رہی تھیں۔

شارم کی رشتے کی پھپھو، جو دوسرے شہر سے شریکِ شادی ہونے کو آئی تھیں، اپنے بیٹے کے لئے کومل انہیں کچھ زیادہ ہی بھا گئی تھی۔ اور پھر وہ شارم کی والدہ راحت سے اس کے بارے میں معلومات لینے بھی قریب آ بیٹھیں۔

''راحت! یہ جو کالی ساڑھی میں سادہ سی، پیاری سی لڑکی پھر رہی ہے، اس کا کچھ اتا پتا ہے تمہیں؟........ اپنی دلہن سے کیا رشتہ ہے؟'' راحت یعنی شارم کی والدہ نے خاصی حیرت سے رشتے کی نند کو دیکھا، پل بھر میں وہ ان کا مقصد سمجھ گئی تھیں، اس لئے فوراً ہی ان کے ارمان ٹھنڈے کئے۔

''آپا! اتا پتا کیا؟ مجھے تو سب ہی کچھ معلوم ہے۔ وہ ثانیہ کی بڑی بھاوج ہے۔''

''بھاوج؟........ اُوئی میرے اللہ!''

راحت اپنی نند کے تاثرات سے محظوظ ہوئی تھیں۔

''آپ کی نگاہ ہمیشہ غلط انتخاب کرتی ہے۔''

''سچ کہتی ہو۔ پر دیکھو تو، کیسی سادہ سی ہے۔ شادی شدہ تو لگتی نہیں۔ نہ ہار، نہ سنگھار اور نہ ہی ڈھنگ کے کپڑے پہن رکھے ہیں۔''

ابھی وہ خاتون اس کے سادے روپ پر ہی فریفتہ ہوئی تھیں اور اب اسی پر تنقید بھی کر رہی تھیں۔

''آپا! ہار سنگھار بے چاری کیا کرے، اس کا دیکھنے والا کون ہے؟ بے چاری بچی بیوہ ہے۔ ثانیہ کے بڑے بھائی کی روڈ ایکسیڈنٹ میں ڈیتھ ہو گئی تھی، تب سے معصوم اسی طرح جینے پر مجبور ہے۔'' راحت بیگم کی ہمدردی فطری تھی۔ وہ خاتون بھی اظہارِ افسوس میں ہاتھ ملنے لگیں۔

''ہائے، ہائے........ کیسی پیاری صورت اور نصیب دیکھو، بدنصیب کے۔ یہ عمر ہے غم بھوگنے کی؟........ ماں باپ کیا سوچ رہے ہیں اس کے؟ ابھی تو بھری جوانی ہے۔ کیسے کٹے گی یہ لمبی عمر؟'' وہ خاتون کومل کی ہمدردی میں مکمل غرق تھیں۔

''اس کے والدین کا تو مجھے معلوم نہیں ہے آپا! مگر کومل کے ارادوں کا علم ہے مجھے۔ اپنے بیٹے کی پرورش کو اس نے اپنا نصب العین بنا لیا ہے۔''

''بیٹا بھی ہے؟'' وہ خاتون مزید حیران ہو کر پوچھنے لگیں۔

''ماشاء اللہ بہت پیارا بیٹا ہے اس کا۔ پانچ چھ سال کا ہو گا شاید۔ مجھے ٹھیک سے معلوم

نہیں ہے۔" راحت اپنی نند کی مکمل تشفی کرنا چاہ رہی تھیں۔

"تب ہی تو بندھی ہوئی ہے سسرال والوں سے۔ بڑی ہمت ہے بچی کی۔" راحت کی نند کو اپنی ناکامی پر جہاں مایوسی ہوئی تھی، وہاں کومل کی ذات سے دلی ہمدردی بھی ہو رہی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہتیں، کومل انہیں کھانے کے لئے پوچھنے چلی آئی تھیں۔

"ایکسکیوزمی آنٹی! میں نے آپ کو ڈسٹرب تو نہیں کیا؟"

"نہیں بھئی، کیسی باتیں کر رہی ہو بیٹا؟" راحت نے فوراً محبت سے ٹوکا۔

"آنٹی جی! میں آپ سے مشورہ کرنے آئی تھی کہ رسم سے پہلے کھانا سرو کر دیں؟ رسم کی ادائیگی میں خاصی دیر ہو جائے گی تو......" کومل کی اس محبت اور مان پر وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں اس پر نثار ہوئیں۔

"بیٹا! تمہیں جو مناسب لگتا ہے، وہ کرو۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

"تھینک یو آنٹی!...... آئی تھنک، ہم پہلے کھانا سرو کر دیتے ہیں۔"

"تمہارا بیٹا کہاں ہے؟ آج تمہارے ساتھ نظر نہیں آ رہا۔"

"مون آپ سے ملا نہیں؟ وہ آج اپنے چاچو کے ساتھ ہے نا۔ بہت مشکل سے اس نے میری جان چھوڑی ہے، ورنہ وہ مجھے آرام سے نہیں رہنے دیتا۔" مون کے لئے اس کی چھلکتی ممتا سب ہی کو متاثر کرتی تھی۔ راحت کی نند کی نگاہ مسلسل اسی پر ٹکی تھی اور دل میں حسرتیں بھی دم آخر پر تھیں۔ ہونہار بیٹے کے لئے کوئی لڑکی پسند بھی آئی تو بیوہ اور ایک بچے کی ماں۔ کومل نے انہیں اپنی جانب متوجہ پا کر بے اختیار سلام کیا، پھر معذرت کر کے وہاں سے ہٹ آئی۔ اسے سارا وقت یہی فکر ستاتی رہی تھی کہ کسی کو شکایت کا موقع نہ ملے۔ حالانکہ سارے معاملات خوش اسلوبی سے انجام پذیر تھے۔ منصور احمد تو بار بار اس کا حوصلہ بڑھا رہے تھے۔ کومل کے لئے ان کے دل میں محبت مزید بڑھ گئی تھی۔ اس نے بہت سمجھ داری سے تمام ذمے داریاں نبھائی تھیں، انہیں وہ بالکل شافند کی جگہ پر محسوس ہوئی تھی۔ وہ بھی آتے جاتے اس پر اپنی شفقتیں لٹا رہے تھے۔ کہا کچھ نہیں تھا تو صرف صوفیہ منصور نے۔ بہت عرصے پہلے کومل کو انہوں نے داد و تحسین دینا چھوڑ دی تھی۔

رسم ادا ہو چکی تھی اور لڑکیوں کا اُبلتا جوش اور ہنگامہ بھی قدرے سرد پڑ چکا تھا۔ شارم کی والدہ راحت، صوفیہ منصور سے جانے کی اجازت طلب کر رہی تھیں۔ کافی لوگ تو جا چکے تھے، گھر کے لوگ اور کچھ قریبی عزیز موجود تھے یا پھر شارم کی بہن اور کزنز خوشی و انبساط بھرے چہروں کے ساتھ اردگرد موجود تھیں۔ اسفند منصور کو اس طرف آتے دیکھ کر سب ہی الرٹ ہو گئی تھیں۔ بلیو جینز اور وائٹ ٹی شرٹ میں وہ اپنے آپ سے بے پروا ہو کر بھی کافی لڑکیوں کو متاثر کر گیا تھا۔ تانیہ کی نند نادیہ کو تو اس کی کزنز چھیڑ بھی رہی تھیں۔ سب ہی کو علم ہو چکا تھا کہ موصوف کچھ دن پہلے ہی باہر سے لوٹے ہیں۔ نادیہ خود بھی جیسے اس کی شخصیت کے زیرِ اثر تھی

اور اسی لئے کزنز کی چھیڑ چھاڑ پر خفگی و ناراضگی دکھانے کے بجائے محظوظ ہو کر مسکرا رہی تھی۔ وہ قریب آ کر بھی ان لوگوں سے بے نیاز اور اپنے بھتیجے میں مگن تھا۔

"یار! ڈھونڈتے ہیں ابھی تمہاری ماما کو۔ ڈونٹ وری۔ وہ یہیں ہوں گی۔ تمہیں چھوڑ کر کہیں نہیں جائیں گی۔" مون کو زچ ہو کر جواب دیتے ہوئے وہ اپنی مما کی طرف مڑا۔ "مما! ان کی ماما کا معلوم ہے آپ کو، کہاں ہیں؟" مون کو صوفیہ منصور کے سامنے کرتے ہوئے اس نے ان سے استفسار کیا۔

"ہاں، کومل کچن میں ہوگی، شارم کے لئے کھانا بھجوانا ہے نا، اس لئے وہ ادھر گئی ہے۔ کیا ہے مون! ہر وقت کی ضد اچھی نہیں ہوتی۔" بیٹے کو تو انہوں نے خاصی تسلی سے جواب دیا تھا، جب کہ مون کو انہوں نے کچھ خفگی سے دیکھ کر کہا۔ مون پہلے ہی دادی سے نالاں رہتا تھا۔ ان کی آنکھوں میں خفگی دیکھ کر وہ مزید خائف ہو کر اپنے چاچو کے مزید قریب ہوا۔

"مما! یہ شام سے اپنی ماما سے دور ہے، ان سے نہیں ملا ہے، اس لئے اُداس ہو رہا ہے۔ اِٹس ویری نیچرل۔" اسفند کو مون کا خود سے مزید قریب ہونا اس کی اندرونی کیفیت کو سمجھنے میں مدد دے رہا تھا۔ وہ اپنی مما سے مخاطب تھا اور سب ہی اس کی طرف متوجہ تھے۔ پھر شارم کی والدہ نے جانے کی اجازت طلب کی۔ تب ہی کومل بھی ادھر آ گئی تھی۔ سب ہی کو رخصت کر کے صوفیہ منصور نے اطمینان بھری سانس لی تھی۔ تانیہ کے سسرال والوں کے جاتے ہی انہیں اپنے مہمانوں کا خیال آیا تھا۔

"کومل! سب مہمانوں نے کھانا کھا لیا تھا؟ کسی کو کوئی شکایت تو نہیں ہوئی؟"

"نہیں مما!...... آپ کے سامنے ہی تو ہے سب۔"

"اور تانیہ کو کھانا بھجوایا تھا؟"

"جی مما! اس کی فرینڈز نے اسی کے روم میں کھانا کھایا تھا۔ اب بھی ساری لڑکیاں اسی کے پاس ہیں۔ آپ مطمئن ہو کر آرام کریں۔ آپ کو کچھ چاہئے تو مجھے بتا دیں۔" کومل نے انہیں مطمئن کرنے کی حتی الامکان کوشش کی تھی۔

"نہیں بھئی۔ مجھے تو اب کچھ نہیں چاہئے۔ اب تو میں سوؤں گی۔ ہاں، یاد آیا، سنی نے کھانا کھایا تھا یا نہیں؟" ایک دم ہی انہیں بیٹے کا خیال آیا تھا اور وہ فکرمند ہو کر پوچھ رہی تھیں۔

"نہیں، وہ تو ڈنر ٹائم پر نظر ہی نہیں آئے۔ شاید گھر پر ہی نہیں تھے۔" کومل نے اپنی معلومات کے مطابق انہیں جواب دیا۔

"کومل! تم اب اس سے پوچھ کر کھانا سرو کر دو، میں تانیہ سے مل کر اپنے روم میں جا رہی ہوں۔" وہ گویا اپنے سر کا بوجھ ہٹا کر اس کے سر پر رکھ گئی تھیں۔ اسفند منصور سے سامنا کرنے کا حوصلہ اس وقت اس میں بالکل بھی نہیں تھا۔ صبح سے مسلسل بھاگتے دوڑتے رہنے سے اس کا بدن بھی اس وقت تھکن سے چُور ہو رہا تھا۔ کمر میں بھی درد کی لہریں سی محسوس ہو رہی تھیں۔ وہ

بھی اس وقت چاہتی تھی کہ بے خبر ہو کر سو جائے۔ مگر اس کا ایسا نصیب کہاں تھا؟ صوفیہ منصور اسے اتنا مشکل کام سونپ کر جا چکی تھیں اور اب اسے یہ کارنامہ سرانجام دینا تھا۔ کومل اس کے سامنے جانے سے اس لئے بھی گریزاں ہو رہی تھی کہ اسے اسفند کی خود پر توجہ بالکل اچھی نہیں لگ رہی تھی۔ وہ بلا جھجک و خوف اسے اپنی آنکھوں کی زبان سے بہت کچھ کہنے کی کوشش میں تھا۔ کومل کو اس کی یہی بے باکی خوف زدہ کر رہی تھی کیونکہ وہ ان چند دنوں میں ہی اندازہ لگا چکی تھی کہ اسفند منصور کسی کو خاطر میں لانے والی ہستی نہیں ہے۔

''آپ کہاں ہیں؟ میں آپ کو ہی ڈھونڈ رہا تھا۔'' وہ ابھی کشمکش میں ہی مبتلا تھی کہ وہ مون کے ساتھ اس کے سامنے آ گیا۔ مون کی آنکھیں نیند سے مُندی جا رہی تھیں۔

''مجھے........کیوں؟'' اسفند کی بات نے اسے بوکھلا دیا تھا۔

''مون کو آپ کے سپرد جو کرنا تھا۔ ریئلی کیسے ہینڈل کرتی ہیں آپ اسے؟ میں اس سے کہہ بھی رہا تھا کہ میرے روم میں آج سو جاؤ، مگر اسے صرف اپنی ماما چاہئے۔ آئی تھنک، یہ آپ کے بنا سوتا نہیں ہے۔'' اسفند کا لہجہ و انداز سرسری سا تھا، مگر کومل کو لگا، وہ اس کی غلط تربیت اسے جتا رہا تھا۔ وہ بھی کیا بتاتی کہ بنا باپ کے اس بچے کو ہینڈل کرنا اس کے لئے کس قدر مشکل امر رہا ہے۔

''سوری، اس نے آپ کو تنگ کیا ہوگا۔ یہ ایسا بچہ نہیں ہے۔ کبھی کبھی تنگ کرتا ہے۔ ویل، آپ بتائیں، آپ نے کھانا کھایا تھا؟ مما نے کہا تھا کہ میں آپ سے کھانے کے لئے پوچھ لوں۔'' کومل نے مون کو بازو سے پکڑ کر اپنے ساتھ لگایا۔ اسفند کی خود پر مرکوز نگاہوں سے اندر ہی اندر وہ متذبذب بھی تھی اور دل میں دعا بھی کر رہی تھی کہ وہ اس وقت کھانے کے لئے منع کر دے۔

''نو، اس وقت میرا کھانے کا موڈ بالکل نہیں ہے۔ اس وقت ایک مگ کولڈ کافی مل سکتی ہے؟'' اس کے انکار پر جہاں کومل نے شکر کی سانس لی تھی، اس کی بے وقت فرمائش پر وہی سانس سینے میں اٹکنے لگی۔

''میں کچن میں فیروز سے کہہ دیتی ہوں، آپ کو کافی مل جائے گی۔ مونی! چلو بیٹا، اپنے روم میں چلو۔ میں آ رہی ہوں۔'' کومل نے بیٹے کے گال تھپتھپا کر اسے ہوش دلانے کی کوشش کی۔

''اِف یُو ڈونٹ مائنڈ، مجھے آپ کافی بنا کر دیں۔ فیروز کولڈ کافی اچھی نہیں بناتا۔'' کومل کو اس کے فرمائشی انداز پر اچنبھا ہوا تھا۔ ''مگر آپ پہلے مون کو اپنے روم میں سلا دیں، یہ بہت ڈسٹرب ہو رہا ہے۔'' اسفند کی نگاہ اس کے چہرے سے ہٹتی نہیں تھی۔ کومل اس کی نگاہوں سے اُلجھنے لگی تھی۔

''آپ کو انتظار کرنا پڑے گا۔ اسے سلانے میں بہت ٹائم لگے گا۔'' اس نے عذر پیش کیا۔

''نو پرابلم، میں ویٹ کر لیتا ہوں۔'' کومل نہ چاہتے ہوئے بھی سر ہلا کر رہ گئی پھر خود سے تقریباً لپٹتے ہوئے نیم خوابیدہ مون کو گود میں اٹھا کر اپنے کمرے کی طرف بڑھنے لگی۔ اسفند منصور نے اسے پیچھے سے پکار کر مزید ہدایت دی۔

''میں اپنے روم میں ہوں۔ میری کافی وہیں بھجوا دیں۔''

وہ اس شخص سے جتنا کترا رہی تھی، وہ زیادہ سامنے آ کر اسے اپنی موجودگی کا احساس دلا رہا تھا۔ مون کو سلانے کے بعد اس کے لئے کولڈ کافی بناتے ہوئے وہ جلنے کڑھنے میں مصروف تھی۔ اس کا خیال کسی کو نہیں تھا۔ وہی سب کی خیر خواہ بنی پھرتی تھی۔ اس کی تکلیف، اس کی تھکن کے بارے میں کوئی نہیں سوچتا تھا۔ کسی کو اس کی بھوک پیاس کی پروا نہیں تھی۔ رات کے بارہ بجے اسفند منصور کے کمرے میں جانا اس کے لئے مزید آزمائش تھا۔ ملازمین کو اب کھانا کھانے کی فرصت نصیب ہوئی تھی اور اسے انہیں زحمت دینا اچھا نہیں لگا تھا۔

اسفند منصور کے کمرے کی سیٹنگ کروانے کے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ وہ اس کی موجودگی میں اس کے کمرے میں جا رہی تھی اور اس پر عجیب سی گھبراہٹ بھی طاری تھی۔ یہ پہلا ہی موقع تھا کہ شافند کے بعد خود میں پیدا کیا ہوا اعتماد و حوصلہ متزلزل ہو رہا تھا۔ وہ بھی صرف اس لئے کہ اسفند منصور اس کے گریز اور احتجاجی رویئے کے باوجود اپنی آنکھوں میں اس کے لئے ایک شوق کا جہاں رکھتا تھا۔

کومل اس کے کمرے کے دروازے پر ہلکی سی دستک دے کر کچھ دیر کھڑی رہی۔ جواب موصول نہ ہونے پر اس نے سوچا کہ شاید وہ واش روم میں ہوگا، اس لئے وہ ٹرے سنبھالتی اندر بڑھ گئی۔ وہ اپنے شب خوابی کے لباس میں تھا۔ اسے دیکھتے ہی بستر سے فوراً اُٹھ کر احتراماً کھڑا ہوا۔

''اوہ، آپ........ پلیز کم اِن۔'' غیر متوقع طور پر اسے اپنے کمرے میں دیکھ کر اسفند منصور کچھ حیران اور بہت زیادہ خوش دکھائی دے رہا تھا۔ اس کے چہرے پر جو تمتماہٹ جاگی تھی، وہ اس کے دل کی بے قراری کو بھی عیاں کر رہی تھی۔ کومل نے صرف ایک سرسری نگاہ اس کے چہرے پر ڈالی تھی اور پھر خاموشی سے ٹرے میز پر رکھ کر جانے کے لئے مُڑی تو اس نے اپنی مسحور آواز میں اسے پکارا۔

''کومل! پلیز، کچھ دیر تو بیٹھیں یہاں۔''

کومل نے خاصی حیرت سے اس کی جانب دیکھا۔ وہ اس سے اس بے تکلفی کی توقع نہیں رکھتی تھی۔ وہ اپنی نظروں میں اس کے لئے کچھ بھی رکھتا ہو، اسے اندازہ نہیں تھا کہ وہ اپنی زبان سے بھی کچھ کہنے کی جرأت رکھتا ہوگا۔ باوجود غصے کے، کومل نے خاصے ضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئے تحمل سے بات کی۔

''مسٹر اسفند منصور! میرا اور آپ کا بے تکلفی کا ایسا کوئی رشتہ نہیں ہے کہ آپ میرا نام لے کر مجھے مخاطب کریں۔ آپ مجھے اپنے مرحوم بھائی کے حوالے سے کوئی مقام، کوئی درجہ نہیں

دے سکتے تو مت دیجئے مگر آئندہ اس قسم کی بے تکلفی کا مظاہرہ کر کے میرے لئے مشکلات نہ بڑھائیں تو بہتر ہوگا۔ اس گھر کا فرد ہونے کی وجہ سے اور اپنے شوہر کے حوالے سے میں آپ کی عزت کرنا چاہتی ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کا رویہ میرے عمل کا بھرم بن جائے۔"

کومل کا رویہ اور لہجہ اس وقت بہت ٹھوس ہو چکے تھے۔ وہ مبہوت سا کھڑا سرمگیں آنکھوں والی بظاہر کمزور و نازک سی لڑکی کو تک رہا تھا، جو اندرونی طور پر کسی چٹان کی طرح سخت و مضبوط تھی۔ اپنے تئیں اس نے ایسا کچھ نہیں کہا اور کیا تھا جو کومل کو اس طرح ٹوکنے اور جتانے پر مجبور کرتا۔ وہ تو اخلاق و مروت نبھاتا اسے کچھ دیر بیٹھنے کی پیشکش ہی کر رہا تھا یا پھر اپنی نظروں میں مچلتا شوق، جہاں اس سے پوشیدہ نہیں رکھا جا رہا تھا تو یہ اسے کوئی جرم، کوئی برائی محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ وہ تو اس پر اپنے اندر مچلتی، تڑپتی ہر کیفیت عیاں کرنے کا ارادہ رکھتا تھا اور اس کے لئے اسے کسی کی بھی پروا نہیں تھی۔ کچھ توقف کے بعد وہ بھی اسی مضبوطی سے اسے جواب دے رہا تھا۔

"آپ نے درست جانا۔ اپنے بھائی کے حوالے سے میں آپ کو کوئی مقام، کوئی درجہ نہیں دے سکتا۔ کیونکہ وہ رشتہ تو میرے بھائی کے ساتھ ہی ختم ہو چکا ہے۔ البتہ میرے دل میں آپ کا ایک خاص مقام ہے۔ میری نگاہ میں آپ کا احترام بھی بہت زیادہ ہے اور میں......"

"شٹ اپ...... ایک لفظ بھی مزید کچھ مت کہئے گا، ورنہ......" کومل کو لگا تھا، کسی راہ چلتے نے اس پر کیچڑ اُچھالا ہے۔ دُکھ، اذیت اور طیش ایک دم ہی اس پر حملہ آور ہوئے تھے۔ وہ اسفند منصور سے یہ سب سننے کی توقع کبھی نہیں رکھتی تھی۔ اس کی فطرت میں نمایاں یہ بے باکی شاید ان فضاؤں کا اثر تھا، جہاں وہ ایک مدت گزار کر آیا تھا۔ وہ خود پر ضبط کرتی، فوراً ہی اس کے کمرے سے نکل آئی۔ اس کے اندر باہر تپش لہرا گئی تھی۔ وہ اسے کیا سمجھ رہا تھا۔ کوئی گری پڑی عورت، جو مرد کی ایک میٹھی نگاہ پر کسی پکے ہوئے پھل کی طرح اس کی جھولی میں آ گرے گی۔

بستر پر لیٹ کر سونے کی کوشش کرتے ہوئے بھی اسفند منصور کے لئے اس کا غصہ کم نہیں ہو رہا تھا۔ پہلے ہی خود پر مرکوز کچھ کہتی نگاہوں سے وہ پریشان تھی، اب مزید اس کی زبانی ہٹ دھرمی نے اس کا رہا سہا سکون بھی غارت کر دیا تھا۔ اس کے ارادے کیا تھے، وہ یہ نہیں جانتی تھی، البتہ اسے اس بات کا شدت سے احساس تھا کہ اس کی زندگی میں اسفند منصور جیسے بے باک اور جوشیلے مرد کی کسی بھی حرکت سے طلاطم برپا ہو سکتا ہے۔ برسوں سے سنبھال کر رکھی اپنی عزت پل بھر میں ملیامیٹ ہو سکتی ہے۔ وہ اب دنیا کا شعور بھی رکھتی تھی، جانتی تھی سب ہی اس کی تاک میں رہتے تھے اور صوفیہ منصور تو کسی موقع کی تلاش میں ہی تھیں۔ وہ خود سے کھیلنے کی اجازت کسی کو نہیں دے سکتی تھی، مگر برملا محاذ آرا بھی نہیں ہو سکتی تھی۔ اسفند منصور سے بچنے اور نمٹنے کے لئے اسے کسی لائحہ عمل کی ضرورت تھی۔ اس وقت غم و غصے میں اسے کچھ بھی نہیں سوجھ رہا تھا۔ بمشکل اس نے خود کو سونے پر آمادہ کیا تھا۔

شکر تھا کہ اگلی شام تک اس کا سامنا اسفند منصور سے نہیں ہوا تھا۔ اس نے بہت جتن سے خود کو نارمل کیا تھا اور خود پر عائد ذمے داریوں کو نبھایا تھا۔ اسفند منصور کے دوست شادی کی تقریب میں شرکت کے لئے واپس آ گئے تھے۔ ان کے حوالے سے بھی صوفیہ منصور نے اسی کی ذمے داری بڑھائی تھی۔ بادلِ نخواستہ وہ سرانجامی پر مجبور تھی۔

گھر میں گہما گہمی عروج پر تھی۔ لڑکیاں شارم کی مہندی لے جانے کے لئے کیل کانٹوں سے لیس ہو رہی تھیں۔ وہ ان کے ساتھ جانے کا ارادہ نہیں رکھتی تھی، اس لئے کچھ فراغت پاتے ہی وہ بڑی ماں کے کمرے میں چلی آئی۔

"السلام علیکم!" کومل کو علم ہی نہیں تھا کہ اسفند منصور بڑی ماں کے کمرے میں موجود ہوگا، نہ صرف موجود ہوگا بلکہ اسے سلام کرنے میں پہل بھی اسی نے کی تھی اور وہ اس کے لئے اپنی نشست چھوڑ کر احتراماً کھڑا بھی تھا۔

"وعلیکم السلام!" کومل نے کچھ ٹھٹک کر اس کی جانب دیکھا۔ اس وقت اس کے چہرے اور آنکھوں میں ایسا کوئی تاثر نہیں تھا، جو قابلِ گرفت ہوتا۔ وہ اسے نظرانداز کرتی ہوئی بڑی ماں کے بیڈ کے قریب پڑی کرسی پر جا بیٹھی، پھر ان سے معذرت کرنے لگی۔

"سوری بڑی ماں! میں حسبِ وعدہ آپ کے ساتھ شام کی چائے نہیں پی سکی۔ اس وقت پاپا کے کچھ فرینڈز آ گئے تھے، مجھے انہیں چائے سرو کرنا تھی۔ اب آپ فکر نہ کریں، آپ کے ڈنر ٹائم پر میں آپ کا ساتھ دوں گی۔"

بڑی ماں اس کی وضاحت پر مطمئن بھی تھیں اور حیران بھی تھیں۔

"تم نہیں جا رہی ہو تانیہ کے سسرال؟"

"نہیں بڑی ماں! میں آپ کے پاس رہوں گی۔ میرا موڈ بھی نہیں ہے اور مون بھی زیادہ گیدرنگ میں گھبرا جاتا ہے۔ تھوڑی دیر بعد ہی کہے گا، واپس چلیں۔ تو اس سے بہتر ہے کہ میں یہیں رہوں۔" کومل نے اپنے ارادے اور پروگرام کا بتایا، یہ دیکھے بغیر کہ اس کے نہ جانے پر قریب بیٹھے اسفند منصور کے چہرے کا رنگ تیزی سے متغیر ہوا ہے۔ بڑی اماں کی نظر بھی پوتے کے رنگ بدلتے چہرے پر پڑی تو انہیں بھی کچھ محسوس ہوا تھا۔ اسفند کی فطرت سے وہ آگاہ تھیں کہ وہ اپنی ناگواری چھپا نہیں سکتا تھا، اسی لئے فوری ردِعمل بھی دکھا دیتا ہے۔ اس کے کچھ بولنے سے پہلے ہی وہ خود کو سرزنش کرنے لگیں۔

"کومل بیٹا! تم میری فکر نہیں کرو، یہاں میں تنہا تو نہیں ہوں۔ تم اس گھر کی بہو ہو، تمہاری غیر حاضری سب ہی نوٹ کریں گے۔ بیٹی کے سسرال کا معاملہ ہے، اپنے سر کوئی ایسی بات نہ لو، جس کا کوئی جواز ہی نہیں ہے۔"

"بڑی ماں! آپ یوں ہی پریشان ہو رہی ہیں۔ میرا جانا اتنا ضروری نہیں ہے۔" اس بار وہ کچھ سنجیدگی سے بولی۔

"کیوں ضروری نہیں ہے؟ منصور کو تو تم جانتی ہو، وہ تمہاری کمی سب سے زیادہ محسوس کرتا ہے۔ تم نہیں جاؤ گی تو اس کا رویہ بھی خراب ہوگا۔ جہاں اتنے دن خود پر جبر کر کے اتنے دم کر رہی ہو، وہاں یہ بھی سہی۔" بڑی ماں نے دبے دبے لہجے میں اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ وہ بھی جانتی تھیں کہ وہ وہاں کیوں نہیں جانا چاہتی۔ رسم کے وقت خاندان کی عورتوں کا اس کے لئے ہمدردی بھرا دوغلا رویہ سہنا بہت مشکل ہوتا۔

"آپ چاہتی ہیں تو میں چلی جاتی ہوں۔"

"ہاں شاباش، ضرور جاؤ۔ اپنے چاند کی بھی فکر نہ کرو۔ تمہارا چاند میرے سورج کے ساتھ خوش رہ لے گا۔" انہوں نے اپنے بستر پر سے اترتے ہوئے خاموش بیٹھے سنی کی طرف مسکرا کر دیکھا۔ کومل نے بھی غیر ارادی طور پر اس کی جانب نگاہ کی۔ ضبط سے لال پڑتا چہرہ اس کے اندر ہوتی ہلچل کو ظاہر کر رہا تھا۔

"میں وضو کر کے آتی ہوں۔ نماز کا وقت قریب ہے۔" اماں جان کے کمرے سے ملحق غسل خانے میں جاتے ہی اسفند منصور نے خاصی درشتگی سے اس کی جانب دیکھا اور پھر بولا بھی اسی لب و لہجے میں۔

"آپ کس وجہ سے نہیں جانا چاہتیں؟ مما کا بی ہیویئر آپ سے مغائرانہ ہے تو اس میں میری بہن کا تو کوئی قصور نہیں ہے۔ اگر وہ بھی آپ کے ساتھ مس بی ہیو کرتی ہوگی تو بھی اس پر جتانے کا یہ موقع تو نہیں ہے۔ یہ اس گھر کی خوشی ہے۔ آئی تھنک اس گھر کی خوشی، آپ کی خوشی ہونی چاہئے یا پھر آپ اسے اپنا گھر نہیں سمجھتیں۔" وہ بنا سوچے سمجھے، بغیر کسی احتیاط کے بولتا چلا جا رہا تھا۔ البتہ اس کی آواز بلند نہیں تھی۔ کومل کے لئے اس کا رویہ سمجھنا پھر مشکل ہو رہا تھا۔ خصوصاً اس کا سیخ پا ہونا۔

"میں نے کسی سے کبھی بھی کسی کے رویے کا شکوہ نہیں کیا۔ آپ کے احساس دلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ یہ میرا بھی گھر ہے اور اس سے وابستہ ہر خوشی، ہر دکھ میرا بھی ہے۔ مجھے کیا کرنا ہے، کیا نہیں، آئندہ مجھے سمجھانے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی مجھ پر دھونس جمانے کی۔ آپ لینڈ لارڈ ہوں گے تو اپنے لئے، میں بھی کسی کے احسانات تلے نہیں ہوں۔" وہ بھی طیش میں آ گئی تھی۔ اس سے ابھی رات کا واقعہ بھلائے نہیں بھول رہا تھا۔ اس پر مستزاد اسفند کا یہ رعب و استحقاق۔ بڑی ماں جیسے ہی باہر آئیں، وہ بھی وضو کی خاطر اندر گھس گئی۔ اپنا غصہ وہ اسی طرح زائل کر سکتی تھی۔ بڑی ماں کو صورت حال کا علم نہ تھا اس لئے وہ تپے تپے چہرے کے ساتھ کھڑے اسفند کو دیکھ کر تشویش سے پوچھنے لگیں۔

"سنی! کیا بات ہے؟ طبیعت تو ٹھیک ہے تیری؟"

"جی ہاں۔ میری طبیعت بالکل ٹھیک ہے، مجھے کیا ہونا ہے۔ آپ نماز پڑھیں۔" اس نے بڑی ماں کی تشفی کے لئے اپنے چہرے کا تناؤ کم کیا۔

"مجھے تو تم شام سے ہی چپ چپ لگ رہے ہو، کوئی بات ضرور ہے، پھر کسی سے اُلجھ پڑے ہو؟ سمجھایا بھی ہے کہ ہر کسی کی بات پر کان مت دھرا کرو، مگر تم......."

"اُفوہ بڑی ماں!...... ریلی کوئی بات نہیں ہے۔ آپ اچھی طرح جانتی ہیں، مجھے کسی کی پروا بھی نہیں ہے۔ میں بالکل ٹھیک ٹھاک بلکہ ایک دم فریش ہوں۔ آپ میرے لئے ذرا بھی فکر نہ کریں۔" اس نے بھرپور مسکراہٹ سے ان کی تشویش رفع کرنے کی کوشش کی۔ وہ بھی مطمئن ہو کر کمرے میں موجود نماز کی چوکی کی طرف بڑھ گئیں۔ اسفند نے گہری سانس کھینچتے ہوئے اندرونی تناؤ کو بھی ختم کرنے کی کوشش کی۔ اپنی بات اور لہجے کا احساس اسے اب ہو رہا تھا۔ کومل سے جس لب و لہجے میں وہ مخاطب ہوا تھا، جواباً اُس کا بگڑ جانا جائز تھا۔ کومل کے باہر آتے ہی اس نے بہت دھیمے لہجے میں اس سے معذرت کی۔

"آئی ایم سوری۔ پلیز ڈونٹ مائنڈ۔"

کومل نے قدرے خفگی سے اس کی جانب دیکھا۔ اسفند منصور کی آنکھوں میں حرارت بخش جذبات بہرحال موجود تھے اور چہرے پر آسودہ سی مسکراہٹ۔

نہ جانے اس شعلہ و شبنم جیسی یکساں صفت رکھنے والے انسان کا اصل روپ کون سا ہے۔ یہ کیوں مجھے پریشان کرنا چاہتا ہے؟" کومل نے اس کی طرف سے رخ پھیر کر آزردگی سے سوچا۔

وہ معذرت کر کے وہاں سے نکل آیا۔ پل پل بدلنا اس کے مزاج کا حصہ تھا۔ وہ ہمیشہ سے ہی ایسا تھا۔ ذرا ذرا سی بات پر بگڑ اُٹھنا، اپنی بات پر اڑے رہنا اس کی فطرت میں شامل تھا۔ اپنے ارادوں کا بھی وہ پکا تھا۔ جو کہہ دیا سو کہہ دیا۔ کسی سے دبنا اس نے نہیں سیکھا تھا اور نہ ہی کسی کے آگے جھکنا اسے گوارا تھا۔ مگر کومل کے آگے وہ اپنی فطرت وطبیعت کے خلاف جھک رہا تھا اور اس بات کا شدید احساس بھی اسے ہو رہا تھا، اس لئے وہ اپنی فطرت کے اس بدلاؤ پر حیران بھی تھا۔

محبت اُس کی ذات میں اس قدر تغیر پیدا کر دے گی، یہ بات وہ نہیں جانتا تھا۔ محبت بھی عجیب کرشمے دکھاتی ہے۔ ایک انسان کو بھی ہر احساس سے عاری کر دیتی ہیں کہ اسے اپنے سوا کچھ نظر ہی نہیں آتا۔ اس کے اپنے بنائے ہوئے سب ہی اصول وضوابط ریت کی دیوار کی طرح ڈھے جاتے ہیں، احتیاط کے تمام پل ٹوٹ جاتے ہیں اور منہ زور جذبات، پانی کی طرح سر تک چڑھ آتے ہیں کہ اسے پھر کچھ دکھائی ہی نہیں دیتا۔ اسفند بھی محبت کے زیر اثر تھا۔ اس کا فہم وادراک، اس کی سوجھ بوجھ، اس کی ذہانت ومتانت سب ہی کومل کے گرد چکراتی پھر رہی تھی اور وہ اپنے آپ پر حیران تھا کہ کب اور کیسے وہ اس بھنور میں اُتر گیا تھا۔



"ملی بھابی! آپ کہاں ہیں بھئی؟ پاپا آپ کو کب سے بلا رہے ہیں۔" ثانیہ نے اسے راہداری میں فاصلے سے پکار کر روکا۔ وہ اپنے کمرے میں جاتے جاتے پلٹ کر ثانیہ کو قدرے حیرت سے دیکھنے لگی۔ جدید فیشن کے سبز سوٹ میں ملبوس نک سک سے تیار ثانیہ کچھ سنجیدہ سی نظر آ رہی تھی۔ فاصلہ کم کرتی وہ کومل کے قریب آ گئی تھی۔

"ثانی! مجھے تو پاپا کا کوئی پیغام نہیں ملا۔ کوئی کام ہے پاپا کو مجھ سے؟" وہ پُرتشویش انداز میں استفسار کر رہی تھی۔

"کام کا تو مجھے نہیں پتہ، البتہ آپ کا انتظار ہو رہا ہے۔ مقدس اور اس کی بہنیں بھی آپ کا پوچھ رہی تھیں۔ میں پارلر سے آئی ہوں تو پاپا نے آپ کو بلانے بھیج دیا۔ میں کیسی لگ رہی ہوں؟" ایک پل میں ہی اس کی سنجیدگی غائب تھی اور وہ اپنے فطری انداز میں اس کے سامنے گھوم کر کچھ شیخی سے پوچھ رہی تھی۔

"اتنے پیسے خرچ کیے ہیں۔ اچھی تو لگو گی۔" کومل نے بھی اسے سر تا پا دیکھتے ہوئے شرارت سے چھیڑا اور اپنے کمرے میں داخل ہوئی۔

"آپ کا مطلب ہے، میں بیوٹی پارلر جانے سے اچھی لگ رہی ہوں۔ جی نہیں، اِٹس مائی نیچرل بیوٹی۔ پارلر تو میں صرف ہیئر اسٹائل بنوانے کے لئے گئی تھی۔ کل آپ نے دیکھا تھا، نادی کو۔ اپنے ڈریس اور اسٹائل پر کس قدر اِترا رہی تھی۔ ہر ایک کو بتا رہی تھی، فلاں بوتیک سے ڈریس خریدا ہے، فلاں پارلر سے تیار ہوئی ہوں۔ آج دیکھئے گا، خود آ کر مجھ سے پوچھے گی کہ ثانیہ! تم کس پارلر سے تیار ہوئی ہو۔" وہ اپنے فطری لہجے و انداز میں کہتی کہتی اس کے پیچھے کمرے میں داخل ہوئی۔

"چہ، چہ...... ثانی! کتنی بری بات ہے۔ تم نادی سے مقابلے کے لئے اچھی لگنے کی کوشش کر رہی ہو۔ تمہیں خود پر کانفیڈنس نہیں ہے اور تم نادی سے کیوں کمپیٹیشن کرنا چاہتی ہو؟" اپنا بیگ لماری سے نکالتے ہوئے کومل نے اسے سنجیدگی سے سرزنش کی۔

"ملی بھابی! ہمارا اور ان کا کمپیٹیشن تو ہو گا ہی۔ ہم لڑکی والے ہیں اور وہ لڑکے والے۔ پھر آپ نے سنا نہیں، کل وہ کس قدر دل جلا رہی تھی۔" ثانیہ نے شرمندہ ہوئے بغیر توجیہ پیش

کی۔

سینڈل کے اسٹریپ بند کرتے ہوئے کومل نے سر ذرا اونچا کر کے اس کی جانب دیکھا۔ ذہن میں کچھ خیالات تھے، جنہیں اس وقت جھٹکنا نہیں چاہتی تھی، اس لئے سیدھے ہو کر بیٹھتے ہوئے اس نے ثانیہ کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ فوراً ہی بیٹھ گئی۔

"ثانیہ! لڑکی والے یا لڑکے والے ہونے کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ ہم ایک دوسرے کو نیچا دکھانے یا ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش میں اپنے اندر کی اچھائیوں کو ہی قتل کر دیں۔ میں کم از کم تمہیں ایسا نہیں سمجھتی تھی۔ نادی نے اگر کل کچھ اوور ری ایکٹ کیا ہے تو اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ تم اس کی تقلید کرو گی۔ تمہیں اچھا لگتا ہے تو صرف اپنی خوشی کے لئے خود کو سجاؤ بناؤ، کسی کو ڈی گریڈ کرنے کے لئے نہیں۔ اور نادی سے تو تمہاری مسابقت بنتی بھی نہیں ہے۔ وہ تمہاری بہن کی فیملی ممبر ہے۔ فضول سی حماقتیں نہیں کرو۔ انڈر اسٹینڈ؟" کومل کے لہجے میں سنجیدگی کے ساتھ ساتھ خفگی اور ڈانٹ بھی تھی۔ کومل کی بات پر شرمندگی کا پھیکا پن یک دم اس کے چہرے پر لہرا گیا۔

"سوری ملی بھابی! ایکچولی سبھی فرینڈز اور لڑکیاں کہہ رہی تھیں کہ آج ہم نادی کا منہ توڑ جواب سن کے جائیں گے اور......"

"یہی تو مجھے افسوس ہے کہ تم دوسروں کو خوش کرنے کے لئے اتنا اہتمام کر رہی ہو۔ تمہاری اپنی عقل کہاں ہے ثانی گڑیا؟"

"افوہ! اب آپ مجھے اتنا بھی شرمندہ نہ کریں کہ میں رونے لگ جاؤں۔ رئیلی آئی ایم ویری ایمبیرسڈ۔" وہ واقعی روہانسی ہو گئی۔

"اپنی غلطی پر شرمندگی محسوس کرنا اچھی بات ہے، مائی ڈیئر! او کے، اب چلو۔ مون کا معلوم ہے کہ صاحبزادے کہاں ہیں؟" کومل نے بیگ اور گاڑی کی چابی بیڈ سے اٹھاتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے اسے تھپتھپا کر حوصلہ دینے کی کوشش کی۔

"شاید سنی بھائی کے ساتھ ہے، ملی بھابی! آج پاپا کی ڈانٹ آپ کے ساتھ مجھے بھی پڑے گی۔ انہوں نے کہا تھا کہ فوراً آپ کو بلا کر لاؤں اور آپ نے مجھے باتوں میں لگایا ہوا تھا۔"

"تم نے مجھے بتایا نہیں کہ پاپا مجھے کیوں بلا رہے تھے۔" اس کے ساتھ کمرے سے باہر نکلتے ہوئے کومل نے منصور احمد کے بلاوے پر تشویش کا اظہار کیا تو ثانیہ نے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے شریر لہجے میں بتایا۔

"پاپا کو بہت معتبر ذرائع سے اطلاع ملی ہے کہ آپ ہم لوگوں کے ساتھ تانی کی سسرال نہیں جا رہیں۔ آئی تھنک وہ اسی سلسلے میں آپ سے پوچھ گچھ کرنا چاہ رہے ہیں۔ ابھی آپ نے میری کلاس لی ہے نا، اب ذرا پاپا کی کلاس لیں گے۔"

"پاپا سے کس نے کہا ہے کہ وہ نہیں جا رہی؟"

"آئی ڈونٹ نو۔ آپ نے جس کسی سے کہا ہو گا، ظاہر ہے اس نے ہی بتایا ہو گا۔ بائی دی وے، آپ کیوں نہیں جا رہی ہیں ہمارے ساتھ؟"

"میں نے کس سے نہیں کہا کہ میں ثانیہ کے سسرال نہیں جا رہی۔ میں تو مون کو کب سے ڈھونڈ رہی ہوں۔" کومل کو اندازہ تھا کہ اسفند کے علاوہ کسی نے بھی پاپا سے اس کے نہ جانے کا ذکر نہیں کیا ہو گا۔ دل ہی دل میں وہ اس کی طرف سے کبیدہ ہوتی لان کی طرف آ گئی، جہاں اسفند منصور اپنے پاپا کے پاس ہی کھڑا کچھ کہہ رہا تھا۔ انہیں دیکھ کر وہ وہاں سے ہٹتا ہوا مون کو پکارنے لگا، جو کچھ دور فاصلے پر بچوں کے ساتھ کھیل میں مشغول تھا۔

"مون! تمہاری ماما آ گئی ہیں۔" مون کو اطلاع دینے کا انداز خوشی سے لبریز تھا۔ کومل نے دور سے ہی اسے خفگی بھری نظر سے دیکھا۔ وہ اس کے لبوں پر کھلتی خفیف مسکراہٹ کا مفہوم اچھی طرح سمجھ رہی تھی۔

"کومل بیٹا! میں یہ کیا سن رہا ہوں؟" منصور احمد کا لہجہ اسی طرح مشفق اور میٹھا تھا۔

"کیا سن رہے ہیں آپ، پاپا؟"

"تم شارم کی طرف نہیں جا رہی ہو۔ کیوں بھئی، وہاں کسی سے ناراضگی ہے کوئی؟" ان کا وہی مخصوص انداز تھا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میری وہاں کسی سے کیا ناراضگی ہو سکتی ہے؟"

"یہی تو میں بھی کہہ رہا ہوں کہ انسان کسی ناراضگی کی وجہ سے اس کی خوشی میں شریک نہیں ہوتا۔ اگر تمہاری کسی سے ناراضگی نہیں ہے تو پھر کیوں نہیں جا رہی ہو؟"

"پاپا! آپ سے کسی نے بالکل جھوٹ کہا ہے، میں جانے کے لئے تو آ رہی تھی۔ راستے میں مجھے ثانیہ نے آپ کا پیغام دیا ہے۔" اس نے منصور احمد کے پیچھے کھڑے اسفند کو گھورتے ہوئے منصور احمد کو جواب دیا۔

"یہی تو میں بھی سوچ رہا تھا کہ ایسا ہو نہیں سکتا کہ کومل اپنی ذمے داری کو نہ سمجھے۔ بیٹا! تمہارا ان بچیوں کے ساتھ ہونا بہت ضروری ہے۔ تمہیں تو معلوم ہے یہاں کیسے کیسے نادان بھرے ہوئے ہیں۔" وہ منصور احمد کا اشارہ سمجھ رہی تھی۔ اپنی سالی فوزیہ جمال اور ان کی اولاد کی عادتیں انہیں بھی پسند نہیں تھیں۔

"ڈونٹ وری پاپا! میں سب سنبھال لوں گی۔ اوکے پاپا! میں دیکھتی ہوں، سب تیار ہو گئے ہیں تو بس نکلنا چاہئے۔"

"سب تیار ہیں بھابی! ہم لوگ گاڑیوں میں بیٹھ رہے ہیں۔ آپ آ جائیں بس۔" ثانیہ نے اسے اپنے ساتھ کھینچا۔

"ثانی! ایک منٹ صبر تو کرو۔ مجھے معلوم تو کرنے دو کہ رسم کے لئے جو سامان وغیرہ تھا،

وہ رکھوایا ہے یا نہیں۔"

"سب کچھ رکھوایا جا چکا ہے ملی بھابی! آپ نے جن لوگوں کو ہدایات دی ہیں، وہ اپنی ذمے داریاں خوش اسلوبی سے انجام دے چکے ہیں اور آپ کی مزید اطلاع کے لئے عرض ہے کہ ثانیہ کے پاس بڑی مام ہیں، مما کی وہ خالہ شوکت بھی گھر پر ہی ہیں، اس حوالے سے بھی آپ بے فکر رہئے اور چلئے۔"

"توبہ........ ثانیہ! ذرا دم تو لے لو۔" کومل ثانیہ کے زبردستی اپنے ساتھ کھینچنے اور مسلسل بولنے پر قدرے جھلا کر بولی۔ بلکہ اس کی گرفت سے اپنا بازو بھی چھڑایا۔

"میں نے تم سے یہ تفصیلات نہیں مانگی تھیں اور نہ ہی تمہیں اس طرح دوڑ لگانے کی ضرورت ہے۔ آہستہ چلو، میں چل رہی ہوں تمہارے ساتھ۔"

"میں نے سوچا شاید آپ یہ سب بھی پوچھیں گی۔ اور میں دوڑ کہاں رہی ہوں؟ خود ہی کہہ رہی تھیں، وقت پر پہنچنا ہے۔ وقت کی پابندی ہم نہیں کریں گے تو اور کون کرے گا؟" ثانیہ نے روٹھتے ہوئے وجہ بیان کی۔

"اچھا، اب اپنا موڈ خراب نہ کرو۔ مون کو تو آنے دو، تمہیں میرے ساتھ آنا ہے یا اپنی فرینڈ کے ساتھ؟"

"ظاہر ہے، میں اپنی فرینڈز کے ساتھ ہی رہوں گی۔ آپ رہیے اپنے لاڈلے بیٹے کے ساتھ۔ وہ میری فرینڈز کو اپنی کار میں بیٹھنے بھی کب دے گا؟" ثانیہ کی خفگی میں اب شکایت بھی شامل تھی۔ کومل بے اختیار ہنسی۔

"یہ تمہارا اور تمہارے بھتیجے کا معاملہ ہے۔ اچھا، اب اسے بلا کر تو لاؤ نا۔ اس لاڈلے کو میں نے بھی شام سے نہیں دیکھا۔"

"یہ لیں، اپنے بیٹے کو جی بھر کے دیکھ لیں۔" ثانیہ کے بجائے اسفند نے اس کے پیچھے سے سامنے آ کر کہا اور ساتھ ہی مون کو بھی اس کے آگے کیا تو ایک دم سنجیدہ ہو کر وہ مون سے مخاطب ہوئی۔

"کہاں ہو تم شام سے؟ اپنی ماما کا ذرا خیال نہیں تمہیں؟"

"سوری ماما! میں چاچو کے ساتھ تھا۔" مون نے معصومیت سے اظہار شرمندگی کیا۔

"اور تمہیں ایسے جانا تھا، اتنے گندے بچے بن کر۔ تمہارے شوز اور پینٹ پر مٹی لگی ہوئی ہے۔ کہاں کھیلتے رہے ہو تم؟ چلو آؤ، چینج کرو چل کر۔" کومل نے خاصی سنجیدگی سے بیٹے کو ڈپٹا تو مون بھی یک دم خائف ہو گیا۔ اپنی ماما سے اسے کبھی کبھی ہی اس طرح کی ڈانٹ پڑتی تھی۔ وہ اس کا ہاتھ تھام کر پورچ سے واپس اندر جانے کے لئے مڑی تو اسفند (جو کب سے وہیں کھڑا اپنے دوست نعمان کے ساتھ کچھ باتیں کر رہا تھا) نے اسے پکارا۔

"کیا آپ کا جانے کا ارادہ پھر بدل گیا ہے؟"

"میرے لئے آپ فکرمند نہ ہوں، آپ لوگ جائیے، میں پہنچ جاؤں گی۔"

"آپ ہماری فیملی کی امپورٹنٹ ممبر ہیں، آپ کے لئے Worried تو ہونا پڑتا ہے۔ ویل، آپ اپنے بیٹے کو چینج کروالیں، ہم آپ کا انتظار کر لیتے ہیں۔"

اسفند کا مسکراتا چہرہ، کومل کو ایک آنکھ نہیں بھا رہا تھا۔ اگر اس کا دوست قریب آ کر اپنے "السلام علیکم" سے مداخلت نہ کرتا تو شاید وہ اسے کوئی سخت جواب دے دیتی۔ اس سے بنا کچھ کہے وہ مون کو ہاتھ سے پکڑ کر واپس اندر بڑھتی چلی گئی۔ نعمان کے لئے کومل کا رویہ ابھی بھی متاثر کن تھا۔ کومل کا سوبر اور سنجیدہ رویہ اس کی شخصیت کو مزید دلکشی دیتا تھا۔ یہ بات شاید وہ خود بھی نہیں جانتی تھی۔

وہ مون کو چینج کروا کر واپس آئی تو تقریباً سبھی لوگ جا چکے تھے۔ صرف اس کی گاڑی پورچ میں کھڑی تھی اور وہاں جانے والوں میں سے صرف اسفند منصور موجود تھے، وہ اپنے دوستوں کو بھی یقیناً بھجوا چکا تھا۔

"اب آپ یہاں کیا کہنے کے لئے موجود ہیں؟" کومل کو اپنے رویے کی برہمی کو قابو کرنے کے لئے خاصی دقت محسوس ہو رہی تھی۔ کیونکہ اسفند کی زیرلب مسکراہٹ اسے مسلسل چڑا رہی تھی۔

"کہنا تو بہت کچھ چاہتا ہوں، مگر آپ کا موڈ۔ ابھی فی الحال ثانیہ کے سسرال تک جانے کے لئے آپ سے لفٹ چاہئے۔"

"چاچو! آپ ہمارے ساتھ جائیں گے؟ .... ماما! چاچو بھی میرے ساتھ چل رہے ہیں نا۔ واؤ، کتنا مزا آئے گا۔" مون نے کومل کو انکار کا موقع ہی نہیں دیا تھا۔ مون کی یہ فرمائش وہ رد کر ہی نہیں سکتی تھی۔

گاڑی گھر کی حدود سے باہر نکلتے ہی اسفند نے فرنٹ سیٹ پر بیٹھے ہوئے اپنا رخ اس کی طرف موڑ کر اسے مخاطب کیا۔

"آپ فیس ٹو فیس جھوٹ بولنے میں کافی ایکسپرٹ لگتی ہیں۔ مجھے تو آج ہی آپ کی اس کوالٹی کا معلوم ہوا ہے، ورنہ......."

"اور مجھے بھی آپ کے بارے میں آج ہی احساس ہو گیا ہے کہ آپ جیسے مرد بھی بات کا بتنگڑ بنانے اور لگائی بجھائی کرنے میں خاصے ماہر ہوتے ہیں۔" کومل نے اس کی بات کاٹتے ہوئے خاصی درشتگی سے اسے دیکھے بغیر جواب دیا۔ جواباً اسفند نے دل کش قہقہہ لگایا۔

"او مائی گاڈ! آپ تو مجھ سے خاصی ناراض اور بدظن لگ رہی ہیں۔ رئیلی، آئی ایم سوری۔ میں نے آپ کی مخالفت میں پاپا سے کچھ نہیں کہا تھا۔ پاپا بار بار آپ کا پوچھ رہے تھے تو میں نے آپ کا ارادہ آپ کے الفاظ میں دہرا دیا تھا۔ رئیلی اس سے زیادہ میں نے کچھ نہیں کہا تھا۔" وہ اسے صفائی دے رہا تھا۔ جس پر کومل نے ایک لمحہ کے لئے اسے خفگی سے دیکھا۔

"مجھے کسی قسم کی وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔" انداز ایسا تھا، اسفند کی مسکراہٹ یک دم ہی سمٹ گئی۔ پھر شاید اسے گاڑی کی پچھلی سیٹ پر کومل کے موبائل پر پزل گیم کھیلتے مون کا احساس ہو گیا تھا۔ بظاہر تو وہ خاموش تھا، مگر اس کی نگاہیں کومل کے سراپے سے بار بار الجھ کر پلٹ رہی تھیں۔ رات کے بڑھتے اندھیرے میں اس کا سفید ملبوس میں لپٹا وجود سب سے منفرد ہی نہیں، اسے پراسرار بھی بنا رہا تھا۔ میک اپ سے مبرا اس کا چہرہ سفید دوپٹے کے ہالے میں اپنے فطری حُسن کی وجہ سے دل کش تو دکھائی دے رہا تھا مگر اس کے سپاٹ تاثرات اُس کے حُسنِ کرشمہ ساز کو کچھ ماند بھی کر رہے تھے۔ اسفند کی نگاہ رفتہ رفتہ اس کے چہرے سے اُس کے اسٹیئرنگ سنبھالے خوب صورت ہاتھوں کی طرف سفر کر رہی تھیں۔ اس کی مخروطی انگلیوں کے ایک مناسب حد تک بڑھے ہوئے ناخنوں پر یقیناً کافی عرصہ سے کیوٹیکس استعمال نہیں کی گئی تھی، تب ہی وہ شفاف اور بے داغ تھے۔ اسفند نے اس کی خوب صورت انگلیوں میں کوئی انگوٹھی، کوئی چھلہ تک نہیں دیکھا تھا۔ البتہ اس کی کلائی میں بہت نازک اور خوب صورت پلاٹینیم بریسلٹ ضرور جھول رہا تھا جو اس کی کلائی کے سُونے پن کو ختم کرتا تھا۔ اسفند کو دل ہی دل میں حیرت بھی تھی کہ اس نے کوئی زیور نہیں پہن رکھا تھا، سوائے اس بریسلٹ کے۔ وہ اس بات سے ناواقف تھا کہ یہ بریسلٹ اس کے بھائی نے اسے پہلا تحفہ دیا تھا اور جسے کومل نے کبھی نہیں اتارا تھا۔ وہ اُس کے حُسن کا اسیر تو ہو ہی چکا تھا اور اسے سراہنا بھی چاہتا تھا، مگر کومل کا رویہ اسے چپ رہنے کی ترغیب دے رہا تھا۔

وہ باوجود چاہ کے اپنے جذبات کہنے کی جسارت نہیں کر پا رہا تھا حالانکہ اس کی آنکھیں تو یہ جسارت مسلسل کر رہی تھیں۔ اپنے منہ بولتے جذبوں کا اظہار ہی کومل کو قائل کرنے کی کوشش میں تھیں۔ وہی نا سمجھ بنی لاتعلق سی، خاموشی سے محوِ سفر تھی۔ اپنے اور اس کے درمیان بڑھتی خاموشی سے گھبرا کر اسفند نے پھر اسے پکارا۔

"پلیز لسن۔ آپ کو معلوم ہے راستہ؟ آئی مین آپ صحیح جا رہی ہیں کیا؟"

"جی، میں بالکل صحیح جا رہی ہوں اور مجھے راستہ بھی معلوم ہے۔"

کومل نے بہت سرد لہجے میں اسے جواب دیا۔ اسفند کا بار بار اسے متوجہ کرنا اُس کے اعتماد کو کمزور تو نہیں البتہ وقتی طور پر متزلزل ضرور کر رہا تھا۔

"ابھی آپ نے سب کے چلے جانے پر کوئی ریمارکس نہیں دیا تھا۔ آئی تھنک، آپ تنہا رہنا زیادہ پسند کرتی ہیں۔" اسفند نے بلا سوچے سمجھے بات بڑھائی۔

"آپ اپنے ذہن کو اس قسم کی باتوں پر مت خرچ کیجئے کہ میں کیا پسند کرتی ہوں اور کیا نہیں۔"

"میں تو ایسے ہی ایک بات کہہ رہا تھا۔ بلکہ جو میں محسوس کر رہا تھا، میں نے وہی کہا ہے۔ آپ اس موقع پر بھی سب سے الگ تھلگ، تنہا رہنا چاہتی ہیں، وائے؟ آپ یقیناً تنہا جانا چاہ

رہی تھیں۔ کیا یہ مناسب ہے کہ آپ وہاں تنہا اس وقت جائیں؟'' اسفند نے بھی پلٹ کر قدرے حیرت سے اسے دیکھتے ہوئے اظہارِ خیال کیا۔

''فرسٹ آف آل، مسٹر اسفند منصور! میں ایسے ہی کسی کو کچھ بھی کہنے کی اجازت نہیں دیتی ہوں اور میں آپ سے پہلے ہی کہہ چکی ہوں کہ آپ کو میرے لئے فکرمند ہونے کی بھی ضرورت نہیں۔ میں کہیں بھی تنہا آؤں جاؤں، یہ میرا مسئلہ ہے۔ میں اپنے شوہر کی وفات کے بعد سے اسی طرح اکیلے سفر کر رہی ہوں، مجھے کسی کے ساتھ کی ضرورت نہیں ہے۔'' کومل کا لہجہ تنبیہی بھی تھا اور ترش بھی۔ اس نے یہیں بس نہیں کیا تھا۔

''آئندہ یہ بات ذہن نشین رکھئے گا کہ میرا بیٹا میرے ساتھ ہوتا ہے۔ میرا بیٹا میرا بہترین ہم سفر ہے اور میری تنہائیوں کا ساتھی بھی۔ ہم دونوں ہی اپنے درمیان کسی اور کو برداشت نہیں کر سکتے۔'' کومل نے اسے اس کے رویے کا احساس اچھی طرح دلاتے ہوئے اپنا مؤقف بھی بیان کر دیا تھا۔ اسفند کو اس کا اعتماد بہت اچھا لگا تھا۔ اپنے بچاؤ کے سارے ہنر اس کے پاس تھے۔ اس کی مضبوط شخصیت میں اسے کہیں بھی کوئی خلا نہیں مل رہا تھا جہاں سے وہ اپنی محبت داخل کر کے اس اسیرِ محبت کر سکتا۔

''کیا آپ کو احساس ہے کہ مون ابھی آپ کا محافظ نہیں بن سکتا؟ ابھی تو اسے خود پروٹیکشن کی ضرورت ہے اور آپ کو بھی......''

''جسٹ شٹ اپ پلیز۔ اپنے آپ کو کنٹرول میں رکھئے اسفند منصور! آپ اگر شافند کے بھائی نہ ہوتے تو......'' ایک جھٹکے سے گاڑی رکی تھی۔ مون بھی یک دم اپنے کھیل سے چونک کر اپنی ماما سے پوچھ رہا تھا۔

''کیا ہوا ماما؟......پٹرول ختم ہو گیا کیا؟''

''نہیں بیٹا! کوئی سامنے آ گیا تھا۔'' کومل نے گاڑی دوبارہ اسٹارٹ کرتے ہوئے بیٹے کو بہلایا۔ اسفند کے لبوں پر معنی خیز مسکراہٹ بکھر گئی۔

''سامنے آ گیا ہے یا کوئی ساتھ آ گیا ہے، بھی آپ......'' اسفند نے فوراً کہا۔

''پلیز، میں کچھ سننا نہیں چاہتی۔ آپ کیوں مجھے پریشان کرنا چاہتے ہیں؟'' نہ چاہتے ہوئے بھی وہ زچ ہو اٹھی۔ اس کا بس چلتا تو وہ اسفند منصور کو اپنی گاڑی سے اٹھا باہر کرتی۔ اتنے عرصے میں پہلی بار وہ کسی سے زچ ہو رہی تھی۔

وہ چند منٹ کے وقفے سے ہی وہاں پہنچے تھے، پھر بھی کومل نے صوفیہ کا رویہ بگڑا ہوا محسوس کیا تھا۔ کومل کو ان کے بگڑے رویے کی وجہ بھی معلوم تھی۔ وہ چاہتی ہی نہیں تھی کہ کومل اس موقع پر نمایاں ہو۔ ان کی ناگواری کی ایک وجہ اسفند کی اس کے ساتھ آمد بھی تھی۔ وہ ان کی نظروں اور باتوں سے بچنے کے لئے روشنی کے پاس آ بیٹھی تھی۔

روشنی، شارم کی پھوپھی زاد بھی تھی۔ روشنی کے حوالے سے تو پہلے ہی اسے یہاں اہمیت

حاصل تھی، اب ثانیہ کی بھابی کی حیثیت سے بھی اس خاص پذیرائی مل رہی تھی جو کہ کئی لوگوں کے لئے ناقابلِ برداشت تھی۔

''کیا بات ہے ڈیئر! تمہاری ساسو ماں کا موڈ کچھ اچھا نہیں لگ رہا۔ میرے سلام کا جواب بھی بس ایسے ہی دیا ہے، جیسے کوئی مکھی اڑائی ہو۔ اینی ریزن؟ تم سے ناراض ہیں آج کل پھر۔'' ان لوگوں کے استقبال کے بعد لان میں سب کے بیٹھتے ہی روشنی ایک بار پھر اس کے پاس آ بیٹھی تھی اور خاصی تشویش سے پوچھ رہی تھی۔

''آج کل کیا؟ وہ تو شافند کی زندگی سے ہی مجھ سے ناراض ہیں۔ تم پریشان مت ہو۔ مجھے اب محسوس نہیں ہوتا۔'' وہ جان بوجھ کر آخری رو کی آخری نشستوں پر بیٹھی تھی۔ پھر بھی وہ محتاط ہو کر بولی تھی۔

''اس بے حسی کا کچھ حاصل ہے؟ کیا فائدہ ملے گا تمہیں؟ اپنا حال دیکھا ہے تم نے؟'' روشنی کافی عرصے سے اسے اپنے آپ سے بیگانہ ہونے کا احساس دلا رہی تھی مگر کومل اپنے عہد اور مؤقف سے ہٹنے کو تیار نہیں تھی۔

''روشنی! کم از کم تم میرے حوصلے پست کرنے کی کوشش مت کیا کرو، تم اچھی طرح جانتی ہو کہ مجھے حاصل جمع اور کسی فائدے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ سب کچھ میں اپنے فرائض سمجھ کر ادا کر رہی ہوں اور میری پیاری سکھی! میرے حال پر اس طرح ترس مت کھایا کرو۔ میں لاکھوں کروڑوں عورتوں سے بہتر زندگی گزار رہی ہوں، کسی پر بوجھ نہیں ہوں، اِن ڈپینڈڈ ہوں۔'' کومل نے مسکراتے ہوئے روشنی کو بہلانے کی کوشش کی۔

''اچھی طرح جانتی ہوں، کتنی اِن ڈپینڈڈ ہو۔ ان کی نسل سنوار رہی ہو، جواباً ان کی نظروں میں بھی تمہارے لئے شکرگزاری نہیں ہے۔ تم اپنا آپ تباہ کر رہی ہو، اس کا کسی کو احساس ہے نہ خیال۔ تم پر زندگی کی معمولی سی خوشیاں بھی حرام کر دی گئی ہیں اور تم کہتی ہو کہ تم پر ترس نہیں کھایا جائے۔ یہ سفید لباس، یہ معمولی سا حلیہ کیا تمہارے شایانِ شان ہے؟'' روشنی زندگی کی اس رنگارنگی میں اس کا یہ پھیکا روپ دیکھ کر حقیقتاً جل کڑھ رہی تھی۔ دراصل اسے صوفیہ منصور کے رویے نے اس وقت یہ سب کہنے پر مجبور کیا تھا۔

''فار گاڈ سیک روشنی! یہ ان باتوں کا موقع نہیں ہے۔ اس ٹاپک پر پھر بھی بات کریں گے۔ پلیز خود کو ٹینشن مت دو، تم مما کے بی ہیویئر سے ایسے ہی ڈس ہارٹ ہو رہی ہو، وہ تو شافند کی لائف میں بھی ایسی ہی تھیں، اب نئی بات کیا ہے؟''

''ٹینشن تو ہوتی ہے نا ملی! جب میں تمہیں اس طرح دیکھتی ہوں، کزنز کل سے مجھ سے پوچھ رہی ہیں کہ کومل بھابی اتنی سمپل کیوں رہتی ہیں؟ وائٹ اور بلیک کلرز کے علاوہ کوئی اور شیڈز کیوں نہیں پہنتیں؟ جیولری کیوں نہیں پہنتیں؟ میں کسے کسے سمجھاؤں کہ......'' روشنی کا لہجہ نم بھی تھا اور بوجھل بھی۔

"تم انہیں وجہ بتا دیتیں کہ بیوگی کے بعد یہ سب چیزیں ترک کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔" کومل نے لاچاری سے کہا۔

"کہاں لکھا ہے کہ خود پر زندگی حرام کر لو۔ ہاں یہ کہو کہ تمہارے سسرال والوں کی ہندوانہ ذہنیت کی پیداوار ہے یہ۔ تمہیں برا ضرور لگے گا مگر مجھے کہنے دو، یہ لوگ صرف نام کے مسلمان ہیں، ورنہ اندر سے تو......." روشنی کی آواز برہمی سے بلند ہو گئی۔

"روشنی!......روشنی! خدا کا نام لو۔ کہاں بیٹھ کر کیا باتیں کر رہی ہو؟ کسی نے سن لیا تو؟" کومل نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے روشنی کا ہاتھ پکڑ کر اسے مزید بولنے سے روکا۔

"سن لے۔ میں غلط تو نہیں کہہ رہی ہوں۔"

"پلیز روشنی! تمہاری محبت اپنی جگہ، مگر میری لاچاری و مجبوری کا بھی تو سوچو۔ میرے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے۔ میں کہاں جاؤں گی ان سے اختلاف کر کے؟ تم میرا یقین کرو، مجھے اس طرح رہنے میں کوئی دشواری، کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ میں اندر سے بہت مطمئن ہوں۔ پلیز تم میرے لئے اس قدر پریشان مت رہا کرو۔" اس نے روشنی کو اطمینان دلانے کے لئے اپنی بھرپور مسکراہٹ کا مظاہرہ کیا، تبھی اس پر فلیش لائٹ پڑی تو دونوں ہی چونک اُٹھیں۔ نادیہ نے اس کی مسکراتی تصویر اتار لی تھی۔

"آپی! آپ دونوں یہاں چھپ کے بیٹھی ہیں۔ چلئے، اسٹیج پر آئیے۔ رسم ہونے والی ہے۔ شارم بھائی کے دوست انہیں لے کر آ رہے ہیں۔"

"پہلے یہ بتاؤ، تم نے میری تصویر کیوں کھینچی ہے؟" کومل نے مصنوعی سنجیدگی سے پوچھا۔

"کیوں؟ آپ کی تصویر کھینچنا منع ہے کیا؟......رئیلی، پہلی بار میں نے آپ کو اس طرح بھرپور مسکراتے دیکھا ہے۔ کیا آپ صرف روشنی آپی کی کمپنی میں خوش رہتی ہیں؟"

"نہیں بھئی، یہ کس نے کہا ہے؟ میں سبھی کی کمپنی میں خوش رہتی ہوں۔" کومل نے مدھم مسکراہٹ سے اس کی شکایت کا جواب دیا۔

"تو پھر آئیں، آپ ہماری کمپنی انجوائے کریں۔ آپ دونوں کے بغیر ہمیں مزا نہیں آ رہا۔ پلیز آپی! اُٹھئے نا، شارم بھائی کو اس وقت ہماری سپورٹ کی اشد ضرورت ہے۔"

نادیہ کے اصرار پر نہ چاہتے ہوئے بھی کومل کو اٹھ کر اسٹیج تک جانا پڑا۔ لیکن وہ اسٹیج سے نیچے ہی ایک طرف کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔ کومل نے کہنے کو تو روشنی کو کہہ دیا تھا کہ وہ اندر سے بہت مطمئن ہے، یا پھر اسے اس طرح رہنے اور جینے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی۔ مگر تنہا بیٹھ کر وہ سوچنے پر مجبور ہو گئی تھی کہ سکون و اطمینان تو کبھی کا اس کی زندگی سے رخصت ہو چکا تھا۔ زندگی اس کے لئے دن بدن مشکل سے دشوار ترین بنتی جا رہی تھی۔ خصوصاً اسفند منصور کی آمد اور اپنی ذات میں اس کی دلچسپی نے اس کے چین وسکون کو ہی غارت نہیں کیا تھا بلکہ اس کا اپنی ذات سے کئے عزم وارادے بھی توڑنے کی کوشش میں تھا۔ وہ اسفند منصور کے رویّے میں اپنے لئے

دلچسپی پر بے کل و خائف بھی ہو رہی تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کی برسوں سے تھوڑی تھوڑی جمع کی ہوئی عزت کوئی ایک پل میں آ کر لوٹ کر لے جائے۔ اسفند منصور سے اسے ایسے ہی اندیشے لاحق ہو گئے تھے۔ وہ اس سے جتنا بچ کر چلنے کی کوشش کر رہی تھی، وہ اتنا ہی اس کے قریب آ رہا تھا۔ مون کے توسط سے وہ ان فاصلوں کو کم کرنے میں لگا تھا، جنہیں کم کرنا اتنا آسان نہیں تھا۔ پھر بھی وہ اس کے احتجاج اور گریز کو خاطر میں لائے بغیر اس کی طرف بڑھا آ رہا تھا۔ اس کی بے باک نظریں اور ذو معنی باتیں کومل کو ہراساں کر رہی تھیں۔ اسے اس بات پر یقین نہیں آ رہا تھا کہ اس کی بولتی نگاہوں میں جو جذبے پنہاں ہیں، ان میں کوئی صداقت بھی ہے یا نہیں۔ اسے اپنے گرد کسی فریب کا حصار قائم ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔ کسی سازش کا شکار ہونے سے بچنے کے لئے اسے خود کو بچانا تھا، مگر کس طرح؟ فی الحال اس کی سمجھ کام کرنے سے قاصر تھی۔



تانیہ کی بارات شہر کے بہترین میرج ہال میں پورے اہتمام وتزئین کے ساتھ آئی تھی۔ پہلی بار صوفیہ منصور اس سلسلے میں کچھ مطمئن نظر آ رہی تھیں۔ اس لئے انہوں نے کوئی تنقید نہ کی تھی۔ کومل کے لئے یہی غنیمت تھا کہ وہ کچھ نہیں بولی تھیں۔ کومل اور منصور احمد کی مشترکہ کوششوں سے سارے کام خوش اسلوبی سے سرانجام پا رہے تھے۔ بارات کا استقبال بھی ان کے شایانِ شان کیا گیا تھا۔ تبھی صوفیہ منصور کے ماتھے کے بل غائب ہو گئے تھے اور وہ کومل کے ساتھ کچھ مروّت کا مظاہرہ بھی کر رہی تھیں۔ استقبالیہ پر بھی اسے اپنے ساتھ رکھا تھا۔ بہرحال یہ ان کی مجبوری تھی۔ بیٹی کے سسرال پر وہ اپنا تاثر بگڑتے نہیں دیکھ سکتی تھیں۔

تانیہ کے نکاح تک کومل ان کے ساتھ ہی رہی تھی۔ عرصے بعد صوفیہ کا اسے اہمیت دینا اسے پھر سے خوشی دے گیا تھا۔ دل کو عجیب سی تقویت ملی تھی کہ اس کی ریاضتیں رائیگاں نہیں جا رہی تھیں۔ مطلب کو ہی سہی، اس کے سسرال والے اسے اہم گردانتے تو تھے۔ وہ اسی میں مطمئن تھی، اس سے زیادہ کی تمنا و چاہ اسے تھی بھی نہیں۔

"اے بگڑے شہزادے! تم آج اکیلے کیا کر رہے ہو؟ تمہاری ماما کہاں ہیں؟" روشنی، کومل کو ڈھونڈتی جس طرف آئی تھی، وہاں تنہا مون کسی کے ساتھ کھڑا تھا۔ مانوس آواز پر مون کے ساتھ اسفند نے بھی چونک کر دیکھا۔ یہ آواز، یہ چہرہ بھی اس کی یادداشت میں کہیں محفوظ تھا۔ روشنی، کومل کی اکلوتی اور بہترین دوست ہے، یہ بات بھی وہ جانتا تھا۔

"السلام علیکم خالہ جان!" مون جس والہانہ پن سے اس کی طرف بڑھا تھا، اس سے مون کی روشنی سے اُنسیت کا اندازہ بھی ہو رہا تھا۔

"وعلیکم السلام، خالہ کی جان!" روشنی نے بھی جھک کر اسے چومتے ہوئے جواب دے کر پھر پوچھا۔

"تمہاری ماما نظر نہیں آ رہیں۔ کہاں مصروف ہیں، تمہیں تنہا چھوڑ کر؟"

مون معصومیت سے بتانے لگا۔

"میں تنہا نہیں ہوں۔ چاچو ہیں میرے ساتھ۔ آپ کو نہیں معلوم وہ مجھ سے ناراض ہیں، اس لئے وہ مجھے نظر ہی نہیں آ رہی ہیں۔"

"ہائیں...... تم سے ناراض ہیں؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ وہ سب سے ناراض ہو سکتی ہے، مگر اپنے "ہارٹ بیٹ" سے نہیں۔

"ریئلی خالہ! وہ مجھ سے ناراض ہیں، میں نے نا آج انہیں بہت تنگ کیا تھا۔" مون بے تکلفی سے اسے ہمراز کر رہا تھا۔

"تم نے کیوں تنگ کیا اپنی ماما کو؟ کچھ چاہئے تھا تو مجھے فون کر دیتے جانو! میں تمہارے لئے لے آتی۔" مون کو وہ بہت محبت سے سمجھا رہی تھی۔

"مجھے کچھ چاہئے نہیں تھا خالہ!" مون وضاحت دیتا ہوا خاصا پیارا لگا تو روشنی نے ایک بار پھر اسے بے اختیار چوما۔

"پھر...... پھر کیوں تنگ کیا ماما کو؟"

"خالہ! مجھے اپنے گھر جانا تھا۔ ماما یہاں بہت بزی ہو جاتی ہیں۔ مجھے ٹائم نہیں دیتیں۔ وہ بس میری ماما ہیں، انہیں بس میرے ساتھ رہنا چاہئے نا۔ وہ سب کے کام کیوں کرتی ہیں؟ مجھے یہاں آ کر ڈانٹتی رہتی ہیں، میری ساری باتیں بھی نہیں مانتیں۔ میں اور بڑا ہو جاؤں گا تو ماما کو یہاں آنے نہیں دوں گا۔" مون کا شکایتی لہجہ جوشیلا بھی تھا۔

"مائی گاڈ!...... مون! تم تو بالکل اپنے پاپا کی طرح بولنے لگے ہو۔ اچھا دیکھو، میں تمہاری ماما سے کہوں گی کہ اب تم سے ناراض نہ ہوں۔ آؤ میرے ساتھ، اپنی ماما کو ڈھونڈو۔" روشنی نے اسفند کی توجہ اس کی طرف مبذول دیکھ کر کافی احتیاط کا مظاہرہ کیا اور پھر مون کا ہاتھ تھام کر آگے بڑھنے لگی۔

"خالہ! آپ ماما سے یہ بھی کہنا کہ اب اپنے گھر چلیں۔ مجھے یہاں بالکل بھی اچھا نہیں لگ رہا۔ اتنا شور ہے، اتنے لوگ ہیں۔"

"کہہ دوں گی جانو!...... کہہ دوں گی۔ تم بھی تو ماما کی مجبوری سمجھا کرو۔ تمہاری پھپھو کی شادی ہے، شادی کی تقریبات ختم ہو جائیں گی تو پھر آپ لوگ اپنے گھر ہی جاؤ گے۔ اس طرح آپ کی ماما جائیں گی تو آپ کے دادو اور دادی ناراض نہیں ہوں گے۔"

"یہی تو میں بھی اسے سمجھا رہی ہوں، روشنی! مگر نواب صاحب اپنی ضد سے باز نہیں آتے۔" کومل بھی نجانے کب ان کے قریب چلی آئی تھی۔

"تھینکس گاڈ! تمہاری صورت بھی نظر آئی۔ ریئلی آئی ایم مسنگ یُو۔" روشنی کے چہرے پر حقیقی خوشی چمکی تھی۔ پھر اس سے شرارت سے پوچھا۔

"بھئی آج کل ہمارے لعل ماسٹر کو تم سے بہت شکایتیں ہو رہی ہیں۔"

"مجھ سے آج تک راضی کون رہا ہے؟" نجانے اس پہل وہ کیسے شکوہ کناں ہو گئی۔ اس کے لہجے میں ہی نہیں، سرمگیں آنکھوں کے آسمان پر بھی نمی بڑھتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔ اسفند کی نظروں کا حصار اب بھی اس کے قریب تھا۔ وہ آج بھی اپنے سارے سراپے میں سب سے منفرد نظر آ رہی تھی۔ آج بھی وہ سلک کاٹن مکسڈ ریشم کے کام کی سفید ساڑھی میں کوئی پاکیزہ ہستی لگ رہی تھی۔ اس محفل میں ٹرینڈ کے مطابق بہت سی خواتین اور لڑکیوں نے ساڑھیاں باندھ رکھی تھیں جو ان کے جسم کو ملفوف رکھنے کے بجائے عریاں کرنے میں پیش پیش تھیں۔ بالشت بھر کے بلاؤز تو ہر شریف النفس کو آنکھ جھکا لینے پر مجبور کر رہے تھے مگر اس کا سراپا تو اس طرح پوشیدہ تھا، جیسے کوئی مقدس روح چلی آ رہی ہو۔ فل آستین، مکمل بلاؤز کے باوجود ساڑھی کے طویل پلو کو اس نے اپنے گرد لپیٹ رکھا تھا۔ شاید وہ اپنے اسی انداز کی وجہ سے تو سب میں منفرد نظر آتی تھی۔ اس کے گلاب چہرے پر میک اپ کے بغیر بھی نکھار اور تازگی تھی۔ اس کی سرمگیں آنکھوں میں ہمیشہ بادلوں کا بسیرا محسوس ہونے کے باوجود نئی امیدوں کی روشنی بھی دمکتی رہتی تھی۔ اسفند پھر سے اس کے حُسنِ جہاں سوز سے مخمور مبہوت سا رہ گیا تھا۔ ہمیشہ کی طرح کچھ کہنے کی چاہ کے باوجود زبان ساتھ نہیں دے رہی تھی۔ ہوش و خرد اپنے اختیار میں تھے۔ اپنی چاہت کو وہ تہمت بنتے نہیں دیکھ سکتا تھا، تبھی خاموش تھا۔ ضبط لازم تھا اور احتیاط، وقت کا تقاضا۔ پھر بھی وہ اس سے نگاہ نہیں ہٹا پایا تھا۔

"شکر ہے کہ آج تم کچھ بہتر حلیے میں ہو۔ ایسے ہی رہنا ہے تو ابھی کچھ ڈھنگ سے تو رہو۔ خود کو زندہ، قبر میں اتارنا کہاں کا انصاف ہے؟" روشنی کی تنقید و تعریف پھر جاری تھی۔ کومل پہلے ہی اسفند کی موجودگی سے جز بز ہو رہی تھی۔ روشنی کی تنقید پر اسے گھور کر چپ رہنے کا اشارہ کیا اور ساتھ ہی اسے سمجھانے کی کوشش بھی کی۔

"روشنی! تمہیں فضول میں بولنے کی عادت ہوتی جا رہی ہے۔ اس طرح بولا کرو گی تو اپنی سسرال جا کر تمہیں بہت مسائل پیش آنے والے ہیں، اس لئے اپنی زبان کو کنٹرول میں رکھنا سیکھو۔"

"تم اچھی طرح جانتی ہو، مجھے ایسی کوئی فکر نہیں ہے۔ مجھے جو کہنا ہوتا ہے، کہہ دیتی ہوں۔ یُو نو، میرے سسرال والے تمہاری سسرال کی طرح کنزرویٹو نہیں ہیں۔ نہ ہی وہاں کوئی ڈپلومیسی ہے اپنے لئے کچھ، بہوؤں کے لئے کچھ اور بیٹیوں کے لئے کچھ۔" روشنی نان اسٹاپ شروع تھی۔

"مس روشنی! ہم لوگ ایسے برے بھی نہیں ہیں، آزمائے بغیر اتنے بڑے بڑے الزام عائد مت کیجئے۔" اسفند منصور کی مداخلت پر کومل کا رنگ تو جو اڑا تھا، سو اڑا تھا، روشنی بھی لمحہ بھر کو گنگ رہ گئی۔ اسے کسی ردعمل کی توقع نہیں تھی۔ اگلے ہی پل روشنی کا اعتماد بحال ہو چکا تھا۔ وہ

تھوڑا سا رخ موڑ کر تنہا کھڑے اسفند منصور سے مخاطب ہوئی۔

''میں نے کسی پر کوئی الزام نہیں لگایا۔ بلکہ جو سچ تھا، وہی کہا ہے۔ آپ کو یہ سچ اس لئے برا لگا کہ آپ کا تعلق اس فیملی سے ہے اور مجھے یہ سچ اس لئے کہنا پڑا کیونکہ میرا تعلق کومل سے ہے۔ میں اپنی بہت پیاری دوست کو اس طرح جیتے دیکھتی ہوں تو مجھے دکھ ہوتا ہے اور اس سے وابستگی کی وجہ سے کوئی مجھے میرے اظہار سے روک نہیں سکتا۔''

''فار گاڈ سیک روشنی! پلیز یہاں آؤ۔ آخر تم چاہتی کیا ہو؟ کیا کروں میں؟ تماشا بنوا لوں اپنا؟ اچھی بھلی میری زندگی ہے، تم خوامخواہ جلتی کڑھتی رہتی ہو۔'' کومل زچ ہو کر جیسے بولی تھی۔

اس نے پھر بھی احتیاط کا دامن نہیں چھوڑا تھا۔ بہت دھیمے لہجے میں اس نے روشنی کو خفگی سے روکا تھا۔ اس شخص سے اسے پہلے ہی ہزار اندیشے تھے، اب روشنی کی باتوں پر وہ کیا کرتا یہ وہ نہیں جانتی تھی۔ بہت مشکل سے وہ روشنی کو وہاں سے لے گئی تھی۔ پھر اسے ثانیہ کی رخصتی تک بھی اسفند منصور کے کسی شدید ردِعمل کی توقع رہی تھی مگر وہ پہلے کی طرح نظر آ رہا تھا۔

کومل کو منصور ہاؤس میں آئے ہوئے دو ہفتے ہو رہے تھے۔ اس دوران اس نے مون کو جس طرح بہلایا اور سنبھالا تھا، یہ وہ ہی جانتی تھی۔ شادی کے انتظام و انصرام کی ذمے داری کے بعد ثانیہ کی پہلی دعوت تک کسی نہ کسی طرح منصور احمد نے اسے روکے رکھا تھا۔ اب مون کی ضد اور اپنی فیکٹری اور بزنس کو ٹالنا ناممکن ہوتا جا رہا تھا۔ ایک اکیلے مقدس ابرار پر وہ اپنے آفس اور فیکٹری کا کام نہیں ڈال سکتی تھی، اسی لئے صبح ناشتے کے دوران وہ منصور احمد کے ساتھ سب ہی کو مطلع کر رہی تھی۔

''پاپا! میں اور مون آج اپنے گھر جا رہے ہیں۔ فیکٹری اور آفس بھی کافی دنوں سے نہیں گئی ہوں، اس لئے پلیز آج آپ مجھے اجازت دے ہی دیں۔'' کومل نے منصور احمد کے سامنے چائے کا بھاپ اُڑاتا کپ رکھتے ہوئے اجازت طلب کی۔ انہوں نے رخ موڑ کر خاصی شفقت سے اسے دیکھا۔

''میری اجازت کی بات ہے تو میں تو کہوں گا کہ تم یہیں رہو۔ ثانیہ کے جانے سے ہی مجھے تو اپنا گھر خالی خالی لگ رہا ہے۔ اب تم اور مون چلے جاؤ گے تو گھر سے سمجھو رونق ہی رخصت ہو جائے گی۔ میرا مشورہ مانو بیٹا! تو مستقل یہیں آ جاؤ۔ اب تمہاری کمی بہت محسوس ہونے لگی ہے۔'' منصور احمد نے دلی جذبات پورے خلوص سے عیاں کئے۔ پہلی بار انہوں نے اپنی خواہش کا اظہار کیا تھا۔ کومل سے اُنسیت اور لگاؤ تو انہیں شروع سے ہی تھا، اس سے مزید محبت و قربت ان دنوں میں شدید ہو گئی تھی۔ کومل حقیقتاً شافند کی طرح ان کے شانہ بشانہ رہی تھی۔

''پاپا! میں یہاں مستقل کیسے رہ سکتی ہوں؟ وہاں سے فیکٹری اور مون کا اسکول قریب ہیں۔ مون بھی یہاں صحیح طرح ایڈجسٹ نہیں ہوتا، تھوڑی دیر میں خوش ہے تو تھوڑی دیر میں

ہنگامہ برپا کر دیتا ہے۔'' کومل مون کے ساتھ خالی کرسی پر بیٹھتے ہوئے اپنی مجبوری بتانے لگی۔

صوفیہ منصور کی نگاہیں اسی پر مرتکز تھیں۔

''منصور! آپ کس سے کہہ رہے ہیں یہ بات؟ اس نے کبھی مانی ہے یہ بات؟ جنہیں تنہا رہنے کی عادت پڑ جائے، وہ بھرے پرے گھر میں رہنا پسند نہیں کرتے ہیں۔ آپ بھی حد کرتے ہیں۔'' صوفیہ منصور یہ موقع اپنے ہاتھ سے کیسے جانے دیتیں؟ ان کے لہجے میں جو کاٹ تھی، وہ کومل ہی محسوس کر سکتی تھی یا پھر اسفند نے سر اٹھا کر اپنی مما کو دیکھا تھا۔

''مما! میں بیٹے کے ساتھ کوئی تنہا تو نہیں ہوتی۔ میرے گھر میں بھی افراد ہیں۔ زیتون ہے، مالی بابا ہیں۔ اور اس بار اماں بھی میرے ساتھ جا رہی ہیں۔'' کومل نے انہیں بہت سجاؤ سے جواب دیا۔ اسفند کی نگاہ اب اس پر تھی۔ اس کے سپاٹ چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا لیکن وہ اس کے اندر پھیلتی بے کلی کو نہ جانے کیوں محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکا۔ بڑی ماں کے جانے کا سن کر وہ بھی کچھ حیران تھی۔

''ملازم گھر کے افراد نہیں بن جاتے۔ اماں بھی کتنے دن تمہارے پاس رہیں گی، مجھے معلوم ہے۔'' صوفیہ کا رویہ ہنوز ویسا ہی تھا۔

''صوفیہ!'' منصور احمد نے انہیں نظروں سے تنبیہ کی تو وہ اونہہ کر کے اپنے ناشتے کی طرف متوجہ ہو گئیں۔

''ٹھیک ہے بیٹا! تمہیں جانا تو ہے لیکن دو تین روز مزید رک جاؤ، پھر چلی جانا۔''

مون جو ساری گفتگو توجہ سے سن رہا تھا، اپنی ماما کے جواب دینے سے پہلے ہی بول اٹھا۔

''نہ......نہیں، نو ماما! ہمیں آج ہی گھر جانا ہے۔ آپ نے پرامس کیا ہے، ماما! آج اپنے گھر چلیں۔'' مون نے اس کا بازو ہلا کر اسے وعدہ یاد دلایا۔

''مون بیٹا! یہ بھی آپ کا گھر ہے۔ وہاں کوئی خاص بات ہے کیا؟'' منصور احمد نے مون کا اصرار دیکھ کر محبت سے پوچھا۔

''دا جان! یہ دادو کا گھر ہے۔ میرا گھر دوسرا ہے۔ یہاں مجھے بوریت ہوتی ہے۔ میں یہاں نہیں رہ سکتا۔ یہاں میرے فرینڈز بھی نہیں ہیں۔ یہاں میرے ساتھ کوئی کھیلنے والا بھی نہیں ہے۔ یہاں آ کر تو میری ماما بھی اچھی والی ماما نہیں رہتیں۔ نہ مجھے آؤٹنگ پر لے کر جاتی ہیں اور نہ ہی میرے ساتھ کھیلتی ہیں۔ وہاں اپنے گھر، میں اور ماما ہر روز آؤٹنگ کے لئے جاتے ہیں۔ یہاں نہ آپ مجھے کہیں لے جاتے ہیں نہ دادو مجھ سے پیار کرتی ہیں۔ ہر وقت ڈانٹتی رہتی ہیں۔ مجھے بس گھر جانا ہے، ماما! آپ نے کسی کی بات نہیں ماننی، او کے!'' مون کے معصومیت بھرے شکایتی لہجے میں بہت سے حقائق تھے۔ مون نے سب کو لاجواب کر دیا تھا۔ پھر بھی اس کی باتیں سن کر سب ہی ہنس رہے تھے۔ حتیٰ کہ صوفیہ منصور بھی۔

''مون! تم جھوٹ بھی بولتے ہو۔ اور میں کب ڈانٹتی ہوں تمہیں؟ ضد کرتے ہو تو پیار سے سمجھاتی ہوں۔ بے جا لاڈ پیار کر کے تمہیں بگڑتا تو نہیں دیکھ سکتی۔ تم ہی تو ہماری آئندہ نسل کے علمبردار ہو، میں تم سے پیار نہیں کروں گی تو کس سے کروں گی؟'' صوفیہ در پردہ کومل کو جو کہنا چاہتی تھیں، کہہ رہی تھیں۔

''میں جھوٹ نہیں بولتا۔ آپ میری ماما کو بھی ڈانٹتی رہتی ہیں۔'' مون کی معصومیت میں بے باکی تھی۔ کومل پہلے ہی صوفیہ منصور کے طعنوں سے دلبرداشتہ تھی۔ مون کے اس طرح جواب دینے پر فوراً اسے ڈپٹا۔

''مون! بی ہیو یور سیلف۔ میں نے تمہیں یہ سکھایا ہے؟ بڑوں سے اس طرح بات کرتے ہیں؟''

''سوری ماما!'' مون کی شرمندگی میں سعادت مندی بھی تھی۔

''مجھ سے نہیں، دادو جان سے سوری کہو۔ آئندہ اگر تم نے بڑوں سے اس طرح بات کی تو........'' مون کے لئے اپنی ماما کی خفگی سوہانِ روح تھی، اس لئے فوراً دادی سے معذرت کرنے لگا۔

''سوری دادو! میں آئندہ نہیں کہوں گا۔ آپ مام سے کہیں، مجھ سے ناراض نہیں ہوں۔'' وہ تقریباً روہانسا ہو چکا تھا۔ منصور احمد نے فوراً اس کی حمایت کی۔

''کومل بیٹا! بچہ ہے ابھی یہ۔ وقت کے ساتھ ساتھ سمجھ جائے گا۔ تم ہمارے پرنس سے ناراض مت ہونا۔''

''پاپا! آپ اس کی حمایت مت کریں۔ یہ واقعی بگڑتا جا رہا ہے۔ ابھی تو وقت ہے اسے سمجھانے کا، بڑے ہونے پر تو اس کی عادات پختہ ہو جائیں گی اور پھر میری تربیت پر الزام آئے گا۔ چلو اُٹھو، ناشتہ ختم کر لیا ہے تو اپنے بیگ کی ساری چیزیں چیک کرو۔ گھر جا کر شور مت کرنا کہ یہ رہ گیا ہے، وہ رہ گیا ہے۔''

صوفیہ منصور کی باتوں نے اس کا موڈ بھی خراب کر دیا تھا۔ مگر وہ مون کے علاوہ اپنے موڈ کا اظہار کسی اور پر نہیں کر سکتی تھی، اس لئے وہ معذرت کرتی، مون کو ہمراہ لئے کمرے میں آ گئی۔ مون کو اسکول بیگ میں چیزیں اور کتابیں رکھنے کا کہہ کر وہ جیسے ہی اماں جان کی ضروری چیزیں اور سامان لینے ان کے کمرے میں آئی تو پیچھے پیچھے اسفند منصور بھی داخل ہوا۔

''تو آپ جا رہی ہیں اماں جان! وہ بھی مجھے بتائے بغیر۔ وہ بھی ان کے ساتھ ان کے گھر........ کیا یہ ہو سکتا ہے، میرے ہوتے آپ کہیں جائیں؟'' اسفند نے اندر داخل ہوتے ہی جس ناراضگی سے بولنا شروع کیا تھا، اس پر اماں جان کو تو کوئی حیرت نہیں تھی، البتہ کومل کا دل ضرور لرز اٹھا تھا۔ وہ جتنا کسی چپقلش سے بچنا چاہتی تھی، کوئی نہ کوئی بات ہو ہی جاتی تھی۔ صوفیہ کے بعد اب ان کا بیٹا ان سے اُلجھنے آ موجود ہوا تھا۔

''ارے اسفند! ذرا کچھ لحاظ شرم ہی کر لو، تمہاری زبان تو اسٹین گن کی طرح بوچھاڑ کر رہی ہے، بنا دیکھے بھالے۔ کیا ہوا ہے؟ آخر کیا آفت آ گئی ہے جو یوں باؤلے ہو رہے ہو؟'' وہ اماں جان کے کہیں جانے پر اسی طرح ادھم مچاتا تھا۔

''اچھا........ اب آپ انجان بن رہی ہیں، آپ جا نہیں رہیں مجھے چھوڑ کر۔ یہاں آپ کو کوئی پرابلم ہوئی ہے؟ کسی نے کچھ کہا ہے؟''

''کوئی کچھ کہے تو کوئی پرابلم ہوتی ہے؟ کبھی کبھی خاموشی بھی تکلیف دہ بن جاتی ہے بچے!'' بڑی ماں کے لہجے میں ہزاروں شکوے تھے۔

''کیا بات ہے اماں جان؟ آپ مجھے بتاتی بھی تو نہیں۔ مما نے کچھ کہا ہے؟''

''نہیں........ کسی نے کچھ نہیں کہا۔ میں ہی ایک طرف پڑے پڑے اُکتا گئی ہوں۔ یہاں سب کے اپنے اپنے مشاغل ہیں، سب ہی کی اپنی مصروفیات، مجھ سے کہنے کی فرصت کس کو ہے؟ تمہارے باوا کو کاروبار کا بہانہ ہے۔ ماں تمہاری تو تمہاری وجہ سے ہی مجھ سے کھنچی کھنچی رہتی ہے اور تمہیں میرا جتنا خیال ہے، میں اچھی طرح جانتی ہوں۔ جب فرصت ملی تو آ کر پیار جتا دیا، ورنہ تو دنوں تک شکل نہیں دکھاتے۔ کیا کروں یہاں رہ کر؟'' اماں جان نے اپنی مصنوعی خفگی سے اسفند کی اچھی خاصی درگت بنائی۔ وہ پریشانی سے انہیں دیکھنے لگا۔

''سچ پوچھو تو مجھے اس بچی کا بہت آسرا رہا ہے۔ میری تنہائی میں یہی تو میری غم گسار رہی ہے۔ اب یہ چاہتی ہے میں اس کے ساتھ کچھ دن رہا کروں تو کیا نہ جاؤں؟ عینی کو بھی میں نے اسی وجہ سے منع کیا تھا، ورنہ میں اس کی بات رد کرتی۔''

''اماں!........ اماں! مجھ سے تو آپ کی شکایت بالکل غلط ہے۔ میں یہیں تو آپ کے پاس ہوتا ہوں۔ میری پچھلے دنوں کی مصروفیت سے تو آپ اچھی طرح آگاہ ہیں۔ ہاسپٹل جوائن کرنے کے سلسلے میں اگر آپ کو میں نے اگنور کیا ہے تو رئیلی ویری سوری، آئندہ آپ کو مجھ سے شکایت نہیں ہوگی۔ کل سے ہاسپٹل ریگولر جانا شروع کروں گا تو میری روٹین سیٹ ہو جائے گی، پھر میرا سارا ٹائم آپ کا ہوگا۔ پلیز آپ نہ جائیں نا۔'' اماں جان کا بگڑا موڈ دیکھ کر اسفند لجاجت سے بولا۔

''میں نے وعدہ کر لیا ہے، اب کیسے مکروں؟''

''تو آپ انہیں روک لیں، آخر یہ بھی ان کا ہی گھر ہے۔ یہ یہاں مزید رہ لیں گی تو انہیں کوئی نقصان نہیں ہو جائے گا۔'' اسفند نے اسے تیکھے لہجے میں کہتے ہوئے دیکھا تو اماں جان تو اس بار سچ مچ بھڑک اٹھیں۔

''ارے، اسے روک لوں؟........ کس لئے؟ تمہاری ماں کا کچن سنبھالنے کے لئے؟........ ارے اسے اس کے علاوہ بھی بہت کام ہیں، اس کا اپنا گھر ہے، کاروبار ہے، یہاں رہنے کے لئے اپنا گھر بار دوسروں پر چھوڑ دے، یہ کہاں کی عقل مندی ہے؟ اور پھر اس کا

بچہ یہاں خوش نہیں ہے۔ وہ کیوں یہاں رہے، اپنا اور اپنے بچے کا جی مار کے؟'' اماں جان نہ جانے کب کی بھری بیٹھی تھیں۔ آج اسفند پر اپنا غبار نکالنے کا موقع ملا تھا۔ اسفند بھی ان سے اس سلسلے میں کچھ کہنے کی پوزیشن میں نہیں تھا، البتہ کومل کو وہ کینہ توز نظروں سے دیکھتے ہوئے گویا ہوا۔

''آپ انہیں لے جا تو رہی ہیں، مگر یاد رکھئے یہ دشمنی آپ کو مہنگی پڑ سکتی ہے۔''

''کیوں؟ کیا بڑی ماں پر کوئی حق نہیں ہے میرا؟ کیا یہ کچھ دن میرے ساتھ نہیں رہ سکتیں؟ مجھے ان کی خدمت کا کوئی حق نہیں ہے؟'' کومل نے کافی رسانیت سے پوچھا تو وہ یک دم خاموش ہو گیا۔ پھر کچھ توقف سے بولا۔

''تو آپ ان کی خدمت یہاں رہ کر کر سکتی ہیں نا۔ سب ہی آپ کو اس گھر میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ آپ الگ رہنے پر کیوں بضد ہیں؟''

''مسٹر اسفند منظور! جو نظر آ رہا ہوتا ہے، اکثر وہ صحیح نہیں بھی ہوتا۔ میرا الگ اپنے گھر میں رہنا میری ضد نہیں، میرے شوہر کی خواہش اور میرے بچے کی تربیت کی وجہ سے ہے۔ بہر حال آپ بے فکر رہئے، میں اماں جان کو زبردستی اپنے ساتھ نہیں لے جاؤں گی۔ اگر اماں جان کو خوشی نہیں ہے تو میرے لئے یہ انا کا مسئلہ نہیں ہے۔ اماں جان! میں ابھی آتی ہوں۔'' کومل اپنے بوجھل ہوتے دل کے ساتھ کہتے ہی اماں کے کمرے سے نکل گئی اور اسفند اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہ گیا۔



''ماما!........ ماما! دیکھئے، ہمارے گھر کون آیا ہے۔ ماما! دیکھئے، چاچو آئے ہیں ہمارے گھر۔ ماما! میرے چاچو آئے ہیں۔'' مون کی خوشی سے چہکتی آواز گھر کے کونے کونے میں گونج اٹھی تھی۔ کل اسفند کے تیور دیکھ کر یہ توقع نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ آج اس کے گھر آ جائے گا۔ حالانکہ اماں جان نے یہی کہا تھا کہ ''دیکھ لینا، کل ہی مجھ سے ملنے چلا آئے ا، مجھ سے اس کی ناراضگی ایسی ہی ہوتی ہے۔'' اور وہ واقعی چلا آ رہا تھا۔ شام کی ساری خوشگواری اس کے چہرے اور حلیے سے نظر آ رہی تھی، پھر بھی وہ مصنوعی خفگی کا مظاہرہ کرتا چلا آ رہا تھا۔ وہ بھی ابھی اپنے آفس سے لوٹی تھی اور اماں جان کے ساتھ لان میں چائے پینے کا اہتمام کیا تھا۔

''السلام علیکم!'' بنا کہے ہی کرسی پر بیٹھتے ہوئے اس نے سلام کیا۔ اماں جان نے مسکراہٹ دباتے ہوئے جواب دے کر پوچھا۔

''خیریت سے آئے ہو نی؟''

''آپ کو میری خیریت سے کیا؟ ویسے بھی میں آپ سے نہیں، مون سے ملنے آیا ہوں۔ میں نے مون سے وعدہ کیا تھا کہ ہاسپٹل سے فارغ ہوتے ہی اس سے ملنے آؤں گا۔''

''چلو اچھا کیا۔ مون بھی جب سے اسکول سے آیا ہے، تمہارا ہی ذکر کر رہا ہے۔ اتنے دن تمہارے ساتھ رہا ہے تو آج تمہاری کمی محسوس کر رہا تھا۔'' اماں جان نے اس سے معمول کے لہجے میں بات کی۔

''صرف مون میری کمی محسوس کر رہا تھا، اور کوئی نہیں۔'' شکایت خود بخود اس کے لبوں سے پھسل گئی۔ دزدیدہ نظروں سے اپنے دائیں جانب بیٹھی، چائے بناتی کومل کو بھی دیکھا۔ وہ خاصے اطمینان سے اپنے کام میں مصروف تھی۔

''تم سے الگ رہنے کی عادت برسوں پرانی ہو چکی ہے۔ یاد کرو بچے! تم بھی تو کتنے برس پردیس میں رہے ہو، یہاں مجھے چھوڑ کر۔'' بڑی ماں نے بھی موقع سے فائدہ اٹھا کر اس پر جتایا تو وہ گڑبڑا اٹھا۔

'اماں جان! وہ تو میں اپنی اسٹڈی کے لئے گیا تھا۔ اور وہ تو آپ کی خواہش بھی تھی۔ اب آپ مجھے طعنے تو مت دیں۔ پلیز اب گھر چلیں، میرا دل نہیں لگ رہا۔'' کومل نے اس کے

سامنے چائے کا کپ رکھا تو اس نے گھر چلنے کی فرمائش ذومعنی انداز میں کی۔

"میں تمہیں طعنے نہیں دے رہی، سنی! اچھا اب بچوں کی طرح ضد نہ کرو اور آرام سے چائے پیو، مجھے ابھی یہاں کچھ دن رہنا ہے۔"

"میں کوئی ضد نہیں کر رہا، میں بس آپ کو لینے آیا ہوں۔ مون! تم بھی چل رہے ہو، ریڈی ہو جاؤ۔"

"ماما! جانا ہے؟" مون کے استفسار میں کشمکش تھی۔

"نہیں......ابھی ہم لوگ کل تو آئے ہیں وہاں سے۔ تمہیں ابھی اپنا ہوم ورک بھی کرنا ہے، پہلے ہی تمہاری روٹین اپ سیٹ ہو چکی ہے۔" کومل نے قطعیت سے کہہ کر اپنی چائے کا کپ لبوں سے لگایا جس پر اسفند نے خاصی سنجیدگی سے رخ موڑ کر اسے دیکھا۔

"آئی تھنک آپ کو میرا آنا اچھا نہیں لگا۔" اپنی چائے کا آدھا کپ میز پر رکھتے ہوئے وہ اٹھ کھڑا ہوا تو کومل نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

"میں نے آپ سے تو کچھ نہیں کہا۔ آپ ہر بات کو اپنی ناک کا مسئلہ بنا لیتے ہیں۔ پلیز بیٹھیے اور چائے پیجئے، بلکہ کھانا بھی یہیں کھا کر جائیے گا۔" کومل نے حقِ میزبانی نبھاتے ہوئے اسے چائے اور کھانے کی پیشکش کی اور پھر سرونگ پلیٹ میں خود ہی اس کے لئے کیک پیس اور رول رکھ کر اس کی طرف بڑھایا مگر اس نے بھی ہاتھ نہیں بڑھایا۔

"اب آئے ہو تو بیٹھو تو سہی، بڑی بھاوج اتنی چاہت سے کہہ رہی ہے۔ سنی! میں تو سمجھتی تھی، تم سدھر چکے ہو، مگر تم تو۔" اماں جان کی سرزنش اسے اتنی بری نہیں لگی تھی، جتنا برا "بڑی بھاوج" کہنا لگا تھا۔ مگر ان سے وہ اپنی ناگواری کا اظہار نہیں کر سکتا تھا۔

"چاچو! بیٹھیں نا۔ مجھے ابھی آپ سے بہت باتیں کرنی ہیں۔" مون نے بھی اصرار کیا تو ناچار بیٹھ گیا۔

"مون کی خاطر میں چائے پی لیتا ہوں، مگر میں کھانا نہیں کھاؤں گا۔ پلیز کوئی اہتمام مت کیجئے گا۔ میں بس چائے پی کر جا رہا ہوں۔" کومل نے زیتون کو آواز دے کر بلایا تو اس نے مقصد سمجھتے ہوئے سنجیدگی و ناراضگی سے منع کیا۔

"ایسا تو نہیں ہو سکتا۔ آپ پہلی بار ہمارے گھر آئے ہیں۔ کھانا کھائے بغیر تو نہیں جا سکتے۔ مون! اپنے چاچو سے کہو، کھانا کھا کر جائیں۔" کومل نے بھی اسی سنجیدگی مگر متانت سے اسے روکا، پھر اپنی چائے ختم کر کے اٹھ کھڑی ہوئی۔ "اماں جان! یہاں تو خنکی بڑھ رہی ہے۔ آئیں اندر چلتے ہیں، نماز کا وقت بھی قریب ہے۔"

"ہاں، میں بھی یہی سوچ رہی تھی۔ سنی! بھاوج کہہ رہی ہے تو اس طرح نہیں جانا۔ میں نماز پڑھ لوں، پھر تمہارے ساتھ بیٹھتی ہوں۔" اماں جان نے سنی کو رشتوں کا احساس دلاتے ہوئے کہا۔ عجب احساس اس کے اندر اٹھ رہا تھا۔ جس حقیقت کو وہ ماننے سے منکر تھا۔ بڑی

ماں بار بار اسی حقیقت کا احساس دلا کر اس کے ضمیر کا بوجھ بڑھا رہی تھیں۔

"پلیز، مجھے جانے ہی دیں تو بہتر ہوگا۔ میں پھر کسی دن آ جاؤں گا۔ ویسے بھی مما میرا انتظار کر رہی ہوں گی۔ May be وہ ہاسپٹل بھی رِنگ کر چکی ہوں۔" اسفند ایک دم کھڑا ہو گیا اور پھر کومل سے اس بار خاصی نرمی اور متانت سے بات کی۔ کومل اسے کیا کہتی، اس نے تو اپنا فرض نبھایا تھا، رُکنا نہ رُکنا اس کی مرضی تھی۔ مون البتہ ابھی بھی اسے روکنے پر مُصر تھا۔

"چاچو! آپ نے تو ابھی میرا روم بھی نہیں دیکھا، ہمارا گھر بھی نہیں دیکھا۔ آپ اندر چلیں نا۔" مون اس کا ہاتھ تھامے اندر لے جانے پر بضد تھا۔ اماں جان آہستہ آہستہ اندر کی طرف بڑھ رہی تھیں، جب کہ کومل ابھی وہیں لان میں مون کے پاس کھڑی تھی۔

"یار! جس گھر کے مکین اتنے خوب صورت ہوں، وہ گھر تو واقعی خوب صورت ہوگا۔ میں پھر کسی دن اطمینان سے دیکھوں گا۔" اسفند کے لہجے میں معنی خیزی اور نظروں میں واضح توصیف تھی۔ اس کا اس وقت کا طرزِ عمل کومل کے لئے خاصا صبر آزما تھا۔

اس کی آنکھوں میں جو جذبے مترشح تھے، وہ کومل کے جسم و جاں کو سلگانے کے لئے کافی تھے۔ مگر وہ کچھ کہنے کی پوزیشن میں نہیں تھی۔ وہ اگر اپنے مبہم اظہار سے مکر جاتا تو وہ اس کا کیا بگاڑ لیتی؟ سو اُسے نظرانداز کرتی اپنا رخ موڑ کر اندر جانے لگی تو وہ زیرلب مسکراہٹ کے ساتھ اسے پکار بیٹھا۔

"ٹھہریئے۔"

کومل نے صرف اپنی گردن کو جنبش دے کر اسے دیکھا۔

"آپ نے مجھے کھانے کی آفر دل سے دی ہے یا فارمیلٹی پوری کی ہے؟" وہ چلتا ہوا اس کے قریب جا رکا۔

"آپ چاہتی ہیں، میں چلا جاؤں۔ آپ کا بیٹا چاہتا ہے، میں ٹھہر جاؤں۔ بتائیے، میں کس کی چاہت پوری کروں؟" اسفند اس کی خاموشی سے فائدہ اٹھا کر اسے زِچ کر رہا تھا۔

"چلیے، میں آپ کے بیٹے کی بات مان لیتا ہوں۔ وہ صرف آپ کو ہی نہیں، مجھے بھی بے حد عزیز ہے، میں بھی اس کی کوئی بات نہیں ٹال سکتا۔ آئیے، پھر دکھائیے مجھے اپنا گھر، پیارا گھر۔" شرارت سے کہتے ہوئے اس کی جانب اپنا ہاتھ بڑھایا تو کومل نے اسے اس بار درشتگی سے ڈپٹا۔

"بی ہیو یور سیلف، اسفند منصور!"

"سارے فیملی ممبر مجھے سنی کہتے ہیں، آپ کو اسفند منصور کہنا زیادہ پسند ہے۔" شرارت ابھی بھی اس کے لبوں پر مچل رہی تھی۔

"ماما! چاچو! چلیں بھی۔" مون نے اپنی موجودگی کا احساس دلایا تو کومل لب بھینچ کر تیزی سے اندر بڑھ گئی۔ وہ کچھ لمحے تو کھڑا اُسے جاتے دیکھتا رہا، پھر مون کا ہاتھ تھام کر رہائشی حصے

میں چلا آیا۔ شمعون ہاؤس شافند کے خواب کی تعبیر بن کر قائم دائم تھا۔ مون اسے سب سے پہلے ڈرائنگ روم میں لے کر آیا۔ جہاں کی انٹریز اور سیٹنگ واقعی قابل دید تھی۔ ڈرائنگ روم کے ساتھ ہی ڈائننگ ہال تھا اور پھر ٹی وی لاؤنج اور پھر طویل کوریڈور میں آمنے سامنے چھ بیڈ رومز تھے، جن میں ایک ثانیہ کا اور دو گیسٹ روم تھے۔ دوسری طرف کومل اور مون کا مشترکہ بیڈ روم تھا۔ ساتھ ہی مون کا اسٹڈی روم بھی تھا، جہاں اس کے کھیل کھلونے سب ہی کچھ موجود تھا۔ اس کا کیرم بورڈ، کرکٹ کا سامان، ویڈیو گیمز، کمپیوٹر ٹیبل، اسٹڈی ٹیبل، شیلف میں سجی کتابیں، اسٹوریز بک، شوکیس میں سجے کھلونے، ایک بچے کی خوشی کا ہر سامان اس ایک کمرے میں موجود تھا۔

''یار! تمہارے تو بہت ٹھاٹھ ہیں، اسی لئے تمہارا دل ہمارے گھر نہیں لگتا۔'' اسفند نے اس کے بال پیار سے بگاڑے۔

''وہاں یہ ساری چیزیں جو نہیں ہیں۔ آپ کو معلوم ہے چاچو! یہ سب میرے پاپا نے میرے لئے خریدا تھا۔ ابھی ماما کے پاس اسٹور میں میری اور بھی گیمز پڑی ہیں۔ ماما کہتی ہیں، جب میں اور بڑا ہو جاؤں گا تو پھر وہ مجھے وہ سب دیں گی۔'' مون خوشی سے اسے بتا رہا تھا۔ پھر وہ درمیانے دروازے سے ہی اسے لئے اپنے کمرے میں داخل ہوا۔ ''یہ میرا اور ماما کا بیڈ روم ہے، جب سے پاپا کی ڈیتھ ہوئی ہے، ماما کو اپنے روم میں ڈر لگتا ہے۔ اس لئے وہ میرے روم میں سوتی ہیں۔'' مون کی معصومیت میں کہی بات پر وہ بے اختیار مسکرا دیا۔ لائٹ پرپل کلر اسکیم نے کمرے کے ماحول میں بہت سکون پھیلا رکھا تھا۔

''چاچو! یہ لاسٹ روم ماما اور پاپا کا ہے۔ شاید یہ لاکڈ ہو۔''

''کوئی بات نہیں سویٹ ہارٹ! میں پھر کبھی دیکھ لوں گا۔'' اسفند نے فوراً ہی اپنے قدم موڑے۔ وہ خود بھی اس حقیقت سے فرار چاہتا تھا۔ کومل اس کے بھائی سے وابستہ تھی، یہ بات وہ اپنے ذہن سے نکال دینا چاہتا تھا، مگر یہی بات قدم قدم پر آئینہ بنی اس کے سامنے کھڑی تھی۔ وہ اپنے دل کو سنبھالتا، اپنے قدموں پر واپس مڑتا لاؤنج سے گزر کر کچن کے دروازے پر آ رکا۔ کومل اوون میں کوئی ڈش رکھ رہی تھی۔

''کومل......!'' اس کے پکارنے پر بری طرح چونک کر مڑی تو وہ بھی کچھ کہتے کہتے بات پلٹ گیا۔

''میری موجودگی سے آپ ڈسٹرب تو نہیں ہوئیں؟''

''میں آپ کی وجہ سے کیوں ڈسٹرب ہونے لگی؟'' کومل نے اس کے چہرے پر پھیلی دو رنگی کیفیت کو نظر انداز کر کے سرسری جواب دیا۔ ''لیکن آپ نے مجھے بہت ڈسٹرب کر رکھا ہے۔''

''آپ شاید بات کرتے ہوئے یہ بھول جاتے ہیں کہ مخاطب کس سے ہیں، یا پھر آپ کو

بات کرنے کا سلیقہ نہیں ہے، یا پھر آپ رشتوں کا احترام کرنا نہیں جانتے۔ آپ اگر اپنے اور میرے درمیان رشتے کو نہیں مانتے تو پلیز، آئندہ مجھ سے مخاطب ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔'' اسفند منصور کی شوخی پر کومل کا رنگ ایک پل میں ہی متغیر ہوا۔ برہمی خود بخود اس کے رویئے سے عیاں ہونے لگی تھی۔ وہ خاصی درشتگی سے اس سے مخاطب ہوئی تھی۔ اسفند بھی لمحے بھر کو اس کی برہمی کے زیر اثر آیا تھا، مگر پھر وہ اپنے مضبوط اور اٹل انداز میں اس سے مخاطب تھا۔

''دیکھئے، نہ تو میں رشتوں کا احترام بھولا ہوں اور نہ ہی میں آپ کی حیثیت و رتبے سے منکر ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ میرا آپ سے کیا رشتہ تھا۔ ''تھا'' میں اس لئے کہہ رہا ہوں کیونکہ میرے بھائی کے ساتھ وہ رشتہ بھی ختم ہو چکا ہے۔ اب میں آپ کے اور اپنے درمیان ایک نیا مگر مضبوط رشتہ استوار کرنا چاہتا ہوں، تاکہ......''

''شٹ اپ......اسفند منصور! آپ کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ آپ......آپ مجھے کیا سمجھ رہے ہیں؟ کیا کمزور اور گری پڑی عورت جو کسی کی بھی ایک نظر پر اُس کے قدموں میں جھک سکتی ہے۔ آپ کو ہمت کیسے ہوئی مجھ سے یہ سب کہنے کی۔'' کومل کا پارہ ایک دم اوپر چڑھا تھا۔ اسفند منصور کی یہ کھلی جسارت ناقابلِ برداشت تھی۔ اسے احساس اور اندازہ تھا کہ اسے کسی جال میں پھنسایا جا رہا ہے۔ وہ اس ریشمی جال میں پھنسنا نہیں چاہتی تھی۔

''کومل! آپ غلط سمجھ رہی ہیں۔ میں تو آپ سے......رئیلی بلیو می، یہ کوئی مذاق نہیں ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ آپ کو میرے فیصلے کی پختگی کا اندازہ ہو جائے گا۔ آپ شاید جانتی نہیں ہیں کہ میں اپنے فیصلوں میں ہمیشہ اٹل اور مضبوط رہا ہوں۔''

''اُف......اُف اسفند منصور! آپ میرے گھر میں کھڑے ہیں، ورنہ......پلیز آپ یہاں سے جا سکتے ہیں۔'' بہت ضبط سے کام لیتے ہوئے کومل نے اس کی طرف دیکھا تھا۔

وہ اپنی پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ اڑسے جیسے ڈٹا کھڑا تھا۔ اس کی ڈھٹائی دیکھتے ہوئے کومل نے خود ہی وہاں سے جانا مناسب سمجھا۔ وہ اسے قدم بہ قدم دور جاتے ہوئے دیکھ کر سوچ رہا تھا۔

''کاش کومل! تم جان سکتیں کہ تم میرے لئے کیا ہو۔ آج بھی تمہاری آواز کا دکھ اور کرب کسک بن کر میرے سینے میں گڑا ہوا ہے۔ تمہیں اس وقت پانا میرے بس میں نہیں تھا، مگر اب تمہیں کھونا میرے لئے ناقابلِ برداشت ہو گا۔ یہ یقیناً قدرت کی مجھ پر مہربانی ہے جو تم میرے اتنے قریب ہو۔ تم اگر میرا ساتھ دو تو تمہیں پانا دشوار نہیں ہو گا۔ میرا اعتبار کرو کومل! میری محبت فریب نہیں ہے۔ میں تمہیں زندگی کی اصل خوشیاں دینا چاہتا ہوں۔ تمہاری سوگوار سرمئی آنکھوں میں تیرتے سرما کے بادلوں کو برسات کی رِم جھم دینا چاہتا ہوں۔ تمہاری بھیگی پلکوں پر غم کے اشکوں کے بجائے مسرتوں کے ستارے جگمگاتے دیکھنا چاہتا ہوں۔ مجھے خود پر

یقین ہے کہ ایک دن تمہاری چشم نم میری چاہت کی دولت پا کر مسکرانا سیکھ جائے گی۔" وہ اپنے ارادوں میں پُرعزم لوٹ آیا تھا لیکن اپنا آپ وہیں چھوڑ آیا تھا۔



"ماما! چاچو آئے ہیں۔" مون کی اطلاع پر کومل کے چوٹی کو بل دیتے ہاتھ نہ صرف ساکت ہوئے تھے بلکہ اس کے ماتھے پر بھی گہری سلوٹ اُبھر آئی تھی۔ کومل کے ذہن سے دو دن پہلے والا تناؤ ابھی ختم نہیں ہوا تھا۔ اسفند منصور کا رویّہ اس کے لئے بہت تکلیف دہ ہوتا جا رہا تھا۔ اسے توقع نہیں تھی کہ وہ پھر اس کے گھر چلا آئے گا۔ وہ اس بات سے بھی بے خبر تھی کہ مون نے ہی اصرار کر کے اسے اپنے ساتھ شاپنگ کے لئے بلایا ہے۔

"تم نے بتایا نہیں کہ اماں جان، عینی کے ساتھ گئی ہیں۔ تمہاری برتھ ڈے پر آئیں گی۔" نہ چاہتے ہوئے بھی کومل کا لہجہ سرد اور بیگانہ تھا۔

"چاچو کو معلوم ہے ماما! وہ تو میرے لئے آئے ہیں، میں نے انہیں بلایا ہے۔ وہ میرے ساتھ شاپنگ کے لئے جا رہے ہیں۔" کومل کے استفسار میں حیرانگی بھی تھی اور ناراضگی بھی۔

"آپ دونوں کے ساتھ جانا ہے نا۔ چاچو پہلی بار یہاں آئے ہیں، وہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ آپ میری برتھ ڈے کیسے سیلیبریٹ کرتی ہیں۔"

"تو برتھ ڈے پر آ کر دیکھیں وہ۔ ابھی تو مجھے تمہارے لئے شاپنگ کرنی ہے، کیک کا آرڈر دینا ہے۔ مون! تمہیں معلوم ہے نا، ابھی ثانی کو بھی پک کرنا ہے، پھر بھی تم....." کومل کو مون پر غصہ آنے لگا تھا۔ وہ اس بار حیران ہو کر اپنی ماما کو دیکھ رہا تھا۔

"ثانی پھپھو کو اس بار رہنے دیں، چاچو ہیں نا ہمارے ساتھ۔"

"او کے، تم اپنے چاچو کے ساتھ چلے جاؤ۔ میں ثانی کے ساتھ سب چیزوں کا آرڈر دے آتی ہوں۔" کومل سے اپنی ناراضگی چھپانی مشکل ہوئی۔

"ماما! مجھے آپ کے ساتھ بھی جانا ہے۔ چاچو بھی ساتھ چلیں گے تو مزہ آئے گا نا۔" مون کی فرمائش میں اس کی معصوم خواہش تھی۔

کومل کو محسوس ہوا تھا کہ مون اپنے باپ کی شفقت و محبت شاید اپنے چاچو میں ڈھونڈنے کی کوشش کر رہا ہے۔ فی الحال وہ اسے اس حوالے سے کچھ نہیں سمجھا سکتی تھی، سوائے اس کی فرمائش ماننے کے۔ ہولے سے سر ہلا کر اس کی خوشی پوری کی تھی۔ مون کے لئے اسے خود پر جبر کرنا ہی تھا۔ وہ اپنا بیگ لے کر مون کے ساتھ لاؤنج میں آئی تو وہ اسے دیکھتے ہی اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔

"السلام علیکم!" جواباً کومل نے سر کو جنبش دی۔ وہ خود کو بولنے پر آمادہ نہیں کر پا رہی تھی۔ اسفند نے اس کی سنجیدگی محسوس کر کے کہا۔

"آپ یقیناً مجھ سے ناراض ہیں۔ ریئلی میں آنا نہیں چاہتا تھا، مگر کچھ رشتے انسان کو بے

بس کر دیتے ہیں۔ مجھے بھی......" وہ کہتے کہتے رک گیا۔

"اِٹس او کے۔ میں بھی اپنے بیٹے کے لئے بہت کچھ برداشت کر سکتی ہوں، آئندہ اپنی حد میں رہیئے گا۔ اس گھر میں آپ جب بھی آئیں، مون اور شافند کے حوالے سے آیئے گا، ورنہ........ مون! زیتون سے کہو، آپ کے چاچو کے لئے کولڈ ڈرنک لے کر آئے۔" کومل نے دبے لہجے میں اس پر بہت کچھ جتایا تھا۔

"ماما! چاچو کو کولڈ ڈرنک پلا دی ہے میں نے۔"

"او کے، میرے لئے پانی لے کر آؤ، پھر چلتے ہیں۔" کومل نے ایک سنگل صوفے پر ٹکتے ہوئے مون کو وہاں سے ٹالا۔ مون فوراً اماں کے لئے پانی لینے دوڑا۔

"آپ کو کچھ چاہئے۔ کافی، چائے وغیرہ؟" کومل نے رسمی انداز میں آدابِ میزبانی نبھائے۔

"نو تھینکس۔ آپ مجھے مہمانوں کی طرح ٹریٹ مت کریں۔" اسفند کا رویّہ بھی ایک دم سنجیدہ ہو گیا اور پھر وہ وہاں سے نکل گیا۔

وہ پانی پی کر مون کے ساتھ پورچ میں آئی تو وہ اپنی گاڑی اسٹارٹ کئے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ مون کو اپنے چاچو کے ساتھ بیٹھنے کی اجازت دے کر وہ اپنی گاڑی کی طرف بڑھنے لگی تو اسفند نے باہر نکل کر اسے پکارا۔ اس کے انداز اور رویّے میں بھی ناراضگی جھلک رہی تھی۔

"اگر آپ کو میرے ساتھ چلنے پر کوئی اعتراض ہے تو نو پرابلم، میں واپس چلا جاتا ہوں۔ آپ مون کو لے جایئے۔"

"مجھے گھر سے پہلے ثانی کو پک کرنا ہے۔" کومل نے ناچار اپنا رویّہ بدلا۔ مون کو وضاحتیں دینے سے زیادہ آسان یہ کام تھا۔

"تو وہ ہم اکٹھے جا کر بھی اسے پک کر سکتے ہیں۔ اینڈ فار یور کائنڈ انفارمیشن، ثانی گھر پر نہیں ہے، وہ چاچو کی طرف ہے۔ اگر آپ کو اسے وہاں سے لینا ہے تو میں بھی آپ کو وہاں لے جا سکتا ہوں۔ ایسا تو نہیں کہ آپ میرے ساتھ جاتے ہوئے ڈر رہی ہیں۔"

"مجھے کسی سے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے؟" وہ ایک دم چھک کر بولی۔

"میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ آپ کو کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" اسفند کا رویّہ پھر بدلا تھا۔ کومل نے اسے خاصی سنجیدگی سے گھورا مگر وہ پروا نہ کرتا ہوا اپنی اسٹارٹ کی ہوئی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔ مون پہلے ہی گاڑی کے اندر بیٹھا ہوا تھا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہی کومل کے لئے گاڑی کا اگلا دروازہ کھولا۔

"آ جایئے بھئی، ریئلی بلیومی، میں بہت اچھا ڈرائیور ہوں، کیئرفلی آپ کو منزل تک ساتھ لے کر چلوں گا۔"

اس کا ذو معنی لہجہ صرف کومل ہی سمجھ سکتی تھی، مگر ابھی وہ اسے جواب دینے کی پوزیشن میں نہیں تھی۔ بہت بے دلی کے ساتھ وہ اس کے ساتھ بیٹھی تھی اور پھر اسی بے زاری کے ساتھ اس نے مون کے لئے خریداری کی تھی۔ کیک آرڈر کیا تھا۔ کارڈز چھپنے کے لئے دیئے تھے۔ مون کی ہر فرمائش اس نے پوری کی تھی۔ اسفند کو اس نے پہلے ہی تنبیہ کر دی تھی کہ اس خریداری میں وہ اپنے حقوق کے نام پر کچھ بھی خرچ کرنے کی کوشش نہیں کرے گا۔ اسفند کے پاس اس سلسلے میں کہنے کو بہت کچھ تھا، مگر وہ بھی نہ جانے کیوں خاموش ہو گیا تھا۔ البتہ بعد میں اسے جتایا ضرور تھا۔

"آپ کیا اس کے لئے سارا بازار خریدیں گی؟ آئی تھنک، مون کو ان سب چیزوں کی اتنی ضرورت بھی نہیں ہو گی۔"

"میں مون کی کوئی فرمائش رد نہیں کر سکتی۔ خصوصاً اس کی برتھ ڈے کے موقع پر۔ آج اگر یہ کار لینے کی فرمائش بھی کر دیتا تو میں اسے لے کر ضرور دیتی۔" کومل نے اپنی سیٹ پر تقریباً جھکے ہوئے مون کے بال پیار سے بگاڑے۔

"کل کو اس کی کوئی ڈیمانڈ آپ کی رینج سے باہر ہوئی تو کیا کریں گی؟"

"کل کس نے دیکھی ہے مسٹر اسفند منصور! جو کچھ ہے وہ آج ہے اور آج میں اپنے بیٹے کی معصوم خوشیاں پوری کر سکتی ہوں تو پھر میں اسے کیوں محروم رکھوں؟" کومل نے اپنی فطری ممتا کے زیر اثر جواب دیا تو وہ کچھ متاثر سا نظر آیا۔

"مون یار! تم تو واقعی خوش قسمت ہو۔ تمہیں پتا ہے بہت کچھ مل جاتا ہے، ایک ہم ہیں۔ میری مما اور پاپا کو تو بھول کر بھی کچھ یاد نہیں رہتا کہ بیٹے کو بھی کچھ ضرورت ہے۔ یو نو، ڈیئر پاپا نے تو کبھی میری ایجوکیشن پر بھی کچھ خرچ نہیں کیا۔ اب بھی آتے ہی مجھ سے کہہ دیا تھا کہ میں ہاسپٹل کب جوائن کر رہا ہوں۔ یو آر لکی بوائے۔ تمہاری ماما تمہیں ہر خوشی دینے کے لئے تیار ہیں، لیکن تمہاری ماما کو یہ ضرور سوچنا چاہیے کہ کچھ معاملات کا لمیٹڈ ہونا بہت ضروری ہے، ورنہ زندگی میں کبھی نہ کبھی تو مشکل پیش آ ہی سکتی ہے۔"

"کومل اس کی باتوں کو سن ضرور رہی تھی مگر اس پر توجہ دینے کا موڈ اس کا نہیں تھا۔ وہ کھڑکی سے باہر اپنی توجہ ظاہر کرنے کی کوشش میں تھی مگر اسفند بھی اسے متوجہ کئے بغیر نہیں رہ سکا۔ زچ ہو کر بولا۔

"آپ مجھ سے بات نہیں کرنا چاہتیں یا مجھے سننا نہیں چاہتیں۔ ایسا ہے تو آپ مجھ سے کہہ سکتی ہیں، تاکہ......"

"عقل مند کے لئے اشارہ کافی ہوتا ہے۔" کومل نے زبان سے نہیں، اپنی آنکھوں اور چہرے کے تاثرات سے ایسا ہی کہا۔ اس کے چہرے کو ایک نگاہ سے پڑھتے ہوئے اسفند منصور کے لبوں پر خفیف سی مسکراہٹ بکھری۔

"کچھ عقل مندوں کو کبھی اشاروں کی زبان نہیں آتی۔ جسٹ لائیک می۔ آپ مجھ سے عام زبان میں بات چیت کریں۔ پھر میری سنیں، آئی بلیو دیٹ کہنے سننے سے بہت سی پرابلمز Solve ہو جاتی ہیں۔"

"اسفند منصور! آپ کی ان باتوں کا مقصد کیا ہے؟ ریئلی آپ کا ایٹی ٹیوڈ میری سمجھ سے باہر ہے۔" کومل نے بہ وقت اپنا غصہ دبایا۔ اسفند منصور کی مسکراہٹ اور موجودگی اسے ایک آنکھ نہیں بھا رہی تھی۔

"کوشش کریں گی تو سمجھ جائیں گی۔ اینی وے، آپ بتائیں کہ آپ نے اپنے لئے آج کچھ بھی نہیں خریدا۔ کوئی ڈریس، کوئی جیولری، کچھ بھی نہیں۔ لیڈیز کو تو شاپنگ کا کریز رہتا ہے۔"

"مجھے ایسا کوئی خبط نہیں ہے۔ نہ ہی مجھے فضول چیزیں جمع کرنے کی ضرورت ہے۔ میرے پاس کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔" کومل نے مون کی اپنے سر پر موجودگی کی وجہ سے لہجہ نرم کیا۔

"کسی نہ کسی چیز کی ضرورت تو ہو گی آپ کو اور کمی تو مجھے آپ کے پاس بہت نظر آ رہی ہے اور اجازت ہو تو......"

"یس چاچو! ماما کے پاس بہت ساری چیزیں ہیں۔ جیولری ہے، شوز ہیں اور بہت سارے کلر فل ڈریس بھی ہیں۔ مگر وہ سب ماما نے پاپا کے روم کی وارڈ روبز میں بند کئے ہوئے ہیں۔ ماما انہیں یوز ہی نہیں کرتیں۔ میں ماما سے کہتا بھی ہوں کہ ماما! آپ کلر فل ڈریس پہنا کریں، مگر ماما صرف وائٹ اینڈ بلیک ڈریسز ہی پہنتی ہیں۔ ماما کہتی ہیں، جب میں بڑا ہو کر آفس جاؤں گا، تب وہ ساری ڈریسز پہنیں گی۔ چاچو! میری ماما وائٹ کلر کے ڈریس میں بہت اچھی لگتی ہیں نا۔" مون اپنی معصومیت میں اپنے دل کی باتیں کہتا جا رہا تھا۔

اسفند نے تائیدی مسکراہٹ کے ساتھ پہلے مون کو، پھر کومل کو دیکھا۔ کومل کو مون کا یہ تبصرہ کچھ زیادہ پسند نہیں آیا تھا، اس لئے اسے دبے دبے لہجے میں اسے ڈپٹا۔

"مون! تم بہت زیادہ بولنے لگ گئے ہو۔ آرام سے سیٹ پر بیٹھو۔" مگر وہ اس وقت لاڈ کے موڈ میں تھا۔

"ماما! چاچو سے باتیں کر رہا ہوں۔ زیادہ تو نہیں بول رہا۔ چاچو! یو نو، میری ماما بیسٹ ہیں۔ میری ماما جیسی کوئی بھی نہیں ہے۔"

"آئی ایگری ود یو، ڈیئر سن! آپ کی ماما جیسی واقعی کوئی اور ہو ہی نہیں سکتی۔ مجھے تو یہ بالکل کانچ کی گڑیا جیسی لگتی ہیں۔" کومل نے اسے جس درشتگی سے دیکھا تھا۔ اس پر وہ گڑبڑانے کی ایکٹنگ کرنے لگا۔

"سو......سوری۔ میں نے کچھ نہیں کہا۔ صرف مون کی بات کا جواب دیا ہے۔" کومل کو

اس کا انداز مزید تپا گیا۔ یہ شخص اس کے لئے عذاب بنتا جا رہا تھا۔

"آپ کو مجھ پر کوئی ریمارکس دینے کا کوئی حق نہیں ہے۔ آپ میرے بچے کی آڑ لے کر اپنا ذہنی فتور ظاہر مت کریں تو اچھا ہوگا اور نہ ہی معصوم بچے کی ذہانت کو کسی اور نہج پر لے جانے کی کوشش کریں۔ اس کی ذہانت کا ابھی آپ کو اندازہ نہیں ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اسی کے ہاتھوں آپ کو شرمندہ ہونا پڑ جائے۔ اس لئے آئندہ خیال رہے مسٹر اسفند منصور! آپ اپنے ارادوں کی تکمیل کے لئے کوئی اور گھر دیکھئے۔ یہاں آپ کی دال نہیں گلے گی۔ انڈر اسٹینڈ؟"

غصے کی وجہ سے کومل کی سرگیں آنکھوں میں سرخی پھیل گئی تھی۔ چہرے کا گلابی پن شہابی رنگت میں ڈھل گیا تھا۔ اسفند منصور کا رنگ بھی اس کی باتیں سن کر بدلا تھا۔ ایک تو کومل کا لب و لہجہ، اس کی باتیں تن بدن میں آگ لگا گئی تھیں۔ دوسرے اس کا بار بار اجنبیت اور بیگانگی سے مسٹر اسفند منصور کہنا اسے تلملا گیا۔ وہ بھی اسی انداز میں گویا ہوا۔

"او کے...... یُو آر رائٹ۔ ایوری فالٹ اِز اِن می۔ آئی ایگری وِد یُو۔ بٹ آپ بھی اس طرح میرا نام لے کر میری تذلیل کا کوئی حق نہیں رکھتی ہیں۔"

مون بہت الجھ کے کبھی اپنے چاچو کو دیکھ رہا تھا جو ایک دم گاڑی کی رفتار تیز کر چکا تھا اور کبھی اپنی ماما کو۔ اس نے کبھی اپنی ماما کو اس قدر غصے میں بات کرتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ اس کی بالکل سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ دونوں کس بات پر الجھ گئے ہیں۔ اس کے لئے سب ہی باتیں فی الحال مبہم سی تھیں۔ وہ بہت تیز رفتاری سے گاڑی چلاتا شمعون ہاؤس پہنچا تھا اور پھر انہیں پورچ میں اتارتے ہی اسی رفتار کے ساتھ واپس ہوا تھا۔ مون نے اسے روکنا چاہا بھی، مگر وہ رکا نہیں۔ کومل بھی ابھی غصے کی لپیٹ میں تھی۔ ایک مدت سے اس نے جو حصار اپنے گرد بنایا تھا، وہ اسفند منصور جیسے کسی بھی شخص کو اس حصار کو توڑنے کی اجازت ہرگز نہیں دے سکتی تھی۔



صوفیہ منصور کافی دنوں سے اسفند کا موڈ دیکھ رہی تھیں۔ جو کہ انہیں درست ہی نہیں لگ رہا تھا۔ آج کل وہ بے حد خاموشی سے اپنے معمولات نبھا رہا تھا۔ ناشتے اور رات کے کھانے پر موجود تو ہوتا تھا، مگر اس کی طرف سے بات چیت کا سلسلہ بالکل موقوف تھا۔

آج وہ خلافِ معمول اپنی مما کے ساتھ شام کی چائے پینے بیٹھا تھا تو انہیں اپنی بات کہنے کا یہی مناسب وقت لگا تھا۔ ثانیہ بھی وہیں لاؤنج میں آ بیٹھی تھی۔ وہ بھی بھائی سے قریب ہونے کی خواہش مند تھی، مگر شافند منصور کی طرح اس بھائی سے وہ قربت نہیں بڑھا پا رہی تھی، جس کی تمنا اس کے دل میں تھی۔

"سنی! اب تم کیا سوچ رہے ہو؟ کیا کرنا ہے اب؟ تمہارے پاپا بھی کہہ رہے تھے کہ اگر تم چاہو تو......"

"اب پاپا کیا کہہ رہے ہیں؟ ہاسپٹل جوائن تو کر لیا ہے میں نے۔ اپنا ہاسپٹل اسٹیبل کرنے میں ابھی بہت ٹائم لگے گا۔ اس بارے میں، میں ابھی کچھ نہیں کہنا چاہتا۔" چائے کا کپ واپس میز پر رکھتے ہوئے اس نے انہیں سنجیدگی سے جواب دیا۔

"وہ تو سب ٹھیک ہے، میں تمہاری شادی کے بارے میں پوچھ رہی ہوں۔"

"ک ک...... کیا، شادی؟" وہ ایک دم حیرت سے انہیں دیکھنے لگا۔ ثانیہ نے بھی خاصی دلچسپی سے توجہ دونوں کی طرف مبذول کی۔

"اس میں اتنا حیران ہونے کی کیا بات ہے سنی؟ تمہاری شادی اب ہو جانی چاہئے۔ تمہارے بعد پھر ثانیہ کے لئے کوئی اچھا لڑکا دیکھیں گے۔" انہوں نے سینڈوچز کی پلیٹ بیٹے کی طرف بڑھاتے ہوئے اپنی بات مکمل کی۔ اسفند نے اشارے سے منع کیا۔

"میرے لئے آپ فکر مند نہ ہوں، میں آپ سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ ابھی مجھے شادی نہیں کرنی۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہو سنی؟ تمہارے لئے میں فکر مند نہیں ہوں گی تو اور کون ہوگا؟ ٹھیک ہے، ابھی شادی مت کرو، مگر لڑکی تو پسند کر لو۔ عافیہ سے میں نے تمہیں ثانیہ کی شادی پر ملوایا تھا۔ مسز خلیل کی اکلوتی بیٹی ہے۔ بہت ویل آف فیملی ہے۔ مجھے تو تمہارے لئے کافی سوٹ ایبل لگی ہے۔ تم بتاؤ تو میں بات آگے بڑھاؤں۔"

"نو ماما! اس کی ضرورت نہیں ہے۔" اس نے فوراً ہی انکار کیا۔

"کیوں، اب عافیہ میں کیا خرابی ہے؟ اتنی اچھی، کھاتے پیتے گھر کی خوب صورت لڑکی ہاتھ سے نکل جائے گی۔"

"تو نکل جانے دیں، اِٹس مائی گڈ لک۔" اس کی سنجیدگی پر انہیں اعتبار نہیں آ رہا تھا، لیکن انہیں معلوم تھا کہ وہ مذاق نہیں کر رہا۔

"سنی! میں سیریسلی تم سے اس ٹاپک پر بات کر رہی ہوں۔ بہت سے لوگوں نے مجھے تمہارے لئے کہا ہے۔ کوئی ایک فائنل ہو جائے تو باقی سب کو جواب دینا آسان ہو جائے گا۔" خلافِ عادت صوفیہ بہت تحمل اور برداشت سے کام لے رہی تھیں۔

"میں بھی نان سیریس نہیں ہوں مام! آپ سب ہی کو جواب دے دیجئے۔ مجھے جب شادی کرنی ہوگی، میں آپ کو بتا دوں گا۔" اس نے اپنی چائے کا کپ میز سے اٹھا کر لبوں سے لگایا۔

"سب ہی کو جواب دے دوں؟ جانتے ہو، اس طرح کرنے سے بعد میں کتنی مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔" وہ حیرت سے گویا ہوئیں۔

"کیا مشکلات پیدا ہوں گی؟" اس نے اسی بے پروائی سے پوچھا۔

"تم ابھی اولاد والے نہیں ہو، اس لئے تمہیں اندازہ نہیں ہے سنی! مجھے انہی لوگوں میں

رہتا ہے، انہی لوگوں سے تعلقات رکھنے اور بنانے ہیں۔ بلا جواز تو کسی کو بھی رد نہیں کیا جا سکتا۔"

"مما! آپ کو ساری زندگی دوسروں کا ہی خیال رہے گا۔ میں آپ کو پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ مجھے کسی مسز خلیل کی اکلوتی صاحبزادی میں کوئی انٹرسٹ نہیں ہے۔ میں آپ کے ریلیشن خراب ہونے کے خیال سے اپنا انٹرسٹ نہیں بدل سکتا۔ پلیز، سوری ممی!" اسفند منصور نے نہایت صاف گوئی سے انکار کیا۔

صوفیہ اپنی جگہ پر پہلو بدل کر رہ گئیں۔ پھر کچھ توقف سے بولیں۔ "عافیہ میں تمہارا انٹرسٹ نہیں ہے تو ثانیہ کی نند بھی مجھے پسند ہے۔ اس طرح ثانیہ کی پوزیشن اپنی سسرال میں اور اسٹرونگ ہو جائے گی۔"

"فار گاڈ سیک مام! آپ اپنی پسند کی تو بات ہی مت کریں۔ آپ بھی اپنی کسی چوائس پر مطمئن بھی رہی ہیں؟ ابھی عافیہ خلیل میں لاکھوں خوبیاں تھیں، اب ثانیہ کی نند، اس کے بعد........" وہ ایک دم اٹھ کھڑا ہوا اور پھر کچھ بے زاری سے اس نے اپنی ماں کی خامی ان پر جتائی جو کہ انہیں نہایت ہی بری لگی۔

"سنی! تم جانتے ہو کہ تم کس سے بات کر رہے ہو، تمہیں اپنے لہجے اور باتوں کا احساس ہے۔"

"مما! میں نے کچھ غلط نہیں کہا۔ بھائی کے لئے بھی تو آپ اپنی پسند سے بہو لائی تھیں۔ اب وہی آپ کے لئے ناقابل برداشت ہے۔ پلیز آپ میرے لئے ٹینشن مت لیں۔ میں جب بھی، جہاں بھی شادی کروں گا، اپنی پسند اور مرضی سے کروں گا۔ آپ اس حوالے سے اپنے ذہن اور دل کو سمجھا لیں تو بہتر ہوگا۔"

اس کا یہ دوٹوک انداز صوفیہ منصور کو بھونچکا کر گیا۔ اسفند میں انہیں جو بہتری نظر آ رہی تھی، آج وہ انہیں فریب لگی۔ وہ آج بھی پہلے جیسا ہی تھا ان کا ضبط جواب دے گیا۔

"تم........ تمہیں یہ باتیں کون سکھاتا پڑھاتا ہے۔ میں اچھی طرح جانتی ہوں۔ انہوں نے ساری زندگی میرے لئے تمہارے دل میں بدگمانیاں ہی بھری ہیں۔ انہوں نے تمہیں اتنا کچھ بتایا، یہ نہیں بتایا کہ میری لائی ہوئی بہو میرے لئے کیوں ناقابلِ برداشت ہے۔ ارے وہ مجھ سے میرا بیٹا چھین کر لے گئی تھی۔ میرے پوتے، میرے خون کو اس نے ہم سے دور کر دیا ہے اور اب........ اب سب ہی کچھ سمیٹ کر نہ جانے کے بھر رہی ہے۔ مجھے پہلے ہی پتہ تھا، پرورش کے نام پر میری ہی اولاد کو میرے سامنے کھڑا کرنے کی سازشیں کی جا رہی ہیں۔" صوفیہ منصور بولنے پر آئیں تو بولتی چلی گئیں۔

"پلیز مما!........ اماں جان کے بارے میں مزید کچھ مت کہیں۔ آپ کو اتنا ہی علم تھا تو پھر میری پرورش خود کیوں نہیں کی؟" وہ سنجیدگی سے بولتے بولتے ایک دم چپ ہوا اور پھر وہاں

سے اپنے کمرے کا رخ کیا۔ ضبط کرنا اس کی مجبوری تھی۔ جب کہ صوفیہ منصور نے رونا دھونا شروع کر دیا تھا۔ ثانیہ اس صورتِ حال پر پریشان سی بیٹھی رہ گئی۔ اپنی مما کے گلے شکوے سنتے ہوئے انہیں اپنے تئیں سمجھانے کی کوشش کی۔

"مما! بھائی تو شاید اپنے رُوم میں چلے گئے ہیں، اب ان باتوں کا فائدہ؟ آپ کو معلوم تو ہے ان کی عادت کا۔ اور مجھے تو ان کا موڈ بھی آج کل ٹھیک نہیں لگ رہا۔ آپ نے فضول میں یہ ٹاپک چھیڑا تھا۔ نادیہ اور عافیہ جیسی نخریلی لڑکیوں کے ساتھ ان کا گزارہ کیسے ہو سکتا ہے؟ بھائی اتنے Rude اور ٹف ہیں، وہ ایسی کسی لڑکی سے کیسے نباہ کریں گے؟ ویسے بھی وہ اپنی مرضی سے کرنا چاہتے ہیں تو آپ انہیں کیوں اُکسا رہی ہیں کہ..."

"بس........ اب تم میری نانی اماں مت بنو۔ جانتی ہوں کہ مجھے کیا کرنا ہے اور کیا نہیں۔ تم جاؤ اور اپنا کام کرو، میرے سر پر سوار مت ہو۔" صوفیہ کا بس اسی پر چلتا تھا۔ اسے جس بری طرح ڈانٹا تھا، وہ تو سہم کر کھڑی ہو گئی۔

"مما!........ میں تو........"

"کہہ رہی ہوں نا، دفع ہو جاؤ یہاں سے، بھائیوں کی چچی۔" صوفیہ منصور نے غصے کی زیادتی کی وجہ سے ہاتھ میں پکڑی سوسر اس کی طرف پھینکی جو اسے لگ کر زمین بوس ہو گئی۔ ثانیہ کے لئے ان کا یہ روپ بالکل نیا تھا۔ وہ آنکھوں میں حیرت اور آنسو لئے فوراً اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔



"مون! تمہارے سب فرینڈز کو کارڈز مل گئے ہیں نا۔" کومل نے آفس سے آتے ہی کارٹون دیکھتے مون سے پوچھا۔

"نہیں ماما! ایک فرینڈ ابھی باقی ہے۔"

"آئی تھنک جانو! آپ کے سب ہی فرینڈز کو ہم لوگ کارڈز دے آئے تھے۔" کومل نے اس کے برابر بیٹھتے ہوئے اس کے ہاتھ سے ریموٹ کنٹرول پکڑا اور نیوز چینل لگایا۔

"پھر بھی، ایک فرینڈ ابھی رہتے ہیں۔"

"اچھا! کوئی نیا دوست بنالیا ہے۔ کون ہے جس سے میں نہیں ملی، سویٹو!" کومل نے لاڈ سے اس کا سر گود میں رکھا۔

"آپ ملی ہیں ماما! آپ دادو کی طرف چلیں، وہاں مجھے اپنے فرینڈ کو کارڈ دینا ہے۔"

"ٹھیک ہے، دے دینا۔ پھر بھی معلوم تو ہو کون ہے۔ اچھا، کارڈ لاؤ، میں نام لکھ دوں۔ کہیں تمہارا یہ نیا دوست رہ نہ جائے۔"

"کارڈ پر نام میں نے خود لکھ لیا ہے ماما! بس آپ میرے فرینڈز کو خود کارڈ دے کر انوائٹ کریں گی تو وہ آئیں گے۔" کومل کو ذرا حیرت ہوئی۔

"او کے میری جان! میں خود انوائٹ کروں گی آپ کے فرینڈ کو۔ مگر مجھے معلوم بھی تو ہو کہ آپ کا اسکول فیلو ہے یا چلڈرن کامپلکس میں آپ کے ساتھ ہوتا ہے، کہاں رہتا ہے؟" کومل کچھ اُلجھن سے پوچھ رہی تھی۔ وہ فوراً اس کی گود سے اٹھ کر کھڑا ہوا۔

"آپ ابھی چل رہی ہیں نا؟ میں آپ کو لے چلتا ہوں وہاں۔"

"ابھی......" کومل نے کچھ سوچتے ہوئے دیوار گیر گھڑیال کو دیکھا۔

"چلو چلتے ہیں۔ تم پورچ میں چلو، میں زیتون کو بتا کر آتی ہوں لیکن میری بات سنو، دادو کی طرف تھوڑی دیر کے لئے جانا ہے۔ وہاں جا کر کوئی فرمائش مت کرنا، انڈر اسٹینڈ؟" اسے اپنے بیگ سے کی رنگ تھماتے ہوئے پیار سے دھمکایا تو وہ کھلکھلا کر ہنس دیا۔ راستے میں وہ معصومیت سے پوچھ رہا تھا۔

"ماما! آپ جان گئی ہیں نا کہ میرا نیا فرینڈ کون ہے؟"

"نہیں۔ تم نے مجھے بتایا ہی کب ہے؟ ریئلی آئی ڈونٹ نو۔"

"چاچو...... چاچو جان، میرے نیو فرینڈ ہیں۔ انہوں نے مجھے کہا تھا کہ تمہاری ماما مجھے کارڈ دیں گی، اگر خود انوائٹ کریں گی تو میں آؤں گا۔" مون کا انکشاف اسے حیران کر گیا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ مون اپنے جس دوست کے لئے اس قدر اصرار سے اسے ساتھ لے جا رہا ہے، وہ اسفند منصور ہوگا۔ اب وہ آ چکی تھی، واپس بھی نہیں جا سکتی تھی۔ مون کی خاطر اسے یہ کڑوا گھونٹ پینا ہی تھا۔ وہ نہیں چاہتی تھی، اس اہم موقع پر اسفند کی غیر موجودگی مون کے علاوہ باقی سب کو بھی کوئی نئی سوچ دے۔

منصور ہاؤس کے پورچ میں گاڑی رکتے ہی مون، چاچو کو پہلے ہی اطلاع دینے کے لئے اندر بھاگا۔

کومل طویل راہ داری عبور کر کے ٹی وی لاؤنج میں آئی تو ثانیہ حسب معمول ٹی وی کے سامنے بیٹھی میوزک پروگرام دیکھ رہی تھی۔ اس کی آہٹ پاتے ہی اپنی جگہ چھوڑ کر گرم جوشی سے اس کی جانب بڑھی۔

"او گڈ ایوننگ بھابھو! ریئلی میں ابھی آپ کے بارے میں ہی سوچ رہی تھی۔"

"نو بٹرنگ...... مجھے دیکھ کر میں یاد آتی ہوں۔ ورنہ تمہیں ایک فون کرنے کی توفیق نصیب نہیں ہوتی۔ کہا تھا نا کہ آج رہنے آ جاؤ، اکلوتے بھتیجے کی برتھ ڈے، غیروں کی طرح سیلیبریٹ کرو گی؟" کومل نے خود سے لپٹی ثانیہ کو ایک دھپ لگاتے ہوئے مصنوعی خفگی سے کہا۔

"بھابی جانی! میں آنا تو چاہتی تھی، مگر کیا کروں؟ یہاں حالات کچھ سازگار نہیں ہیں۔"

"کیوں، کیا ہوا؟" کومل کو اس کی سنجیدگی پر حیرت ہوئی۔

"مما کا موڈ تو آپ جانتی ہیں، کسی بھی بات پر خراب ہو جاتا ہے، تو اس موڈ میں ان سے کہیں جانے کی اجازت لینا، خصوصاً آپ کے گھر، بہت مشکل کام ہے۔ آپ کھڑی کیوں ہیں؟ بیٹھیں تو۔ مون کہاں ہے؟" ثانیہ نے اسے ہاتھ پکڑ کر بٹھایا۔

"مجھ سے پہلے ہی اندر آیا تھا۔ شاید اپنے چاچو کے پاس گیا ہوگا۔ وہ گھر پر ہی ہیں نا؟ اور مما کہاں ہیں؟"

"مما بتا کر نہیں گئیں، معلوم نہیں کہاں گئی ہیں۔ بھائی البتہ گھر پر ہی ہیں۔ بلکہ اپنے کمرے میں بند ہیں۔ آج مما اور بھائی میں اچھی خاصی بحث ہو گئی ہے۔ آج دونوں کا ہی موڈ ٹھیک نہیں ہے۔"

"کس بات پر بحث ہوئی؟" کومل کو اچانک ایک خدشہ لاحق ہوا۔ اسفند منصور جیسے بے باک اور ضدی انسان سے کچھ بھی بعید نہ تھا۔ ثانیہ اسے ساری روئیداد سنانے لگی۔ کچھ ہی دیر بعد وہ مون کے ساتھ لاؤنج میں آ گیا۔

"السلام علیکم!" اس کے سامنے آتے ہی اسفند منصور نے ہی سلام میں پہل کی اور پھر

مون کے ساتھ کارپٹ پر بیٹھ گیا۔

''وعلیکم السلام۔'' کومل نے اپنی شبنمی آواز کو خاصا دھیما رکھا۔ وہ اسے ایک نظر دیکھ کر مون کو دیکھنے لگا، جو ثانیہ سے کارٹون چینل لگانے کی فرمائش کر رہا تھا۔

''سنا ہے، آپ مجھے اپنے بیٹے کی برتھ ڈے پر اسپیشلی انوائٹ کرنے آئی ہیں۔'' لہجے اور چہرے پر ایک خوش گواری سی تھی۔ ثانیہ، بھائی کے بدلتے موڈ پر حیرت زدہ بھی تھی اور خوش بھی۔ ورنہ اسے اندیشہ تھا کہ اسفند منصور، کومل کے ساتھ رُکھائی سے پیش آئے گا۔

''مون کی خوشی میرا مقصدِ حیات ہے۔ یہ مون کی خوشی تھی اور میرے اختیار میں بھی تھی، اس لئے ففٹیتھ کو آجائیے گا۔'' کومل نے اسے جتاتے ہوئے رسمی لہجے میں کہا۔

''ماما! چاچو کا کارڈ تو دیں نا۔ میں نے آپ کے بیگ میں رکھ دیا تھا۔''

کومل نے اپنا بیگ کھول کر کارڈ نکالا اور پھر اس کی طرف بڑھایا۔ کارڈ تھام کر، کھول کر پڑھتے ہوئے وہ ثانیہ سے مخاطب ہوا۔

''سسٹر! آج تو یہ میری گیسٹ ہیں۔ جاؤ، کچھ خاطر مدارت کا انتظام کرو۔'' ثانیہ، بھائی کے بدلتے رویّے پر اندر ہی اندر حیران ہوتے ہوئے اٹھنے لگی تو کومل نے اسے روک دیا۔

''ثانی! میں مہمان نہیں ہوں۔ کسی تکلف میں مت پڑو، میں بس اب گھر جاؤں گی۔''

''ملی بھابی! ڈنر تک تو رکیں، ابھی تو آئی ہیں آپ۔ پاپا بھی آنے والے ہوں گے۔ آپ ان سے ملے بغیر جائیں گی تو وہ ضرور ناراض ہوں گے۔''

''پاپا سے آج میں آفس میں ملی ہوں۔ آج ان کا کوئی بزنس ڈنر بھی ہے، اس لئے وہ لیٹ آئیں گے، تم ان کی فکر نہیں کرو۔''

''پاپا نہیں ہیں، ہم تو ہیں یہاں۔ آئی مین آپ ہمارے ساتھ ڈنر میں شریک ہو سکتی ہیں۔'' اسفند نے کہا۔

''آئی ایم سوری....... مون سے آج میرا فاسٹ فوڈ کھلانے کا وعدہ ہے۔ یہاں تو میں آتی رہتی ہوں، پھر سہی۔'' کومل نے لمحوں میں ہی اپنا پروگرام مرتب کر کے عذر پیش کیا۔ سنی آج اُلجھنے کے موڈ میں نہیں تھا۔ وہ اس سے بات کر رہی تھی، یہی اس کے لئے بہت تھا۔

''پھر بھی، ایسے تو نہیں جاسکتیں۔ کم از کم کوئی ڈرنک ہی لے لیں۔ ثانی! تم کاہلی چھوڑو اور جاؤ بھی۔'' کومل کو اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ اس سے کچھ کہنا چاہتا ہے۔ ثانیہ کے وہاں سے جاتے ہی وہ بھی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

''ارے، کہاں جارہی ہیں آپ؟ ثانی ڈرنک لے کر آتی ہوگی۔''

''میں ان فارمیلٹیز کی عادی نہیں ہوں۔ مجھے جو چاہئے، میں خود بھی لے سکتی ہوں۔ آفٹر آل، یہ میرا بھی گھر ہے۔''

''تھینکس فار دی انفارمیشن۔ پلیز اب بیٹھ بھی جائیے۔ بیٹے کی خوشی کے لئے آئی ہیں تو

دل سے خوشی پوری کریں۔ آپ کی بے زاری بتا رہی ہے، آپ دل سے نہیں چاہتیں کہ میں آپ کے گھر آؤں۔ اگر ایسی بات ہے تو رئیلی میں نہیں آؤں گا۔'' اسفند نے پہلے جملے کچھ شوخی سے ادا کئے تھے، پھر اس کے تاثرات بھانپتے ہوئے کافی سنجیدگی سے اس کا رویّہ اس پر جتایا۔

''مون اور شافند کے حوالے سے آنے پر آپ پر کوئی کنڈیشن نہیں ہے۔ ان کے حوالے سے آئیں گے تو مجھ سے عزت ہی پائیں گے۔''

''ڈونٹ وری، مون کی خوشی کے لئے مجھے بھی آپ کی ساری کنڈیشنز ایکسپٹ ہیں اور.......'' اسفند کی بات پوری نہیں ہوئی تھی۔ ثانیہ، کومل کے لئے فریش ایپل جوس اور مون کے لئے آئس کریم لے آئی تھی۔ ثانیہ کو دیکھ کر کومل کو پھر مجبوراً بیٹھنا پڑا۔

''ثانی! کل یونیورسٹی کے بعد تو ضرور آجانا۔ مما گھر پر ہوتیں تو میں تمہیں ساتھ ہی لے کر جاتی۔'' کومل نے جوس کے ایک دو گھونٹ بھرتے ہوئے اس سے کہا۔

''بالکل آجاؤں گی۔ بس آپ اپنے ہاتھ سے فروٹ ٹرائفل بنا کر فریج میں رکھ جانا اور ڈنر میں زبردست سی ڈش ہونی چاہئے۔''

''کبھی خود بھی کچھ بنا لیا کرو۔ تمہاری فرمائشیں پوری ہو جائیں گی، بشرطیکہ تم ٹائم پر آجاؤ۔ کل میں بھی فیکٹری سے جلدی آجاؤں گی۔''

''رئیلی، پھر تو مزا آجائے گا۔'' ثانیہ کی اس سے بے تکلفی کو اسفند نے رشک سے دیکھا۔

''یہ دعوت صرف ثانی کے لئے ہے یا میں بھی آسکتا ہوں آپ کے ہاتھ کا ذائقہ چکھنے؟'' اس نے آنکھوں میں شرارت لئے مداخلت کی۔

''سنی بھائی! آپ تو ایسے پرمیشن مانگ رہے ہیں، جیسے ملی بھابی نے آپ کو اپنے گھر آنے سے منع کیا ہو۔'' ثانیہ نے تو بھائی سے شرارت کی تھی، مگر کومل کا رنگ ایک دم متغیر ہوا۔

''کر بھی سکتی ہیں۔ ان کا گھر ہے۔ جسے چاہیں آنے دیں اور جسے چاہیں نہ آنے دیں۔'' اس کی سنجیدگی میں بھی شرارت تھی۔ کومل کی کیفیت اسے محظوظ کر گئی تھی۔

''آپ ملی بھابی کو ابھی جانتے نہیں ہیں سنی بھائی! ملتے رہیں گے تو آپ اپنی رائے بدل دیں گے۔'' ثانیہ نے اپنے طور پر اس کا دفاع کیا۔ وہ فوراً ہی کھڑی ہو گئی۔

''کوشش تو کر رہا ہوں۔'' وہ بھی اپنی جگہ سے کھڑا ہوا۔ آنکھوں میں جو جذبہ بول رہا تھا، کومل اسے سمجھنا، سننا نہیں چاہتی تھی۔

''مون! چلو گھر چلیں۔ صبح تمہیں اسکول بھی جانا ہے۔''

''چلیں ماما!'' مون بھی سعادت مندی سے اس کے قریب آگیا۔ وہ مزید کچھ کہے بنا خدا حافظ کہتی ادھر سے نکلی۔ اس شخص کے سامنے مزید کھڑے رہنا اپنا ضبط آزمانے کے مترادف تھا۔

"تم ماں بیٹا اب آ رہے ہو؟" استقبالیہ پر کھڑے منصور احمد نے اسفند اور صوفیہ منصور کے تقریباً سب سے آخر میں آنے پر سنجیدگی سے استفسار کیا۔

"سوری پاپا! میری تو مجبوری تھی۔ ہاسپٹل میں ایک ایمرجنسی آ گئی تھی۔ مما کیوں لیٹ ہیں، یہ آپ ان سے پوچھیے۔"

"میری بھی مجبوری تھی۔ آج دوپہر کے بعد سے کتنے ہی مہمان آ گئے تھے۔ اب وہ لوگ جاتے تو میں آتی۔ آپ کی بھی تو آج کوئی میٹنگ تھی۔ اتنی جلدی فارغ ہو گئے تھے آپ تو مجھے گھر سے پک ہی کر لیتے۔" صوفیہ منصور نے بے وجہ مسکراتے ہوئے شوہر کی سنجیدگی زائل کرنے کی کوشش کی۔

"اپنے بچوں کی خوشی کے لئے اپنے معمولات چینج کرنا اتنا مشکل نہیں ہوتا۔ آپ اپنے مہمانوں کو بتا سکتی تھیں کہ آپ کا وقت پر یہاں موجود ہونا کس قدر ضروری ہے۔"

"اتنی مدت کے بعد تو ناہید فیاض (سہیلی) پاکستان سے آئی ہے اور آتے ہی مجھ سے ملنے چلی آئی۔ اب میں اس سے کہتی کہ اُٹھو اور نکلو میرے گھر سے، مجھے اپنے پوتے کی سالگرہ کا جشن منانا ہے جا کر۔"

صوفیہ منصور نے بظاہر تو مزاح کے روپ میں بات کی تھی، مگر منصور احمد ان کی رمز سے خوب واقف تھے، اسی سنجیدگی سے بولے۔

"خیر، جشن تو آپ کیا منائیں گی، آپ سے تو دو تالیاں نہیں بجیں گی۔ آپ کا بلڈ پریشر بڑھنے لگے گا۔ اب چلئے یا یہیں سے واپس جانے کا ارادہ ہے؟ اپنی بہو اور پوتے کو جا کر اپنی شکل دکھائیے۔ پچھلے ایک گھنٹے میں کئی بار وہ آپ کے بارے میں پوچھ چکی ہے۔ گھر کے فون کا ریسیور بھی کسی نے ٹھیک طرح نہیں رکھا ہوا۔ کومل کے علاوہ میں بھی کئی بار ٹرائی کر چکا ہوں۔ کم از کم ان باتوں کا دھیان تو رکھا کیجئے۔" منصور احمد ان کے دیر سے آنے پر بہت تپے ہوئے تھے، اسی لئے انہیں کافی زیادہ سنا رہے تھے۔ سب ہی مہمان جمع تھے، صرف ان ہی کا انتظار تھا جو کافی لوگوں کے لئے صبر آزما تھا۔

"منصور! آپ بھی کبھی کبھی بے موقع باتیں کر جاتے ہیں۔"

"کیا بے موقع بات کی ہے میں نے؟........ دادی ہو کر آپ پوتے کی خوشی میں غیروں کی طرح شامل ہونے آئی ہیں۔ اصولی طور پر سب سے پہلے آپ کو یہاں موجود ہونا چاہئے تھا۔" وہ دل ہی دل میں شوہر کے موڈ سے گھبرا رہی تھیں۔ وہ کسی طرح اس بات سے ہٹنے کو تیار ہی نہیں تھے۔

"ہونا تو چاہئے تھا۔ مگر کیا کروں؟ بتایا تو ہے، میری مجبوری تھی۔"

"اپنی بہو سے جا کر اپنی مجبوری کہئے۔ کیونکہ وہی انتظار کروانے کے لئے سب مہمانوں کو جواب دہ ہو رہی ہے۔" اسفند وہیں کھڑا تھا۔

"آپ کی وہ کچھ نہیں لگتی، جو آپ اسے اپنی بہو اور تمہاری بہو کہہ رہے ہیں؟" شوہر کا موڈ بدلنے کے لئے وہ پھر سے مسکرانے کی کوشش کر رہی تھیں۔

"میری تو وہ بیٹی ہے، بلکہ بیٹا ہی سمجھ لو۔ شافند کی کمی کا احساس اس نے مجھے کبھی نہیں ہونے دیا۔ شافند کے بعد تم اسے بہو سمجھنے لگی ہو۔ میں نے بہت دفعہ یہ نوٹ کیا ہے، تمہارا رویہ اس کے ساتھ ساسوں والا ہوتا جا رہا ہے۔"

فی الحال منصور احمد کی باتوں کا ان کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ کومل کی آمد پر انہوں نے شکر کا سانس لیا تھا بلکہ وہ خود ہی کچھ گرم جوشی سے اس کی طرف بڑھی تھیں۔ اسے خود سے لپٹا کر اپنے دیر سے آنے کی وجہ بتا رہی تھیں۔ مون کو بھی انہوں نے آج اٹھا کر گلے لگایا تھا اور خوب پیار کیا تھا۔ اسفند تو خاصی حیران نظروں سے ماں کی اس پیش قدمی کو دیکھ رہا تھا۔ مون، دادو سے مل کر چاچو سے لپٹا راز و نیاز کر رہا تھا۔ کومل نے اس سے رسمی علیک سلیک کی تھی اور پھر معذرت کرتی، صوفیہ منصور کے ساتھ لان کی طرف بڑھ گئی، جہاں تمام مہمان اپنی نشستوں پر براجمان تھے۔

اسفند سارا وقت اس سے کچھ کہنے کا موقع ڈھونڈتا رہا تھا، مگر وہ اس قدر مصروف تھی کہ اسے ایسا کوئی موقع میسر نہیں آ سکا تھا۔ وہ دور ہی دور سے اسے دیکھتا اور متاثر ہوتا رہا تھا۔ اس کا انتظام وانصرام سب ہی کچھ قابل ستائش تھا۔ مہمانوں کی آمد سے ان کی واپسی تک کومل کے چہرے پر ایک شکن بھی نمودار نہیں ہوئی تھی، حتیٰ کہ صوفیہ منصور کی کئی جگہ پر تنقید کو بھی اس نے ہنس کر سہہ لیا تھا اور پھر بھی وہ ان سے یہاں ٹھہرنے کے لئے اصرار کر رہی تھی۔ مگر وہ سب ہی لوگوں کے جاتے ہی خود بھی جانے کو تیار تھیں۔ سنی کافی دیر سے اماں جان کے کمرے میں تھا۔ وہ اسی کے انتظار میں بیٹھی تھیں۔ مزید انتظار بڑھا تو تھک کر کومل سے ہی اسے بلانے کے لئے کہا۔

"کومل! ذرا سنی کو تو دیکھو، کہاں ہے۔ اس کا گھر جانے کا موڈ ہے کہ نہیں؟ منصور نے اپنی گاڑی اور ڈرائیور کو پہلے ہی بھجوا دیا ہے، اب ہمیں اسی کے ساتھ جانا ہے۔"

"جی میں دیکھتی ہوں۔" وہ فوراً ہی پلٹ گئی۔

"ثانیہ! اُٹھو، تم بھی اپنا سامان سمیٹو۔" کومل کے وہاں سے جاتے ہی انہوں نے فاصلے پر بیٹھے مون کے ساتھ اس کے گفٹ کھول کر دیکھتی ثانیہ کو مخاطب کیا۔

"مما! آج تو مجھے رہنے دیں۔ دو تین دن میں آ جاؤں گی۔"

"لیں دادو! ثانی پھپھو کے ساتھ ابھی کل مجھے میجک شو بھی دیکھنے جانا ہے۔" مون نے بھی اپنے طور پر اسے روکنے کی سفارش کی۔

"تم لوگوں کا سیر سپاٹوں سے کبھی جی بھرے گا کہ نہیں؟" صوفیہ منصور نے ذرا بگڑے تیوروں سے کہا۔

"مما! ہم صرف سیر سپاٹے تو نہیں کرتے۔ اپنی اسٹڈی بھی کرتے ہیں۔ ویسے بھی گھر میں اتنی بوریت ہوتی ہے۔ یونیورسٹی سے آکر بس گھر میں بند ہو جاؤ۔"

"ثانی! تمہاری عادتیں بہت بگڑ گئی ہیں۔ گھر میں رہنے کی عادت ڈالو، ورنہ بعد میں مشکل ہوگی۔"

"بعد میں کب؟" ثانی نے کافی بے وقوفی سے استفسار کیا تو وہ اسے گھور کر رہ گئیں۔

"صوفیہ! تم کیا بچوں سے بحث کر رہی ہو؟ میری بیٹی یہاں رہنا چاہتی ہے تو اس میں کیا برائی ہے؟ یہ اس کے بھائی کا گھر ہے، کسی غیر کا نہیں۔ کومل کے پاس رہنے سے یہ کچھ نہ کچھ سیکھے گی ہی۔" منصور احمد نے پائپ پینا موقوف کرتے ہوئے بیوی کو ٹوکا جو انہیں ناگوار تو گزرا مگر فی الوقت وہ اپنی ناگواری چھپا گئیں۔

"آپ کو بھی اپنی اولاد کی خوشی عزیز رہتی ہے۔ میری تنہائی کا کسی کو خیال ہی نہیں۔" وہ کچھ ناز سے شکوہ کناں ہوئیں۔

"اپنی تنہائی دور کرنے کا علاج آپ خود کریں۔"

"کیا علاج کروں؟ دو چار جانور چڑیا گھر سے لاکر پالوں؟" اس پر وہ چڑ ہی گئیں۔

"ارے اتنی مایوس ہیں آپ اپنے بچوں سے؟ اچھی بھلی آپ کی سوشل لائف ہے، پھر بھی آپ بے زار ہیں تو ایک عدد آپ کا لاڈلا سپوت موجود ہے، جو ماشاءاللہ شادی کے قابل بھی ہے۔ اس کی شادی کیجئے، نئی بہو سے اپنا دل بہلائیے۔ اس سے بہتر مشورہ تو میں آپ کو نہیں دے سکتا۔" منصور احمد نے انہیں شریر نظروں سے دیکھ کر مشورہ دیا۔ جواباً وہ خاموش ہو کر رہ گئیں۔ اب انہیں کیا جواب دیتیں کہ لاڈلا سپوت اپنی مرضی سے شادی کرنا چاہتا ہے اور ابھی شادی کا ارادہ بھی نہیں رکھتا۔ اگر وہ اسفند کے ارادوں سے شوہر کو آگاہ کر بھی دیتیں تو انہیں کیا فرق پڑتا؟ وہ آرام سے کہہ کر دامن بچا لیتے کہ زندگی اسے گزارنی ہے۔ جو وہ بہتر سمجھتا ہے، کرنے دو۔ وہ اسفند کو کسی بھی لمحے وہاں آجانے کے احتمال کی وجہ سے بات کو طول نہ دے سکیں۔

کومل، اماں جان کے کمرے میں داخل ہوئی تو ان کے کمرے میں مدھم روشنی تھی اور خاموشی۔ لگتا ہے، اماں جان سو چکی ہیں اور موصوف نہ جانے کدھر ہیں۔ وہ خود کلامی کرتے ہوئے پلٹنے ہی لگی تھی کہ اس کی نظر اماں جان کے پیروں میں لیٹے اسفند پر پڑ گئی۔ اس کی ٹانگیں بیڈ سے نیچے زمین تک لٹک رہی تھیں اور وہ خود ہاتھوں کا تکیہ سر کے نیچے رکھے بالکل سیدھا لیٹا ہوا تھا۔ اسے یقین تو نہیں تھا کہ وہ سو رہا ہوگا۔ چند قدم آگے بڑھنے پر اسے احساس ہو گیا تھا کہ وہ بھی سو ہی رہا تھا۔ اس کا کوٹ بھی بیڈ کے ایک کونے سے لٹک رہا تھا۔ وہ جس مقصد سے آئی تھی، اسے پورا کرنا بھی ضروری تھا۔ ناچار وہ اس کے سر پر کھڑے ہو کر بہت آہستگی سے اسے آواز دینے لگی۔

"اسفند!...... اسفند منصور!...... اُٹھیے۔" اس کی آواز بھی مدھم تھی اور سنی کی نیند بھی گہری۔ تب ہی وہ ٹس سے مس نہیں ہوا تھا۔ کومل کو کوفت کے ساتھ ساتھ خود پر غصہ بھی آیا کہ وہ آخر اس شخص کو بلانے ہی کیوں آگئی۔ مون یا ثانیہ کے ذریعے بھی وہ اپنا کام کروا سکتی تھی۔ اپنی لاچاری میں بھی اسے چھونا گوارا نہیں تھا۔ وہ اس شخص کو اپنے حوالے سے کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ کچھ سوچتے ہوئے کومل نے اماں جان کے سرہانے پڑے جگ سے بہت کم مقدار میں پانی اپنی ہتھیلی پر لیا اور پھر اس کے چہرے پر چند چھینٹے اُڑائے۔ حسب توقع وہ اگلے ہی پل ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ ذہن چند لمحے تک تو کام ہی نہ کر سکا۔ خالی ذہن کے ساتھ گردن موڑ کر اس نے جس ہستی کو دیکھا تو حیران ہی رہ گیا۔

"آپ یہاں...... بٹ وائے؟" ذہن کے جاگنے پر بھی اسے کومل کی موجودگی کا یقین نہیں آ رہا تھا اور نہ ہی اپنے چہرے پر پڑنے والے پانی کے قطروں کا۔ اس کا استفسار بے ساختہ اور تیز آواز میں تھا۔ کومل دوپٹے سے ہاتھ صاف کرتی اس کے سامنے آگئی تھی۔ اس کے تیز بولنے پر اسے کوفت کے ساتھ گھبراہٹ بھی ہوئی کہ اگر اماں جان کی آنکھ کھل گئی تو وہ نہ جانے اس کی موجودگی کو کیا سمجھیں گی۔

"پلیز آہستہ بولیں اور اٹھ کر باہر چلیں۔" وہ سرگوشی میں اسے آنے کا اشارہ کرتی دروازے کی طرف بڑھی۔

"اینی پرابلم؟" اسفند کو اس کا گھبرانا سمجھ میں نہیں آیا۔

"یس۔" وہ اسی انداز میں کہتی کمرے سے نکل گئی۔ وہ بھی اپنا کوٹ لے کر اس کے پیچھے ہولیا اور پھر کاریڈور میں آکر کھڑے ہو کر اسے پکارا۔

"جی فرمائیے، کیا بات ہے؟"

کومل آگے جاتے جاتے رک گئی۔

"مجھے کیا فرمانا ہے؟ مما آپ کو بلا رہی ہیں۔"

"مما...... اوہ، اچھا۔" وہ حیرت ظاہر کر کے کچھ سوچنے لگا۔ پھر چند قدم بڑھا کر اس کے قریب جا کر رکتے ہوئے بولا۔ "میں سمجھ رہا تھا کہ آپ اپنی کسی پرسنل پرابلم کی وجہ سے مجھے اٹھانے آئی ہیں۔" وہ اپنی نیند سے بوجھل مخمور آنکھوں کو اس کے چہرے پر اُلجھائے ہوئے اس کے تاثرات جاننے کی کوشش کر رہا تھا۔

"میں آپ سے اپنی کوئی پرسنل پرابلم کیوں ڈسکس کرنے لگی اور وہ بھی نیند سے اٹھا کر۔ مما نے کہا تھا، اس لئے میں نے آپ کو جگایا ہے۔" کومل کو اس کا اس طرح دیکھنا کھٹک رہا تھا۔ اس کے رویئے سے وہ اپنے چہرے پر کرب آمیز تاثر بھی محسوس کر رہی تھی۔ اپنے تاثرات بدلتے ہوئے وہ کچھ درشتی سے اسے جواب دے رہی تھی۔

"آپ جس طرح نیند سے جگایا کرتی ہیں، اس طرح تو مُردے بھی اٹھ جایا کریں۔ مجھے

بھی جاگ ہی جانا تھا۔" وہ زیر لب مسکراہٹ کے ساتھ بڑبڑایا، پھر خود پر سنجیدگی طاری کرتے ہوئے بولا۔

"ویل، آپ مجھے اس قابل نہ سمجھئے مگر میں آپ کو اس قابل سمجھتا ہوں کہ اپنی پرسنل پرابلم آپ سے ڈسکس کر سکوں، بلکہ آپ کو ان میں دخل دینے کا بھی پورا حق ہے۔"

کومل نے اپنی سابقہ درشتی سے اسے دیکھا اور کہنے کے لئے لب کھولنا ہی چاہتی تھی کہ وہ ٹوک کر بولا۔

"پلیز، فرسٹ لسن می۔ رئیلی میں آپ کے جاہ و جلال سے بہت امپریس ہوں اور آپ کے غصے سے ڈرنے بھی لگا ہوں، اس لئے میری کسی بات کا غلط مطلب لئے بغیر پہلے میری بات سن لیں تو اچھا ہو گا۔" اس کے چہرے پر بکھری شرارت میں کوئی معنی خیزی نہیں تھی، اس لئے کومل نے تحمل سے اس کی جانب دیکھا۔

"جی کہئے، کیا کہنا چاہتے ہیں آپ؟"

"تھینک یو، آپ کو یہ بات تو معلوم ہی ہو گی کہ میری اماں جان سے کس قدر اٹیچمنٹ ہے۔ میری پرورش انہوں نے ہی کی ہے۔ بچپن سے لے کر باہر جانے تک میں ان کی گود میں رکھ کر ضرور سویا ہوں، خواہ کچھ دیر کے لئے ہی سہی۔ ابھی آپ نے دیکھ بھی لیا ہے کہ....... رئیلی، جس طرح مون آپ کے بغیر نہیں رہ سکتا، اس طرح میں بھی اماں جان کے بغیر رہنے میں بہت دشواری محسوس کرتا ہوں۔ پلیز اب تو انہیں گھر جانے دیں۔" کومل جو اس سے کسی اور بات کی توقع کر رہی تھی، اس کی یہ بات سنتے ہی اس کے چہرے پر پھیلا تناؤ ڈھیلا پڑ گیا۔

"وہ تو اس وقت سو رہی ہیں۔ اور پھر وہ اپنی خوشی سے یہاں رہ رہی ہیں۔ میں نے کوئی زبردستی نہیں کی ہے۔"

"میں جانتا ہوں....... کبھی کبھی وہ خود پر جبر کر کے اپنی خوشی ظاہر کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ آپ کو یہ بات انہوں نے کبھی نہیں بتائی ہو گی کہ وہ بھی مجھ سے دور نہیں رہ سکتیں۔" کومل اس کے نئے معصومیت بھرے روپ کو دیکھ کر کچھ کچھ حیران بھی تھی۔

"پھر میں انہیں کل لینے آ جاؤں؟"

"آپ کی مرضی ہے، میں کیا کہہ سکتی ہوں۔" وہ اس کے انداز پر مسکرائے بغیر نہیں رہ سکی۔ وہ تو اس کی مسکراہٹ پر گڑبڑا کر وضاحت کرنے لگا۔

"آپ کو شاید میری باتوں پر یقین نہیں آ رہا، آپ اماں جان سے ہی پوچھ لیں کہ مجھے ان کی کس قدر عادت رہی ہے۔ میں ان کے ہاتھ سے ہی کھانا کھاتا تھا، ان کے ساتھ ہی سوتا تھا۔ مما کا تو مجھ پر صرف پیدائش کا حق ہے، باقی تمام حقوق تو مجھ سے متعلق اماں جان کو ہی حاصل ہیں۔ مما کی تو مجھے نہ کبھی توجہ ملی ہے اور نہ ہی محبت۔ کئی سالوں تک مجھے معلوم بھی نہیں تھا کہ اماں جان میری ماں نہیں، دادی ہیں۔"

کومل کو پہلی بار یہ باتیں معلوم ہو رہی تھیں۔ وہ حیرت زدہ بھی تھی اور اسفند کی شخصیت کے اس نئے پہلو کو دیکھ کر اسے بہت کچھ اب سمجھ میں بھی آ رہا تھا۔ وہ بالکل جامے میں تھا اور بہت سبھاؤ سے بات بھی کر رہا تھا۔ وہ اس کی باتیں سنتے سنتے لاؤنج میں آ گئی، جہاں سب ہی موجود تھے۔ مون مسلسل اپنے گفٹ دیکھ رہا تھا۔ جب کہ اسے دیکھتے ہی صوفیہ اور منصور احمد اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

"سنی! تم سو گئے تھے کیا؟" بیٹے کی آنکھوں میں نیند کا خمار سا گھلا دیکھ کر وہ استفسار کر رہی تھیں۔

"جی، اماں جان سے باتیں کرتے کرتے آنکھ لگ گئی تھی۔"

"تم نے آج ہاسپٹل سے آ کر آرام بھی تو نہیں کیا تھا۔ بس، اب چلو گھر۔ جاتے ہی سو جانا۔" انہوں نے خاصے تفکر سے کہا۔

"آپ کو میرے ساتھ جانا ہے، آپ مجھے پہلے بتا دیتیں۔"

"ہاں، تمہارے پاپا نے گاڑی پہلے ہی بھجوا دی تھی۔" پھر وہ شوہر کی طرف متوجہ ہوئیں جو کومل کو شفقت سے پہلو سے لگائے اپنی محبت کا مظاہرہ کر رہے تھے۔

"کومل بیٹا! اب تمہاری مصروفیات کچھ کم تو ہو گئی ہوں گی، اب آرام سے سنڈے کو آ جایا کرو۔ کچھ میری بوریت کا خیال بھی ہے کہ نہیں؟ کتنے دن ہو گئے، تم سے کسی ٹاپک پر بات ہی نہیں ہو سکی۔ میرا اسٹڈی روم بھی تمہارے بغیر بے رونق پڑا ہے۔"

"آپ کو صرف اپنے اسٹڈی روم کی رونق سے ہی واسطہ ہے۔ دو چار گھنٹوں تک آپ دونوں کو اپنی باتوں سے فرصت ہی نہیں ملتی۔ آپ کی بہو باقی وقت اپنے لاڈلے کے چونچلے کرتے گزار دیتی ہے۔ میں کچھ کہتی ہوں تو الزام لگتا ہے کہ بالکل ساس بن گئی ہوں۔ ہفتے بعد اگر گھر پر آنا ہی ہے تو انسان سب کے ساتھ مل کر بیٹھے۔ میں بھی کوئی دشمن نہیں ہوں۔"

صوفیہ منصور کی یہ باتیں اسفند کی سمجھ سے تو باہر تھیں۔ وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ اس کی مما اس وقت طنز کر رہی ہیں یا واقعی اس کی محبت میں شکوہ کناں ہیں۔ کومل البتہ ان کے ہر انداز سے اب واقف ہو چکی تھی۔ اس نے ان کی باتیں ان سنی کرتے ہوئے بیٹے کو پکار کر بلایا۔

"مون! دادو اور دا جان واپس جا رہے ہیں۔ کم آن۔"

وہ فوراً ہی اٹھ کر آ گیا۔ ثانیہ بھی چلی آئی۔

"گڈ نائٹ۔ اللہ حافظ، دادو اور دا جان!"

"اللہ حافظ، میرے بچے!....... میری جان!" منصور بخاری نے بے ساختہ اسے اٹھا کر چوما۔

"تم نہیں چل رہیں سسٹر؟" اسفند نے ثانیہ کو اپنی طرف متوجہ کیا۔

"میں نے سوچا، تھوڑا سا عیش اور کر لوں۔ گھر میں تو مما کی پابندیاں ہی ہیں یا پھر گھر

کے در و دیوار۔"

ثانیہ کی بات پر وہ دھیرے سے مسکرایا۔

"چاچو! آپ بھی جا رہے ہیں؟ ابھی تو میں نے آپ کا گفٹ ہی نہیں کھولا اور نہ ہی آپ نے میرے سارے گفٹس دیکھے ہیں۔"

"بہت دیر ہو گئی ہے جانو! میں کل آؤں گا اور تمہارے سارے گفٹ بھی دیکھ لوں گا۔ ابھی تو جانے دو۔ چلیں ماما!" وہ اللہ حافظ کہتا ان سے بھی پہلے وہاں سے نکل گیا۔



"میڈم! مون بابا کے ساتھ کوئی صاحب آئے ہیں۔"

کومل نے کمپیوٹر پرنٹر پر ڈیزائن اوکے کرتے ہوئے ایک دم چونک کر سر اٹھایا۔ چوکیدار کی اطلاع پر وہ پہلے تو حیران ہوئی، پھر اسے یاد آیا۔ وہ صاحب یقیناً اسفند منصور ہی ہوگا، جسے اس نے آج اماں جان کو لے جانے کی اجازت دے دی تھی۔

"ٹھیک ہے، آپ بھیج دیں۔" کچھ سوچ کر کہتے ہوئے اس نے اسکیچ کیا ہوا اگلا ڈیزائن پرنٹ کرنا شروع کیا۔ تب ہی وہ اپنی مخصوص خوشبو کے ساتھ اندر داخل ہوا۔

"السلام علیکم!"

"وعلیکم السلام۔ بیٹھیں پلیز۔" اس نے مصروف انداز میں جواب دے کر بیٹھنے کو کہا۔

"ماما! ہم آپ کو لینے آئے ہیں۔" مون نے اس کے قریب جا کر اسے متوجہ کیا۔

"تھینک یو، سویٹ ہارٹ! مگر میں نے آپ کو بتا دیا تھا کہ آج مجھے دیر ہو جائے گی۔" کومل نے اپنے کام سے توجہ ہٹا کر بے ساختہ مون کو چوما۔

"مجھے معلوم تھا ماما! مگر چاچو کو نہیں معلوم تھا اور چاچو کو یہاں فیکٹری کا راستہ بھی معلوم نہیں تھا۔ میں انہیں لے کر آیا ہوں۔"

"اوکے بیٹا! اچھا کیا۔" پھر اس نے انٹرکام پر آئس کریم اور دو کافی لانے کے لئے کہا۔

"آپ کا ابھی جانے کا ارادہ نہیں ہے کیا؟" وہ اس کے آرڈر دینے پر حیرت سے بولا۔

"پلیز، ایکسٹریملی سوری۔ ابھی مجھے کچھ دیر لگے گی یہاں۔ بلیو می، مجھے بالکل بھی یاد نہیں رہا تھا کہ مجھے اماں جان کو آج آپ کے ساتھ بھیجنا ہے۔ آپ مجھے فون کر لیتے تو آپ کو یہ زحمت نہ اٹھانا پڑتی۔" کومل نے معذرت کرتے ہوئے دوبارہ سے اپنی کرسی کمپیوٹر ٹیبل کی طرف موڑی۔

"یہ زحمت تو پھر بھی اٹھانا پڑتی کیونکہ آپ کی قائم مقام ثانی، اماں جان کو میرے ساتھ جانے ہی نہیں دے رہی ہیں۔ اس کا کہنا ہے کہ آپ کی پرمیشن نہیں ہے۔"

"چلئے، یہ بھی اچھا ہی ہوا۔" کومل کا موڈ خلاف توقع خوش گوار ہو رہا تھا اور اسے حیرت زدہ بھی کر رہا تھا۔

"اس میں کیا اچھا ہوا؟ پلیز ایکسپلین می۔" اس سے کومل کی خوش گواری ہضم نہیں ہو رہی تھی۔ کہاں تو وہ غیریت و احتجاج کا پیکر بنی رہتی تھی اور کہاں آج اس کے ساتھ مسکرا کر بہت اپنائیت سے گویا تھی۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔

"اس طرح آپ اپنے بھائی کی فیکٹری تک تو آئے۔ کسی دن صبح کے اوقات میں آیئے گا، پھر آپ کو ساری فیکٹری دکھاؤں گی، اگر آپ کو دلچسپی ہو تو۔" اسفند نے بہت سی نازنینوں اور مہ جبینوں کی مسکراہٹیں دیکھی تھیں، جو اپنی اسی ادا سے دلوں میں تیر پیوست کر دیا کرتی تھیں مگر ایسی دھیمی گلاب کی خوشبو جیسی نرم مسکراہٹ پہلی بار اس کی بصارتوں کو خیرہ کر رہی تھی، اس کی روح کو اجال رہی تھی۔ ایسی معصوم، پاکیزہ مسکراہٹ دیکھ کر ہی اس کا دل کومل کے احترام سے لبریز ہو گیا۔ وہ سوچ سکتا تھا کہ کومل اس کے کل کے محتاط رویے سے متاثر ہو کر اپنے دل سے اس کے لئے ہر کدورت نکال کر اب اس سے کچھ بے تکلفی و اپنائیت سے مخاطب ہے تو یہ بھی اس کی شخصیت کی اچھائی ہے۔

کافی اور آئس کریم آنے پر وہ اپنے خیالوں سے چونکا۔ کومل بھی بیٹے کو پہلا اسکوپ اپنے ہاتھوں سے کھلانے کے بعد آرام سے بیٹھ کر کھانے کی ہدایت دے کر پھر سے معذرت کرتی ہوئی اپنے کام میں منہمک ہو گئی۔ اسفند کے لئے یہ وقت گزارنا بہت صبر آزما ہو رہا تھا۔ کومل کی اپنی ذات سے اس قدر بے پروائی اسے بے چین کر رہی تھی۔ رات کے آٹھ بج رہے تھے، اور وہ اب بھی کام کی لگن میں گم تھی۔ اسے اس وقت اس بات کا نہ ہوش تھا، نہ احساس کہ اسفند کی آنکھوں میں اس کے لئے کیا کچھ ہے۔ اس کا ہر جذبہ اس کی آنکھوں میں سمٹ آیا تھا اور اسے شدتوں سے اپنے آپ میں گم دیکھ رہا تھا۔ اسے تو یقیناً اپنے وجود کی تھکن کا بھی احساس نہیں تھا۔ چالیس پینتالیس منٹ بعد اس نے گردن کو دونوں ہاتھوں سے سہلاتے ہوئے اپنا رخ موڑا۔

"آپ کیا اسی طرح اپنے کام میں گم ہو جاتی ہیں کہ پھر آپ کو یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ آپ کی ڈیمانڈ ایک کپ ہاٹ کافی تھی، جو کہ آپ کی بے توجہی سے کولڈ کافی بن چکی ہے۔" اسفند نے اس کے فارغ ہوتے ہی اسے اپنی موجودگی کا احساس دلایا۔

"نہیں، میں بولتی نہیں ہوں لیکن ایسا اکثر ہو جاتا ہے کہ میری ہاٹ کافی، کولڈ اور کولڈ کافی، ہاٹ کافی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ ایکچولی عید قریب ہونے کی وجہ سے کام کا پریشر زیادہ ہے۔ ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا۔ پھر مجھے مون کا خیال تھا کہ صاحبزادے خلافِ توقع اتنی خاموشی سے بیٹھے ہیں تو جلدی جلدی اپنا کام ختم کر لیا جائے ورنہ یہ بولنے پہ آتا تو میرا تو کام رہ گیا تھا۔"

کومل نے پھر اسی دھیمی مسکراہٹ سے کہتے ہوئے اپنی ٹھنڈی کافی دو تین گھونٹ میں ختم کی۔

"اِف یو ڈونٹ مائنڈ، آئی فیل دیٹ، آپ زندگی کو بھی اپنی کافی کا ایک کپ سمجھتی ہیں

جو ٹھنڈی ہو یا گرم، آپ کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔“

کومل نے اس کی طرف ایک دم چونک کر دیکھا۔ وہ کیا کہہ رہا تھا اور کیوں کہہ رہا تھا؟ اس کے احساسات لمحے بھر کو بوجھل ہوئے تھے۔ اگلے ہی پل وہ اپنے ہر احساس کو جھٹکتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

”آئی تھنک اب چلنا چاہئے۔ میری وجہ سے آپ پہلے ہی لیٹ ہو چکے ہیں۔“ اس نے اپنے سفید دوپٹے کو اچھی طرح پھیلا کر اوڑھا اور پھر بیگ تھامتے ہوئے قدم بڑھائے۔ اسفند اس کی خاموشی کو محسوس کرتا اس کے پیچھے باہر نکل آیا۔ وہ باہر کھڑے مقدس کو کچھ ضروری ہدایات دینے کے ساتھ اپنی گاڑی کی چابی بھی تھما رہی تھی۔

”مقدس! آپ میری گاڑی لے جائیں اور صبح مجھے پک کر لیں۔“

”جی میڈم!“

مون کی خاموشی بھی باہر آتے ہی ٹوٹ گئی تھی۔ اپنی ماما کے ساتھ چلتے ہوئے دن بھر کی روئیداد سنانے کے ساتھ ساتھ نئی فرمائشیں بھی گوش گزار کی جا رہی تھیں۔ اسفند مسلسل اسی کو سوچ رہا تھا اور اس کے ساتھ اس کی گاڑی بھی موجود تھی۔ پھر بھی وہ اسے اپنے ساتھ نہیں لگ رہی تھی۔ مون کی ذات کسی حصار کی طرح اس کے گرد کھڑی تھی، جہاں سے کسی اور کو راستہ ملنا بہت مشکل امر تھا۔

”آپ اس قدر محنت کس کے لئے کر رہی ہیں؟“ اسفند نے کافی دیر کی اپنی خاموشی کے بعد نہ سمجھ میں آنے والے انداز میں استفسار کیا۔

کومل نے ایک بار پھر اسے چونک کر دیکھا، جیسے اسے ایسے بچگانہ سوال کی توقع نہ تھی۔

”ظاہری بات ہے۔ انسان محنت جینے کے لئے کرتا ہے اور اپنی اولاد کو بہتر زندگی دینے کے لئے۔“

”آپ کے پاس بہتر زندگی گزارنے کے ذرائع تو ہیں، پھر اتنی دیر تک گھر سے باہر رہنے کا تردد کرنا ضروری تو نہیں ہے۔“

”میں آپ کی بات کا مطلب نہیں سمجھی۔ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں......؟“ کومل نے ناسمجھی سے اس کے آدھے رخ کو دیکھا۔ اسفند نے اس کی توجہ پر اپنا پورا چہرہ اس کی طرف گھمایا۔

”میرے کہنے کا مطلب تو بہت آسان ہے۔ آپ گھر بیٹھ کر بھی اپنے ماتحتوں سے کام لے سکتی ہیں۔“

”لے تو سکتی ہوں مگر پھر ہر کام میری مرضی کے مطابق ہوگا، اس کی گارنٹی کون دے گا؟ آپ میری آج کی مصروفیت دیکھ کر ایسا کہہ رہے ہیں۔ ایسا ہمیشہ نہیں ہوتا۔ ڈونٹ وری اباؤٹ دِس مسٹر۔ میں اپنے گھر اور بچے کے ساتھ اپنا کام بہت اچھی طرح مینج کر چکی ہوں اور

یہ آپ دیکھ بھی چکے ہیں۔“ کومل نے اس بار کچھ سنجیدگی سے جواب دیا۔

”یس، میں دیکھ تو چکا ہوں مگر آپ اپنے گھریلو امور اور ذمے داریوں کے باوجود اپنے کاروباری معاملات کو اتنے فراخ دلانہ انداز میں سرانجام دیتی ہیں کہ آپ کو دیکھ کر یہ کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا کہ آپ کبھی اپنے گھر کے بارے میں بھی سوچتی ہوں گی۔“

”سوچنے کو تو انسان بہت کچھ سوچ لیتا ہے، اپنی اپنی سوچ کی بات ہے۔ مگر کوئی کسی کی مجبوری کو نہ دیکھتا ہے، نہ سوچتا ہے کہ ایسا کرنے والا ایسا کیوں کر رہا ہے۔ تو پھر مجبور کو کیا پڑی ہے کہ وہ سوچ کے دائرے میں اُلجھتا پھرے؟ مجھے کسی کی سوچ اور خیال سے زیادہ یہ بات اہم لگتی ہے کہ اپنا بوجھ خود اٹھایا جائے۔ مجھے معلوم ہے، مجھے ہی یہ سب کرنا ہے۔ میں کسی اور کی مدد پر کیوں بیٹھی رہوں؟ کم از کم مون کے جوان ہونے تک تو میں اپنی ان ذمے داریوں سے صرفِ نظر نہیں کر سکتی۔ مون بڑا ہو کر اپنا سب کچھ سنبھالے گا تو مجھے گھر میں محدود ہونا واقعی بہت اچھا لگے گا۔“

کومل اپنے مخصوص شبنمی لہجے میں اپنے خیالات کا اظہار کر رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں سوچ کی پرچھائیاں بھی تھیں۔ شاید وہ ماضی کی کسی یاد میں گم تھی یا پھر تصور میں مون کے مستقبل کی تصویر دیکھ رہی تھی۔ اسفند اس سے مزید کچھ نہ کہہ سکا۔



”ہیلو، کومل! آپ کہاں ہیں اس وقت؟“

اپنے سیل فون پر اسفند منصور کی آواز سننا اس کے لئے عجیب اور حیران کن تھا۔ یہ بات امکان سے باہر تو نہیں تھی لیکن شاید وہ اس کا تصور نہیں رکھتی تھی۔

”ہیلو، آپ میری بات سن رہی ہیں، جواب تو دیں۔“ کچھ لمحوں کی تاخیر پر ہی اسفند منصور نے خاصی بے چینی کا مظاہرہ کیا۔

”میں سن رہی ہوں۔ کیا بات ہے؟“ کومل نے جواباً سرد مہری کا مظاہرہ کیا۔ اس وقت وہ ایک ڈیپارٹمنٹل اسٹور میں کھڑی روزمرہ ضروریات کی اشیاء خرید رہی تھی۔ اسفند منصور نے اس بار بھی عجلت میں کہا۔

”بات بھی آپ کو بتا دیتا ہوں، پہلے آپ مجھے بتائیں آپ ہیں کہاں؟“

”کیوں؟ میں آپ کو کیوں بتاؤں کہ میں کہاں ہوں۔“ کومل کا لہجہ تیکھا تھا۔

”اچھا مت بتائیں، مگر آپ جہاں کہیں بھی ہیں، فوراً گھر آئیں۔“

”ک......کیوں......کیا ہوا؟ خیریت ہے؟“ ایک دم کومل کو کسی وہم نے گھیرا۔ اسفند کا رویہ و لہجہ کسی پریشانی کا اظہار تھا۔ اس نے اب غور کیا تھا۔

”آپ بس آ جائیں، پھر بتاتا ہوں نا۔“

”ک......کہاں آؤں؟......میرا مطلب ہے، اماں جان ٹھیک ہیں؟“ اس نے اپنے

وہم کو زبان دی تو وہ کچھ جھنجلا کر گویا ہوا۔

"وہ ٹھیک ہیں۔ مسئلہ کچھ اور ہے اور آپ اپنے گھر پر آئیں۔"

"مون...... مون تو ٹھیک ہے؟" اس کی آواز نے اس کا ساتھ نہیں دیا تھا۔ اس کی ممتا بہت سے اوہام کا شکار ہوئی۔ اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا تھا۔

اسفند منصور نے رابطہ منقطع کر دیا تھا۔ وہ ایک دم پریشان اور حواس باختہ ہو گئی تھی۔ اپنا خریدا ہوا سامان وہیں چھوڑ کر وہ بے اختیار بیرونی دروازے کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ گاڑی چلاتے ہوئے پہلی بار اسے مشکل درپیش تھی۔ ذہن میں تو طرح طرح کے خیالات گڈمڈ ہو رہے تھے۔ کبھی وہ سوچتی کہ مون کو اسکول میں کوئی حادثہ پیش تو نہیں آ گیا؟ یا پھر کسی بچے سے لڑائی ہو گئی ہو گی۔ کہیں اسے چوٹ نہ لگی ہو...... پھر اسے یاد آیا کہ مقدس کو اس نے پک کر کے گھر چھوڑنے کے لئے کہا تھا اور مقدس اسے چھوڑ بھی آیا تھا۔ پھر کیا گھر میں کچھ ہوا ہو گا؟" ایک تکلیف دہ سوچ نے اس کے ذہن کے ساتھ روح کو بھی کچوکا دیا۔

"یا اللہ! مون کو اپنی حفاظت میں رکھنا۔" اشک اس کی سرمگیں آنکھوں سے پھسلتے ہوئے گالوں پر بہتے چلے گئے۔ پھر نہ جانے کیسے وہ اپنے گھر پہنچی، اسے خبر نہ تھی۔

گاڑی کو گیٹ سے اندر داخل کرتے ہی وہ اُتر کر اندر بھاگی۔ اسفند منصور ٹی وی لاؤنج میں سر جھکائے، افسردہ بیٹھا تھا۔

"کہاں ہے مون؟...... کیا ہوا ہے مون کو؟" اس کی بے ساختہ تڑپ پر اسفند نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"وہ...... مون گھر پر نہیں ہے۔ ایک گھنٹہ پہلے مجھے اس نے ہاسپٹل فون کر کے آنے کے لئے کہا تھا۔ میں نے مذاق میں انکار کر دیا۔ وہ فون پر کہہ رہا تھا کہ اسے آج کسی چلڈرن آرٹ ایگزیبیشن میں جانا تھا، آپ نے بھی شاید اسے لے جانے سے انکار کر دیا تھا۔ میں آیا تو وہ گھر پر نہیں تھا۔" اسفند نے اسے سنجیدگی سے بتایا۔

"وہ خود سے کہیں نہیں جا سکتا۔ میں نے اسے آج لے جانے سے انکار کیا تھا، کل میں اسے لے جاتی۔ زیتون!...... زیتون......!" اپنے اشک پونچھتے ہوئے کومل نے قدرے برہمی سے تردید کرتے ہوئے زیتون کو پکارا۔ زیتون کچھ گھبرائی سی اندر داخل ہوئی۔

"جی باجی جی!"

"مون کس کے ساتھ گیا ہے؟" پہلی بار وہ زیتون کو درشتگی سے مخاطب کر رہی تھی۔

"پتہ نہیں باجی! وہ دوپہر کو کھانا کھا کر اپنے کمرے میں چلا گیا تھا۔ پھر میں بھی سونے چلی گئی تھی۔ ابھی اٹھی ہوں تو اسفند صاحب آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے ہی بتایا کہ مون گھر پر نہیں ہے۔"

"تم نے خود دیکھا ہے؟" کومل نے ایک نظر اسفند کو دیکھا پھر زیتون کو اسی لہجے میں

مخاطب کیا۔ اسفند خلافِ توقع نظریں جھکائے کھڑا تھا۔

"جی باجی! سارا گھر دیکھ لیا ہے، بلکہ......"

"وہ اکیلا کہیں کیسے جا سکتا ہے؟...... یہیں ہو گا۔ تمہیں معلوم ہے، وہ کبھی کبھی مجھے ایسے ہی تنگ کرتا ہے۔ گارڈن میں دیکھو، ٹیرس پر دیکھو، اسے اس کے پاپا کے روم میں دیکھا؟ وہ لائبریری میں بھی ہو سکتا ہے۔" کومل خود کو سنبھالنے کی کوشش کرتی ہوئی ٹی وی لاؤنج سے نکل کر سارے گھر میں مون کو پکارنے لگی۔ اسفند اس کے پیچھے پیچھے ہی تھا اور بار بار اسے باور کرا رہا تھا کہ وہ پہلے ہی سارا گھر دیکھ چکا ہے۔ جب تک اس نے خود سارا گھر نہیں چھان مارا، اسے سکون نہیں ملا۔ مون ایسی سنگین حرکت کر نہیں سکتا تھا۔ مگر اس کی گھر سے غیر حاضری، کومل کا دل ہولا رہی تھی۔ وہ کہاں گیا؟ کس کے ساتھ گیا؟ اس کے بارے میں وہ کس سے پوچھے؟

"زیتون! آخر وہ اس طرح کہاں جا سکتا ہے؟ تم آخر کس لئے گھر پر ہو؟ تمہیں پتہ ہی نہیں چلا کہ وہ گھر سے نکل گیا؟ اور وہ زمان خان (چوکیدار) کدھر غائب ہے؟" اسے ایک دم خیال آیا کہ صدر دروازے پر آج چوکیدار بھی موجود نہیں تھا۔ اس کے لئے دروازہ شاید مالی بابا نے کھولا تھا یا پھر کسی اور نے، اسے اس بات کا خیال نہیں تھا۔

زیتون نے پہلی بار اسے اس قدر غصے میں بولتے سنا اور دیکھا تھا۔ وہ کھڑی لب چبا رہی تھی۔ کومل کی اپنی حالت غیر ہو رہی تھی۔ اس کی سرمگیں آنکھوں میں بادلوں سا غبار بھرا جا رہا تھا اور وہ سارا غبار نکالنا چاہتی تھی۔ مگر اسفند منصور کے سامنے نہیں۔ کوئی نہیں جان سکتا تھا کہ مون اس کے لئے کیا ہے۔ وہ اس کی زیست کا حاصل تھا، اس کے دل کا قرار تھا۔ اسفند بھی اس کے چہرے پر رقم اس کی ممتا کا ہر جذبہ دیکھ رہا تھا۔ اس کے جذبات میں حقیقی ماں کی سی تڑپ تھی۔ آنکھوں میں صحیح معنوں میں اولاد کا غم دھواں بن کر چکرا رہا تھا۔ اسفند کو اس کی ہر بے چینی، ہر تکلیف کا شدت سے احساس ہوا۔ اسی لئے وہ اسے حوصلہ دینے لگا۔

"پلیز کومل! آپ حوصلہ کریں۔ مے بی وہ نیبرز (ہمسائے) میں کسی کے گھر گیا ہو، آپ آرام سے بیٹھیں، میں اسے ڈھونڈتا ہوں۔"

"اگر آپ نے ڈھونڈنا ہوتا تو یوں ہاتھ پر ہاتھ دھرے نہ بیٹھے ہوتے۔ مجھ پر یہ مہربانی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

وہ اسے بھی جھڑکتی واپس پلٹی اور تقریباً دوڑتی ہوئی اپنی گاڑی میں بیٹھ گئی۔ انجن اسٹارٹ کرنے کے باوجود گاڑی کو ریورس کرنے کا حوصلہ پیدا نہیں ہو رہا تھا۔ آنکھوں کا دھواں، دل کا غبار اشکوں کی صورت ساون کی بدلی کی طرح برسنے لگا۔ اس کا جیسے خود پر سے اختیار اٹھ گیا تھا۔ اس وقت اپنے تنہا ہونے کا احساس بھی شدت سے جاگ تھا۔ اس کی ممتا سسکیوں، آہوں میں تبدیل ہونے لگی تھی، اس کا ذہن سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہوا جا رہا تھا۔ کہاں جائے، کیا کرے، کسے مدد کے لئے پکارے۔ بار بار ذہن و دل ایک ہی بات دہرا رہے تھے۔

"مون گھر سے نہیں جا سکتا۔ اگر گیا ہے تو کیوں؟ آج تک اس نے ایسی حرکت نہیں کی تھی۔ اپنی ماما سے ناراض ہوتا بھی تھا تو کچھ دیر، کچھ لمحوں کے لئے۔ اور آج تو ناراضگی والی کوئی بات ہی نہیں ہوئی تھی۔ روتے روتے کچھ دیر گزری تو اسے خیال آیا کہ اسے منصور ہاؤس میں معلوم کرنا چاہئے۔ شاید اُس وقت میں صوفیہ منصور آئی ہوں اور اسے ساتھ لے گئی ہوں۔"

یہ خیال، یہ سوچ باعثِ تقویت تھی۔ تبھی اس نے برابر سیٹ پر پڑے بیگ میں سے اپنا موبائل فون نکالا۔ اور ابھی وہ نمبر پش بھی نہ کر پائی تھی کہ اس کی طرف کا دروازہ کھول کر اسفند نے اسے باہر آنے کے لئے کہا۔

"باہر آئیں اور میرے ساتھ چلیں۔" کومل کو اس کی تسلی آمیز مسکراہٹ زہر لگ رہی تھی۔

"خدا کے لئے اسفند منصور! اس وقت یہاں سے چلے جائیں۔ مجھے کسی کی ہمدردی کی ضرورت نہیں ہے۔ اپنے بیٹے کو میں خود ڈھونڈ لوں گی۔"

"مجھے آپ سے کوئی ہمدردی نہیں ہے، البتہ مجھے اپنے بھتیجے پر رشک آ رہا ہے کہ اس کی آپ جیسی ماں ہے۔" اسفند کا رویہ مبہم اور متبسم تھا۔

"مجھے کسی سے کوئی سند نہیں چاہئے۔ پلیز ادھر سے ہٹئے۔"

کومل نے سفید ساڑھی کے پلّو سے چہرہ رگڑتے ہوئے اپنی بھیگی آواز مگر درشت لہجے میں اسے پھر مخاطب کیا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ چہرے پر ابھی نرم پلّو پھیلا ہوا تھا کہ فرنٹ ڈور سے مون اس کی گاڑی میں داخل ہو کر اس سے یک دم لپٹ گیا۔

"ماما!...... فول...... دیکھا، آپ کو پھر فول بنا دیا نا؟" اذیت کی آخری حد سے ہو کر آئی تھی اور دیکھنے والے اس کا تماشہ دیکھ رہے تھے۔ غم و غصہ ایک ساتھ اس پر وارد ہوئے۔ اس نے مون کو اگلے لمحے خود سے جھٹک کر دور کیا اور پھر بے اختیار ہو کر رونے لگی۔ ضبط کی ساری طنابیں ٹوٹ گئی تھیں۔ اسٹیئرنگ پر سر دھرے آنسوؤں کے ساتھ جیسے خود بھی بہے جا رہی تھی۔ یہ کچھ عرصہ اس کے لئے کسی قیامت سے کم نہ تھا۔

"ماما!...... ماما! ہم تو مذاق کر رہے تھے۔ پلیز ماما!...... روئیں نہ ماما!...... رئیلی، میں پھر ایسا نہیں کروں گا۔ سوری ماما! پلیز...... ماما سوری۔" وہ بھی روہانسا ہو کر پھر سے اپنی ماما سے قریب ہوا۔

"شٹ اپ...... تم مجھ سے بات نہیں کرو۔" کومل اسے ایک بار پھر جھٹک کر گاڑی سے باہر نکل آئی۔ اسفند ابھی بھی وہیں کھڑا تھا اور اس کا چہرہ متبسم تھا، جس پر کومل مزید کبیدہ ہوئی۔ مون بھی باہر نکل کر بار بار "سوری ماما" کہہ رہا تھا۔ اسفند اس کی جانب چند قدم آگے ہوتے ہوئے بولا۔

"پلیز، اب اسے معاف بھی کر دیں۔ ہم سب نے مل کر یہ چھوٹی سی شرارت کی تھی۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ......"

"کیا دیکھنا چاہتے تھے آپ، کہ مون کی گمشدگی کی خبر مجھے زندہ رہنے دیتی ہے یا نہیں...... یا پھر آپ میری ممتا کو پرکھنا چاہتے تھے کہ میری مون کے لئے ممتا میں کتنی ملاوٹ، کتنی کھوٹ ہے۔ پرکھ لی ہے آپ نے میری ممتا...... لے لیا ہے آپ نے میرا امتحان۔ دکھائیے مجھے بھی وہ آلہ، جس سے آپ کسی ماں کی ممتا، اس کے احساسات و جذبات کو ناپ تول سکتے ہیں۔ ماں کی روح کھینچ کر کہتے ہیں، چھوٹی سی شرارت کی تھی۔ اسفند منصور! آپ جیسے انسان سے ایسے بھونڈے مذاق کی توقع نہیں تھی مجھے۔"

اسفند کی بات قطع کر کے وہ بولنے پر آئی تو جذباتی پن سے بولتی چلی گئی۔ آنکھوں سے آنسو مسلسل بہہ رہے تھے۔ مون اپنی ماما کو روتے دیکھ کر خود بھی رونے لگا تھا اور وہ اندر بڑھ رہی تھی۔

"پلیز ماما! آپ روئیں نہیں، میں پھر کبھی کیسی شرارت نہیں کروں گا۔ میں کبھی کسی کی بات نہیں مانوں گا۔ ماما، پلیز! ویری سوری...... چاچو نے مجھے کہا تھا، میری کار میں چھپ جاؤ۔ ماما! مجھ سے بات کریں...... ماما!...... ماما!"

وہ بھی اس کے پیچھے پیچھے تھا...... اور اسفند منصور اپنی جگہ پر جیسے ساکن رہ گیا تھا۔ اس نے سوچا بھی نہیں تھا کہ کومل اس طرح ردِعمل دکھائے گی۔ اس کی شرارت، کومل کے لئے تکلیف دہ ثابت ہو گی، وہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ احساسِ ندامت نے اسے اپنی نظروں میں بے وقعت کر دیا تھا۔ واقعی وہ ایک ماں کو آزمائش میں ڈالنے جیسے جرم کا مرتکب ہوا تھا۔ معافی تو اسے مانگنا تھی۔ اس واقعے نے کومل کے لئے اس کے دل میں پیدا شدہ جذبات کو مزید بڑھا دیا تھا۔ وہ واقعی ماں کی مکمل تصویر تھی، جس کا ہر رنگ سچا اور گہرا تھا، جس کا ہر جذبہ واضح اور روشن تھا۔

وہ اندر آیا تو مون کا کومل سے لپٹ کر بار بار معافی مانگنا اسے نئی آسودگی دے گیا۔ کومل بھی اسے خود سے لپٹائے بے تحاشہ پیار کر رہی تھی۔

"کیا مجھے بھی معافی مل سکتی ہے؟" کومل کو جیسے ایک دم اس کی موجودگی کا احساس ہوا تو وہ خود میں سٹ گئی۔ لیونگ روم میں وہ حال سے بے حال بیٹھی ہوئی تھی۔ اسفند نے اپنی موجودگی کا احساس دلایا تو وہ محتاط ہو کر سیدھی طرح بیٹھ گئی۔

"رئیلی بلیومی، میرا مقصد آپ کی دل آزاری نہ تھا۔ بس ایک شرارت تھی۔ اور......" وہ شرمندگی کے بھرپور احساس میں ڈوبا ہوا تھا۔ کومل نے اسے دیکھے بغیر کہا۔

"اِٹس او کے...... ایکچوئلی، مون کے معاملے میں، میں بہت ایموشنل ہوں۔ مجھے فیل بھی ہو رہا تھا کہ یہ کوئی شرارت ہو گی، پھر بھی میں خود کو سنبھال نہیں پا رہی تھی۔ مجھے محسوس ہونے لگا تھا، میں شافند سے کئے وعدے نبھانے کی اہل نہیں رہی ہوں، اسی لئے۔" وہ ابھی بھی انہی کیفیات میں تھی۔ اسفند کی موجودگی کا احساس ہوا تو تیزی سے اپنی جگہ سے اٹھی اور

''پلیز بیٹھیے، میں چائے کے لئے کہتی ہوں۔'' کہتی ہوئی وہاں سے نکل گئی۔

اسفند کے دل میں اس کی قدر و قیمت مزید بڑھ گئی تھی۔ اس کا آج کا یہ روپ تو اس کے ذہن و دل پر نقش سا ہو گیا تھا۔ اس کا رونا، سسکنا اسفند کے دل کا بوجھ بھی بن گئے تھے۔ کاش وہ اسے اختیار دیتی تو وہ اس کے سارے اشک اپنے ہاتھوں پر سمیٹ لیتا۔ اس کا سارا کرب اپنے دل میں اتار لیتا۔ مگر وہ اپنے راستے میں خود ہی دیوارِ احتجاج کے مانند حائل تھی۔ اسفند کو احساس تھا کہ اس کے احتجاج کی دیوار گرانے میں بہت وقت، بہت مدت لگ جائے گی اور وہ اس وقت کو اپنی زندگی کا حصہ دیکھنا چاہتا تھا۔ خواہ کتنی بھی مدت گزر جاتی۔



رمضان المبارک کا چاند نظر آتے ہی کومل نے گزشتہ سالوں کے معمول کی طرح منصور ہاؤس میں فون کر کے صوفیہ منصور کو مبارک باد دی تھی اور ساتھ ہی ثانیہ کو بھی بھیج دینے کے لئے کہا تھا۔ گزشتہ دو سالوں سے یہ بھی معمول تھا کہ ثانیہ، بھاوج کے پاس جا کر یہ متبرک مہینہ گزارتی تھی۔ کیونکہ کومل کی ترغیب نے اسے ان فرائض کی طرف راغب کیا تھا۔ اپنے گھر میں افطاری کا اہتمام تو ہوتا تھا، مگر سحری کا کوئی تصور ہی نہیں تھا۔ منصور احمد اور صوفیہ منصور تو کافی عرصہ پہلے سے ہی اپنے اس فرض سے غافل ہو چکے تھے۔ ثانیہ بھی مہینے بھر میں آٹھ دس روزوں سے زیادہ کبھی نہیں رکھتی تھی۔ اور ثانیہ کو کسی نے بچی سے بڑی ہونے ہی نہیں دیا تھا۔ وہ تو کومل نے اس کی سوچ اور فکر بدلی تھی تو اسے اپنی کوتاہی کا احساس ہوا تھا اور اب وہ دو سال سے باقاعدگی سے کومل کے ساتھ اس کے گھر میں اپنے فرض کی ادائیگی کرتی تھی۔

صوفیہ منصور نے شروع میں تو اسے اپنے طور پر سمجھانے کی کوشش کی تھی، لیکن ثانیہ کا ذہن و دل کومل کی ترغیب و ہدایت کے زیرِ اثر تھا، اس لئے وہ اپنا ضروری سامان اٹھا کر کومل کی طرف چلی جاتی تھی۔ کومل کے فون نے صوفیہ منصور کی سوئی فکریں جگا دی تھیں، وہ اپنے معمولات میں اس اہم ماہ کو جیسے فراموش کئے ہوئے تھیں اور یہ بھول چکی تھیں کہ اس بار اسفند منصور بھی گھر پر موجود ہے اور اپنی دادی کی زیرِ تربیت رہنے کی وجہ سے وہ بھی اپنے اس اہم فرض کی ادائیگی کو اوّلین ترجیح دیتا ہے۔ اسفند کی وجہ سے ان کی ذمے داری کس قدر بڑھنے والی تھی، وہ تو سوچ کر ہی پریشان تھیں بلکہ پچھتا رہی تھیں کہ کومل کو ان ایامِ متبرکہ میں یہاں آنے کی دعوت کیوں نہ دے دی، اب تو وہ پہلے ہی اپنی مصروفیات کے بڑھنے کا بتا چکی تھی، اسی لئے ثانیہ کو خود لینے نہیں آئی تھی بلکہ اسے بھیج دینے کی درخواست کی تھی۔ بعد میں منصور احمد نے بھی اس کا پیغام پہنچا دیا تھا، ثانیہ تو اس سے بھی پہلے جانے کی تیاری میں تھی۔ بس اسے کوئی چھوڑ کر آنے والا نہیں تھا۔ ڈرائیور کے ساتھ اس وقت وہ جا نہیں سکتی تھی، اس لئے ناچار اسفند منصور کے آنے کا انتظار کر رہی تھی۔ صوفیہ منصور کو اس کے گھر میں چکراتے پھرنے سے کوفت ہو رہی تھی۔ وہ خود بھی اسفند کے لئے ہی جاگ رہی تھیں تاکہ اس سے سحری کے لئے مینیو پوچھیں۔

''ثانی! تم ایک جگہ آرام سے بیٹھتی کیوں نہیں ہو؟ تمہارا آج ہی وہاں جانا اتنا ضروری

نہیں ہے بلکہ میں تو کہتی ہوں، بھائی اتنے سالوں بعد آیا ہے، اس کے ساتھ مل کر روزے رکھو۔ تم ادھر جا رہی ہو تو وہ تنہا سحر و افطار کرتا کیا سوچے گا۔''

''سنی بھائی نے کیا سوچنا ہے مما! وہ تو ہمیشہ سے اکیلے سحر و افطار کرتے آئے ہیں۔ اور ویسے بھی ان کے کتنے روزے تو گھر سے باہر ہی افطار ہوں گے۔ کبھی ہاسپٹل میں تو کبھی کسی فرینڈ یا کولیگ کی طرف۔ میں پھر تنہا یہاں کیا کروں گی؟ مجھے بس آج ہی جانا ہے۔ کومل بھابی سے میری کمٹمنٹ ہے۔ وہ نماز تراویح کے لئے میرا انتظار کر رہی ہیں۔ سنی بھائی بھی نہ جانے آج کہاں رہ گئے ہیں۔'' وہ بچوں کی طرح خفگی و کوفت بھرے انداز میں صوفے پر دھم سے بیٹھ گئی۔ جس پر انہوں نے اسے گھور کر دیکھا۔

''ثا...... نی! اپنا بچپنا کم کرو۔ یونیورسٹی میں پہنچ گئی ہو تم مگر......''

''السلام علیکم! کیا ہو رہا ہے بھئی؟'' اسفند خاصے خوش گوار موڈ میں لاؤنج میں داخل ہوا تو صوفیہ کی بات ادھوری رہ گئی۔ سلام کے بعد اس نے ثانیہ کو ہی مخاطب کیا تھا۔

''آپ کا انتظار ہو رہا ہے۔'' ثانیہ نے اسی روٹھے روٹھے لہجے میں جواب دیا۔ ذہن میں مسلسل یہ بات تھی کہ اسے دیر ہو رہی ہے۔

''میرا انتظار؟ خیریت ہے، آج لٹل سسٹر میرے انتظار میں بیٹھی ہے۔ مام! آپ کیوں جاگ رہی ہیں؟ پاپا ابھی میٹنگ سے نہیں آئے؟'' دونوں سے ایک وقت میں استفسار کیا۔ دونوں ہی اس کی خوشگواری پر حیران اور خوش ہوئیں۔

''سنی! میں تو تمہارے لئے ہی جاگ رہی ہوں بیٹا! صبح سحری میں کیا لو گے، مجھے بتا دو تا کہ میں فیروزہ کو ہدایت دے دوں۔''

''مما! میرے لئے کسی خاص اہتمام کی ضرورت نہیں ہے۔ میں وہی روٹین والا ناشتہ لوں گا۔ بس پلیز آپ کوئی تردد نہ کریں۔''

''جان! اس میں تردد کی کیا بات ہے؟ بارہ تیرہ گھنٹے روٹین والے ناشتے پر تو نہیں گزارے جا سکتے۔ میں فیروزہ سے کہہ دوں گی کہ پہلے وہ تمہیں فروٹ مِلک شیک ضرور دے اور ثانی! تم بھی آج اپنا جانا کینسل کرو۔ بھائی تھکا ہوا آیا ہے، کل چلی جانا۔''

''کہاں جانے کی تیاری ہے؟'' اسفند نے اب وہاں پڑا ہوا اس کا سامان سے بھرا بیگ دیکھا تھا، اس لئے حیرت سے پوچھ رہا تھا۔

''بھاوج صاحبہ کا فون جب سے آیا ہے، اسے تب سے چین نہیں ہے۔ اصل میں تمہارے پاپا کی شہہ ہے اسے۔ وہی کہہ کر گئے تھے کہ اسے تمہارے ساتھ شمعون ہاؤس بھیج دوں۔ اب اتنی رات کو جانا ایسا ضروری بھی نہیں ہے، مگر یہ لڑکی...... جیسے یہاں تو اس کی نماز ہی قبول نہیں ہو گی۔''

صوفیہ منصور نے کومل کے لئے مخصوص اپنے تلخی بھرے لہجے میں اظہار کیا تو ثانیہ نے انہیں

خاصی ناراضگی سے دیکھا۔

''مما! میں پہلی بار تو وہاں نہیں جا رہی۔ ہر سال اسی طرح جاتی ہوں۔ ملی بھابی مصروف نہ ہوتیں تو خود ہی مجھے لے جاتیں۔ ٹھیک ہے، میں انہیں ہی فون کرتی ہوں، وہی آ جائیں گی مجھے لینے۔'' ثانیہ ایک دم ہی اپنی جگہ سے اُٹھی اور بیگ اٹھا کر باہر جانے لگی۔

''ثا...... نی!...... ایک منٹ رکو۔ ناراض کیوں ہوتی ہو، میں چھوڑ آتا ہوں۔ انہیں اس وقت زحمت کیوں دو گی؟'' ثانی لاؤنج کے دروازے میں کھڑی رہ گئی، اس وقت اس کا اصل مقصد تو شمعون ہاؤس پہنچنا تھا۔ خواہ کسی کے ساتھ بھی جاتی۔

''او کے مما! آپ اب ریسٹ کریں۔ میں ثانی کو چھوڑ کر آتا ہوں۔''

''ٹھیک ہے...... جاؤ اب تم اسے سر چڑھا لو۔ منصور نے تو پہلے ہی بگاڑ رکھا ہے، میں کون ہوں کچھ کہنے والی۔'' اسفند کو ماں کا شکوہ بہت محسوس ہوا تھا مگر اس وقت وہ کچھ کہنے کی پوزیشن میں نہیں تھا، نظریں ناراضگی سے منہ پھلائے ثانیہ پر بھی تھیں، وہ سنی سے بھی پہلے بڑبڑاتی ہوئی آگے بڑھی۔

''مما کی پتہ نہیں کیا پرابلم ہے، کومل بھابی کا خلوص بھی انہیں بدل نہیں پایا۔'' اس کی بڑبڑاہٹ اتنی واضح تھی کہ پیچھے آتے اسفند نے بھی سنی۔ اس کے برابر پہنچتے ہی اسے سرزنش کی۔

''اگر مما نہیں چاہتی تھیں کہ تم وہاں جاؤ تو کیوں جا رہی ہو تم؟''

''سنی بھائی! یہاں رہ کر کیا کروں گی میں؟'' پورچ میں کھڑی سنی کی گاڑی میں بیگ رکھتے ہوئے الٹا اسی سے سوال کیا۔

''اتنا متبرک مہینہ ہے، اس کی رحمتوں برکتوں کا تمہیں اندازہ نہیں ہو گا۔ آئی تھنک تم روزوں سے فرار ہو کر جا رہی ہو۔''

''ایسی بات نہیں ہے سنی بھائی!'' فرنٹ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے اس نے قدرے خجل ہو کر جواب دیا۔ اسے اندازہ تھا کہ اسفند ایسا ہی سمجھ سکتا ہے۔ کیونکہ گزشتہ سالوں میں وہ ایسے ہی فرار حاصل کیا کرتی تھی۔

''ایسی بات تو لگتی ہے۔ مما نے شروع سے تمہیں روزے رکھنے کی عادت نہیں ڈالی تھی، اب زور دیتی ہوں گی تو تم بچ کے ادھر چلی جاتی ہو۔ ثانی! یہ اچھی بات نہیں ہے۔ اب تم باشعور ہو، سمجھ سکتی ہو ہمارے مذہب نے ہم پر کیا کیا فرائض لاگو کیے ہیں، ان فرائض کی ادائیگی اور احترام ہم پر لازم ہے ڈیئر سسٹر! اپنے گھر پر رہ کر ان ایام کو احترام اور نفاست، پاکیزگی کے ساتھ رمضان گزارنے میں راحت بھی ملتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر و ثواب بھی۔'' اسفند نے سنجیدگی سے اسے سمجھانے کی کوشش کرتے ہوئے اپنی گاڑی اسٹارٹ کر کے ریورس کی۔ اور پھر گیٹ سے باہر نکالی۔

"نہیں اسفند بھائی!......آ......آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔" وہ جلدی سے اپنی صفائی میں بولی۔ "ریئلی بلیومی، میں وہاں روزہ رکھنے کی نیت سے جا رہی ہوں۔ مما نے تو واقعی مجھے ان باتوں کا شعور ہی نہیں آنے دیا تھا۔ یہ تو ملی بھابی نے ہی مجھے سمجھایا اور بتایا ہے کہ یہ ہماری زندگی کی کتنی اہم عبادت ہے۔ اسے ہم ایک بار قضا کر دیں تو پھر ادائیگی ممکن نہیں ہے۔ میں وہاں اس لئے جا رہی ہوں کہ اپنے گھر میں تو کوئی روزے رکھتا ہی نہیں تھا۔ ملی بھابی اور ان کے سبھی ملازمین تو بہت پابندی سے عمل پیرا ہوتے ہیں، مجھے بھی ان کی عادت ہوگئی ہے، اس لئے میں ادھر جا رہی ہوں۔ اور پھر مما تو میری ایک آدھ فرمائش پر گھبرا جاتی ہیں۔ ملی بھابی کم از کم میری ہر فرمائش تو پوری کر دیتی ہیں۔"

"تو تم اپنی فرمائشیں پوری کروانے اُدھر جا رہی ہو؟ بھئی اب تو میں آ گیا تھا نا۔ ہم مل کر انجوائے کر سکتے تھے۔" اسفند نے خوش دلی سے کہا۔

"سوری بھائی! مجھے ملی بھابی کے ساتھ رہنے میں زیادہ مزا آتا ہے۔ ریئلی وہ مجھے اپنی بہن، بھابی، سہیلی اور کبھی کبھی مما جیسی لگتی ہیں، وہ بہت نائس ہیں، آپ ان سے ملتے رہیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ وہ ہم سب کے لئے کس قدر مخلص ہیں۔ مما کا تو وہ بے حد احترام کرتی ہیں، مگر نجانے کیوں، مما انہیں سمجھنے میں غلطی کر رہی ہیں۔ ان میں ایسی کوئی خاص برائی ہے ہی نہیں جو مما گنواتی رہتی ہیں۔ پہلے ایسا نہیں تھا، اب ہی کچھ عرصے سے مما انہیں مس انڈرسٹینڈ کرنے لگی ہیں۔" ثانیہ نے پہلی بار بھائی کے سامنے کھل کر کومل سے اپنی مما کے غلط رویے کا اظہار کیا تھا۔

"مما کے رویے کی وجہ ان کی ہمارے گھر سے لاتعلقی اور عدم موجودگی بھی تو ہو سکتی ہے۔ بہو اگر گھر میں نہ رہے تو ظاہر ہے، رویوں میں تبدیلی خود بخود آئے گی۔ ایک فرد کی اہمیت تبھی ایکسیپٹ کی جاتی ہے، جب وہ آپ سے اٹیچ رہے۔ آئی تھنک......کم از کم انہیں بھائی کے انتقال کے بعد تو واپس منصور ہاؤس میں آ جانا چاہئے تھا۔ اگر انہیں ہم سب سے ریلیٹڈ رہنا تھا تو......" اسفند کا انداز تو خاصا سرسری تھا مگر ثانیہ نے اسے چونک کر دیکھا تھا۔ بھائی، مما کے خیالات کے زیرِ اثر تھا۔ یہ بات صاف محسوس ہو رہی تھی۔

"اگر مما انہیں واپس لانے کی پُرخلوص کوشش کرتیں۔ بھائی! آپ یہاں نہیں رہے ہیں اس لئے آپ کچھ نہیں جانتے۔ مما نے شافند بھائی کی زندگی میں ہی کچھ دیواریں کھڑی کر لی تھیں۔ ملی بھابی شافند بھائی کی وصیت کے تحت شمعون ہاؤس میں رہائش رکھے ہوئے ہیں۔ وہ بھائی کی خواہش کے خلاف کوئی قدم کیوں اٹھاتیں۔ جب کہ انہیں کوئی بڑی مجبوری بھی نہیں ہے۔ مما خود بھی اب دل سے نہیں چاہتیں کہ وہ ہمارے گھر میں آ کر رہیں۔ اس لئے مما نے انہیں نہ کبھی بلایا ہے اور نہ وہاں ٹھہرنے پر مجبور کیا ہے۔ میرے اور پاپا کے کہنے پر ہی وہ کچھ دن کے لئے آ جاتی ہیں۔ مما نے تو انہیں کبھی کسی تہوار پر بھی خاص اہمیت نہیں دی۔ جب کہ وہ

تو ہر موقع اور تہوار پر اپنے حقوق اس طرح ادا کرتی ہیں، جیسے شافند بھائی ادا کرتے۔ میرا بھی دل چاہ رہا تھا کہ اس بار ہم سب مل کر رمضان کے روزے رکھیں، مگر یہ کام تو مما کا تھا نا۔ وہ انہیں آنے کے لئے کہتیں یا جا کر لے آتیں۔ آخر اتنا حق تو ان کا بنتا ہے کہ انہیں یہ مان ملے۔ مما کو یہ بات نہیں بھولنی چاہئے کہ وہ اپنی زندگی بھلائے ان کے پوتے کی پرورش و تربیت بالکل ماؤں کی طرح کر رہی ہے، بلا غرض و مطلب کے۔"

ثانیہ کو آج سب کچھ کہنے کا موقع ملا تھا، اس لئے وہ بولتی چلی گئی۔ اسفند گاڑی چلاتے ہوئے لاپروا اور قدرے شریر سی ثانیہ کا یہ روپ دیکھ کر کچھ دنگ تھا۔ وہ خود بھی اپنی مما کے رویے کا مشاہدہ کر چکا تھا۔ ثانیہ کی بھی باتیں درست لگ رہی تھیں۔ پھر بھی وہ برملا اپنی مما کو غلط نہیں کہہ سکتا تھا۔ اس لئے ثانیہ کی سنجیدگی زائل کرنے کے لئے بات کا رخ پلٹتے ہوئے بولا۔

"ثا......نی! میں تو تمہیں ابھی تک سکول گرل ہی سمجھ رہا تھا، جو کچھ سال پہلے اسٹوپڈ سی ہوا کرتی تھی۔ مجھے تو یقین ہی نہیں آ رہا کہ تم اتنا سیریسلی بھی بول سکتی ہو۔ وہ بھی اپنی بھابی کے لئے۔ پلیز ٹیل می، کیا چارج لیتی ہو تم ان کی تعریفوں کے؟"

"سنی بھائی......!" پہلے تو وہ مصنوعی خفگی سے بولی، پھر ایک دم ہنس دی۔ مدت بعد بھائی کا یہ روپ دیکھ رہی تھی، اچھا لگ رہا تھا۔

"مجھ میں یہ چینج بھابی کی وجہ سے آیا ہے، سب ان کی صحبت کا کمال ہے۔ آپ ان کے ساتھ رہیں نا تو آپ بھی ان کے گن گانے لگیں۔"

"ان کے لئے آل ریڈی بہت احترام اور عزت ہے۔" اسفند نے واقعی خلوصِ دل سے کہا۔ ثانیہ کے ذہن پر بھی کچھ دیر پہلے بھائی کی طرف سے جو غبار آیا تھا، اب چھٹ گیا تھا۔

اسفند کی گاڑی پورچ میں رکی تو اپنے لان میں چہل قدمی کرتی کومل اس طرف آ گئی۔ دراصل وہ ثانیہ کا ہی انتظار کر رہی تھی۔ اسے معلوم تھا وہ ضرور آئے گی۔ ثانیہ بھی گاڑی سے اُتر کر فوراً اس کی طرف لپکی اور اس سے لپٹ گئی۔

"اتنی دیر سے آئی ہو۔ میں نے تمہارا انتظار کر کے نماز پڑھی ہے۔"

"کیا کرتی، کوئی لانے والا ہی نہیں تھا۔ مون کہاں ہے؟"

"اسے تو میں نے سلا دیا ہے۔ اچھا، اب اندر تو چلو اور چل کر نمازِ تراویح پڑھو، پھر کل سے اکٹھے ہی نماز پڑھیں گے۔ کم آن۔" کومل نے اس کا بازو تھام کر اندر جانے کے لئے قدم بڑھائے۔ اسفند، ثانیہ کا بیگ تھامے نند بھاوج کی محبت کا نظارہ دیکھ رہا تھا۔ کومل کی اس کی طرف توجہ ہی نہیں تھی۔ اپنے نظرانداز کئے جانے کی ہلکی سی خلش بھی دل میں پیدا ہو رہی تھی۔

ان کے اٹھتے قدم دیکھ کر فوراً ہی دل بول اٹھا۔

"ارے ٹھہرئیے تو......ثانی! اپنا بیگ تو لے لو۔" اسفند کے پکارنے پر ثانیہ خفیف سی ہو کر بیگ لینے مڑی۔ کومل الگ شرمندہ سی کھڑی رہ گئی۔

"ریئلی، میں تو آ کر شرمندہ ہی ہو گیا ہوں۔ ثانیہ کے علاوہ تو آپ کسی کو دیکھتی ہی نہیں ہیں۔ کیا صرف ثانیہ آپ کی رشتے دار ہے؟" لہجے میں سنجیدگی مگر آنکھوں میں شرارت تھی۔ کومل مزید پزل ہوئی۔

"آئی ایم سوری۔ ریئلی میرا آپ کی طرف دھیان نہیں گیا۔"

"میری طرف یا میری گاڑی کی طرف؟ آپ کیا توقع کر رہی تھیں کہ میری کار میں ثانی کو پاپا چھوڑنے آئے ہوں گے یا ڈرائیور........"

"ریئلی، میں نے غور نہیں کیا تھا۔ ایکچولی میں ثانی کی آمد کی توقع اب نہیں رکھتی تھی، اس لئے اسے دیکھتے ہی خوشی سے حیران تھی۔ آپ یہ مت سوچئے کہ میرے لئے صرف ثانیہ اہم ہے، میرے لئے شافند کے سبھی بھائی بہنیں ایک جتنی اہمیت رکھتے ہیں۔" کومل نے بڑی سادگی سے صفائی دی۔ مگر اسفند اس کی اس سادگی سے زیادہ خوش نہیں تھا۔ چہرے پر ایک دم سایہ سا لہرایا۔ وہ بار بار اپنے اور اس کے درمیان موجود رشتے کو جتا کر جو تکلیف دیتی تھی، یہ بس وہی جانتا تھا۔

"ملی بھابی! پھر تو مجھے کچھ پراؤڈ ہو جانا چاہئے۔ سنی بھائی کو ہر جگہ سب سے زیادہ اہمیت ملتی ہے۔ کسی ایک جگہ پر تو بھائی اور میں برابر ہیں۔" ثانیہ نے بھرپور شرارت سے بھائی کو دیکھا تو وہ مسکرا کر رہ گیا۔ جب کہ کومل نے اسے پیار سے چپت لگائی۔

"اچھا اب اندر چلو یا یہیں کھڑے ہو کر محفل جمانے کا ارادہ ہے؟ پلیز، آپ بھی آیئے۔" ثانیہ کے ساتھ اس نے اسفند کو بھی مخاطب کیا۔

"نہیں، میں اب چلتا ہوں۔ جس شیطان کی خاطر آیا تھا، وہ تو سویا ہوا ہے۔ اگر وہ جاگ رہا ہوتا تو میں ضرور ٹھہرتا۔"

"بھائی! شیطان کا نام بھی مت لیں۔ شیاطین تو آج رات سے ویسے بھی قید ہیں۔ اور ہمارا چھوٹا شیطان تو بمشکل ہی قابو آتا ہے اور وہ بھی ملی بھابی سے۔" ثانیہ نے اپنا بیگ تھام کر اندر بڑھتے ہوئے ایسے ہی بات کی۔

"آپ اس طرح جائیں گے؟ کم از کم اندر تو آئیں۔" کومل نے آدابِ میزبانی کے طور پر اسے دوبارہ چلنے کے لئے کہا تو وہ ان کے پیچھے چلنے لگا۔ ٹی وی لاؤنج میں پہنچتے ہی ثانیہ نے معذرت کرتے ہوئے کہا۔

"بھائی! آپ ضرور کچھ دیر یہاں بیٹھیں۔ بھابی آپ کو بور نہیں ہونے دیں گی۔ میں بھی نماز ادا کر کے ابھی آتی ہوں۔"

"ثانی! میں بس جا رہا ہوں۔ مجھے بھی گھر جا کر سونا ہے یا نہیں۔"

"آئی نو، آپ ابھی تو نہیں جا کر سوئیں گے۔ کوئی کتاب پڑھیں گے یا پھر ٹی وی پر کوئی دینی پروگرام دیکھیں گے۔ آج بھابی سے کسی ٹاپک پر بات کر لیں۔ مگر پلیز، میرے فارغ ہو

کر آنے تک مت جایئے گا۔ آپ چلے جائیں گے تو بھابی بھی جا کر سو جائیں گی۔ پھر میں انہیں اپنی سحری کا مینیو کیسے بتاؤں گی؟" اپنے روکے جانے کے اصرار کا مقصد اب کھلا تو وہ بہن کو مصنوعی طور پر گھور کر دیکھے گیا۔ مگر وہ بڑے مان سے کہہ کر مسکراتے ہوئے کمرے سے جا چکی تھی۔ کومل نے بھی اسے کھڑے دیکھ کر مروتاً کہا۔

"پلیز بیٹھیے، میں آپ کے لئے کولڈ کافی بنا کر لاتی ہوں۔" وہ اسے روکنا چاہتا تھا، مگر روک نہیں پایا۔

کومل کچھ دیر بعد ہی اس کے لئے اس کا پسندیدہ مشروب لئے آ گئی۔ سفید سراپے میں وہ ہمیشہ سے زیادہ مقدس نظر آئی۔ وہ محسوس کر رہا تھا کہ وہ اس کی موجودگی میں کچھ بے چین و مضطرب ہو رہی ہے۔ اس کی گھنیری پلکوں کی لرزش اس کی اندرونی کیفیت کی غماز تھی۔ وہ اسے پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مگر جیسے اپنے دل پر اختیار بھی نہیں تھا۔ کومل کو دیکھ کر اس کے جذبے آنکھوں میں سمٹ آتے تھے۔ دل اپنی حکایتیں کہہ سنانے کو بے چین ہونے لگتا تھا۔ تبھی وہ اسے بلا جھجک دیکھنے لگتا تھا۔ کومل نے خود کو مصروف رکھنے کے لئے کمرے کی چیزوں کو درست جگہ پر رکھنا شروع کیا۔

"اماں جان کی طبیعت کیسی ہے؟" اسفند اس کے استفسار پر اپنے خیالات سے چونکا، پھر گہری سانس کھینچ کر بولا۔

"الحمدللہ! وہ بالکل ٹھیک ہیں۔ مگر ان کا ایک جگر گوشہ کافی مضطرب ہے، راتوں کی نیند حرام ہو گئی ہے۔ ایک مشکل آ گئی ہے زندگی میں اور۔" وہ سمجھ رہی تھی کہ وہ اپنے بارے میں ہی اظہار کر رہا تھا مگر اس وقت وہ اس کی کسی بات کو اہمیت نہیں دینا چاہتی تھی۔ اس لئے قدرے انجان بن کر حیرت سے پوچھا۔

"پاپا تو آج شام ہی مجھ سے مل کر گئے ہیں۔ انہوں نے تو مجھ سے اپنی کسی مشکل یا پریشانی کا ذکر نہیں کیا۔ اور چچا جان سے بھی میری آج ہی فون پر بات ہوئی ہے، وہ سب بھی خیریت سے ہیں، آپ کس کی بات کر رہے ہیں؟" وہ پہلے زیرِ لب مسکرایا، پھر بولا۔

"میں کس کی بات کر رہا ہوں؟ آپ جان کر انجان بن رہی ہیں کیا؟ یہ بات آپ کے علم میں نہیں ہے کہ اماں جان کا جگر گوشہ اور نورِ نظر کون ہے۔ انہوں نے میری پرورش کی ہے۔ میں ان کا بیٹا ہی ہوں، پوتا نہیں ہوں۔" اسفند کافی اچھے موڈ میں تھا۔ وہ اس لمحے اپنے دل کا تمام قصہ سنانا چاہتا تھا۔ قسمت سے جو تنہائی میسر آئی تھی، اسے کھونا نہیں چاہتا تھا۔ جب کہ کومل کے لئے اس کے ساتھ یہ وقت گزارنا خاصا دشوار ہو رہا تھا۔ بات برائے بات وہ اسے جواب دینے پر مجبور سی تھی۔

"آپ کی زندگی میں کیا مشکل ہے؟ آپ کو کیا پرابلم ہو سکتی ہے؟ اچھی بھلی زندگی گزار رہے ہیں آپ۔ اچھی پوسٹ ہے، خود کفیل ہیں، کسی کے محتاج نہیں ہیں، اپنی مرضی کے مالک

ہیں، شاید بے اطمینانی و اضطراب اس لئے ہے کہ اس ''سب کچھ'' کے لئے کوئی تگ و دو نہیں ہوئی، خود بخود سب کچھ حاصل ہو گیا ہے۔'' کومل کے لہجے میں سنجیدگی کے ساتھ ساتھ ہلکے سے طنز کی بھی آمیزش تھی۔ اپنے طور پر وہ اسے سمجھانے کی کوشش میں بھی تھی کہ اس کے حوالے سے اس کی کوئی بھی کوشش بے کار ہو گی۔ کومل کی بات پر وہ کھل کر مسکرایا۔

''سب کچھ ابھی مجھے کہاں حاصل ہوا ہے؟ ابھی تو بہت کچھ پانا زندگی میں باقی رہتا ہے......'' وہ بولتے بولتے جیسے کھو سا گیا اور پھر اسی کیفیت میں بولنے لگا۔

''ابھی تو مجھے کسی کا ساتھ چاہئے، کسی کی آنکھوں میں، میں اپنے خواب دیکھنا چاہتا ہوں۔ صرف اپنے خواب، کسی کی چاہت و محبت صرف اپنے لئے مخصوص دیکھنا چاہتا ہوں۔ ابھی تو مجھے زندگی کی انمول خوشیاں چاہئیں، جو کسی کی چشم نم کے مسکرانے پر مجھے حاصل ہوں گی۔ کاش! ......کاش وہ بھی میری آنکھوں کی تحریر سمجھ جائے، جس کے لئے ساری بے چینیاں اور اضطراب میری راتوں کی نیندوں کا حصہ بنا ہوا ہے۔ میری بے خواب آنکھوں میں کوئی ایک بار دیکھے تو معلوم ہو کہ میرے سچے جذبے اپنا آپ ثابت کرنے کو ہر پل، ہر لمحہ آنکھوں میں نمایاں رہتے ہیں۔ میری دھڑکنیں تک ایک خواہش کے بازیاب ہونے کے لئے وظیفہ گو ہیں۔ کوئی میرا یقین کرے تو میں بتاؤں کہ میری ہستی کا ہر پہلو صرف تمہارے لئے مخصوص ہے۔''

وقت جیسے ٹھہر گیا تھا۔ کومل حیرت کا مجسمہ بنی جامد و ساکت اس کی جرأتیں سن رہی تھی۔ وہ کس بے باکی سے اپنے جذبوں کا اظہار کرتا سب کچھ اس سے منسوب کر رہا تھا۔ کوئی جادو تھا، فسوں تھا یا کیا تھا، اُس کی باتوں میں؟ کومل گنگ رہ گئی تھی۔ دوہری کیفیت کے زیر اثر کچھ کہنا دُشوار ہو رہا تھا۔ وہ اس کی خاموشی سے شہہ پا کر بولتا جا رہا تھا۔ اپنا آپ عیاں کرتا ہوا وہ کسی اور ہی دنیا کا باسی محسوس ہو رہا تھا۔ اسے اس کے حصار سے نکلنے پر مجبور کرتا ہوا۔ وہ اسے مسلسل حیرت سے سنتی جا رہی تھی۔

''کاش! ......کاش تم ایک بار میری آنکھوں میں دیکھو تو تمہیں معلوم ہو کہ میری آنکھوں میں صرف ایک تصویر، ایک شبیہ ہے۔ میں اس مقدس رات کو گواہ بنا کر اقرار کرتا ہوں کہ میرے جذبے بالکل خالص اور سچے ہیں۔ تم میرا اعتبار کرو۔''

''اسٹاپ اِٹ۔ اسٹاپ اِٹ اسفند منصور! تم......تم یقیناً اپنے ہوش میں نہیں ہو۔'' اچانک کومل کی ساری حسیات جاگ گئی تھیں۔ سارا سحر، سارے فسوں لمحے آگہی کے ایک چابک سے سرپٹ بھاگ گئے تھے۔ اس کے اردگرد وہی اونچی دیواریں تھیں، جس کے حصار میں وہ خود کو محفوظ کئے ہوئے تھی۔ اسفند منصور کی جرأت نے اسے نئی اذیتوں کے ساتھ شرمندگی کے پاتال میں بھی پھینک دیا تھا۔ یہ شخص نہ جانے کیوں اسے ورغلانے اور بھٹکانے کے درپے تھا۔ وہ اسے جھڑک کر خود وہاں سے نکل آئی تھی۔ کچن میں آ کر اس نے خود کو ملامت کرتے ہوئے ٹھنڈے پانی کی بوتل فریج سے نکال کر منہ سے لگائی۔ پہلی بار اس نے کہیں بیٹھے بغیر اس بے

صبرے پن سے پانی پیا تھا۔

یہ شخص جو چاہتا ہے، میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔ میں اس کی ساری سازشیں ناکام بنا دوں گی۔ یہ مجھ سے میرا مقام، میری عزت چھیننا چاہتا ہے۔ کیوں آخر؟......اسے کیا کمی ہے جو یہ مجھے اس طرح ٹریپ کر رہا ہے۔ یا اللہ! میں کس سے کہوں؟ تُو ہی مدد فرما، میں اپنے مقصد حیات کے حصول کی راہوں میں کبھی نہ لڑکھڑاؤں۔ اے میرے رب! تُو ہی مجھے کمزور ہونے سے، گرنے سے اور بھٹکنے سے بچانا۔'' کومل کی سرمگیں آنکھوں میں اشک آ کر منجمد ہو گئے اور وہ خود بھی پھر سے مضبوط اور مستحکم ہو گئی۔

اسفند بھی کومل کی طویل خاموشی کے بعد اس طرح چلانے اور پھر منظر سے غائب ہو جانے پر ششدر سا بیٹھا تھا۔ وہ تو سمجھ رہا تھا کہ اس کی باتیں، اس کے جذبے اثر کر گئے ہیں۔ مگر وہ تو ہمیشہ کی طرح دُور، بہت دُور اونچی دیواروں کے پیچھے مقید نظر آ رہی تھی۔ اس کے ہر اعتبار، ہر یقین کو جھٹلاتی ہوئی۔ اس کے مان کو ریزہ ریزہ، کرچی کرچی کرتی ہوئی۔ پہلے کی طرح بے نیاز اور سراپا احتجاج بنی ہوئی تھی۔ وہ کچھ دیر بعد اٹھ کر اس کے پیچھے آ گیا۔ اس اثنا میں وہ خود کو سنبھال چکی تھی۔

''مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔'' اسفند نے کچن کے دروازے میں ایستادہ ہو کر کہا۔ کومل نے آدھی بھری بوتل واپس رکھتے ہوئے اسے دیکھا۔

''آپ جانے کی اجازت لینے آئے ہیں، ٹھیک ہے، آپ جائیے، میں ثانی سے کہہ دوں گی کہ آپ کو دیر ہو رہی تھی۔'' کومل نے خود کو ایسے ظاہر کیا، جیسے کچھ دیر پہلے کچھ بھی نہ ہوا ہو۔ اسفند ہنوز حیرت میں کھڑا تھا اور اس کی سرمگیں آنکھوں میں ٹھہری نمی کو دیکھ کر قدرے بے چین بھی ہوا تھا۔

''جانا تو ہے مجھے، مگر......''

''مگر کیا؟......ثانی کو کوئی میسج دینا ہے تو گھر جا کر فون کر لیجئے گا۔ آئی تھنک، مما آپ کے لئے جاگ رہی ہوں گی۔'' کومل کے سرد اور سپاٹ لہجے میں اس کے لئے نیا احساس تھا۔

''مما کو میں بتا کر آیا تھا۔ فی الحال مجھے آپ سے یہ کہنا ہے کہ آپ گھر کیوں نہیں چلتیں۔'' اسفند نے بھی فوراً خود کو سنبھالا۔ اسے احساس ہو گیا تھا کہ کومل کی بیگانگی و سرد مہری اتنی جلدی ختم ہونے والی نہیں تھی۔

''تو کیا اس وقت میں کسی ویرانے میں ڈیرہ جمائے بیٹھی ہوں۔ یہ گھر نہیں ہے کیا؟'' کومل نے تیکھے تیوروں سے جواب دیا تو وہ گڑبڑا اٹھا۔

''میرے کہنے کا مطلب یہ نہیں ہے۔''

''پھر کیا مطلب ہے آپ کا؟ میں اپنے شوہر کے گھر میں آپ کو اچھی نہیں لگتی؟'' کومل کا رویّہ مزید تیکھا اور تلخ ہوا۔

"پلیز، آپ میری بات سمجھنے کی کوشش کریں۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ آپ اس مبارک مہینے میں تو ہم سب کے ساتھ مل کر رہیں۔ مل کر رہنے اور مل کر سحر و افطار کرنے کا اپنا مزا ہے۔ آپ یہاں اکیلی ہوتی ہیں۔ وہاں گھر کے سب ہی افراد ہوتے ہیں۔"

"میں یہاں اکیلی نہیں ہوتی۔ سب سے پہلے اپنی یہ غلط فہمی دور کر لیں، اسفند منصور! میں یہاں اپنے بیٹے اور اپنے شوہر کے وفاداروں کے ساتھ ہوتی ہوں۔ ثانیہ بھی اب تو یہیں ہے۔ منصور ہاؤس میں ان دنوں میں میرا قیام بہت ہی مشکل ہے۔ میں اس مقدس مہینے کی رحمتیں اور برکتیں اپنے گھر میں ہی رہ کر سمیٹنا چاہتی ہوں۔"

کومل کا یہ سنجیدہ اور بے لاگ انداز بالکل نیا تھا۔ وہ اپنی باتوں سے اسے بہت کچھ جتا چکی تھی اور وہ اسے دیکھتے ہوئے، سنتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ میں اتنی آسانی سے ہار نہیں مانوں گا کومل! ایک نہ ایک دن ضرور تمہیں تمہارے حصار سے نکلنے پر مجبور کر دوں گا۔ میرے جذبے خالص ہیں یا نہیں، اس کا فیصلہ ایک دن تم خود کرو گی۔ وہ خود سے عہد کرتا اسے خدا حافظ کہہ کر وہاں سے نکل گیا۔

کومل اس کے جانے کے بعد پھر سے نئے احساسات میں گھر گئی۔ یہ شخص اس کی دنیا میں ہلچل مچانے آتا تھا۔ ہر بار نئی کسک دے کر جاتا تھا۔ وہ نادان نہیں تھی، وہ جانتی تھی، اس کی عقل و فہم کا فیصلہ تھا کہ اس شخص کی کسی بات کا اعتبار اپنی رسوائی کا خود سامان کرنا تھا۔ وہ آگہی رکھتی تھی کہ اس کے اردگرد بسنے والوں کے دامن میں اس کے لئے ہر وقت پتھر بھرے رہتے ہیں۔ اس کا ایک بھی لرزیدہ قدم وہ پتھر اس کے وجود پر برسنے کا موجب بن جائے گا۔ لوگ ایک پل میں اس سے جینے کا حق چھین لیں گے۔ اس کی روشنی کو اندھیروں میں تبدیل کر دیں گے۔ وہ جانتی تھی کہ سراب خواہشوں کے رستوں میں نرم پھول نہیں، کانٹے ہی کانٹے بھرے ہوئے ہیں۔ خواہش کا ایک پھول توڑنے کی پاداش میں ناسور اور زخم حصے میں آئیں گے، جو ساری زندگی رستے رہیں گے۔ وہ ایسی کسی تکلیف کو اپنا مقصد نہیں بنانا چاہتی تھی۔



رمضان المبارک کی آمد جس صبر آزما انتظار کے بعد ہوئی تھی، اب اس کے قیام کی مدت کسی خاص مہمان کی طرح اسی شدت اور تیزی سے ختم ہو رہی تھی۔ ہر گزرتی ساعت، احکامِ ربیؔ کے ماننے والوں اور پیروی کرنے والوں کے لئے ایک نئی تشنگی بن کر گزرتی تھی۔ بیشتر وقت عبادات میں مشغول رہ کر بھی کچھ نہ کر سکنے کا ملال بڑھتا چلا جاتا تھا۔ کومل کی بھی آج کل یہی کیفیت تھی۔ اپنی مصروف زندگی ان ایام متبرکہ میں اسے بے چین و بے کل رکھتی تھی۔ اس کا دل چاہتا تھا، زندگی کی ہر مصروفیت بھلا کر صرف اللہ کے حضور سرنگوں رہے۔ اس کی رحمتیں سمیٹے، اس سے مغفرت طلب کرتی رہے، اپنی عاقبت کے سنورنے اور بخشش کے لئے استدعا گزارا رہے۔ مگر وائے مجبوری، وہ زندگی کے روز و شب اپنی مرضی سے گزارنے پر قادر نہیں

تھی۔ زندگی کے بکھیڑے اور جھمیلے اس کے ساتھ ساتھ تھے، جن سے وہ چاہ کر بھی غافل نہیں ہو سکتی تھی۔ اس کا گھر تھا، کاروبار تھا، بچہ تھا اور سب سے بڑھ کر سسرالی رشتوں کا بندھن تھا، جس کو وہ چاہ کر بھی توڑنا نہیں چاہتی تھی۔

پہلا عشرہ گزرتے ہی صوفیہ نے ثانیہ کو واپس بلا لیا تھا۔ ان کا بلڈ پریشر بڑھنے لگا تھا، جو سب ہی کے لئے پریشان کن بات تھی۔ کیونکہ ایسی صورت میں سب ہی کی شامتِ اعمال آتی تھی۔ انہیں افطار پارٹیاں کرنے اور کھانے کا شوق بھی بہت تھا اور اس بار تو اسفند منصور کی وجہ سے وہ کافی سرگرم عمل رہی تھیں۔ مقصد اسے کسی لڑکی کی طرف مائل کرنا رہا تھا مگر وہ اکثر ہی ان کے پروگرام خراب کرنے کے بعد ان کا بلڈ پریشر بڑھانے کا موجب بن چکا تھا۔ ان کی ناسازیٔ طبع پر ہی منصور احمد نے تیسرے عشرے میں بہو سے درخواست کی تھی کہ وہ کچھ دن ان کے پاس آ کر ٹھہرے اور پھر اسفند منصور کو اسے لینے بھی بھیج دیا تھا۔ اسفند کی تو دل کی مراد پوری ہوئی تھی۔ وہ نمازِ تراویح سے فارغ ہوتے ہی سیدھا شمعون ہاؤس آ پہنچا تھا۔

مون اپنے چاچو کو اس وقت دیکھ کر خوشی سے تقریباً چیختا ہوا اپنے بستر سے کود کر اس سے جا لپٹا۔

"چاچو! رئیلی، میں آپ کو مس کر رہا تھا۔"

"رئیلی؟........ دیکھو، پھر میں آ گیا ہوں۔"

"میں آپ کو فون کر رہا تھا ابھی۔ آپ نے میرا فون کیوں ڈسکنیکٹ کیا؟" مون نے اس سے الگ ہو کر معصومیت بھرے انداز میں استفسار کیا۔

"اس لئے سویٹ ہارٹ! کہ میں ادھر ہی آ رہا تھا۔ تمہاری ماما کہاں ہیں؟" اس نے پوچھنے کے ساتھ ساتھ کمرے میں اِدھر اُدھر نگاہ بھی دوڑائی۔

"ماما تو (Pray room) پرے روم میں ہیں، نماز پڑھ رہی ہیں ابھی۔ آپ آئیں بیٹھیں چاچو! میں آپ کے لئے آئس کریم لے آؤں۔"

اسفند نے نفی میں گردن ہلانے کے بعد کہا۔

"نہیں بھئی، کچھ نہیں چاہئے۔ تم بس جلدی سے تیار ہو جاؤ۔"

"کہاں جانا ہے چاچو؟"

"ہمارے گھر، تمہاری ماما نے بتایا نہیں تمہیں؟"

"وہ تو کل جانا ہے۔ ماما نے مجھے بتایا تھا۔ میں اسی لئے تو آپ کو فون کر رہا تھا کہ چاچو! کل میں آپ کے گھر آؤں گا تو آپ کو اپنا پرامس پورا کرنا پڑے گا۔"

"کون سا پرامس؟" اسفند نے ذہن پر زور دیتے ہوئے پوچھا۔

"آپ کو یاد نہیں چاچو! آپ بھول گئے۔ آپ نے کہا تھا کہ میں آپ کے گھر رہنے آؤں گا تو آپ مجھے پلے لینڈ لے کر جائیں گے۔"

''اوہ.......آئی سی۔ اوکے بھئی، لے جاؤں گا۔ یاد ہے مجھے اپنا پرامس۔ فی الحال تم ابھی چلنے کی تیاری کرو، اپنا سامان پیک کرو، بہت سے دن رہنا پڑے گا۔ اوکے!'' اسفند نے اسے زبردستی وارڈروب کی طرف دھکیلا۔

''چاچو! ماما تو آ جائیں۔ وہ کل جانے کے لئے کہہ رہی تھیں۔''

''ڈونٹ وری سویٹو! وہ ابھی جانے کے لئے بھی مان جائیں گی۔ کم آن، ہری اپ۔ راستے میں آئس کریم کھانی ہے نا، تو پھر جلدی کرو۔'' اسفند خود اس کی وارڈروب سے اس کی چیزیں نکالنے لگا۔ عجیب سی خوشی اس کے انداز و رویّے سے چھلک رہی تھی۔ مون بھی اپنے چاچو کے ساتھ جانے کی خوشی میں اپنا سامانِ ضروریہ نکال نکال کر اپنے چاچو کو پکڑا رہا تھا۔ حالانکہ کومل نے منصور ہاؤس میں بھی اس کی ضرورت کی ہر چیز جمع کر رکھی تھی۔ اسکول کی کتابوں کے علاوہ کچھ بھی لے جانے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ پھر بھی اپنے کپڑے وغیرہ رکھ رہا تھا۔ اس کا سامان اور چیزیں ایک بیگ میں تقریباً رکھنے کے بعد اسفند نے قدرے بے چینی سے کہا۔

''یار مون! آدھے گھنٹے سے زیادہ مجھے آئے ہوئے ہو گئے ہیں، تمہاری ماما کوئی وظیفہ پڑھ رہی ہیں جو ابھی تک فارغ نہیں ہوئیں۔ آؤ دیکھیں، ان کے فارغ ہونے میں کتنی دیر ہے۔''

''چاچو! ماما اپنے پرے روم میں ہیں، میں انہیں ڈسٹرب کروں گا تو وہ ناراض ہو جائیں گی۔''

''کیوں ناراض ہوں گی؟'' اسفند نے ناسمجھی سے پوچھا۔

''میں وہاں جا کر انہیں بار بار بلاتا جو ہوں۔ اور معلوم ہے، ایک بار وہاں میں مٹی سے بھرے جوتے لے کر چلا گیا تھا، پھر ماما بہت ناراض ہوئی تھیں۔ مجھے ڈانٹا بھی تھا۔ اگر آپ وہاں جائیں تو اپنے جوتے باہر اُتار کر جانا، ورنہ آپ کو بھی ماما کی ڈانٹ پڑے گی اور چاچو! میں آپ کو پرے روم سے باہر چھوڑ کر آ جاؤں گا۔ مجھے ابھی اسکول بیگ میں بکس بھی رکھنی ہیں۔''

مون کے اطلاعی انداز میں بلا کی معصومیت تھی۔ اسفند کو اس پر بے اختیار پیار آیا۔ اسے کھینچ کر اپنے ساتھ لگاتے ہوئے اس کی پیشانی پر بوسہ بھی لیا۔

''آ جانا ڈارلنگ! پہلے مجھے لے کر تو چلو۔''

مون اس کا ہاتھ تھامے شافند اور کومل کے بیڈروم کے پیچھے بنے ایک ہال روم کی طرف لے گیا۔ اس طرف وہ پہلے نہیں آیا تھا۔ مون اسے خاموشی سے وہاں چھوڑ کر پلٹ گیا تھا۔

اسفند دل ہی دل میں کچھ حیران سا تھا۔ کومل کی چپل بھی باہر ہی پڑی تھی۔ وہ اپنی کوہاٹی چپل بھی باہر اتار کر بہت آہستگی سے ہینڈل گھما کر اندر داخل ہوا تو اندر کا نظارہ دیکھ کر مزید مبہوت رہ گیا۔ اس کے قدم وہیں جیسے جم گئے تھے۔ نور و تقدس بھرا ماحول عجیب بہار دکھا رہا تھا۔ پورا ہال سبز، دبیز قالین سے ڈھکا ہوا تھا۔ کومل جائے نماز پر سر بہ سجود اشک ریز تھی۔ اس کی

مدھم سسکیاں ماحول میں ارتعاش پیدا کر رہی تھیں۔ سامنے ہی دیوار پر ''اللہ'' بہت خوب صورت انداز میں خوش خط لکھا ہوا تھا۔ یقیناً کسی ماہر خطاط کا کارنامہ تھا۔ جنوبی دیوار پر بھی مکہ معظمہ، خانہ کعبہ اور روضۂ رسول مقبول ﷺ مدینہ منورہ بہت خوب صورت پینٹنگ کی صورت میں آویزاں تھے۔ چھت کے درمیان میں لٹکتا کرسٹل فانوس چہار طرف کسی نور کی طرح روشنی منعکس کر رہا تھا۔

اسفند منصور ذہنی و دلی طور پر بہت سرشاری محسوس کر رہا تھا۔ اس کے رگ و پے میں کوئی خوش گواری سی دوڑ رہی تھی۔ ایک سرور سا اس پر وارد ہو رہا تھا۔ کومل کے لئے اس کے دل میں قدر و منزلت مزید بڑھ گئی تھی۔ اس کے لئے یہ نظارہ ہی متاثر کن تھا۔ اپنی مما کی ہر بات گرچہ پہلے بھی اسے صحیح نہیں لگتی تھی اور آج کومل کا سربسجود اشک بار وجود ان کی ہر بدگمانی کی نفی کر رہا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ان کے گھر آ کر، مما کے زیر سایہ رہنے کے بعد کوئی ہستی عملاً مذہبی امور کی انجام دہی کر سکتی ہے اور وہ بھی اس دل جمعی سے۔ عبادت کرنے کا یہ بے نیاز انداز اسے بہت اچھا لگا تھا۔ وقتی طور پر یہ اپنی دنیا سے کٹ کر صرف اللہ کے سامنے اقرار و وحدانیت پورے ذہن و دل سے کرنا باعثِ تسکینِ روح تھا۔ اسفند کے دل کی کیفیت میں ایک نیا تغیر پیدا ہو رہا تھا۔ وہ ہمیشہ سے اپنے گھر کا ماحول اسی طرح دیکھنے کا خواہش مند رہا تھا۔ اس کی خواہش پوری ہوئی بھی تھی تو اس کے بھائی کے گھر میں۔ پھر سے کسک ٹیس بن کر اس کے دل میں اٹھی تھی۔ وہ مسلسل اس پر نگاہ مرکوز کئے، گہری سوچ میں مستغرق تھا۔ اسے خبر بھی نہ ہوئی کہ کومل جاءِ نماز تہہ کر کے اپنی بھیگی آنکھوں کو سفید نرم دوپٹے سے صاف کرتی پلٹی اور پھر اس سے ٹکرا گئی۔ حیرت کا ایک نیا جہاں اس کی بھی آنکھوں میں آ ٹھہرا تھا۔ اسے کسی کی موجودگی کا احساس ہی نہیں ہوا تھا اور نہ ہی وہ کسی کی اس کمرے میں موجودگی کی توقع رکھتی تھی اور اسفند منصور کی یہاں آمد تو اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی۔

''آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟'' گریہ زاری سے بوجھل آواز میں اس نے اپنی حیرت کا اظہار کیا جو کافی توقف کے بعد ہوا تھا۔ اسفند منصور بھی اپنی حیرت سے نکل کر اسے عقیدت و احترام سے دیکھے گیا۔

''وہ.......وہ.......آپ میرے ساتھ چلیں۔ میں آپ کو لینے آیا ہوں۔'' کچھ توقف کے بعد (کومل کی حیرت برقرار دیکھتے ہوئے) وہ بمشکل بول پایا۔

''وہاٹ؟........مگر کیوں؟'' کومل کی حیرت میں اس بار تیکھا پن بھی شامل ہوا۔ اسفند منصور کی اس وقت یہاں موجودگی اسے یقیناً ناگوار گزری تھی یا پھر اپنی گریہ زاری کے بعد اس کا سامنا اسے اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ تب ہی وہ دل میں انتہا درجے کا گداز رکھتے ہوئے بھی اس طرح برتاؤ کر رہی تھی۔ اسفند کے چہرے پر واضح دھواں سا پھیلا تھا۔ دل ہی دل میں اس کے رویّے پر بلکہ اس کے متحیرانہ استفسار پر پیچ و تاب کھانے کے باوجود بہت تحمل سے گویا ہوا۔

"بہتر ہوگا کہ آپ یہاں سے باہر آ کر میری بات سن لیں۔"

"یہاں سے باہر جا کر جو کہنا ہے، وہ یہیں کہہ لیں۔" کومل کی بات ابھی ادھوری تھی، اسی اثناء میں مون نے دروازے سے اندر جھانک کر کہا۔

"چاچو! میں تو ریڈی ہوں۔ ماما نے نماز پڑھ لی ہے؟" کہیں جانے کا سن کر کومل کے ذہن پر چھائی بدگمانی کچھ کم ہوئی تھی۔ اسے اندازہ ہو رہا تھا کہ مون کی کوئی فرمائش پوری کرنے کی کوشش کا یہ سلسلہ ہے۔ یقیناً مون کو اپنے ساتھ لے جانے کے لئے، اس کی اجازت لینے کے لئے وہ وہاں موجود تھا۔

"پڑھ لی ہے جان! میں آ رہی ہوں۔" مون کو بڑی محبت سے جواب دیتے ہوئے وہ باہر نکلی اور پھر سیدھی اپنے اور مون کے کمرے میں چلی آئی، جہاں کافی بے ترتیبی سی تھی۔

"یہ سب کیا ہے مون؟........ میں نے تمہیں سونے کے لئے کہا تھا۔" مون کو ناراضگی سے کہتے ہوئے اس نے اندر آتے اسفند کو چیئر پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"ماما! ہم دادو کی طرف جا رہے ہیں۔ چاچو ہمیں لینے آئے ہیں۔"

کومل نے مون کو حیرت سے سنا اور اسفند کو دیکھا تو وہ فوراً گویا ہوا۔

"آئی ایم ویری سوری، میں نے آپ کو اس وقت ڈسٹرب کیا۔ ایکچولی پاپا نے میرے ذمے ایک ڈیوٹی لگائی تھی۔ انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ میں آپ کو لے آؤں، اسی لئے میں اس وقت آیا ہوں۔"

"میری پاپا سے بات ہوگئی تھی، میں کل آ جاتی۔ انہوں نے آپ کو کیوں یہ ڈیوٹی دی ہے؟ مما کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟" فوراً ہی اسے صوفیہ منصور کی صحت کا خیال آیا۔

"پہلے سے تو وہ بہتر ہیں، مگر ایک دم ٹینس ہو جاتی ہیں۔"

"وہ کیوں ٹینس ہو جاتی ہیں؟ کوئی ٹینشن چل رہی ہے گھر میں؟" کومل ایک دم ہی پریشان و متفکر ہو کر پوچھنے لگی۔

"کوئی ٹینشن نہیں ہے، سب کچھ تو ان کے انڈر کنٹرول ہے۔ اپنی مرضی سے ہی وہ پارٹیز اٹینڈ کرتی ہیں۔ گھر میں بھی گیدرنگ رہتی ہے۔ میں نے ان سے کہا بھی ہے کہ کچھ دن کے لئے یہ سب چھوڑ کر عبادت میں مصروف رہیں، بلڈ پریشر لیول پر خود بخود آ جائے گا، لیکن وہ......" وہ کہتے کہتے رک گیا۔ کومل کو بھی اس کی ادھوری بات کا مفہوم تو معلوم تھا، اس لئے اس نے کچھ کہے بغیر اس سے پوچھا۔

"آپ نے کھانا کھایا ہے۔ کولڈ کافی بناؤں آپ کے لئے؟"

"نہ......نہیں...... میں کچھ نہیں لوں گا۔ آپ چل رہی ہیں نا؟"

اسفند نے فوراً ہی انکار کرتے ہوئے اپنا مدعا دہرایا۔ آج وہ برملا اس کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا، بلکہ نگاہ جھکا کر بات کر رہا تھا۔ یہ بات کومل نے نوٹ کی تھی۔ فان کلر کے شلوار سوٹ

میں ملبوس آج وہ پہلے سے زیادہ وجیہ لگ رہا تھا۔ اس کی وجاہت سے تو کومل بھی انکاری نہیں تھی، بس اپنے لئے اس کا بے باکانہ رویہ اسے ناپسندیدگی کی سند دینے پر مجبور کرتا تھا۔ آج وہ جس طرح اسے عقیدت و احترام سے دیکھ رہا تھا اور پھر نظر جھکا کر بات کر رہا تھا، یقیناً یہ اس کی فطری شرافت کا ثبوت تھا۔ گویا وہ فطری طور پر تو شریف النفس تھا۔ شاید کبھی کبھی کمزور لمحوں کی گرفت میں آ کر اس سے غلطی ہو جاتی تھی۔ کچھ لمحوں کے لئے کومل کے دل میں اس کے لئے نرمی پیدا ہوئی تھی۔ وہ اسے مکمل طور پر قصوروار نہیں سمجھتی تھی۔ یقیناً حالات اور وقت نے اور خصوصاً صوفیہ منصور کی ترغیب نے اسے مجبور کیا تھا جو وہ اپنی حدود کا پاس نہیں کیا کرتا تھا۔

"ماما! چلنا ہے نا؟" مون نے بھی خاصی بے چینی سے اپنی ماما کو تقریباً ہلا کر پوچھا۔ چند لمحوں کی خاموشی دونوں کے لئے ہی ناقابل برداشت ہوگئی تھی۔

"مون! ابھی تمہارے اسکول بند نہیں ہوئے ہیں۔ وہاں سے تمہیں کون پک اینڈ ڈراپ کرے گا؟ مجھے خود فیکٹری میں کس قدر مصروفیت ہے۔ وہاں سے فیکٹری آنا اور پھر جانا میرے لئے کس قدر مشکل امر ہوگا۔ تمہاری ووکیشن شروع ہوں گی تو پھر ہم وہاں رہنے چلیں گے۔ میں پاپا سے ابھی معذرت کر لیتی ہوں۔" کومل نے کچھ سوچ کر جواب دیا۔ انداز بالکل ٹالنے والا تھا۔

"ڈونٹ وری، آپ مون کی بالکل فکر مت کریں۔ مون کو پک اینڈ ڈراپ کرنا میری ذمے داری ہوگی۔ مجھے بھی جلدی ہاسپٹل کے لئے نکلنا ہوتا ہے۔ آپ تو چینج کر سکتی ہیں اپنا شیڈول، آپ کو کیا مشکل ہو سکتی ہے؟" اسفند نے فوراً مداخلت کر کے اعتماد سے کہا۔ اس کی شدید تمنا تھی کہ وہ ان دنوں میں اسے منصور ہاؤس میں دیکھے۔ وہ یہ وقت اس کی سنگت میں گزارنا چاہتا تھا۔

"شیڈول چینج کرنا مشکل نہیں ہوتا بلکہ وقت کے بھی کچھ تقاضے ہوتے ہیں۔ ایکچولی یہ متبرک دن میں اپنے گھر میں گزارنا چاہتی ہوں، یہ عید میں اپنے گھر میں کرنا چاہتی ہوں۔" وہ صاف گوئی سے بولی۔

"تو کیا وہ گھر آپ کا نہیں ہے؟ اس کے مکینوں کا آپ پر کچھ حق نہیں؟ تو پھر یہ کلیئر ہے کہ......" تیزی سے بولتے بولتے نگاہ ایک دم اس کے چہرے پر پڑی جہاں غم و اندوہ کی کوئی پرچھائیں تھی، کوئی ان کہا درد رقم تھا۔ پھیکی سی ہنسی کے ساتھ وہ بولی۔

"اس بات سے میں کبھی بھی منکر نہیں رہی کہ میرا منصور ہاؤس میں رہنے والوں سے کوئی تعلق و واسطہ نہیں ہے۔ مجھ پر حق ہی نہیں، بہت احسان بھی ہے آپ لوگوں کا اور واقعی یہ بات کلیئر ہے اسفند منصور! کہ میں اس احسان کو کبھی بھی چکا نہیں پاؤں گی۔"

"اس طرح کیوں سوچتی ہیں آپ؟ کسی کا کوئی احسان نہیں ہے آپ پر۔ بلکہ ہم لوگ تو خود آپ کے زیر بار ہیں۔ آپ صرف مما کے بی ہیویئر سے ڈس ہارٹ ہو رہی ہیں، ان کی نیچر

ہی ایسی ہے، یہ بات تو اب تک سمجھ آجانی چاہئے تھی۔'' اسفند منصور پہلے کی نسبت بہت متانت اور نرمی سے جیسے اس کی بدگمانی دور کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

''مجھے مما سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ شافند کے بعد اگر وہ مجھے بحیثیت بہو ماننے کو تیار نہیں ہیں، میری موجودگی اور مداخلت انہیں گوارہ نہیں ہوتی تو مجھے بھی ان پر مسلط ہونے کی حماقت کرتے رہنا نہیں چاہئے تھا۔ یہ بات اب میری سمجھ میں آگئی ہے۔'' نہ جانے کیسے یہ شکوہ دل و ذہن سے نکل کر زبان سے ادا ہو گیا۔

''دیر آید درست آید۔'' اسفند سنجیدگی کے باوجود زیر لب ہنسا۔ ''اب حماقت چھوڑ کر حقائق پر آیئے۔ بلکہ اپنا حق منوانے کی کوشش کریں۔ بہت سے حقوق بصورتِ قرض واجب ہیں ہم سب پر۔ انہیں وصول کرنے کی کوشش کریں۔ مما کے رویّے کو بنیاد بنا کر اس طرح کٹ کر بیٹھیں گی تو پھر میں کہوں گا کہ یہ آپ کا قصور ہے۔''

اسفند کے ٹھوس اور مضبوط لہجے پر وہ قدرے حیرت سے اسے تکتے ہوئے گویا ہوئی۔

''وہاٹ ڈُو یُو سے؟''

''اِٹس ویری کلئر۔ آپ کو مما نہیں بلکہ آپ خود ہی اپنے آپ کو ڈی گریڈ کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ اس گھر میں اپنی حیثیت و مقام کو آپ نے خود ہی متزلزل کیا ہوا ہے۔ وہ گھر، جہاں آپ کو پورے اعتماد و مان کے ساتھ رہنا چاہئے، وہاں آپ خود ملازماؤں اور کمّیوں کی طرح رہنے آئی ہیں تو اس میں مما کا کیا قصور ہے؟ وہ تو ایسی ہی ہیں۔ سب کو دبتا جھکتا دیکھنا چاہتی ہیں۔ کمزوری تو آپ میں ہے کہ آپ نے اپنی حیثیت نہیں منوائی، اپنا مقام نہیں پہچانا۔''

''اپنی حیثیت کا تعین کرنا تو خود نمائی ہوتی ہے اسفند منصور! جب دوسرا آپ کو عزت دینا نہ چاہے تو آپ کیسے اس کے دل و نگاہ میں اپنا مقام بنا سکیں گے؟ بہر حال، مما کے لئے میرے دل میں واقعی کوئی رنجش نہیں ہے۔ شافند کی وجہ سے مجھے ان سے دلی وابستگی بھی ہے۔ وہ مجھے چاہے کچھ بھی کہیں، میرے دل سے ان کا احترام کبھی کم نہیں ہو گا۔'' کومل نے بہت تحمل اور سچائی سے دلی جذبات عیاں کئے۔

''آئی نو کہ آپ مما کا بہت احترام کرتی ہیں، اسی لئے تو میں چاہتا ہوں کہ آپ کو بھی وہ احترام و عزت ملنی چاہئے جس کی آپ حق دار ہیں۔'' اسفند کا لہجہ اس بار اپنے جذبوں کو بھی نمایاں کر رہا تھا۔

''یہ تو مقدر کی بات ہے، اسفند منصور! عزت و ذلت دینے والی صرف ایک ذات ہے اور اس کی منشا کے بغیر کچھ نہیں ہوتا۔ میں اس حوالے سے بہت مطمئن ہوں، آپ میری فکر مت کریں۔ مما کا رویّہ شافند کی زندگی میں بھی ایسا ہی ہو گیا تھا، میرے لئے یہ احساس نیا نہیں ہے، بلکہ مجھے تو کچھ بھی محسوس نہیں ہوتا۔''

''آپ کو احساس ہے، آپ شدت سے محسوس کرتی ہیں تب ہی تو آپ وہاں رہنا پسند

نہیں کرتیں۔'' اسفند نے اس کی آنکھوں میں جھانک کر جیسے اس کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا۔ اپنا آپ چھپانا اتنا آسان تو نہ تھا اور اس سے جو آپ کے اندر جھانک لینے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

''ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میری اپنی مجبوریاں ہیں اور........'' وہ گریز کرتے ہوئے نگاہ چرا گئی۔

''ایسی بات نہیں ہے تو آپ کو چلنا پڑے گا۔ کم از کم پاپا کی خاطر ہی چلیں۔ ان کا اعتماد تو نہ توڑیں۔ انہیں آپ سے جو محبت ہے، اس میں کوئی غرض نہیں ہے۔ اس بات کو تو آپ مانتی ہیں۔''

''میں صرف مانتی نہیں ہوں، مجھے یقین بھی ہے۔ میں کل آ جاؤں گی۔ میں ان سے کہہ چکی ہوں۔'' کومل نے خود کو نارمل کرتے ہوئے طمانیت سے مسکرا کر کہا۔

''ابھی کیوں نہیں چل رہی ہیں آپ؟........مون بھی ریڈی ہے اور میں بھی بہت مان سے آپ کو لینے آیا ہوں، اس اعتماد کے ساتھ کہ آپ میری بھی بات رد نہیں کریں گی۔ پلیز، ابھی چلیں۔'' اسفند نے جس اعتماد و مان سے کہا تھا، وہ واقعی رد نہیں کر سکی تھی۔ اسفند کا آج رویّہ اور انداز بہت بے ضرر سا تھا۔ وہ چاہ کر بھی خود کو ساتھ چلنے سے روک نہیں پائی تھی۔



’’خدا کا شکر ہے، تمہاری صورت بھی اس گھر میں نظر آئی۔ تمہارے آنے سے ہی رمضان کی رونق اُتری ہے، اس گھر میں۔ ورنہ تو عجیب سی بے رونقی اور ویرانی محسوس ہوتی تھی۔‘‘ اماں جان نے اگلی صبح ہی اسے اپنے کمرے میں دیکھ کر بڑی محبت سے اظہار کیا۔

کومل ان کی محبت دل سے محسوس کرتی تھی۔ ان کے اظہار پر بے ساختہ مسکرائی۔

’’اماں جان! آپ تو ایسے کہہ رہی ہیں، جیسے میں صدیوں بعد یہاں آئی ہوں۔ ہر ویک اینڈ پر تو آتی رہی ہوں۔‘‘

’’مجھے تو ایسے ہی محسوس ہوا ہے بیٹی! تمہارے دم سے منصور کے گھر میں رونق رہتی ہے۔ تم نہیں ہوتیں تو وقت کاٹے نہیں کٹتا۔‘‘ اماں جان نے اسی اصرار سے محبت جتائی۔

’’یہ تو آپ کی محبت ہے اماں جان! ورنہ میرے ہونے، نہ ہونے سے کسی کو کیا فرق پڑ سکتا ہے؟ اتنی رونق تو رہی ہے پچھلے بیس دنوں میں۔ کتنی پارٹیز ہو چکی ہیں، تقریباً خاندان کے سبھی لوگ آتے رہتے ہیں۔ آپ کیوں اپنے کمرے تک محدود ہیں؟ باہر نکل کر سب سے ملا کریں، کچھ کہا سنا کریں۔ آپ کا وقت بھی اچھا کٹنے لگے گا۔ کتنی بار تو سمجھا چکی ہوں کہ اس طرح تنہا مت رہا کریں۔‘‘

’’کس سے کہا سنا کروں؟...... ان سے، جنہیں پلٹ کر دیکھنے کی فرصت نہیں رہی؟ بی بی! مجھے میری تنہائی پسند ہے۔ میری تنہائی میں اللہ سے قربت ہے۔ اب کیا کروں گی، دنیا کے جھمیلوں میں پڑ کر؟ مجھے تو اپنی اسی تنہائی میں سکون ملتا ہے۔‘‘ اماں جان نے قدرے کبیدگی سے کہا۔

کومل ان کی کیفیت سمجھ رہی تھی۔ بہو بیٹے کے پاس چوبیس گھنٹوں میں چوبیس منٹ بھی اماں جان کے لئے نہیں ہوتے تھے۔ صوفیہ تو فطرتاً و مزاجاً سسرالی رشتوں سے فاصلے بڑھا کر ملنے والی شخصیت تھیں۔ جب کہ منصور احمد نے مصروفیت کے دائرے میں جیسے دوڑ لگا رکھی تھی۔ بہت کم وقت انہیں گھر میں گزارنے کی فرصت نصیب ہوتی تھی اور اس نصیب کی فرصت کو وہ سبھی میں تقسیم کرنے کی اپنی سی کوشش تو کرتے ہی تھے۔ کومل نے انہیں کبھی اس انداز میں بات کرتے نہیں دیکھا تھا۔ آج یقیناً ان کے صبر کا پیمانہ چھلک پڑا تھا۔

’’اماں جان! اللہ تعالیٰ آپ کا سکون سلامت رکھے۔ میں نے بس ایسے ہی ایک بات کہہ دی تھی۔ آپ مستقل میرے ساتھ کیوں نہیں رہنے چلتیں؟ مجھے بھی تو آپ کی ضرورت ہے۔ مون کا بھی تو آپ پر حق ہے۔ وہ اب بڑا ہو رہا ہے، اس کے سنورنے اور بگڑنے کی یہی عمر ہے۔ میں سارا دن گھر پر نہیں رہ سکتی۔ آپ کے زیر سایہ وہ سنور سکتا ہے اماں جان! آپ اس کی تربیت کر سکتی ہیں۔‘‘ کومل نے انہیں کبیدہ احساس سے نکالنے کے لئے بڑی خوب صورتی سے موضوع بدلا۔

’’ماشاءاللہ، تم بہت اچھی تربیت کر رہی ہو بیٹے کی۔ کم وقت دے کر بھی تم نے اسے سنوار دیا ہے، مزید میں کیا کروں گی؟ اور تم تو جانتی ہو بیٹی! میری خواہش ہو بھی تو میرے یہ دو بگڑے لاڈلے (اسفند، عنیزہ) مجھے وہاں کب رہنے دیں گے؟ پندرہ پندرہ دن کی تقسیم پر پہلے ہی دونوں میں ٹھنی رہتی ہے۔ تمہاری حصے داری پر تو ایک نہیں، دونوں تمہارے دشمن بن جائیں گے۔‘‘ اماں جان واقعی اس احساس سے نکل کر جلد ہی اسفند اور عنیزہ کی محبت میں ڈوب گئیں۔

’’میں اپنی دشمنی سے دستبردار ہو سکتا ہوں، اگر یہ میری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھائیں تو۔‘‘ دونوں نے ہی آواز پر چونک کر، پلٹ کر دروازے کی طرف دیکھا، جہاں اسفند منصور کہیں جانے کی تیاری کے ساتھ کھڑا تھا۔ کومل کے چہرے کا رنگ متغیر ہوا تھا، جس کو اماں جان نے بھی محسوس کیا۔

’’سنی! کبھی تو سوچ سمجھ کر بولا کر۔ تُو واقعی بچے سے دشمنی کی ٹھانے ہوئے ہے۔‘‘ اماں جان نے سرزنش کے سے انداز میں اسے ٹوکا۔ کومل ایک دم خاموش ہو گئی تھی۔ وہ بھی اسی سنجیدگی سے کہتا ہوا آگے بڑھ آیا۔

’’آپ دونوں کا جو منصوبہ ہے، اس سے امکان تو یہی بنتا ہے۔‘‘

’’اچھا سنی! زیادہ نہیں بولو۔ مجھے بتاؤ، اتنی جلدی کیسے اٹھ گئے؟ تم تو نو بجے جاتے ہو۔‘‘ اماں جان نے ایک نگاہ گھڑی پر ڈالی، جہاں گھڑی کی سوئیاں آٹھ بجانے والی تھیں۔

’’رات ان سے ایک کمٹ منٹ کی تھی۔ وہی پوری کرنے کے لئے جلدی اٹھنا پڑا۔‘‘ وہ آ کر اماں جان کے بیڈ کے ایک سرے پر بیٹھ گیا۔ کومل پہلے ہی کرسی پر براجمان تھی، اس کی بات سنتے ہی اس نے اُلجھن سے اس کی طرف دیکھا۔ رات کے شریفانہ مظاہرے کے بعد اس کا یہ ذو معنی رویہ اور روپ اسے پھر سے الجھا رہا تھا۔

’’دیکھیے، میں بالکل بھی وعدہ خلاف نہیں ہوں۔ ہر حال میں اپنی کمٹ منٹ پوری کیا کرتا ہوں۔ آپ اماں جان سے میری گواہی لے سکتی ہیں۔‘‘ اس بار اس کے ذو معنی لہجے پر کومل نے اسے کچھ سنجیدگی سے دیکھا مگر بولی کچھ نہیں۔ کیونکہ اس کے پاس بولنے کے لئے کچھ تھا بھی نہیں۔

"میں نے آپ سے کہا تھا نا کہ آپ اپنے بیٹے کی رسپانسبلٹی مجھے دے دیں پک اینڈ ڈراپ کی تو بندہ حاضر ہے۔ کہاں ہے آپ کا بیٹا؟ ابھی تیار نہیں ہوا؟" کومل کے مسلسل گھورنے پر وہ فوراً وضاحت کرنے لگا۔

"آج ہفتہ ہے سنی! آج کے دن اس کی چھٹی ہوتی ہے۔" کومل کے بجائے اماں جان نے جواب دیا۔

"اوہ، مجھے تو خیال ہی نہیں رہا۔ تبھی آپ اتنے سکون سے یہاں اس وقت بیٹھی ہوئی ہیں۔ ویل، پھر منڈے سے میں آن ڈیوٹی ہوں گا۔ آپ بالکل بھی اس کی فکر مت کریں۔"

"نہیں، اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میرا مطلب ہے کہ آپ اپنی روٹین پر رہیے۔ مون میری فرسٹ رسپانسبلٹی ہے اور میں اپنی رسپانسبلیٹیز بہت اچھی طرح ہینڈل کر لیتی ہوں۔ آپ کو اس حوالے سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اچھا اماں جان! شام کو ملتے ہیں، اللہ حافظ!" کومل نے بہت نرمی مگر سنجیدگی سے اسے احساس دلاتے ہوئے کہا۔

اسفند نے قدرے حیرت سے اسے سنا، پھر کچھ جلبلا کر بولا۔ "دیکھا آپ نے اماں جان! کس طرح غیریت کا احساس دلاتی ہیں یہ۔ کیا مون صرف ان کی ذمے داری ہے؟ ہمارا اس سے کوئی رشتہ، کوئی تعلق نہیں ہے؟" اس کی شکایت میں افسوس بھی تھا۔

"میں نے ایسا کب کہا ہے؟" کومل کو اندازہ تھا کہ وہ اسی طرح ردِعمل دکھائے گا، اسی لئے اس نے فوراً مصلحت آمیزی کا مظاہرہ کیا۔

"تو اور کیسے کہا جاتا ہے؟" اب وہ براہِ راست اس سے مخاطب ہوا۔

"میرے کہنے کا یہ مطلب نہیں تھا۔ میں چار دن کے لئے یہاں آئی ہوں۔ اب چار دن کے لئے میں آپ پر اس کی ذمے داری کیوں ڈالوں؟ میری تو یہ روٹین ہے۔" کومل نے مزید نرمی سے کہا۔

"تو آپ ساری زندگی کے لئے مجھے یہ ذمے داری دے دیں۔ آزما کر تو دیکھیں، آپ کو شکایت کا موقع نہیں ملے گا۔" اب پھر اس کا رویہ و لہجہ ذومعنی ہوا۔ کومل نے گہری سانس کھینچتے ہوئے جیسے خود پر ضبط کیا، پھر اسی انداز میں گویا ہوئی۔

"میں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتی۔ مجھے دیر ہو رہی ہے۔"

"میں آپ سے بحث نہیں کر رہا، آپ کو صرف اتنا بتا رہا ہوں کہ مون صرف آپ کی ذمے داری نہیں ہے، مون پر ہمارا بھی حق ہے۔ مون کے لئے اگر ہم کچھ کرنا چاہتے ہیں تو یہ ہماری محبت ہے۔ آپ ہمیں ہماری محبت برتنے سے روک نہیں سکتیں۔"

اسفند بھی ایک دم سنجیدہ ہو کر گویا ہوا۔ انداز قدرے برہم تھا۔ اس کے رویے کی تپش نے کومل کے حساس دل کو کچھ کرب دے کر آنکھوں کو نم کر دیا۔ اماں جان کے سامنے اس شخص سے کچھ کہنا اسے مناسب نہیں لگا، سو وہ خاموشی سے اپنے قدم باہر کی طرف بڑھانے لگی۔ اماں

جان کو بھی اس کا احساس تھا۔ اسفند کی مون کے لئے محبت انہیں اچھی تو لگی تھی، مگر اس کا رویہ نہیں۔ اس لئے کومل کے باہر نکلتے ہی اسے سرزنش کرنے لگیں۔

"تم کیا صبح صبح بھاوج سے اُلجھنے لگے ہو؟"

"میں اُلجھ رہا ہوں ان سے؟ آپ نے دیکھا نہیں کہ وہ......"

"دیکھا ہے، بس دیکھتی رہتی ہوں۔ تم تو جیسے اپنی ماں کی طرح اُدھار کھائے بیٹھے تھے۔ ٹھیک تو کہہ رہی تھی، بچی۔ چار دن کو آئی ہے تو اپنے حساب کتاب خود ہی سنبھال لے گی۔ چار دن کے لئے تمہارا احسان لینے کا فائدہ؟ پھر تو اسے ہی دیکھنا ہے سب۔ تم خوامخواہ اس کی پریشانی مول مت لو، چین سے اپنے دھندے دیکھو۔" اماں جان نے خفگی کا مظاہرہ کیا۔

"چار دن، چار دن کی گردان کر کے وہ کیا جتا رہی ہیں ہم پر؟ یہ ہم پر کوئی احسان ہے؟ ان سے کون کہتا ہے کہ وہ یہاں صرف چار دن رہیں؟ ہمیشہ کے لئے بھی یہاں رہ سکتی ہیں۔ مگر نہیں، انہیں تو بہت زعم ہے نا اپنے گھر اور خودمختاری پر۔" اسفند منصور نے جیسے جلے دل کے پھپھولے پھوڑے۔ اماں جان حیرت سے پوتے کو دیکھے گئیں۔ بالکل صوفیہ کا پرتو لگ رہا تھا وہ۔ اسفند کا یہ بے لحاظ رویہ انہیں پہلی بار خاصا برا لگا۔ حالانکہ کافی معاملات میں وہ شروع سے ہی ایسا تھا۔

"سنی! بہت افسوس ہو رہا ہے مجھے تمہارے رویے پر۔ مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی۔ میں تو سمجھتی تھی، تم میں پہلے سے زیادہ سمجھ بوجھ پیدا ہو چکی ہوگی، مگر تم تو پہلی بھی گنوا کر آئے ہو۔ تم میں تو انسان شناسی بھی نہیں رہی۔ اس غریب کی مجبوریاں سمجھنے کے بجائے تم اسے ہی الزام دے رہے ہو۔ بہت اچھی بات ہے، شاباش۔" اماں جان نے خاصی ناراضگی سے اسے مخاطب کر کے خوب سنائیں۔ جوشِ جذبات میں وہ یقیناً اپنی بات کو غلط انداز میں بیان کر گیا تھا۔ شرمندگی اس کے چہرے سے مترشح تھی۔ اپنی خجالت مٹانے کو وہ بھی فوراً کھڑا ہو کر بولا۔

"اماں جان! آپ بھی بس مجھے ہی غلط سمجھتی ہیں......وہ محترمہ واقعی ہمدردی کے قابل نہیں ہیں۔ میں جا رہا ہوں، اللہ حافظ!" پھر وہ رکا نہیں اور دندناتا ہوا وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

اسفند منصور کے اکھڑ رویے کے باوجود کومل اپنی سابقہ روش پر قائم تھی۔ جس مقصد کے لئے منصور احمد نے اسے گھر بلوایا تھا، وہ بہ حُسن و خوبی اس مقصد کو سرانجام دے رہی تھی۔ صوفیہ منصور تو جیسے اس پر ساری ذمے داری ڈال کر ہلکی پھلکی ہو گئی تھیں۔ پہلے جو بیٹے کے نازنخرے اٹھانے کی فکر میں مبتلا رہتی تھیں، کومل کی آمد سے وہ اس سے بھی آزاد ہو گئی تھیں۔ اپنی فیکٹری اور بوتیک کی ذمے داری کے بعد یہ اضافی بوجھ اس کے لئے اگرچہ ناقابلِ برداشت تھا، مگر پھر بھی وہ اس گراں بار کو اٹھانے پر مجبور اور سبھی کو خوش رکھنے کی کوشش میں محو تھی۔ سحر و افطار میں سبھی کے لئے شریک رہنا اور پھر صوفیہ منصور کی پسند کے مطابق چلنا بہت مشکل امر سہی، لیکن وہ یہ مشکل سر کرنے میں بہر حال کامیاب ہو رہی تھی۔

ہمیشہ کی طرح اُنتیس روزے گزرنے کے بعد اہلِ پاکستان رویتِ ہلال کمیٹی کے عید کے چاند سے متعلق اعلان کو سننے کے منتظر بیٹھے تھے۔ ثانیہ بھی ٹی وی آن کیے، پُرشوق و منتظر بیٹھی تھی۔ اس کے ساتھ عنیزہ اور مون بھی شامل تھے۔ تیمور احمد بھی اپنی فیملی سمیت افطار پر ہی آ گئے تھے اور یہ ان کا شروع سے معمول تھا کہ رمضان کے آخری دو دن دونوں بھائی اکٹھے گزارتے تھے۔

امکان تو یہی تھا کہ تیس روزے پورے ہوں گے۔ کیونکہ رات آٹھ بجے تک ملک میں کسی بھی جگہ چاند نظر آنے یا نہ نظر آنے کے بارے میں رویتِ ہلال کمیٹی کا حتمی فیصلہ و اعلان نشر نہیں کیا گیا تھا۔ سو ثانیہ کا شوق وقت کے ساتھ ساتھ ماند پڑ رہا تھا۔ وہ تو چوڑیوں اور مہندی کے شوق میں بیٹھی ہوئی تھی کہ چاند رات کا اعلان ہو اور وہ بازار کا رخ کرے۔

"ثانی! اب اٹھ جاؤ ٹی وی کے سامنے سے۔ چچا جان اور پاپا نماز پڑھ کر آ گئے ہیں۔ آؤ میرے ساتھ کھانا لگواؤ۔ پھر تمہیں میرے ساتھ اپنے ڈریس لینے چلنا ہے کہ نہیں؟" کومل نے لاؤنج میں جھانکتے ہوئے اسے پکارا۔

"ملی بھابی! جانا تو ہے، مگر پہلے چاند تو نظر آ جائے۔"

"اب رات کو ساڑھے آٹھ بجے چاند کہاں نظر آئے گا۔ اگر آئے گا بھی تو تمہیں اطلاع مل جائے گی۔ کم آن، جلدی جلدی کام ختم کریں۔ آج نماز کے لئے بھی دیر ہو جائے گی اور دوسرے کاموں کے لئے بھی۔"

"ٹھیک ہے، آ رہی ہوں۔ مگر آپ اپنا وعدہ یاد رکھیں۔ اگر آج چاند رات نہ ہوئی تو پھر کل بھی آپ مجھے بازار شاپنگ کے لئے لے جائیں گی۔"

"نہیں بھئی، کل تو بالکل بھی نہیں۔ جو کچھ لینا ہو، آج ہی لے لینا۔ آخر مجھے اپنے گھر بھی جانا ہے کہ نہیں؟"

"افوہ! آج چاند رات والا مزا تھوڑی آئے گا؟"

"وہ میں نہیں جانتی۔ سارے کام آج ہی ختم کرنے ہیں، او کے۔ عینی! تم بھی اٹھ کر آؤ، کچھ ہاتھ بٹاؤ میرا۔ اچھی نندیں ہو میری۔" کومل نے واپس مڑتے ہوئے عنیزہ کو بھی کھینچا۔ دونوں ناچار اس کے ساتھ کچن تک گئیں۔

"ملی بھابی! آج آپ کو اپنی نندوں کی اچھائی پر پہلی بار شک ہوا ہے، خیریت تو ہے؟ کسی دشمن نے کان بھرے ہیں کیا؟" عینی نے جاتے ہی شرارت سے پوچھا۔

"بالکل بھرے ہیں کہ یہ دونوں بالکل نکمی لڑکیاں ہیں۔ افطار کے بعد سے دونوں ٹی وی کے سامنے بیٹھی ہیں۔ کسی ایک کو بھی میرا خیال آیا؟ فرمائشیں کرنے میں سب سے آگے ہو کہ یہ چاہیے، وہ چاہیے۔" کومل نے برنر آن کرتے ہوئے، مڑے بغیر مصنوعی سنجیدگی سے کہا تو ثانیہ اس کے کندھے پر تقریباً جھول کر لاڈ سے بولی۔

"آئی ایم سوری بھابو!........ رئیلی، مجھے آپ کا بہت خیال ہے۔ چاند رات کی خوشی میں تھوڑی سی مس ٹیک ہو گئی ہے۔ پلیز سوری۔ اور دیکھئے، آپ کے سوا میری فرمائشیں پوری کرنے والا ہے کون؟ اس لئے تو میں آپ سے ہی کہتی ہوں۔ کیونکہ آپ ہی تو میری سب سے اچھی بھابی ہیں اور سہیلی بھی۔"

"بس، بس........ نو بٹرنگ۔ باقی لاڈ بعد میں۔ پہلے جلدی سے پانی اور سلاد وغیرہ ٹیبل پر رکھ کر آؤ اور سب سے کہو بھی کہ ڈائننگ روم میں آ جائیں۔ کھانا تیار ہے۔" کومل نے اسے پیچھے دھکیلتے ہوئے اسی انداز میں کہا۔

"او کے میم!" ثانیہ فوراً ہی فرماں برداری سے کہتی فریج کی طرف بڑھی۔ جب کہ عنیزہ اسے مسکراتے ہوئے رشک سے دیکھ رہی تھی۔

"میرے لئے کیا آرڈر ہے سویٹ بھابی؟"

"بہت سے آرڈرز ہیں بیٹا! یہ ساری ڈشز ٹیبل پر رکھو۔ میں دو چار روٹیاں پکا کر لاتی ہوں۔" کومل نے اسے بھی اسی طرح مخاطب کیا۔

"ملی بھابی! آپ سارے کام خود کیوں کرتی ہیں؟ کتنے ملازم موجود ہیں یہاں، ان سے کام کیوں نہیں لیتیں؟"

"تم سے کس نے کہا کہ میں سارے کام کرتی ہوں؟ بھئی ملازم ہی کام کرتے ہیں۔ بس ایک آدھ کام میں کر لیتی ہوں۔ اتنا تو کرنا بھی چاہئے، ورنہ آپ کا کک آپ کو کچھ بھی کھلا سکتا ہے۔" کومل نے اسے مذاق میں ٹالا۔

"نہیں، میں شروع سے دیکھتی آئی ہوں، آپ یہاں آنٹی جی کے گھر پر انڈر پریشر رہتی ہیں۔ شاید اسی لئے خود کو مصروف رکھتی ہیں۔ یہ آپ کا بھی گھر ہے۔ پھر آپ اس طرح........"

"افوہ، ایک اور مفکر۔" کومل کو ایک دم اسفند کا خیال آیا۔ وہ ہولے سے بڑبڑائی، پھر اسے مطمئن کرنے کو بولی۔

"یہ میرا گھر ہے، مجھے اس کا علم ہے، تبھی تو میں یہاں اس طرح رہتی ہوں۔ اور ایک بات بتاؤں عینی! شادی کے بعد لڑکیاں اپنی سسرال میں انڈر پریشر ہی رہتی ہیں۔ تمہاری شادی ہو گی تو بات سمجھ میں آ جائے گی۔ ابھی اتنے سوچ بچار کی ضرورت نہیں ہے۔ اب جاؤ، یہ ڈشز ٹیبل پر رکھو۔ اور دیکھو، ثانی پھر ٹی وی کے سامنے جا کر تو نہیں بیٹھ گئی؟"

کومل نے بہ مشکل اسے وہاں سے ٹالا کیونکہ عینی کے ارادے صرف باتوں میں لگے رہتا تھے اور وہ عینی کے سوالات کے جوابات دینے کی متحمل نہیں ہو سکتی تھی۔ ابھی ویسے بھی اسے اپنی ذات سے زیادہ دوسری فکریں لاحق تھیں۔

کھانے سے فراغت کے بعد اسے ابھی اپنے بوتیک پر جانا تھا۔ فیملی ممبرز کے لئے اس نے خصوصی طور پر ڈریسز تیار کروائے تھے، جو اس کو عید پر تحفتاً دینے تھے۔ پھر ثانیہ اور مون

کے فرمائشی پروگرام تھے، جنہیں پورا کیے بنا گزارہ نہیں تھا۔ اور سب سے بڑی فکر اسے اپنے گھر جانے کی اجازت طلب کرنے کی تھی۔ یہ مسئلہ اٹھانا جُوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔ کیونکہ اس موضوع پر ہمیشہ صوفیہ منصور کی تنقید برداشت کرنا پڑتی تھی۔ اور اب تو اسفند منصور بھی ان کے ساتھ شامل تھا۔ بہرحال اس اہم موقع پر اسے اپنے گھر جانا تو تھا۔

''اب کیا پروگرام ہے؟...... چاند کا اعلان تو اب تک ہوا نہیں۔'' وہ ڈائننگ روم میں آئی تو منصور احمد متفکر ہو کر پوچھ رہے تھے۔

''ہمارے کیا پروگرام ہیں بھائی جی! پروگرام تو بچوں کے ہوں گے۔ ہمارے لئے تو بخشش کے لئے ایک دن اور بڑھ گیا ہے۔'' تیمور احمد نے جواباً کہا۔

''پاپا! ہم تو ابھی ملی بھابی کے ساتھ شاپنگ کے لئے جا رہے ہیں۔'' ثانیہ نے فوراً ہی اپنا پروگرام بتایا۔ جس پر صوفیہ منصور نے اسے گھور کر دیکھا۔

''کبھی گھر پر رہنے کا پروگرام بھی بنا لیا کرو۔''

''مما! کتنے دنوں سے تو ہم گھر پر ہی ہیں۔ بھابی کو کہاں فرصت تھی؟ آج بھی بہ مشکل موقع ملے گا۔'' ثانیہ کو اپنی مما کا ٹوکنا اس وقت ناگوار گزرا۔

''پاپا! میں بھی آج ثانیہ کو شاپنگ کرا کر گھر چلی جاؤں گی۔''

''رات کو ہی ضروری ہے جانا؟'' منصور احمد نے اچنبھے سے کہتے ہوئے اسے دیکھا۔ اس کے چہرے پر اس کی مجبوری رقم تھی۔ تبھی کچھ توقف سے پھر استفسار کیا۔

''ضروری تو ہے پاپا!...... گھر پر جو ملازمین ہیں، ان کی بھی ڈیوٹی کافی لمبی ہوگئی ہے۔ وہ بھی کچھ دن کی فراغت چاہتے ہیں اور یہ ان کا حق بھی ہے۔'' کومل نے بہت دھیمے لہجے میں وضاحت کی۔

''ٹھیک ہے بیٹا! تمہارا بھی اپنا گھر ہے۔ میں تمہیں مزید کیسے روک سکتا ہوں؟'' منصور احمد نے ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے جیسے مجبوری میں اور بے دلی سے اجازت دی۔

''میں عید کی صبح آ جاؤں گی پاپا! اس وقت جانا واقعی میری مجبوری ہے۔'' کومل نے اب بھی جھجکتے ہوئے کہا۔ صوفیہ اور اسفند کی طرف سے اسے پھٹ پڑنے کا اندیشہ تھا۔ مگر صوفیہ منصور خلافِ توقع خاموش تھیں اور اسفند بھی کھانے میں مشغول تھا۔

''ملی بھابی! آپ واقعی جا رہی ہیں؟ میں تو یہاں رہنے کے پروگرام سے آئی تھی۔'' عینی نے بھی حیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنا ارادہ بتایا۔

''تو تم یہاں رہو عینی! ثانی اور دیگر گھر والے تو ہیں نا۔ ویسے بھی صبح عید نہ ہوئی تو بھی مجھے لازمی کل سارا دن اپنے بوتیک پر گزارنا ہے۔ میرے ہونے نہ ہونے سے تمہیں کیا فرق پڑے گا؟'' عینی اس کے ساتھ ہی بیٹھی ہوئی تھی۔ کومل نے اسے بہت آہستگی سے جواب دیا۔

''کیوں نہیں پڑتا فرق۔ رئیلی، آپ یہاں نہیں ہوتیں تو مجھے تو ذرا بھی اچھا محسوس نہیں

ہوتا۔ میں کل سنی بھائی سے بھی یہی بات ڈسکس کر رہی تھی۔ آپ کو معلوم نہیں ہے، میرے علاوہ اور بھی لوگ اُداس ہو جاتے ہیں۔'' عینی نے بنا مصلحت کے کافی اونچی آواز میں کہا۔ کومل کی نگاہ اچانک سامنے بیٹھے اسفند منصور پر پڑی، جو بالکل بے نیاز بنا بیٹھا تھا۔ اس کی بے نیازی پر اس نے شکر کا کلمہ دل میں پڑھا۔

''عینی بالکل ٹھیک کہہ رہی ہے کومل بیٹا! تمہارے جانے سے میں تو واقعی اُداس ہو جاتا ہوں۔ کئی دنوں تک روٹین ہی سیٹ نہیں ہوتی۔ تمہاری کمپنی کوئی اور نہیں، میں تو بہت مِس کرتا ہوں۔ اکثر خود غرضی سے سوچنے لگتا ہوں کہ تمہیں زبردستی یہاں رہ جانے پر مجبور کروں۔ پھر خود ہی ملامت ہوتی ہے۔ اپنی غرض کے لئے تمہیں، تمہارے گھر سے اٹھ آنے کی سزا کیوں دوں؟ آخری تمہاری اپنی بھی گرہستی ہے۔'' منصور احمد نے بڑی سچائی سے اپنی محبت جتاتے ہوئے دلی جذبات عیاں کئے۔ صوفیہ منصور ہمیشہ کی طرح دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا رہی تھیں۔ بہو کے لئے شوہر کی اس قدر محبت انہیں شروع سے ناپسند تھی۔

''پاپا! میں آتی تو رہتی ہوں۔ رئیلی، اگر کاروبار کے حوالے سے میں مجبور نہ ہوتی تو آپ کی خواہش کا احترام ضرور کرتی۔'' منصور احمد کی محبت نے اسے ایک دم سرشار کر دیا۔ تیمور احمد نے بھی اسے توصیف و محبت سے دیکھا۔

''بھائی جی! آپ تو خوش ہیں۔ اتنی مصروفیت میں بھی یہ آپ سب کو اتنا وقت دیتی ہے۔ ہمیں اپنے گھروں میں وقت گزارنے کا موقع نہیں ملتا اور ہماری بچی اپنے گھر کے علاوہ ہمارے گھروں کو بھی وقت دیتی ہے۔'' تیمور احمد بھی شروع سے اس کے معترف تھے۔

''بالکل صحیح کہہ رہے ہیں تیمو! بھابی جی ایک بہو تو بہت چُن کر لائی تھیں۔ کومل نے تو بہو اور بیٹے دونوں کا حق ادا کر دیا ہے۔ سنی کے لئے آپ کیا سوچ رہی ہیں؟ ہے کوئی نگاہِ انتخاب میں؟ بھئی اب کومل کا بھی گریڈ بڑھنے دیجئے۔ بہت ذمے داری اٹھا لی ہے۔ اب چھوٹی بہو کو بھی خدمت کا موقع دیں، اس کی کمپنی انجوائے کریں۔'' سعدیہ تیمور نے شوہر کی تائید کرتے ہوئے خاصی بے تکلفی سے صوفیہ منصور سے پوچھا۔ سنی تو ان کا بھی چہیتا تھا۔ یہ موقع صوفیہ منصور کے لئے غنیمت تھا، اس لئے فوراً بولیں۔

''سعدیہ! چھوٹی بہو تو تب خدمت کرے گی آ کر، جب بیٹا راضی ہو گا۔ ہمارے بیٹے کو اپنی ماں کے انتخاب پر بھروسہ نہیں ہے، میری نگاہِ انتخاب کا کیا پوچھتی ہو؟'' صوفیہ نے مذاق مذاق میں بیٹے کے ارادوں سے آگاہ کیا۔ آج وہ نہ جانے کہاں گم تھا کہ پلٹ کر کچھ نہیں کہہ رہا تھا۔ چچا بھتیجے میں کچھ بے تکلفی تھی، اسے دھپ لگاتے ہوئے پوچھا۔

''کیوں صاحب زادے! بھابی جی کے انتخاب پر بھروسہ کیوں نہیں ہے تمہیں؟ کہیں تم بھی تو شافند کی طرح کوئی گل تو نہیں کھلا کر آئے؟''

چچا کی دھپ کے بعد ان کی بات پر وہ جیسے ایک دم چونک کر اٹھا۔

''آپ مجھ سے کچھ کہہ رہے ہیں چچا جان؟''

''لیجئے، موصوف نہ جانے کہاں گم ہیں۔ یار! میں یہ کہہ رہا ہوں، اب تم ماشاءاللہ سیٹ ہو گئے ہو، دو تین ہاسپٹل بھی جوائن کر لئے ہیں، اب شادی وادی کا ارادہ ہے یا نہیں؟ کچھ رائے دینی ہے تو دے دو۔ کوئی پسند وسند ہے تو بتا دو۔ ورنہ اگر جکڑے گئے تو مارے جاؤ گے۔''

تیمور احمد نے پھر خوش دلی سے اس چھیڑا تو وہ کچھ سوچنے لگا۔ چونکہ کومل اس کے مقابل ہی بیٹھی ہوئی تھی، اس لئے اس کے تاثرات بھانپتے ہوئے اس نے پانی کا گلاس لبوں سے لگا کر اپنے اندرونی خلفشار کو کم کرنا چاہا۔ سب جیسے اسے سننے کے منتظر بیٹھے تھے اور کومل کو اس سے کچھ دھڑکا سا تھا۔ وہ عجیب سے تذبذب میں تھی۔ کچھ توقف کے بعد وہ بولنے لگا تھا۔

''اس سلسلے میں بات کرنے سے پہلے میں سب سے معذرت چاہوں گا کہ اگر میری کوئی بات کسی کو بھی بری لگے تو پلیز اسے میری صاف گوئی سمجھا جائے، گستاخی نہیں۔''

کومل کو لگا تھا کہ وہ اسے ہی مطلع کر رہا ہے، ورنہ وہ کسی اور سے اس انداز میں بات کب کرتا تھا؟ اس کی سانس رکنے لگی تھی۔ اس شخص کی بے باکی سے اسے کچھ بھی توقع تھی۔

''اس ٹاپک پر میری مما سے پہلے ہی بات ہو چکی ہے۔ میں انہیں بتا چکا ہوں کہ میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتا اور نہ ہی ان کی پسند سے شادی کروں گا۔ مما کی چوائس اور میری چوائس میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ میں اپنی لائف اپنی پسند کے ساتھ گزارنا چاہتا ہوں۔ آئی تھنک اس حوالے سے کسی کو کبھی بھی اعتراض نہیں ہونا چاہئے۔''

منصور احمد کے سامنے پہلی بار وہ اس طرح کھل کر بول رہا تھا۔ کومل نے بھی اسے بغور سنا اور سکھ کا سانس لیا۔ شکر تھا کہ اس نے اپنے دعوے کے مطابق کچھ نہ کہا تھا۔ ورنہ شاید وہ یہیں شرم سے گڑ جاتی۔ آخر میں وہ معذرت کرتا اپنی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

''آئی ایم سوری پاپا! آپ کو یقیناً مجھے اس طرح سننا اچھا نہیں لگا ہوگا۔ مگر ایک بار تو آخر مجھے یہ سب کہنا ہی تھا۔''

منصور احمد کو اس کی صاف گوئی اچھی لگی تھی۔ قدرے مسکراتے ہوئے اسے تائیدی طور پر سراہا۔ ''نہیں بیٹا! مجھے بالکل بھی برا نہیں لگا۔ بلکہ اچھا محسوس ہوا کہ تم نے ہمیں اپنے ارادوں سے آگاہ کر دیا۔ ورنہ شاید ہم اپنے طور پر کوئی فیصلہ کر لیتے۔''

''یار بھتیجے! تم ضرور اپنی زندگی اپنی پسند کے ساتھ گزارو مگر کچھ حصہ ہمارا بھی تو رکھو۔ کب ملوا رہے ہو ہمیں اپنی پسند سے؟ تاکہ کوئی پیش قدمی ہو۔ ہم بھی کوئی خوشی انجوائے کریں۔''

تیمور احمد نے پھر سے اسے گھیر کر چھیڑا تو وہ مسکرا دیا۔

''ابھی تو کوئی ایسا معاملہ ہی نہیں ہے چچا جان! وقت آئے گا تو پھر سب ہی دیکھیں گے، ابھی میں اپنا کلینک اسٹیبل کرنے کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔'' اس کی آسودہ مسکراہٹ میں بڑی دلآویزی تھی۔ چہرے پر کوئی احساس تھا، جیسے تصور میں کوئی خوب صورت سراپا ہو یا پھر کوئی

دل نشین سوچ۔

''لیجئے، مدعی سست، گواہ چست۔ ہم ایسے ہی خوش ہو رہے ہیں۔ ابھی تو منصوبہ تشکیل بھی نہیں پایا۔''

سعدیہ نے بھی اسے چھیڑا۔ وہ بس مسکرا کر وہاں سے معذرت کرتا نکل گیا۔ البتہ جانے سے پہلے اس نے ایک نگاہ کومل پر ضرور ڈالی تھی، جسے صرف وہی محسوس کر سکتی تھی۔ باقی سب تو پھر آپس میں محوِ گفتگو ہو چکے تھے۔ اسی اثنا میں خبرنامے کے دوران ٹی وی پر چاند نظر آنے کا اعلان نشر کر دیا گیا۔ پھر تو جیسے اس خوشی میں اسفند منصور کی باتوں کا کسی کو دھیان بھی نہیں رہا۔ ثانیہ حسبِ معمول بچوں کی طرح چہک رہی تھی۔ فی الحال عینی بھی اس کے ساتھ مل گئی تھی۔

کومل نے جلد از جلد اپنی یہاں کی ذمے داری سمیٹی۔ ثانیہ اسے مسلسل زچ کر رہی تھی کہ جلدی چلیں۔ اس پر مومن کی بھی یہی گردان تھی۔ سب سے اجازت لے کر وہ اماں جان سے ملنے ان کے کمرے کی طرف آئی تو اسفند نے اسے راستے میں ہی روک لیا۔

''چاند رات مبارک ہو، مائی ڈریم لائف۔'' ہاتھ میں سیون اپ کا کین پکڑے وہ اس کا راستہ روکے بہت بشاشت سے کہہ رہا تھا۔

کومل نے اس کے اندازِ تخاطب پر چونکتے ہوئے خاصی برہمی سے اسے دیکھا۔ کچھ دیر پہلے والے اسفند منصور سے وہ کس قدر مختلف نظر آ رہا تھا۔

''مسٹر اسفند منصور! یہ کیا طریقہ ہے؟ آپ کس طرح سمجھیں گے؟ آخر ہر بات کی ایک حد ہوتی ہے۔'' کومل کو اس کا راہ میں حائل ہونا نہایت ناگوار گزرا۔

''اب کیا ہوا کیا؟ میرا مبارک باد دینے کا انداز پسند نہیں آیا؟ رئیلی مجھے اپنی حدود کا بے حد خیال ہے، اس لئے آپ کو ایسی مبارک باد دی ہے، ورنہ......'' اسفند منصور کی شوخی اسے زہر لگ رہی تھی۔

''شٹ اپ۔'' وہ بھنا کر بولی۔ راہ میں کھڑے ہو کر اس کے ساتھ اُلجھنا اسے اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ اسفند کی کوئی بات بھی کسی کے کانوں میں پڑ جانے کے بعد اس کا تماشا بننا لازمی امر تھا۔ یہ بات اسے مزید تپا رہی تھی۔ بظاہر مہذب و کم گو شخص اسے ہمیشہ سے زچ کرتا آ رہا تھا۔

''میں تو خاموش ہی ہوں، بس آپ کی مبارک باد کے لئے کھڑا ہوں۔ آپ مسلمان ہیں، اچھی طرح جانتی ہیں، ایک اچھے مسلمان کا فرض ہے کہ وہ جواباً خوشی کا اظہار کرے۔''

''ایک اچھے مسلمان کے اور بھی فرائض ہوتے ہیں۔ ذرا انہیں بھی یاد رکھا کیجئے۔ میرا راستہ چھوڑیئے، مجھے اماں جان سے مل کر واپس جانا ہے۔'' کومل نے اسے درشتگی سے ڈپٹ کر احساس دلانے کی کوشش کی۔

''ضروری ہے کہ ہم آج کے اہم دن بھی لڑیں۔ کیا ہم دونوں میں زبردستی نہیں ہو سکتی؟''

اسفند نے اس کے روئیے کو نظر انداز کرتے ہوئے مصلحت آمیزی سے کہا۔

”نہیں ہو سکتی۔ اور پلیز میرے اور اپنے درمیان رشتوں کی نزاکت کو سمجھنے کی کوشش کیجئے، ورنہ میں آپ کی حرکتیں کسی کو بتانے پر مجبور ہو جاؤں گی۔“ کومل نے اسے تنبیہ کرتے ہوئے اس کی جانب دیکھا۔ وہ ہاتھ میں پکڑا کین کھولتے ہوئے زیرِ لب مسکرا رہا تھا۔

”پھر تو آپ میرا ہی کام آسان کریں گی۔ جانتی ہیں آپ، میں نے آج آپ کا نام سب کے سامنے کیوں نہیں پیش کیا؟ اس لئے کہ ابھی آپ میرے ساتھ نہیں ہیں۔ لیکن آنے والے دنوں میں آپ میرے ساتھ ہوں گی۔ اس بات کا مجھے پورا یقین ہے، تب میں کھلے عام آپ کا نام پیش کروں گا۔“ اسفند کے لہجے میں یقین و اعتماد بدرجہ اتم موجود تھا۔

”آپ کا دماغ چل گیا ہے اسفند منصور! پیچھے ہٹئے، ورنہ میں پاپا سے جا کر آپ کی شکایت کرنے والی ہوں۔“ کومل کو واقعی اس کی ذہنی کیفیت پر شبہ ہوا تھا۔ اس کی غضب کی مسکراہٹ دل نشیں ضرور تھی، مگر کومل اس کے اثر سے محفوظ تھی۔

”چلئے، میں بھی آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔“ اسفند نے اس کی دھمکی کا جیسے مذاق اُڑایا۔

کومل نے پلٹ کر اپنے پیچھے دیکھا، کسی کے بھی آنے کا دھڑکا اس کی پریشانی بڑھا رہا تھا اور یہ شخص تھا کہ سامنے سے ہٹنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔

”کیوں بھئی، آپ کو یقین کیوں نہیں ہے مجھ پر؟“ اسفند نے اس کی بے بسی سے جیسے حظ اٹھایا۔

”پلیز اسفند! آپ کیوں میری زندگی کو تماشا بنوانا چاہتے ہیں؟ میں نے آپ کا کیا بگاڑا ہے، جو آپ میرے پیچھے پڑے ہیں؟ آپ کا مقصد اگر یہ ہے کہ میں یہاں نہ آیا کروں اور آپ لوگوں سے قطع تعلق کر لوں تو پھر ٹھیک ہے۔“ کومل زِچ ہو کر، روہانسی ہو کر بولی۔ اس اہم موقع اور دن پر وہ ویسے ہی رقیق القلب ہو رہی تھی، اب اسفند منصور کے روئیے نے اسے مزید رنج میں مبتلا کر دیا تھا۔

”ارے، میں آپ کی زندگی کو کیوں تماشا بنواؤں گا۔ ریئلی میں آپ کی زندگی کو ایک نیا موڑ دینا چاہتا ہوں۔ میرا مقصد اس گھر سے آپ کے تعلق کو مزید مضبوط بنانا ہے۔“ وہ ایک دم سنجیدگی سے کہنے لگا۔ اس کے لہجے میں جھوٹ کی رمق بھی نہ تھی۔ کومل نے سر اونچا کر کے اچانک اسے دیکھا۔ اس کے تاثرات یقین دلانے والے تھے مگر کومل کو اس پر بالکل بھی یقین نہیں تھا۔

”نہیں چاہئے مجھے کوئی نیا مقام اور نہ ہی کوئی نیا تعلق۔ پلیز اپنی مہربانیاں اپنے پاس رکھیں۔ میرے لئے اپنا وقت برباد مت کریں۔“ وہ مزید تپ کر بولی۔

”مائی گاڈ! میری عمر بھر کی ریاضت کو آپ نے کس آسانی سے وقت کی بربادی کہہ دیا۔ دوسروں کا آپ کو کس قدر احساس رہتا ہے اور میرے جذبات آپ کس بے حسی سے رد کر دیتی

ہیں۔ آخر ایسا کیوں کرتی ہیں آپ؟“ اسفند نے خاصے افسوس کا مظاہرہ کیا۔

کومل کو اس کا رویہ مزید اُلجھا رہا تھا۔ یہ وقت، یہ موقع کسی شدید ردِعمل کے اظہار کا نہیں تھا اور مصلحت کا تقاضا بھی یہی تھا کہ وہ بالکل خاموشی سے وہاں سے نکل آئے۔ وہ اسے جواب دیئے بنا واپس پلٹنے لگی تو وہ حیرت سے پکار اٹھا۔

”کہاں جا رہی ہیں آپ؟ میری بات کا جواب تو دیں۔“

”میں آپ کی کسی بھی فضول بات کا جواب دینے کی پابند تو نہیں ہوں اسفند منصور! گزشتہ دنوں میں میرا آپ کے بارے میں خیال بدل گیا تھا۔ مجھے لگا تھا، آپ محض مجھے آزما رہے ہیں۔ شاید آپ اپنے بھتیجے کی محبت میں میری سنسیئرٹی پرکھنے کے لئے اس قسم کی حرکات کر رہے ہیں۔ مگر آپ تو واقعی مجھے رسوا کرنے کی کوششوں میں ہیں۔ آپ کی ان بے ہودہ کوششوں کا میں کیا جواب دوں؟“ وہ برہمی سے کہتی ہوئی آنسوؤں کی ٹھنڈک لہجے میں سمو کر بولے گئی۔ اسفند نے اس کی نم آنکھوں اور لرزتی آواز کو لب بھینچ کر دیکھا اور سنا۔ پھر مزید سنجیدگی سے گویا ہوا۔

”بخدا، ایسی کوئی بات، کوئی ارادہ میرے ذہن میں نہیں ہے کومل! میں تو خود آپ کی بے یقینی اور بدگمانیوں سے پریشان ہوں۔ اوکے پلیز، لیو ایوری تھنگ۔ میں ابھی تو آپ کو یقین دلانے میں بے شک ناکام ہوں، مگر مجھے یقین ہے کہ آخر فتح میری ہوگی۔“

اسفند نے کہتے ہوئے اس کا راستہ چھوڑا۔ وہ اپنے سفید دوپٹے سے اپنا چہرہ تقریباً رگڑتی ہوئی آگے بڑھی۔ اس بار کومل نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ اس شخص کو سمجھنے اور سمجھانے سے بھی زیادہ ضروری تھا۔ وہ بھی اس کے پیچھے پیچھے ہی اماں جان کے کمرے میں داخل ہوا۔ اماں جان کو عید کی مبارک دے کر، ان سے دعائیں لے کر وہ جلد ہی ان کے کمرے سے نکل آئی۔ اسفند بھی اسی کے تعاقب میں تھا۔ کومل کو اس کے پیچھے آنے سے بہت کوفت اور اذیت محسوس ہو رہی تھی۔ وہ چند قدم طے کرتا اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔

”کومل! ابھی جو ہمارے درمیان باتیں ہوئیں، میرے حوالے سے وقت انہیں ضرور ثابت کرے گا...... آپ بھی آرام سے سوچئے گا۔ ریئلی، آپ کی بدگمانیاں دُور ہو جائیں گی۔“

کومل نے اسی کوفت میں اسے دیکھ کر کہا۔ ”اوکے۔ پھر آپ وقت کو ثابت کرنے دیں اور پلیز میرا پیچھا چھوڑ دیں، مجھے اپنی راہ چلنے دیں۔“

”میری راہیں آپ کی راہ سے ملی ہوئی ہیں۔ ایک ساتھ، ایک راہ پر چلتے ہیں۔ سفر آسان ہو جائے گا۔ اینی وے، آپ جا کہاں رہی ہیں؟“ اس کے گھورنے پر وہ سابقہ روئیے سے نکل آیا۔

”میں واپس اپنے گھر جا رہی ہوں، جو میری اصل جائے پناہ ہے۔“ باوجود کوشش کے بھی وہ خود کو کہنے سے نہ روک سکی۔

"بے شک، ایک گھر ہی ایک عورت کا اصل مقام ہے۔ اینی ہاؤ، صبح عید تو ملنے آ رہی ہیں نا۔ جانتا ہوں، آپ کے پاس اپنی مصروفیات اور مجبوریوں کی بہت لمبی فہرست ہے بٹ لسن، خوشی کے یہ دن آپ کو یہیں ہمارے ساتھ گزارنے ہوں گے، او کے۔" اس کی ٹون ایک دم بدلی تھی۔ کومل کو جیسے شدید حیرت ہوئی۔ اسے خبر نہیں تھی کہ صوفیہ اپنے کمرے سے نکل کر آ رہی تھیں۔ ان کے پکارنے پر کومل نے چونک کر پیچھے مڑ کر دیکھا۔ اسے اسفند کے بدلتے رویے و لہجے کی وجہ سمجھ میں آ گئی تھی۔

"کومل! دیکھو تم ثانیہ کو ضرور واپس چھوڑ کر جانا۔ یہاں بھی سو کام ہیں۔ ثانیہ اور شارم بھی نکلے ہوئے ہیں۔ وہ بھی ضرور آئیں گے۔ اب کوئی تو ہو گھر پر۔" صوفیہ منصور کا رویہ آج کے دن بھی اس کے ساتھ سپاٹ تھا۔

"جی مما! میں بس اس کے ڈریسز بوتیک سے لے کر اور اس کے مہندی لگوا کر واپس چھوڑ جاتی ہوں۔ بس ایک گھنٹہ ہی لگے گا۔"

"ٹھیک ہے بس، پھر نکلو۔ پھر تو رش بڑھ جائے گا۔"

اسفند نے اس دوران بہت خاموشی سے دونوں کا جائزہ لیا۔ اس کی مما نے کسی بھی لگاؤ اور اپنائیت کے بغیر اسے جس طرح مخاطب کیا تھا، وہ واقعی یہاں نہ ٹھہرنے کا صحیح جواز تھا۔ وہ یہاں رہنے سے اگر گریزاں تھی تو بالکل ٹھیک تھی۔ وہ مزید کچھ کہے بنا باہر کی طرف چلی جا رہی تھی۔ صوفیہ بھی اس کے ساتھ ساتھ مزید ہدایات دیتی گئی تھیں۔

اسفند باوجود چاہ کے اس کے پیچھے نہیں جا سکا۔ ایک ازلی خواہش اس کے دل میں جو پنپ رہی تھی، وہ آج بھی ادھوری رہ گئی تھی۔ وہ بھی نئے سرے سے سوچوں کے دائرے میں اُلجھ رہا تھا، اس کی مما کے موجودہ رویے کا پس منظر کیا تھا، وہ جاننا چاہتا تھا مگر بے خبر تھا۔

وہ رات بھر عجیب سے احساسات میں گھرا رہا تھا۔ ذہن و دل کشمکش میں مبتلا تھا۔ اپنی کیفیات و احساسات خود اس کی سمجھ سے بالاتر تھے۔ بہت وقت سے وہ اپنی لایعنی سوچوں سے جان چھڑا کر نیند کی آغوش میں چلا گیا۔ بہت دیر تک جاگنے کی وجہ سے اسے یقین تھا کہ وہ صبح جلد اٹھ نہیں پائے گا لیکن غیر متوقع طور پر فجر کی پہلی اذان پر اس کی آنکھ کھل گئی۔ کم نیند کے باوجود وہ اس وقت خود کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کر رہا تھا۔ اذان کی روح پرور آواز اس کی ساعتوں سے دل و روح میں اُتر رہی تھی اور اسے نیا سرور مل رہا تھا۔ کچھ دیر درختوں پر چہچہاتے پرندوں کی طرح وہ بھی اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا میں سربسجود تھا۔ اگرچہ نمازِ فجر کی ادائیگی اس کے روز کا معمول تھا، لیکن آج یہ معمول اسے ایک نیا لطف دے رہا تھا۔ کچھ پانے اور حاصل کرنے کی لگن مستحکم ہو رہی تھی۔ نئی ہمتیں اور حوصلے اس کے اندر جنم لے رہے تھے۔ اپنے جذبوں کے ساتھ ابھی اسے کسی اور کو بھی آزمانا تھا، اس لئے اس نے نماز کی ادائیگی کے فوراً بعد ہی کومل کی طرف جانے کا قصد کیا۔

پو پھوٹ رہی تھی۔ رات کی سیاہی کو صبح کا نور اپنے اندر ضم کر رہا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا، جیسے آسمان پر سرمئی آنچل لہرا رہا ہو۔ صبح کا یہ خوب صورت منظر دیکھ کر اسفند کو سرمگیں آنکھوں والی شدت سے یاد آئی جو اس کے دل و روح میں ڈیرہ جمائے بیٹھی تھی۔ جس کے لبوں سے اپنی چاہت کا اقرار سننے کو بے چین و بے قرار ہو کر وہ طویل مسافت طے کرنے پر مجبور ہوا تھا۔ لیکن وہ اس کے جذبوں کی صداقت کو پرکھے بغیر ہی رد کر چکی تھی۔ "شمعون ہاؤس" کے قریب پہنچتے ہوئے اس نے صبح کے اجالوں میں سیاہ لبادے میں ملبوس کومل کو پیدل گھر کی سمت جاتے ہوئے دیکھا۔ سیاہ شلوار سوٹ پر سیاہ بڑی سی چادر اوڑھے وہ کوئی سوگوار روح لگ رہی تھی۔ اس وقت اس کا گھر سے باہر پیدل نظر آنا اسے حیران کر رہا تھا۔ وہ کومل کے معمول سے بے شک آگاہ نہیں تھا لیکن اتنا تو اسے علم تھا کہ کومل اتنی صبح کہیں نہیں جاتی تھی۔ مگر آج اتنی صبح......

کومل کی نگاہ بھی اس پر پڑ گئی تھی۔ وہ بھی اسے اتنی صبح یہاں دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ رات کے رویے نے اسے پہلے ہی پریشان کر رکھا تھا، اب اتنی صبح وہ اس پر نہ جانے کیا ستم ڈھانے آیا تھا۔ وہ اپنی کیفیت پر قابو پاتی ہوئی اپنے گھر کے گیٹ سے اندر داخل ہو گئی۔ پھر اس کے لئے پورا گیٹ کھول کر ایک طرف کھڑی رہی۔ وہ اپنی گاڑی اندر لے آیا تو وہ گیٹ بند کرتی لان کی طرف بڑھ گئی۔ وہ گاڑی پورچ میں کھڑی کر کے فوراً اس کے قریب آیا۔

"السلام علیکم۔ صبح بخیر ڈیئر!" لبوں پر شوخ تبسم لئے وہ اس کے مقابل آ کھڑا ہوا تھا۔ کومل نے نہ اس کی طرف دیکھا اور نہ ہی اسے جواب دیا۔ کچھ فاصلے پر پڑی لان چیئر پر جا کر براجمان ہو گئی۔

"کمال ہے، آج کے دن بھی آپ میرے سلام کا جواب نہیں دے رہی ہیں۔" وہ قدرے حیرت سے بولتا ہوا اس کے مقابل پڑی کرسی پر جا بیٹھا۔

"آپ کے سلام کا جواب میں نے دل ہی دل میں دے دیا ہے، رہی جواب دینے کی بات تو آپ پہلے اپنا لہجہ، اپنا رویہ درست کیجئے اسفند منصور! پھر مجھ سے بات کیجئے۔" کومل نے نہ چاہتے ہوئے بھی برہمی کا اظہار کیا۔ اس کا برہم ہونا لازمی امر تھا۔ یہ شخص صبح صبح کسی آزمائش کی طرح اس پر مسلط ہوا تھا۔

"میرے رویے کو کیا ہوا ہے؟ اور میرے لہجے میں ایسا کیا غیر معمولی پن ہے؟ اور کیا میں آپ کا دشمن ہوں، جس کے سلام کا جواب آپ دل ہی دل میں دے دیا کرتی ہیں؟" وہ بھی ایک دم تیکھے انداز میں استفسار کرنے لگا۔

"دوست بھی تو نہیں لگتے آپ مجھے۔ شافند کے علاوہ کسی کو اتنی جرأت نہیں ہو سکتی کہ مجھ سے اس انداز میں مخاطب ہو۔ مجھ جیسی عورت رشتوں کا تقدس نہ رکھنے والے کو اپنا دشمن ہی سمجھتی ہے، انڈرسٹینڈ؟"

رات کی سوچیں اور شافند کی یادوں نے مل کر اسے پہلے ہی توڑ پھوڑ رکھا تھا، اب اسفند

کے تخاطب پر وہ مزید بکھر رہی تھی۔ افسوس و برہمی کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ اس نے واضح طور پر اسفند کی حوصلہ شکنی کی۔

''مائی گاڈ........ کیسے سمجھاؤں آپ کو، مجھے رشتوں کے تقدس کا پورا احساس ہے کومل! میں اپنے کسی عمل سے آپ کے مقام و تقدس کو کم نہیں کرنا چاہتا۔ میں تو آپ کی عزت و تکریم بڑھانا چاہتا ہوں۔ کچھ قلبی تعلق بے اختیار ہوتے ہیں، ان سے لگاؤ کا اظہار بھی بے ساختہ ہوتا ہے۔ شاید یہی بے ساختگی آپ کو ہرٹ کر جاتی ہے۔ حالانکہ میں کوشش کروں گا کہ اپنے بارے میں آپ کی رائے بدل سکوں۔ اینی وے، اس اہم دن اور موقع پر سارے اختلافات بھلا دینے چاہئیں۔ یہی اچھے مومن کی کوالٹی ہے۔ اور آپ کے بارے میں تو میں نے سنا ہے کہ آپ کسی سے بھی ناراض نہیں رہتیں۔'' اسفند نے زِچ ہو کر بولتے بولتے ایک دم اپنا رویہ بدلا۔

کومل کے چہرے پر پھیلا کرب و اضطراب اسے محسوس ہوا تھا، تبھی وہ بات بدل گیا۔ کومل نے بھی پل پل بدلتے اس انسان کو پلکیں اٹھا کر دیکھا۔ چہرے پر صبح کی روشنی لئے وہ شاید اپنے جذبوں میں لپٹا تھا۔ مگر نہ جانے کیوں کومل کو اس پر اعتبار نہیں آتا تھا۔ گہری سانس لیتے ہوئے اس نے جیسے خود کو سنبھال کر رسمی طور پر خود کو بولتے ہوئے آمادہ کیا۔

''آپ یہاں صبح صبح کیسے؟ خیریت تو تھی؟''

''میری خیریت کا چیپٹر تو کلوز ہی رہنے دیجئے، ورنہ پھر آپ کو ہی شکایت ہو گی۔ مون تو ابھی سو رہا ہو گا۔ آپ اس وقت کہاں سے آ رہی تھیں؟''

کومل نے بھی غنیمت جانا کہ اس نے کوئی بے تکی بات نہیں کی تھی، اس لئے خود کو سمجھاتے ہوئے اور اپنے لہجے میں تحمل بھرتے ہوئے اسے جواب دیا۔

''مون کافی رات تک جاگتا رہا ہے، ابھی کچھ دیر میں اٹھے گا۔ میں اس وقت قبرستان سے آ رہی تھی۔ شافند کی قبر پر فاتحہ پڑھنے گئی تھی۔''

''مگر آپ.......'' اسفند کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ ابھی ایک عہد کیا تھا، کم از کم آج کے دن وہ بنا اختلاف کے گزارے گا۔

''جانتی ہوں۔ خواتین کو نہیں جانا چاہئے۔ مگر سال میں ایک دو بار تو جانا ہی چاہئے۔ زندگی کا اصل و حاصل سمجھ میں آنے لگتا ہے۔ ہم لوگ زندگی میں اور بہت سے کام بھی تو فطرت کے خلاف کر جاتے ہیں۔ اگرچہ ایک عمل کرنے میں آپ کی روح کو سکون ملتا ہو تو میرا خیال ہے کہ اس کے گزرنے میں کسی بندش کا نہیں سوچنا چاہئے۔ اور پھر میرا خیال ہے کہ مون کو ترغیب دینے کے لئے میرا یہ عمل ضروری ہے۔ میں مون کو لے کر مہینے میں ایک بار تو ضرور جاتی ہوں وہاں۔ تاکہ آئندہ یہ مون کے معمولات میں شامل ہو۔ آج وہ اُٹھ نہیں رہا تھا، اس لئے میں اسے مالی بابا کے ساتھ بھجواؤں گی۔'' کومل نے کھوئے کھوئے انداز میں وضاحت کی۔

اسفند نے اس کے چہرے پر پھیلے اضمحلال میں اپنے بھائی کی محبت کی شدت کو بھی محسوس

کیا تھا۔ ایک ہلکی سی چبھن اسے اپنے دل میں محسوس ہوئی۔ کومل کا گریز و احتجاج یقیناً شافند سے وفا کا اعلان تھا۔ وہ بے ساختہ ہی اپنی سوچ اور کیفیت کو ظاہر کر گیا۔

''آپ ابھی تک ان رشتوں کی پاسدار ہیں، جو کبھی کے ختم ہو چکے۔''

''کس نے کہا ہے کہ شافند سے میرا تعلق بے نام و بے وجود ہے؟ اور نہ ہی شافند کا حوالہ میری ذات سے جدا ہوا ہے۔ شافند بے شک آپ سب کے لئے موجود نہیں ہیں، مگر میرے تو ساتھ ساتھ ہیں۔ آپ لوگ نہیں سمجھ سکتے، میرا ان سے کیا رشتہ، کیا تعلق تھا، کوئی نہیں جان سکتا۔ وہ صرف میرے شوہر ہی نہیں، میرے غم گسار بھی تھے، میرے دوست بھی تھے۔ انہوں نے ہی مجھے جینا سکھایا، مجھے آگہی و شعور دیا۔ ان کے بغیر جینا کس قدر کٹھن ہے، کاش کوئی جان سکتا۔ اسفند منصور! آپ شافند سے میرے تعلق اور رشتے کو کیسے جھٹلا سکتے ہیں؟ ایک دنیا گواہ ہے، جب کہ آپ...... آپ مجھ سے جس تعلق و وابستگی کا اظہار کرتے ہیں، اس کا گواہ کون ہے، وہ بھی تو ایک بے نام و بے وجود تعلق کا اظہار ہے۔ اس میں بھی تو کوئی حقیقت نہیں ہے۔ پھر آپ کس رشتے داری کا دعویٰ کیا کرتے ہیں؟'' کومل نے تڑپ کر بے اختیاری میں اپنے اندر کے سچ کو باہر نکالا۔

اسفند پر گویا یہ گہرا وار تھا۔ وہ بھی تڑپ کر گنگ رہ گیا۔ وہ کہہ بھی تو صحیح رہی تھی۔ وہ ایک دم اپنی جگہ سے اٹھ کر اپنی آنکھوں کی نمی چھپاتی اندر کی طرف بڑھی۔ کچھ دور جانے کے بعد اس نے یونہی مڑ کر دیکھا، اسفند کسی گہری سوچ میں ڈوبا تھا۔ چہرے پر گہرے ندامت کے سائے تھے۔ کومل کے چہرے پر کسی سوچ کے تحت ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہو گئی۔ کچن میں آ کر اس نے کیتلی میں پانی ڈال کر چولہا جلایا۔ کچھ دیر بعد وہ بھی اس کے پیچھے چلا آیا۔

''آپ میری چاہت کو مذاق سمجھتی ہیں کیا؟'' وہ اس کے قریب کھڑے ہو کر خاصے جذباتی پن سے پوچھ رہا تھا۔

''ظاہر ہے۔ اور کیا سمجھوں گی؟ آپ جیسا انسان اپنے بھائی کی بیوہ کی طرف مائل ہو گا تو اسے مذاق نہیں بلکہ فریب اور جھوٹ ہی سمجھا جائے گا۔ اور میرے نزدیک بھی آپ کا عمل فلرٹ یا مذاق سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔ کیا کمی ہے آپ میں جو آپ مجھ جیسی ہزار خامیاں رکھنے والی عورت کے پیچھے پڑے ہیں؟ آپ کی پیش رفت، آپ کی نادانی تو نہیں کہی جا سکتی، البتہ یہ کوئی گیم ضرور ہو سکتی ہے۔'' وہ اس کے تاثرات دیکھے بغیر چائے بنانے کے مراحل طے کرتی ہوئی اپنی بات صاف گوئی مگر تحمل سے کہتی جا رہی تھی۔ اس کی بات ختم ہوتے ہی وہ اسی جذباتی پن سے تقریباً چلا اٹھا۔

''فار گاڈ سیک کومل! ٹرائی ٹو انڈر اسٹینڈ می۔ ریئلی بلیو می۔ میں تمہارے ساتھ کوئی فلرٹ نہیں کر رہا، کوئی گیم نہیں کھیل رہا۔ میری چاہت کوئی فریب یا دھوکا نہیں ہے۔ اس کا اندازہ کیوں نہیں ہے تمہیں؟''

اُس کے اس نئے روپ اور نئے انداز پر کومل لمحے بھر کو بھونچکا رہ گئی۔ وہ کئی بار اپنے جذباتی پن میں آپ سے تم پر اُتر آتا تھا۔ اب بھی اپنے جذبات ثابت کرنے کے لئے وہ ایسا ہی مظاہرہ کر گیا۔ کومل اس کے جذبات کی تندخوئی سے گھبرا کر خود کو زیر بار نہیں کر سکتی تھی۔ اس کی عقل اور اس کا شعور اس کے دل کے پاسبان تھے۔ وہ خود کو تباہ کرنے والا کوئی قدم نہیں اٹھا سکتی تھی۔ اس وقت مصلحت کا تقاضا تھا کہ اسفند منصور کو اس جذباتی پن سے نکالا جاتا۔ خود کو سنبھال کر وہ بزرگانہ انداز میں اس سے مخاطب ہوئی۔

"اسفند! پلیز ریلیکس۔ زندگی کو اندھے جذبات کی نذر نہیں کیا کرتے۔ پلیز آرام سے بیٹھیں اور میری بات سنیں۔"

کومل نے اسے بچوں کی طرح جیسے پچکارا اور کچن میں موجود چھوٹی ڈائننگ ٹیبل کے گرد پڑی کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ کومل کی نرمی اس کے لئے بالکل نئی اور اثر انگیز تھی۔ وہ فوراً ہی جا کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ کومل نے اس کے سامنے بھاپ اُڑاتی چائے کا مگ اور بسکٹ باکس رکھا۔ فریج سے شیر خورمے کا ڈونگا بھی اس کے سامنے دھرا۔ پھر اس کے سامنے اپنی چائے کا مگ لے کر بیٹھنے کے بعد اپنی شبنمی آواز میں گویا ہوئی۔

"اسفند منصور! میں نہیں جانتی کہ آپ مجھ سے کس قسم کی وابستگی کا اظہار کر رہے ہیں اور کیوں کر رہے ہیں۔ یہ کوئی جھوٹ ہے، فریب ہے یا پھر صداقت۔ مجھے ریئلی اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا اور اس لئے نہیں پڑتا کہ میری سوچ اور احساسات میرے مرحوم شوہر اور بیٹے کے لئے مختص ہیں۔ آپ میرے لئے کیا سوچتے ہیں، کیوں سوچتے ہیں، میں یہ سب نہیں جاننا چاہتی۔ اس لئے پلیز میں آپ سے ریکویسٹ کرتی ہوں کہ آپ اپنی جذباتیت سے نکل کر حقیقت سمجھنے کی کوشش کریں۔ آپ کو کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ اپنا وقت برباد مت کیجئے۔ اپنے اور میرے درمیان قائم شدہ رشتے کا تقدس قائم رہنے دیجئے، ورنہ......" وہ بولتے بولتے ایک دم خاموش ہوگئی۔ کس قدر مشکل امر تھا کسی کو سمجھانا۔

"آپ کس کو دھوکا دے رہی ہیں، خود کو یا مجھے؟......آپ کیوں نہیں جاننا چاہتیں کہ میرے دل میں آپ کے لئے کیا جذبات ہیں اور کیوں ہیں۔ زندگی اتنی سہل نہیں ہے کومل! کہ کسی خیال اور تصور کو ہم سفر بنا کر وقت کے نشیب و فراز سے گزرا جائے۔" وہ بھی جیسے اسے قائل کرنے کی کوشش میں تھا۔

"میں نے بہت کٹھن وقت گزار رکھا ہے اسفند منصور! اب تو بہت آسان راہ گزر ہے۔ شافند کی رفاقت میرے لئے ہزار نعمتوں سے بڑھ کر تھی اور ان کے ساتھ وابستگی میرے لئے اب بھی ایک اعزاز و انعام ہے۔ مجھے کسی اور سمت نہ جانا ہے اور نہ دیکھنا ہے۔ ایک بار پھر آپ سے کہہ رہی ہوں کہ آپ اپنی سوچ اور ارادوں کو یہیں زیر کر دیں، اسفند منصور! ورنہ پھر مجھے ہی شمعون کی بہتری کے لئے کہیں اور شفٹ ہونا پڑے گا۔" کومل نے نرمی مگر استقامت

سے کہا۔

اسفند نظر اٹھا کر اسے دیکھے گیا۔ اپنی بے بسی اسے شدت سے محسوس ہو رہی تھی۔ اپنی فطرت کے برعکس وہ اپنا آپ منوانے کی صلاحیت سے نہ جانے کیوں محروم ہو رہا تھا۔ وہ اس سے اس معاملے میں لڑنا چاہتا تھا، مگر نہ جانے کیوں لفظ اس کے ذہن و زبان سے محو ہو گئے تھے۔ کومل کے اٹل ارادے اسے گنگ کر گئے تھے یا پھر کوئی اور وجہ تھی۔ فی الوقت وہ خاموش ہو گیا تھا۔ کومل کو بھی اس کی خاموشی غنیمت لگی۔ خود کو اس کی باتوں کے احساس سے نکالنے کے لئے، خود کو اس کا بڑا ظاہر کرنے کے لئے اسے اس طرح ٹریٹ کیا جیسے ثانیہ یا تانیہ کو کیا کرتی تھی۔

"اتنی صبح صبح آپ گھر سے نکل آئے ہیں۔ کسی کو معلوم بھی ہے کہ آپ یہاں ہیں؟ مما اگر اٹھ گئیں تو ضرور پریشان ہوں گی۔"

"نہیں، میں بے ارادہ ہی یہاں آیا ہوں۔ ڈونٹ وری۔ مما میری عدم موجودگی سے پریشان ہونے کی عادی نہیں ہیں۔" کچھ سوچتے ہوئے اسفند نے بھی خود کو نارمل کیا۔

"مون کب تک اٹھے گا؟" چائے کا کپ تھامتے ہوئے اس نے کومل کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ وہ اس کے لئے پلیٹ میں شیر خرمہ ڈال رہی تھی۔

"صبح نماز کے لئے تو اٹھا تھا، نماز سے فارغ ہو کر پھر سو گیا۔ اب دیکھیں کب اُٹھتا ہے۔"

"مون کو نماز ادا کرنی آتی ہے؟" اسفند حیرانگی اور بے یقینی سے پوچھ رہا تھا۔

"الحمدللہ۔ سکھانے سے تو سب کچھ آ جاتا ہے۔ بچے کا ذہن تو اتنا صاف شفاف اور پاکیزہ ہوتا ہے کہ اس پر جو بھی نقش کر دو، پھر مٹانا مشکل ہوتا ہے۔ مون تو سوا سال کی عمر میں ہی بولنے لگا تھا، تبھی تو اتنا کچھ سیکھ چکا ہے۔ ماشاءاللہ اب تو قرآن پاک کا سبق بھی لیتا ہے۔" کومل کے لہجے میں ممتا کی مٹھاس اور فخر گھلا ہوا تھا۔ مون کے لئے اس کے چہرے پر جو حقیقی رنگ بکھرے تھے، وہ قابلِ رشک تھے۔ اسفند نے اسے توصیفی نظروں سے دیکھا۔

"آپ بیٹھ کر چائے پیجئے۔ میں مون کو اٹھانے کی کوشش کرتی ہوں۔ آپ کو عید کی نماز کے لئے واپس بھی جانا ہوگا۔" کومل اپنا چائے کا مگ لے کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ دل میں حیران بھی تھا۔ کتنی جلدی وہ خود کو سنبھال لیتی تھی۔ اسفند اپنی جذباتیت و محبت کے اظہار کے باوجود اس میں بالکل بھی لچک محسوس نہیں کرتا تھا۔

"صرف مجھے ہی نہیں، آپ دونوں کو بھی چلنا ہے میرے ساتھ۔" وہ بھی اس کے ساتھ ہی اٹھ گیا۔

"ہم آ جائیں گے بعد میں۔ ابھی مجھے یہاں کچھ معمولات نمٹانے ہیں۔" کومل کو اس کے انداز و اصرار پر سنجیدہ ہونا پڑا۔

"آپ کے معمولات تو ساری زندگی چلتے رہیں گے۔ پلیز، میں بہت مدت بعد عید کے موقع پر اپنے گھر میں موجود ہوں۔ میں چاہتا ہوں آج کا دن سبھی فیملی ممبرز اکٹھے گزاریں۔ سال میں یہی ایک خاص دن تو سب کو قریب لے کر آتا ہے۔"

"لیکن میں........"

"نو آرگیومنٹس پلیز۔ آپ عید کے دن اتنی سی خوشی بھی نہیں دے سکتی ہیں مجھے۔" اس نے چٹکی سے اشارہ کر کے جیسے اسے مجبور کر دیا۔ یہ شخص نہ چاہتے ہوئے بھی اس پر مسلط ہو رہا تھا۔ کومل کو چاہتے ہوئے بھی راہِ فرار نہیں مل رہی تھی۔ ویسے بھی اسے عید کی نماز کے بعد تو لازماً منصور ہاؤس جانا تھا۔ اس نے ہولے سے سر ہلا کر عندیہ دیا تو اسفند منصور کا چہرہ خوشی سے دمکنے لگا۔ پھر وہ فوراً چہک کر بولا۔

"تھینکس آ لاٹ۔"

کومل اسے وہیں چھوڑ کر مون کو جگانے چل دی۔ کچھ دیر بعد وہ مون کو لے جانے کے لئے تیار کھڑی تھی۔ اپنی گاڑی میں ڈھیروں گفٹ پیک منتقل کرتی وہ اسفند منصور کو حیران کر رہی تھی۔

"یہ سب کس کے لئے ہیں؟"

"چاچو! یہ سب کی عیدی ہے۔" کومل سے پہلے مون نے جواب دیا تو وہ مزید حیران ہوا۔

"وہاٹ ڈُو یُو مِین عیدی؟"

"چاچو! یہ سب کے لئے عید گفٹس ہیں۔ دا جان اور آپ سب کے لئے۔ ماما ہر عید پر سب کو گفٹ دیتی ہیں۔" مون نے اسے معلومات دیں۔

"سب کے لئے؟"

"یس، سب کے لئے۔ یُو نو چاچو! ماما سب سے زیادہ ثانیہ پھپھو کو چیزیں گفٹ کرتی ہیں۔ میں نے ماما سے کہا کہ اب چاچو کو بھی زیادہ چیزیں دینی ہیں۔ ثانیہ پھپھو کے بھی تین گفٹ پیک ہیں۔ اور آپ کے بھی تین ہیں۔ ٹھیک ہے نا چاچو؟" کومل کے دوبارہ اندر سے آنے سے پہلے مون نے جیسے اسے رازدار بنایا۔ وہ اس کی معصومیت کا غماز تھا۔ اسفند کے لئے کومل کا یہ طرزِ عمل بھی نئی بات تھی۔ اس کے آنے پر اس نے براہِ راست اسے مخاطب کیا۔

"آپ یہ سب کس خوشی میں کر رہی ہیں؟"

"بھئی عید کی خوشی میں۔ سال میں یہی ایک موقع تو ہوتا ہے اپنی اپنائیت و محبت کے اظہار کا۔" کومل نے فوراً جواب دیا۔

"اِٹ مِین، آپ نے میرے لئے بھی گفٹ لئے ہیں۔ مون بتا رہا تھا کہ......اب میں بھی آپ سے گفٹ لیتا اچھا لگوں گا کیا؟" وہ کچھ اُلجھا اُلجھا سا بولا۔ اپنی بات کہنا اسے دُشوار لگ رہی تھی۔

"کیوں، آپ اس گھر کے فرد نہیں ہیں کیا؟ شافند سے آپ کا کوئی رشتہ اور تعلق نہیں ہے؟" کومل نے سب سامان رکھا اور اسے دیکھ کر پوچھا۔

"میں یہ کب کہہ رہا ہوں کہ میرا شافی بھائی سے کوئی رشتہ اور تعلق نہیں ہے؟ میں تو صرف یہ کہہ رہا ہوں کہ میں اب لینے نہیں، دینے کی پوزیشن میں ہوں۔ رئیلی، میں اپنی گزشتہ سالوں کی کوتاہیوں پر پہلے ہی ایمبیرنس ہوں۔ ہمیں آپ کا خیال رکھنا چاہئے جب کہ آپ ہم سب کا خیال رکھتی ہیں۔"

"تو یہ تو میرا فرض ہے۔ اس گھر کی بڑی بہو ہونے کے ساتھ ساتھ میں مالی طور پر بھی الحمدللہ مستحکم ہوں۔ پھر کیوں نہ اپنے فرائض پورے کروں۔ خیر، آپ کو ایمبیرنس ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ شافند کے چھوٹے بھائی ہیں، اس لئے چھوٹوں کے حقوق زیادہ ہوتے ہیں اور فرائض کم۔۔ آئی تھنک، اب چلنا چاہئے۔" کومل نے اپنے نرم شبنمی لہجے میں اسے احساسِ ندامت سے نکالنے کی کوشش کی۔ اسفند پر آج کے دن کئی ادراک عیاں ہوئے تھے۔ اس کے احساسات میں نیا تغیر رونما ہو رہا تھا۔

"مون! تمہیں کس کے ساتھ بیٹھنا ہے؟" کومل بیٹے سے پوچھ رہی تھی۔ وہ ایک دم چونکا۔

"ماما! چاچو کے ساتھ چلا جاؤں؟ پاپا کی قبر پر بھی جانا ہے نا۔"

"او کے، چلے جاؤ۔" کومل نے سر ہلانے کے ساتھ زبان سے بھی اجازت دی۔

"تھینکس ماما!" مون کے معصوم چہرے پر بلا کی خوشی بکھری تھی۔ اس کے لئے یقیناً اس لمحے اپنے چاچو کا ساتھ کسی بڑی دولت سے کم نہیں تھا۔



"کہاں چلے گئے تھے سنی! اتنی صبح کو؟........ میں تو پریشان ہی ہو گئی تھی۔ منصور بھی بار بار پوچھ رہے تھے کہ تمہیں عید کی نماز ادا کرنے ان کے ساتھ جانا ہے کہ نہیں۔ کم از کم بتا کر تو جاتے کہ تم شافند کی طرف جا رہے ہو، میں ایسے ہی تمہیں اِدھر اُدھر ڈھونڈتی رہی ہوں۔"

کوِل اور وہ چند منٹوں کے وقفے سے ہی آگے پیچھے منصور ہاؤس میں داخل ہوئے تھے۔ کوِل چونکہ پہلے آ کر انہیں اسفند اور منصور کے بارے میں بتا چکی تھیں، تبھی وہ بیٹے کو دیکھتے ہی اس سے باز پرس کرنے کھڑی تھیں۔ انہیں اسفند کا کوِل کی طرف جانا خاصا ناگوار گزرا تھا۔ اسفند کو ان کا چغلی کھاتا لہجہ محسوس تو ہوا تھا مگر وہ انہیں اس وقت کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ البتہ اپنے فطری صاف گو انداز میں ان سے اتنا ضرور کہا۔

"مما! میں کوئی دودھ پیتا بچہ تو نہیں ہوں، جس کی عدم موجودگی آپ کو پریشان کر رہی تھی۔ میں اتنی صبح کہیں بھی جا سکتا تھا۔ آپ کیوں میرے لئے پریشان ہو رہی تھیں؟ آخر مجھے واپس آنا ہی تھا۔ اور کیا شافند بھائی کے گھر جانے سے پہلے مجھے آئندہ بتا کر جانا پڑے گا؟ کیا میں وہاں آ جا نہیں سکتا؟" اسفند سے انہیں ایسے ہی جواب کی توقع تھی۔ وہ اسے چھیڑ کر پچھتائیں۔

"میں نے کب کہا ہے کہ تم وہاں نہیں جا سکتے؟ اچھا، اب جاؤ۔ تمہارے پاپا بھی تیار ہو رہے ہیں۔" انہوں نے بہ مشکل اپنا لہجہ سنبھالا اور اسے وہاں سے ٹالا۔ وہ سر ہلاتا ہوا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔



"مون! تم آرام سے ایک جگہ کھڑے نہیں ہو سکتے؟ بٹن بند کرنے دو، دیر ہو رہی ہے تمہیں۔" کوِل نے پارے کی طرح مچلتے مون کو محبت سے ڈپٹتے ہوئے اپنے سامنے کھڑا کر کے اس کے سفید کُرتے کے بٹن بند کرنے کی کوشش کی۔ مگر وہ متحرک تھا۔ وجہ یہی تھی کہ وہ کُرتا شلوار پہننا نہیں چاہتا تھا۔

"ماما! مجھے اچھا نہیں لگ رہا یہ ڈریس۔ وہ دوسرا والا پہننے دیں نا۔"

"وہ بعد میں آ کر پہن لینا جان! آپ کے دا جان اور چاچو بھی شلوار سوٹ پہن کر جا

رہے ہیں۔" کوِل نے اسے پچکارتے ہوئے بیڈ پر بکھرے سامان میں سے ہیئر برش اُٹھا کر اس کے بال سنوارے مگر وہ منہ بگاڑے رہا۔

"اگر تم اس طرح موڈ آف کرو گے تو آج میں تمہیں کہیں بھی نہیں لے کر جاؤں گی۔ سارا دن گھر میں رہنا پڑے گا۔" کوِل نے آخری حربہ آزمایا۔

"ایسے ہی۔ مجھے آپ کے ساتھ جانا ہے اور چاچو بھی ساتھ جائیں گے ہمارے۔ انہوں نے میرے ساتھ پرامس کیا ہے۔"

"میں اندر آ جاؤں؟" اسفند نے اسی لمحے ان کے کمرے کے دروازے سے جھانک کر پوچھا تو کوِل کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

"آ جائیں۔" کوِل نے با دلِ نخواستہ اجازت دی اور پھر فوراً کھڑی ہو کر بکھرا ہوا سامان سمیٹنے لگی۔ ہر طرف مون نے اپنی چیزیں پھیلا رکھی تھیں۔

"تیار ہو گئے ہو، لٹل پرنس؟" کوِل کو ایک نظر دیکھتے ہوئے اس نے مون کو مخاطب کیا۔

"ہو تو گیا ہوں چاچو! مگر میں اچھا نہیں لگ رہا ہوں نا؟"

"کس نے کہا ہے بھئی؟ کیوں نہیں اچھے لگ رہے؟ اور دیکھو، میں کیسا لگ رہا ہوں تمہاری مما کے دیئے ہوئے عید گفٹ میں؟" اسفند نے بیڈ کے سرے پر ٹکتے ہوئے اسے بانہوں میں لے کر بے اختیار چوما۔ پھر اپنے بارے میں استفسار کیا۔

"چاچو! یو آر لکنگ نائس۔ ہے نا ماما؟" مون نے عادتاً ماں سے تائید چاہی۔ کوِل ہوں کر کے رہ گئی۔

"نائس لوگوں کا گفٹ ہے، نائس تو لگوں گا۔ کوِل! آپ نے مجھے اتنا بڑا عید پیکج دیا ہے کہ اب مجھے اپنا لایا ہوا یہ چھوٹا سا تحفہ بہت کم اور حقیر لگ رہا ہے۔ پھر بھی پلیز آپ اسے ایکسپٹ کر لیں تو مجھے خوشی ہو گی۔" بستر کے سرہانے تکیے درست جگہ پر رکھتی کوِل کو اس نے گردن موڑ کر دیکھا اور اپنے ہمراہ لایا ہوا ایک گفٹ پیک اس کی طرف بڑھایا۔ پہلے کوِل نے غور نہیں کیا تھا، اندر آتے ہوئے بھی اس کا دھیان صرف مون پر تھا۔

"دیکھئے، اس کی ضرورت نہیں تھی۔ میری عید تو ویسے بھی اب اسی طرح گزرتی ہے۔ مجھے تحفے تحائف کی ضرورت بھی نہیں ہوتی۔" کوِل نے اس کا بڑھایا تحفہ نہیں تھاما۔

"گویا آپ اپنائیت بڑھانے کی قائل نہیں ہیں۔ پھر دوسروں کو کیوں اپنی محبت سے باندھنے کی کوشش کیا کرتی ہیں؟ ہمیں بھی اپنی محبت و اپنائیت جتانے کا ذریعہ اظہار چاہئے یا نہیں؟" اسفند کا انداز اور لہجہ قدرے برہم ہوا۔

"وہ تو میرے فرائض میں بھی شامل ہے۔ میں کسی پر کوئی احسان نہیں کرتی ہوں۔"

"تو ہمارے بھی تو کچھ فرائض ہیں کہ نہیں۔ او کے، پلیز لیو دِس ٹاپک۔ چھڑ گیا تو عید کے دن میرا بھی موڈ آف ہو گا اور آپ کا بھی۔ آپ کو میرے تحفے کی ضرورت ہے یا نہیں، پھر بھی

آپ کو عید کی روایت سمجھ کر یہ لینا پڑے گا۔ ورنہ پھر آپ اپنے گفٹس واپس لے لیں۔"

"اسفند! بالکل بچوں کی طرح ضدی کیوں ہیں؟ ویسے اس میں ہے کیا؟" کومل اس کے انداز پر زچ ہو کر بولی۔

"ٹائم بم نہیں ہے اس میں۔" وہ چڑ کر بولا۔

"آئی مین کوئی ایسا تحفہ تو نہیں ہے، جو میں استعمال نہ کر سکوں اور پھر آپ کو شکایت کا موقع مل جائے؟ آپ مجھے بیگانگی اور غیریت کے طعنے دینا شروع ہو جائیں۔" کومل نے تحمل سے کہتے ہوئے اس کا بڑھایا ہوا پیکٹ پکڑ لیا۔

"ڈونٹ وری، میں نے آپ کے مزاج کو مدِنظر رکھ کر ہی آپ کے لئے ایک ڈریس سلیکٹ کیا تھا، اس امید کے ساتھ کہ آپ اسے اس اہم دن پر زیب تن کریں گی۔ ہم نماز پڑھ کر آئیں تو آپ کو اس لباس میں نظر آنا چاہئے، اوکے؟" وہ ایک بار پھر اپنے سابقہ رویتے و انداز میں تھا۔ اپنا آپ منوانے کی کوشش کرتا ہوا، کومل کو یہ شخص پھر کوئی معمہ لگ رہا تھا۔

"چلو مون ڈارلنگ! دیر ہو رہی ہے۔ اوکے، سی یو۔"

کومل اسے جاتے ہوئے عجیب نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس کے جانے کے بعد کومل نے اس کا پیکٹ کھولا تو سیاہ رنگ کا جدید طرز کا شلوار سوٹ "فار مائی ڈیئر" کے نوٹ کے ساتھ برآمد ہوا اور اضافی طور پر دو غزل کی سی ڈیز تھیں، جگجیت اور پنکج ادھاس کی۔ بعد مدت کے اس طرح کسی سے کچھ ملا تھا۔ بہت اپنائیت اور مان کے ساتھ۔ کومل کا دل تو پہلے ہی بھرا ہوا تھا، آنکھیں بھی بھر آئیں۔ اپنی زندگی میں بے رنگی و خالی پن اسے آج شدت سے محسوس ہو رہا تھا۔ وہ بے اختیار بے قرار ہو کر رونے لگی۔



"ملی بھابی! آپ ابھی تک تیار نہیں ہوئیں؟ پاپا واپس آ گئے ہیں اور ہم سب کو بلا رہے ہیں۔" ہمیشہ کی طرح ثانیہ نے بے دھڑک اس کے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے اسے اس کے گہرے احساسات سے باہر نکالا۔ ہمیشہ سے ہی ایسا ہوتا آیا تھا کہ وہ جب بھی احساسات کی گہرائی میں ڈوبنے لگتی تھی، ثانیہ یا مون کی مداخلت اسے واپس سطح پر لے آتے تھے۔ اب بھی ثانیہ کی موجودگی و آمد نے جیسے اسے سنبھلنے میں مدد دی اور وہ ایک ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے اس کی جانب متوجہ ہوئی۔

"تم تیار ہو گئیں......؟" کومل نے مزید خود کو سنبھالنے کے لئے اپنے ذہن و دل کو حال کی طرف راغب کرنے کی کوشش کی۔

"جی بھابو!...... میں تو تیار ہوں۔ مگر آپ ہمیشہ کی طرح اُداسیوں میں گھری ہیں۔ پلیز ملی بھابی! کم از کم ہماری خاطر ہی یہ اہم دن تو ہنسی خوشی گزاریں۔ اُفوہ، میں تو آپ کو بلانے آئی تھی۔ اچھا، پلیز جلدی چلیں۔ پاپا سے عیدی لینی ہے اور وہ آپ کی موجودگی کے بغیر

ملے گی نہیں۔ پلیز جلدی آئیں۔" ثانیہ کا یہ فطری لاأبالی پن اُس کی فطرت کا حصہ تھا۔ وہ ایک پل کے لئے اُس کی فکر میں مبتلا بہت حساس لگی تھی۔ اور پھر اگلے ہی لمحے وہ اپنی معصوم خواہش کے زیرِ اثر اسے اپنے ساتھ چلنے پر مجبور کر رہی تھی۔ کومل جانتی تھی، وہ زیادہ دیر تک یاسیت کا حصہ بنی نہیں رہ سکتی تھی۔ ابھی ثانیہ کے بعد مون آ جاتا، جس کے لئے تو وہ زندگی کی ہر مشکل راہ گزر سے گزرنے کو تیار تھی۔ سو اسی لئے وہ خود کو سنبھالتی، ثانیہ کے ساتھ سٹنگ روم میں آ گئی، جہاں منصور احمد اور صوفیہ منصور کے ساتھ صرف شمعون تھا۔ جبکہ اس کا خیال تھا کہ اسفند منصور بھی وہاں ہوگا، جس کی نظروں اور باتوں کو فی الحال سہنا اس کے لئے محال تھا۔ اس کی غیر موجودگی پر اس نے سکھ کا سانس لیتے ہوئے اپنے چہرے پر رسمی مسکراہٹ سجا کر اپنی موجودگی کا احساس دلایا۔

"السلام علیکم پاپا!...... عید مبارک۔"

"وعلیکم السلام۔ خیر مبارک بیٹا! کیا ہے بھئی، کوئی تیاری ویاری نہیں کی؟"

"وہ بس، میری تیاری تو...... میں ابھی چینج کر لیتی ہوں۔" کومل کچھ کہتے کہتے رک گئی کیونکہ صوفیہ منصور کی ایک نگاہ اس پر ٹکی تھی، اور وہ نہیں چاہتی تھی کہ آج کے دن وہ انہیں کچھ کہنے کا موقع دے۔ وہ تو پہلے ہی سسر اور بہو کی محبت پر کبیدہ رہتی تھیں۔ شوہر کی توجہ بہو پر مبذول دیکھ کر وہ مداخلتی انداز میں گویا ہوئیں۔

"منصور! آپ بتا کیوں نہیں رہے کہ سنی کہاں ہے؟ آپ کے ساتھ نہیں گیا تھا؟"

"گیا تو میرے ساتھ ہی تھا، مگر پھر اچانک......" منصور احمد نے سنجیدگی سے دیکھتے ہوئے اپنی بات ادھوری چھوڑ دی۔

"مگر کیا؟...... بھئی آپ اس وقت سے پہیلیاں کیوں بجھوا رہے ہیں؟" صوفیہ منصور نے قدرے چونک کر اظہارِ خیال کیا۔

"بھئی میں تو آپ کو پریشانی سے بچانے کی کوشش کر رہا ہوں، مگر آپ بھی بضد ہیں تو......"

"کیسی پریشانی؟...... منصور! میرا دل دھڑک رہا ہے۔ خدا کے لئے، جو بات ہے، صاف صاف بتائیں۔ سنی کہاں ہے آخر؟"

"کہاں ہے؟ یہ تو میں نہیں جانتا۔ البتہ عید گاہ میں کچھ سفید پوش نوجوانوں نے میرے سامنے ہی اسے نرغے میں لے کر گرفتار کیا تھا۔" منصور احمد کی سنجیدگی، صوفیہ منصور کے لئے باعث پریشانی تھی۔

"کیا...... کیا مطلب؟...... کون لوگ تھے؟"

"بتا تو چکا ہوں، میں ان لوگوں کو نہیں جانتا۔ سنی نے تو فرار ہونے کی بہت کوشش کی تھی، مگر انہوں نے سنی کی ہر کوشش ناکام بنا دی اور آخر اسے لے ہی گئے۔"

"کہ......کہاں لے گئے؟ اور آپ نے جانے دیا۔ بلکہ کتنے آرام سے واپس آگئے۔ منصور! آج کل کیا چل رہا ہے، آپ بے خبر تو نہیں ہیں۔"

"بے خبر نہیں ہوں، تبھی تو اپنی جان بچا کر بھاگا ہوں۔ ورنہ تو آپ کے بیٹے کے ساتھ مجھے بھی دھرنے کا ارادہ رکھتے تھے وہ لوگ۔" منصور احمد کی سنجیدگی میں مزید اضافہ ہوا۔ جبکہ صوفیہ منصور واقعتاً پریشان ہو اٹھی تھیں، پھر کچھ زِچ ہو کر بولیں۔

"منصور! مجھے پریشان نہیں کریں، صحیح طرح بتائیں کہ سنی کہاں ہے؟ کن لوگوں کے ساتھ وہ گیا ہے؟"

"دادو! آپ پریشان نہ ہوں۔ دا جان تو مذاق کر رہے ہیں۔ وہ سب تو چاچو کے فرینڈز تھے۔ نعمان انکل، سمیع انکل، منیب انکل، اور بھی کچھ فرینڈز تھے۔ وہی چاچو کو اپنے ساتھ لے کر گئے ہیں۔"

مون سے اپنی دادی کی پریشانی دیکھی نہ گئی اور اس نے سارا پول کھول دیا۔ مون کے راز افشا کرنے پر منصور احمد تو قہقہہ لگا کر ہنس پڑے جبکہ صوفیہ منصور نے انہیں شاکی نظروں سے دیکھا۔

"منصور! آپ بھی حد کرتے ہیں۔ ذرا سی بات کا فسانہ بنا کر مجھے دہلا دیا۔ ابھی مجھے کچھ ہو جاتا تو؟" صوفیہ منصور کی شکایت میں بھی ناز تھا۔

"آپ کو کیوں کچھ ہو بیگم صاحبہ! آپ کے بجائے مجھے کچھ ہو جائے۔" منصور احمد کی شوخی میں بھرپور شرارت تھی۔ جس پر ثانیہ تو بے ساختہ ہنسی، جب کہ کومل نے اپنی مسکراہٹ کو زیرِ لب دبایا۔

"بس اب رہنے دیجئے یہ بے وقت کی راگنی۔ جانتی ہوں آپ کی جاں نثاری کو۔"

"جانتی ہیں تو یقین کیوں نہیں کرتیں؟ میں تو مدت سے آپ کو یقین دلا رہا ہوں۔" منصور کو انہیں چھیڑنے میں مزا آ رہا تھا۔

"پاپا!......آپ اور مما بعد میں اپنا یہ معاملہ نمٹائیے گا، ابھی ہمیں عیدی دے کر فارغ کریں۔ مجھے اپنی فرینڈز سے ملنے بھی جانا ہے۔" ثانیہ سے زیادہ دیر تک صبر کرنا مشکل تھا، اسی لئے اس نے بہت لاڈ سے اپنے پاپا کے گلے میں بازو حمائل کر کے انہیں اپنی طرف متوجہ کیا۔

"بیٹا! اب تم بڑی ہو گئی ہے۔ یہ عیدی تو بچوں کو خوشی دیتی ہے۔ تمہیں اب کیا ضرورت ہے؟ پہلے ہی عیدی کے نام پر اتنا کچھ تو لے چکی ہو۔"

"پاپا! آپ ہر بار یہی کہتے ہیں۔ بس کچھ تو ملی بھابی لے کر دیتی ہیں۔ مما سے پوچھ لیں، میں نے اس بار عید پر ان سے کچھ بھی نہیں مانگا تھا۔" ثانیہ نے لاڈ بھری ناراضگی سے اظہارِ خیال کیا تو منصور احمد نے بے ساختہ اسے خود سے لپٹا کر چوما۔

"میرے بچے! ناراض نہیں ہونا۔ سب کچھ تمہارا ہے۔ میں تو ایسے ہی مذاق کر رہا تھا۔

بتاؤ جان! کیا چاہئے؟" منصور احمد نے اپنا والٹ نکالتے ہوئے اسے چمکارا تو وہ بھی ایک دم کھلکھلا کر بولی۔

"آپ کا والٹ......عید کے دن تک خوب سیر سپاٹے کروں گی اور بہت سی چیزیں بھی خریدوں گی۔" کہنے کے ساتھ اس نے اپنے پاپا کا والٹ تقریباً جھپٹ بھی لیا۔ صوفیہ منصور نے فوراً اسے گھرکا۔

"ثانیہ!......اب یہ بچپنا چھوڑ بھی دو۔"

"مما! آپ مجھے کبھی خوش نہیں رہنے دیتیں۔" ثانیہ کے شکوے میں لاڈ، اور غم و غصہ بھی شامل تھا، جو کہ صوفیہ منصور کو اس وقت کافی کھلا۔

"ہاں۔ تمہاری ماں نہیں، تمہاری دشمن ہوں نا، جو تمہیں خوش نہیں رہنے دیتی۔ منصور! آپ سن رہے ہیں اس چھٹکی کی زبان؟" صوفیہ منصور کا پارہ ایک دم چڑھ گیا اور وہ اسی لہر میں شوہر سے بھی مخاطب ہوئیں۔

"صوفی!......کم از کم آج کے دن تو بچوں کے ساتھ مت اُلجھو ثانی! تمہیں اپنی فرینڈز سے ملنے جانا ہو گا جان! جاؤ، ڈرائیور کے ساتھ جاؤ۔" منصور احمد نے بیوی کو سرزنش کرتے ہوئے بیٹی کو محبت سے پچکارا اور پھر اپنا والٹ ثانیہ سے واپس لیتے ہوئے ہزار ہزار کے پانچ نوٹ نکال کر اس کی طرف بڑھائے۔

صوفیہ منصور کے تیور یہ دیکھ کر مزید بگڑ گئے۔ اپنے خاموش رویئے سے ہی انہوں نے اپنی ناگواری کا احساس دلا دیا تھا۔ جبکہ ثانیہ مزید لاڈ سے کہہ رہی تھی۔

"پاپا! بس، اتنی سی عیدی؟ آپ نے تو کہا تھا کہ......"

"جو کہا تھا، وہ بھی پورا ہو جائے گا۔ آج کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔"

ثانیہ سے باپ کا یہ انداز بھی ان سے برداشت نہ ہوا تو وہاں سے واک آؤٹ کر گئیں۔ کومل نے انہیں روکنے کی کوشش کی تھی، مگر وہ اسے بھی نظرانداز کرتی چلی گئیں۔ کومل نے بے بسی سے منصور احمد کو دیکھا۔ وہ زیرِ لب مسکرا رہے تھے۔

"پاپا! آپ نے مما کو ناراض کر دیا ہے۔ آپ کو معلوم تو ہے کہ وہ بچیوں کو زیادہ اماؤنٹ دینے کے حق میں نہیں ہیں۔ کم از کم آج تو آپ......"

"ڈونٹ وری بیٹا! ان کی عادتیں اور منطقیں سدا کی نرالی ہیں۔ ہم اپنی بچیوں کو آخر دیتے کیا ہیں؟ نہ وقت، نہ خوشی۔ خیر، اس مسئلے کو چھوڑو۔ آج وہ ویسے بھی بات بات پر روٹھنے کا بہانہ ڈھونڈ رہی ہیں۔ چاہتی ہیں کہ میں انہیں مناؤں، ان کے ناز اٹھاؤں۔ چلو بھئی، آج کے دن ایسا بھی کر لیتے ہیں۔" منصور احمد کے انداز سے بھرپور شرارت چھلک رہی تھی، جس پر ثانیہ اور کومل دونوں نے انہیں حیرت بھرے انداز میں دیکھا، پھر ایک دم مسکرا دیں۔



"پلیز ماما! لے چلیں نا۔ مجھے آؤٹنگ کے لئے جانا ہے نا۔ صبح سے میں بور ہو رہا ہوں۔"
مون بہت اُکتائے ہوئے انداز میں اپنی مما کے پہلو میں بیٹھا اصرار کر رہا تھا۔

"مون!........ میرا تو تم سے کل کا وعدہ ہے۔ آج تو تمہارا اپنے چاچو کے ساتھ جانے کا پروگرام تھا۔" کومل نے بیٹے کے سر کو محبت سے سہلاتے ہوئے جواب دیا۔

"ماما!........ مگر چاچو تو ابھی تک گھر پر آئے نہیں ہیں۔ میں کس کے ساتھ جاؤں؟ آپ چلیں نا ماما!........ پلیز ماما!" مون نے لاڈ سے اپنی ماما کے گلے میں نہ صرف بازو حمائل کئے بلکہ اس کا گال بھی چوما۔ وہ جانتا تھا، اس کی ماما اس کے ایسے حربوں سے زیر ہو جاتی ہیں۔

"مون جانو! ابھی تمہارے چاچو آجائیں گے تو تم انہی کے ساتھ جانا۔ ویسے بھی آج میرا کہیں جانے کا موڈ نہیں ہے۔"

"کیوں موڈ نہیں ہے؟ اور چاچو تو معلوم نہیں کب آئیں گے۔"

"آئیں یا نہ آئیں۔ اِٹس یور میٹر مائی سن! میں تو تمہیں کل ہی لے کر جاؤں گی۔" کومل نے پہلو میں بیٹھے مون کا سر اپنے زانو پر رکھ کر سہلایا۔

"کیوں ماما؟ آپ میری اچھی ماما نہیں ہیں؟........ پلیز! میں آپ سے پھر ضد نہیں کروں گا۔ کل مت لے کر جانا، آج لے چلیں نا۔ داجان نے، بڑی ماں نے، ثانی پھپھو نے مجھے اتنی عیدی دی ہے۔ وہ مجھے خرچ کرنی ہے نا۔" مون نے مزید مسکہ لگایا۔

"تو جانو! وہ سب آپ کل بھی خرچ کر سکتے ہیں۔"

"تو پھر آج کیا کروں؟" وہ زچ ہو کر ایک دم جھنجلا کر دور ہٹا۔

"کوئی بھی مجھے کہیں لے کر نہیں جا رہا۔ چاچو بھی ابھی تک نہیں آئے اور........ اور ثانی پھپھو بھی مجھے اپنے ساتھ نہیں لے کر گئیں اور وہ ہمارے ساتھ ہر جگہ جاتی ہیں۔ اب انہیں ہم بھی نہیں لے کر جائیں گے۔" وہ ایک دم بسورنے لگا تو کومل نے اسے کھینچ کر ساتھ لگایا۔

"او میری جان! رونا نہیں۔ میں لے چلتی ہوں اپنے بچے کو۔ جہاں کہو گے، وہاں لے چلوں گی۔ مگر رونا نہیں۔ اوکے؟ تم اب بگ بوائے ہو گئے ہو۔ اچھا، اب پیچھے ہٹو۔ میں بھی چینج کر لوں، پھر لے چلتی ہوں اپنی جان کو۔" کومل نے اسے چوم کر پچکارا اور پھر تیار ہونے لگی۔ نہ چاہتے ہوئے بھی اس نے اسفند منصور کا دیا تحفہ زیب تن کیا۔ وہ لباس بدل کر باہر آئی تو ثانیہ اس کے بیڈ پر نیم دراز مون سے نوک جھوک میں مصروف تھی۔ اسے دیکھتے ہی اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

"دیکھیں نا ملی بھابی! آپ کا یہ لاڈلا چھیتا مجھ سے لڑ رہا ہے۔ کہہ رہا ہے کہ آپ مجھے آؤٹنگ کے لئے ساتھ نہیں لے جائیں گی۔"

"کہہ تو ٹھیک رہا ہے۔ میرا بچہ صبح سے شام تک اکیلا بور ہوتا رہا اور سبھی سیر سپاٹے کرتے رہے۔ اب ہم صرف ماں بیٹا جائیں گے۔ آپ آرام سے گھر پر بیٹھو۔" کومل نے مصنوعی سنجیدگی

سے کہا تو مون کے چہرے پر خوشی کی انوکھی سی چمک پھیل گئی۔

"ہُررے........ میں ٹھیک کہتا ہوں نا، میری ماما بیسٹ آف دی ورلڈ ہیں۔" اس نے جیسے اپنی پھپھو کو چڑایا۔

"ملی بھابی! آپ بھی........؟ مجھے آپ سے یہ امید نہیں تھی۔"

"ارے مون! دیکھو، آپ کی پھپھو تو بچوں کی طرح رونے لگیں۔ اب کیا کریں؟ لے چلیں نا ساتھ، ثانی پھپھو کو۔ تمہیں ان کے بغیر مزا بھی تو نہیں آتا۔" کومل نے محبت سے مون کو منانے کی کوشش کی۔

"ٹھیک مام!.... مگر ثانی پھپھو! آپ بھی تو کبھی مجھے اپنے ساتھ لے کر جایا کریں۔"

"میں اکیلی کہاں جاتی ہوں، سویٹو!........ ہمیشہ تمہارے اور بھابی کے ساتھ گئی ہوں۔ ویسے آج آؤٹنگ کے لئے کہاں جانے کا پروگرام ہے؟" ثانیہ نے اسے اپنی طرف کھینچ کر چومتے ہوئے دوستانہ انداز میں پوچھا تو وہ اپنی پسندیدہ جگہوں کی فہرست گنوانے لگا۔

کومل نے اپنے اُلجھے بال سلجھاتے ہوئے مسکرا کر دونوں کو دیکھا۔ پھپھو بھتیجے کی بنتی بھی بہت تھی۔



"ملی بھابی! رائٹ سائیڈ ٹیبل پر بیٹھا ہوا وہ بدتمیز انسان مسلسل ہمیں گھور رہا ہے۔ آپ کوئی نوٹس کیوں نہیں لے رہیں؟ دیکھیں، کیسے سائیل پاس کر رہا ہے، جیسے کوئی ہمارا رشتے دار ہو۔" ثانیہ نے تقریباً بھناتے ہوئے کافی دیر سے اپنا ضبط کیا ہوا غصہ آخر باہر نکالا۔ وہ اس وقت مون کی فرمائش پر چائنیز ریسورنٹ میں ڈنر کے لئے بیٹھے ہوئے تھے۔ دائیں طرف کی ایک قریبی میز پر بیٹھا ایک نوجوان انہیں مسکراہٹ سے شناسائی کا اظہار دے رہا تھا، جو کہ ثانیہ کے لئے گراں بار تھا۔ اور کومل کے لئے جیسے کسی معمول کا حصہ تھا۔ اب وہ ایسے مناظر کی عادی ہو گئی تھی، اس لئے اس کی ساری توجہ صرف مون کی جانب تھی۔

"ثانی! تم اپنے کھانے پر دھیان رکھو۔ یہ پبلک پلیس ہے۔ یہاں ہر قسم کے لوگ ہی ہوں گے۔ اسپیشلی آج کے دن تو ایسے لوگ زیادہ ہی ہوں گے، جو ایسی جگہوں پر اچھے ارادوں سے نہیں آتے۔ اگنور کرو اور آرام سے کھانا کھاؤ۔ پھر یہاں سے نکلتے ہیں۔"

"مگر بھابھو! وہ مسلسل ہمیں جیسے گھور رہا ہے۔ بلکہ مجھے فیل ہو رہا ہے، آپ کو۔ اوہ مائی گاڈ! وہ تو اٹھ کر ہماری طرف آ رہا ہے۔" ثانیہ کا انداز حیرت زدہ سا تھا۔ وہ نوجوان واقعی ان کی میز کی طرف آ کر کھڑا ہو گیا تھا اور پھر اس نے بلا جھجک کومل کو مخاطب کیا۔

"ایکسکیوز می مادام! کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟" وہ جس انداز میں بلا جھجکے کومل سے مخاطب ہوا تھا، کومل کا ٹھٹک کر اس کی جانب دیکھنا لازمی امر تھا۔ اس نے کبھی کسی کو اتنی جرأت نہیں دی تھی کہ کوئی اُس سے بلا تکلف مخاطب ہو۔

"ارے مادام! آپ پریشان کیوں ہو رہی ہیں؟ آپ نے مجھے پہچانا نہیں؟" کہنے کے ساتھ ہی اس نے اس کی میز کے گرد پڑی چوتھی کرسی سنبھالی۔ ثانیہ حیران پریشان تقریباً منہ کھولے اس کی جسارت دیکھ رہی تھی۔ صورت اور حلیے سے معقول انسان دکھائی دے رہا تھا۔ مگر اس کی حرکت اسے نامعقول ثابت کر رہی تھی۔

"یاد ہے، فرسٹ ٹائم ہم جھیل سیف الملوک پر ملے تھے۔ آپ اپنے ہزبینڈ اور بیٹے کے ساتھ تھیں۔ میں نے ہی آپ لوگوں کی فوٹوز کھینچی تھیں۔ بلکہ دو تین فوٹوز میں نے اپنے کیمرے سے بھی لے لی تھیں۔" وہ جیسے کومل کو یاد دلانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اور یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ وہ یادگار دن اور زندگی کا حاصل وقت کومل کے ذہن و دل سے محو ہو جاتا۔ شافند کا شادی کی پہلی سالگرہ کو منانے کا انداز جس قدر دلفریب تھا، اسی قدر یادگار بھی تھا۔ وہ کبھی ماضی کو سوچنے بیٹھتی تھی تو وہ دن اسے زیست کا سرمایہ لگا کرتے تھے۔ اب اس اجنبی نے آ کر اسے اس کے ماضی میں پھر سے دھکیل دیا تھا۔ وہ اسے بغور دیکھنے پر مجبور ہو رہی تھی۔ وہ کچھ بھی غلط نہیں کہہ رہا تھا۔ کومل اسے پہچان گئی تھی۔ اس وقت یہ نوجوان اپنے یونیورسٹی فیلوز کے ساتھ وہاں موجود تھا۔ اپنی شوخی اور شرارتوں سے اس نے شافند کو خاصا متاثر کیا تھا۔

"مادام! وہ فوٹوز میرے پاس ابھی تک ہیں۔ آپ ابھی تک ویسی ہیں، مگر آپ کا یہ مون تو کافی بڑا ہو گیا ہے۔ یہ...... مون ہی ہے نا؟" وہ بنا رُکے بول رہا تھا۔

آخر ثانیہ کا ضبط جواب دے گیا۔

"مسٹر! آپ یہاں سے فوراً اُٹھ جائیں۔ اور زیادہ فری ہونے کی کوشش مت کریں۔" ثانیہ نے خاصے جارحانہ انداز میں چٹکی بجا کر اسے وہاں سے اُٹھنے کا اشارہ کیا تو اس بار وہ ٹھٹک کر دیکھنے پر مجبور ہوا۔

"مادام! آپ نے مجھے پہچانا نہیں۔ میں نبیل کیانی ہوں۔ میں نے بہت سا وقت آپ لوگوں کے ساتھ گزارا تھا۔ آپ کے ہزبینڈ نے مجھے اپنی رسٹ واچ بھی گفٹ دی تھی۔ کہاں ہیں وہ؟...... وہ تو مجھے ضرور پہچان جائیں گے۔" نبیل کیانی اپنی جگہ سے اٹھ تو گیا تھا، پھر بھی مُصر تھا۔ کومل جو چند لمحوں کے لئے ماضی میں کھو گئی تھی، فوراً چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

"میں نے آپ کو پہچان لیا ہے، نبیل کیانی! پلیز بیٹھ جائیں۔"

"تھینکس مادام! ورنہ میں تو آج ذلیل ہو گیا تھا۔ ابھی دوستوں میں واپس جاتا تو درگت بنا دیتے میری کہ دو حسین ترین خواتین سے پٹ کر آ رہے ہو۔" نبیل کیانی پھر سے شروع ہوا۔ ثانیہ اسے مسلسل گھور رہی تھی۔ کسی اجنبی کا اس طرح ان کے درمیان آ بیٹھنا اسے کسی طرح بھی پسند نہیں آ رہا تھا۔

"نبیل! بہت وقت بھی تو گزر گیا ہے۔ رئیلی، پہلے تو میں تمہیں پہچان ہی نہ سکی تھی۔ تم اگر اس وقت اور مقام کا حوالہ نہ دیتے تو یقیناً تمہارے دوستوں کے ہاتھوں تمہاری درگت بن رہی

ہوتی۔"

نبیل نے اسے خوشگوار حیرت سے دیکھا۔ چند سالوں میں ہی وہ کس قدر پُراعتماد ہو گئی تھی۔ اس نے اپنی حیرت کا فوراً اظہار بھی کیا۔

"مادام! آپ میں تو کافی چینج نظر آ رہا ہے۔ رئیلی امیزنگ۔ اس وقت تو آپ بہت شائے پرسن لگی تھیں۔ آئی تھنک یہ چینج لانے میں آپ کے ہزبینڈ کا کمال ہو گا۔ ہیں کہاں وہ آج کل؟ اس وقت آپ کے ساتھ نظر نہیں آ رہے۔" نبیل کیانی کا استفسار کومل کے چہرے پر دھواں سا پھیلا گیا۔ ثانیہ نے ہی کچھ توقف کے بعد سپاٹ لہجے میں جیسے اسے اطلاع دی۔

"شافند بھائی اب ہم میں نہیں ہیں۔ بلکہ کافی سالوں سے نہیں ہیں۔"

"وہاٹ......؟ یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟...... مادام! کیا یہ سچ ہے؟......اوہ مائی گاڈ۔"

کومل کے دھواں دھواں چہرے سے جلد ہی اسے اپنے سوالات کے جوابات مل گئے تھے۔ اس کا اظہارِ ملال بالکل حقیقی تھا۔

"ایکچولی میں یہاں پر تھا ہی نہیں۔ میں بھی بہت سالوں بعد وطن اور گھر لوٹا ہوں۔ لیکن میں کہیں بھی رہا، رئیلی آپ لوگوں کو بھلا نہیں سکا۔ آج اچانک آپ کو دیکھا تو مجھے بہت خوشی محسوس ہوئی تھی۔ مگر...... مجھے نہیں معلوم تھا کہ......"

"اِٹس آل رائٹ نبیل!" کومل نے بہ مشکل اسے مزید کہنے سے روکا۔

"کب؟...... کیسے؟...... مجھے یقین کیوں نہیں آ رہا؟" نبیل ایک دم سنجیدہ اور بے یقین سا ہو گیا تھا۔

"کب اور کیسے وہ میرا ساتھ چھوڑ گئے، یہ تو مجھے بھی نہیں معلوم۔ کبھی کبھی لگتا ہے، صدیاں بیت گئیں۔ اور کبھی محسوس ہوتا ہے کہ ایک پل، ایک لمحہ پہلے جدائی مقرر ہوئی ہے۔" کومل ایک دم کہیں کھو سی گئی تھی۔ اچھے دنوں کا کوئی گواہ آج قسمت سے سامنے آ بیٹھا تھا۔ وہ دل کے اندر ٹھہرے ہوئے کرب کو آج باہر آنے سے روک نہ پائی۔ اس کی پلکوں کے ساتھ لہجہ بھی نم ہوا تھا۔

مون، ماں کی نم آواز پر بے چین ہو کر اس سے پوچھنے لگا۔

"ماما!...... آپ رو رہی ہیں؟...... یہ کون انکل ہیں؟ کیا کہہ رہے ہیں آپ سے؟ انکل! آپ نے میری ماما سے کیا کہا ہے؟" ماں کے بعد وہ براہِ راست نبیل سے مخاطب ہوا۔

"کچھ نہیں بیٹا! انکل نے مجھ سے کچھ بھی نہیں کہا۔ تم پلیز اپنے ذہن پر زور نہیں دو اور جلدی سے کھانا ختم کرو۔" کومل نے ایک دم خود کو سنبھال کر مون کو پچکارا، پھر وہ نبیل سے مخاطب ہوئی۔

"نبیل! پلیز چینج دِس ٹاپک۔ میں آج کے دن اپنے بیٹے کو اُداس نہیں کرنا چاہتی۔ تم کسی

دن میرے آفس آ جاؤ، پھر بیٹھ کر اچھے دنوں کو یاد کریں گے۔“ ثانیہ نے کچھ حیرت سے اپنی بھابی کو دیکھا۔ پہلی بار کومل کو کسی کے ساتھ بے تکلف دیکھ رہی تھی اور وہ بھی اس طرح اچانک مل جانے کے ساتھ۔ اگلے ہی لمحے میں اس نے اپنی حیرت کو جھٹک کر سوچا کہ یہ شخص یقیناً قابل اعتماد ہوگا، تبھی کومل اس سے مخاطب ہے اور اسے اپنے آفس تک آنے کی پیش کش کر رہی ہے۔

”مادام! آپ کے آفس پہنچنے میں تو تین چار روز لگ جائیں گے۔ عید کی چھٹیاں تو آپ اپنے آفس میں نہیں گزاریں گی، آپ مجھے اپنے گھر انوائٹ کیوں نہیں کرتیں؟“ وہ وزیٹنگ کارڈ پر نظر جمائے کچھ جلد بازی میں بولا۔ ”ایکچولی مجھ سے اتنے روز تک صبر نہیں ہوگا۔ ویسے بھی میں اس لٹل بوائے سے جلد از جلد فرینڈ شپ چاہتا ہوں۔“ نبیل نے مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے اپنی طرف یک ٹک دیکھتے مون کے بال بکھیرے۔

”ٹھیک ہے، تم گھر پر آ جاؤ۔ مگر آنے سے پہلے فون کر کے آنا۔“

”تھینکس مادام! ریئلی، میرا آج کا دن صرف آپ سے مل کر اچھا ہوا ہے۔ ورنہ یہاں آ کر دل مزید بے زار ہوا تھا۔“ ہنستے مسکراتے نبیل کے چہرے پر نجانے کس دکھ کا سایہ سا پڑا تھا۔ کومل ہی نہیں، ثانیہ نے بھی اسے نظر اٹھا کر دیکھا۔ کچھ دیر پہلے نامعقول لگنے والا انسان اس وقت اسے بھی معقول لگا تھا۔

”بیٹھو...... کچھ لو گے؟“

”تھینکس مادام! آپ کے گھر پر آ کر چائے کافی بھی پیوں گا اور کھانا بھی کھاؤں گا۔ ابھی کچھ دوستوں کو ڈنر کے لئے لے کر آیا ہوں۔ اگر یہاں بیٹھ گیا تو سبھی یہیں چلے آئیں گے، جو کہ آپ کے لئے تو نہیں، لیکن ان خاتون کے لئے ناقابلِ برداشت ہوگا۔ سو میں چلتا ہوں۔“ اس نے ثانیہ کو لطیف انداز میں چھیڑا۔ اس کے ”خاتون“ کہنے پر ثانیہ کے نہ صرف تاثرات بگڑے بلکہ وہ چڑ کر بول بھی اٹھی۔

”اے مسٹر!...... آئی ایم ناٹ ”خاتون“ آئی ایم ثانیہ منصور۔“

”نام بتانے کا شکریہ۔“ نبیل کے شرارتی انداز پر وہ بھنا کر ہی رہ گئی۔ ”بائی دی وے، ثانیہ منصور خاتون نہیں ہیں تو پھر کس قبیل سے تعلق رکھتی ہیں؟“ اس بار اس نے کومل کو مخاطب کر کے شرارت کی۔ ثانیہ فوراً ہی احتجاجاً چیخ اٹھی۔

”ملی بھابی......!“

جواباً کومل نے نبیل کو سنجیدگی سے ٹوکا۔ ”نبیل! پلیز۔“

”او کے، او کے مادام!...... ان شاء اللہ کل آپ کے گھر آ رہا ہوں۔ اپنا ایک دن اور اچھا بنانے کی آرزو لئے ہوئے۔ او کے، خدا حافظ!...... گڈ بائے لٹل ماسٹر!“ نبیل کیانی جس طرح ہوا کے جھونکے کی طرح آیا تھا، اسی طرح وہاں سے ہاتھ ہلاتا ہوا چلا گیا۔ ثانیہ بے مزا

سی اسے جاتے ہوئے بھی جیسے گھور رہی تھی۔ اُس کے جاتے ہی کومل پر اپنی خفگی کا اظہار کرنے لگی۔

”آپ نے اسے گھر تک آنے کی دعوت کیسے دے دی، بھابھو؟ پتہ نہیں کس نیچر کا انسان ہے۔ مجھے تو بالکل چیپکو سا لگ رہا تھا۔ کس قدر فری ہو رہا تھا۔“

”اچھی نیچر کا لڑکا ہے نبیل۔ اتنی جلدی کسی کے بارے میں رائے قائم نہیں کرتے ڈیئر! رہی بات اسے وزیٹنگ کارڈ دینے کی اور گھر پر بلانے کی تو جان! وہ میرے بہت اچھے دنوں کا گواہ ہے۔ مجھے اس کے ساتھ کچھ وقت گزارنا خوشی دے گا۔“ کومل نے بہت رسانیت سے اسے سمجھایا۔ ثانیہ کی ساری توجہ کومل پر تھی۔ کومل کے چہرے پر واقعی ایک نئی طمانیت، نیا احساس لہرا رہا تھا، جو اس سے پہلے اس نے نہیں دیکھا تھا۔ اس بار وہ صرف سر ہلا کر رہ گئی۔ کیونکہ وہ جانتی تھی، کومل نے اتنے سالوں میں اپنی خوشی کا تقاضا کبھی نہیں کیا تھا۔



اُس کے کمرے کے دروازے پر مسلسل دستک ہو رہی تھی۔ کومل آرام دہ کرسی پر آنکھیں موندے نیم دراز سی ڈی پلیئر پر کلاسک سونگز سن رہی تھی۔ مسلسل ہوتی دستک نے اسے بیزاری سے دوچار کر دیا۔ وہ ثانیہ اور مون کو منع کر کے آئی تھی کہ کچھ دیر تک اسے دونوں پریشان نہ کریں۔ مگر پھر بھی دونوں میں سے کوئی ایک چلا آیا تھا۔ بلکہ شاید ثانیہ ہی تھی۔ اپنی کوفت و بیزاری کو چھپاتے ہوئے اس نے ثانیہ کو مخصوص محبت بھرے انداز میں آنے کی اجازت دی۔

”آ جاؤ بھئی ثنی جان! میرے آرام کی دشمن!“ اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی دروازہ کھلا اور ساتھ ہی روز ایوننگ (Rose Evening) پرفیوم کی دلآویز خوشبو کا جھونکا بھی در آیا۔ کومل نے کچھ چونکتے ہوئے دروازے کی طرف گردن گھمائی تو واضح حیرت اس کی آنکھوں میں سمٹ آئی۔ دروازے سے اندر ثانیہ کے بجائے اسفند منصور اپنی وجاہتوں سمیت کھڑا مسکرا رہا تھا۔ کومل کو اس کی آمد پر واقعی جھٹکا لگا تھا۔

”آپ؟...... آپ بغیر اجازت کے میرے روم میں کیسے آئے؟“

”آپ ہی نے تو ابھی مجھے اندر آنے کی اجازت دی تھی، اور......“ اسفند اس کے بدلے رویے پر کچھ حیران پریشان سا وضاحت دینے لگا۔

”وہ اجازت میں نے آپ کو نہیں، ثانی کو دی تھی۔ پلیز آپ یہاں سے جا سکتے ہیں۔“ کومل کے لہجے میں ترشی سی خود بخود عود کر آئی۔

اسفند کو دیکھتے ہی اس کے رویے میں اچانک جو تلخی پیدا ہوئی تھی، وہ خود اس کی سمجھ سے بالاتر تھی۔ یقیناً اسفند کا اپنے کمرے میں آنا اسے پسند نہیں آیا تھا۔ اسفند کی خود میں بڑھتی دلچسپی اُسے چڑا رہی تھی۔

"جی؟.......اوکے، چلا جاؤں گا۔ مگر میں یہاں جس کام سے آیا ہوں، وہ تو کرلوں۔" وہ اپنے اعتماد کو بحال کرتا ہوا اس کے سامنے بیٹھ کر گویا ہوا۔ کومل کو اس کی یہ ڈھٹائی ایک آنکھ نہ بھائی۔ کومل نے اٹھ کر سی ڈی پلیئر کا ریموٹ اٹھا کر اس کا والیوم کم کرتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔

"جی فرمایئے۔ آپ نے یہاں آنے کی زحمت کیوں کی؟ کیا کام ہے آپ کو؟"

"زحمت؟.......لگتا ہے، آپ کو میرا آنا اچھا نہیں لگا۔ اس طرح تو اگر کسی غیر کے گھر بھی چلے جاؤ تو وہ بھی مروتاً مسکرا کر بات کر لیتا ہے۔ مگر آپ تو مسلسل پتھر برسا رہی ہیں۔" اسفند کے چہرے پر پھیلی مسکراہٹ فوراً غائب ہوگئی اور وہ قدرے خفگی سے کہتا اٹھ کھڑا ہوا۔ کومل کو اچانک ہی اپنے برے رویّے کا احساس ہوا، فوراً لہجہ نرم کر کے بولی۔

"کیا کام تھا؟ بتایئے تو۔ پلیز بیٹھیے۔"

"نہیں، رہنے دیں۔ اوکے، میں چلتا ہوں۔" اسفند نے خفگی کے ساتھ واپسی کے لئے قدم اٹھا دیئے۔

"آپ کو کیا کام تھا؟.......پلیز، کہہ کر جایئے۔ ورنہ مجھے پریشانی رہے گی۔ کچھ چاہئے تھا آپ کو؟" کومل کی نرمی پر اسفند منصور نے پلٹ کر دیکھا۔ اس کے چہرے پر پھیلی مروّت دیکھتے ہوئے وہ اپنے قدم واپس موڑ لایا۔

"آئی نو، آپ کو میرا اس وقت ڈسٹرب کرنا اچھا نہیں لگا۔ آپ شاید مجھ سے ناراض بھی ہیں۔ ریئلی میں آج کا دن آپ کے ساتھ گزارنا چاہتا تھا۔ مگر دوستوں نے مجھے اس طرح گھیرا کہ پھر میری جان ہی نہیں چھوڑی۔ ویل، پلیز اب میری طرف سے عید کی مبارک باد قبول کیجئے۔" وہ کومل کے رویّے کو اپنی غیر موجودگی کے پس منظر میں دیکھ رہا تھا۔

"میں آپ سے کیوں ناراض ہوں گی؟ اور مجھے اس کا کوئی حق بھی نہیں ہے۔ آپ اپنا کوئی بھی دن کیسے بھی گزاریں، مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ رہی بات عید کی مبارک باد کی تو وہ تو کبھی کی باسی تباسی ہوگئی۔ آپ کو ان فارملیٹیز میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔" کومل نے اپنے رویّے سے اس کے بڑھتے حوصلے کو روکنے کی بھرپور کوشش کی۔ مگر اس بار کومل کا بے تاثر لہجہ اس کی حوصلہ شکنی نہ کرسکا۔ اسفند منصور بے اختیار ہی کھلکھلا دیا۔

"مائی گاڈ۔ باسی تباسی بھی آپ نے خوب کہی۔ ابھی تو عید کی رونق شروع ہوئی ہے اور آپ.......مجھے معلوم ہے آپ ناراض ہیں۔ پلیز سوری می۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ آپ بتایئے، آپ کو بس یہی کام تھا؟"

"نو، نو.......اصل کام تو ابھی باقی ہے۔ اس سے پہلے مجھے آپ کا شکریہ ادا کرنا ہے۔ ریئلی آئی ڈونٹ ایکسپلین، آپ نے میرا گفٹ ایکسپٹ کر کے مجھے کتنی خوشی دی ہے۔" اسفند کی آنکھوں میں پھر وہی چاہت سمٹ آئی تھی۔ کومل ابھی تک اس کے دیئے ہوئے لباس میں

ملبوس تھی، جو یقیناً اسفند منصور کے لئے کسی خوشی سے کم نہ تھا۔ جبکہ کومل کو اس کی خوشی، اس کا والہانہ رویّہ و لہجہ بالکل بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

"میں اگر آپ کا گفٹ ایکسپٹ نہ کرتی تو پھر شاید آپ بھی میرا گفٹ واپس کر دیتے۔ جو کہ مجھے اچھا نہیں لگتا۔ اس ڈر سے میں نے آپ کا دیا ہوا تحفہ قبول کیا ہے۔ اس کے لئے آپ کو شکرگزار ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔" کومل نے اس کے حوصلے کمزور کرنے کے لئے اپنے لہجے میں مزید سرد مہری بھری۔ مگر وہ تو جیسے اپنے آپ میں مگن اس کے رویّے سے بے پروا سا تھا۔

"تھینکس اگین۔ آپ نے کسی بھی ڈر سے سہی، یہ لباس پہنا تو۔ ریئلی مجھے بے حد خوشی محسوس ہو رہی ہے۔ یُو نو، میرا دل چاہ رہا ہے کہ اب میں ساری دنیا آپ کو دے دوں۔ ساری خوشیاں آپ کے آنچل میں بھر دوں۔ آسمان پر چمکتے سارے ستاروں کی روشنی تمہاری خوب صورت آنکھوں کی نذر کر دوں۔ ان کی اداسی مجھے بہت تکلیف دیتی ہے۔ اور......." وہ اپنے جذبات کی رو میں بہتا چلا جا رہا تھا۔ یہ سوچے بغیر، یہ دیکھے بنا کہ کومل کے چہرے پر اس کی باتیں کیا تغیر پیدا کر رہی تھیں۔

"اسفند منصور! پلیز خاموش رہیے۔ آپ آخر کس طرح سمجھیں گے؟" آخر کومل نے زِچ ہو کر اسے درمیان میں ٹوکا۔

"کک.......کیا؟.......کیا سمجھوں گا؟ میں نے کچھ غلط تو نہیں کہا۔"

"غلط اور صحیح کی آپ کو تمیز کب ہے؟" کومل کو اس کی مصنوعی ناسمجھی پر شدید تاؤ آیا۔ اور اسی رو میں اس نے اسفند کو مخاطب بھی کیا۔

"پلیز، آپ یہاں سے چلے جائیں۔ یہ کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے کہ آپ میرے کمرے میں موجود رہیں۔"

"وہاٹ؟.......تمہارا مطلب ہے کہ میں.......پلیز ایکسپلین می، کیوں مناسب نہیں ہے میرا یہاں ٹھہرنا؟.......کیا میں اس گھر کا فرد نہیں ہوں یا پھر اس قدر ناقابلِ اعتبار ہوں تمہاری نظر میں کہ میری موجودگی سے تمہیں خوف آ رہا ہے؟ کبھی بھی، کسی سے بھی مل سکتی ہو، صرف مجھ سے ہی خوف آتا ہے۔ میں ہی غیر ہوں تمہارے لئے۔" اسفند ایک دم ہی ہتھے سے اکھڑنے لگا۔

کومل نے اسے بے بسی کے بھرپور احساس کے ساتھ دیکھا۔

"آپ کا میرے کمرے میں رکنا اس لئے مناسب نہیں ہے، اسفند منصور! کہ قانونی و شرعی طور پر ہم دونوں کے درمیان جو رشتہ ہے، وہ اس بات کی اجازت نہیں دیتا۔ اور دنیاوی لحاظ سے تو یہ رشتہ اس کنڈیشن میں اور بھی نازک ہے جبکہ میں آپ کے بڑے بھائی کی بیوہ کی حیثیت میں یہاں موجود ہوں۔" کومل کے لہجے میں درشتی خود بخود بڑھ گئی۔

"آئی ڈونٹ کیئر۔ مجھے کسی کی بھی پروا نہیں ہے۔ اور نہ ہی میں نے تمہیں کبھی اپنے بھائی کے حوالے سے دیکھا ہے۔ وائے ڈونٹ یُو انڈر اسٹینڈ۔ میرے لئے زیادہ اہم میرے دل کی خوشی ہے اور میرا تم سے صرف میرے دل کا رشتہ ہے۔ باقی سب کچھ........"

"باقی سب کچھ ختم نہیں ہو سکتا، اسفند منصور! کیونکہ مجھے سب کی پروا ہے۔ اور اسی لئے میں چاہوں گی کہ آئندہ آپ اس طرح بے وقت میرے رُوم میں مت آئیں۔ اور ایک بات ہمیشہ یاد رکھیں کہ میں آپ کے ساتھ ہرگز نہیں ہوں، انڈر اسٹینڈ؟" کومل کو اس کا انداز و رویہ، یہ برتاؤ کرنے پر مجبور کر گیا۔ اس نے نہ صرف زبان سے بلکہ ہاتھ کے اشارے سے بھی اسے اپنے کمرے سے جانے کا اشارہ کیا۔

اسفند تو کچھ اور ہی توقع لے کر یہاں آیا تھا۔ کومل کا بدلا رویہ و انداز دیکھ کر نہ صرف وہ حیران تھا بلکہ اندر ہی اندر سلگ بھی رہا تھا۔ ایسی توہین اس نے کب سہی تھی؟ ہمیشہ ہر جگہ اسے سر آنکھوں پر بٹھایا جاتا تھا۔ اس کے باوجود بھی وہ کبھی کسی کو خاطر میں نہیں لاتا تھا۔ خلاف فطرت وہ یہاں جھک رہا تھا تو اس کی پذیرائی تک نہ تھی۔ اُلٹا اس کی نظر میں اُسے ذلیل کیا جا رہا تھا۔ وہ بھی ایک دم غصے میں آ گیا۔

"کیا سمجھتی ہو تم خود کو؟........ مرا جا رہا ہوں میں تمہارے لئے؟ کوئی شوق نہیں ہے مجھے تم جیسی اَن کلچرڈ سے بات کرنے کا اور نہ ہی تمہارے کمرے کے چکر لگانے کا۔ مرو تم یہاں تنہا۔" اسفند کو خود بھی احساس نہیں تھا کہ وہ غصے میں کیا کچھ بول گیا ہے۔ اس کے بعد وہ وہاں رکا نہیں۔ زوردار آواز کے ساتھ دروازہ بند کرتا ہوا وہاں سے نکل گیا۔

کومل کا وجود ہی نہیں، دل و دماغ بھی اس دھماکے سے لرز اُٹھے۔ اسفند کا ایسا جارحانہ انداز اس نے پہلی بار دیکھا تھا۔ اس پر اسفند کا تحقیر آمیز رویہ۔ وہ ایک نئے درد کے ذائقے کو چکھتے ہوئے تڑپنے لگی تھی۔ ضبط کا بندھن پھر سے ٹوٹنے لگا تھا۔ تقریباً ساری رات اُس نے روتے سلگتے گزار دی۔ مون بھی آج رات اس کے پاس نہیں آیا تھا۔ کومل جانتی تھی، مون اپنے چاچو کے پاس ہوگا۔ دن بھر کی روئیداد سناتے سناتے سو گیا ہوگا۔ اس بات کا کسی کو احساس بھی نہ ہوا ہوگا کہ وہ مون کے بغیر سو نہیں پائے گی۔



رات بھر کی بے چینی کے باوجود کومل اپنے معمول کے مطابق صبح اٹھ کر باہر آ گئی۔ اسے ناشتے کے بعد اپنے گھر جانا تھا اور اس سے بھی پہلے ہمیشہ کی طرح واپسی کی اجازت کا مرحلہ طے کرنا تھا، جو کہ آسان نہ تھا۔ بہر حال اب وہ اس سب کی عادی ہو گئی تھی۔

صوفیہ منصور حسب عادت اس کی واپسی کا سن کر ہونہہ کر کے رہ گئی تھیں۔ انہوں نے ہمیشہ کی طرح آئندہ جلد آنے کا وعدہ لے کر اسے اجازت دی تھی۔ اور اسفند منصور بہت سرد اور بیگانہ بنا اپنے آپ میں مگن تھا۔ ثانیہ کو تیار ہونے کا کہہ کر وہ ڈرائنگ روم سے نکل کر بڑی ماں

کے کمرے میں آ گئی۔ اس سے پہلے بھی وہاں اسفند منصور موجود اپنی کل کی غیر موجودگی پر صفائیاں دے رہا تھا۔ کومل اسے دیکھ کر واپس پلٹنے لگی تو بڑی ماں نے اسے پکارا۔

"کومل! اب آ گئی ہو تو کہاں جا رہی ہو؟"

"السلام علیکم!" وہ سلام کرتی ان کے سامنے کرسی پر آ بیٹھی۔ اسے دیکھ کر اسفند کے چہرے پر عجیب سی کیفیت واضح تھی۔ اماں جان پوری طرح کومل کی طرف متوجہ تھیں۔ اس کی متورم آنکھیں دیکھ کر وہ پُرتشویش انداز میں گویا ہوئیں۔

"کیا ہوا، تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟ آنکھیں بھی سرخ ہو رہی ہیں۔ رات بھر جاگتی رہی ہو کیا؟"

"نہیں، جاگتی تو نہیں رہی۔ بس ٹھیک سے نیند نہیں آئی۔ دراصل رات مون میرے پاس نہیں تھا تو........" کومل نے ہچکچاتے ہوئے وجہ بیان کی۔ اسفند نے نظر اٹھا کر اسے خفگی بھری نظروں سے دیکھا۔

"بڑی ماں! میں اب گھر جا رہی ہوں۔ آپ چل رہی ہیں نا میرے ساتھ؟ آج گھر پر کچھ مہمان بھی آ رہے ہیں۔" کومل نے اسفند کو نظر انداز کرتے ہوئے اماں جان کا ہاتھ تھام کر کہا۔ اس سے پہلے کہ اماں جان کوئی جواب دیتیں، اسفند ان سے پہلے ہی بول اٹھا۔

"اماں جان! آپ کسی کے ساتھ کہیں نہیں جا رہیں۔" اس کا غصہ و ناراضگی چھپائے نہیں چھپ رہا تھا۔ اماں جان بھونچکا سی ہو گئیں۔

"سنی!........ یہ کیا انداز ہے تیرا؟ تجھے میں نے یہ تعلیم دی ہے کہ اپنے بڑوں سے اس طرح بات کرو؟ کوئی لحاظ شرم ہے باقی؟"

"اس میں تعلیم اور لحاظ کی کیا بات ہے اماں جان؟" اماں جان کی ڈانٹ بھری سرزنش پر بھی وہ شرمندہ نہیں ہوا۔

"کوئی بات نہیں اماں جان! پھر کبھی آپ میرے ساتھ چلنا۔ آئی تھنک کہ آپ پر میرا اتنا حق نہیں بنتا جتنا کہ ان کا ہے۔" کومل کو اس وقت اس کا رویہ بہت کھلا تھا۔ مگر اس نے بالکل بھی ظاہر نہ ہونے دیا۔

"تم سے زیادہ حق نہیں ہے اس کا بھی۔ نہ ہی تم سے میری محبت کم ہے۔" اماں جان نے بھی واضح خفگی کا اظہار کیا۔ اسفند کو جو کہ بے حد برا لگا، وہ جھٹکے سے ان کے پہلو سے اٹھا اور پھر اسی انداز میں باہر کی طرف بڑھا۔ تبھی ثانیہ سلام کرتی، دادی کے کمرے میں داخل ہوئی۔

"بھابھو! فون ہے آپ کا۔"

"فون؟........ کس کا ہے ثانی؟" وہ حیران ہوئی۔ کیونکہ اسے کسی کے فون کی توقع نہیں تھی۔

"وہی احمق انسان جو کل ریسٹورنٹ میں کمپل ہو رہا تھا۔ آپ نے اسے یہاں کا نمبر کیوں

دیا؟'' ثانیہ شکوہ کناں ہوئی۔

''نبیل...... نبیل کیانی؟...... اُس نے فون کیا ہے؟ مگر میں نے تو اسے یہاں کا نمبر نہیں دیا تھا۔'' کومل فوراً ہی اپنی جگہ سے اٹھ کر معذرت کرنے لگی۔ ''سوری اماں جان! میں ابھی آتی ہوں۔'' کومل، اسفند کے قریب سے گزر کر باہر نکل گئی۔ کوریڈور میں آ کر اس نے ریسیور کان سے لگاتے ہی نبیل کو سنائیں۔

''نبیل کیانی! کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ؟ کس قدر بے صبرے انسان واقع ہوئے ہو تم۔ یہاں کا نمبر کہاں سے لیا ہے تم نے؟''

''ایک منٹ مادام!...... اتنے سوالوں کا جواب ایک دم کیسے دے سکتا ہوں؟ ویسے آپ نے مجھے چکر دے کر اچھا نہیں کیا۔'' کومل کے سوالوں پر وہ یک دم بوکھلا کر بولا۔ اس اثناء میں اسفند منصور بھی اس کے پیچھے چلا آیا تھا۔ ساتھ میں مون بھی تھا۔

''کیسا چکر؟...... بھئی میں نے تمہارے ساتھ کیا کیا ہے؟'' کومل نے ناسمجھی سے استفسار کیا۔

''مجھے اپنے گھر بلا کر آپ خود اپنے اس گھر میں تشریف فرما ہیں۔ اِٹس ناٹ فیئر۔ وہ تو اچھا ہوا، میں نے کنفرم کرنے کے لئے فون کر لیا تو وہاں سے معلوم ہوا کہ آپ یہاں اپنے سسرال میں ہیں۔ کیا مجھے انوائٹ کر کے آپ بھول گئی تھیں؟''

کومل نے اس کی خفگی پر بے اختیار قہقہہ لگایا۔

''تم کوئی بھولنے والی چیز ہو؟ ویل، ڈونٹ وری، میں بس اپنے گھر جا رہی ہوں۔ تم سہ پہر تک آ جانا۔''

''رئیلی، میں آ جاؤں؟ آپ واقعی مجھے انوائٹ کر رہی ہیں؟'' دوسری طرف نبیل کیانی کچھ بے یقین ہوا۔

''تو کیا تمہارے فرشتوں کو انوائٹ کر رہی ہوں؟ آنا نہیں تھا تو یہ جھک کیوں ماری؟'' کومل کا یہ بے تکلف انداز اسفند منصور کے لئے ناقابلِ برداشت ہو رہا تھا۔

''میں آ رہا ہوں، مادام! آپ میرا انتظار شروع کر دیں۔''

''مجھے اور کوئی کام تو ہو گا نہیں نا۔'' نبیل کے اندازِ گفتگو نے کومل کے بوجھل احساسات کو کافی ہلکا کر دیا تھا، تبھی وہ اردگرد سے بیگانہ ہو کر بات کر رہی تھی۔ مون نے اسے پکارا تو اسے خیال آیا۔ نبیل کو الوداعی کلمات کہہ کر، ریسیور رکھ کر وہ مون کی طرف متوجہ ہوئی۔

''کیا بات ہے جان!...... تم نے ابھی چینج نہیں کیا۔ گھر نہیں چلنا؟'' مون کو رات والے حلیے میں دیکھ کر کومل نے متعجب ہو کر پوچھا۔

''ماما!...... آپ بھول گئیں، میرا چاچو کے ساتھ سارا دن گزارنے کا پروگرام ہے۔''

''سارا دن؟...... اور وہ، جو گھر پر گیسٹ آ رہے ہیں اور تمہارے فرینڈز بھی، ان سے

کب ملو گے؟ بلکہ وہ جو کل ریسٹورنٹ میں انکل ملے تھے، وہ بھی اسپیشلی تمہارے لئے آ رہے ہیں۔'' کومل نے اپنی حیرت سمیٹتے ہوئے رسانیت سے پوچھا۔

''ماما! میں ان سے پھر مل لوں گا۔ آپ سوری کہہ دینا نا۔ پلیز ماما!'' مون کی ساجت پر کومل نے گہری سانس کھینچتے ہوئے سر ہلایا۔ اُسے ہر حال میں مون کی خوشی عزیز تھی۔

''او کے۔ لیکن رات کو گھر آ جانا۔ لاسٹ نائٹ کی طرح کیا تو پھر ماما ناراض ہو جائے گی، انڈر اسٹینڈ؟''

''ڈونٹ وری ماما! میں آ جاؤں گا۔ آئی نو، آپ کو میرے بنا نیند نہیں آئے گی اور آپ کو ڈر بھی لگے گا نا۔'' مون نے اس کے گال پر اپنی معصوم اور سچی محبت ثبت کر کے اس سے بھرپور محبت کا اظہار کیا تو کومل کے اندر طمانیت و تازگی بھر گئی۔

اسفند کو یہ منظر اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ مون کو کومل کی بانہوں سے کھینچ کر الگ کر دے۔ ایک تو کومل کا رات کا رویہ، اس پر ابھی فون پر کسی سے اپنائیت کا نیا مظاہرہ مشتعل و برانگیختہ کئے ہوئے تھا۔ اسے مون سے اس کی محبت بالکل مصنوعی اور جھوٹی محسوس ہو رہی تھی۔ اس کے دل میں جو بھی تھا، ابھی وہ اسے ظاہر کرنا ہی چاہتا تھا کہ ثانیہ کی آواز نے اسے چونکا دیا۔

''ملی بھابی! میں ایسے ہی چل رہی ہوں۔ ابھی تو مجھے جاتے ہی سونا ہے۔ پھر بعد میں ڈریس اپ ہو جاؤں گی۔''

''ٹھیک۔ جیسے تمہارا دل چاہے۔ مون تو ہمارے ساتھ نہیں جا رہا۔ ہم بس نکلتے ہیں۔ چلو...... مون! بی کیئرفل، جانو!''

کومل نے بیٹے کو تھپتھپا کر خود سے الگ کیا اور پھر ثانیہ کے ساتھ اس نے باہر کی طرف قدم بڑھائے۔ اسفند نہ چاہتے ہوئے بھی اسے کچھ نہ کہہ سکا۔ بس اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔



"ملی بھابی! آ گیا ہے آپ کا مہمان وبالِ جان۔" ثانیہ نے کومل کے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے اسے اطلاع دی۔ کومل کچن کے کام نمٹانے کے بعد نہا کر ابھی فارغ ہی ہوئی تھی۔ اپنے گیلے بالوں سے تولیہ الگ کرتے ہوئے اس نے ثانیہ کو نہ صرف فہمائشی نظروں سے دیکھا، بلکہ ٹوکا بھی۔

"ثانی! اس طرح نہیں کہتے۔ مہمان تو اللہ کی رحمت ہوتے ہیں۔ اور پھر اسے تو میں نے خود انوائٹ کیا ہے، اپنی خوشی اور مرضی سے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے، بھابی! مگر......" ثانی پہلے تو شرمندگی سے گویا ہوئی، پھر کچھ چمک کر بولی۔ "اب دیکھیں نا، آج کتنے پروگرام تھے ہمارے۔ لیکن اب اس چپکو کی وجہ سے خراب ہو گئے ہیں۔ کیا تھا اگر ایک دو دن ٹھہر کر آ جاتا۔"

"پھر وہی بات۔ تمہیں تیور چچا کی طرف جانا ہے نا؟ ڈونٹ وری، رات کو لے چلوں گی۔ اب پلیز اس کے سامنے اس طرح ری ایکٹ مت کرنا کہ وہ ایمبیرس ہو جائے۔ چلو دیکھتے ہیں، تم نے اس غریب کو کہاں بٹھایا ہے؟" کومل نے اپنے گیلے بالوں کو ہی سمیٹ کر اچھی طرح سیاہ دوپٹہ اوڑھا اور کمرے سے باہر کی طرف قدم بڑھا دیئے۔

"غریب؟......اتنی بڑی کار میں آیا ہے آپ کا غریب مہمان۔ اور زیتون نے اسے ڈرائنگ روم میں بٹھا دیا ہے۔ ڈونٹ وری، میں نے اسے ابھی تک فیس نہیں کیا۔ اور نہ ہی میرا کوئی ارادہ ہے۔" ثانی نے خفگی بھرے لاڈ سے بتایا۔

"کیوں؟......ثانی! گھر آئے مہمانوں کے ساتھ ایسا بی ہیو تو نہیں کرتے۔" کومل نے آگے بڑھتے بڑھتے اسے سرزنش کی۔

"کیا کروں، ملی بھابی!......اوکے، آپ تو ملیں نا جا کر۔ میں ریفریشمنٹ کے لئے کچھ لے کر آتی ہوں۔" ثانیہ ذرا شرمندہ ہو کر بولی۔ کومل نے بھی سر ہلا کر مسکراتے ہوئے ڈرائنگ روم کی طرف قدم بڑھائے۔

نبیل کیانی اسے دیکھتے ہی احتراماً کھڑا ہو گیا۔

"السلام علیکم مادام!" لائٹ براؤن سوٹ میں ملبوس وہ کل سے مزید بہتر اور نمایاں لگ رہا

تھا۔

"وعلیکم السلام!......بیٹھو۔" کومل نے شگفتگی سے کہتے ہوئے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"گھر تو آرام سے مل گیا تھا نا؟"

اس نے ہاں میں سر ہلایا۔

"آپ یہاں تنہا رہتی ہیں؟......آئی مین اِٹ کہ......" نبیل نے اِدھر اُدھر سرسری نگاہ دوڑاتے ہوئے کچھ ہچکچا کر پوچھا۔

"نہیں بھئی۔ تنہا کیوں رہوں گی میں یہاں؟......میرا بیٹا میرے ساتھ ہوتا ہے۔ میرے ملازم بھی بہت اچھے ہیں۔ اور پھر میری مصروفیات اس قسم کی ہیں کہ میں کبھی تنہا نہیں رہی۔ کیوں، تم ایسا کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"نہیں، بس ایسے ہی۔ آپ کے گھر میں ایک سکون سا محسوس ہوا ہے تو۔"

"مون گھر پر موجود نہیں ہے نا، اس لئے۔ آج کا دن اسے اپنے چاچو کے ساتھ سپنڈ کرنا تھا۔ تمہارے لئے اس نے سوری کا میسج دیا ہے۔"

"یہ تو اچھا نہیں ہوا۔ رئیلی، میں اپنے چھوٹے دوست سے ملنے کی خوشی میں بے تاب ہو رہا ہوں۔" نبیل نے قدرے مایوسی سے کہا۔ پھر ایک دم خود کو نارمل کرتے ہوئے بولا۔ "اوکے، میں پھر اس سے مل لوں گا۔ البتہ آپ اسے میرے گفٹس ضرور پہنچا دیجئے گا۔" اس نے ساتھ ہی اپنے پہلو میں پڑے ایک بڑے سے بیگ کی طرف اشارہ کیا۔ کومل کی نظر اب اس کے پہلو میں گئی تو حیران ہو کر بولی۔

"یہ کیا ہے نبیل؟"

"یہ میری محبت ہے مادام! اور پلیز اس بارے میں آپ کچھ نہیں کہیں گی۔"

"پھر بھی نبیل! تم......"

"پلیز مادام! مجھے غیروں کی طرح ٹریٹ مت کریں۔ میں بہت اپنائیت محسوس کر کے آیا ہوں۔" نبیل نے اسے بولنے سے پہلے ٹوک دیا۔ "آپ مجھے چائے کافی نہیں پلائیں گی؟"

"آف کورس، وائے ناٹ۔ ابھی تمہیں سب کچھ ملے گا۔ آرام سے بیٹھو تو سہی۔" کومل نے اسے تکلف سے بیٹھے دیکھ کر آدابِ میزبانی نبھائے۔ تبھی ثانیہ اور زیتون چائے اور لوازمات سے بھری ٹرالی لئے اندر داخل ہوئی۔ نبیل فوراً ہی کھڑا ہو گیا۔ زیتون نے ٹرالی کومل کے سامنے رکھنے کے بعد واپسی کے لئے قدم موڑے۔ جبکہ ثانیہ کومل کے قریب بیٹھ گئی۔

"السلام علیکم! مِس ثانیہ منصور!" ثانیہ کی خاموشی پر نبیل نے جیسے اُسے شرمندہ کیا۔ مگر وہ بھی ثانیہ تھی، اسی کے انداز میں بولی۔

"وعلیکم السلام، مسٹر نبیل!"

کومل نے اوں، ہوں کر کے اسے سرزنش کرنے کی کوشش کی تھی، مگر وہ ان سنی کر کے ایک

پلیٹ میں لوازمات نکال کر، اُٹھ کر نبیل کی طرف بڑھی۔ کومل، ثانیہ کی عادت جانتی تھی۔ جبکہ نبیل اسے حیرت سے قریب کھڑے دیکھ رہا تھا۔

"میرے لئے......؟"

"نہیں، آپ کے دائیں طرف بیٹھے فرشتے کے لئے ہے۔"

"ثانی......!" کومل کو ایک بار پھر ٹوکنا پڑا۔

"تو اور کیا؟ بھابھو! مجھے عادت ہے نا، مہمانوں کے فرشتوں کو سرو کرنے کی۔"

"نبیل! پلیز مائنڈ مت کرنا۔ تم پکڑو بلکہ بے تکلف ہو کر جو چاہے لے لو۔ اسے اپنا ہی گھر سمجھو۔"

"ڈونٹ وری مادام! میں رئیلی اپنا گھر سمجھ کر ہی آیا ہوں۔ ویل مس ثانیہ! آپ میرے فرشتوں کی خدمت کریں، میں اپنی مدد آپ کرلوں گا۔" وہ ثانیہ کے سپاٹ تاثرات محسوس کرتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹرالی کی طرف بڑھا۔ ثانیہ نے بھی چند لمحوں کے لئے اس کا رویہ محسوس کیا اور پھر اگلے ہی پل کندھے اچکاتی کومل کے قریب آ بیٹھی۔

"نبیل! ثانیہ کی نیچر ہی ایسی ہے۔ جو اس کے دل میں ہوتا ہے، فوراً کہہ دیتی ہے۔ تم زیادہ محسوس نہیں کرنا۔" کومل کچھ شرمندہ ہو کر وضاحت دینے لگی۔ اسے لگا تھا، نبیل کو ثانیہ کا رویہ محسوس ہوا ہے۔

"مادام! آپ شرمندہ کیوں ہو رہی ہیں؟ مجھے مس ثانیہ کے رویے نے ذرا بھی حیران نہیں کیا۔ کیونکہ میں پہلے ہی ان کا رویہ ریسٹورنٹ میں دیکھ چکا ہوں۔ میں جانتا ہوں، انہیں میرا آنا اچھا نہیں لگا، مگر......"

"آپ فضول میں مجھ پر الزام لگا رہے ہیں۔ آپ کے آنے جانے سے میری صحت پر کیا اثر پڑتا ہے؟" ثانیہ نے درمیان میں ہی اس کی بات کاٹ کر قدرے خفگی کا مظاہرہ کیا۔

"صحت پر اثر نہیں پڑتا تو آپ کے چہرے پر بارہ کیوں بج رہے ہیں، مس ثانیہ؟" نبیل نے زیرلب مسکراہٹ کے ساتھ اسے چھیڑا تو کومل نے بے بسی سے سر ہلایا۔

"تم دونوں تو بچوں کی طرح بی ہیو کر رہے ہو۔ لگتا ہی نہیں کہ فرسٹ ٹائم مل رہے ہو۔"

"یس۔ مجھے بھی نہیں لگ رہا کہ میں فرسٹ ٹائم یہاں آیا ہوں۔" نبیل نے ٹرالی سے سرونگ پلیٹ اٹھا کر اپنے لئے چند لوازمات رکھے اور واپس اپنی جگہ پر جا بیٹھا۔ "بس، اب تو ایک کپ چائے چاہئے۔"

"آپ کا اپنا گھر ہے یہ۔ وہ بھی آ کر آپ خود بنا لیجئے، مسٹر نبیل!" ثانیہ نے بھی اُسے چڑایا۔

"ثانی!...... بی ہیو یور سیلف۔ آج کیا ہو گیا ہے تمہیں؟ میں نے تمہیں بتایا تھا نا کہ نبیل، شافند کی وجہ سے یہاں موجود ہے۔ اس نے ہمارے ساتھ بہت اچھا وقت دیکھا تھا، تبھی

میں اسے یہاں بلانے پر مجبور ہوئی تھی، ورنہ اس سے پہلے......" کومل نے دبے دبے لہجے میں ثانیہ کو قدرے خفگی سے اس کا رویہ جتانا چاہا۔ ثانیہ واقعی اپنے رویے پر شرمندہ نظر آنے لگی۔

"آئی ایم سوری بھابھو!"

"سوری تو تمہیں نبیل سے کرنی چاہئے۔ آخر وہ ہمارا مہمان ہے۔"

"سوری مسٹر نبیل!" ثانیہ کی آواز کچھ بوجھل ہو گئی تھی۔

"سوری کس لئے؟......اوہ......" نبیل جو کچھ اپنے آپ میں مگن تھا، ثانیہ کی معذرت پر چونک اٹھا۔ "ڈونٹ ایکسکیوز مس ثانیہ! آئی نیور مائنڈ یور بی ہیویئر۔ شاید آپ کی جگہ پر میں ہوتا تو اسی طرح ری ایکٹ کرتا۔ ہوتے ہیں کچھ پرسن ایسے، جو اپنی فیملی میں کسی باہر کے آدمی کا داخلہ پسند نہیں کرتے۔ آپ کو بھی میری اس اہم دن میں آمد اچھی نہیں لگی۔"

"نہیں۔ ایسی بات نہیں ہے۔ میں تو بس...... پلیز بھابھو! آپ کہیں نا، میں ایسا نہیں سوچ رہی۔ میں تو بس...... پلیز، آپ کچھ اور لیں نا...... چائے بناؤں آپ کے لئے۔ شکر کتنی لیتے ہیں آپ......؟" ثانیہ ایک دم بوکھلا کر بولنے لگی۔ پہلی بار اس کے اخلاق پر حرف آیا تھا۔ کسی کو اس کا رویہ غلط لگا تھا۔ وہ واقعی شرمندگی محسوس کر رہی تھی، بلکہ دوہری شرمندگی کا شکار تھی۔ ایک شرمندگی اسے کومل سے بھی تھی۔ کومل اسے حیرت سے دیکھ رہی تھی اور نبیل قدرے خوشگواریت سے۔

"چائے میں چینی لیتا تو نہیں ہوں، لیکن اگر آپ بنائیں گی تو تھوڑی کم ڈال ہی دیجئے گا۔" نبیل نے مسکرا کر اسے چھیڑ کر حظ اٹھایا۔ اس بار ثانیہ نے چڑنے کے بجائے مسکرانے پر اکتفا کیا۔ پھر کچھ توقف کے بعد بولی۔ "سوری، مجھے اچھی چائے بنانی نہیں آتی۔ چائے آپ کے لئے بھابی بنائیں گی۔" ثانیہ اب سکون سے کومل کے پہلو میں بیٹھ گئی۔

"کیا کر رہے ہو آج کل؟" کومل نے اس کے اور اپنے لئے چائے بناتے ہوئے غیر رسمی انداز میں پوچھا۔

"کچھ بھی نہیں۔" وہ ایک دم مسکراتے ہوئے بولا۔

"کیا مطلب؟" کومل نے متحیر ہو کر اس کی طرف چائے کا کپ بڑھایا جسے اس نے اٹھ کر تھام لیا۔

"مطلب تو میری مما سے پوچھئے۔ جب سے ایم۔ بی۔ اے کر کے آیا ہوں تو وہ مجھ سے یہی کہتی رہتی ہیں کہ تم کچھ بھی نہیں کرتے ہو۔ سارا دن دوستوں کے ساتھ گھوم پھر لئے اور بس۔ رئیلی، مادام! اکلوتا ہونا بہت بڑا عذاب ہوتا ہے۔ پیرنٹس کی ساری خواہشات کا پریشر ایک اکلوتے پر رہتا ہے۔ جب سے واپس آیا ہوں، پاپا چاہتے ہیں، میں راتوں رات ان کا بزنس سنبھال کر انہیں دستبرداری کا سکون دے دوں۔ اور مما...... مائی گاڈ! ان کا تو بس نہیں چلتا

کہ وہ اپنے سرکل کی کسی بھی لڑکی کو پکڑ کر میرے ساتھ باندھ دیں۔ ابھی کتنے سال بعد آیا ہوں۔ چار دن سکون سے رہنے تو دیں۔ مگر دونوں کو میری آزادی سے جیسے چڑ ہے۔ دونوں کو جب جب موقع ملتا ہے، لیکچر دینے لگتے ہیں۔''

''اس میں برائی بھی کیا ہے نبیل! تمام والدین کی یہی خواہش ہوتی ہے۔''

''خواہش ہوتی ہے نا مادام! جنون تو نہیں۔ اور پھر زندگی تو مجھے گزارنی ہے نا، مجھے میری چوائس کا حق تو ملنا چاہئے۔ مگر مما تو اس معاملے میں کچھ سننے اور سمجھنے کو تیار ہی نہیں ہیں۔''

''کیا سنانا اور سمجھانا چاہتے ہو؟ کیا تمہاری کوئی چوائس ہے؟...... ہے تو بتا دو۔ اس میں پریشانی والی کیا بات ہے؟'' کومل نے بڑی رسانیت سے بات ختم کی۔

''یہی تو رونا ہے۔ ابھی میرے پاس کوئی چوائس نہیں ہے، بھی تو مما کسی بھی طرح مجھے اپنی پسند سے باندھنے کے درپے ہیں، مگر میں نے بھی ان سے کہہ دیا ہے کہ میں اس معاملے میں کسی جلد بازی کا شکار نہیں بنوں گا۔'' نبیل نے چائے تھام کر دوبارہ بیٹھتے ہوئے اپنی دلی کیفیات عیاں کیں۔ ثانیہ نے اسے تنقیدی نظروں سے دیکھا۔ اچھی خاصی شخصیت کا مالک انسان تھا۔ ثانیہ کو اس کی بات پر یقین نہیں آیا تھا کہ اس کے پاس کوئی چوائس نہیں ہے۔

''نبیل! تم تو ایسے کہہ رہے ہو، جیسے تمہاری مما تمہیں ابھی پکڑ کر سہرا باندھ دیں گی۔ وہ جو بھی کریں گی، سوچ سمجھ کر ہی کریں گی۔'' کومل کو بھی کچھ بے یقینی سی ہوئی تھی۔

''ارے مادام! ابھی آپ میری مما سے ملی نہیں ہیں۔ آپ ملئے گا تو پھر دیکھئے گا کہ وہ اس معاملے میں کس قدر پکی ہیں۔ میری ذرا سی مین میخ پر فوراً ہی ہائپر ہو جاتی ہیں۔''

''تو تم کیوں انہیں تنگ کرتے ہو؟ سیدھی طرح ان کی بات کیوں نہیں مان لیتے؟''

''مان لوں گا، مادام! لیکن ابھی نہیں۔ پہلے میں اپنے پاپا کی شکایت تو دور کر دوں۔ کیونکہ ان کا بھی تو خیال ہے کہ میں نے اتنے سال اسٹڈی کے نام پر سیر سپاٹے کئے ہیں اور بس۔''

نبیل کی باتوں سے اُکتا کر ثانیہ جلد ہی اٹھ کھڑی ہوئی اور پھر معذرت کر کے وہاں سے چلی گئی۔ جبکہ کومل اور نبیل ان دنوں کو یاد کرنے لگے، جو صرف نبیل کے لئے ہی نہیں، کومل کے لئے بھی سنہری یادوں میں ڈھل چکے تھے۔



''بیٹی! تم نے ہمارا بڑا ساتھ دیا ہے۔ میرا بیٹا بے شک بہت محنتی ہے، مگر محنت کا ثمر بھی اس دنیا میں اب کہاں ملتا ہے؟'' کومل، ثانیہ اور مون عید کے تیسرے دن مقدس کے اصرار پر ان کے گھر دوپہر کے کھانے پر موجود تھے۔ مقدس کی امی ہمیشہ کی طرح اس بار بھی کومل کو اظہار ممنونیت سے زیر کئے دے رہی تھیں۔

''خالہ جان! آپ ہر بار یہی باتیں دہرا کر مجھے شرمندہ کر دیتی ہیں۔ مقدس نے اپنی

محنت سے سب کچھ حاصل کیا ہے۔ میرا اس میں کچھ دخل نہیں ہے۔ خدارا، آپ آئندہ اس طرح مت کہئے گا، ورنہ میں یہاں آنا چھوڑ دوں گی۔'' کومل نے انہیں مصنوعی دھمکی دی۔

گزرے سالوں میں اس گھر اور اس کے مکینوں سے کومل کو بھی اُنسیت و لگاؤ سا ہو گیا تھا۔ خصوصاً مقدس کی بہنوں سے۔ اس کی بہنوں کی ہنرمندی سے ہی اس کے بوتیک کا شہرہ نہ صرف شہر بھر میں تھا بلکہ دوسرے شہروں سے بھی اسے اچھا رسپانس مل رہا تھا۔ کچھ عرصہ سے ایکسپورٹ ڈیمانڈ میں بھی خاطر خواہ اضافہ ہوا تھا۔

''بیٹی! ایسا تو مت کہو۔ تمہارے آنے سے تو اس گھر کے نصیب بدل جاتے ہیں۔''

''خالہ جان! پھر وہی بات۔ آپ تو اپنے ساتھ میرا بھی ایمان خطرے میں ڈال دیتی ہیں۔ پلیز آئندہ ایسے مت کہئے گا۔ اللہ تعالیٰ سب ہی کا مسبب الاسباب ہوتا ہے۔ کسی انسان کو اس نے یہ اختیار نہیں دیا کہ وہ دوسرے انسان کا نصیب بدل سکے۔''

''بے شک، وہی سب کا مسبب الاسباب ہے بیٹی! مگر ایک انسان کو دوسروں کا مددگار بھی تو وہی بناتا ہے۔ جیسا کہ تمہیں ہمارے لئے بنایا ہے۔ تمہاری وجہ سے تین بیٹیوں کے فرض سے سبکدوش ہوئی ہوں۔ ماشاء اللہ تینوں اپنے گھر میں خوش و آباد ہیں۔ میرے دل سے دعائیں نکلتی رہتی ہیں تمہارے لئے۔ اب حرا اور اقصیٰ کے لئے بھی دل مطمئن ہے۔ تم سے ایک مشورہ کرنا تھا بیٹی!'' مقدس کی امی نے بھرپور اپنائیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کومل کا ہاتھ تھام لیا۔

''جی، جی...... کہئے، کیا بات ہے خالہ جان؟ کس کے بارے میں مشورہ کرنا ہے؟''

''بیٹی! سوچتی ہوں حرا، اقصیٰ سے پہلے اب مقدس کی دلہن گھر لے آؤں۔ ٹھیک سوچتی ہوں نا میں؟''

''بالکل ٹھیک سوچتی ہیں۔ ماشاء اللہ، مقدس اب یہ ذمہ داری نبھانے کا اہل تو ہے۔ دیکھی ہے کوئی لڑکی یا پھر مقدس کی کوئی پسند؟''

''ہم بھی تو یہی چاہتے ہیں آپی! مگر بھائی نہیں مانتے۔'' حرا چائے لے کر آئی تھی۔ اپنی امی اور کومل کی باتیں سن چکی تھی، اس لئے درمیان میں بول اُٹھی۔

''کیوں؟...... کیوں نہیں مانتے؟''

''وہی وجہ ہے بیٹی! کہ پہلے حرا اور اقصیٰ کی شادی ہو جائے، پھر وہ اپنے بارے میں فیصلہ کرے گا۔ مگر میں نے تو اب سوچ لیا ہے کہ پہلے گھر میں بہو لاؤں گی اور اس کے لئے مجھے تمہاری مدد چاہئے بیٹی!''

''ضرور خالہ جان! میں ہر طرح سے آپ کے ساتھ ہوں۔ آپ مقدس کی فکر نہ کریں، میں ابھی اس سے بات کرتی ہوں۔ حرا کہاں ہے، مقدس؟'' کومل نے مقدس کی امی صالحہ بانو کو تسلی آمیز انداز میں جواب دے کر حرا سے مقدس کے بارے میں پوچھا۔

''بھائی اور مون ذرا بازار تک گئے ہیں، ابھی آتے ہیں۔ آپ فکر نہ کریں، ابھی آ جاتے

ہیں۔ آپ چائے پئیں۔ ثانیہ آپی! آجائیں آپ بھی۔" حرا نے فوراً اسے چائے پیش کی۔

"مقدس ضرور مون کی کسی فرمائش کو پورا کرنے بازار گئے ہوں گے۔ مون بھی بس........ آنے دو ذرا۔"

"پھر کیا ہوا آپی! آخر مون کا ہم پر بھی تو کوئی حق ہے۔ وہ اپنے حق کا استعمال کرتا ہے تو آپ کو برا نہیں لگنا چاہئے۔ آپ نے بھی تو ہمیں کبھی غیر نہیں سمجھا۔" حرا نے اپنائیت سے کہا۔

"اُفوہ...... میں نے تو بس ایک بات کی اور تم کیا باتیں لے بیٹھی ہو حرا!...... پلیز خالہ جان! آپ کہئے، آپ کیا کہہ رہی تھیں؟ مقدس کو سمجھانے کے ساتھ میں آپ کی اور کیا مدد کر سکتی ہوں؟" کومل نے حرا کی دی ہوئی چائے کا سِپ لینے کے بعد اسی سادگی سے کہا۔ اس کا خلوص و اپنائیت ہی تو دوسروں کو اپنا گرویدہ کر لیتا تھا۔

"ہاں، وہ بیٹی!...... تمہارے گھر......" صالحہ بانو کہتے کہتے جھک کر خاموش ہو گئیں۔

اس اثناء میں اقصیٰ، ثانیہ بھی قریب آ بیٹھی تھیں۔

"واہ بھائی! آپ کی شادی کا ٹاپک چل رہا ہے نا؟...... کومل آپی! پلیز، بھائی کو سمجھائیے گا۔ وہ ہمیں اپنی شادی انجوائے کرنے کا موقع دیں۔ ہماری شادیاں بھی ہو جائیں گی۔ فی الحال تو ہمیں اپنی بھابی کو لانے کا ارمان ہے، جو کہ آپ کی مدد سے پورا ہو گا۔" اقصیٰ نے قریب بیٹھتے ہوئے اپنے انداز میں بات دہرائی۔

"ہاں تو میں تو تیار ہوں۔ بری کے جوڑوں کی بالکل بھی فکر نہ کرنا۔ اور مقدس کو بھی منا ہی لیں گے۔ بس لڑکی ڈھونڈ لو، پھر یہ کام بھی ختم کرتے ہیں۔" کومل نے بھی اسی گرمجوشی کا مظاہرہ کیا۔

"رئیلی؟...... تو امی جان نے آپ سے بات کر لی ہے؟" حرا، ثانیہ بھی قریب ہی بیٹھ گئیں۔ ثانیہ ایک دم چونک سی گئی تھی۔ کچھ اُلجھن سی بھی اس کے چہرے پر نمودار ہو رہی تھی کیونکہ حرا نے بات کرتے ہوئے اسے خصوصی طور پر دیکھا تھا۔ اسے ایک دم کسی عجیب سے احساس نے گھیرا تھا۔ کومل اور ان کے درمیان بڑھتی ہوئی محبت و یگانگت دیکھ کر اسے پہلے کبھی اس طرح کا احساس نہیں ہوا تھا جو کہ آج، ابھی اس پل ہو رہا تھا۔

"کس سلسلے میں؟...... کیا بات ہے خالہ جان؟ آپ کھل کے کہیں نا۔" کومل نے بھی نہ سمجھ میں آنے والے انداز میں پہلے حرا کو دیکھا اور پھر صالحہ بانو کو، جو گومگو میں تھیں۔ کومل نے انہیں کہنے کا حوصلہ دیا۔

"بیٹی! وہ تمہارے گھر میں جو بچی ہے...... میرا مطلب ہے کہ ہم سب چاہتے ہیں کہ ہم اسے اپنے گھر میں بہو بنا کر لے آئیں۔ اگر تم بہتر سمجھو تو ہم......" وہ پھر سے بولتے بولتے جھجک گئیں۔ ثانیہ اور کومل دونوں ہی متحیر ہو کر انہیں دیکھنے لگیں۔

"کس کی بات کر رہی ہیں آپ خالہ جان؟" کومل نے اسی کیفیت میں پوچھا۔

"وہ جو تمہارے گھر میں بچی ہے...... زیتون...... سچ پوچھو تو وہ بچی مجھے شروع سے ہی بہت اچھی لگتی ہے۔"

"زیتون......؟" ثانیہ نے بھی اسی تحیر سے اظہار کیا۔ کومل نے بھی اسی طرح پوچھا۔

"زیتون کی بات کر رہی ہیں آپ؟"

"ہاں بیٹی!...... کیوں، کیا کچھ غلط بات کہہ دی ہے میں نے؟...... یا پھر......" صالحہ بانو دونوں کی حیرت پر کشمکش میں مبتلا ہو کر چپ سی ہو گئیں۔ کومل بھی چند لمحے کے لئے بول نہیں پائی۔ زیتون اپنے بچپن سے ہی اس کے ساتھ تھی۔ کومل نے اس کے ساتھ کبھی روایتی سلوک نہیں کیا تھا۔ بہت کم لوگ جانتے تھے کہ وہ اس کے گھر کے ملازم مالی بابا کی بیٹی ہے۔ کومل نے اس کی تربیت ہی نہیں کی تھی، اس کی تعلیم کا بھی خیال رکھا تھا۔ گزشتہ برس ہی اس نے میٹرک کا امتحان پاس کیا تھا اور یہ سب کومل کی کوششوں کے سبب ہوا تھا۔ اب اس کے لئے مقدس کا پروپوزل آنا اس کی توقع سے بڑھ کر تھا۔

"کیا بات ہے آپی! آپ خاموش ہو گئی ہیں۔ کہیں زیتون انگیجڈ تو نہیں ہے؟" اقصیٰ کو خاموشی کھلی تو وہ فوراً ہی پوچھنے لگی۔

"نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ مگر......"

"مگر کیا بیٹی؟ کیا تم ہمیں اس قابل نہیں سمجھ رہی ہو؟"

"خالہ جان! آپ یہ کیا کہہ رہی ہیں؟ دیکھیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میرے لئے تو یہ بڑی خوشی کی بات ہے۔ مگر دیکھیں، پہلے آپ مقدس سے بات کر لیتیں تو بہتر تھا۔ آج کل کے نوجوانوں کے خیالات اپنے شریکِ سفر کے بارے بہت مختلف ہو چکے ہیں خالہ جان! لڑکی کی تعلیم و تربیت وسلیقے سے زیادہ ان کی حیثیت و اسٹیٹس دیکھتے ہیں۔ زیتون کے بارے میں تو آپ لوگ جانتے ہی ہیں کہ وہ مالی بابا کی بیٹی ہے اور......" کومل نے دل کی بات کا فوراً اظہار کیا۔ گزشتہ چند سالوں میں مقدس اور اس کے گھر والوں کا معیارِ زندگی تیزی سے بدلا تھا۔ ان کے رہن سہن، طور طریقوں میں واضح فرق آیا تھا۔ لوئر مڈل کلاس سے مڈل کلاس تک کا سفر انہوں نے مقدس کی بہتر کارکردگی کی وجہ سے طے کیا تھا۔ کومل کے دل میں اسی لئے خدشہ پیدا ہوا تھا۔ حالانکہ ان کے رویوں کا خلوص ہر قسم کی تبدیلی کے باوجود زیادہ ہوا تھا۔

"وہ مالی بابا کی بیٹی ہے، یہ بات ہم جانتے ہیں بیٹی! رہی بات مقدس کی تو وہ آج کا نوجوان ضرور ہے مگر اس کی سوچیں اب بھی وہی ہیں۔ اپنے بڑے بزرگوں کی دید لحاظ ہے اسے۔ اس نے اپنی زندگی کا فیصلہ میری خوشی پر چھوڑ رکھا ہے۔" صالحہ بانو نے رسانیت سے بات کی۔

"پھر بھی خالہ جان! آپ اس سے مشورہ تو کر لیتیں۔ میرا مطلب ہے کہ ایک بار تو اسے

اس بارے میں بتانا چاہئے۔"

"تم فکر نہیں کرو کومل بیٹی! میں مقدس سے اس سلسلے میں بات کر چکی ہوں۔ اسے ہماری پسند پر کوئی اعتراض نہیں ہے مگر......" صالحہ بانو نے کچھ توقف کیا۔ اس عرصہ میں کومل اور ثانیہ انہیں سننے کے لئے بے تاب سی نظر آئیں۔ بلکہ ثانیہ نے تو بے قراری سے پوچھا بھی۔

"مگر کیا خالہ جان؟ اگر مقدس راضی ہیں تو پھر کیا مسئلہ ہے؟"

"بیٹی! مسئلہ تو کوئی نہیں ہے۔ بس مقدس یہی چاہتا ہے کہ پہلے بہنوں کا فرض ادا ہو جائے اور......"

"اور بہنیں چاہتی ہیں پہلے وہ اپنے بھائی کا سہرا سجائیں۔" حرا نے ان کی بات مکمل کر دی تو صالحہ بانو نے بھی تائیداً مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھا۔

"بس، اب تو معاملہ پہلے تم لوگوں کے مان جانے کا ہے۔ مقدس کو تو ہم منا ہی لیں گے۔"

"خالہ جان! میں تو آپ کو پہلے ہی کہہ چکی ہوں کہ زیتون کے لئے مقدس سے بڑھ کر اور بہتر میری نظر میں تو کوئی نہیں ہے۔ پھر بھی، مجھے مالی بابا سے اس سلسلے میں ان کی رائے جاننے کی مہلت تو دیجئے۔ کیونکہ بہر حال وہ زیتون کے والد ہیں۔ اور میں نہیں جانتی، اس سلسلے میں وہ اپنی بیٹی کے لئے کیا سوچیں رکھتے ہیں۔" کومل نے فوراً ہی اپنی سوچ اور رائے کا اظہار کر دیا۔

"ہمیں بھی اتنی جلدی نہیں ہے۔ تم ضرور زیتون کے بابا سے بات کر لو۔ وہ ہمارے بارے میں جس طرح چاہیں، اپنی تسلی کر لیں۔ بے شک وہ مقدس سے مل کر جو کچھ طے کرنا چاہیں، کر لیں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔" صالحہ بانو نے انکساری کا مظاہرہ کیا۔

"خالہ جان! آپ تسلی رکھئے۔ اللہ بہتر کرے گا۔ میں آپ کو جلد ہی پیغام بھجوا دوں گی۔" کومل نے حوصلہ افزا انداز میں ان کی تسلی کی۔ اور پھر ایسا ہو نہیں سکتا تھا کہ کومل، زیتون کے حوالے سے کوئی فیصلہ کرے اور مالی بابا اس سے منحرف ہوں۔ کومل نے ہمیشہ انہیں بہت احترام دیا تھا اور یہی وجہ تھی کہ وہ بھی کومل کے احسان مند اور مشکور رہا کرتے تھے، جس نے اُن کی بن ماں کی بچی کی بہت اچھی تربیت کی تھی۔ اسے ہمیشہ بہنوں کی طرح رکھا تھا۔ زیتون کی بات چیت اور چال ڈھال سے کوئی گمان بھی نہیں کر سکتا تھا کہ وہ ان کی بیٹی ہے یا وہ ایک کم حیثیت باپ سے تعلق رکھتی ہے۔

کومل نے اس بارے میں منصور احمد سے بھی مشورہ اور رائے لی تھی، جس پر انہوں نے بے حد خوشی کا اظہار کیا اور بے اختیار سراہا بھی تھا۔ البتہ صوفیہ منصور نے حسب عادت کافی سے زیادہ تنقید کی تھی۔ جس کی اسے پروا نہیں تھی۔ وہ زیتون کو اپنے گھر سے بہنوں کی طرح رخصت کرنے کا جو عزم کر چکی تھی، وہ عزم متزلزل نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ اپنے ارادوں کی تکمیل

کے لئے اپنی کوششیں جاری رکھے ہوئے تھی۔

مقدس کے گھر والوں کی خوشی دیدنی تھی۔ زیتون کے لئے چاہت و مان ان کے ہر عمل سے ظاہر ہو رہا تھا۔ دونوں طرف تیاریاں زور و شور پر تھیں۔ کومل نے اپنی مدد کے لئے اس بار نبیل کیانی کو کہا تھا اور وہ پورے دل و جان سے حاضر تھا۔

"مادام! مجھے لگتا ہے، میں واپس آپ کے ساتھ سوشل ورک ہی کرنے آیا ہوں۔ میری مام اگر مجھے اس طرح آپ کے ساتھ شاپنگ سینٹرز میں "جہیز" اکٹھا کرتے دیکھ لیں تو رئیلی، انہیں شادیٔ مرگ ہو جائے گا۔ پوچھیں کیوں؟" زیتون کے لئے الیکٹرونکس کی چند ضروری چیزیں خریدنے کے بعد واپسی پر نبیل نے اپنے انداز میں اظہارِ خیال کیا تو کومل نے ڈرائیونگ کرتے کرتے اسے فہمائشی نظر سے دیکھا۔

"سوشل ورک؟......نبیل کیانی! لگتا ہے، میری مدد کا دعویٰ کمزور پڑنے لگا ہے۔ ابھی تو یہ میرے گھر کا کام ہے اور تم بے زار ہو رہے ہو۔ ابھی تو میں نے تم سے سوشل ورک کروایا ہی نہیں۔ تھک گئے ہو تو ابھی بتا دو۔ تاکہ میں کوئی دوسرا انتظام کر لوں۔" کومل نے اسے مصنوعی سنجیدگی سے کہا تو وہ ایک دم گڑبڑا گیا۔

"مادام!......آپ تو فوراً ہی برا مان جاتی ہیں۔ بھئی میرے کہنے کا مطلب یہ نہیں تھا۔ اور میں اپنے دعوے میں بالکل اٹل ہوں، یہ آپ کو وقت بتائے گا۔"

"پھر کیا مطلب تھا؟" ٹریفک سگنل پر گاڑی روکتے ہوئے کومل نے اسی سنجیدگی سے پوچھا۔

"میرے کہنے کا مطلب تھا کہ رئیلی مجھے یہ ایکسپیرینس بالکل نہیں تھا۔ مام تو مجھے ابھی تک بچہ سمجھتی ہیں۔ اگر میں انہیں بتاؤں ناکہ آج کل میں کیا کرتا پھر رہا ہوں تو وہ یقین نہیں کریں گی۔"

"تو انہیں یقین دلاؤ کہ تم بڑے ہو گئے ہو۔ ویل، ڈونٹ وری۔ شادی کے بعد آٹے، دال کا بھاؤ خود بخود معلوم ہو جاتا ہے۔"

"کس کی شادی؟" نبیل ایسے چونکا، جیسے اس نے غلط سنا ہو۔ سگنل گرین ہونے پر کومل نے گاڑی آگے بڑھائی۔ تبھی اسے غیر محسوس سا احساس ہوا تھا۔ اسفند منصور کی گاڑی اس کے پاس سے گزری تھی۔ اگلے ہی لمحے اس نے اپنے عجب سے احساس کو جھٹکا تھا۔

"یور بابا! تمہاری شادی۔"

"مائی گاڈ!......کیا آپ بھی کی شادی کروا کر چھوڑیں گی؟"

"خود ہی تو کہہ رہے تھے کہ تمہاری مام اور ڈیڈ تمہیں شادی کے لئے پریشرائز کر رہے ہیں۔ بھئی مان لو نا ان کی بات۔" کومل نے اسے جیسے چھیڑا۔

"وقت آئے گا تو مان لوں گا۔" نبیل نے پہلو بچایا۔

"کب آئے گا وہ وقت؟ تم اسٹیبل ہو، سب کچھ سیٹ ہے لائف میں۔ پھر اپنے پیرنٹس کو کیوں تنگ کر رہے ہو؟"

"میں تنگ کر رہا ہوں؟ آپ کی دوستی کی داد دینی چاہئے۔ میری فرینڈ ہیں آپ، مگر فور میرے پیرنٹس کا لے رہی ہیں۔ ویل ڈن۔ آپ میری مام سے ملیں، ان کے خیالات سنیں، پھر مجھ سے کہیں کہ میں ان کی پسند سے شادی کرلوں۔"

"تو کیا اپنی پسند سے شادی کرو گے؟"

"آف کورس۔ زندگی میں چھوٹے بڑے فیصلے کرنے کا اختیار تو پیرنٹس دے دیتے ہیں، پھر لائف پارٹنر چوز کرنے کا حق کیوں چھیننا چاہتے ہیں؟ ساری زندگی جس لائف پارٹنر کے ساتھ گزارنی ہوتی ہے، اس کے عادات واطوار، اس کی سیرت، اس کا حُسنِ ظرف دیکھنے کے بجائے اُس کا اسٹیٹس، اُس کا فیملی بیک گراؤنڈ دیکھتے ہیں۔ انسان کو انسان کے ساتھ زندگی گزارنی ہوتی ہے۔ اسٹیٹس یا بینک بیلنس کے ساتھ نہیں۔ اور پھر یہ سب آپ کے پاس پہلے سے موجود ہے تو اس سے آگے اور اوپر دیکھنے کی ضرورت کیا ہے؟" نبیل جانے کب کا بھرا ہوا تھا، فوراً ہی اپنا غبار نکالا۔ "یُو نو، مام اور ڈیڈ چاہتے ہیں کہ میں کسی ایسی لڑکی سے شادی کروں، جو راتوں رات مجھے ٹاپ اسٹیٹس پر پہنچا دے۔"

"شاید اس لئے کہ وہ خود اسی لیول پر ہیں۔" کومل نے سرسری سی بات کی۔

"تو میں بھی تو انہی کے ساتھ ہوں نا۔ وہ یہ بات نہیں سوچتے کہ میں اس سے آگے یا اوپر گیا تو وہ خود پیچھے یا نیچے رہ جائیں گے۔ ویل، جہاں وہ چاہتے ہیں اور جیسا چاہتے ہیں، وہ میں کر نہیں سکتا۔ دیکھتا ہوں، کب تک ان کی ضد قائم رہتی ہے۔" نبیل نے گہرا سانس کھینچ کر جیسے اپنے اندر کی کشیدگی کو کم کیا۔ کومل نے دل ہی دل میں اس کے انداز اور خیال وتفکر کو سراہا۔

"کسی کو پسند کرتے ہو؟"

"شاید ہاں۔" نبیل نے فوراً ہی جواب دیا۔

"شاید؟...... شیور کیوں نہیں ہو؟...... کلاس ڈیفرنس کی وجہ سے؟" کومل نے اپنے طور پر نتیجہ اخذ کیا۔

"نیور۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں اپنے لئے تو ویسے بھی کلاس ڈیفرنسز میں پڑنے والا نہیں ہوں۔"

"پھر کیا وجہ ہے؟ کسی کو پسند کرتے ہو تو پیرنٹس کو صاف صاف بتاؤ۔" کومل نے گھر کی طرف جانے والی سڑک پر گاڑی موڑی۔

"پیرنٹس سے پہلے اسے تو بتا دوں، جسے پسند کرتا ہوں۔" نبیل نے جس بے ساختگی سے کہا تھا، اس نے کومل کو چونکانے کے ساتھ مسکرانے پر بھی مجبور کر دیا۔

"وہاٹ؟...... نبیل! یُو آر ریئلی میڈ...... بچے! کب بتاؤ گے؟ کیا اس وقت جب

تمہارے گھر والے تمہارے سر پر زبردستی سہرا باندھیں گے؟"

"اب ایسی زبردستی بھی نہیں ہو سکتی میرے ساتھ۔ مام کو علم ہے کہ میں موقع پر فرار ہونے والا بندہ ہوں۔ مجھے اعتماد میں لئے بغیر تو وہ ایسا کوئی اسٹیپ نہیں لیں گی۔"

"پھر کس بات کا انتظار کر رہے ہو؟ اپنی پسند کو کسی اور کے گھر میں جاتے دیکھ کر اظہار کرو گے؟ نبیل کیانی! تم نے مجھے حیرت میں ڈال دیا ہے۔ میں سمجھتی تھی کہ تم اپنی پسند کے اظہار کے لئے کافی بولڈ انسان ہو گے، مگر تم تو......"

"مادام! اب زیادہ ہی شرمندہ مت کریں مجھے۔ مجھے آپ کی ناراضگی کا خیال نہ ہوتا تو...... ویل، پھر کبھی بات کریں گے۔ ابھی تو آپ کا گھر آ گیا ہے۔"

"میری ناراضگی؟...... کس سلسلے میں؟" کومل نے گیٹ پر ہارن دیتے ہوئے اُلجھن سے پوچھا۔ نبیل کے انداز نے اسے قدرے چونکا دیا تھا۔

"بہت ٹائم کے بعد اچھی کمپنی اور دوستی ملی ہے۔ لیکن لگتا ہے، آپ مجھ سے اپنی دوستی چھین کر رہیں گی۔" نبیل نے بڑبڑانے کے سے انداز میں خود کلامی کی تھی۔ مگر کومل نے سن لی تھی۔

"اور مجھے لگتا ہے، تم اپنی حرکتوں سے گنوا کر رہو گے میری دوستی۔" کومل نے اس کی بڑبڑاہٹ کے جواب میں اسے دھمکانے والے انداز میں کہا تو وہ بے ساختہ ہنسا۔

"مادام! آئی سویئر، میری پہلی پسند تو آپ ہی ہیں۔ مگر افسوس، میرے لئے وقت رکا نہیں اور آپ شافند بھائی کا مقدر ہو گئیں۔"

"شٹ اپ نبیل! تم جانتے ہو، میں ایسے مذاق پسند نہیں کرتی۔" اس کی شرارت سمجھتے ہوئے بھی کومل نے اسے سنجیدگی سے ٹوکا۔

"اور میں ایسا مذاق ہی تو کر سکتا ہوں۔ یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصالِ یار ہوتا۔" اس نے مصنوعی آہ بھری۔

"تم ذرا نیچے اُترو، پھر تمہاری قسمت کا حال درست کرتی ہوں۔" گاڑی پورچ میں کھڑی کر کے کومل نے اسے پھر دھمکایا۔ پورچ میں ہی ثانیہ اور مون جیسے ان کے منتظر کھڑے تھے۔

"مائی گاڈ!...... ثانیہ منصور...... یہ محترمہ بھی آئی ہوئی ہیں۔ خدا خیر کرے، آپ نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟ میں ذرا تیاری سے آتا۔" نبیل نے اپنی شرٹ کے کالر سے فرضی دھول اُڑائی۔

"آرام سے اُترو نبیل! اور پلیز، ثانیہ کے سامنے کوئی ڈرامہ نہیں کرنا، ورنہ......"

"آج تو آپ بہت دھمکیاں دے رہی ہیں۔ کہاں کہاں سے خود کو بچاؤں؟" وہ پھر سے آہ بھرتے ہوئے گاڑی سے اترا۔ اتنے میں مون اپنی مما سے آ کر لپٹ چکا تھا۔ نبیل کی عافیت بھی اسی میں تھی کہ کومل کی توجہ اس پر سے ہٹ جائے۔

"تم سب نے مجھے زِچ کرنے کی ٹھان رکھی ہے۔ کوئی ہے بھی جو میری بات مانے گا، سنے گا؟" صوفیہ منصور کا پارہ آج صبح ہی صبح بلند درجے پر تھا اور اس کی زد میں ثانیہ آئی ہوئی تھی، جو کومل کی حمایت میں لب کشائی کی خطاوار ہوئی تھی۔ منصور احمد ابھی کچھ دیر پہلے اُٹھ کر آفس گئے تھے۔ اسفند منصور بھی ہاسپٹل جانے کے لئے تیار ہو کر ناشتے کی میز پر آ رہا تھا، تبھی اس نے اپنی مما کی بلند و برہم آواز سنی تھی۔

"جس کو دیکھو، اس کی ہمدردی کا بخار چڑھا ہوا ہے۔ اُس کی حرکتیں کوئی نہیں دیکھ رہا۔ ہر ایرے غیرے پر ہماری دولت لُٹا رہی ہے۔ اور کوئی حساب کتاب نہیں۔ خاندان کی عزت کا اُسے کوئی پاس نہیں رہا ہے۔ کیا نام ہے اُس لڑکے کا؟ آج کل ہر جگہ وہ اسے لئے گھومتی نظر آتی ہے۔ میرے کتنے ملنے والوں نے مجھے فون کر کے شرمندہ کر دیا۔ اور غضب خدا کا، کل وہ یہاں چلا آیا اور وہ بھی تمہیں ڈراپ کرنے۔ اسے شرم نہیں تھی، مگر تمہیں تو خیال ہونا چاہئے تھا۔"

"مما! ملی بھابی بھی تو ساتھ تھیں۔ اور نبیل کوئی ایرا غیرا نہیں ہے، بہت اچھی فیملی سے تعلق ہے اس کا۔ آپ خوامخواہ بھابی پر برہم ہو رہی ہیں۔ وہ جو کچھ بھی کر رہی ہیں، اپنی محنت کی کمائی سے کر رہی ہیں۔"

"ثانی! تمہاری بدتمیزی دن بہ دن بڑھتی جا رہی ہے۔ میرے بیٹے کی دولت بنا حساب کتاب کے، وہ جس طرح اُڑا رہی ہے، اس پر مجھے کچھ کہنے کا بھی حق نہیں ہے؟ ہم سے نتھی ہو کر وہ ہماری جڑیں کاٹ رہی ہے...... میری اولاد کو میرے ہی خلاف بولنے پر اُکساتی رہتی ہے۔ یہی چالبازی ہے اُس کی۔ سب سے بڑھ کر، مون پر اُس نے جس طرح قبضہ کر رکھا ہے، صرف دولت کی خاطر۔ اور اب......"

"آپ کو جو کہنا ہوتا ہے، ملی بھابی کے سامنے کہا کریں۔" ثانیہ کی برداشت کم ہونے لگی۔ "مما!

"کیا میں اس سے ڈرتی ہوں؟ اس بار اُس سے دوٹوک بات کروں گی۔" صوفیہ منصور کی جوشیلی دھمکیاں اسفند کے کانوں میں صاف جا رہی تھیں۔

"تو کیجئے آپ ان سے بات۔ مجھے آپ کیوں سنا رہی ہیں؟ اچھا ہے، انہیں بھی علم ہو جائے گا کہ ان کا خلوص اور عمر بھر کی ریاضتیں رائیگاں گئی ہیں۔ اس سے اچھا تھا کہ وہ شافند بھائی کے بعد ہی اپنا راستہ الگ کر لیتیں اور......"

"بکواس بند کرو تم۔ تمہاری زبان بہت چلنے لگی ہے۔ یہ اُسی کی صحبت کا نتیجہ ہے، جو تم اُسی کے رنگ میں رنگی جا رہی ہو۔ منصور اور اسفند سے کہتی ہوں کہ تمہارا کوئی بندوبست کریں، ورنہ......" صوفیہ غصے میں بالکل ہی آپے سے باہر ہو گئیں اور ثانیہ کو بڑھ کر ایک تھپڑ جڑ دیا۔

آواز پر اسفند بھی فوراً بڑھتا چلا آیا۔ جبکہ ثانیہ حیرت سے گال پر ہاتھ رکھے تکتی جا رہی تھی۔

"ماما! آپ کیا کر رہی ہیں؟ کیا ہوا ہے آخر؟" اسفند ناسمجھی کے عالم میں پوچھ رہا تھا۔

"مجھ سے کیا پوچھتے ہو؟ دنیا سے جا کر پوچھو، کیا کیا تماشے ہو رہے ہیں ہمارے گھر میں۔ ہماری بہو، بیٹی غیر مردوں کے ساتھ گھومتی پھرتی ہیں، شاپنگ ہو رہی ہیں اور کہا جا رہا ہے کہ میں اپنی آنکھیں بھی بند کر لوں اور کان، زبان بھی۔ ثانیہ! تمہیں تو میں من مانی کرنے نہیں دوں گی۔"

اسفند کو مزید دھچکا لگا تھا۔ ماں کی باتیں غلط نہیں تھیں۔ وہ خود دیکھ رہا تھا۔ گزشتہ دن بھی اس نے دیکھا تھا، فرنٹ سیٹ پر بیٹھے ہوئے نبیل کیانی کو۔ خوبرو وجیہ لڑکا تھا۔

"مما! میں نے کیا من مانی کی ہے؟ بھابی کے ساتھ آنا جانا تو شروع سے ہے۔ اب آپ......"

"ثانی!...... کیوں مما سے بحث کر رہی ہو؟ جاؤ یہاں سے۔" اسفند کا کرخت لہجہ ثانیہ کو مزید حیران کر گیا اور وہ گال پر ہاتھ رکھے وہاں سے روتی ہوئی نکلتی چلی گئی۔ اسفند نے صوفیہ منصور کو نرمی سے مخاطب کیا۔

"مام! آپ اپنی ہیلتھ کا خیال کیوں نہیں رکھتیں؟ اس طرح ہائپر ہونے کا کیا فائدہ؟"

"سنی! تم نہیں جانتے، مجھے اس عورت نے کس قدر پریشان کیا ہوا ہے۔ خود تو وہ بے مہار ہے اور یہ میری اولاد بھی اُسی کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کر رہی ہے۔ میں یہ برداشت نہیں کر سکتی۔" صوفیہ نے بیٹے کی توجہ دیکھ کر رقت آمیز لہجے میں اس سے توجیہ دی۔ اسفند بھی اس وقت عجیب کیفیت میں تھا۔ غصہ اور کشمکش اس کے چہرے پر واضح لکھا تھا۔ گہری سانس لیتے ہوئے وہ اپنی مما سے مخاطب ہوا۔

"آپ ٹینشن مت لیں۔ ثانیہ کو میں خود سمجھا لوں گا۔ بلکہ آپ کی بہو بیگم کو بھی۔ مون آخر ہمارا ہی ہے اور ہمارا ہی رہے گا۔ آپ کیوں پریشان ہوتی ہیں؟ پلیز مما! بی کیئرفل۔"

بیٹے کی یہ ہمدردی جیسے صوفیہ کے درد کا درماں بن گئی۔ جانتی تھیں، اسفند کی فطرت میں ضد اور ہٹ کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ اپنی کہہ کر اپنی منوانا اُسی کا کام اور حوصلہ ہے۔ صوفیہ کو جو یہ خطرہ لاحق تھا کہ کہیں اسفند بھی اس کی ہمدردی میں مبتلا نہ ہو جائے اور آج اس کا رویّہ دیکھ کر ان کے دل سے یہ اندیشہ بھی نکل گیا تھا۔

"تم بیٹھو، ناشتہ کرو میری جان!" یہ حلاوت بیٹے کے لئے خود بخود پیدا ہوئی تھی۔

"نو، تھینکس مام! میں لیٹ ہو رہا ہوں۔ ہاسپٹل میں کچھ لے لوں گا۔" وہ ڈائننگ روم سے پلٹ گیا۔

صوفیہ کو اب یہ قلق تھا کہ ان کا بیٹا بنا ناشتے کے گھر سے گیا ہے۔ بہرحال اب انہیں اس بات کا اطمینان ضرور حاصل ہو گیا تھا کہ اسفند کی نظر میں کومل کی وہ رفعت و مقام نہیں رہا تھا، جو وہ اسے اپنی بڑی بھاوج کے طور پر دیتا تھا۔ کئی بار وہ انہیں ان کے رویّے کا احساس دلانے کی

کوشش بھی کر چکا تھا۔ وہ اسے تو کوئی توجیہ نہیں دے سکتی تھیں، البتہ دل ہی دل میں خائف ضرور ہو گئی تھیں کہ کہیں اسفند بھی اس کی ہمدردی میں مبتلا نہ ہو جائے۔ ایسا ہو جاتا تو یہ ان کے لئے بہتر نہیں تھا۔ کیونکہ اسفند پھر اپنی کر کے رہنے والا بندہ تھا۔ اب وہ جس انداز میں کومل کے بارے میں بات کر کے گیا تھا، یہ اس بات کی دلیل تھی کہ اپنی بڑی بھابی کی روش سے وہ بھی ناخوش ہے۔



اسفند صبح جس بے زاری کے ساتھ گھر سے نکلا تھا، وہ بے زاری دوپہر تک اس پر طاری رہی تھی۔ ہاسپٹل کے معمولات سے فارغ ہو کر وہ لنچ کے لئے اپنے پسندیدہ ریسٹورنٹ میں چلا آیا تھا۔ صبح سے ناشتے کے نام پر اس نے صرف ایک کپ چائے پی رکھی تھی۔ ذہن و دل پر اِک اضمحلال چھایا ہوا تھا۔ کوشش کے باوجود وہ ذہن سے کومل کے خیال کو جھٹک نہیں پا رہا تھا۔ اس کی روش واقعی اسفند کے لئے تکلیف دہ بنی ہوئی تھی۔ وہ صرف اسے ہی نظرانداز کرتی تھی، باقی سب کو تو وہ دوستانہ انداز میں ہی ٹریٹ کرتی تھی۔ اپنے تمام ملازمین کے علاوہ ہر ملنے والا اُس کی توجہ کا مرکز رہتا تھا۔ اس کی نگاہ میں نہیں تھا تو بس اسفند منصور، جس کے دل و نگاہ میں کوئی بھی نہ تھا، سوائے اس کے۔ وہ چاہ کر بھی اپنا مرکز نہیں بدل سکتا تھا۔

اس کے سامنے اس کا آرڈر کیا ہوا کھانا پڑا تھا اور وہ سوچوں میں گم تھا۔ اچانک اسے مانوس سی مہک اپنے قریب محسوس ہوئی تھی۔ کومل کے مخصوص پرفیوم کی مہک وہ فراموش نہیں کر سکتا تھا۔ وہ اس کے قریب ہی موجود تھی۔ اسفند کی نگاہ بے تابانہ ہال میں اِدھر اُدھر اُس کی متلاشی تھی۔ بہت جلد ہی اُس کی بے تابی کو قرار مل گیا تھا۔ اُس سے اگلی میز پر ہی اُسے نبیل کیانی بیٹھا دکھائی دے رہا تھا۔ وہ یقیناً بیٹھ چکی تھی اور اُس کی کرسی کی پشت اس طرف تھی۔

''مادام!...... مجھے خبر نہیں تھی کہ آپ اس قدر چوزی ہوں گی۔ جو فیشن چل رہا ہے، بس وہی فرنیچر آرڈر کر دیں اور کام ختم۔ آپ تو ہر چیز اپنے حساب سے ڈیزائن کروانا چاہ رہی ہیں۔ ''فرنیچر ہاؤس'' کا اونر بھی ڈسٹرب نظر آ رہا تھا، آپ کی باتیں سن سن کر۔'' نبیل کیانی خاصا جھلایا ہوا تھا۔ اسفند کو اس کی آواز بالکل صاف آ رہی تھی۔

''میں نے تمہیں بتایا تھا نبیل! مجھے فیشن کا اور ٹرینڈی فرنیچر نہیں چاہئے۔ سٹیل، میٹل وغیرہ وقتی طور پر اِن ہے۔ لکڑی کی بات ہی اور ہے۔ اور پھر میں لانگ لائف ڈوڈن فرنیچر ہی پسند کرتی ہوں۔ میں ایسا فرنیچر نہیں لے سکتی۔'' کومل کی مدھم مگر واضح آواز اس کی سماعتوں میں اُتری۔ اس کا ذہن اُلجھنے لگا تھا۔ صبح مما کی باتیں اور اب ان دونوں کا اس وقت ساتھ ساتھ ہونا، صورتِ حال کو واضح کر رہا تھا۔

''اچھا مت لیں۔ مگر کھانا تو آرڈر کریں۔ بھوک سے پیٹ میں چوہے ناچ رہے ہیں۔'' نبیل کے تاثرات ایسے ہی تھے۔ شدید بھوک والے۔

"تم تو ہر دو گھنٹے بعد اپنے چوہوں کی دوڑ لگوا دیتے ہو۔ منگواؤ، کیا منگوانا ہے۔ اور سنو، جلدی کھانا۔ آج ہر حال میں یہ کام ختم کرنا ہے۔ میں ہر روز اپنی فیکٹری سے نکل کر نہیں آ سکتی۔"

ویٹر ان کی میز پر فوراً آیا۔ نبیل نے ڈشز پر پہلے ہی مارک کر دیا تھا۔ وہ مینیو کارڈ لے کر چلا گیا تو نبیل نے لب کشائی کی۔

"جتنی پریڈ آپ میری اب کروا رہی ہوں، سوچتا ہوں، شادی پر کیا حال ہوگا؟"

"رسپونسیبلٹی لی ہے تو گھبرا کیوں رہے ہو؟ بی اے مین (Be a man) او کے؟" کومل کا انداز اُسے چڑانے والا تھا۔

"گھبرا نہیں رہا۔ ایکچولی آپ کی پرفیکشنسٹ سے ڈرنے لگا ہوں۔ کہیں کچھ کمی رہ گئی تو آپ مجھے چھوڑیں گی نہیں۔"

"ڈونٹ وری۔ آئی ٹرسٹ یو۔ آئی نو، یو وِل بیٹرلی ہینڈل آل مائی پرابلمز۔" کومل نے اُسے جس نرمی و محبت سے اپنا اعتماد بخشا تھا، اسفند کی سماعتوں کو نہایت ناگوار گزر رہا تھا۔

"تھینکس مادام!...... اب تو مجھے اور بھی کیئرفل ہونا پڑے گا۔ آپ مجھے فری ہینڈ تو دے رہی ہے، بعد میں آپ ہی مجھے بلیم مت دیجئے گا۔"

"تم تو بچوں کی طرح ڈرنے لگے ہو۔ ابھی تو ابتداء ہوئی ہے۔"

"یہ ابتداء ہے تو انتہا کیا ہوگی؟ میری ماما نے آپ کی جان نہیں چھوڑنی۔ میں ان کا بے چارہ، معصوم، اکلوتا بچہ ہوں۔ انہیں خبر ہوگئی کہ آپ مجھے شادی کے کاموں میں اُلجھائے پھر رہی ہیں تو وقت سے پہلے ہی انہیں شاک لگ جائے گا۔ انہیں تو توقع نہیں ہے نا مجھ سے کہ میں کچھ کر سکتا ہوں۔" نبیل نے اپنے سامنے سرو ہوا کھانا دیکھتے ہوئے بات کی۔

"تم کیوں گھبراتے ہو، ڈیئر! میں انہیں پروف دے دوں گی کہ تم بہت باکمال ہو۔ میری اسٹیٹمنٹ انہیں سیٹسفائیڈ کر دے گی۔"

کومل کی بات اسفند کے تن بدن میں آگ سی لگا گئی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ دونوں کو شوٹ کر دیتا۔ اس کی ماما صحیح کہہ رہی تھیں۔ یہ عورت ان کے خاندان کی عزت اچھال رہی تھی۔

"آپ ملنے کب آ رہی ہیں ان سے؟" نبیل کے اندازِ لاپروائی میں بھی عجیب سامان و اعتماد تھا۔

"شادی پر مل رہی ہوں نا۔ ابھی تم جانتے ہو کتنے بکھیڑے ہیں۔ ابھی ملی تو امپریشن اچھا نہیں پڑے گا۔"

اسفند اٹھا اور اپنے سامنے کھانا اسی طرح چھوڑ کر، بل ٹیبل پر رکھتا نکلتا چلا گیا۔ اس کے اندر باہر عجیب سی سنسناہٹ ہو رہی تھی۔

گھر آ کر بھی وہ کمرے میں بند ہو گیا تھا۔ دل میں بھرے غبار کو نکالنے کا رستہ نہیں ملا تھا، اس لئے وہ بے سکون تھا۔ اسے ایک راہ سوجھی تھی، بس عمل کرنے کی دیر تھی۔



ثانیہ صبح سے اپنے کمرے میں بند تھی۔ رو رو کر اس کا برا حال تھا۔ صوفیہ نے پلٹ کر اس کی خبر تک نہیں لی تھی بلکہ وہ اسے چھوڑ کر اپنے کسی ملنے والوں کی طرف گئی تھیں۔

منصور احمد آفس سے آئے تو کسی کو نہ پا کر ثانیہ کو کمرے سے بلا بھیجا۔ وہ اُلجھے بکھرے حلیے میں ان کے سامنے آئی تو انہیں تشویش ہونے لگی۔

"کیا ہوا میرا بیٹا!...... طبیعت تو ٹھیک ہے؟"

"جی پاپا......!" بولتے بولتے اُس کی آواز بھرا گئی۔ آنکھیں نم ہو گئیں۔

"ارے...... یہ کیا؟...... اپنی مما سے ڈانٹ تو نہیں پڑ گئی؟" منصور احمد کا اندازہ درست نکلا اور ثانیہ بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

"پاپا!...... ماما نے آج مجھے مارا ہے...... صرف اس لئے کہ میں نے ملی بھابی کی فیور لی تھی۔ آخر ماما ایسا کیوں کرتی ہیں؟ ان کا ہر عمل مما کو قابلِ اعتراض لگتا ہے، جبکہ......"

"بیٹا! صوفیہ کی عادت ہی ایسی ہے۔ کومل سے ان کی دشمنی نئی تو نہیں ہے۔ تم تو جانتی ہو بیٹا! شافند کی زندگی میں ہی صوفیہ کو اس سے اختلاف ہو گیا تھا۔ وقت کے ساتھ ساتھ یہ اختلاف بڑھا ہے، اب اچانک کم کیسے ہو سکتا ہے؟ اچھا ادھر آؤ۔ اس طرح پریشان نہیں ہوتے۔ جاؤ میرا بیٹا! چینج کر کے آؤ۔ ہم دونوں کومل کی طرف چلتے ہیں۔ میں نے آج اس سے آنے کا وعدہ کیا تھا۔ تمہاری مما سے بھی کہا تھا مگر وہ تو غائب ہیں۔ خیر کوئی بات نہیں، ہم دونوں ہی چلتے ہیں۔"

"پاپا!...... مما نے مجھے وہاں جانے سے منع کیا ہے۔"

"ایسے کیسے منع کیا ہے؟ جب تک میری زندگی ہے، یہ بات صرف میں طے کروں گا کہ تم لوگ کہاں جاؤ گے اور کہاں نہیں۔ صوفیہ سے بات کرنا پڑے گی۔ جاؤ، تیار ہو کر آؤ جلدی۔ او کے!" منصور احمد کی سنجیدگی ان کے غصے کی غماز تھی۔ انہیں پہلے ہی اس بات پر غصہ تھا کہ صوفیہ نے جوان بیٹی پر ہاتھ اٹھایا اور وہ بھی ناجائز۔ ثانیہ سر ہلا کر وہاں سے چلی گئی۔

منصور احمد صوفے پر بیٹھ کر گہری سوچ میں گم ہو گئے۔ صوفیہ منصور کی کومل سے بڑھتی نفرتیں اب عیاں ہو کر ان کی اولاد کو بھی متاثر کر رہی تھیں۔ ان کا اس طرح کا رویہ کومل کے علاوہ ان کے بچوں کے لئے بھی نقصان دہ بنتا جا رہا تھا۔ خصوصاً شمعون کے لئے آئندہ بہت مشکلات پیدا ہو سکتی تھیں۔ صوفیہ کے دل میں نہ جانے کیا تھا۔ منصور احمد کو لگ رہا تھا کہ اب ان سے پوچھنا ضروری ہو گیا تھا۔ مگر اس وقت وہ موجود نہیں تھیں۔

ثانیہ تیار ہو کر آ گئی تھی۔ منصور احمد فوراً ہی جانے کے لئے کھڑے ہو گئے۔

"ماما! چلیں نا........ آپ مجھے کتنے دن سے آؤٹنگ کے لئے لے کر نہیں گئیں۔ آپ نے پرامس کیا تھا کہ وِیک اینڈ پر چلیں گے۔ اب چلیں بھی۔" مون کب سے اپنی ماما سے ضد کر رہا تھا۔

کومل ابھی گھر آئی تھی۔ فرنیچر کا آرڈر بک کروا کر فیکٹری چلی گئی تھی، وہاں ضروری آرڈرز کے بارے میں کاریگروں کو ہدایات دیتے دیتے ہی آٹھ بج گئے تھے۔ اب لوٹی تھی تو شمعون ضد پر قائم تھا۔

"بیٹا! میری جان! آج ماما بہت تھک گئی ہیں۔ ہم چلیں گے، مگر کل۔ پلیز!" کومل نے مون کو اپنے کندھوں سے پکڑ کر سامنے کیا۔ وہ صوفے کی پشت سے اس کے کندھوں پر جھکا ہوا تھا۔ وہ اس کے برابر گھس کر بیٹھ گیا۔

"مام! میں آج سارا دن بور ہوتا رہا ہوں۔ ٹیوٹر بھی نہیں آئے تھے۔ میں نے خود سارا ہوم ورک کیا۔ میں آپ کو فون کرتا رہا۔ آپ بزی تھیں۔ چاچو بھی میرا فون ریسیو نہیں کر رہے تھے۔ ثانی پھپھو بھی آج نہیں آئیں۔ مجھے کہیں لے کر چلیں۔ آج میں...." مون لاڈ سے اُس کی گود میں گھس رہا تھا۔

"سویٹ ہارٹ! کبھی کبھی اپنی مام کی مجبوری بھی سمجھا کرو۔ مام کو کتنے کام ہیں۔ زیتون کی شادی کی شاپنگ رہتی ہے، فیکٹری کا کام ہے۔ نیکسٹ وِیک اینڈ پر ایک آؤٹ لیٹ کی اوپننگ بھی ہے۔ کتنے کام ہیں مام کو۔" کومل اُسے سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ منہ پھلا کر دور جا بیٹھا۔

"آپ اتنا ہارڈ ورک کیوں کرتی ہیں مام! جو تھک جاتی ہیں؟ آپ کے پاس اب میرے لئے ٹائم ہی نہیں ہوتا۔ اب آپ میرے ساتھ کرکٹ بھی نہیں کھیلتیں، مجھے کلب بھی لے کر نہیں جاتیں۔ میرے فرینڈز کے گھر بھی میرے ساتھ نہیں جاتیں۔" مون روہانسا ہو کر شکوے کر رہا تھا۔

"او میری جان!...... میرا بچہ!...... ماما سے اتنی شکایتیں؟...... بھول گئے، لاسٹ وِیک اینڈ پر تمہیں تمہارے فرینڈز کے ساتھ گھومنے لے گئی تھی۔ او کے، موڈ خراب نہیں کرو۔ ماما تھوڑا ریلیکس کر لے، ڈنر کے بعد آئس کریم کھانے چلتے ہیں۔ ہیپی؟" کومل نے اسے اپنی جانب کھینچ کر گلے لگایا تو وہ خوشی سے کھلکھلا دیا۔

"آئندہ ایموشنل بلیک میلنگ نہیں چلے گی، او کے؟ جاؤ، زیتون سے کہو ایک کپ سٹرونگ سی چائے بنا دے۔"

"مام! کھانا کھا لیتے ہیں نا۔" وہ جاتے جاتے رکا۔

"اچھا بابا! کھانا ہی کھا لیتے ہیں۔ میں فریش ہو کر آتی ہوں۔ زیتون! کھانا لگا دو۔" کومل

نے اُٹھتے ہوئے زیتون کو پکارا۔ وہ ابھی ٹی وی لاؤنج سے نکلی نہیں تھی کہ کال بیل بج اُٹھی۔ اس کے دل نے کہا کہ ثانیہ اور پاپا آئے ہوں گے۔ وہ خود ہی دروازہ کھولنے بڑھی۔ دروازہ کھولتے ہی بھرپور مسکراہٹ نے اس کے چہرے پر پھیلے اس کے یقین کو پختہ کر دیا۔ دروازے کی طرف واقعی منصور احمد اور ثانیہ کھڑے تھے۔

"السلام علیکم!........ میں سوچ رہی تھی، پاپا ضرور بزی ہوں گے، اسی لئے اب تک نہیں آئے۔" وہ راستہ چھوڑ کر پلٹ آئی۔

"وعلیکم السلام!........ بیٹا! بزی تو تھا، مگر تم سے وعدہ بھی تو نبھانا تھا۔" منصور احمد خوش دلی سے بولتے بڑھتے چلے آئے۔ مون فوراً ہی ان سے آ لپٹا۔

"السلام علیکم دا جان!.... دادو نہیں آئیں؟" شمعون کو دادی کی کمی فوراً محسوس ہوئی۔

"نہیں یار! وہ اپنی کسی دوست سے ملنے گئی ہوئی تھیں، ہم اِدھر آ گئے۔ تم کیا کر رہے تھے؟" انہوں نے بیٹھتے ہوئے اسے گود میں بھرا۔

"کرنا کیا ہے؟........ آپ کا لٹل ماسٹر اپنی ماما کو تنگ کر رہا ہے۔ ابھی صاحبزادے کو آئس کریم کھلانے بھی لے جانا ہے۔ آئیے، پہلے کھانا کھا لیں۔" کومل نے انہیں بتاتے ہوئے بیٹے کو محبت سے چھیڑا۔ پھر ثانیہ کی خاموشی محسوس کر کے اسے متوجہ کیا۔

"تمہیں کیا ہوا؟........ تم کیوں اتنی چپ ہو؟ طبیعت ٹھیک ہے تمہاری؟" کومل کی فکرمندی پر ثانیہ کی آنکھیں بھر آئیں، جنہیں اس نے فوراً جھکا کر چھپایا۔

"ہاں........ کچھ طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ پاپا آ رہے تھے تو میں نے کہا کہ میں بھی چلوں گی۔" ثانیہ نے خوب صورتی سے بات سنبھالی۔

"اچھا کیا تم آ گئی ہو۔ مجھے تم سے کچھ باتیں ڈسکس کرنا تھیں۔ پاپا! آ جائیں، کھانا کھا لیتے ہیں۔" کومل انہیں کہہ کر کچن میں گھس گئی۔

"پاپا! نیکسٹ وِیک نیو شاپنگ مال میں ہماری آؤٹ لیٹ کی اوپننگ سیریمنی ہے۔ اس موقع پر آپ کا ہونا ضروری ہے۔ اور پھر نیکسٹ منتھ دبئی میں فیشن وِیک کے لئے بھی جانا ہے۔ آپ بتائیں، میں جاؤں یا زارا (اسسٹنٹ ڈیزائنر) کو بھیج دوں؟" کومل نے کھانے کے دوران منصور احمد سے مشورہ کیا۔

"بیٹا! تم خود جاؤ۔ بے شک زارا عابدی کو بھی لے جاؤ، مگر تمہارا جانا ضروری ہے۔"

"مگر پاپا! نیکسٹ منتھ زیتون کی شادی بھی تو ہے۔ آپ تو جانتے ہیں، ارینجمنٹ کرتے کرتے بھی وقت پر کوئی نہ کوئی کمی رہ جاتی ہے۔"

"اِن شاءاللہ، سب بہتر طریقے سے ہو جائے گا۔ تمہاری مینجمنٹ پر مجھے ٹرسٹ ہے۔ شادی کی ڈیٹ تو بعد میں ہے، تم فیسٹیول میں خود ہی جاؤ۔ یہاں ارینجمنٹ ہوتی رہے گی۔ ڈونٹ وری۔" منصور احمد نے اسے بھرپور انداز میں تسلی دی۔

''ماما! آپ کہاں جارہی ہیں مجھے چھوڑ کر؟'' مون کے کان کھڑے ہوئے۔
''کہیں نہیں میری جان! تمہیں ساتھ لے کر جاؤں گی۔ تمہاری ووکیشن ہو جائیں تو۔'' کومل نے بیٹے کو بہلایا۔
''مام! نیکسٹ منتھ تو میرے ٹیسٹ بھی ہیں۔''
''اس کے بعد ہی جائیں گے۔ ڈونٹ وری۔ ابھی جلدی سے کھانا فنش کرو اور پھر چلو، آئس کریم کھانے چلتے ہیں۔'' کومل نے اسے سمجھاتے ہوئے ہدایات دیں۔ فی الحال تو اسے باہر جانے کی خوشی تھی، اسی لئے کسی بحث میں نہیں پڑا تھا۔ اور پھر وہ سبھی کھانے سے فارغ ہو کر، شمعون کو لے کر اس کی پسندیدہ آئس کریم کھانے نکلے۔ کچھ بھی تھا، کومل کے لئے شمعون کی کوئی فرمائش رد کرنا آسان نہیں تھا۔



نئی آؤٹ لیٹ کی افتتاحی تقریب بہت اچھے انداز میں ہوئی تھی۔ کومل کے ڈیزائن کئے ہوئے ملبوسات تو پہلے ہی پسند کئے جاتے تھے۔ انٹرنیشنل مارکیٹ میں بھی اس کے ڈیزائن کئے ملبوسات کی مانگ تھی، تبھی تو اس کی مصروفیت بڑھتی جارہی تھی۔ شمعون کو وقت دینا اکثر مشکل ہو جاتا تھا۔ آج بھی وہ آفس سے لوٹی تو شمعون نے منصور ہاؤس جانے کی ضد باندھ رکھی تھی۔ ثانیہ آج کل آ نہیں رہی تھی۔ یونیورسٹی کی مصروفیات کا بہانہ تھا۔ صوفیہ منصور کے رویئے نے بیٹی کو کافی دل برداشتہ کر رکھا تھا۔ پہلا موقع تھا، ثانیہ اس قدر حساسیت سے سوچ رہی تھی۔ حالانکہ پہلے اسے پروا نہیں ہوتی تھی۔ کومل جہاں پکارتی تھی، دوڑی چلی آتی تھی۔ مگر آج کل بلانے پر بھی نہیں آرہی تھی۔ کومل کو اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ کسی بات پر ناراض ہے۔ شمعون کی ضد پر سب سے ملانے آخر وہ اسے منصور ہاؤس لے ہی آئی۔ ثانیہ کو بھی آنے کے لئے کہنا تھا۔ اس کے بنا تو کومل کو بھی اپنا گھر سُونا سُونا لگتا تھا۔
''کیا بات ہے ثانی؟ تم ناراض ہو مجھ سے؟...... کتنے دن ہو گئے تمہیں آئے ہوئے۔''
کومل کی پہلی ملاقات ثانیہ سے ہی ہوئی۔ وہ ٹی وی لاؤنج میں تنہا بیٹھی ٹی وی دیکھ رہی تھی۔ وہ انہیں دیکھ کر ایک دم خوش ہو گئی تھی۔
''نہیں ملی بھابی! میں آپ سے ناراض کیوں ہوں گی؟ آپ نے ایسا کیوں سوچا؟'' ثانیہ نے اس کا ہاتھ تھام کر یقین دلانے کی کوشش کی۔
''ناراض نہیں ہو تو آنا کیوں چھوڑ دیا؟ رئیلی، تمہارے نہ آنے سے گھر بھی اُداس ہے اور ہم بھی۔ تمہارے بھتیجے کو تو سنبھالنا مشکل ہو جاتا ہے۔ سبھی سے شکایتیں ہو رہی ہیں صاحبزادے کو۔'' کومل نے مون کو لاڈ سے دھپ لگائی۔
''یُو نو بھابی! لاسٹ سمسٹر ہے تو سوچ رہی تھی، کچھ سیریس ہو کر دھیان دوں۔ ویل، ڈونٹ وری، آپ کی جان تو میں چھوڑنے والی نہیں...... شادی میں اسی طرح پارٹی سپیٹ

کروں گی، جیسے تانی کی شادی میں کیا تھا۔ اچھا، آپ بیٹھیں۔ میں آئس کریم شیک بنا کر لاتی ہوں۔'' ثانیہ اپنے سابقہ انداز میں بولی تو کومل بھی اطمینان سے مسکرا دی۔
''میں تو چائے پیوں گی۔ آئس کریم شیک تم اپنے بھتیجے کو پلا دو۔ مما کہاں ہیں؟''
''مما تو فوزیہ خالہ کی طرف گئی ہوئی ہیں۔''
''اچھا...... اسفند منصور گھر پر ہی ہیں؟'' اُس کی گاڑی پورچ میں دیکھنے کے باوجود کومل نے تصدیق چاہی۔ دراصل وہ کچھ دن مون کو یہاں چھوڑنے کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ وہ چاہ رہی تھی کہ اُس کے دبئی کے ٹور کے دوران اسفند منصور، مون کو کچھ ٹائم دینے کی ذمہ داری اٹھا لے تو وہ وہاں سکون واطمینان سے اپنا کام کر سکے گی۔
''بھائی جان! سنی بھائی کچھ دیر پہلے ہی آئے ہیں۔ آپ کو کوئی کام ہے؟'' ثانیہ کو حیرت ہوئی۔
''یس، کام تو ہے۔ ایکچو لی میں سوچ رہی تھی کہ دبئی والے ٹور کے دوران مون کو یہاں چھوڑ دوں۔ ٹیوٹر تو اس کا یہیں آ جائے گا۔ مقدس اسے یہاں سکول سے ڈراپ بھی کر جایا کرے گا۔ اگر مما اور تم سب اسے کچھ ٹائم دے دو تو۔ اسفند سے یہ اب مانوس بھی ہے۔ وہاں زیتون کے پاس یہ اتنے دن رہ نہیں پائے گا۔''
''ہاں، تو ٹھیک ہے نا ملی بھابی! ہم سب اس کا بہت خیال رکھیں گے۔ آپ بالکل بھی فکر نہ کریں۔''
''تم اسفند کو بلا دو۔ میں پرسنلی ان سے ریکویسٹ کر لوں۔ مے بی وہ یہ رسپونسیبلٹی نہ لینا چاہیں۔ ورنہ پھر میں روشنی سے کہوں گی کہ وہ مون کے پاس چند دن گزارنے۔''
''نہیں بھابی!...... ہم سبھی کے ہوتے آپ روشنی آپی سے کیوں کہیں گی؟...... اچھا، آپ بھائی کو انفارم کر دیں۔ آئی ہوپ مون کو ٹائم دینے میں انہیں کوئی پرابلم نہیں ہوگی۔ آپ چلی جائیں بھائی کے کمرے میں۔ یہاں مون سنے گا تو آپ کو تنگ کر کے رکھ دے گا۔'' کومل اس کے پیچھے ہی کچن میں چلی آئی تھی۔ مون ٹی وی پر کارٹون دیکھنے میں مصروف ہو چکا تھا۔
''میں...... میں چلی جاؤں؟...... وہ......'' کومل جاتے ہوئے ہچکچا رہی تھی۔ ''کچھ مناسب نہیں لگتا کہ......''
''بھابی! آپ اس طرح کیوں بی ہیو کر رہی ہیں؟ سنی بھائی آپ کی ریسپکٹ کرتے ہیں۔ آپ ان سے جا کر کہیں تو۔'' ثانیہ نے بلینڈر میں ونیلا آئس کریم کے ساتھ دودھ اور کریم ڈالتے ہوئے اصرار سے بھیجا۔ کومل کشمکش میں تھی کہ جائے یا نہ جائے۔ اس کے سابقہ رویوں کی وجہ سے دل تو نہیں چاہتا تھا کہ اسے مخاطب بھی کرے۔ مگر اس وقت اس کی غرض تھی۔ وہ جانتی تھی، اسفند اپنے بھتیجے کو مطمئن کر سکتا ہے۔ شمعون اپنے چاچو سے محبت ہی اس قدر کرنے لگا تھا کہ اکثر اُسی کی باتیں کیا کرتا تھا۔

کول نے نہ چاہتے ہوئے بھی اُس کے کمرے کے دروازے پر دستک دے ڈالی۔ تیسری دستک پر دروازہ کھل گیا تھا۔ اسفند منصور کی آنکھوں میں واضح حیرت تھی۔ یقیناً وہ کول کے اپنے دروازے پر دستک دینے کی توقع نہیں رکھتا تھا۔

"میں اندر آ سکتی ہوں؟" پہلا موقع تھا کہ کول بنا سلام کے مخاطب ہوئی تھی۔ (کسی کے ساتھ) وہ بنا کچھ کہے راستہ چھوڑتا واپس مُڑ گیا۔ اُس کی مخصوص مہک کمرے میں پھیلی ہوئی تھی۔ ہر چیز ترتیب سے تھی، سوائے اس کے بستر کے، جس کی چادر بھی سلوٹ زدہ تھی اور تکیے بھی اپنی جگہ پر نہ تھے۔ وہ یقیناً لیٹا ہوا تھا۔ گرے ٹراؤزر پر وائٹ اور گرے لائننگ والی ٹی شرٹ میں وہ کافی اُلجھا اُلجھا نظر آ رہا تھا۔ کول بنا کہے اس کے کمرے میں بچھی صوفہ چیئر پر ٹِک گئی۔

"آج آپ نے میرے روم تک آنے کی زحمت کیسے کر لی؟" اسفند نے اپنے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے اسے بے گانگی سے مخاطب کیا۔ کول کو اس کا رویہ عجیب محسوس ہوا تھا۔

"ایکچولی مجھے مون کے سلسلے میں آپ سے کچھ ہیلپ چاہئے۔ میں کچھ دنوں کے لئے دبئی جا رہی ہوں۔ اس دوران اگر آپ اسے یہاں کچھ ٹائم دیں تو آئی ایم ویری تھینک فل۔ مون کے اسکول کی وجہ سے میں اسے اپنے ہمراہ نہیں لے جا سکتی، ورنہ میں اسے یہاں چھوڑنے کا سوچ بھی نہیں سکتی۔" کول نہ جانے کیوں وضاحت دینے لگی۔ شاید اُس کی سرد مہری کی وجہ سے۔

"ڈونٹ ایکسپلینیشن۔ آپ کو جہاں جانا ہے، شوق سے جائیے۔ مون چند دن کیا، ساری زندگی یہاں رہے گا۔ اس کی فکر کرنے کی اب آپ کو ضرورت نہیں ہے۔" اسفند کا انداز سرد مہری کے ساتھ ترش بھی تھا۔

"آفیشلی وِزٹ ہے، ورنہ میں......"

"آئی سے، ڈونٹ ایکسپلین۔ آفیشلی کیا، آپ پرسنلی وِزٹ کیجئے اور مون کو بھول جائیے۔ ویسے بھی آپ کی ذمہ داری نہیں ہے وہ جو آپ اس کے لئے اس قدر پریشان ہوں۔"

"وہاٹ ڈُو یُو سے؟ (What do you say) میں مون کو بھول جاؤں؟ یہ آپ مجھ سے کس انداز میں بات کر رہے ہیں؟"

"سوری، مجھے وہ انداز نہیں معلوم جو آپ کے دل میں اُتر جاتا اور دوسروں کی طرح آپ کو اسیر کر لیتا۔"

"آپ شاید ہوش میں نہیں ہو، اسفند منصور!" کول ایک دم اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اسفند کی باتوں نے اسے دھچکا دیا تھا۔

"ایک میں ہی تو ہوش میں ہوں، ورنہ باقی سب کو تو آپ نے اپنی ممتا کی جھوٹی تصویریں دکھا کر مدہوش کر رکھا ہے۔ بائی دی وے، ایسا کیا ہے نبیل کیانی میں، جو آپ کو مجھ میں نظر نہیں

آیا؟"

کول کو پہلے تو اس کی باتیں سمجھ نہیں آئیں۔ جیسے ہی نبیل کیانی کا نام آیا، اس کا دماغ بھک سے اُڑ گیا۔ اس قدر گھٹیا سوچ اور بات کی توقع وہ کم از کم اسفند منصور جیسے انسان سے نہیں کر سکتی تھی۔

"آپ حد سے بڑھ گئے ہو اسفند منصور! یقیناً آپ نشے میں ہو، ورنہ......" وہ غصے کے باوجود برداشت کر گئی۔ دل تو چاہ رہا تھا، بڑھ کر اس کے گال پر طمانچہ مار دے۔

"ورنہ کیا آپ مجھے شوٹ کر دیتیں؟...... میرے سامنے یہ ڈھونگ مت رچائیے۔ آپ کتنی پارسا ہیں، میں جانتا ہوں۔ نبیل کیانی سے زیادہ دولت ہے میرے پاس۔ میں نے تمہیں اس لئے اپنانا......"

"شٹ اپ اینڈ اف، اسفند منصور!...... ایک لفظ اور نہیں۔" کول نے چند قدم اٹھائے اور ایک زوردار تھپڑ اُس کے گال پر پیوست ہو گیا تھا۔ تھپڑ بھی ایسا تھا کہ اُس کے چودہ طبق روشن ہو گئے۔ زندگی میں ایسا سلوک اس کے ساتھ کسی نے نہیں کیا تھا۔ وہ غصے میں آ کر اس کے کمرے سے نکلتی چلی گئی تھی۔ اسفند بھی گال پر بے ساختہ ہاتھ رکھے اسے جاتا ہوا دیکھتا رہ گیا تھا۔ لمحہ بھر کو اُس کی سوچنے کی حس بھی کہیں گم ہو گئی تھی۔

جب اس کی گم شدہ حسیات لوٹیں تو وہ جا چکی تھی۔ اس کے دل میں انتہا درجے کا درد اور بدگمانی اُٹھ رہی تھی۔ نفرت کی آگ میں اس کا تن من دہکنے لگا تھا۔ وہ خود گواہ تھا۔ نبیل کیانی کے سنگ کول کی بڑھتی بے تکلفیاں اس نے بھی دیکھی تھیں اور زمانے نے بھی۔ پھر وہ اسے جھٹکا کر، اس کی انا و مردانگی کو زخمی کر گئی تھی۔ ایک عورت نے اس پر ہاتھ اٹھایا تھا اور عورت بھی وہ، جسے اس نے سالوں اپنے تصور میں پوجا تھا، جسے پانے کی تمنا صدیوں سے اس کے اندر سلگ رہی تھی۔ آج وہ اس کی تمناؤں کو راکھ بنا کر انہی نفرتوں کی ہوا سے دل کے در و بام پر نفرتوں کی گرد اُڑا گئی تھی۔ اسفند منصور کے اندر ایک نیا جذبہ موجزن تھا۔ شمعون کو چھین کر وہ اپنے زخمی جذبوں کی تسکین پا لینا چاہتا تھا۔ کول کو بے نقاب کرنے کا یہی ذریعہ تھا۔



"ماما!...... میں آپ کے بغیر کہیں نہیں رہوں گا۔ آپ مجھے چھوڑ کر کہیں نہیں جائیں گی۔ ماما! میں دادو کے گھر نہیں رہ سکتا نا۔"

"مون!...... مائی سویٹ چائلڈ! تم سکول نہیں چھوڑ سکتے۔ تمہاری سمر ویکیشن میں، میں تمہیں ضرور لے کر جاؤں گی، آئی پرامس۔ پلیز ٹرائی ٹو انڈر اسٹینڈ مائی پرابلم۔" کول نے گاڑی چلاتے چلاتے ساتھ سیٹ پر بیٹھے مون کو ساتھ لگاتے ہوئے بہت محبت سے سمجھایا۔ وہ خود بے حد دل برداشتہ تھی، مگر مون کو یہاں چھوڑ کر جانے کے سوا اس کے پاس کوئی حل بھی نہیں تھا۔ مون کہیں اور رہ بھی نہیں سکتا تھا۔ منصور احمد بھی کہیں بزنس ٹور پر جا رہے تھے، ورنہ

وہ پوتے کو بہتر انداز میں سمجھا بھی لیتے اور سنبھال بھی لیتے۔

''مام! آئی انڈر اسٹینڈ۔ بٹ دادو بہت ڈانٹتی ہیں مجھے۔ آپ نہیں ہوں گی تو زیادہ ڈانٹیں گی۔ پلیز!''

''بیٹا! وہ نہیں ڈانٹیں گی۔ اور دیکھو، تمہیں اپنے چاچو کے ساتھ کافی زیادہ گھومنے کا چانس ملے گا۔ ثانی پھپھو بھی آپ کو لے کر جایا کریں گی۔ میں نبیل انکل سے بھی کہوں گی۔ آپ انہیں فون کر کے بلا لیا کرنا۔ وہ آپ کو لے جایا کریں گے۔'' کومل کو کافی مشکل پیش آ رہی تھی، اسے سمجھاتے ہوئے۔ خود کو بھی سنبھالنا پڑ رہا تھا۔ اسفند کا رویہ ناقابلِ برداشت ہونے کے باوجود وہ بہت ضبط و حوصلے سے کام لے رہی تھی۔ کسی سے کچھ کہنے سے اس کی اپنی عزت پر حرف آتا تھا۔ عقل مندی کا تقاضا تھا کہ وہ خاموشی سے مگن ہو کر اپنے کام میں مصروف رہتی۔

''آپ کتنے دن میں واپس آئیں گی؟'' مون نے بجھے بجھے لہجے میں دوبارہ استفسار کیا۔

''اونلی ون وِیک بیٹا! میں آپ کے لئے بہت سی چاکلیٹز لاؤں گی۔ اب آپ نے اچھے بچوں کی طرح رہنا ہے اور کسی کو بھی تنگ نہیں کرنا۔''

''آپ جلدی آ جائیں گی نا ماما......؟'' شمعون کے لئے بھی یہ پہلا موقع تھا کہ وہ اپنی ماما سے اتنے دن کے لئے جدا ہو رہا تھا۔ وہ شہر سے باہر جاتی بھی تھی تو اکثر وہ ساتھ ہوتا تھا یا پھر کومل رات تک واپس آ جاتی تھی۔

''آ جاؤں گی بیٹا! آپ پریشان نہ ہوں میری جان!...... ماما نے کبھی آپ سے جھوٹا وعدہ تو نہیں کیا نا۔ اوکے، اب جلدی سے بتاؤ میرے سویٹ ہارٹ نے کیا کھانا ہے؟ برگر، آئس کریم اور کیا کیا؟''

''کچھ نہیں ماما!......بس گھر چلیں۔'' مون نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

''گھر تو جانا ہے، مگر پہلے ہم دونوں ڈنر کریں گے، اوکے۔ اب جلدی سے موڈ اچھا کرو اور ہنس دو۔ ورنہ پھر ماما بھی ناراض ہو جائے گی۔'' کومل نے اسے ایک ہاتھ سے گدگدایا تو وہ کھلکھلاتا چلا گیا۔ اُس کی اُداسی پل بھر میں غائب تھی۔ کومل کے ذہن کا بوجھ بھی قدرے کم ہوا تھا۔



''سنی! تم نے مون کو سنبھالنے کی ذمہ داری تو لے لی ہے، تم اُسے ہینڈل کیسے کرو گے؟'' صبح ناشتے کی میز پر صوفیہ منصور نے خاموش بیٹھے اسفند کو جس طرح مخاطب کیا تھا، اس پر اُس کا چونک اُٹھنا لازمی امر تھا۔

''مما! وہ ہماری ہی ریسپونسیبلٹی ہے۔ آپ نے ایسا کیوں کہا؟ مون کو ہینڈل کرنا ایسا مشکل ہے کیا؟'' اسفند نے شہد کی بوتل کھولتے ہوئے تعجب سے استفسار کیا۔

''تم نہیں جانتے سنی! اس عورت نے کس قدر بگاڑ دیا ہے۔ ہمیں وہ کیا سمجھتا ہے۔ انتہائی

ضدی اور خودسر بنا دیا ہے۔ یہاں رہنا تو دُور کی بات، وہ یہاں اس کے بغیر چار گھنٹے بھی نہیں گزار سکتا۔ تم دیکھ لینا، تم خود ہی عاجز آ جاؤ گے۔'' صوفیہ کا لہجہ تو نرم تھا مگر لفظوں میں کومل کے لئے جو کاٹ تھی، وہ خاموش بیٹھی ثانیہ محسوس کر رہی تھی۔ گزشتہ درگت کی بنا پر اس وقت اس کا خاموش رہنا ہی بہتر تھا۔

''مما! آپ جو بتا رہی ہیں، ایسا میں نے تو مون میں کچھ نہیں دیکھا۔ وہ ہم سبھی سے بے حد اٹیچڈ ہے۔ محبت کرتا ہے ہم سبھی سے۔ بہرحال اگر ایسا کچھ ہے بھی تو اب میں نے اسے ہمیشہ کے لئے اپنی کسٹڈی میں لینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ آفٹر آل شمعون ہمارا خون ہے۔ اور اس کی تربیت کا حق صرف ہمارا ہے۔ اس طرح ہم اسے غیر ہاتھوں میں کھلونا نہیں بننے دیں گے۔''

''کیا واقعی؟'' صوفیہ منصور کے چہرے پر بے ساختہ ہی جو تاثرات آئے تھے، وہ قابلِ دید تھے۔ اسفند کے لہجے میں چھپی تحقیر انہیں بھی محسوس ہو رہی تھی۔ یہی تو وہ چاہتی تھیں کہ اسفند بھی کومل سے بدگمان رہے۔ نہ صرف بدگمان رہے بلکہ ان کی طرح وہ بھی لحہ بہ لحہ اس کی تحقیر کرتا رہے۔ عجیب سی تسکین انہیں حاصل ہوئی تھی۔ ثانیہ نے بہت حیرت سے بھائی کو دیکھا تھا۔ اسے کم از کم اسفند سے یہ توقع نہیں تھی۔

''بھائی! آپ مون کو مستقل یہاں رکھنے کا سوچ رہے ہیں؟ ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ آئی مین اِٹ، آپ......'' ثانیہ سے چپ رہا نہ گیا۔ صوفیہ نے اسے ناگواری سے دیکھتے ہوئے ٹوکا۔

''تمہیں بڑوں کی باتوں میں داخل دینے کی ضرورت نہیں ہے ثانی!...... سنی کو کچھ نظر آ رہا ہے تو وہ ایسا سوچ رہا ہے۔ وہ بھی تو اب مون سے جان چھڑانے کے بہانے ڈھونڈ رہی ہے۔ کل کو وہ تو اپنی راہ جانے ہی والی ہے۔ بہتر ہے ہم اپنے بچے کو اس ٹوٹ پھوٹ سے آج ہی بچائیں۔ میرے دل سے پوچھو، اپنے بچے کے لئے کیسے تڑپتا ہے۔ وہ شافند کی نشانی ہے اور ہم اپنے ہی بیٹے کی اولاد پر کوئی حق نہیں رکھ سکتے۔'' صوفیہ نے گہرے ملال کے ساتھ کہا۔

اسفند نے ٹوسٹ کی بائٹ لیتے ہوئے انہیں دیکھا، پھر نوالہ نگلتے ہوئے انہیں تسلی دینے والے انداز میں کہا۔ ''ڈونٹ وری مام! اب ایسا نہیں ہو گا۔ مون ہم سے دور نہیں رہے گا۔ آپ خود دیکھئے گا۔''

''مما! کومل بھابی کے حوالے سے آپ کی غلط فہمیاں کب دور ہوں گی؟ وہ ویسی نہیں ہیں، جیسی آپ سوچ رہی ہیں۔ اور وہ......''

''ثانیہ! میں آخری بار تمہیں سمجھا رہی ہوں نا۔ اس عورت کے لئے میرے ساتھ بحث مت کیا کرو، ورنہ اچھا نہیں ہو گا۔'' انہوں نے بیٹی کو کڑے تیوروں سے گھورا۔ ثانیہ لب بھینچ کر ناشتہ درمیان میں ہی چھوڑ کر چلی گئی۔

"دیکھا تم نے سنی! اُس عورت کی صحبت نے اسے بھی بگاڑ دیا ہے۔ تمہارے پاپا کو نجانے کیا گھول کر پلایا ہے کہ وہ اس کے خلاف ایک لفظ بھی سننے کو تیار نہیں ہیں۔ غضب خدا کا، سبھی کی آنکھوں میں دھول جھونک رہی ہے۔ بزنس کے بہانے سیر سپاٹے کرنے چلی ہے اور حمایتیوں کو دیکھو، اُسی کے گُن گاتے ہیں۔"

"بی ریلیکس مام!........ آپ ٹینشن مت لیں۔ مجھے معلوم ہے کہ میں نے مون کو کیسے ٹریٹ کرنا ہے۔ وہ کبھی اپنی ماما کا نام بھی نہیں لے گا۔ آخر وہ ہمارا خون ہے، ہماری طرف ہی آئے گا۔ پلیز ڈونٹ وری۔" دودھ پیتے پیتے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ صوفیہ کا ڈھیروں خون بڑھا تھا۔ عرصہ دراز سے اکیلے جس نفرت کو وہ پال رہی تھیں، آج انہی کا بیٹا ان کی طاقت بڑھاتا ان کے ساتھ کھڑا تھا۔ ان کے لئے کومل کو زیر کرنا اب ایسا مشکل نہیں رہا تھا۔ جو کام وہ اتنے سالوں میں نہیں کر سکی تھیں یعنی کومل سے مون کو چھیننے کا، وہ کام اب ان کا بیٹا مکمل کرنے جا رہا تھا۔ اس سے زیادہ ان کے لئے اور خوشی کی بات کیا تھی۔



"چاچو! آئی مسنگ ٹو مام۔ بہت یاد آ رہی ہیں وہ مجھے۔" شمعون کی بھرائی آواز پر اسفند نے چونک کر اسے دیکھا۔ ابھی تو صرف ایک گھنٹہ ہوا تھا، کومل کو اس سے جدا ہوئے۔ اس کا سفر شروع ہوئے بمشکل چند منٹ گزرے تھے اور شمعون اُداس ہو رہا تھا۔

"یار! ابھی سے؟........ وہ تو ابھی پلین میں بیٹھی ہوں گی۔" اسفند اٹھ کر اس کے قریب آ بیٹھا۔ وہ دونوں اسفند کے کمرے میں بیٹھے تھے۔ اسفند اس کے لئے کارٹون کی نئی سی ڈی (C.D) لگا رہا تھا۔ مگر شمعون منہ بسورے بیٹھا تھا۔

"چاچو! میں مام کو فون کرلوں؟ وہ بھی مجھے مِس کر رہی ہوں گی نا۔" شمعون کی معصومیت بھری باتیں اسفند کے ذہن کو مزید کھولا رہی تھیں۔

"آئی ڈونٹ نو........ اور سنو، تمہاری مام اپنے بزنس کے لئے گئی ہیں۔ تمہیں بتا کر گئی ہیں۔ اور ابھی پلین میں وہ تمہارا فون بھی اٹینڈ نہیں کر پائیں گی۔" اسفند کا انداز بالکل سپاٹ تھا۔ بچوں کو بہلانے والی خصوصیت کا یقیناً اس میں فقدان تھا یا پھر اس کا ذہن مسلسل کومل کی ذات میں اُلجھا ہوا تھا۔

"چاچو! ماما وہاں کتنے ٹائم میں پہنچیں گی؟" شمعون نے پھر اسی انداز میں پوچھا۔ "ون اینڈ ہاف آور (ڈیڑھ گھنٹے) میں۔ اوکے، اب میں تمہیں کارٹون سی ڈی لگا دوں۔ تم آرام سے بیٹھ کر دیکھو، پھر ہم مل کر ڈنر کریں گے اور بعد میں آؤٹنگ کے لئے بھی چلیں گے۔" اسفند کو اُس کی اُداسی کا ایک دم احساس ہوا تھا۔

"نہیں چاچو! ابھی ماما کے بنا کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا۔ ماما مجھے کبھی چھوڑ کر نہیں گئیں۔ میں ایک وِیک کیسے رہوں گا؟" مون روہانسا ہو کر رونے لگا۔ اسفند نے لب بھینچ کر اسے دیکھا

اور پھر ایک دم اسے خود سے لپٹا لیا۔ کس قدر وابستگی تھی اسے کومل سے۔ وہ بچہ تھا، ایک دم تو اُسے بُھلا نہیں سکتا تھا۔ تقریباً سات سال اس نے جسے اپنی ماں کے روپ میں دیکھا اور محسوس کیا تھا، اسے ایک پل میں فراموش کر دینا یا کروا دینا سہل نہیں تھا۔ اسفند کو اندازہ ہو رہا تھا کہ شمعون کے ذہن و دل کو اپنی جانب مائل کرنے میں کافی وقت لگنا تھا۔ اس لئے اسے سنبھالنے کے لئے فوراً ہی اسے باتوں میں لگایا۔

"یار! میں تو تمہیں بہت بریو (Brave) سمجھتا تھا۔ لڑکے روتے نہیں ہیں۔ لِسن اینڈ لُک ہیئر۔ یہ ایک وِیک تو ایسے گزر جائے گا۔" اسفند نے اسے گدگدا کر چٹکی بجائی۔ "ہم خوب ہلا گلا کریں گے۔ گھومیں گے، پھریں گے۔ کرکٹ بھی کھیلیں گے، اوکے۔"

مون کے آنسو تھم گئے۔ آنکھیں خوشی سے بھرنے لگیں۔ "چاچو! مجھے رائیڈنگ سکھا دیں گے نا؟........ مجھے دا جان نے بتایا تھا، آپ کا فارم ہاؤس بھی ہے۔ وہاں ہارسز بھی ہیں اور شیپس، کاؤز، گوٹز (Sheeps, cows, goats) بھی ہیں۔ مجھے وہ سب دیکھنے ہیں۔ آپ مجھے وہاں لے کر جائیں گے نا؟"

"اچھا، تمہیں وہاں کوئی نہیں لے کر گیا؟........ اوکے، پھر ڈن ہے۔ ہم وِیک اینڈ پر چلیں گے۔ اور وہاں فش فارم بھی ہے۔ ہم فشنگ بھی کریں گے۔"

"رئیلی چاچو!........ کتنا مزا آئے گا ناں۔ ہم ثانی پھپھو کو بھی ساتھ لے کر جائیں گے۔ ورنہ ان کا موڈ خراب ہو جائے گا۔ اور وہ ماما کو میری شکایت بھی لگا دیں گی۔" اسفند کو اس کی معصومیت پر پیار آیا۔

"کوئی تمہاری شکایت نہیں لگائے گا۔ بس تمہیں ایک پرامس کرنا پڑے گا۔"

"وہ کیا چاچو؟"

"اب گندے بچوں کی طرح نہیں روؤ گے اور نہ ہی بار بار ماما کو یاد کرو گے، اوکے؟" اسفند نے اس کے سامنے ہاتھ پھیلایا۔ شمعون نے اس کا ہاتھ دیکھا، پھر سر جھکا کر بولا۔

"چاچو! میں نہ رونے کا پرامس تو کر سکتا ہوں، مگر ماما کو یاد نہ کرنے کا نہیں۔ ماما کو کون بھول سکتا ہے؟ آپ اپنی ماما کو بھول سکتے ہو؟" شمعون کے جواب نے اسے لاجواب کر دیا تھا۔ کومل کی محبت اس بچے کے دل سے نکالنے کا عزم کچھ متزلزل ہوا تھا، مگر وہ اپنی کوشش جاری رکھنے کا ارادہ کر چکا تھا اور اُسے لگتا تھا، آخر وہ ہی کامیاب ہو گا۔ بچے پیار کے ہوتے ہیں۔ اپنی محبت سے آخر وہ شمعون کے دل میں بسی اس فریبی عورت کی شبیہ نکال کر رہے گا۔ شمعون سے بظاہر ہنستے کھیلتے ہوئے بھی وہ اندر ہی اندر انہی سوچوں میں غلطاں تھا۔



"زارا! سامان کی کلیئرنس کرواؤ۔ میں ذرا مون کو فون کرلوں۔ وہ میرے فون کا انتظار کر رہا ہو گا۔" کومل جہاز سے باہر آتے ہی اپنی اسسٹنٹ ڈیزائنر زارا علوی کو ہدایت دیتی ایک

طرف چلی گئی۔ کومل نے آنے سے پہلے مون کو ایک سیل فون دیا تھا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ وہ کسی اور خصوصاً اسفند کے ذریعے اپنے بیٹے سے رابطہ کرے۔ دوسری طرف مون بھی بے چینی سے منتظر تھا۔ کھیل کود کے باوجود اس کا ذہن مسلسل اپنی ماما کی فون کال کا منتظر رہا تھا۔ دوسری بیل پر اس نے فون اٹھالیا۔

''السلام علیکم میری جان! میرے بچے! کیسے ہو؟........کسی کو تنگ تو نہیں کر رہے؟''

''ماما!........ ماما! آئی مسنگ یو........ رئیلی آئی مسنگ یو۔ آپ کب آئیں گی؟'' کومل کو مون کی آواز میں آنسوؤں کی نمی محسوس ہوئی تو وہ بھی بے چین ہوگئی۔

''مون! بی بریو مائی چائلڈ۔ تم نے پرامس کیا تھا کہ تم اس طرح اُداس نہیں ہو گے۔ تم جانتے ہو نا کہ ماما بزنس کے لئے تمہیں چھوڑ کر آئی ہیں۔ اوکے، لسن می۔ ماما کا کام جیسے ہی ختم ہو گا، ماما آ جائیں گی۔ تمہیں ریگولرلی سکول جانا ہے۔ ٹائم پر سونا اور ٹائم پر اُٹھنا، اوکے........ میں تمہیں صبح بھی فون کروں گی۔ اب تم کسی کو تنگ نہیں کرو گے۔ اوکے؟''

''ماما! میں کسی کو تنگ نہیں کر رہا۔ میں چاچو کے پاس ہوں۔ دادو تو گھر پر ہیں ہی نہیں۔ اور ثانی پھپھو بھی اپنے کمرے میں پڑھ رہی ہیں۔ میں بس آپ کو مس کر رہا ہوں۔''

''آئی مس یو ٹو، جانو!........ اوکے، میں تمہیں صبح فون کروں گی۔ تم کھانا کھا کر سو جانا۔ گڈ نائٹ۔ سویٹ ڈریمز۔''

''گڈ نائٹ مام! ٹیک کیئر۔'' مون کی آواز سن کر جیسے اس میں نئی توانائی دوڑی تھی۔ دنیا کچھ بھی کہتی، وہ اس کی ممتا کی تسکین ہی نہیں، جینے کا مقصد بھی تھا۔



''چاچو! کل سکول کے بعد میں انکل نبیل کے ساتھ جاؤں گا۔ ماما نے ان سے کہا تھا کہ وہ مجھے بور نہ ہونے دیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ وہ مجھے اپنے گھر بھی لے جائیں گے، اپنی مما اور پاپا سے ملوانے۔ بہت مزا آئے گا وہاں۔''

دو تین دن بعد مون اپنی روٹین پر آ گیا تھا۔ ویسے بھی اس کی ماما اسے صبح شام فون کر کے اپنی کمی کا احساس کم کر دیا کرتی تھیں۔ اس وقت وہ ڈنر کے لئے سب کے ساتھ بیٹھا چہک رہا تھا۔ صوفیہ بھی اسے خاص توجہ دے رہی تھیں۔ نبیل کا نام سنتے ہی ان کی تیوری پر بل پڑ گئے۔

''تم اس کے ساتھ کیوں جاؤ گے؟ ہم نہیں بھیجیں گے تمہیں اُس کے ساتھ۔'' صوفیہ اپنی ناگواری پر قابو نہ رکھ سکیں۔

''دادو! وہ میرے انکل ہیں۔ اور ماما نے کہا تھا کہ میرا جب دل چاہے، میں نبیل انکل کے ساتھ چلا جاؤں۔ بہت مزا آتا ہے ان کے ساتھ۔'' شمعون نے اپنی عقل کے مطابق ان کی بات کا مفہوم سمجھ کر جواب دیا۔

''سن رہے ہو سنی؟ اجنبیوں سے قربت بڑھوا رکھی ہے۔ یہاں میرا بچہ دن رات ہلکان

ہو رہا ہے کہ اسے ماں کی کمی محسوس نہ ہو اور یہ صاحبزادے غیروں کی طرف ہمک رہے ہیں۔''

اسفند نے کسی قسم کا تاثر نہیں دیا تھا۔ البتہ مون ہی فوراً بولا تھا۔

''دادو! آپ کے گھر میں میرے علاوہ کوئی اور بچہ تو ہے نہیں، پھر آپ ''میرا بچہ'' کس کو کہہ رہی ہیں؟'' مون کی بات خاموش بیٹھی ثانیہ کے لبوں پر مسکراہٹ پھیلا گئی۔ اسفند بھی زیرلب مسکرایا۔

''حاضر جوابی تو تمہیں اس نے خوب سکھائی ہے۔ ''ماں'' ہوتی تو بتاتی کہ بڑوں سے کس طرح بات کی جاتی ہے۔ تم دیکھ رہے ہو نا سنی! تم کہہ رہے تھے کہ تمہیں مون میں وہ کچھ نظر نہیں آ رہا۔ چار دن میں پتہ چل گیا ہے نا کہ کیسی تربیت کی ہے اس نے۔'' صوفیہ منصور خود پر ضبط نہیں رکھ سکتی تھیں۔

''پلیز مام! میں سمجھا لوں گا مون کو۔'' اسفند نے دبے دبے لہجے میں انہیں سمجھانے کی کوشش کی، پھر مون سے مخاطب ہوا۔

''مون! کل تم جاؤ گے تو ٹیوٹر سے کون پڑھے گا؟ اور ہوم ورک کب کرو گے؟''

''چاچو! کل فرائی ڈے ہے۔ فرائی ڈے کو ہمارے سکول میں سپورٹس ڈے ہوتا ہے۔ میں نے آج ہوم ورک بھی کر لیا ہے اور ٹیوٹر کے ساتھ نیکسٹ Lessons بھی Plan کر لئے ہیں۔ ڈونٹ وری یو۔'' شمعون بچپنے و معصومیت میں بھی کافی شارپ تھا۔ چند دن اس کے ساتھ گزار کر اسفند کو بھی اندازہ ہو رہا تھا، وہ اپنی عمر کے لحاظ سے نہ صرف زیادہ سمجھ دار تھا بلکہ حاضر جواب بھی تھا۔

''وِیک اینڈ پر فارم ہاؤس جانے کا پروگرام نہیں ہے؟'' اسفند نے اپنے حساب سے اسے روکنے کی کوشش کی۔

''چاچو! میں شام کو آ جاؤں گا۔ کل آپ کو بھی تو ہاسپٹل میں بہت سا کام ہے نا۔ کل آپ اپنا کام کر لیں، میں نبیل انکل کے ساتھ گھومنے چلا جاؤں گا۔ ٹھیک ہے نا؟'' وہ بچہ تھا، اسے روکنا، بہلانا آسان نہیں تھا۔ وہ اپنے مؤقف پر ڈٹا ہوا تھا۔

''مون! تمہیں جب ایک بار منع کیا ہے کہ تم کسی کے ساتھ نہیں جاؤ گے تو ضد کیوں کر رہے ہو؟'' صوفیہ منصور نے اس بار اسے سنجیدگی سے ڈپٹ دیا۔ اس کے چہرے پر پھیلی خوشی پل بھر میں غائب ہوئی تھی۔

''کیوں دادو! نبیل انکل میرے فرینڈ ہیں۔ اور........''

''وہ تمہاری ماں کا فرینڈ ہے۔ اور دیکھنا، ایک دن........''

''پلیز مام! کنٹرول یور سیلف۔ آپ بچے کے ساتھ کس قسم کی باتیں کر رہی ہیں؟'' اسفند نے قدرے حیرت سے اپنی مما کو دیکھ کر ٹوکا۔ ثانیہ بھی حیرت سے انہیں دیکھ رہی تھی۔ مون کے

چہرے پر بھی ایسے ہی تاثرات تھے۔

”یس.......وہ ماما کے بھی فرینڈ ہیں اور میرے پاپا کے بھی فرینڈ تھے۔ ماما نے مجھے بھی نہیں ان سے ملنے سے روکا۔ صرف ماما یہاں ہوتیں تو آپ مجھے کبھی اس طرح نہیں ڈانٹتیں۔ میں نے ماما سے کہا تھا، مجھے اپنے ساتھ لے جائیں مگر ماما مجھے یہاں چھوڑ گئیں۔ میں ماما سے کہوں گا۔ آپ آ جائیں۔“ شمعون اپنی جگہ سے اٹھا اور پھر روتا ہوا وہاں سے بھاگتا چلا گیا۔

”مما! میں نے آپ سے کہا تھا کہ میں مون کو سمجھا لوں گا، مگر آپ بھی اپنا غصہ کنٹرول نہیں کر سکیں۔ مما! ٹرائی ٹو انڈراسٹینڈ۔ بچوں کو زبردستی روکنا یا کسی کام سے منع کرنا دانش مندی نہیں ہوتی۔“

ثانیہ بھی فوراً بھتیجے کے پیچھے لپکی۔

”تم نے دیکھ لیا ہے نا۔ سبھی مجھے بلیم دیتے ہیں۔ اس عورت نے ہماری نسل خراب کر کے رکھ دی ہے۔ ایسے ہی تو میں اسے برداشت نہیں کر سکتی۔ اس کے طور طریقے کسی کو نہیں کھٹکتے۔ میں کچھ کہتی ہوں تو تمہارے پاپا میری زبان پکڑ لیتے ہیں۔ اب دیکھ لو، مون کا بی ہیو۔ اسی کی شہ پر یہ لڑکا اس قدر بگڑ گیا ہے کہ ہمیں کچھ سمجھتا ہی نہیں۔“ صوفیہ منصور کی باتیں بیٹے کا بھی دماغ جھنجھنا رہی تھیں۔ وہ بھی پہلے اپنی مما کو غلط سمجھتا تھا۔ مگر جب سے اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا تھا، اسے اپنی مما کی باتوں پر یقین آنے لگا تھا۔ کومل کی روش واقعی ناقابلِ برداشت تھی۔ وہ ابھی تک ان کے خاندان سے وابستہ تھی، انہی کے نام سے جانی جاتی تھی۔ اس کی غیر مردوں سے دوستیاں ان کی خاندانی نجابت پر حرف تھیں۔ اس وقت اسفند کی نظر میں کومل کا ہر عمل قابلِ اعتراض تھا۔ وہ کچھ کہے بغیر وہاں سے اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گیا۔



مون نے کمرے میں آتے ہی اپنی ماما کو فون کیا۔ رو رو کر سارا ماجرا کہہ سنایا۔ ثانیہ اس کے پیچھے چلی تو آئی تھی، مگر اسے روک نہیں پائی تھی۔ وہ مچل رہا تھا۔ بگڑ رہا تھا۔ اس کے لئے بہتر یہی تھا کہ وہ اپنی ماما سے بات کر کے اپنا غبار نکال لیتا۔

”ماما! آپ بس آ جاؤ۔ مجھے یہاں نہیں رہنا۔ دادو مجھے ڈانٹتی رہتی ہیں۔ انہوں نے مجھے نبیل انکل کے ساتھ جانے سے بھی منع کیا ہے۔ وائے؟.......وہ مجھے کیوں منع کر رہی ہیں؟ مجھے جانا ہے انکل کے ساتھ۔“ شمعون کی سسکیاں کومل کے لئے سوہانِ روح تھیں۔ مون کی آنکھوں میں آنسو دیکھنا اسے کب گوارا رہا تھا؟ شو جاری تھا۔ اگلی پریزنٹیشن (Presentation) اُن کی کمپنی کی تھی، اُسے ماڈلز کو بریفنگ دینی تھی۔ اس کے کچھ جدید طرز کے ملبوسات کو کیری کرنا ذرا مشکل تھا۔ ایسے میں مون کی آنسو بھری فون کال نے اسے مزید مشکل میں ڈال دیا تھا۔

”مون! سویٹ ہارٹ! ماما دو تین دن میں آ رہی ہیں۔ ماما نے یہاں سے آپ کے لئے بہت ساری شاپنگ بھی کی ہے اور آپ کے لئے ایک سرپرائز گفٹ بھی ہے۔ تم وہاں کسی کو بھی تنگ نہیں کرو۔ تمہاری دادو منع کر رہی ہیں تو تم نبیل کے ساتھ مت جاؤ۔ میں خود آ کر تمہیں نبیل انکل سے ملوانے لے جاؤں گی۔“

”بٹ وائے؟.......مجھے جانا ہے۔ یہاں میں بور ہو رہا ہوں۔ چاچو مجھے بس ایک بار آؤٹنگ کے لئے لے کر گئے ہیں۔ دادو خود بھی گھر پر نہیں ہوتیں۔ ثانی پھپھو بھی بس پڑھتی رہتی ہیں۔ آئی مِس یُو مام!“ وہ روہانسا ہو کر بول رہا تھا۔

”مون! میرا بچہ! تم ماما کی بات نہیں مانو گے؟ دیکھو، تم نے کسی کو بھی ناراض نہیں کرنا، اوکے؟ مجھے تمہاری کوئی کمپلین نہ ملے۔ اگر تم نے کوئی بدتمیزی کی بھی ہے تو میرے آنے سے پہلے ہی سوری کر لینا، ورنہ پھر تم سے ماما ناراض ہو جائیں گی۔ آئی نو، تم اپنی ماما کو ناراض نہیں دیکھ سکتے۔ جلدی آ رہی ہوں۔ ٹیک کیئر۔ اللہ حافظ۔“

کومل کو زارا پکار رہی تھی، اس لئے اس نے جلدی سے فون بند کر دیا۔ اپنی ماما سے بات کر کے اس کا غصہ بھی ختم ہو گیا۔ اپنی ماما کی ناراضگی تو وہ سہہ ہی نہیں سکتا تھا۔ ثانیہ نے بھی اس کی دلجوئی کر کے اس کا ذہن بٹانے کی کوشش کی تھی۔ دونوں آج پرانے موڈ میں تھے۔ چھین جھپٹ کے بعد دونوں میں گہری دوستی بھی ہو گئی تھی۔ کومل نے مون کے چپس، چاکلیٹ، جوسز وغیرہ کمرے میں ہی رکھے ہوئے تھے۔ دونوں ایک ساتھ بیٹھے ہوئے چپس کے ساتھ اورنج جوس پی رہے تھے۔ اسفند جو اس کے کمرے میں آ رہا تھا، اس کی کھلکھلاہٹیں سن کر پلٹ گیا۔ وہ ثانیہ کے ساتھ خوش تھا۔ یہی بہت تھا۔ اسفند کو احساس ہو رہا تھا کہ وہ اسے اس طرح کومل سے دور نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے انہیں صبر اور حوصلے کے ساتھ ساتھ اپنی ساری توجہ اور وقت بھی اسے دینا ضروری تھا۔



"ہیلو! السلام علیکم۔" اگلی صبح کومل نے اُٹھتے ہی نبیل کا نمبر ملایا۔

"وعلیکم السلام۔ زہے نصیب۔ مادام کو میں بھی یاد آ ہی گیا۔ کہئے، کیسے یاد فرمایا؟" صبح کے دس بجے تھے۔ نبیل ابھی تک بستر میں تھا۔

"تم بھولنے والی چیز تو ہو نہیں۔ چاہوں بھی تو نہیں بھلا سکتی تمہیں۔"

"ہائے...... کاش! یہ بات آپ مجھ سے چند سال پہلے کہتیں۔ اب کیا فائدہ میرے زخموں پر نمک چھڑکنے کا؟"

"زیادہ ڈائیلاگز مت بولا کرو۔ مجھے بتاؤ، آج تمہارا مون کے ساتھ کوئی پروگرام ہے؟"

"یس...... ہے تو۔ کیا ہوا؟" نبیل نے ایک دم پریشانی سے پوچھا۔

"کچھ نہیں ہوا۔ ایکچوئلی آج ساری فیملی کہیں انوائیٹڈ ہے، شام کی چائے پر۔ تو ظاہر ہے مون بھی ان کے ساتھ ہی جا رہا ہے۔ وہ تمہیں سوری کر رہا تھا۔ خود سے بات نہیں کر پایا، مجھے کہا ہے کہ میں تمہیں بتا دوں۔ ورنہ تم جاتے اور وہ تمہیں نہیں ملتا۔ اس لئے تم ادھر نہیں جانا۔"

"اوکے مادام!...... جو حکم...... بندہ غلام بے دام ہے۔ کوئی اور حکم؟"

"سامنے نہیں ہو، ورنہ دو لگا کر حکم دیتی۔ کتنی بار کہا ہے، اس طرح مت بولا کرو۔ تم میرا امپریشن خراب کر کے رہو گے۔ دوستی کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم لمٹ کراس کرو۔"

"دوستی میں لمٹس کب ہوتی ہیں؟ یہ تو آپ باؤنڈریز بنا کر بیٹھی ہوئی ہیں۔ ویل، لیو دس ٹاپک۔ بتائیں، کیسا رسپانس مل رہا ہے؟"

"اچھا رسپانس ہے۔ کچھ ٹی وی چینلز نے کوریج بھی کی ہے۔ ویل، مجھے تو اچھی اُمید ہے۔ باقی سب قسمت کی بات ہے۔ تم سناؤ، وہاں سب ٹھیک سے چل رہا ہے نا؟ فرنیچر وغیرہ سب ریڈی ہے نا؟ دیکھو، ٹائم پر سب کام ہو جانے چاہئیں۔"

"ڈونٹ وری مادام! سب کچھ پرفیکٹلی ہوگا۔ آپ منڈے (Monday) کو تو آ رہی ہیں۔ آ کر دیکھ بھی لیجئے گا۔"

"اِن شاء اللہ...... اوکے پھر، ٹیک کیئر۔ آنٹی کو سلام دینا۔ آ کر ملاقات ہو گی ان سے بھی۔"

"انہیں بھی بڑی حسرت ہے آپ سے ملنے کی۔ انہیں یقین نہیں آ رہا کہ میں آپ جیسی

خاتون سے امپریس ہو سکتا ہوں۔ صرف امپریس ہی نہیں ہوں، فلی آپ کے کنٹرول میں ہوں۔ جیسے چاہیں، مجھے موڑ لیں۔"

"فضول باتیں مت شروع کر دینا۔ میں آ کر تمہاری خبر لوں گی۔ فی الحال میں فون بند کر رہی ہوں۔ اللہ حافظ!" کومل نے مسکراتے ہوئے سیل فون بند کیا۔ نبیل کے ساتھ عجیب بے نام سا تعلق بندھ گیا تھا۔ یہ دوستی تھی یا کیا تھا، وہ خود نہیں جانتی تھی۔ البتہ یہ احساس دن بہ دن بڑھ رہا تھا کہ نبیل کے ساتھ ساتھ رہنے سے اسے واقعی نیا حوصلہ ملا تھا۔



"چاچو! آپ آج گئے نہیں؟" اسفند ابھی ہسپتال سے آ کر لیٹا تھا۔ مون اس کے کمرے میں آ کر اس کے برابر لیٹ گیا۔

"جانا ہے سویٹ ہارٹ! سات بجے تک جاؤں گا۔ تم نہیں گئے؟ تمہیں بھی تو جانا تھا۔" اسفند نے اس کے گرد اپنا بازو پھیلایا۔

"ماما نے منع کر دیا تھا۔ میں نے دادو سے سوری بھی کر لی ہے۔ آپ بھی مجھے ایکسکیوز کر دیں، چاچو!"

"سوری فار واٹ؟" اسفند نے لاڈ سے اُس کی ناک کھینچی۔

"رات کو میں نے مس بی ہیو کیا تھا نا۔ میں نے ماما کو بتایا تو انہوں نے بھی مجھے بہت ڈانٹا۔ ماما نے کہا کہ دادو اور چاچو جیسا کہیں گے، مجھے ویسے ہی کرنا ہے۔ اب تو آپ مجھ سے ناراض نہیں ہو نا؟" شمعون کی معصومیت میں جو کشش تھی، وہ فوراً دل کھینچ لیتی تھی۔ مون کو ایک بار پھر خود سے لپٹاتے ہوئے اسفند نے اسے چوما۔

"نہیں سویٹ ہارٹ! چاچو آپ سے بالکل بھی ناراض نہیں ہیں۔ بلکہ کبھی بھی ناراض نہیں ہو سکتے۔"

"اچھا! آپ ناراض نہیں ہو تو پھر چپ چپ کیوں ہو؟ پتہ ہے، جب ماما ناراض ہوتی ہیں تو ایسے ہی چپ ہو جاتی ہیں۔ میں اپنی ماما کو ناراض نہیں دیکھ سکتا اور آپ کو بھی۔" مون کی ہر بات میں اپنی ماما ضرور شامل ہوتی تھی۔ اسفند کے دل میں عجیب سی کسک اُبھری تھی۔ نجانے آنے والے دنوں میں اس بچے کو وہ کیسے سمجھا پائے گا۔ یا پھر کومل کے بدلتے رویوں اور عملوں کو وہ کیسے سہے گا۔

"مون! میں تمہیں کبھی ٹوٹنے بکھرنے نہیں دوں گا۔ وہ عورت تم سے کھیل کھیل رہی ہے۔ میں اسے سب کے سامنے بے نقاب کر دوں گا۔ وہ اگر تمہیں اس طرح بیچ منجدھار میں چھوڑ کر جائے گی تو اس کی منزل تک تو میں بھی اسے پہنچنے نہیں دوں گا۔" اسفند دل کی کسک کے ساتھ نئے عزم کر رہا تھا۔

مون نے اسے کھویا ہوا دیکھ کر اس کی ٹھوڑی چھو کر متوجہ کیا۔

"چاچو! آر یو آل رائٹ؟ آپ کی طبیعت ٹھیک ہے کیا؟"

"یار! تمہیں کیوں لگا کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں؟ میں ٹھیک ہوں بیٹا!" اسفند نے بے ساختہ اسے لپٹایا۔

"آپ پریشان بھی لگ رہے ہو اور سیڈ بھی۔ میری ماما بھی جب بہت زیادہ کام کرتی ہیں تو ایسے ہی خاموش ہو جاتی ہیں یا پھر ان کا سر درد ہو تو وہ ایسی نظر آتی ہیں۔ پھر میں ان کا سر دبا دیتا ہوں تو وہ ٹھیک ہو جاتی ہیں۔ میں آپ کا بھی سر دبا دیتا ہوں۔" مون نے لیٹے لیٹے ہی اس کی پیشانی دبائی۔

اسفند نے اس کے ننھے ہاتھ تھام کر چومے۔

"چاچو کی جان! مجھے کچھ نہیں ہوا۔ اچھا، مجھے بتاؤ، تمہیں سب سے پیارا کون لگتا ہے؟ کس کے ساتھ زیادہ خوش رہتے ہو؟" اسفند بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ وہ ابھی تک اس کے پہلو میں تھا۔

"چاچو! آف کورس ماما۔ مائی مام از بیسٹ آف دی ورلڈ۔ یو نو چاچو! ماما نے ہمیشہ میری بات مانی ہے۔"

"اور چاچو اچھے نہیں ہیں؟" اسفند نے مصنوعی سنجیدگی سے پوچھا۔

"چاچو! ماما کے بعد آپ ہی تو اچھے ہو۔ بالکل میرے پاپا جیسے۔ ماما بتاتی ہیں، میرے پاپا بہت ہینڈسم تھے۔ وہ بہت پیار کرتے تھے مجھ سے۔ انہوں نے میرے لئے بہت سے گفٹس بھی لا کر رکھے ہوئے ہیں۔ ماما مجھے ہر برتھ ڈے پر گفٹ دیتی ہیں۔ ماما بتاتی ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے پیارے بندوں کو جلدی بلا لیتے ہیں۔ میرے پاپا کو بھی اللہ تعالیٰ نے بلا لیا۔ چاچو! آپ تو جلدی نہیں جاؤ گے نا؟"

"نہیں میری جان! چاچو ہمیشہ آپ کے پاس رہیں گے۔ تم اگر میرے پاس رہو گے تو چاچو کو کچھ نہیں ہوگا۔ تم رہو گے نا میرے پاس؟"

"جی چاچو! آپ کے پاس رہوں گا۔" مون کی معصومیت اُس کا مقصد کب سمجھ سکتی تھی۔

"میں بھی اپنے بیٹے کو بہت سے گفٹس لے کر دوں گا۔ ہم ہر روز گھومنے جائیں گے۔ میں اور تم میرے روم میں رہیں گے۔ اور میں آپ کے سکول بھی آیا کروں گا۔ پھر چاچو آپ کو ڈرائیونگ بھی سکھائیں گے اور رائیڈنگ بھی۔ او کے؟"

"اور میری ماما........وہ بھی یہاں رہیں گی؟"

"نہیں........وہ اپنے گھر میں رہیں گی۔ وہ فیکٹری جو جاتی ہیں۔ تم میرے پاس، میرے روم میں رہو گے۔" اسفند نے اسے اپنے پاس بٹھایا۔

"میں اپنی ماما کے بنا کیسے رہوں گا؟ وہ بھی نہیں رہتیں۔ وہ تو فرسٹ ٹائم مجھے چھوڑ کر گئی ہیں۔ میں ماما سے کہوں گا، وہ بھی ادھر ہی آ جائیں۔ مجھے ان کے بنا کچھ اچھا نہیں لگے گا۔"

مون کے دل میں بسی محبت اتنی جلدی کیسے نکل سکتی تھی۔

اسفند نے گہری سانس لے کر اسے دیکھا۔

"او کے بابا! اگر وہ آنا چاہیں تو بلوا لیں گے۔ لیکن ابھی تو وہ بہت بزی ہیں۔ ہم تمہیں ان سے ملواتے رہیں گے۔ دیکھنا، تم یہاں زیادہ انجوائے کرو گے۔ کل ہم فارم ہاؤس جائیں گے اور پھر کسی دن شاپنگ کے لئے۔"

"اور ریئلی؟........کل تو بہت مزا آئے گا۔ ثانی پھپھو اور دادو بھی جائیں گی نا؟"

"ہاں........سبھی جائیں گے۔ عینی پھپھو، تیمور چچا اور سارہ آنٹی بھی جائیں گی اور اماں جان بھی۔ کل صبح جلدی جانا ہوگا۔ اس لئے تم رات کو جلدی سو جانا۔ او کے، تم اب جاؤ۔ شیف سے کہو، میرے لئے سٹرونگ سی چائے بنا دے۔ میں کلینک کے لئے تیار ہوتا ہوں۔"

"او کے چاچو! میں جا کر کہہ دیتا ہوں۔" وہ اُچھل کر بستر سے اُترا اور تقریباً دوڑتا ہوا اس کے کمرے سے نکل گیا۔ بچوں کو بہلانا ایسا مشکل کام نہیں تھا۔ بشرطیکہ ان کے رجحانات کے مطابق انہیں سہلایا جاتا۔ اسفند کو بھی لگ رہا تھا کہ وہ اسے آخر کومل سے دُور کرنے میں کامیاب ہو ہی جائے گا۔



"حیات! سب لوگ کہاں ہیں؟" کومل واپس آتے ہی منصور ہاؤس چلی آئی تھی۔ سارا سامان گھر چھوڑ کر، نبیل سے معذرت کر کے وہ بیٹے کو لینے چلی آئی تھی۔ نبیل اسے ایئرپورٹ ریسیو کرنے آیا تھا۔ مون کو سرپرائز دینے کے لئے اُسے اطلاع نہیں دی تھی۔

"بیگم صاحبہ تو اپنی بہن کی طرف گئی ہیں اور چھوٹی بی بی، تیمور صاحب کے گھر رہنے گئی ہوئی ہیں۔ مون بابا، اسفند صاحب کے ساتھ گئے ہوئے ہیں۔"

"اچھا........کب تک آئیں گے؟" کومل نے لاؤنج میں کھڑے کھڑے ہی پوچھا۔

"پتہ نہیں بی بی صاحب! ابھی کچھ دیر پہلے ہی گئے ہیں۔ بی بی صاحب! آپ بیٹھو، میں چائے کھانا لاتا ہوں۔"

"نہیں حیات! رہنے دو۔ میں چلتی ہوں۔ مون کو فون کر کے پتہ کرتی ہوں۔" کومل نے بیگ سے فون نکالتے ہوئے قدم موڑے۔

مون کے پاس یقیناً فون نہیں تھا، اس لئے رسپانس نہیں دے رہا تھا۔ کئی بار کی کوشش ناکام ہونے کے بعد کومل نے واپسی کا قصد کیا۔ مون سے رابطہ نہ ہونے نے اُس کی بے چینی بڑھا دی تھی۔ اتنی دُوری سہہ کر اُس کی ممتا کی تڑپ مزید بڑھ گئی تھی۔ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کیا کرے۔

مون سے رابطے کا ذریعہ صرف اسفند منصور ہی بنتا تھا۔ اسفند کو فون کرنے کی ہمت اس میں نہیں تھی۔ نجانے اسے کیا سننے کو ملتا۔ لیکن اس کے علاوہ اس وقت مون تک پہنچنے کا اور کوئی

راستہ نہیں تھا۔ گاڑی چلاتے چلاتے اس نے کشمکش میں اسفند کا نمبر ملایا۔ دو تین بار بیل بجنے کے بعد لائن کاٹ دی گئی۔ اُس نے اُلجھن میں دوسری بار نمبر ملایا، پھر کاٹ دیا گیا۔ تیسری بار، چوتھی بار بھی اس کی لائن کاٹ دی گئی۔ پانچویں بار فون کی پاور آف تھی۔ کومل نے بے بسی سے فون برابر سیٹ پر پھینکا۔

''کیا چاہتا ہے یہ شخص؟...... فون کیوں بند کر دیا ہے؟...... یا اللہ! کیا کروں میں؟'' ذہن دوہری کشمکش میں تھا۔ ایک طرف دل کہہ رہا تھا کہ وہ واپس چلی جائے، مون کو لے کر ہی آئے۔ ذہن کہہ رہا تھا، اسفند منصور اسے لے کر نہ جانے کہاں غائب تھا۔ اُس کے فون کاٹنے کا مطلب تھا کہ وہ مون کو اس تک آنے نہیں دینا چاہتا تھا۔

کچھ سوچ کر اس نے منصور ہاؤس کے نمبر ملائے۔ دس بج چکے تھے، ابھی تک کوئی نہیں واپس آیا تھا، ملازم نے اسے اطلاع دی تھی۔

وہ ذہنی پریشانی کے ساتھ اپنے گھر لوٹی تھی۔ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کیا کرے۔ سفر کی تھکن کے ساتھ یہ نیا آزار اس کی جان کو لگا تھا۔ اب اسے اسفند کی باتیں پورے مفہوم سے سمجھ آ رہی تھیں۔ وہ اس دن صرف جذبات میں وہ باتیں نہیں کر رہا تھا، بلکہ ان باتوں میں اس کا کوئی نہ کوئی مقصد بھی چھپا ہوا تھا، جو آج عیاں ہو رہا تھا۔ اُس نے اُٹھتے بیٹھتے، گھر بھر میں چکراتے ہوئے ایک گھنٹہ گزارا تھا۔ اور جیسے گزارا تھا، یہ وہی جانتی تھی۔

ایک گھنٹے بعد اس نے پھر سے اسفند منصور کا نمبر ملایا تھا۔

''ہیلو!...... مجھے مون سے بات کرنی ہے۔ کہاں ہے مون؟'' لائن ملتے ہی کومل نے قدرے ترشی سے بات کی۔

''سوری رانگ نمبر۔'' دوسری طرف سے فوراً کال ڈسکنیکٹ کر دی گئی۔ کومل نے پھر سے ری ڈائل کیا۔

''اسفند منصور! مجھے مون سے بات کرنی ہے۔ کہاں ہے مون؟ اسے بلائیں، اسے بتائیں میں واپس آ گئی ہوں اور اسے لینے آ رہی ہوں۔''

''اوہ، آئی سی...... آپ واپس آ گئی ہیں، تبھی اتنی بے قراری دکھائی جا رہی ہے۔ بائی دے وے، اب آپ کو مون کی کیا ضرورت ہے؟'' اسفند نے جس انداز میں بات کی تھی، اس پر کومل کو نیا دھچکا لگا تھا۔

''کیا مطلب ہے آپ کا؟ دیکھئے، اس وقت مجھے صرف مون سے بات کرنی ہے۔ آپ اسے فون دیجئے۔''

''آئی ایم سوری۔ مون سے آپ کی بات نہیں ہو سکتی۔''

''وہاٹ ڈو یو مین......؟ اس وقت آپ لوگ کہاں ہیں؟ میں خود آ جاتی ہوں۔'' کومل نے بمشکل خود کو سنبھال کر قدرے نرمی سے بات کی۔

''اس زحمت کی ضرورت نہیں ہے۔ مون اس وقت سو رہا ہے۔''

''وہاٹ...... سو رہا ہے؟...... کچھ دیر پہلے تو گھر پر کوئی بھی نہیں تھا۔ او کے، میں اسے لینے آ رہی ہوں۔''

''کہا ہے نا، یہاں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ یہاں خوش ہے اور آئندہ بھی یہیں خوش رہے گا۔ آپ کو اس کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ نہ ہی یہاں آ کر کسی قسم کا تماشہ کھڑا کرنے کی۔ ورنہ......'' اسفند نے لب بھینچ کر جیسے اگلی بات دانتوں تلے روکی تھی۔

''یہ کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ مجھ سے؟...... آپ اچھی طرح جانتے ہیں، مون میرے بنا نہیں رہ سکتا۔'' کومل حیرت کے اظہار کے طور پر چلا پڑی تھی۔ اسفند نہ جانے کیا چاہ رہا تھا۔

''تبھی آپ اسے چھوڑ کر چلی گئی تھیں۔ بس کیجئے یہ ڈرامہ بازی۔ کم از کم میں متاثر ہونے والا نہیں ہوں۔ جانتا ہوں، آپ کا اصلی چہرہ نقاب میں چھپا ہے۔ جھوٹی ممتا جتا کر آپ دنیا کو بہلا سکتی ہیں، مگر اسفند منصور کو نہیں۔ جائیے، عیش کیجئے۔ آپ کے پاؤں کی زنجیریں سمجھئے آج سے کٹ گئی ہیں۔ اب آپ آزاد ہیں۔ شادی کریں یا ویسے ہی مراسم بڑھائیں، ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہم اپنی نسل کی خواری آپ کے ہاتھوں برداشت نہیں کریں گے۔ سن لیجئے کومل نبیل!...... آپ کا کھیل اب ختم ہو گیا ہے۔''

''شٹ اپ...... تم یقیناً نشے میں ہو...... ہوش میں ہوتے تو......'' کومل نے فون بند کر کے صوفے پر پھینک دیا اور پھر گھٹنوں میں سر دے کر روتی چلی گئی۔ نہ جانے یہ شخص اُس سے کیا چاہ رہا تھا۔ اگر اُس کا یہ حربہ اُسے جھکانے کے لئے تھا تو ایسا ہو نہیں سکتا تھا۔ کومل، اسفند منصور کے دامِ اُلفت میں پھنسنا گوارا کیسے کر لیتی؟

رات بھر سسکتے ہوئے گزری۔ صبح دم اُس کی آنکھ لگی اور پھر اس وقت کھلی، جب مون سکول جا چکا ہوتا تھا۔ اس وقت وہاں جانا بے سود تھا۔ صوفیہ منصور کی جلی کٹی سننے کے علاوہ کچھ بھی حاصل نہیں ہونے والا تھا۔ کوئی بھی تو اس کی سننے والا نہیں تھا۔ اسفند اپنی انا و مردانگی کے زعم میں جانے دل میں کیا ٹھانے ہوئے تھا۔ اُسے چھیڑ کر وہ اپنی جگ ہنسائی کا سامان نہیں کرنا چاہتی تھی۔ بہتر یہی تھا کہ وہ دوپہر تک انتظار کرتی اور پھر سکول ٹائم کے بعد اسے لے آتی۔ تب تک اسے صبر کرنا ہی تھا۔ وہ بے دلی سے اُٹھ کر معمولات میں لگ گئی تھی۔

زیتون خاموشی سے اُس کی حرکات و سکنات دیکھ رہی تھی۔ اُسے اندازہ تھا کہ اُس کی باجی اپنے بیٹے کے بغیر رہ نہیں سکتی۔ رات تو وہ جا کر سو گئی تھی۔ اسے خبر ہی نہیں ہوئی تھی کہ مون واپس کیوں نہیں آیا۔ وہ کومل کی خاموشی کو سفر کی تھکن کے علاوہ بیٹے سے اتنے دنوں کی دُوری سمجھ رہی تھی۔

''باجی! آپ آج فیکٹری مت جاؤ۔ آرام کر لو۔ دوپہر میں مون آئیں گے تو آپ کی

طبیعت بھی سنبھل جائے گی۔"

"نہیں، مجھے فیکٹری تو ضروری جانا ہے۔ دوپہر تک آ جاؤں گی واپس۔ تم مون کی پسند کا کھانا بنا لینا۔ اچھا رہنے دینا، میں اس کی پسند کا بازار سے ہی کچھ لے آؤں گی۔ البتہ تم اپنی چیزوں کی پیکنگ کرتی رہو۔ بعد میں کچھ پڑا نہ رہے۔" کومل چائے کا ایک کپ پی کر جانے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی۔



"میڈم! آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔ آپ گھر جا کر آرام کر لیں۔ میں یہاں دیکھ لوں گا سب۔" کومل کی کام میں عدم توجہی محسوس کر کے مقدس نے بڑے احترام سے مشورہ دیا۔ وہ کافی تھکی ہوئی، اُلجھی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ آتے ہی اس نے فیکٹری کا جائزہ لیا تھا۔ سب کام دیکھ کر وہ اپنے آفس میں آ بیٹھی تھی۔ ذہن مسلسل اسفند منصور کے رویے میں اُلجھا ہوا تھا۔ مون کا فون بھی نہ جانے کہاں تھا۔ اسے بھی اپنی ماما کا خیال نہیں آیا تھا۔ مقدس نے اس کی کیفیت بھانپ کر ہی اسے پھر متوجہ کیا۔

"میڈم! آپ چلی جائیں۔ شمعون کو میں سکول سے پک کر کے چھوڑ جاؤں گا۔"

"میں خود مون کو لینے جاؤں گی۔ تم ایسا کرنا کہ شام کو ڈیفنس والی آؤٹ لیٹ (Outlet) پہ چلے جانا۔ وہاں تہمینہ تمہیں ایک پارسل دے گی، وہ تم خالہ جان کو دے دینا۔" کومل نے اسے کچھ توقف کے بعد جواب دیا۔

"جی، میں چلا جاؤں گا۔ آپ کا ٹور کیسا رہا میڈم؟ فیشن نیوز میں تو خبریں آتی رہی ہیں۔ آپ کی کوئی بزنس ڈیل ہوئی ہے؟"

"ہاں......ہوئی تو ہے۔ نیکسٹ منتھ پراجیکٹ فائنلائز ہو گا۔ نیکسٹ منتھ سے پہلے ہی یہاں سبھی آرڈر پورے ہو جانے چاہئیں۔ پلیز مقدس! تم پرسنلی چیک رکھنا۔ تم تو جانتے ہو، میری مصروفیات۔"

"ڈونٹ وری میڈم! میں سب ہینڈل کر لوں گا۔" کومل نے پُراعتماد مسکراہٹ دیتے ہوئے سر ہلایا۔

"اوکے۔ تم اب جاؤ۔ اگر زارا آ گئی ہو تو اُسے بھیجنا اور چائے کے لئے بھی کہہ دینا۔" کومل نے ریوالونگ چیئر کو گھما کر اپنا رخ موڑا۔ مقدس سر ہلا کر چلا گیا۔



"چاچو! ہم کہاں جا رہے ہیں؟......اور آپ مجھے سکول سے جلدی کیوں لے آئے ہیں؟" شمعون کے سکول میں ابھی چھٹی ہونے میں ایک گھنٹہ باقی تھا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ اسے کوئی اس طرح پہلے لینے آیا تھا۔ نجانے اسفند نے پرنسپل سے کیا کہا تھا۔ شمعون نے گاڑی میں بیٹھتے بیٹھتے پوچھا۔ اس کے چہرے پر حیرت بھی تھی اور خوف بھی۔

"کیا ماما واپس آ گئی ہیں؟ انہوں نے مجھے فون نہیں کیا۔ چاچو! میرا کل سے فون بھی نہیں مل رہا۔ پتہ نہیں کہاں گر گیا ہے۔ وہ ناراض تو نہیں ہیں مجھ سے؟"

"نہیں۔ وہ ابھی نہیں آئیں۔ تم ٹینشن مت لو سویٹ ہارٹ! میں تمہیں نیا فون لے دوں گا۔"

"ماما نہیں آئیں تو پھر آپ مجھے سکول سے کیوں لے آئے ہیں؟ ماما بہت ناراض ہوں گی۔ مگر ماما کیوں نہیں آئیں؟ انہوں نے مجھ سے پرامس کیا تھا کہ وہ منڈے (Monday) کو آ جائیں گی۔ آج ٹیوزڈے (Tuesday) ہے۔" مون جیسے خود سے بول رہا تھا۔ اپنی ماما سے دور رہنا اب اس کے لئے دشوار ہو رہا تھا۔

"کیا ہوا، اُداس ہو گئے ہو؟ یار! آ جائیں گی وہ۔ ہمیشہ تو وہ تمہارے ساتھ نہیں رہیں گی۔ کیا چاچو کے ساتھ رہنا اچھا نہیں لگ رہا؟"

"ماما تو ہمیشہ ساتھ ہی رہتی ہیں۔ میری ماما بھی ہمیشہ میرے ساتھ رہیں گی۔ آپ کی مما دادو آپ کے پاس ہیں نا؟ دا جان کی بڑی ماں بھی ان کے پاس رہتی ہیں تو میری ماما بھی میرے پاس رہیں گی۔ آپ نے ایسا کیوں کہا چاچو؟" شمعون اس وقت حساسیت کی لپیٹ میں تھا۔ اسفند کی بات اس کے دل پر لگی تھی۔

"یار! میں نے تو ایسے ہی کہہ دیا تھا۔ اوکے، ٹیل می اگر تمہیں کوئی کہے کہ تم اپنے چاچو کے ساتھ رہو گے تو پھر تم کسے چوز کرو گے؟ چاچو کو یا ماما کو؟"

"چاچو! مجھے دونوں کے ساتھ رہنا اچھا لگتا ہے۔ ماما کے ساتھ بھی، آپ کے ساتھ بھی۔ میں آپ دونوں کے ساتھ تو رہتا ہوں۔" اس کی معصومیت بھی لاجواب کر جاتی تھی۔

"مون! فار اگزامپل میں اور تم آؤٹ آف کنٹری چلے جائیں تو کیا تم اپنی ماما کے بغیر رہ لو گے؟"

"نو......نیور چاچو! ایسا نہیں ہو سکتا۔ میں اپنی ماما کے بنا کہیں نہیں جاؤں گا۔ ہم انہیں بھی ساتھ لے جائیں گے۔ یُو نو، ماما نے مجھ سے پرامس کیا ہے کہ اس ووکیشن میں وہ مجھے کہیں گھمانے ضرور لے جائیں گی۔ اور میری ماما جو ہیں نا، وہ جینئل پرامس کرتی ہیں۔" مون کی ہر بات اپنی ماما سے شروع اور ماما پر ختم ہوتی تھی۔ اسفند نے لب بھینچ کر ایک نظر اسے دیکھا۔ ڈرائیونگ کرتے ہوئے وہ پھر سے سوچوں میں اُلجھ رہا تھا۔ کومل کی محبت شمعون کے دل سے اُکھاڑ پھینکنا اتنا آسان نہیں تھا۔ لاکھ کوشش کے باوجود اس آٹھ نو دن کے عرصے میں وہ کومل کو بھلا نہیں پایا تھا۔

"چاچو! ہم گھر نہیں جا رہے؟" اسفند کو نئی سمت میں جاتے دیکھ کر مون نے اس کا بازو پکڑ کر متوجہ کیا۔

"نہیں......ہم اُنکل نعمان کی طرف جا رہے ہیں۔ ان کے پاس بہت سے برڈز ہیں۔

تمہیں برڈز پسند ہیں نا؟''

''اور ریئلی؟........ چاچو! آئی لائیک برڈز ویری مچ۔ بٹ ماما کو اچھا نہیں لگتا۔ ماما کہتی ہیں، پرندوں کو آزاد رہنے دینا چاہیے۔ وہ بھی جاندار ہیں۔ انہیں پنجروں میں قید نہیں کرنا چاہیے۔'' مون کی بات پر اسفند نے کوئی جواب نہیں دیا۔ مون حد سے زیادہ اپنی ماما کے اثر میں تھا۔ یہ اثر کیسے توڑا جاتا، یہی تو مشکل عمل تھ۔ یہ مشکل عمل اب کر گزرنے کی اس نے ٹھان لی تھی۔

''چاچو! پرندوں کو پکڑنا گناہ ہوتا ہے نا........ ماما کہتی ہیں، وائلڈ لائف کی پروٹیکشن ہم سب کا فرض ہے۔ ہمارے فوریسٹ (جنگلات) ہمیں ہیلتھ کے ساتھ ساتھ ہماری کنٹری کی اکانومی بھی بڑھاتے ہیں، اور بہت سے جانوروں اور پرندوں کو محفوظ بھی رکھتے ہیں۔ اور ماما یہ بھی بتاتی ہیں کہ جس طرح ہم انسان زمین پر اپنے اپنے گھر بناتے ہیں، اسی طرح فوریسٹ میں پرندے اور جانور بھی اپنے اپنے گھر بناتے ہیں۔ پھر ہم انسان انہیں ان کے گھروں سے نکال کر قید کیوں کر لیتے ہیں؟ اگر ہمیں کوئی ایک کمرے میں بند کر دے تو ہمیں کتنا رونا آتا ہے۔ غصہ بھی آتا ہے۔ آپ انکل نعمان سے کہنا، وہ سب پرندوں کو چھوڑ دیں، ورنہ انہیں گناہ ملے گا۔''

مون کا سنجیدہ لب ولہجہ اسفند کو نہ صرف حیران کر رہا تھا بلکہ اس کی کبیدگی بھی بڑھا رہا تھا۔ کومل نے ایک بچے کے ذہن میں نہ جانے کیا کیا بھر رکھا تھا۔ کوئی اور وقت ہوتا اور اس کا ذہن و دل کومل کے لئے اچھے احساسات رکھتا تو اسے مون کی باتیں نہ صرف متاثر کرتیں بلکہ اسے اس عمر میں اس کی ذہانت پر فخر بھی محسوس ہوتا۔ مگر اب اسے چڑ ہو رہی تھی۔ اسی اثر میں وہ مون سے مخاطب ہوا۔

''بچے! اتنی بڑی بڑی باتیں نہیں کرتے۔ انکل نعمان کو یہ مت کہنا ورنہ انہیں برا لگے گا۔ انڈر اسٹینڈ؟''

''کیوں چاچو؟........ انہیں بتانا چاہیے نا۔''

''کہا ہے نا، انہیں کچھ مت کہنا۔ ہم وہاں انجوائے کرنے جا رہے ہیں۔'' اسفند نے پھر سے ٹوکا۔

''آپ آج ہاسپٹل نہیں جائیں گے؟'' مون نے پھر استفسار کیا۔

''نہیں یار! تم میرے ساتھ زیادہ ٹائم سپنٹ کرنا چاہتے تھے نا۔ اس لئے میں نے آج ہاسپٹل سے لیو لی ہے۔ اب خوش ہو نا؟'' اسفند نے اپنی چڑچڑاہٹ پر قابو پایا۔

''یس، خوش تو ہوں۔ مگر ماما........''

''مون! دیکھو، انکل کا گھر آ گیا ہے۔ انکل کے گھر میں بھی مزا آئے گا۔ جیسے ہمیں فارم ہاؤس میں آیا تھا۔ اسفند نے اسے بات مکمل نہیں کرنے دی۔ شمعون بھی اس وقت چاچو کے ساتھ رہنے کی خواہش کی تکمیل میں خوش و مگن تھا۔ بچپنے کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے، اس عمر

میں اکثر بچے رویوں اور چھپی سازیوں کو سمجھ نہیں پاتے۔



زندگی میں پہلی بار کومل نے اتنی تیز گاڑی چلائی تھی۔ وہ سکول ٹائم پر شمعون کو لینے پہنچی تو وہاں سے اسے خبر ملی کہ آج وہ ایک گھنٹہ پہلے ہی اپنے چاچو کے ساتھ جا چکا ہے۔ (کیونکہ اس کی ماما کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی) کومل کے لئے یہ خبر انتہائی اذیت ناک تھی۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اسفند منصور، شمعون کو اس سے دور رکھنے کے لئے اس حد تک جا سکتا ہے۔

وہ منصور ہاؤس آئی تو شمعون ابھی تک پہنچا نہیں تھا۔ نہ ہی اسفند اس کا فون ریسیو کر رہا تھا۔ اماں جان ان دنوں میں تیمور احمد کی طرف تھیں ورنہ شاید وہی اس کی پریشانی سمجھ لیتیں۔ اس وقت وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ کس کو پکارے، کس سے فریاد کرے۔ نجانے کیوں اس کی ممتا کو آزمایا جا رہا تھا۔ صوفیہ منصور حسب معمول گھر پر آج بھی نہیں تھیں یا پھر دانستہ وہ بھی گھر سے غائب تھیں۔

گھر آ کر تو جیسے اس کا خود پر سے اختیار ہی اٹھ گیا تھا۔ وہ کمرے میں بیٹھی روئے جا رہی تھی۔ زیتون رات سے اس کی کیفیت نوٹ کر رہی تھی۔ اب اسے بے وقت گھر آتے دیکھ کر اور ہر چیز سے منع کرتے ہوئے کمرے میں بند ہونے کے عمل پر اس نے گھبراتے ہوئے روشنی کو فوراً فون کر کے آنے کے لئے کہا۔

''کیا ہو گیا؟........ میں نے سوچا تھا کہ شام کو چکر لگاؤں گی۔ تم تھکی ہوئی ہو گی، ذرا آرام کر لو پھر تمہیں تنگ کروں گی۔ مگر محترمہ نے مجھے بھری دوپہر میں دوڑ لگوا دی۔ بھئی کیا ہوا؟ بتاؤ بھی۔'' روشنی آئی اور آتے ہی اپنے انداز میں بولتی اس کے سامنے آ بیٹھی۔

کومل کے بہتے آنسو یک دم تھم گئے۔ حیرت اس کی آنکھوں سے مترشح تھی۔ اس وقت روشنی کو سامنے دیکھ کر اس کا حیران ہونا لازمی امر تھا۔

''تم........ تم یہاں........؟'' کومل نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے بے اختیار پوچھا۔

''کیوں، میرا یہاں آنا منع ہے؟ میں تمہاری طبیعت کا سن کر دوڑی آئی ہوں اور تم........'' روشنی نے اپنے بے تکلف انداز میں صوفے پر آلتی پالتی ماری۔

''میری طبیعت........''

''باجی! روشنی باجی کو میں نے فون کیا تھا۔ آپ رات سے پریشان ہیں۔ اب بھی آئی ہیں تو مجھے پریشان لگ رہی تھیں۔ پتہ نہیں کیا بات ہے، میں نے اسی لئے........'' زیتون کولڈ ڈرنک لے کر آئی تھی۔ سامنے میز پر گلاس رکھتے ہوئے اس نے صفائی پیش کی۔

''زیتون! او کے تم جاؤ۔'' روشنی نے گلاس اٹھاتے ہوئے بغور اسے دیکھا۔ اس کے سوجے پپوٹے، الجھا ہوا رویہ روشنی کو کھٹک رہا تھا۔

''کیوں پریشان ہو؟........ ٹور اچھا نہیں رہا؟ کوئی لوس (Lose) ہو گیا ہے؟ کیا ہوا ہے

یار؟'' روشنی سوال پہ سوال کر رہی تھی۔

''کچھ نہیں ہے۔ تم سکون سے بیٹھو۔ کھانا کھاؤ گی۔''

''آئی تھنک میں دوپہر میں کھانا کھاتی ہوں۔ ویل، تم مجھے ٹالو نہیں۔ سیریسلی بتاؤ، کیا بات ہے؟ اور وہ تمہارا اگڑا شہزادہ کہاں ہے؟ سکول سے آتے ہی کھیل کود میں لگ گیا ہے یا سو گیا ہے؟''

''وہ...... گھر پر نہیں ہے...... روشنی! تم ٹھیک کہتی تھیں، مجھے یہ لوگ ایک دن مکھن میں پڑے بال کی طرح نکال پھینکیں گے اور مجھے......'' کومل سے ضبط کرنا مشکل ہو گیا تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ روشنی اس کی حالت پر ایک دم پریشان ہو کر اس کے پاس جا بیٹھی۔

''کیا ہوا کومل؟...... پلیز ٹیل می، کیا پریشانی ہے تمہیں؟ کن لوگوں کی بات کر رہی ہو تم؟''

''اسفند منصور اور مما...... وہ دونوں میرے لئے سازش کا جال بُن رہے ہیں۔ انہوں نے مجھ سے مون کو چھین لیا ہے۔''

''کیا؟...... کومل! کیا کہہ رہی ہو تم؟ سازش؟...... مون کو چھین لیا ہے؟ کیوں؟ ایسے کیسے کوئی تم سے اسے چھین سکتا ہے؟ تمہارے پاس اتھارٹی ہے۔''

''تم مما کو جانتی ہو۔ وہ کچھ بھی کر سکتی ہیں۔ انہوں نے ہی اسفند کو اپنا ہمنوا بنا کر کل مون کو مجھ سے ملنے نہیں دیا اور آج...... آج وہ لوگ اسے جھوٹ بول کر سکول ختم ہونے سے ایک گھنٹہ پہلے ہی لے کر غائب ہو گئے ہیں۔ وہ کیا کرنا چاہتے ہیں، میں سمجھ نہیں پا رہی۔'' کومل نے بلکتے ہوئے اپنی بے بسی کا اظہار کیا۔ روشنی نے اسے خود سے لپٹا کر پُر ملال انداز میں اسے ہولے ہولے تھپکا۔

''کومل! سنبھالو خود کو...... وہ ایسے کیسے تم سے تمہارا بچہ چھین سکتے ہیں؟ ٹھیک ہے، تم نے اس بچے کو جنم نہیں دیا، مگر پرورش تو تمہی نے کی ہے۔ تم سے کس نے بات کی ہے اس سلسلے میں؟ صوفیہ آنٹی نے یا پھر اسفند منصور نے؟''

''میرے دبئی جانے سے پہلے ہی اسفند منصور کے تیور اچھے نہیں تھے۔ میں نے سیریسلی ان کی باتوں کا اثر نہیں لیا تھا۔ مگر کل رات تو اس شخص نے صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ وہ مون کو میرے پاس نہیں آنے دے گا۔ اور آج اس نے عملی ثبوت بھی دے دیا ہے۔''

''اُس کی تو ایسی کی تیسی۔ کیسے روک سکتا ہے وہ مون کو؟ اور کس حق سے؟ جب بچہ سنبھالنے کا وقت تھا، اس وقت کسی کو احساس نہیں تھا کہ یہ بچہ ان کی نسل کا نمائندہ ہے۔ اور آج...... اُس دن تم نے مجھے روک دیا تھا، ورنہ موصوف کی تو طبیعت اسی دن صاف کر دیتی میں۔ کس قدر تلملا کر آیا تھا اپنے خاندان کی سچائی سن کر۔ کیسے دعوے کر رہا تھا۔ خیر تم پریشان مت ہو۔ مون سے کانٹیکٹ کرو۔ دیکھو، سنو اُسے ان لوگوں نے کیسے ٹریٹ کیا ہے۔ اتنا تو مجھے

بھی یقین ہے، وہ لوگ اتنی جلدی تو اُسے ٹریپ نہیں کر سکے ہوں گے۔''

''اس سے بھی تو میرا کانٹیکٹ نہیں ہو پا رہا۔ نہ جانے وہ کیسے میرے بنا رہا ہو گا۔ روشنی! تم تو جانتی ہو، وہ کبھی اتنے دن مجھ سے دُور نہیں رہا۔ اسے میں نے بتایا تھا، میں منڈے (Monday) کو آ جاؤں گی۔ وہ نجانے کیا سوچ رہا ہو گا کہ اُس کی ماما نے اس سے جھوٹ بولا۔'' کومل کو اپنا غمگسار ملا تھا، تبھی وہ کھل کر اپنا غبار نکال رہی تھی۔

''اچھا، تم خود کو سنبھالو۔ فریش ہو جاؤ۔ ہم دونوں اُسے لینے چلتے ہیں۔'' روشنی نے اُس کے بکھرے بال سمیٹے۔

''میں منصور ہاؤس ہو آئی ہوں۔ وہ وہاں نہیں ہے۔ بلکہ گھر پر کوئی بھی نہیں ہے۔''

''تم ثانیہ سے کنٹیکٹ کرو۔ اُسے تو معلوم ہو گا، کہاں ہیں سب۔''

''ثانیہ بھی کئی دنوں سے تیمور چچا کے گھر رہ رہی ہے۔ اور مما کی پلاننگ وہ تو کیا، کوئی بھی نہیں جان سکتا۔'' وہ پھر سسکی۔

''اوکے میری جان! تم اس طرح خود کو ہلکان مت کرو...... مون جہاں کہیں بھی ہو گا، آخر تم سے رابطہ تو کرے گا۔ ورنہ پھر وہ لوگ رات کو تو گھر پر ہی آئیں گے۔ پھر دیکھتے ہیں۔''

''نہیں روشنی! میں نہیں چاہتی کہ تم اس معاملے میں ان سے کچھ کہو۔ اسفند منصور نے یہ جو اسٹیپ لیا ہے، اس کا جواب میں ہی اُسے دوں گی۔ وہ عورت کو کمزور سمجھ کر من مانی کر رہا ہے۔ اُسے خبر نہیں، عورت جب ماں بن کر سامنے ڈٹ جائے تو دنیا کی کوئی طاقت اُس سے کھیل نہیں سکتی۔'' کومل نے بالآخر خود کو سنبھال لیا تھا۔ روشنی بھی یہی چاہتی تھی کہ وہ اپنے لئے خود لڑنے کی ہمت پیدا کرے۔ وہ پہلے ہی کافی مضبوط ہو چکی تھی۔ آج کے اس واقعے کے بعد اُس کی طاقت بڑھنے کا امکان بھی پیدا ہو گیا تھا۔

''دیٹس لائیک اے بریو لیڈی۔ میں تو خود تمہیں یہی سمجھاتی رہی ہوں کہ اس طرح ڈر کر، دب کر جینے والوں کو یہ دنیا روند کر گزر جاتی ہے۔ جو تمہیں نہیں مانتے، انہیں ماننے پر مجبور کر دو۔''

''مجھے کسی سے اپنا آپ نہیں منوانا۔ مجھے تو بس...... بس اپنا بیٹا چاہئے۔ میرے جینے کا سہارا ہے وہ۔ میں اس طرح اسے کسی کو چھیننے نہیں دوں گی۔'' کومل کا عزم و حوصلہ اس کے کرب کو کم کر رہا تھا۔



''سنی! تم کہاں تھے دن بھر؟...... اس عورت نے جینا حرام کر رکھا ہے۔ فون پہ فون آ رہے ہیں اس کے۔ مون کو تم کہاں لے گئے تھے؟'' شام ڈھلے وہ نعمان کے گھر سے لوٹے تھے۔ مون کو مزا تو آیا تھا، مگر دل کے کسی کونے میں مسلسل اپنی ماما کی یاد بھی کسک دیتی رہی تھی۔

''مما! ہم نعمان کی طرف چلے گئے تھے۔ آج اس کے گھر پہ گیٹ ٹوگیدر بھی تھی۔ میں مون کو اس لئے ساتھ لے گیا تھا کہ یہاں پھر یہ تنہا پریشان رہتا۔'' اس نے کافی محتاط ہو کر جواب دیا۔

''میں تو تین بجے گھر آ گئی تھی۔ حیات بتا رہا تھا، دو چکر لگا کر گئی ہے وہ۔ وہ آ گئی ہے۔ اب تمہیں کیا ضرورت ہے سر درد مول لینے کی؟ اس کا بچہ اس کے حوالے کرو۔ ورنہ تمہارے پاپا کا نزلہ مجھ پر گرے گا۔''

''اس کا بچہ؟........ یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں مما؟ مون اُس کا بچہ نہیں ہے۔ اور آپ پاپا کی فکر نہ کریں۔ میں انہیں سمجھا لوں گا۔ میں اسے بھی بتا چکا ہوں کہ اب مون ہمارے پاس رہے گا۔''

مون آتے ہی ٹی وی آن کر کے بیٹھ گیا تھا۔ دادی اور چچا کی پہلی باتوں پر اس کا دھیان نہیں گیا تھا۔ آخری باتیں سن کر وہ جیسے چوکنا ہو گیا۔ ریموٹ کشن پر رکھتے ہوئے وہ ان کے پاس آ کر پوچھنے لگا۔

''میری ماما آ گئی ہیں؟........ چاچو! مجھے ماما کے پاس جانا ہے۔ مجھے یہاں نہیں رہنا........ آپ مجھے چھوڑ آؤ۔''

مون کی مداخلت پر اسفند کو احساس ہوا تھا کہ جذبات میں وہ کیا غلطی کر گیا ہے۔ صوفے پر بیٹھتے ہوئے اسے بھی ساتھ بٹھا کر بولا۔

''مون! میں ابھی بہت تھکا ہوا ہوں۔ کل چھوڑ آؤں گا۔ ابھی تم یہیں رہو۔ بلکہ ہم چاہتے ہیں، اب تم ہمیشہ یہیں رہو۔''

''وائے چاچو؟........ ماما کے بغیر میں کہیں نہیں رہ سکتا۔ نیکسٹ ٹائم تو میں ان کے ساتھ جاؤں گا۔''

''سن رہے ہو، چھٹانک بھر بچے کی زبان۔ تم خوامخواہ اپنا وقت برباد کر رہے ہو سنی! اس عورت نے اس کے باپ کو پورا قابو کر رکھا تھا، یہ تو پھر بچہ ہے۔''

''مما! اس بچے کو جب سچائی پتہ چلے گی تو یہ اُس کا نام بھی سننا پسند نہیں کرے گا۔''

''چاچو! آپ میری ماما کے بارے میں اس طرح بات کیوں کر رہے ہیں؟'' سات سالہ بچے کی حساسیت اسے عمر سے بڑے بڑے سوالات میں اُلجھا رہی تھی۔ دادو اور چچا کی باتیں نہ سمجھ میں آنے کے باوجود اُسے چبھ رہی تھیں۔

''مون! تم آرام سے اپنے کمرے میں جاؤ اور اپنا ہوم ورک کرو۔ بڑوں کی باتوں میں بچے نہیں بولتے۔'' اسفند نے پھر سے چمکارا۔

''میں اپنے گھر جا کر ہوم ورک کر لوں گا۔ ماما کے آنے کے بعد میں یہاں نہیں رہ سکتا۔ مجھے ان کے پاس جانا ہے۔ پلیز آپ مجھے ان کے پاس چھوڑ کر آئیں۔''

''آج تو میں تمہیں نہیں چھوڑ سکتا۔ اور یار! کیا تمہیں چاچو کے ساتھ رہنا اچھا نہیں لگ رہا؟ چاچو بھی تو تمہارا بہت خیال رکھتے ہیں۔ دیکھو، آج سارا دن ہم نے کتنا انجوائے کیا ہے نا۔''

''چاچو!........ اچھا لگتا ہے۔ بٹ ماما سے زیادہ نہیں۔ مجھے ماما کے ساتھ زیادہ مزا آتا ہے۔ ماما کتنے دنوں بعد آئی ہیں۔ وہ میرا ویٹ (انتظار) کر رہی ہوں گی۔ بس آپ مجھے چھوڑ آئیں نا۔ میں اتنے زیادہ دن تو رہا ہوں آپ کے ساتھ۔ اب مجھے ماما یاد آ رہی ہیں۔ مجھے ان کے ساتھ بہت سی باتیں کرنی ہیں۔''

وہ رُوٹھ کر فاصلے پر جا بیٹھا۔ صوفیہ منصور نے اُسے گھور کر دیکھا۔ مون کی یہ لاڈ و ناز اُٹھوانے والی ادا ہی تو انہیں بھاتی نہیں تھی۔

''جب تمہیں سمجھا دیا ہے مون! کہ آج نہیں، کل لے جانا اپنی چہیتی ماما کے پاس، پھر ضد کیوں کر رہے ہو؟ تمہارے چاچو تھکے ہوئے ہیں۔ اب کہیں نہیں جائیں گے۔''

''کیوں نہیں جائیں گے؟........ میرے چاچو مجھے چھوڑنے جائیں گے۔ ہے نا چاچو؟ آپ مجھے میری ماما کے پاس لے کر جائیں گے نا؟'' وہ ناراضگی بھلا کر پھر قریب آ بیٹھا۔ ''پلیز چاچو! میں اپنی ماما کو بہت مس کر رہا ہوں۔ آپ مجھے لے جائیں نا۔ میری ماما ہمیشہ میری بات مانتی ہیں۔ وہ اتنے سارے کام کر کے بھی مجھے ہر جگہ لے جاتی ہیں۔ اور آپ مجھے میری ماما کے پاس نہیں لے جا رہے۔ ٹھیک ہے، میں اپنی ماما کو فون کرتا ہوں، وہ آ کر مجھے لے جائیں۔ میں اب یہاں کبھی نہیں آؤں گا۔'' اس کی منت و سماجت میں یک دم غصہ بھی شامل ہو گیا اور چند لمحوں میں ہی وہ رونے بھی لگا۔

''مون! تمہیں سمجھایا ہے نا۔ تم اس عورت کے پاس نہیں جاؤ گے۔ وہ تمہاری ماما نہیں ہیں۔ تمہاری ماما تو تمہارے پاپا کی طرح اللہ تعالیٰ کے پاس ہمیشہ کے لئے چلی گئی ہیں۔ جب تم بہت چھوٹے تھے تو اس سے تمہارے پاپا کی شادی ہوئی تھی۔''

''نہ........ نہیں...... وہ میری ماما ہیں۔ آپ جھوٹ بول رہے ہیں۔ وہ میری اسٹیپ مدر نہیں ہیں۔ وہ میری ماما ہیں۔'' وہ روتے روتے ایک دم چلا پڑا۔ اور پھر خاصی بدتمیزی سے اس نے اسفند کو جھوٹا کہا۔ ''جھوٹے ہو آپ۔ جھوٹے ہو، جھوٹے ہو۔ آپ لائر ہو۔ میری ماما جھوٹ نہیں بولتیں۔ آپ سب گندے ہو، برے ہو۔ دادو بھی........ آپ بھی۔ سبھی برے انسان ہو۔'' مون کا یہ جارحانہ پن پہلی دفعہ اس کے سامنے آیا تھا۔ اسفند کا غصہ ایک دم اُس کی رگوں میں اُبل پڑا اور تھپڑ کی صورت مون کے گال پر پیوست ہو گیا۔ صوفیہ حیرت سے اسفند کے رویے کو دیکھ رہی تھیں۔ ملازم بھی کونوں کھدروں سے آ نکلے تھے۔ مگر کسی کی مجال نہیں تھی کہ سامنے آ کر کچھ کہہ جاتے۔

''تمہیں کہہ دیا ہے کہ وہ تمہاری ماں نہیں ہے۔ چھوڑ جائے گی وہ تمہیں ایک دن۔ پھر

معلوم ہو جائے گا کہ ہم جھوٹے ہیں یا......'' اسفند کی جھنجلاہٹ قابلِ دید تھی۔

''نہیں......آپ جھوٹ بول رہے ہیں۔ وہ مجھے چھوڑ کر کبھی نہیں جائیں گی۔ ماما!...... ماما!......آ جاؤ...... ماما! آ جاؤ۔'' اس کی دل دہلا دینے والی چیخیں پورے گھر میں گونج رہی تھیں۔

''سنی! اس طرح مت کرو۔ دیکھ رہے ہو نا بچے کی حالت۔ اسے کچھ ہو گیا تو؟ قانونی طور پر حقوق حاصل کر رکھے ہیں اس نے...... مجھے ڈر ہے کہ......'' صوفیہ منصور بھی مون کی آہ و فغاں پر دہل اٹھی تھیں۔ کچھ بھی تھا، آج تک مون کی طرف سے ان پر یا کسی پر بھی ایک وقت کی ذمہ داری عائد نہیں کی گئی تھی۔ اس کی ہر ضرورت، ہر خواہش کو کومل نے ماں کی طرح ہی پورا کیا تھا۔ یہ کیسے ہو سکتا تھا، اپنی ماں کو اپنے اس قدر قریب پانے والا بچہ اس سے ایک لمحے میں بدظن ہو جائے۔ وہ محبتوں کی پہچان رکھنے والا اور نفرتوں کو محسوس کرنے والا بچہ تھا۔ اسفند کے رویّے اور عمل نے اسے زبردست ٹھیس لگائی تھی۔ ویسے بھی صوفیہ کو بچوں کے ناز نخرے اٹھانا گوارا نہیں ہوتا تھا۔ مون کا اس طرح یہاں رہنا انہیں کب برداشت ہوتا؟ اپنی مما کا بدلتا رویّہ دیکھ کر اسفند کو بھی حیرت ہوئی۔ اسفند کو بھی شمعون کے ردِعمل سے دھچکا لگا تھا۔

''مما! میں اسے برے وقت سے بچانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ آپ کو معلوم ہے نا بعد میں کس قدر مشکل ہو گی۔''

''بعد کی بعد میں بھگت لیں گے۔ ابھی تو جاؤ، اسے چھوڑ کر آؤ۔ اس بچے سے ہمیں فیض نہیں مل سکتا۔''

''چلو آؤ، تمہیں چھوڑ کر آؤں، تمہاری ماما کے پاس۔ جاؤ اپنا سامان لے آؤ...... نذیراں! او نذیراں! مون کا سامان لے کر آؤ۔'' اسفند غصے میں بھنّاتا ہوا ہدایت دیتا لاؤنج سے باہر چلا گیا۔

''مون! تم لڑکے ہو، مرد ہو۔ اور مرد روتے نہیں ہیں۔ اوکے، اب آنسو صاف کرو۔ تم جا رہے ہو نا اپنی ماما کے پاس۔'' ان کے لئے گاڑی کا اگلا دروازہ کھولتے ہوئے اسے منانے کی کوشش کی۔

''آپ نے مجھے مارا ہے۔ میری ماما نے آج تک مجھے نہیں مارا۔ آپ نے جھوٹ بولا ہے۔ وہ میری ماما ہیں......صرف میری ماما۔ شانی (دوست) کی اسٹیپ مدر ہیں۔ وہ اسے بہت مارتی ہیں۔ اسے کہیں لے کر بھی نہیں جاتیں۔ کوئی چیز، کھلونے بھی نہیں لے کر دیتیں۔ میری ماما تو مجھے بہت پیار کرتی ہیں۔ میں اُن کے بنا کہیں نہیں رہوں گا۔ یہاں کبھی نہیں آؤں گا۔'' سسکیاں بھرتے بھرتے اس نے پھر سے اُسے احساس دلایا۔ غصے میں اُسے تھپڑ بھی زوردار پڑا تھا۔ اُس کی گال نہ صرف سرخ تھی بلکہ اس پر انگلیوں کے نشان بھی تھے۔ اسفند نے تاسف سے اسے دیکھا۔ اپنی بے بسی کو، اپنی اندر کی جلن کو منتقل کیا بھی تو معصوم بچے پر۔

''آئی ایم سوری یار!'' اسفند نے اس کے گال کو جھک کر چومنا چاہا۔ شمعون بے رخی سے رخ موڑ کر کھڑکی سے باہر جھانکنے لگا۔ نذیراں اُس کا سامان لے آئی تھی۔ نذیراں نے جیسے ہی سامان رکھا، اسفند نے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

دل میں عجیب سی کسک لئے وہ تیزی سے گاڑی کو بھگاتا شمعون ہاؤس پہنچا



کومل خود پر ضبط کا پہرہ بٹھاتے بٹھاتے تھک گئی تو اس نے منصور ہاؤس جانے کی ٹھانی۔ کچھ بھی ہوتا، وہ مون سے اس طرح تو کبھی دستبردار نہ ہوئی۔ اسفند اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے اُس کے جذبات سے کھیل رہا تھا۔ وہ پورچ سے اُتر کر گاڑی تک آ رہی تھی، جب ہارن بجا اور چوکیدار نے گیٹ کھول دیا۔ اسفند منصور کی گاڑی اندر آئی اور پھر مون اس سے نکلا اور پھر روتا ہوا، بھاگتا بھاگتا اپنی ماما سے آلپٹا۔ مون کا یہ ردِعمل حیران کن ہی نہیں، پریشان کن بھی تھا۔

''کیا ہوا مون!......وہاٹس ہیپنڈ؟......کیوں رو رہے ہو؟'' کومل نے اُسے لپٹائے لپٹائے غمزدہ ہو کر پوچھا تو وہ بلکتے بلکتے پوچھنے لگا۔

''ماما! کیا آپ میری ماما نہیں؟......کیا میری ماما مر گئی ہیں؟......کیا آپ میری اسٹیپ مدر ہیں؟ شانی کی ماما کی طرح؟......بتائیں نا ماما!......آپ میری ماما نہیں ہیں؟''

''کس نے کہا؟......کون کہتا ہے؟'' کومل کو نیا جھٹکا لگا تھا۔ اس نے گاڑی سے سامان نکالتے اسفند کو قہر بھری نظروں سے دیکھا۔

''چاچو نے کہا ہے کہ آپ میری ماما نہیں ہیں۔ ماما! آپ میری ماما ہیں نا؟ میں آپ کا بیٹا ہوں نا؟......چاچو جھوٹ بول رہے ہیں نا؟''

''ہاں، ہاں میری جان!...... میں تمہاری ماما ہوں۔ تمہیں کیا لگتا ہے، میں تمہاری ماما نہیں ہوں؟......کوئی کہے گا اور تم مان لو گے؟ تم خود نہیں جانتے کہ ماما صرف آپ کی ماما ہیں۔ تمہارے چاچو جھوٹ بولتے ہیں۔'' کومل اُسے سنبھالتے سنبھالتے خود بھی رونے لگی۔ وہ اپنی ماما کو روتے دیکھ کر گھبرا گیا۔ اپنا رونا بھول کر جیسے اُسے بہلانے لگا۔

''آئی نو مام! چاچو نے جھوٹ بولا ہے۔ وہ مجھے آپ کے پاس آنے نہیں دے رہے تھے۔ میں اب کبھی ان سے بات نہیں کروں گا۔ میں صرف اپنی ماما کے پاس رہوں گا، ماما!......ماما! یُو نو، چاچو نے مجھے مارا ہے...... یہاں فیس پر۔ بہت زور سے۔'' وہ تھپڑ کا درد پھر سے محسوس کر کے رونے لگا۔

''کیا؟......تمہیں مارا؟'' کومل نے اُس کے گال کو بے اختیار چوما۔ ''ڈونٹ وری سویٹ ہارٹ! میں ان سے پوچھ لوں گی کہ انہوں نے کس حق سے تم پر ہاتھ اٹھایا۔'' وہ جو اسے لے کر پورچ کی سیڑھیوں پر بیٹھ چکی تھی، اپنی سفید ساڑھی کے پلو سے پہلے مون کے آنسو

صاف کیے اور پھر اپنا چہرہ رگڑا۔

''آپ کس حق سے اس پر قابض ہو؟ یُو نو ویری ویل، میں نے مون سے جھوٹ نہیں کہا۔'' اسفند نہ جانے کس لمحے ان کے قریب آ گیا تھا۔ کومل نے اپنی گود سے مون کو اتارا اور اس کے سامنے کھڑی ہو گئی۔

''شٹ اپ اسفند منصور!'' کومل غصے سے چیخ پڑی۔ ''چلانے سے سچائی چھپ نہیں سکتی۔ آج نہیں تو کل یہ جان جائے گا کہ حقیقت کیا ہے۔ تمہیں آخر راستہ بدلنا ہی ہے۔ ہم تمہارے راستہ بدلنے سے پہلے اسے تمہارا اصلی چہرہ دکھانا چاہتے ہیں تاکہ یہ تمہارے کسی فریب میں نہ آ جائے۔ تمہاری جھوٹی ممتا کی بھینٹ ہم اپنے خون کو نہیں چڑھنے دیں گے۔''

''تم حد سے بڑھ رہے ہو اسفند منصور! اگر تم شافند کے بھائی نہ ہوتے تو......''

''تو......تو کیا کر لیتیں آپ؟'' اُس کا لہجہ نہایت ہتک آمیز تھا۔ کومل نے لب بھینچ کر گہری سانس اندر کھینچ کر باہر نکالی۔ وہ ضبط کے کڑے مرحلے سے گزر رہی تھی۔

''مون! تم اندر جاؤ۔ میں ابھی آتی ہوں۔'' مون فرمانبرداری سے اندر بڑھ گیا۔ ممتا کی مہک خون کی کشش سے بڑھ کر تھی۔

''سنو اسفند منصور! آرام سے چلے جاؤ۔ مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی۔''

''مگر میں آج تم سے دوٹوک بات کرنے آیا ہوں۔ تم نے مون پر اپنا جو تسلط جما رکھا ہے، اب وہ ہم سے برداشت نہیں ہوتا۔ تم اپنی لائف کو جیسے چاہے گزارو، جس کے ساتھ چاہے شیئر کرو، مگر مون کی معصومیت سے مت کھیلو۔ وہ ٹوٹ جائے گا۔ میں اسے ٹوٹنے سے بچانا چاہتا ہوں۔ اس وقت وہ سنبھل سکتا ہے، بعد میں تمہارا دیا زخم ناسور بن کر رستا رہے گا۔ بہتر ہے تم اسے ابھی اپنا اصلی چہرہ دکھا دو۔ تمہارے اندر کتنی مکاری اور فریب ہے، ابھی بتا دو۔ آر یو انڈر اسٹینڈ؟'' اُس کا نفرت بھرا تپتا سلگتا لہجہ کومل کی برداشت چھین کر لے گیا۔

''اِنف اسفند منصور!......اِنف۔ یہ میرا گھر ہے۔ یہاں اپنی زبان پر قابو رکھو۔ تم جس بات پر تلملا رہے ہو، مجھے اس کی خبر ہے۔ تم جیسے مردوں کی ذہنیت کا مجھے اندازہ ہے۔ اپنے مفاد پر تم اپنے ہی خون کی معصومیت قربان کرنے جا رہے ہو۔ اس کے ذہن کو ممتا کے خلاف بھڑکا کر خود اس کے دل سے کھیل رہے ہو اور الزام مجھے دے رہے ہو۔ دیکھو تمہاری یہ حسرت کبھی پوری نہیں ہو سکتی۔ مون شافند کی زندگی میں بھی میرا تھا اور آج بھی میرا ہے، کل بھی میرا ہی رہے گا۔ اگر تم میں اتنی ہمت ہے تو مجھ سے چھین کر دکھاؤ۔ تم لوگوں کی باتیں اور سازشیں بہت برداشت کر لی ہیں......اب اگر تم نے مون کو مجھ سے چھیننے کا سوچا بھی تو یہ اچھا نہیں ہو گا۔ ناؤ یُو گیٹ آؤٹ فرام ہیئر۔'' نجانے کہاں سے اُس میں اتنی ہمت آ گئی تھی، جو وہ اس طرح اُس کے سامنے ڈٹ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ اُس کی آنکھوں سے اُبلتی نفرت کے باوجود وہ ایک انچ بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلی تھی۔

''تمہاری یہ اکڑ، تمہارا یہ غرور ایک لمحے میں ختم کر دوں گا۔ ''ماں'' اور ''سوتیلی ماں'' میں بہت فرق ہوتا ہے۔ دنیا تو کیا، قانون بھی کبھی تمہارا ساتھ نہیں دے گا۔ کیونکہ سوتیلی ماں کا پیار، ناگن کے زہر جیسا ہوتا ہے۔ آج نہیں تو کل ضرور سبھی تمہارا اصلی روپ دیکھ کر تم ہی پر تھوکیں گے۔ وہ دن بہت قریب ہے، جب خود مون تمہیں چھوڑ کر ہمارے پاس آ جائے گا......یاد رکھنا، پھر تم کچھ نہیں کر سکو گی۔''

کومل کو بار بار اُس کا ''سوتیلی ماں'' کہنا برداشت نہیں ہو رہا تھا۔ اس نے کبھی بھول کر سوچا بھی نہیں تھا کہ مون اس کی اولاد نہیں ہے۔ ہمیشہ اس نے اولاد کی طرح اسے چاہا اور پروان چڑھایا تھا۔ آج یہ شخص اس کی ممتا پر تہمت لگا رہا تھا۔ سوتیلے پن کے طعنوں سے اس کی روح چھلنی کر رہا تھا۔ اس نے خود کو جیسے اذیتوں کے گہرے سمندر میں اُترتے ہوئے محسوس کیا، جہاں سے اُس کا اُبھرنا دُشوار ہو رہا تھا۔

مگر اس وقت اُسے اپنی ممتا کی سچائی اور بقاء کے لئے ہر اذیت، ہر دُشواری کو سہنا تھا۔ نہ صرف سہنا تھا بلکہ مقابل کو بھی منہ توڑ جواب دینا تھا۔ خواہ اس کے لئے اسے اپنی سطح سے نیچے آنا پڑتا۔

''اسفند منصور! تمہیں خود ''ماں'' اور ''سوتیلی ماں'' کا فرق معلوم ہے؟ پہلے اپنے آپ سے پوچھو کہ ''ماں'' کیا ہوتی ہے اور ''سوتیلی ماں'' کسے کہتے ہیں۔ آج تم مجھ سے مون کو دُور کرنے کی کوشش میں ہو۔ صرف اس لئے کہ میں نے تمہاری نام نہاد خواہش پر سر جھکا کر تمہارا ساتھ نہیں دیا۔ تم جیسے مرد سے مجھے یہی توقع اور اُمید تھی۔ حسبِ منشاء کچھ بھی نہ ملنے پر دوسروں سے اُن کی خوشیاں چھین لینا۔ یہ تم جیسا مرد ہی کر سکتا ہے۔ تمہارے رویے سے ہی تمہاری سازشوں کی بُو آ رہی تھی مجھے......مجھے اندازہ تھا کہ تم مجھے رُسوا کرنے کے لئے جھوٹی محبت کا دعویٰ کر رہے ہو، تبھی میں تمہارے دام میں نہیں آئی۔ اب تم میرے بیٹے کے ذریعے مجھے اذیت دینا چاہتے ہو۔ تمہیں خود اندازہ نہیں ہے کہ تم اپنے ہی خون کی بربادی کا تماشہ کھڑا کر رہے ہو۔ جانتی ہوں، تم ایسا کیوں کر رہے ہو۔ تم جیسا انسان دوسروں کی خوشیاں برداشت نہیں کر سکتا۔ تم مون سے میری محبت پر حسد کرتے ہو۔ جلتے ہو اس بات سے کہ میں اس کی ماں نہ ہو کے بھی صرف اُس کی ایک خواہش پر خود کو قربان کرنے کا حوصلہ رکھتی ہوں۔ جبکہ تمہیں تو تمہاری سگی ماں کی وہ فطری تربیت بھی نصیب نہ ہوئی تھی جس کے تم حق دار تھے۔ تمہاری اپنی سگی ماں نے تمہیں پیدا کر کے اپنی آغوش سے نکال پھینکا تھا۔ اگر اماں جان تمہیں نہ سنبھالتیں تو آج تم جو نظر آ رہے ہو، وہ کبھی نہ ہوتے۔ تم ماں کی ممتا کیا جانو۔ تمہاری اپنی ماں نے کبھی تمہیں پیار نہیں کیا تھا، اسی لئے اپنی محرومیوں کا بدلہ تم مون سے لینا چاہتے ہو۔ اس کا باپ تو قدرت کی منشاء پر اس کے پاس نہیں رہا اور اب تم لوگ ایک یتیم بچے کے سر سے اس کی ماں کا سایہ چھیننے کے درپے ہو۔ اسفند منصور! میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔ تم اپنی ساری

طاقت صرف کر کے دیکھ لو، مجھ سے مون کو چھین نہیں پاؤ گے۔ کیونکہ میری ممتا میں کھوٹ نہیں ہے۔"

بولتے بولتے کومل کی سانس بھی پھولنے لگی تھی۔ دورانِ خون یقیناً تیز ہو گیا تھا۔ اسفند کی سماعتوں میں بھی کسی سچ کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں تھی۔ وہ بھی ایک دم چلا پڑا۔

"اسٹاپ اِٹ........بس کرو........اپنی بکواس بند کرو۔"

"سچائی ہمیشہ کڑوی لگتی ہے، اسفند منصور! دوسروں کے زخموں پر نمک پاشی کرنا آسان ہے، جبکہ اپنے کھلے زخم پر ایک مکھی بھی برداشت نہیں ہوتی۔" کومل ایک اور تیر چلا کر اپنا رخ موڑ کر سیڑھیاں چڑھتی آگے بڑھتی چلی گئی۔ اس نے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا تھا کہ اسفند کی کیا حالت ہے۔ کومل کا ایک ایک لفظ نشتر کی طرح دل میں پیوست ہوا تھا۔ ماضی کے دردناک لمحے اُس کے ذہن میں اُبھر کر اُسے مزید تڑپا گئے تھے۔ اماں جان کی بے انتہا محبت کے باوجود واقعی وہ اپنی ماں کی ذرا سی توجہ کا طالب رہا تھا۔ اُن کی بے اعتنائیاں سہنا ایسا سہل نہیں رہا تھا۔ وہ ماں کی صحبت کے لئے کتنا ترسا تھا، یہ وہی جانتا تھا۔ اِک خلاء آج تک اُس کی ذات میں موجود تھا، جسے اُس نے اپنی سنجیدگی و لاتعلقی کے غلاف میں چھپا رکھا تھا۔ اُس کے شکستہ قدم اُسے ماضی کے سفر پر لئے جا رہے تھے۔



شافند منصور کی پیدائش پر ہی صوفیہ منصور نے اچھا خاصا ہنگامہ کھڑا کر دیا تھا۔ وہ بچے کی ذمہ داری سنبھالنے کی اہل تو تھیں، مگر ذمہ داری اُٹھانا چاہتی نہیں تھیں۔ اور پھر پہلے بچے کی آمد پر اماں جان کی خوشی کا عالم ہی اور تھا۔ صوفیہ منصور پر بچے کی ذمہ داری صرف اُسے فیڈ کروانا ہوتا تھا۔ باقی سب دیکھ بھال اماں جان ہی کیا کرتیں۔ اس وقت اماں جان کی صحت بھی قابلِ رشک تھی۔ مگر کم عمری کی شادی اور دو بیٹوں کی ماں ہونے کا مان اُنہیں چاق و چوبند رکھتا تھا۔ اس پر شوہر کی محبت کا بھرپور احساس اُن کی ہمتیں بڑھاتا۔ پوتے کی دیکھ بھال ایسے کرتیں، جیسے اولاد کی کیا کرتی تھیں۔

یہ تو صوفیہ کو دو ڈھائی سال بعد احساس ہوا تھا کہ اُن کی اولاد اُن سے زیادہ اماں جان کے اثر میں ہے۔ بلکہ یہ احساس اُن کی بڑی بہن فوزیہ نے دلایا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے بڑی دقت سے شافند کو نہ صرف اپنی طرف مائل کیا تھا بلکہ اس پر اپنی گرفت بھی بڑھا لی تھی۔ اس کے بعد چار سال تک انہوں نے پھر سے ماں بننے کی کوشش کو ناکام بنا دیا تھا۔ دوسرا بچہ سنبھالنا انہیں عذاب محسوس ہوتا تھا۔ منصور احمد اور اماں جان کی مشترکہ خواہش کے باوجود وہ ماں بننے کے عمل سے دوبارہ گزرنے کو تیار نہیں تھیں۔ مگر ان کی کوشش و خواہش کو قدرت نے ناکام بنا دیا تھا۔ صوفیہ منصور اپنی آزاد و بےفکر زندگی میں مزید کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کرنا چاہتی تھیں۔ ان کی لاکھ کوششوں کے باوجود قدرت نے انہیں بچے کی ذمہ داری میں باندھ دیا تھا۔ مختلف حربوں اور ادویات کے استعمال سے اُن کی صحت پر خاصا برا اثر پڑا تھا، مگر بچہ اُن کے بطن میں محفوظ و سلامت پرورش پاتا رہا۔ اُن کی چڑچڑاہٹ کا نتیجہ یہ نکلا تھا کہ آخری مہینوں میں وہ یرقان میں مبتلا ہو گئی تھیں۔ نئے بچے کے آنے سے پہلے ہی وہ اُس سے برملا نفرت کا اظہار کرنے لگی تھیں۔ اپنی بیماری کا ذمہ دار اُسی بچے کو ٹھہراتیں۔ اور پھر پیار کرتے ہی انہوں نے وہ بچہ، جس کا نام اسفند منصور رکھا گیا تھا، اُسے اماں جان کی گود میں ڈال کر اُس سے دستبرداری کا اعلان کر دیا تھا۔

اماں جان اُن دنوں میں فارم ہاؤس والے گھر میں رہا کرتی تھیں۔ کیونکہ ان کے شوہر احمد حسن، منصور کے حوالے سارا کاروبار کر کے خود مضافات میں رہنے کو ترجیح دینے لگے تھے۔ شہری زندگی کی بھاگ دوڑ اب انہیں راس نہیں آتی تھی۔ اماں جان نے دل و جان سے پوتے

کو سینے سے لگا کر اُس کی پرورش کا ذمہ اُٹھایا تھا۔ بہت مدت کے بعد اسفند کو علم ہوا تھا کہ جنہیں وہ اماں جان اور بابا جان کہتا ہے، دراصل وہ اُس کے دادا دادی ہیں۔ اور اس کے اپنے والدین شافند، تانیہ اور ثانیہ کے مما پاپا ہیں۔ آگہی کے بعد اس نے پھر ہر لمحہ، ہر پل اذیت میں گزارا تھا۔ اپنی مما کی اُس سے عدم توجہی کا بھید جان کر بھی عجیب سی تلخی اُس کے رویے میں گھل گئی تھی۔ گوکہ اماں جان کی تربیت نے اُسے پتھر سے ہیرا بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی، مگر اُس کی ذات کا ایک رخ ماند رہا تھا۔ اپنی ماں کی محبت و توجہ نہ ملنے کا ملال کسک بن کر آج بھی اُس کے دل کے نہاں خانوں میں تھا۔ جس درد و غم کو وہ بچپن کی دہلیز پر چھوڑ کر آیا تھا، اپنی ماں کی بے اعتنائیاں بھلانے لگا تھا۔ آج کومل نے پھر وہی درد پھر سے جگا دیا تھا۔ اُس کا ایک ایک زخم اُدھیڑ پھینکا تھا۔ وہ خود بھی تو اُس کی ممتا کو آزما رہا تھا۔ اس سے اس کا جینے کا مقصد چھین لینے کے درپے ہوا تھا۔ اپنے ہی خون کو وہ احساس دینے جا رہا تھا، جو تاحیات اُس کی تشنگی بڑھاتا رہتا۔ حالانکہ وہ خود جانتا تھا، ماں سے محرومی کی پیاس اکثر جان لیوا بن جاتی ہے۔ جسم میں دوڑتی زندگی قطرہ قطرہ بن کر منجمد ہوتی چلی جاتی ہے۔ وہ اپنی مردانگی کے زعم میں اپنے ہی بھتیجے کو اُس آگ کی نذر کر رہا تھا، جو اُس کی ساری زیست خاکستر کر جاتی۔ کومل نے اُس کے زخم چھیڑ کر اسے نئے سرے سے احساس کی گہرائیوں میں اُتار دیا تھا۔ یہ بات تو سچ تھی، اس کی مما اور وہ خود اسے اپنی اپنی تنقید بھری نظروں سے جانچ اور پرکھ کر بھی اُس کی ممتا میں ایک رتی بھر بھی کھوٹ نکال نہیں پائے تھے۔ وہ ایک مکمل ماں تھی، جس نے ایک بچے کو بے شک جنم نہیں دیا تھا، مگر اس کی گود میں ممتا کی وہ گرمی ضرور تھی، جو ایک وجود کی بقا کا باعث بنی تھی۔ اس کے آنچل کے سائے میں پیار کی وہ ٹھنڈک تھی، جو ایک بچے کو زمانے کی تپش سے محفوظ رکھنے کی پوری صلاحیت رکھتی تھی۔ اس کی مسکراہٹوں میں اولاد کے بڑھتے قدموں کے لئے دعاؤں کا احساس ملتا تھا۔ اس کے آنسوؤں میں اپنے بچے کے دکھ کی تڑپ ملتی تھی، جس کا ہر عمل اس بچے کے لئے تھا، جسے وہ اپنی اولاد کہتی نہیں تھی، بلکہ اپنا ماں ہونا ثابت بھی کرتی تھی۔ وہ سرتاپا ممتا تھی۔ ایثار و قربانی، وفا و محبت کا زندہ پیکر تھی اور اس نے کتنی بڑی توہین کی تھی۔ وہ اپنے اس عمل پر پشیمان تھا۔ وہ اس لمحے خود کو پستیوں میں بسنے والا ایک غلیظ کیڑے سے بھی چھوٹا محسوس کر رہا تھا۔ اُس کی رات اسی پشیمانی میں گزری تھی۔ اپنے جذبوں کی نارسائی کی جلن اُس نے مٹائی بھی تو کس طرح۔



''ملی بھابی! آپ نے اپنے آنے کی اطلاع تک نہیں دی۔ آپ کو آئے ہوئے تین دن ہو گئے اور...... اگر میں آج نہ آتی تو مجھے خبر ہی نہ ہوتی۔'' ثانیہ، تیمور چچا کی طرف سے سیدھی ادھر ہی آ گئی تھی۔ اپنی مما کے رویے سے وہ آج کل بد ظن تھی، اس لئے کوشش ہوتی تھی زیادہ وقت گھر سے باہر گزارے۔

''تم کانٹیکٹ رکھتیں تو تمہیں ضرور خبر ہو جاتی۔ اور پھر مون وہاں سے آ گیا تھا۔ یہ میری واپسی کا ہی سگنل تھا۔ میں نے سوچا کہ تم بھی باقی سب کی طرح مجھ سے ناراض ہو۔ اسی لئے میں نے تمہیں نہیں بتایا۔'' کومل نے چائے میں دودھ ملاتے ہوئے سرسری لہجے میں کہا مگر اُس کی باتوں میں شکوہ واضح تھا۔

''ملی بھابی! میں اور آپ سے ناراض...... ایسا کبھی ہو سکتا ہے؟ ریئلی میں نے یہ دن بہت بور ہو کر گزارے ہیں، اسی لئے چچا جان کی طرف چلی گئی تھی۔ اور لسن، آپ سے کانٹیکٹ اس لئے نہیں کیا کہ میری چپڑ چپڑ زبان چلتی جاتی اور آپ کا ٹائم ویسٹ ہوتا۔ ویل، مجھے بتائیں آپ کا ٹور کیسا رہا؟ میرے لئے کیا گفٹ لائی ہیں؟''

''اچھا تھا...... تمہارے لئے گفٹ ہے۔ جاتے ہوئے لے جانا۔'' کومل کا بدلا بدلا انداز ثانیہ کو کھٹک رہا تھا۔

''بھابی جان! آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟''

''یس...... کیا ہوا؟'' کومل نے چائے بنا کر اسے پکڑائی اور اپنا کپ لے کر صوفے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ مون اس وقت ٹیوٹر سے پڑھنے میں مصروف تھا۔

''آپ نے کبھی مجھ سے اس طرح ٹھنڈے انداز میں بات نہیں کی۔ کیا مما نے آپ سے کچھ کہا ہے یا پھر......''

''نہیں بھئی، تمہیں ایسے ہی فیل ہو رہا ہے۔ بس کچھ تھکی ہوئی ہوں۔ گھر میں شادی قریب ہے اور بزنس، فیکٹری سبھی مجھ کو تو دیکھنا ہے۔ ویل، یُو ڈونٹ وری فار می۔''

''آپ اس قدر ہارڈ ورکنگ بھی تو ہیں۔ اپنا خیال ہی نہیں رکھتیں۔ زیتون کی شادی سے فارغ ہوں، پھر کچھ دنوں کے لئے کہیں چلتے ہیں۔ آپ کو پتہ ہے، آپ کے صاحبزادے نے اسفند بھائی کے ساتھ خوب سیر سپاٹے کئے ہیں۔ مجھے تو دونوں نے پوچھا بھی نہیں۔'' ثانیہ جلد ہی کومل کے سرد رویے کے اثر سے نکل آئی۔

''اسی لئے وہ اپنی اسٹڈی سے کیئرلیس ہو گیا ہے۔ مجھے ڈر ہے، اس بار وہ اپنی پوزیشن لُوز نہ کر جائے۔ آئندہ میں اسے کہیں نہیں چھوڑوں گی۔ ٹیوٹر کو بھی اپنے ساتھ عیش کروائے ہیں۔ میں نے سوچا تھا، تم اسے کیری کر لوگی، مگر تم نے بھی اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔

''بھابی! وہ میرے پاس آتا ہی کب تھا؟ وہ اور سنی بھائی ہر جگہ ساتھ ساتھ رہے۔ کھانا، پینا، اُٹھنا، حتیٰ کہ دونوں اکٹھے ہی سوئے ہیں۔ میں سنی بھائی کو کیا کہتی؟ وہ اور مون ایک دوسرے کے ساتھ خوش ہی بہت تھے۔

''اُن کی سنگت تو رنگ لے ہی آئی تھی۔'' وہ زیرِ لب بڑبڑائی۔ ثانیہ سے کچھ کہنا یا موڈ بگاڑنا فضول تھا۔ خود کو سنبھال کر اس نے ثانیہ کو مسکرا کر دیکھا۔

''اچھا ثانی! تم جاتے ہوئے مین سٹی والی آؤٹ لیٹ پر اپنے لئے ڈریس دیکھ لینا۔ پلیز

مجھے ایٹ اے ٹائم تنگ مت کرنا کہ یہ چاہئے تھا اور وہ چاہئے تھا۔ اور اپنی فرینڈز کو بھی تیار رکھنا۔ او کے؟''

''او کے میم!'' وہ خوش دلی سے ہنسی۔

''تم بیٹھو، چائے پیو۔ میں مون کے ٹیوٹر سے مل کر آتی ہوں۔ پھر ہم تمہیں ڈراپ کر آتے ہیں۔''

''تھینک یُو'' ثانیہ نے بسکٹ، چائے میں ڈبو کر کھاتے ہوئے اپنے مخصوص انداز میں کہا تو کومل مسکرا کر، وہاں سے اُٹھ کر چل دی۔



''نبیل! دل چاہ رہا ہے، تمہیں دو چار ایسی لگاؤں کہ زندگی بھر یاد رکھو۔ بتا نہیں سکتے تھے کہ آنٹی ہاسپٹل میں ایڈمٹ ہیں؟...... فون پہ بس کہہ دیا کہ پرسنل ریزن کی وجہ سے چند دن مل نہیں سکوں گا...... میں نے بھی سوچا کہ تم بھی اوروں کی طرح گھبرا کر سائیڈ پر ہونا چاہ رہے ہو۔ کوئی بات نہیں۔ ایسے بہت سے تجربے رہے ہیں مجھے۔''

''پلیز!...... پلیز مادام!...... میرے خلوص پہ شک مت کریں، ورنہ......''

نبیل اور وہ شہر کے بہترین کارڈیو ہاسپٹل کے کوریڈور سے گزر رہے تھے۔ نبیل کی والدہ قدسیہ کیانی اس وقت ہاسپٹل میں تھیں۔ انہیں ہارٹ پرابلمز تھیں جو مائنر اسٹیج پر تھیں۔ گزشتہ چند دن سے وہ یہاں ایڈمٹ تھیں۔ کومل کو آج ہی علم ہوا تھا اور وہ فیکٹری سے سیدھی چلی آئی تھی۔

''موقع تو تم دیتے ہو شک کا۔ سیدھی طرح مجھے بتا دیتے۔ تم میری پرابلمز شیئر کر سکتے ہو تو کیا میں تمہارے ساتھ تمہاری مشکل میں کھڑی نہیں ہو سکتی؟...... بالکل غیروں کی طرح آج مجھے بتا رہے ہو کہ......''

''مادام! آپ ٹھیک ناراض ہیں۔ لیکن میں نے آپ کو کبھی غیر نہیں سمجھا۔ مجھے آپ کی مصروفیات کا علم تھا۔ اور ماما بھی تھینکس گاڈ، ایسی سیریس نہیں تھیں۔ ایکچولی ان کی بیماری بھی مجھے ٹریپ کرنے کا ایک حربہ ہے۔'' وہ چلتے چلتے پرائیویٹ رومز کی طرف آ گئے تھے۔

''تمہیں ٹریپ کرنے کا؟...... کیوں، تم نے کیا، کیا؟''

''اوہ...... مادام! کئی بار تو بتا چکا ہوں، میری شادی اُن کی سب سے بڑی پرابلم ہے۔ ان کے خیال میں میری شادی کے لئے نہ ماننے کی وجہ کے پیچھے کوئی لڑکی ہے۔ اس دن میں نے مذاق میں کہہ دیا تھا کہ یس، میری زندگی میں بہت پہلے سے کوئی گرل فرینڈ ہے۔ بس ہائپر ہو گئیں اور پھر یہاں آ گئیں۔''

''اپنی ماں کو اس طرح تنگ کرتے ہیں؟ یُو تھنک اباؤٹ۔ اگر انہیں سیریسلی کچھ ہو جاتا؟ پلیز ٹیل می، واقعی تمہاری لائف میں کوئی گرل فرینڈ نہیں ہے یا تم پوز کرتے ہو؟''

''میری لائف میں کئی گرل فرینڈز ہیں۔'' وہ ایک دروازے کے سامنے رکتے ہوئے غیر

سنجیدگی سے بولا۔

''تو اُن میں سے کوئی ایک تو ایسی ہوگی، جسے تم لائف پارٹنر بنا سکو...... آنٹی کو کیوں پریشان کرتے ہو؟''

''یس، ایک تو ہے۔ مگر وہ کبھی بھی لائف پارٹنر بننا نہیں چاہے گی۔''

''ایسی کون سی لڑکی ہے، جو تم جیسے بندے کو انکار کرے گی؟''

''آپ......'' نبیل نے ڈرنے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے بتایا۔

''وہاٹ؟...... آر یُو کریزی؟'' کومل دروازے پر ہی ٹھٹک کر کھڑی رہ گئی۔

''دیکھا...... میں نے کہا تھا نا کہ......''

''تم اندر چلو، میں آنٹی سے ہی تمہارے کان کھنچواتی ہوں۔'' کومل اُس کا مذاق سمجھتے ہوئے دروازہ کھول کر اندر بڑھ گئی۔

''السلام علیکم آنٹی! آپ کی طبیعت اب کیسی ہے؟...... نبیل نے مجھے کچھ دیر پہلے ہی بتایا ہے۔''

بستر پر لیٹی قدسیہ کیانی کچھ فربہ سی لگ رہی تھیں۔ ان کے چہرے کی دلکشی سے محسوس ہی نہیں ہو رہا تھا کہ وہ بیمار ہیں۔

''وعلیکم السلام۔ آپ......؟'' کومل سے فون پر دو تین بار بات تو ہوئی تھی مگر وہ اسے پہچان نہیں پائی تھیں۔

''ماما! اب مل لیجئے میری گرل فرینڈ سے۔ بہت بے تاب تھیں نا آپ۔'' نبیل نے سامنے کھڑے ہوتے ہوئے شریر لہجے میں کہا تو کومل نے اسے گھور کر دیکھا۔

''آنٹی! میں کومل ہوں...... نبیل نے فون پر بات کرائی تھی ہماری۔''

''اوہ ہاں، یاد آیا۔ کومل ہو...... یہ بابا بھی نا بہت ستاتا ہے مجھے۔ میری بیماری کو مذاق بنا لیا ہے اس نے۔''

''آپ اس کے اچھی طرح کان کھینچیں، پھر یہ آپ کو نہیں ستائے گا۔ ڈاکٹرز کیا کہتے ہیں؟ آئی مین کوئی میجر پرابلم تو نہیں ہے؟''

''ڈاکٹرز میجر یا مائنر کب بتاتے ہیں؟ بس ڈراتے رہتے ہیں۔ یہ کھاؤ، وہ کھاؤ، ٹینشن مت لیں، ریلیکس رہیں۔ اب گھر میں جوان اولاد ہو تو ماں کیسے ریلیکس رہ سکتی ہے؟'' قدسیہ کیانی کافی بےزاری سے بتا رہی تھیں۔

''ماما! آپ کی ٹینشن بھی تو فضول کی ہے نا۔ آپ کی بھی عجیب ہی سوچیں ہیں۔ میں آپ سے کئی بار کہہ چکا ہوں، میرا کسی سے کبھی بھی کوئی چکر نہیں رہا۔ اور پھر اگر ایسا ہوتا تو میں کیوں چھپاتا؟ آپ کو ذکاء انکل نے غلط انفارمیشنز دی ہیں۔ آپ مادام سے پوچھ لیں کہ ان کے ساتھ ان کی ایک فیملی سسٹر کی شادی کے سلسلے میں ہیلپ کر رہا ہوں۔ آپ کو اپنے بیٹے کی بات

پر یقین نہیں اور ذکاء انکل پر اعتبار ہے۔"

کومل کو ماں، بیٹے کی باتوں سے اندازہ ہو رہا تھا، ان کے درمیان جو بھی غلط فہمی تھی، وہ اُسی کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔ اُس نے سر جھکا کر کچھ سوچا، پھر قدرے مسکرا کر بولی۔ "آنٹی! نبیل کہہ رہا ہے، آپ کو کسی نے رانگ انفارمیشنز دی ہوں گی۔ نبیل نے اگر ایسی کوئی حرکت کی تو میں آپ کو خود انفارم کروں گی۔ آپ اس کے لئے لڑکی ڈھونڈیں، میں آپ کے ساتھ مل کر اسے سہرا باندھوں گی۔"

"مادام! آپ بھی؟...... آپ کو ماما کا علم نہیں ہے، یہ آج ہی ہاسپٹل چھوڑ کر لڑکیاں سلیکٹ کرنے بھاگیں گی۔"

"دیکھا کومل!...... اس کی باتیں؟" قدسیہ کیانی ذرا اوپر ہو بیٹھیں۔

"آنٹی! آپ اس کی باتیں سنتی جائیں۔ آپ آرام سے گھر آ جائیں، پھر ہم اس کا بندوبست کریں گے۔"

"یہ ایسا سیدھا نہیں ہے کہ میرے قابو میں اتنی آسانی سے آ جائے۔ تمہیں بھی یہ ہوا نہیں لگنے دے گا۔" قدسیہ کیانی کا شکوہ بھرا انداز نبیل کو چھوا گیا۔

"مائی گاڈ...... ماما! آپ نے تو نہ جانے کیا کیا سوچ رکھا ہے۔"

"تم نے آنٹی کو ستایا ہو گا تو وہ اس کنڈیشن میں ہیں۔ ویل آنٹی! آپ فکر مت کریں، جلدی سے ٹھیک ہو جائیں۔ پھر میں آپ کے گھر کارڈ لے کر آؤں گی۔ اور آپ کو ضرور شادی میں آنا ہے۔"

"ہاں بیٹا!...... آؤں گی۔ اس نے تمہاری تعریفیں ہی اس قدر کی ہیں کہ میں آئے بنا رہ نہیں سکتی۔ تمہارا ایک بیٹا بھی تو ہے، اسے نہیں لائیں۔" قدسیہ کیانی کا انداز کچھ مبہم تھا۔ کومل کو نہ جانے کیوں محسوس ہو رہا تھا۔

"آنٹی! میں فیکٹری سے سیدھی آ رہی ہوں۔ گھر جاتی تو وہ بھی ضرور آتا۔ آپ کے گھر آؤں گی تو اسے ساتھ لے کر آؤں گی۔ اچھا، اب میں چلتی ہوں۔ آپ آرام کیجئے۔"

"مادام! آپ کچھ دیر تو اور رُکیں، میں چائے منگواتا ہوں۔"

"تھینک یو نبیل! گھر آؤں گی تو چائے بھی پیوں گی۔ تمہیں تو معلوم ہے، کچھ دیر تک گھر نہ پہنچی تو وہ میرا لاٹ صاحب رونا شروع کر دے گا۔ آج کل میری ذرا سی دیر بھی اس سے برداشت نہیں ہوتی۔ اوکے، اللہ حافظ!" کومل کرسی سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔ نبیل بھی فوراً ہی اُٹھا۔

"نبیل! پلیز تم آنٹی کے پاس رہو۔ اور دیکھو، آنٹی کی کیئر کرو۔ تم بچے ماؤں کی طرف سے کیئرلیس نہ رہا کرو۔ ماؤں کے بغیر زندگی میں کچھ نہیں رہتا۔" کومل نے اپنے انداز میں اسے نرمی سے سمجھانے کی کوشش کی۔ قدسیہ کیانی کے چہرے پر بھی اُس کی باتوں سے اطمینان بکھرا تھا۔



"مام!...... چاچو روز فون کرتے ہیں۔ مگر میں ان سے بات نہیں کرتا۔ وہ نا آج گھر پر بھی آئے تھے...... یہاں...... میں اُن سے نہیں ملا۔ ماما! انہوں نے مجھ سے جھوٹ کیوں کہا کہ...... اور مجھے مارا بھی تھا...... وہ اچھے نہیں ہیں۔ اچھے انسان جھوٹ تو نہیں بولتے۔ بچوں کو مارتے بھی نہیں ہیں۔ میرے پاپا تو مجھے نہیں مارتے تھے نا؟" کومل آفس سے لوٹی تو مون کے پاس اسے دینے کے لئے نئی اطلاع تھی۔ اس کے بیٹھتے ہی وہ اس کے پہلو میں آ بیٹھا۔ وہ بچہ تھا، اس کے ذہن میں یہ خیال پختہ ہو رہا تھا۔ کومل نے بغور اسے دیکھا، پھر اسے اپنی گود میں لیتے ہوئے نرمی سے اس کا ماتھا چوما۔

"مون...... جان! دیکھو، بڑوں کے لئے ایسے نہیں بولتے۔ وہ شاید اس دن غصے میں تھے اس لئے انہوں نے تم سے اس طرح بات کی تھی۔ یا پھر تم نے ضد کی ہو گی۔ بھول جاؤ، انہیں معاف کر دو۔ دیکھو، تم میرے بہت اچھے، پیارے، سویٹ سے بیٹے ہو۔ اس لئے میری بات مانو گے۔ ہے نا؟"

"جی ماما!" وہ ماں کا تو تابعدار تھا ہی، پھر چاچو سے محبت بھی دل میں ہمکتی رہتی تھی۔ بس اپنی ماما کی وجہ سے وہ اپنے چاچو سے مل نہیں رہا تھا۔ اگر وہ اب تمہیں فون کریں یا تم سے ملنے آئیں تو تم کوئی بدتمیزی نہیں کرو گے۔ نہ ہی انہیں بار بار کہو گے کہ انہوں نے تم سے جھوٹ کہا تھا۔ دیکھو، بڑے اکثر غصے میں کچھ نہ کچھ کہہ جاتے ہیں۔ اور دادو بھی تو غصے میں بولتی رہتی ہیں۔ تو کیا ہم ناراض ہو جائیں؟ نہیں نا۔ تو سویٹو! آپ کو اپنے چاچو سے بھی ناراض رہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے انہیں اس دن ڈانٹ دیا تھا۔ وہ تمہیں اب کچھ نہیں کہیں گے۔ اس لئے اب تم بھی ان سے کوئی پرانی بات نہیں کرو گے، انڈرسٹینڈ؟" کومل نے اسے دلار سے سمجھایا۔

"یس مام! میں چاچو سے کچھ نہیں کہوں گا۔ بٹ میں انہیں اپنی اور آپ کی ساری فوٹوز ضرور دکھاؤں گا۔ اور وہ سی ڈیز بھی جس میں مَیں، پاپا اور آپ گھومنے گئے ہوئے ہیں...... ٹھیک ہیں نا؟" مون کا انداز بے حد معصوم تھا۔ کومل نے اسے بے اختیار چوما۔

"اوکے، سویٹ ہارٹ! دکھا دینا۔ مگر خراب نہیں کرنا۔" کومل کو اندازہ تھا، اس وقت وہ عمر کے جس حصے میں تھا، اس حصے میں یادداشتیں ذہن میں جمع ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ اچھی بری ہر قسم کی یادیں تاحیات ذہن نشین رہتی ہیں۔ ایسی کسی یاد کو وہ مون کے ذہن میں پختہ نہیں ہونے دینا چاہتی تھی، اسی لئے اسے پھر سے خون کے رشتوں کی طرف مائل کر رہی تھی۔ حالانکہ اسفند سے اسے کسی اچھے کی اُمید تو نہیں تھی، پھر بھی وہ مون کی بھلائی کے لئے یہ خطرہ مول لینے کو تیار ہو رہی تھی۔



"ممّا...... پلیز شارم کے سامنے اپنی بہو بیگم کا "قصیدہ" مت پڑھئے گا۔ وہ بہت امپریس ہیں ان سے۔ فضول میں بدمزگی پیدا ہوگی۔"

ثانیہ آج صبح سے آئی ہوئی تھی۔ صوفیہ منصور وقفے وقفے سے کومل کی ذات پر تبصرہ کناں تھیں۔ ثانیہ ویسے بھی اپنی زندگی میں خوش و مگن تھی۔ اسے اب کومل کے اعمال و افعال کی اتنی پروا نہیں رہی تھی۔ جبکہ صوفیہ منصور کے پاس آج کل میں ہی ایک موضوع تھا۔ کومل ان کے حواس پر سوار رہنے لگی تھی۔ کبھی کبھی انہیں اپنی ہی کیفیت پر غصہ بھی آنے لگتا تھا۔ ان کے غصے کی لپیٹ میں زیادہ تر ثانیہ ہی آتی تھی۔

"شارم کیا، تمہارا تو سارا سسرال ہی اُس کے گُن گاتا ہے۔ سبھی کو شیشے میں اُتار لیتی ہے۔ نہ جانے کون سا منتر پھونکتی ہے، کوئی بچتا ہی نہیں اس سے۔" صوفیہ نے بیٹی کو الزام دیتے لہجے میں کہا۔ جیسے وہ اپنے سدھیانے سے بھی ناخوش ہوں۔ کیونکہ وہاں ان سے زیادہ کومل کو اہمیت دی جاتی تھی۔

"ممّا! پہلے تو آپ پر ہی اُس کا سحر چلا تھا، تبھی آپ اسے ایک گندی سی بستی کے چھوٹے سے گھر سے اُٹھا لائی تھیں۔ اتنے بڑے گھر میں لا کر اُسے مہارانی بنا دیا تھا۔ تبھی اس نے سبھی کچھ ہتھیا لیا۔ آپ کا بیٹا بھی اور آپ کا پوتا بھی۔ اب پچھتاوے کا کیا فائدہ؟ آپ نے اُسے اپنی سلطنت لُوٹنے کا خود ہی موقع دیا تھا۔"

"ہاں، بس تم بھی مجھے ہی الزام دو۔ اسی لئے تو تمہیں اپنا دکھ سنا رہی ہوں کہ تم بھی مجھے ہی میری غلطیاں گنواؤ۔ ارے مجھے کیا خبر تھی کہ وہ کم ذات میرے ہی دل کا آزار بن جائے گی۔"

"کون آپ کے دل کا آزار بن گیا ممّا؟" اسفند نہ جانے کب لاؤنج میں آ گیا تھا، دونوں کو خبر ہی نہیں ہوئی۔ وہ ابھی ہسپتال سے آیا تھا۔

"السلام علیکم بھائی! کیسے ہیں؟"

"وعلیکم السلام۔ آئی ایم فائن۔ تم کب آئیں؟"

"صبح آئی تھی۔ ڈنر پر شارم آئیں گے۔ پلیز بھائی! آپ کمپنی دے دینا۔ پاپا تو ہیں نہیں، ورنہ......"

"اوکے...... ممّا! آپ نے بتایا نہیں، کیا ہوا۔ کس کی بات کر رہی تھیں؟" اسفند نے کھڑے کھڑے پوچھا۔

"ایک ہی تو ہے۔ تمہارے باپ کی لاڈلی۔ ہمارے گھر، ہمارے خاندان کا سکون خراب کر رکھا ہے۔ اُسے ہماری عزت کا کوئی پاس نہیں رہا۔ خودمختاری میں اپنی حد ہی بھلا بیٹھی ہے۔" صوفیہ منصور کو بیٹے کی بدگمانیاں بڑھانے کا موقع مل گیا تھا۔ اسفند نے کھڑے ہو کر سنا ضرور مگر کچھ بولا نہیں۔ بلکہ خاموشی سے وہاں سے چلا گیا۔

"ممّا!...... آپ اسفند بھائی کے سامنے بھی؟...... آپ کو اُن کی نیچر کا علم تو ہے۔ کسی دن آپ کو ہی کچھ نہ کچھ سنا دیں گے۔"

"مجھے کیوں کچھ کہے گا؟ جانتا ہے، اپنی بھاوج کے کرتوت۔ کسی دن اُس کا بھی پیمانہ چھلکنے والا ہے۔ دیکھنا، ایک طوفان کھڑا کر دے گا سنی۔"

"اسی لئے تو کہہ رہی ہوں، سنی بھائی کا غصہ کسی پر بعد میں عتاب لائے گا۔ پہلے یہاں ہی نہ عذاب لے آئے۔ آپ ذرا محتاط رہیں۔"

ثانیہ نے اپنی ممّا کو سمجھانے کی کوشش کی۔

"ایسی بھی بات نہیں ہے۔ سنی اب بہت چینج ہو گیا ہے۔ شکر ہے، اب میری بات بھی سنتا ہے اور میری کیئر بھی کرتا ہے۔"

"اچھا، میں ولایت اور حیات کو بتا دوں کہ ڈنر کا مینیو کیا ہوگا۔" صوفیہ لاپروائی سے کہتی اُٹھ کر کچن کی طرف چلی گئیں۔ ثانیہ پُرسوچ انداز میں بیٹھی رہ گئی۔



"مقدس! تم اپنا سارا کام زارا کو سمجھا رہی ہو نا؟" اس وقت وہ اپنے فیکٹری آفس میں بیٹھی ویب ڈیزائننگ کے پرنٹ آؤٹ دیکھ رہی تھی۔

"جی میڈم! میں نے مس زارا کو کافی کچھ سمجھا دیا ہے۔ انہیں مزید ہیلپ کی ضرورت ہوگی تو میں آ جایا کروں گی۔" مقدس نے سعادت مندی سے کہتے ہوئے کہا تو وہ مسکرا دی۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے آنے کی۔ تمہاری ایک ماہ کی چھٹی منظور ہو گئی ہے۔ یہ ایک ماہ تم نے صرف اپنی فیملی کو ٹائم دینا ہے۔ انڈر اسٹینڈ؟"

"میڈم! ایک ماہ کی چھٹی کا کیا کروں گی؟ چار دن میں ہی اُکتا جاؤں گی۔ تین دن کا فنکشن ہے اور آپ ایک ماہ کی چھٹی......؟"

"پتہ بھی نہیں چلے گا۔ تم دیکھنا۔ اور بتاؤ، کہیں جانے کا پروگرام بنایا ہے یا نہیں؟" کومل نے مصروف انداز میں پھر اس سے پوچھا۔ وہ اس کے بائیں طرف بیٹھا ہوا تھا۔

"کہاں جانا ہے۔ یہ سب تو اماں نے ہی سوچا ہوگا۔" مقدس کا جھینپا جھینپا انداز کومل کو ایک بار پھر مسکرانے پر مجبور کر گیا۔

"کس دنیا میں رہتی ہو تم میرے بھائی؟ میں آفٹر میرج کہیں جانے کے بارے میں پوچھ رہی ہوں۔ اوکے، میں خود ہی ارینج منٹ کرتی ہوں۔"

"پلیز میڈم! اچھا نہیں لگے گا، اماں اور بہنوں کو چھوڑ کر جانا۔ آپ اس سلسلے میں کوئی پیش رفت مت کیجئے گا۔ زندگی میں پھر کبھی موقع ملا تو دیکھا جائے گا۔ ابھی مجھے یہ مناسب نہیں لگ رہا۔"

مقدس نے اس بار بغیر جھجکے بات کی۔ کومل اُس کے احساسات سمجھ رہی تھی۔ ماں اور

بہنوں کو وہ اس وقت یہ احساس نہیں دینا چاہتا تھا کہ شادی ہوتے ہی بیوی کے ساتھ سیر سپاٹوں پر نکل گیا۔ مڈل کلاس ذہنیت کے پیچ وخم وہ بھی سمجھ سکتی تھی۔ اس لئے سر ہلا کر رہ گئی۔

''ٹھیک ہے، جیسے تم خوش رہو۔ البتہ وہ ایک ماہ تو تمہیں اپنی ساری فیملی کے ساتھ گزارنے پر کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہئے۔''

''جی میڈم!'' اس نے اپنی مخصوص سعادت مندی کا مظاہرہ کیا۔

''تم یہ فائل زارا کو دے دینا۔ اور سنو، آج کسی سے بھی ملنے کا موڈ نہیں ہے۔ تبسم سے کہنا، کوئی بھی آئے، نہ تو لائن ملا کر دے اور نہ ہی اندر آنے دے۔ اوکے!''

''جی میڈم!'' مقدس ابھی اٹھا بھی نہیں تھا کہ کوئی دروازہ کھول کر اندر آ گیا۔ آنے والی ہستی منصور احمد کی تھی۔

''بیٹا! میں تو اندر آ گیا ہوں۔ کہو تو واپس چلا جاؤں؟''

''پاپا! آپ......آئیے نا۔ یہ انسٹرکشن آپ کے لئے نہیں تھیں۔'' وہ فوراً ہی اپنی کرسی سے اٹھ کر ان کی طرف بڑھی۔ مقدس بھی سلام کرتا باہر نکل گیا۔

''السلام علیکم! آپ کب آئے واپس؟ مجھے تو پتہ ہی نہیں ہے۔'' وہ ان کے ساتھ سائیڈ صوفہ پر آ بیٹھی۔

''تمہیں کیا بھئی۔ سنا ہے تم نے پلٹ کر اُدھر کی خبر بھی نہیں لی۔ بڑی شکایتیں سن رہا ہوں تمہاری۔'' انہوں نے محبت سے چھیڑا۔

''اچھا، کون ہے وہ، جسے میری کمی محسوس ہوئی؟ لاسٹ منڈے (Monday) کو تو آئی تھی واپس۔ نئے کنٹریکٹ کی وجہ سے کافی کام بڑھ گیا ہے۔ پھر زیتون کی شادی کا سلسلہ۔ اس کے باوجود میں دو تین بار گئی تھی۔ گھر پر مما تھیں نہ ثانیہ۔'' کومل نے بھی انہی کے انداز میں وضاحت دی۔ ''پاپا! کیا لیں گے؟ کافی......چائے......یا......''

''کچھ بھی نہیں۔ فی الحال تمہاری کمپنی چاہئے۔ سب کچھ بند کرو اور اُٹھو گھر چلو۔ اتنا حق تو بنتا ہے نا میرا اب تم پر۔''

''آف کورس پاپا!......اوکے، میں چلتی ہوں۔ مگر آپ کو اپنے پوتے کے گھر چلنا ہوگا۔ وہ بھی آپ کو بہت مِس کر رہا ہے۔ ایک وِیک رہا ہے وہاں۔ بڑی مشکل سے کنٹرول کیا ہے۔ بہت بگڑ کر آیا تھا۔'' کومل نے جلدی سے اٹھ کر اپنی سیف وغیرہ لاک کیں اور پھر فون پر مقدس سے رابطہ کر کے اسے اپنے جانے کا بتا کر ہدایات دیں۔

منصور احمد نے اپنے ڈرائیور کو واپس بھیج دیا تھا اور خود کومل کے ہمراہ آ گئے تھے۔

''کیسا رہا تمہارا فرسٹ ایکسپیرینس؟ آؤٹ کنٹری کام کرنے سے کانفیڈنس گروم ہوا ہے نا؟''

''جی پاپا! کانفیڈنس کے ساتھ ساتھ بہت نالج بھی گین کی ہے۔ یہاں تو ہم ابھی بہت

سلو لی موو کر رہے ہیں، وہاں جانے سے کافی انفارمیشنز بھی ملی ہیں مجھے۔''

''میں تمہیں اسی لئے فورس کر رہا تھا کہ تم خود جاؤ۔ نیکسٹ پروگرام کیا ہے تمہارا؟'' منصور احمد نے اس کا حوصلہ بڑھایا۔

''ڈیل ہو گئی ہے وہاں ایک پارٹی سے۔ اِن شاء اللہ وہاں بھی کامیابی ملے گی۔ بس آپ کی دعا چاہئے۔'' اس نے گاڑی گھر کے صدر دروازے پر روکی۔ ہارن دیتے ہی دروازہ کھل گیا۔ پورچ میں اسفند کی گاڑی بھی کھڑی تھی۔ کومل کے احساسات پر ایک بوجھ سا آ پڑا۔

''میری دعائیں تم بچوں کے لئے تو ہیں۔'' اُس کی کار پورچ میں رکی تو منصور احمد اُسے پیار سے تھپکی دیتے ہوئے اُتر گئے۔ زیتون بھی فوراً ہی باہر آ گئی تھی۔ اس کے سلام کا جواب دیتے ہوئے کومل نے اس سے پوچھا۔

''مون کہاں ہے؟......کیا کر رہا ہے؟ اسے بتاؤ کہ داجان آئے ہیں۔''

''وہ تو اپنے چاچو کے ساتھ اپنے کمرے میں ہے۔ دوپہر سے اپنے بچپن کی موویز اور فوٹوز دیکھ رہا ہے۔'' زیتون نے تفصیل بتائی۔

''اچھا! ٹھیک ہے۔ تم اسے بتا دو اور اچھی سی چائے پلاؤ۔'' کومل نے اسے ہدایات دیں اور پھر لاؤنج میں ہی بیٹھ گئی۔

''پاپا! آپ نے بتایا نہیں، آپ کب آئے تھے؟''

''بیٹا! کل رات ہی آیا ہوں۔ پردیس سے لوٹو تو گھر کی راحتیں مزید دل کھینچتی ہیں۔ دل چاہتا ہے، سب بچے بس نظروں کے سامنے رہیں۔ رات بھی سے ملاقات ہوئی۔ ثانیہ اور شارم بھی آئے ہوئے تھے۔ بس تم دونوں ہی نہیں تھے۔ تم دونوں کے لئے دل اُداس تھا، اس لئے آج آفس سے سیدھا تمہاری فیکٹری چلا آیا۔ شافند نہیں ہے، مگر تم دونوں تو میری روح کی ٹھنڈک ہو۔ سوچتا ہوں، اللہ نے ہمارے نجانے کس عمل کا یہ پھل تمہاری صورت میں ہمیں عطا کیا ہے۔ صوفیہ کی ہزاروں خطائیں سہی مگر تمہارا انتخاب کر کے اس نے جو نیک عمل کیا تھا، اس پر اُس کی ساری خطائیں معاف کرنے کو جی چاہتا ہے۔ بلکہ اکثر کر بھی جاتا ہوں۔ تم بھی بیٹا! اُس کی کڑوی کسیلی باتوں کا اثر نہ لیا کرو۔ اس کے کہنے پر آنا جانا چھوڑ دیتی ہو۔ اسے تمہارے آنے جانے سے فرق نہیں پڑتا ہوگا، مگر ہمیں تمہاری ضرورت ہے بیٹا! اس گھر میں تمہاری اپنی جگہ ہے۔ کسی کے کچھ کہنے سے تم وہ جگہ کیوں چھوڑ دیتی ہو؟''

منصور احمد بہت رسان و محبت سے دل کی کیفیت عیاں کر رہے تھے۔ ان کی باتوں سے اندازہ ہو رہا تھا کہ صوفیہ منصور نے یقیناً انہیں بھی کچھ نہ کچھ تو کہا تھا، جو اسے وہ اس نرمی سے سمجھا رہے تھے۔

''پاپا جان! میں بھی تو آپ سے ہی ہوں۔ آپ کی محبت کی تقویت میرے جینے کا جواز ہے۔ یُو ڈونٹ وری، مجھے مما سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ نہ ہی میں اُن کی باتوں کا برا مانتی

ہوں۔ اپنی مصروفیات کی وجہ سے میں وہاں نہیں جاسکی۔ آج آپ کے آنے کی اطلاع مل جاتی تو میں آج ادھر جانے ہی والی تھی۔ زیتون کی شادی کا پہلا کارڈ تو آپ کو ہی دینا تھا نا۔"

"تو تم نے ابھی تک کارڈ نہیں بانٹے؟"

"آپ سے ابتدا کرنا تھی نا۔ پہلے چائے پی لیں، پھر میں آپ کو کارڈ دکھاتی ہوں۔"

کومل نے زیتون کی لائی ہوئی چائے کے لوازمات سے بھری ٹرالی اپنے سامنے کی۔ اُسی دم مون بھی چلا آیا۔

"السلام علیکم دا جان! آپ کہاں تھے اتنے دنوں سے؟...... آئی مس یُو ویری مچ دا جان!" اُن کے گلے سے جھولتے ہوئے وہ انہیں اپنی بے قراری کی داستان سنا رہا تھا۔

"او میری جان!...... مائی لٹل پرنس!...... آئی مس یُو ٹو۔ اس بار تم اپنی دادو کے پاس بہت دن رہے۔ کبھی میرے پاس بھی آ کر رہو۔"

"میں دادو کے پاس کب رہا؟ دادو تو گھر ہوتی نہیں تھیں۔ میں تو چاچو کے ساتھ رہا ہوں۔ مگر اب میں کبھی نہیں جاؤں گا، اپنی ماما کے بنا۔ ماما نہیں ہوتیں تو سب مجھے ڈانٹتے ہیں اور چاچو تو......"

"مون! تمہارے چاچو آئے ہوئے ہیں تم نے انہیں چائے کا پوچھا تھا؟" کومل نے اسے ٹوکتے ہوئے اس کا دھیان بٹایا۔

"جی ماما! زیتون باجی نے انہیں کولڈ ڈرنک دی تھی۔ ماما! ہم نے نا آج آپ کی، پاپا کی اور میری ساری فوٹوز بھی دیکھی تھیں۔ اور نا ہم نے وہ مووی بھی دیکھی تھی جو پاپا نے شوٹ کی تھی۔ ماما......!" وہ بتاتا بتاتا دادا کے پاس سے اٹھ کر ماں کے پاس آ بیٹھا اور پوچھنے لگا۔

"ماما! آپ کی اور پاپا کی شادی والی فوٹوز کہاں ہیں؟ اور شادی کی مووی بھی آپ نے مجھے نہیں دکھائی تھی۔"

کومل نے ایک لمحے کے لئے اسے دیکھا۔ بات بنانی مشکل تھی۔ یقیناً اسفند نے ہی اسے یہ پوچھنے پر اُکسایا تھا۔

"بیٹا! وہ تو خراب ہو گئی تھیں۔ ایکچولی جب ہم یہاں اس گھر میں شفٹ ہوئے تھے تو کافی سامان بارش میں خراب ہو گیا تھا۔ اچھا جاؤ، اپنے چاچو سے چائے کا پوچھ کر آؤ۔" کومل نے اسے ٹالنا چاہا۔

"ماما! چاچو تو مووی دیکھتے دیکھتے سو گئے تھے۔ وہ ابھی بھی سو رہے ہیں۔" مون ایک بار پھر دادا کے پاس جا بیٹھا۔ کومل کو اس سے خدشہ تھا کہ وہ کہیں اسفند کی باتوں اور رویے کا اظہار نہ کر دے۔

"دیکھ رہے ہیں پاپا! اس لڑکے کو ایک جگہ چین نہیں ہے۔ مون! پاپا کو آرام سے چائے پینے دو۔ تمہیں کچھ چاہئے تو لے لو، ورنہ پھر جا کر اپنا ہوم ورک کرو۔ تمہارا ٹیوٹر آتا ہی ہو گا۔"

"مام! ابھی کر لوں گا ہوم ورک۔ مجھے دا جان کے ساتھ باتیں کرنی ہیں۔ آپ کو پتہ ہے، دا جان! میں چاچو کے ساتھ فارم ہاؤس بھی گیا تھا۔ وہاں اتنا بڑا کیٹل یارڈ ہے۔ کتنے اینیملز ہیں۔ آپ نے پہلے مجھے کیوں نہیں دکھایا تھا؟ یو نو، میں نے چاچو کے ساتھ ہارس رائیڈنگ بھی کی تھی اور سوئمنگ بھی۔ بہت مزہ آیا تھا۔" وہ اپنی معصوم باتوں میں منصور احمد کو لگائے ہوئے انہیں بھی ہنسنے پر مجبور کر رہا تھا۔ کومل اس وقت اسے کچھ نہیں کہہ سکتی تھی۔ پلیٹ میں اس کے لئے پیسٹری رکھ کر اسے پکڑا دی۔

"مون! پاپا کو کچھ کھانے تو دو۔ اور تم بھی کچھ کھا لو۔ میں ابھی کارڈ لے کر آتی ہوں۔"

"ماما! آپ باہر جا رہی ہیں؟" مون فوراً ہی چوکنا ہو گیا۔

"نہیں...... کار میں پڑے ہیں کارڈ۔ پاپا! آپ ہی اسے سمجھائیں۔ بہت تنگ کرنے لگا ہے۔" وہ اسے کھانے کی طرف متوجہ کر کے باہر نکل گئی۔

"مون! بیٹا تم تو بہت پیارے بچے ہو۔ ماما کو کیوں ستاتے ہو؟"

"دا جان! میں کب ستاتا ہوں؟ ماما مجھے ستاتی ہیں۔ اتنا سارا کام کرتی ہیں اور مجھے ٹائم ہی نہیں دیتیں۔ ہر وقت کام بس کام۔"

"میرے بچے! ماما کام کرتی ہیں تو آپ کے لئے اتنی لگژریز پرووائیڈ ہوتی ہیں۔ تم بڑے ہو جاؤ گے، پھر تم کام کرنا اور ماما آرام کریں گی۔ او کے؟" منصور احمد نے پوتے کو محبت سے سمجھایا۔

"میں کب بڑا ہوں گا؟" اس کا معصوم سوال انہیں مسکرانے پر مجبور کر گیا۔ ابھی وہ اسے جواب دینا ہی چاہتے تھے کہ اسفند اندرونی دروازے سے "السلام علیکم" کہتا داخل ہوا اور بیرونی دروازے سے کومل۔

"وعلیکم السلام، ینگ مین! کیسے ہو؟" منصور احمد نے بیٹے کی پذیرائی خوش دلی سے کی۔ اسفند کے لئے ایک خاص چمک اُن کی آنکھوں میں اُتر آئی تھی۔ محبت کا ایسا احساس کومل نے کبھی ان کے چہرے پر نہیں دیکھا تھا۔ اس کے دل میں ایک کسک سی اُٹھی۔ اگلے ہی پل وہ اس خیال کو جھٹکتے ہوئے وہ منصور احمد کے دائیں پہلو میں آ کر بیٹھ گئی۔

"زیتون! اور چائے بنا لاؤ۔" بیٹھتے ہی اس نے زیتون کو پکارا اور پھر بیگ سے کارڈ نکالتے ہوئے مون کو دیکھا۔ وہ تمام رنجشیں بھلائے اپنے چاچو کے پہلو میں بیٹھا اسے اپنی پیسٹری کھلا رہا تھا۔ اس وقت اسفند کی موجودگی گو کہ اس کے لئے ناقابلِ برداشت تھی، مگر اسے ضبط سے کام لینا تھا۔

"مون! یہ Finish کر کے اپنا بیگ کھولو جا کر۔"

"جی مام!"

کومل کو اس وقت خود اپنی کیفیت سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

"پاپا جان! یہ زیتون کی شادی کا پہلا کارڈ آپ کے لئے۔" کومل نے اس کی موجودگی کو نظرانداز کر کے کارڈ منصور احمد کی طرف بڑھایا۔

"واہ...... ایکسیلنٹ۔ بہت خوب صورت کارڈ ہے۔ تم نے بیٹا! واقعی بڑا نیک کام کیا ہے۔ اپنی نیکی میں کچھ ہمارا حصہ بھی ڈال لو۔" منصور احمد نے کارڈ کی تحریر پڑھتے ہوئے اسے سراہا۔ اسفند نے ایک دم چونک کر انہیں دیکھا۔ عجیب نا سمجھی والی اُلجھی ہوئی کیفیت اُس کے چہرے پر پھیلی ہوئی تھی۔

"پاپا! سبھی کچھ آپ کا ہی تو ہے۔ آپ بس آ کر دعائیں دے دیجئے گا، زیتون اور مقدس کو۔"

اسفند ایک اور جھٹکے کی زد میں تھا۔ ذہن کی سطح پر کئی منظر اُجاگر ہو رہے تھے، مٹ رہے تھے۔

"ضرور آؤں گا، ضرور آؤں گا۔ تم تیمور کو بھی انوائٹ کر رہی ہو نا؟"

"جی پاپا! چچا جان کو فون پر کہہ دیا تھا۔ وِیک اینڈ پر کارڈ بھی دے آؤں گی۔ میں نے فیملی کے علاوہ چند ایک قریبی فیملیز کو ہی انوائٹ کیا ہے۔ مقدس کی طرف سے بھی زیادہ لوگ نہیں ہیں۔ ہنڈرڈ پرسن کا ریسپشن میرج ہال میں ارینج کروایا ہے۔ ٹھیک ہے نا پاپا؟"

"بیٹا! تم جو بھی کر رہی ہو، بہترین کر رہی ہو۔ میں پھر بھی پرسنلی جا کر ارینج منٹ دیکھ لوں گا۔ بلکہ کوئی کام ہے تو سنی سے کہہ دو۔ یہ بھی اس قابل تو ہے کہ تمہارا کچھ ساتھ دے سکے۔" انہوں نے اسے پُرستائش نظروں سے دیکھتے ہوئے اسفند کی خدمات اپنے طور پر پیش کیں۔

"نہیں پاپا! ضرورت نہیں ہے۔ ایوری تھنگ از ریڈی۔ مقدس خود بھی کافی زیادہ کوآپریٹ کر رہا ہے۔ اور پھر نبیل نے ساری ارینج منٹ کروائی ہیں۔ آئی ہوپ، وہ بیٹرلی ہینڈل کر لے گا۔ آپ ملے ہیں نا نبیل سے۔ نیچرلی وہ نان سیریس ہے، بٹ ویری ویل آرگنائزر۔" کومل کے انداز میں لاپروائی تھی مگر اسفند کو اس کا انداز خاصا چبھ رہا تھا۔ وہ اُسے نظرانداز کر کے دوسروں کو اس پر فوقیت دے رہی تھی۔

"تمہاری آذر سفیان کیانی سے ملاقات ہوئی؟ پکا بزنس مین ہے۔ نبیل اپنے باپ جیسا لگتا نہیں۔"

"نہیں، نبیل کے فادر سے میری ملاقات نہیں ہوئی۔ اُس کی مدر سے ملی ہوں۔ شی از ہاسپٹلائز۔ ہارٹ پرابلم ہے انہیں۔ ایک دو دن میں ڈسچارج ہو جائیں گی۔"

"ویری سیڈ...... ملنے جاؤ تو میری جانب سے خیریت پوچھ لینا۔"

"اُدھر بھی کارڈ لے کر ہی جاؤں گی۔ بس آپ سے ایک ریکویسٹ ہے۔ کچھ دنوں کے لئے اماں جان کو میرے پاس بھیج دیں۔ شادی کے سلسلے کی ضروری رسومات اور لین دین کے بارے میں ان ہی سے انفارمیشن مل سکتی ہیں۔ یُو نو پاپا! زیتون کو بہن بن کر رخصت کر رہی

ہوں، اس لئے چاہتی ہوں، کوئی کمی نہ رہ جائے۔"

"ٹھیک ہے بیٹا! لے آنا تم اماں جان کو۔ آج کل تو وہ تیمور کی طرف ہیں۔"

وہ دونوں اپنی باتوں میں مگن اسفند کا وجود تو جیسے فراموش ہی کر چکے تھے۔ اسفند بھی اس وقت وہاں موجود نہیں تھا۔ خیالات نے اُسے آکٹوپس کی طرح جکڑنا شروع کر رکھا تھا۔ منظر بدل رہے تھے، سوچیں بکھر رہی تھیں، کڑیاں مل رہی تھیں، ٹوٹ رہی تھیں۔ وہ کس قدر غلط فہمیوں میں اُلجھ گیا تھا۔ جذبات میں اُس کے قدم نہ صرف غلط سمت اٹھ گئے تھے، بلکہ اپنی حرکتوں سے وہ کومل اور مون کے جذبات سے بھی کھیل چکا تھا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ وہ اپنی شادی کی تیاریوں میں ہے۔ مگر یہاں تو معاملہ ہی اور تھا۔ نبیل سے اُس کی لگاوٹ کا اظہار بہرحال ابھی بھی چبھن دے رہا تھا۔ یہ چبھن اُس کی اپنی تھی۔ اپنے ہاتھوں اس نے خریدی تھی۔ بظاہر نظر آنے والے واقعات کو نہ پرکھ سکنے کا ملال اسے پچھتاوؤں میں ڈال گیا تھا۔ اب اسے اپنا کیا ایک ایک عمل یاد آ رہا تھا۔ کومل کی بے رخی و بے اعتنائی غلط نہیں تھی۔ وہ اسی سلوک کے قابل تھا۔

"پاپا! آئی سویئر، بہت بزی ہوں کل۔ ابھی نہیں چل سکتی آپ کے ساتھ۔ پلیز آپ کارڈ بھجوا دیں۔" وہ اپنے خیالات سے چونکا تو وہ اور منصور احمد بحث میں تھے۔

"تم نے کہا تھا کہ تم خود کارڈ دینے چلو گی۔"

"پاپا! پلیز...... مان جائیں نا...... اوکے، پرسوں وِیک اینڈ ہے۔ میں پرسوں آ جاؤں گی اور سارا سنڈے صرف آپ کے ساتھ گزاروں گی۔ ابھی آپ کارڈ لے جائیں۔ اماں جان کو بھی لانا ہے تو مجھے آنا تو ہے نا۔" اس نے بڑی منت سے کہا۔

"اوکے...... مان لیتا ہوں۔ مگر یاد رکھنا، سارا سنڈے میرے ساتھ گزارنا ہو گا۔ کوئی مصروفیت، کوئی بہانہ، کوئی مجبوری یاد نہیں آئے گی۔ اوکے؟"

"ایسا ہی ہو گا۔ ڈونٹ وری۔ اب آپ کیسے جائیں گے؟ میری کار لے جائیں۔" وہ جانے کے لئے تیار کھڑے تھے۔

"نہیں...... سنی ہے نا...... سنی! تم نے گھر جانا ہے یا......"

"جی...... میں لے چلتا ہوں۔" وہ فوراً ہی اٹھ کھڑا ہوا۔ کومل سے نظریں ملانے کی تاب تھی نہ یہاں ٹھہرنے کا جواز۔



رات کے کھانے پر سبھی موجود تھے۔ منصور احمد نے کومل کا دیا کارڈ صوفیہ کے ہاتھوں میں تھماتے ہوئے کرسی سنبھالی۔ صوفیہ ایک نظر کارڈ کو دیکھ رہی تھیں اور ایک نظر شوہر کو۔

''یہ کیا ہے؟''

''نظر نہیں آ رہا؟ زیتون کی شادی کا انویٹیشن ہے۔ کومل نے بھیجا ہے۔'' منصور احمد نے ان کے تاثرات کا نوٹس لئے بغیر اپنے سامنے پلیٹ سیدھی کی۔

''یہی تو پوچھ رہی ہوں، یہاں کیوں بھیجا ہے؟ اب کیا ہم ملازموں کی شادیاں اٹینڈ کریں گے؟ ہمارے اپنے تو کوئی کام نہیں رہے۔'' صوفیہ نے اپنی جگہ پر بیٹھتے ہوئے کارڈ ایک طرف پٹخنے کے سے انداز میں رکھا۔ ثانیہ، اسفند کے علاوہ منصور احمد نے بھی انہیں دیکھا۔

''ملازم بھی انسان ہی ہوتے ہیں۔ ان کی خدمتوں کے صلے میں اتنا تو ہم کر سکتے ہیں کہ ان کی خوشیوں میں شریک رہیں۔ اور پھر کومل اپنی حیثیت کے مطابق اس کی شادی کر رہی ہے۔ میرج ہال میں ارینج منٹ ہے، سڑک یا گلی میں نہیں۔'' انہوں نے اپنی ناگواری چھپاتے ہوئے کہا۔

''خوب نام روشن ہو رہا ہے آپ کا۔ آپ کی بہو ملازموں کی بیٹیوں اور بیٹوں کی شادیاں گھر کے فرد کی طرح کر رہی ہے۔ بہت اچھا کام کر رہی ہے نا۔''

''تم کہنا کیا چاہتی ہو صوفیہ؟ وہ اگر اپنی خوشی سے کسی غریب بچی کی زندگی کو بہتر بنا رہی ہے تو تمہیں کیا اعتراض ہے؟ تم سے کچھ مانگا ہے اس نے؟'' منصور احمد اس بار اپنی ناگواری چھپا نہیں سکے۔

''میرے بیٹے کا ہی تو لٹا رہی ہے، سب۔''

''تمہارے بیٹے کا نہیں، اپنی محنت کی کمائی کہو۔ اسے یہ خدا نے توفیق دی ہے۔ ہر کسی کا مقدر ایسا نہیں ہوتا۔ جب اسے کوئی افسوس نہیں ہے تو تم کیوں غم پال رہی ہو؟ اس کا عمل اس کے ساتھ ہے۔ اور پھر ہر کسی کو اپنا نصیب ملتا ہے۔ یہ کوئی نہیں جانتا کہ کسی کو آئندہ زندگی میں کیا ملنے والا ہے۔ ہمیں اپنی بیٹیوں کے مقدر کا کیا علم؟ اپنی طرف سے تو ہم چاہیں گے کہ ہماری بیٹی کسی محل میں ہی جائے، مگر کیا ہم ان کے نصیب کا لکھا جانتے ہیں کہ انہیں آگے کیا

ملنے والا ہے؟ ہم نے جو سوچا ہے، وہ یا پھر جو قدرت نے طے کر رکھا ہے۔ ہم اپنے بچوں کے لئے جو سوچتے ہیں، دوسروں کے لئے بھی ایسا ہی سوچنا چاہئے۔ اپنی سوچیں بدلو صوفیہ!'' منصور احمد نے صوفیہ کے رویّے پر انہیں اچھا خاصا لیکچر دے ڈالا۔

شوہر کی نصیحت ان کے حلق میں اٹک گئی۔

''میں نے تو ایک بات کہی تھی منصور! آپ کی بہو کی ''خدا ترسی'' اور نرم دلی پر اس کی تعریف ہی تو کر رہی تھی۔ اور آپ اپنی اولاد کے لئے بددعائیں کرنے لگے۔'' انہوں نے اپنے طور پر صفائی پیش کی۔

''میں آپ کو مقدر کا کھیل سمجھا رہا ہوں۔ اور کومل کے حوالے سے آپ جس انداز میں بات کرتی ہیں، میں جانتا ہوں۔ آئندہ آپ یا کوئی بھی اس کے بارے میں غلط انداز میں بات کرے گا تو نتائج کا ذمہ دار بھی خود ہی ہو گا۔ میں یہ غلطی برداشت نہیں کروں گا۔ خواہ کوئی بھی ہو۔''

منصور احمد کھانا کھائے بغیر کھڑے ہو گئے۔ ان کے انداز و لہجے میں جو قطعیت تھی، وہ صوفیہ منصور کو مزید بھڑکا گئی۔ ان کے ہال سے نکلتے ہی وہ براہِ راست اسفند کو مخاطب کر بیٹھیں۔ وہ بھی ویسے ہی کہیں کھویا ہوا تھا۔

''سنی! تم نے سنی اپنے پاپا کی باتیں؟ اپنی لاڈلی کی شان میں ایک بھی بات سننا بھی گوارا نہیں۔ نہ جانے کیا جادو کر دیا ہے۔ ہم اس کے ساتھ کیا زیادتی کرتے ہیں؟ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ایک نوکر کی بیٹی کی شادی اسی شان و شوکت سے ہو گی، جیسے کسی رئیس کی بیٹی کی ہو۔ میرے بیٹے کی روح بھی تڑپتی ہو گی۔ اس کی دولت ایسے کاموں پر خرچ ہو رہی ہے۔ بھکاریوں میں تقسیم کی جا رہی ہے۔ میرے بیٹے کا گھر خالی کر کے نہ جانے کس ٹٹ پونجیے کا گھر بھرا جا رہا ہے۔' وہ اپنے دل کی بھڑاس نکال رہی تھیں۔ ثانیہ کو اپنی مما پر غصہ آ رہا تھا مگر وہ ان کے احترام میں بول بھی نہیں سکتی تھی۔

''سنی! ذرا حساب کتاب رکھو اس عورت کا۔ ایسا نہ ہو، کسی دن سب کچھ لپیٹ کر چلتی بنے اور مون کو یہاں زندگی بھر رونے کے لئے چھوڑ جائے۔'' اسفند نے اپنی مما کی بات کا تو جواب نہیں دیا، البتہ اس بار ثانیہ اپنی زبان نہ روک سکی۔

''مما! آپ ملی بھابی کو کیا سمجھتی ہیں؟ اتنے سالوں سے وہ آپ کی ہر زیادتی کیوں سہہ رہی ہیں؟ صرف آپ کے بیٹے کی دولت کی خاطر؟...... مما! آپ بھول رہی ہیں، شافند بھائی جب فوت ہوئے تھے اس وقت ان کے بزنس نے اسٹارٹ لیا تھا۔ آج بزنس جس عروج پر ہے، اس میں صرف اور صرف ملی بھابی کی محنت شامل ہے اور......''

''بس، چپ کر جاؤ ثانی! تم بہت بدتمیز ہو گئی ہو۔ کسی چھوٹے بڑے کا لحاظ ہی نہیں رہا تمہیں۔ اپنے باپ کی شہ پر مت اچھلو، ورنہ......''

''مما! آپ بڑے بھی تو اپنی بڑائی کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اگر بڑوں کی آنکھوں پر مسلسل پردہ پڑا رہے تو پھر چھوٹوں کو ہی بڑھ کر وہ پردہ نوچ پھینکنا چاہئے، جو انہیں بلائنڈ کر دیتا ہے۔ آپ مسلسل تین سال سے ملی بھابی کے ساتھ زیادتی پر زیادتی کرتی چلی جا رہی ہیں۔ یہی صورتِ حال اگر ثانیہ یا میرے ساتھ پیش آئے گی تو پھر آپ کیا کریں گی؟ ملی بھابی کی بیک پر کوئی نہیں ہے، اس لئے آپ ان کے ہر فعل پر نگاہ رکھتی ہیں۔ پلیز مما! خدا کا خوف کریں۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کے کسی عمل کی پکڑ میں مَیں یا ثانیہ آ جائیں۔''

''بکواس مت کرو۔'' اسفند کو بھی اس وقت اس کا جارحانہ انداز پسند نہیں آیا تھا۔ اپنی مما سے وہ خود بھی کبھی اس انداز میں بات نہیں کر پایا تھا، اس لئے ثانیہ کا رویّہ دیکھ اور سن کر اس کا پارہ چڑھ گیا۔ ''ثانیہ! بی ہیو یور سیلف۔ مما کے ساتھ تم کس طرح بات کر رہی ہو؟ میں تمہاری بدتمیزی آئندہ برداشت نہیں کروں گا۔ کیا تم اتنی بڑی ہو گئی ہو کہ مما کے سامنے اس طرح بات کرو اور سبھی کا احترام بھلا دو؟'' بھائی کی سختی پر اس کی آنکھیں بھر آئیں۔ سچ بولنے کو بدتمیزی سمجھنے والے اپنے لئے جھوٹ بھی برداشت نہیں کرتے تھے۔ اس کا ذہن اس وقت گھوما ہوا تھا، اس لئے اس نے بڑے بھائی کو بھی آئینہ دکھانے کی ٹھان لی۔ اپنی جگہ سے اُٹھتے ہوئے اس نے اسفند کو مخاطب کیا۔

''اسفند بھائی! اگر سچ بات کہنا بدتمیزی میں شمار ہوتا ہے تو مجھ سے پہلے آپ کی صاف گوئی کا چرچہ خاندان بھر میں ہے۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ آپ بھی کومل بھابی سے دشمنی میں اس حد تک پہنچ گئے ہیں کہ آپ کو مما کا رویّہ اور باتیں درست لگتی ہیں۔ شاید مما کے کہنے پر ہی آپ نے اس روز کومل بھابی کو اس قدر ذلیل کیا تھا۔ آپ مما کی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اسفند بھائی! مون کو ان سے دور رکھنے کی آپ کی کوشش ناکام ہو گئی ہے، اسی لئے آپ کا غصہ اس حد تک بڑھ گیا ہے۔ آپ ان کی کردار کشی میں بھی مما کے ساتھ شامل ہیں۔ ان کا مارا ہوا پتھر آپ کی انا کو چھیڑ گیا ہے، اسی لئے آپ بھی ان سے انتقام لینا چاہتے ہیں۔ میں آپ کو ایسا نہیں سمجھتی تھی، سنی بھائی! کہ آپ بھی دوسروں پر تہمت لگائیں گے۔ بنا دیکھے، پرکھے آپ کیسے ان پر بہتان باندھ سکتے ہیں؟ پاپا ٹھیک کہتے ہیں، ہمیں خدا کا خوف نہیں رہا، ورنہ........''

وہ اپنی سسکیاں روکتی وہاں سے بھاگتی نکل گئی۔ اسفند کے لئے آج کا دن شرمندگیوں سے بھرا ہوا تھا۔ یہ نیا انکشاف اسے مزید پچھتاوؤں کی آگ میں جھلسا رہا تھا۔ اس کی چھوٹی بہن آج اسی کی زیادتیاں اُسے جتا رہی تھی۔ وہ جو اپنے افعال پر صرف اپنی نظروں میں شرمندہ ہوا تھا، آج اپنی ماں اور بہن کے سامنے بھی نگاہ نہیں اٹھا پا رہا تھا۔ اسے معلوم تھا، اس کی مما ثانیہ کی باتوں پر اس سے کیا کیا سوالات کرنے والی ہیں۔ اگرچہ اس کا ذہن و وجود غم سے بوجھل ہو رہے تھے، پھر بھی اس نے اپنی مما کا سامنا تو کرنا تھا۔ ان کے سوالوں کے لئے اس نے خود کو سنبھالا۔

''سنی! یہ میں کیا سن رہی ہوں؟ اس بدذلیت نے تم پر ہاتھ اٹھایا۔ اتنی جرأت کیسے ہوئی کہ وہ تم پر؟........ تم نے اس کا منہ کیوں نہیں توڑ دیا؟ آنے دو، اس کا وہ حشر کروں گی کہ اس کی نسلیں بھی یاد رکھیں گی۔''

صوفیہ منصور کے لہجے میں بے انتہا غصہ بھرا ہوا تھا۔ اس بار تو اسفند کو بھی ان کا انداز و رویّہ پسند نہیں آیا تھا۔ اسی وقت ناراضگی سے انہیں مخاطب کیا۔

''مما! آپ بات کرتے ہوئے سوچ تو لیا کریں۔ اب وہ ہماری ذات میں شامل ہوتی ہیں۔ ہم سے، ہمارے خاندان سے ریلیٹڈ ہیں۔ انہیں ہم برا کہیں گے تو........''

''یہی بات تو میں کہتی ہوں۔ وہ ہمارے خاندان کا نام اُچھال رہی ہے۔ اس کے طور طریقے اب شریف بہو بیٹیوں والے نہیں رہے۔ مردوں سے مقابلے پر اُتر آئی ہے وہ تو اب۔ کیوں اُس نے تمہیں تھپڑ مارا تھا؟ تم نے اسے کیا کہا ہوگا؟ اُس کے کرتوتوں سے روکا ہی ہوگا نا........ اسی لئے تم مون کو اس سے چھین لینے کے درپے ہوئے تھے۔ تم مجھے پہلے بتاتے سنی! میں اُسے........''

''فارگاڈ سیک مام! پلیز مجھے ثانیہ کی طرح مِس بی ہیو پر مجبور نہ کریں۔ ایسا کچھ نہیں ہوا تھا۔ ثانیہ کو مِس انڈر اسٹینڈنگ ہوئی ہے۔ میں تو ان سے آج بہت لمبے پیریڈ کے بعد ملا ہوں۔ اے بی ثانی نے ہماری اس دن کی باتوں سے یہ رزلٹ لیا ہے کہ ہم مون کو ان سے چھین رہے ہیں۔ مام! جب مون ان کے ساتھ کمفرٹ ہے تو ہم اس سے اس کی ماما کیسے چھین سکتے ہیں؟........ پلیز، مون کی خاطر آپ اپنے دل سے غلط فہمیاں نکال دیں۔ مجھ پر وہ کیا، کوئی بھی ہاتھ نہیں اٹھا سکتا۔ میں ثانی کی مِس انڈر اسٹینڈنگ کلیئر کر دوں گا۔ یُو ڈونٹ وری۔''

اسفند نے پہلی بار جھوٹ بولا تھا۔ صوفیہ بھی دوہری کیفیت میں تھیں۔ اسفند انکار کر رہا تھا اور ثانیہ نے کھلے عام اس کا پردہ فاش کیا تھا۔ بہرحال اسفند کی فطرت کا تو انہیں اندازہ تھا کہ وہ جھوٹ نہیں بولتا اور نہ ہی کسی کا جبر سہتا ہے۔



''آنٹی! آپ کی وجہ سے میں نے نبیل کو بے حد ڈانٹا ہے۔ اب آپ دیکھئے گا، یہ آپ کی بات جلد ہی مانے گا۔'' کومل آج آذر سفیان کیانی کے گھر آئی ہوئی تھی۔ اس کے آنے کے دو مقصد تھے۔ ایک تو زیتون کی شادی کا کارڈ، دوسرے ان کی گھر واپسی پر انہیں مبارک بھی دینے آئی تھی۔

قدسیہ کیانی ہاسپٹل سے صحت یاب ہو کر آ گئی تھیں۔ کومل سے ان کا رویّہ بالکل ماؤں جیسا ہو گیا تھا۔ فطری طور پر وہ ایک نرم دل خاتون تھیں۔

''خدا خیر کرے........ تمہاری وجہ سے یہ سدھر جائے۔ ورنہ اس کے بابا کو تو اس سے کچھ اچھی امید نہیں ہے۔''

"آپ انکل سے میری میٹنگ کروائیں۔ میں ان کا خیال بدل دوں گی۔ اتنا ہونہار بیٹا ہے آپ کا آنٹی!........کم لوگوں کے اکلوتے بچے اس قدر سلجھے ہوئے ہوتے ہیں۔ آپ اللہ کا شکر ادا کیا کریں کہ نبیل اس دور کے لڑکوں سے بہت مختلف ہے۔ آپ کی تربیت بہت اچھی ہے آنٹی!" کومل نے پلیٹ سے بسکٹ اٹھاتے ہوئے انہیں خلوص سے کہا۔

"ماشاء اللہ......بس بیٹا! اللہ کا کرم ہے۔ تم کچھ اور بھی لو نا۔ نبیل بتاتا ہے، ہر وقت کام میں لگی رہتی ہو۔ اپنا خیال رکھا کرو بیٹا!"

"بس آنٹی جی! ذمے داریاں تو نبھانی ہیں نا۔ یہ دونوں کہاں رہ گئے؟ نبیل مون کو گھر دکھا رہا ہے یا اسے کہیں باہر لے گیا ہے؟"

"ہم آ گئے۔" دونوں ہی ایک زبان بولتے ہوئے ان کے سامنے آ بیٹھے۔ "ماما! انکل نبیل کا گھر بھی بہت پیارا ہے۔ اور انکل کا بھی میرے روم کی طرح بہت بڑا گیم روم ہے۔ اور ایک جم بھی ہے۔ ماما! آپ نے میرے لئے جم کیوں نہیں بنوایا؟" مون بیٹھتے ہی شروع تھا۔

"سویٹو! تم پہلے بڑے تو ہو جاؤ۔ پھر تمہارے لئے جم بھی بن جائے گا۔ ابھی صرف اپنی سٹڈی پر کانسنٹریٹ رکھو، او کے!"

"یہ لٹل ماسٹر بہت شارپ ہے مادام! میرے روم میں میڈونا اور مونالیزا کے پورٹریٹ دیکھ کر پوچھنے لگا کہ یہ کون ہیں؟ میں نے کہا، میری گرل فرینڈز ہیں تو فوراً کہنے لگا۔ ایک تو فلم ایکٹریس ہے اور دوسری ایمجینیشن۔ صرف پینٹنگ ہے۔" نبیل خاصا محظوظ ہو کر بتا رہا تھا۔

"میں نے کچھ غلط تو نہیں کہا نا، ماما!" وہ فوراً ہی ماما سے تائید مانگ رہا تھا۔ قدسیہ کیانی بھی اس کی باتوں پر مسکرا رہی تھیں۔

"نہیں، بالکل صحیح کہتے ہو سویٹ ہارٹ! اب جلدی سے جوس پیو۔ آنٹی نے تمہارے لئے بنوایا ہے۔ پھر چلتے ہیں۔"

"ایسے تو نہیں جانے دیں گے۔ آج کھانا کھا کر جاؤ گی۔ اتنے دن ہاسپٹل میں تم نے میرا اتنا خیال رکھا۔ نبیل کے لئے کھانا پینا بھجواتی رہیں۔ ہمارے ساتھ ایک وقت کھانا بھی نہیں کھاؤ گی؟" قدسیہ کیانی نے نہایت محبت سے اس کا ہاتھ تھاما۔

"آنٹی جی! وہ تو میرا فرض تھا۔ چھوٹے بھائیوں کے لئے بہنیں اتنا بھی نہ کریں تو پھر کیا فائدہ؟"

"مادام! یہ کیا کہہ رہی ہیں؟........ مجھ سے رشتہ بدل لیا؟ میرے خدا! زندگی میں ایک گرل فرینڈ تو ملی تھی، وہ بھی بہن...... آئی آبجیکشن یور آنر.......!" نبیل نے مصنوعی دہائی دیتے ہوئے ماتھے پر فلمی انداز میں کلائی رکھی تو قدسیہ کیانی اس بار کھلکھلا اٹھیں۔ "میں سمجھتا رہا، آپ میری دوستی میں صبح شام ناشتہ، کھانا، چائے، کافی بھجواتی رہی ہیں۔ مگر آپ تو...... یہ اچھا نہیں کیا آپ نے۔ میرے ارمانوں پر بجلی گرا دی۔"

"نبیل! زیادہ ڈرامہ نہیں کرو۔" کومل اس کے انداز پر کچھ خجل بھی ہو رہی تھی۔

"کومل! اسے تو بچپن سے عادت ہے ڈرامے کرنے کی۔ میرے ساتھ ایسے ایسے ڈائیلاگز بولتا ہے کہ خدا کی پناہ۔ کئی بار میں جذباتی ہو جاتی ہوں۔" قدسیہ کیانی نے اس کی خجالت مٹانا چاہی۔

"اسے معلوم ہے، میں ایموشنل نہیں ہونے والی۔ اچھا آنٹی! پلیز جانے دیں۔ آج مجھے اپنی سسرال بھی ضروری جانا ہے۔"

"وہاں تو آپ جاتی رہتی ہیں۔ یہاں کچھ دیر اور رک جائیں گی تو ہمارے گھر کی رونق بڑھ جائے گی۔ کیوں مما؟"

"ٹھیک کہہ رہا ہے نبیل۔ تم بیٹھو بیٹا! ہم جلدی ڈنر کر لیں گے۔ نبیل! تم مون کو اپنے لاؤنج میں لے جاؤ۔ بچہ بور نہ ہو۔ ہم یہاں اپنی باتیں کر لیں گے۔" قدسیہ کیانی کا اصرار اسے بیٹھنے پر مجبور کر گیا۔



اسفند منصور ایک بار پھر خود سے اُلجھ رہا تھا۔ کل جس شرمندگی سے وہ گزرا تھا، اس کے بعد کومل کا سامنا کرنے کا اس میں حوصلہ تھا نہ ہی اس سے کچھ کہنے کا۔ مگر دل تھا کہ بار بار اپنی غلطیاں مان لینے پر اُکسا رہا تھا۔ اُسے کومل کے سامنے گھٹنے ٹیکنے کی صلاح دے رہا تھا۔ اُس کی نفرت زیادہ دیر تک اس کے جذبوں کے سامنے کھڑے رہنے کی سکت نہیں رکھتی تھی۔ وہ جانتا تھا، وہ کچھ بھی کرے، بے رخی کی انتہاؤں پر پہنچ جائے، اُس کے سامنے کسی اور کا ہاتھ تھام کر چل دے، پھر بھی اس کے دل میں بسی، رگوں میں لہو کی مانند دوڑتی محبت صرف اسے ہی اپنے قریب دیکھنا چاہے گی۔ اس کے جذبوں کی حدتیں کومل کی سرد مہری برداشت کرنے بلکہ پگھلانے کا عزم رکھتی تھیں۔ وہ آج آ رہی تھی اور وہ چاہتا تھا، ایک بار اور اس کے سامنے اپنے جذبوں کی داستان کھول دے۔ شاید کہ اس بار اس کٹھور پر اس کے جذبے اثر کر جائیں۔ اسی مقصد کے لئے وہ اسے بار بار فون کر رہا تھا۔ مگر وہ اپنا سیل فون بند کئے بیٹھی تھی۔ فیکٹری یا آفس میں بھی اس کا فون ریسیو نہیں کیا تھا۔ بے کلی و بے قراری سے اس کا دن کاٹنا مشکل ہو رہا تھا۔ ہاسپٹل میں بھی وقت گزارنا مشکل تھا۔ وہ اپنے آپ سے اُکتایا ہوا تھا یا دنیا سے، وہ خود بھی سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ وہ ٹیرس پر کھڑا تھا، جب اس نے دیکھا کہ وہ جانِ عم چلی آئی ہے۔ اُس کے سنگ چہکتا، اٹکھیلیاں کرتا مون پہلے سے بھی زیادہ خوش نظر آ رہا تھا۔

وہ فوراً ہی نیچے چلا آیا۔ منصور ہاؤس میں تیمور احمد کی فیملی کی وجہ سے پہلے ہی رونق لگی ہوئی تھی۔ مگر اسفند کے لئے تو اب جیسے چراغوں میں روشنی آئی تھی۔ دل میں بسی کسک کے باوجود وہ آج بھی اس کے دل کی دھڑکن کو بڑھا رہی تھی۔

"السلام علیکم.......!" کومل کا سلام سبھی کو متوجہ کر گیا۔ تیمور احمد، سعدیہ، تیمور اور عینی نے تو

کافی گرم جوشی سے جواب دیا تھا، جبکہ ثانیہ اُٹھ کر اس سے لپٹ گئی تھی۔

''تھینکس گاڈ! آپ بھی ادھر نظر آئیں۔ پاپا آپ کا کب سے پوچھ رہے ہیں۔ کھانے پر بھی آپ کا بہت انتظار کیا۔ آپ کا سیل فون کیوں بند ہے؟'' ثانیہ اپنے حساب سے باتوں میں لگائے اسے اپنی نشست پر لے آئی۔ صوفیہ منصور نے اسے دیکھ کر اپنا رخ پھیر لیا تھا۔ مون بھی سے باری باری مل رہا تھا۔ اسے اپنے چاچو کی تلاش تھی اور کومل کو منصور احمد کی، جو وہاں موجود نہیں تھے۔ اسفند تو اسی لمحے آ گیا تھا۔

''نبیل کی والدہ نے کھانے پر روک لیا تھا۔ پاپا اب کہاں ہیں؟ اور اماں جان؟''

''پاپا تو اپنی سٹڈی میں چلے گئے ہیں۔ کہہ رہے تھے، کوئی ڈسٹرب نہ کرے۔ اور اماں جان تو اپنے کمرے میں ہی ہیں۔''

''اچھا، میں پھر ان سے وہیں مل لیتی ہوں۔'' ثانیہ نے اس کے اٹھنے سے پہلے ہاتھ پکڑ کر روکا۔

''بھابی! بیٹھئے۔ کافی آ رہی ہے، پی کر جائیے گا۔ مون! تم ولایت سے کہو، تمہیں جوس دے دے گا۔''

''ہاں بیٹا! بیٹھو۔ کچھ ٹائم ہمیں بھی دے دو۔ کہاں تک پہنچی تیاری؟ میں اور سعدیہ کل تمہاری ہی طرف آنے والے تھے۔ ہمارے لائق کوئی خدمت ہو تو ہمیں ضرور بتانا بیٹا!'' تیمور احمد نے نہایت محبت سے مخاطب کیا۔ ان کے انداز و رویّے میں کومل کے لئے ستائش بھی تھی۔

''تھینک یُو چچا جان! سبھی کچھ ہو گیا۔ آپ بس شادی میں آ جائیں گے تو میرے لئے یہی بہت بڑا احسان ہو گا۔''

''اس میں احسان کی کیا بات ہے کومل! انسانیت کے ناطے کچھ ہمارا فرض بھی بنتا ہے۔ اچھا، میں تم سے فون پر بات کروں گی۔'' سعدیہ تیمور کو جیٹھانی کی ناگواری کا اندازہ ہو رہا تھا، اسی لئے بات سمیٹ گئیں۔

''سعدیہ! تم کیا بات کرو گی؟ تم نے سنا نہیں، سبھی تیاری ہو گئی ہے۔ قارون کا خزانہ ہاتھ لگا ہے۔ لٹانے میں کیا جاتا ہے؟ مالِ مفت دلِ بے رحم۔'' صوفیہ منصور اپنی خاموشی زیادہ دیر برقرار نہ رکھ سکیں۔

''بھابی جان! اس کی استطاعت ہے تو وہ یہ نیک کام انجام دے رہی ہے۔ اللہ نے اسے توفیق دی ہے اور ذمہ داری نبھانے کا حوصلہ بھی۔ ہر ایک کا دل اتنا بڑا نہیں ہوتا۔ ہمیں تو اپنی بچی پر فخر ہے۔ آخر ہمارے ہی خاندان سے یہ مثال قائم ہو رہی ہے۔ ہمارے لئے تو یہ خوشی کا مقام ہے کہ......''

''تیمور! تم مرد بس فخر میں ہی ڈوبے رہو۔ اچھی مثال قائم ہو رہی ہے۔ کل کو سارے ملازم اپنی بیٹیاں ہمارے دروازوں پر چھوڑ جائیں گے، پھر کیا کرو گے؟ کیا اسی شان و شوکت

سے سبھی کو رخصت کرو گے؟ پھر تو سمجھو، چند سالوں میں ہی دیوالیہ ہو جاؤ گے۔'' صوفیہ نے دیور کو بھی اسی نروٹھے پن میں جواب دیا۔ اسفند بھی وہیں نشست سنبھال چکا تھا۔ کومل کے چہرے پر ضبط سے لالی بکھری ہوئی تھی۔

''مما! اب اس اختلاف کا کیا فائدہ؟ جو ہونا تھا، ہو گیا۔'' اسفند نے ایک نگاہ اس پر پھینکتے ہوئے بات ختم کرنا چاہی۔ مگر صوفیہ اسی طرح اسے چھوڑنے والی کہاں تھیں۔

''ہاں......جو ہونا تھا، ہو گیا۔ مگر ہمارے لئے نئی پریشانی بڑھ گئی ہے نا۔ صفائی والی ماسی صبح میرے پاس آ گئی۔ کہنے لگی، اگلے مہینے اس کی نواسی کی شادی ہے۔ میں کچھ مدد کر دوں۔ میں نے دو ہزار تنخواہ کے علاوہ دے دیئے تو پتہ ہے کیا کہنے لگی۔ آپ کی بہو تو مالی کی بیٹی کی شادی پر لاکھوں لٹا رہی ہے اور آپ مجھے صرف دو ہزار پر ٹرخا رہی ہیں۔ اس میں تو ایک ڈھنگ کا جوڑا بھی نہیں آئے گا۔''

''سکینہ اماں کو کس نے بتایا کہ میں زیتون کی شادی کر رہی ہوں؟ اور میں یہ تشہیر کے لئے نہیں کر رہی، میرا فرض ہے۔ اس بچی نے میرا گھر سنبھالا ہوا ہے۔ ہماری ضرورتوں کا خیال رکھتی ہے، اس کا خیال رکھنا مجھ پر عائد ہوتا ہے۔''

''سبھی کچھ تم پر عائد ہوتا ہے۔ اپنی من مانی کرنا بھی اور دوسروں کی مشکلیں بڑھانا بھی۔''

''بھابی جان! اب چھوڑیئے بھی۔'' عینی تائی کو کچھ کہنا چاہتی تھی۔ اس کے ارادے بھانپ کر سعدیہ نے خود ہی بات سنبھالنا چاہی۔ کومل فوراً ہی کھڑی ہو گئی۔

''میں پاپا سے مل کر آتی ہوں۔ مون! نیند آئے گی تو اپنے روم میں جا کر سو جانا۔ میں ابھی آتی ہوں۔'' بیٹے کو محبت سے کہتے ہوئے وہ قدم بڑھا گئی۔ صوفیہ منصور کے تیور مزید بگڑ گئے۔

''کومل بیٹا! بھائی صاحب سے کہنا کہ ہمیں بھی کچھ ٹائم دے دیں۔ ان سے کچھ مشورہ لینا ہے۔''

''جی چچا جان! میں آپ کا میسج پاپا کو کنوے کر دیتی ہوں۔''

''ملی بھابی! جلدی آئیے گا۔ آپ کو ایک بمباسٹک نیوز دینی ہے۔''

کومل نے مڑ کر ثانیہ کو استفہامیہ نظروں سے دیکھا، مگر اس نے جا کر آنے کا اشارہ کیا۔

کومل نے منصور احمد کی اسٹڈی میں جانے سے پہلے اماں جان کے کمرے میں جھانکا۔ وہ نمازِ عشاء پڑھنے میں مصروف تھیں، اس لئے وہ منصور احمد کے پاس آ گئی۔ منصور احمد ایک کتاب کے مطالعہ میں محو تھے۔ آہٹ پر سر اٹھایا تو وہ ان کے سامنے کھڑی مسکرا رہی تھی۔

''السلام علیکم......بابا! آپ کتاب پڑھنے میں اس قدر گم تھے کہ آپ کو پتہ ہی نہیں چلا کہ میں آئی ہوں۔ ہے نا؟''

''وعلیکم السلام!......واقعی خبر نہیں ہوئی۔ ویسے بھی میں نے سوچا تھا، اب تم نہیں آؤ گی،

اسی لئے یہاں آ بیٹھا تھا۔ کافی عرصے سے اپنے ساتھ بھی وقت گزارنے کا وقت مل رہا ہے نہ موقع۔ تم کیسی ہو ینگ لیڈی؟'' انہوں نے بھرپور محبت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کے لئے اپنی بانہیں پھیلا دیں، جن میں وہ فوراً ہی سما گئی۔ یہ احساس اسے کئی دنوں تک سرشار رکھتا تھا۔ منصور احمد کی پدرانہ شفقت اس پر سایہ فگن تھی۔

''پاپا! ایسا کبھی پہلے ہوا ہے کہ میں نے آپ سے کوئی وعدہ کیا ہو اور پورا نہ کیا ہو۔'' وہ ان سے الگ ہو کر پوچھ رہی تھی۔

''ہاں بیٹی! ایسا ہوا تو نہیں۔ مگر تمہاری مصروفیات دیکھ کر ایک خیال آیا تھا۔''

''پاپا! میں آپ کے لئے اپنی ہر مصروفیت چھوڑ سکتی ہوں۔ یُو نو، آپ کی وجہ سے ہی تو مجھے اتنی ہمت ملتی ہے، جو میں زمانے کے سامنے ڈٹ کر کھڑی ہوں۔''

''بیٹا! مجھے بھی تو تمہاری ذات کا حوصلہ ہے۔ تم نے جس طرح شافند کے بعد بھی ہمیں بیٹے جیسا سکھ دیا ہے، آئی ایم پراؤڈ آف یُو مائی سویٹ ہارٹ!''

''پاپا! آپ تو مجھے شرمندہ کر دیتے ہیں۔ آپ مجھے اس طرح اونر دیتے رہیں گے تو میں بالکل نکمی و ناکارہ ہو جاؤں گی۔ پلیز پاپا! میری ڈیوٹیز پر مجھے اس طرح نہ کہا کریں۔ اوہ، پاپا! میں باتوں میں بھول گئی کہ چچا جان اپنی فیملی کے ساتھ آئے ہوئے ہیں، آپ سے ملنا چاہ رہے ہیں۔''

''ابھی مل لیتے ہیں۔ تم تو بیٹھو۔'' انہوں نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے اپنی نشست سنبھالی۔ ''تمہارا پرنس کہاں ہے؟''

''وہیں ہے، لاؤنج میں سب کے ساتھ۔ پاپا! آپ آج کچھ ارلی اسٹڈی میں نہیں آ گئے؟......اینی ریژن؟''

''بیٹا! بتایا تو تھا کہ بہت ٹائم سے ادھر کا رخ ہی نہیں کیا تھا۔ کب سے بزنس، میٹنگز، پارٹیز میں اُلجھا ہوا ہوں۔ آج کچھ فری تھا تو سوچا کہ اچھی سی کتاب کا مطالعہ ہی کر لیا جائے۔ بزنس تو اپنا آپ بھی بھلا دیتا ہے۔ تمہارا بزنس انٹرسٹنگ بھی ہے اور چارمنگ بھی۔ مجھے آئیڈیا ہے کہ تم بور نہیں ہوتی ہوگی۔ اپنے حساب سے اپنے لئے وقت بھی نکال لیتی ہو۔'' انہوں نے بات سے بات بڑھائی۔

''پاپا! بزنس تو بزنس ہوتا ہے۔ آپ کو کیا پتہ، میں بھی کیسے ہینڈل کرتی ہوں۔ اس لئے پارٹیز وغیرہ اٹینڈ نہیں کرتی۔ اور پھر آپ تو مون کو جانتے ہیں۔ میں چاہوں یا نہ چاہوں، وہ مجھ سے اپنے لئے ٹائم نکلوا لیتا ہے۔''

''اسی لئے تو کہتا ہوں، تم بہت اچھی آرگنائزر ہو۔ تم میں ایسی صلاحیتیں ہیں تو تم مینج کر لیتی ہو۔ میں اب تھکنے لگا ہوں کومل بیٹا!'' وہ بہو سے ہمیشہ اپنے دل کی بات کہہ جاتے تھے۔ انہیں اس پر اعتماد بھی بہت تھا۔ چھوٹی سی عمر میں اس نے جس محبت و محنت سے ان کے بیٹے کا

گھر اور کاروبار سنبھالا تھا، اس سے اس کا مقام اُن کی نظر میں بہت اونچا تھا۔

''پاپا! آپ نے خود کو مصروف بھی تو بہت کر لیا ہے۔ کم از کم اب اسفند تو آپ کے ساتھ آپ کا بزنس دیکھ سکتے ہیں۔ میں نے کئی ڈاکٹرز کو دیکھا ہے، وہ اپنی پریکٹس کے ساتھ ساتھ سائیڈ بزنس بھی کرتے ہیں۔ وہ زیادہ نہیں تو دو چار گھنٹے تو آپ کے آفس میں گزار سکتے ہیں۔ آخر تو یہ سب انہیں ہی دیکھنا ہے۔'' کومل کو ان کی تھکن کا سن کر واقعی دکھ ہوا تھا۔ وہ تنہا جدوجہد کر رہے تھے۔ اس عمر میں بیٹے بازو بنتے ہیں، مگر ان کا بیٹا تو اپنی دنیا میں مگن تھا۔

''کومل بیٹا! اُس کا انٹرسٹ نہیں ہے بزنس میں۔ میڈیکل لائن اس نے اپنی مرضی سے چُوز کی تھی۔ میں نے اپنی اولاد کو اس کی مرضی سے زندگی گزارنے کا اختیار دے رکھا ہے۔ یہ اُس کی زندگی ہے۔ وہ اپنے ایکسپیرینس سے سیکھنا چاہتا ہے تو اچھا ہے۔ اس طرح زندگی میں وہ کچھ بن پائے گا۔ میں اسے مجبور نہیں کر سکتا۔ تمہیں نہیں پتہ، وہ شروع سے ڈیفرنٹ نیچر رکھتا ہے۔ ہم سے کافی دور رہا ہے نا، اس لئے ہماری محبت و شفقت بھی اُسے اب فرضی محسوس ہوتی ہے۔ مجھ سے زیادہ فرینک بھی نہیں ہوتا، حالانکہ میرا اپنے سب بچوں سے فرینکلی بی ہیویئر رہا ہے۔ وہ اپنی ماں کی ایک غلطی کی وجہ سے ہم سبھی کو شاید الزام دیتا ہے۔ اسی لئے میں بھی اسے کسی بات کے لئے مجبور کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔''

''پاپا! آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ میں نے تو بس ایسے ہی ایک سجیشن دیا تھا۔ ویل، ڈونٹ وری۔ میں آپ کے ساتھ ہوں۔ آپ مجھے آرڈر کریں، میں ویکلی ایک دن تو آپ کے ساتھ گزار سکتی ہوں۔''

''بیٹا! یہی تو تمہاری خوبی ہے کہ ہر ایک کے کام آنے کی ٹھان لیتی ہو۔ خواہ اپنا نقصان ہو جائے۔ ڈونٹ وری اباؤٹ می۔ تمہیں دیکھ کر میرے حوصلے بھی جوان ہو گئے ہیں۔ بس ہفتے میں ایک دن میرے ساتھ ضرور گزارا کرو۔ تمہاری کمپنی سے مورال بڑھتا ہے۔'' انہوں نے محبت سے مسکرا کر اسے سراہا۔

''آف کورس پاپا! اب اٹھئے اور چلئے۔ ورنہ سبھی ناراض ہوں گے۔ چچا جان ویٹ کر رہے ہیں آپ کا۔'' وہ انہیں لے کر باہر آ گئی۔

''بھائی صاحب! آپ اب آ رہے ہیں۔ کب سے انتظار کر رہے ہیں ہم...... ہمیں واپس بھی جانا ہے۔'' تیمور احمد دیکھتے ہی شکوہ کناں ہوئے۔

''آتے ہی جانے کی جلدی۔ کل تمہیں آفس تو نہیں جانا۔''

''ہمیں آئے ہوئے دو گھنٹے ہو گئے ہیں۔ بارہ بجنے والے ہیں، یقیناً آپ سب کی بھی نیند کا وقت ہے۔ ہم کل آ جائیں گے۔''

''کل آنا ہے تو آج یہیں ٹھہر جاؤ۔ اور ڈونٹ وری، یہاں کوئی بھی جلدی سونے کے موڈ میں نہیں ہے۔ آرام سے بیٹھو اور بتاؤ، کیا بات ہے؟...... اس سے پہلے کافی پی لیتے ہیں۔

کومل بیٹا!'' منصور احمد اپنے مخصوص لہجے میں کہتے بیٹھ چکے تھے۔

''جی پاپا!'' کومل جواب تک کھڑی تھی، فوراً ہی تابعداری سے متوجہ ہوئی۔ ''بیٹا! کافی کے بارے میں کیا خیال ہے؟''

''میں بنا لاتی ہوں پاپا!''

''نہیں بیٹا! تم بیٹھو۔ حیات سے کہو، وہ بنا لاتا ہے۔''

''میں بنا لاتی ہوں پاپا! سب پئیں گے نا کافی؟'' اُس نے بنا کسی کو دیکھے استفسار کیا۔ اسفند بھی خلافِ توقع ابھی تک بیٹھا تھا۔

''ہم سبھی پی چکے ہیں۔ کسی کو ضرورت ہے تو بتا دے۔'' صوفیہ نے خاصی بیگانگی سے جواب دیا۔ نظر آ رہا تھا۔ میز پر کپ وغیرہ پڑے تھے۔

''مجھے ایک کپ اور چاہئے۔'' اسفند نے اپنی طلب کا اظہار کیا۔ باقی سب نے منع کر دیا۔ اسفند کی فرمائش پر کومل کے چہرے پر تناؤ پھیل گیا۔ وہ کچن میں جا کر حیات کو کافی کے لئے کہہ آئی۔ وہ واپس آئی تو عینی کے لئے آئے ہوئے پرپوزل پر ڈسکشن ہو رہی تھی۔

''صلاح الدین مرچنٹ کو تو آپ جانتے ہیں۔ اس کے بیٹے اُسامہ کا پرپوزل عنیزہ کے لئے آیا ہے۔'' تیمور احمد نے کھل کر بتایا۔

''اُسامہ........ آئی سی........ ایئر فورس میں کمانڈنگ پائلٹ ہے نا وہ؟........ ہونہار بچہ ہے۔ میں ایک بار بزنس میٹنگ میں ملا تھا اُس سے۔ تمہارے کیا ارادے ہیں؟''

''بھائی صاحب! ہمارے ارادے تو نیک ہی ہیں۔ آپ کی رائے چاہئے۔ کافی اصرار کر رہے ہیں وہ لوگ۔ اماں جان سے بھی ملاقات ہوئی ہے۔'' سعدیہ نے اس بار بات بڑھائی۔

''اماں جان تو خوش ہیں۔ انہیں اسامہ پسند آیا ہے۔ بس آپ ایک بار مل کر بات چیت کر لیں تو پھر ہم انہیں رضامندی دیں گے۔''

''اماں جان خوش ہیں تو پھر دیر کیسی؟ میرے ملنے کی بات ہے تو آپ لوگ ملاقات طے کر لیں، میں آ جاؤں گا۔ پریشانی کیا ہے؟ نیک کام میں دیر نہیں کرنی چاہئے۔ باقی سب اللہ پر چھوڑ دو۔ صلاح الدین سے میں پرسنلی بھی مل لوں گا کسی دن۔'' منصور احمد نے خوش دلی سے معاملہ نمٹایا۔ اسی دوران کافی بھی آ گئی۔

''ہم پھر اُنہیں نیکسٹ سنڈے انوائٹ کر لیتے ہیں۔ اس کے بعد تو کومل کے گھر میں شادی کا ہنگامہ شروع ہو جائے گا۔ ٹھیک ہے نا بھابی؟'' سعدیہ تیمور نے جیٹھانی کو بھی ہمنوا بنایا۔

''جیسا تم مناسب سمجھو۔ بیٹی کی خوشی دیکھو۔ اکلوتی بیٹی ہے، ذرا دیکھ بھال کے ہی کرنا۔'' صوفیہ بیگم کا انداز مبہم سا تھا۔ دراصل انہوں نے کومل کو دیکھ کر اپنا رویّہ بدلا تھا۔ انہیں یقیناً اس کی موجودگی کھل رہی تھی۔ کومل کو بھی اندازہ تھا، مگر اس وقت وہ خود کو اس مسئلے میں اُلجھانا نہیں

چاہتی تھی۔

''مون! اُٹھو، سو جاؤ جا کر۔ میں بھی آ رہی ہوں۔ اینڈ لسن، ٹوتھ برش کر کے سونا، او کے؟''

''یس مام........!'' مون فوراً ہی چاچو کے پہلو سے اُٹھ کر لاؤنج سے باہر چلا گیا۔ کچھ دیر تک تیمور احمد بھی چلے گئے



رات کا نجانے کون سا پہر تھا۔ کومل کے سیل فون کی بیل بج رہی تھی۔ مندی مندی آنکھوں سے اس نے پہلے دیوار گیر گھڑیال دیکھا۔ نیلگوں روشنی میں گھڑی کی سُوئیاں اتنی واضح نظر نہیں آ رہی تھیں۔ اُس نے آنکھیں مسلتے ہوئے دوبارہ غور کیا تو رات کے اڑھائی بج رہے تھے۔ بیل دوبارہ ہونا شروع ہو گئی تھی۔

''یا اللہ! کون ہے اس وقت۔'' کومل نے ہاتھ بڑھا کر سائیڈ ٹیبل سے اپنا فون اٹھایا۔ نمبر دیکھتے ہی اس کے چہرے پر ناگواری پھیل گئی۔

''اسفند منصور'' نام پڑھتے ہی اُس نے کال کینسل کر دی۔ جب رات سب سونے جا رہے تھے تو اُسے ہاسپٹل سے کال آ گئی تھی اور وہ اسی وقت ہاسپٹل کے لئے نکل گیا تھا۔ دو گھنٹے بعد اُس کا اس کے نمبر پر فون کرنا کومل کی سمجھ سے باہر تھا۔

فون کی بیل پھر سے بجنا شروع ہو گئی۔ مون کے جاگ جانے کا احتمال نہ ہوتا تو وہ کبھی فون ریسیو نہ کرتی۔ دوسرے اس کے ذہن میں یہ بات بھی آئی تھی کہ وہ ضروری اطلاع نہ دینا چاہتا ہو۔ اسی سوچ کے ساتھ اس نے اس بار بجنے والی بیل پر ریسیونگ بٹن پُش کیا۔

''ہیلو!........ ہُو از دیئر؟'' کومل کی آواز نیند اور غصے سے کافی بوجھل تھی۔

''پلیز........ پلیز کومل!........ فون ڈسکنکٹ مت کیجئے گا۔ میری بات سن لو پلیز۔'' اس کے لہجے میں التجا بھی تھی، خوف بھی تھا اور جلد بازی بھی۔

''کیا سمجھ کر تم نے مجھے اس وقت فون کیا ہے؟ کیا تم اب بھی یہ توقع رکھتے ہو کہ میں تمہاری بات سنوں گی؟ تم جیسے ریسپیکٹ ایبل پرسن کو یہ عمل زیب نہیں دیتا، ڈاکٹر اسفند منصور احمد! کہ مجھ جیسی عورت سے بات کر کے اپنی عزت میں کمی لائے۔ وہ بھی آدھی رات کو۔''

''پلیز کومل! کچھ مس انڈر اسٹینڈنگ کی وجہ سے وہ کلیش ہوا تھا۔ مجھے ایک بار اپنی صفائی پیش کرنے کا موقع دے دو۔''

''مجھے کسی قسم کی ایکسپلینیشن کی ضرورت نہیں ہے، اسفند منصور! جو ہو گیا، درست ہوا تھا۔ اس طرح تمہارے چہرے کا نقاب اُتر گیا تھا۔ آئی ایم تھینک فل ٹُو یُو۔ تم نے خود اپنی اصلیت مجھے بتا دی، اپنے ارادوں کا پتہ دے دیا۔ کم از کم اب میں کسی غلط فہمی کا شکار تو نہیں بنوں گی۔ اور نہ ہی کبھی اپنے بیٹے کو اپنی کمزوری بنا کر تمہارے رحم و کرم پر چھوڑوں گی۔ اس لئے پلیز

آئندہ مجھ سے بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تم سے بات کرنا پسند نہیں کرتی، انڈر اسٹینڈ؟'' دھیما بولتے بولتے وہ کچھ اونچا بولنے لگی۔ غصے سے فون بند کر کے اس نے فون ایک طرف اُچھالا۔

اسفند کا اس وقت فون کرنا اُس کی نیند ہی نہیں اُڑا گیا تھا، بلکہ اُس کا سکون بھی چھین کر لے گیا تھا۔ اُس کی سوچیں ہی منتشر نہیں ہو رہی تھیں، اس کے جذبات بھی برانگیختہ ہو رہے تھے۔ وہ سلگتے ہوئے سوچ رہی تھی۔

''کیا چاہتا ہے یہ شخص؟........ مجھے کمزور سمجھ کر مجھ سے ناجائز فائدہ اُٹھانا چاہتا ہے۔ یہ سمجھتا ہے، ہر عورت کسی بھی مرد کی ذرا سی توجہ پر پگھل کر اس کے دامن میں آ گرتی ہے تو یہ اس کی بھول ہے۔ میری ممتا سے کھیل کر یہ مجھے اپنے قدموں میں گرانا چاہتا ہے تو ایسا کبھی نہیں ہو گا۔ میں اس کے ناپاک عزائم کبھی پورے نہیں ہونے دوں گی۔ خواہ اس کے لئے مجھے اس شخص کو بے نقاب ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔ میں اس کے ہاتھوں کا کھلونا ہرگز نہیں بنوں گی۔ اس کی کسی سازش کو کامیاب نہیں ہونے دوں گی۔''

کومل نے اپنا سر تکیے پر رکھتے ہوئے اپنے خیالات کو جھٹکنے کی کوشش کی۔ اسفند کے لئے اس کے دل میں نفرت نمو پا رہی تھی۔ وہ اس کے لئے جو سوچ رہی تھی، اسی پر عمل پیرا ہونے کا ارادہ بھی رکھتی تھی۔



صبح کے اُجالے پھیلنا شروع ہو گئے تھے۔ فضا میں پھولوں کی دل آویز سی مہک رچی بسی تھی۔ کومل اپنے معمول کے مطابق لان میں ننگے پاؤں چہل قدمی میں مصروف تھی۔ کسی سے فون پر بھی بات کر رہی تھی۔ اسے خبر ہی نہیں ہوئی تھی کہ اسفند آیا ہے اور اسے دیکھ کر ہی اس نے اپنا رخ لان کی طرف کیا تھا۔ اس وقت کسی سے اس کا بات کرنا اسفند کو نہ صرف کھل رہا تھا، بلکہ ناگواری اس کے چہرے پر بھی جھلک دکھا رہی تھی۔ کومل کی دلکش آواز کا تاثر دل میں آگ لگا رہا تھا۔ وہ کبھی اس کے ساتھ اس نرمی سے بات نہیں کرتی تھی۔ اسے مخاطب کرتے ہوئے عجیب سی تلخی اس کے لہجے و آواز سے چھلکنے لگتی تھی۔

''نبیل! بتایا تو ہے، آج پاپا کے ساتھ ڈے سپنٹ کرنے کا پرامس ہے۔ نہیں آ سکتی نا۔ آنٹی نے مجھے کل بتایا ہوتا تو ریڈی میں آ جاتی۔ تم خود مل لو۔ ایک بار ملنے سے کیا ہو گا۔ ہو گا تو وہی جو تم چاہتے ہو........ میں کیا چاہوں گی، بس دعا کرتی ہوں، تمہارے راستے آسان ہو جائیں........ اوکے، ڈس ہارٹ مت ہو۔ میں کل آ کر آنٹی سے کلیئرلی بات کروں گی........ کہا تو ہے، کل آؤں گی۔ اتنا پیشنس تو ہونا چاہئے۔ زیادہ سے زیادہ کیا ہو گا، وہ ریجیکٹ کر دیں گی۔ ہم پھر بھی ہمت نہیں ہاریں گے۔ ڈونٹ وری........ انکل سے بھی بات کر لوں گی۔ آئی ہوپ، میری خاطر تم اُن کی ایکسپیکٹیشن پوری کرو گے۔ دیکھو، تم ایسا کچھ نہیں سوچو گے۔ آئی نیڈ

یو (I need you) ٹیک کیئر۔ اللہ حافظ!''

بات کر کے وہ جیسے ہی مڑی، ایک دم ٹھٹک کر رہ گئی۔ موبائل اس کے ہاتھ سے گھاس پر گر گیا۔ اسفند منصور اسے عجیب نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ آنکھوں میں چنگاریاں سلگ رہی تھیں اور بھنچے ہوئے لبوں کے پیچھے ضرور کوئی طوفان تھا، جو کسی بھی لمحے اسے اپنی لپیٹ میں لینا چاہتا تھا۔

''آدھی رات کو میری فون کال تمہیں ڈسٹرب کر دیتی ہے۔ اور اتنی صبح نبیل کیانی سے ہنس ہنس کر بات کرنا تمہاری نروز ریلیکس کر دیتا ہے........ ہے نا؟........ یا پھر اس سے بات کر کے تمہارے اندر چھپی اُس عورت کو تسکین ملتی ہے، جسے تم دنیا سے چھپانے کی کوشش میں ہو؟'' اسفند کی رتجگے کی غماز سرخ آنکھوں میں مزید شعلے دہک رہے تھے۔

''مسٹر اسفند منصور! مجھ سے اس انداز میں بات کرنے کا آپ کو کس نے حق دیا ہے؟ میں کیا کرتی ہوں اور کیا نہیں، اس سے آپ کو غرض نہیں ہونی چاہئے۔'' کومل کا انداز ایک بار پھر تلخ و سرد ہو گیا۔ رات بھر کی دردسری کے بعد وہ پھر اُس کا ضبط آزمانے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔

''مجھے غرض ہے۔ اس لئے کہ تم خود کو میرے بھتیجے کی ''ماں'' ثابت کرتی ہو۔ تمہارا کوئی بھی فعل میرے بھتیجے کی زندگی پر اثر انداز ہو گا۔ تمہاری وجہ سے اگر اس مقام پر اسے کوئی شاک لگا تو........ تو یہ تمہارے لئے بہتر نہیں ہو گا، انڈراسٹینڈ؟''

''تمہیں آج بھتیجے کی فکر ہو رہی ہے۔ اپنے بھائی کے مرنے کے بعد تو اس کا خیال بھول کر بھی نہیں آیا تھا۔ آج اس کے لئے حق جتانا یاد آ رہا ہے۔'' کومل کو اس کا اس طرح بات کرنا سخت طیش دلا گیا۔ جو باتیں اس نے کبھی سوچی بھی نہیں تھیں، آج وہ غصے میں کہہ گئی تھی۔

''پہلے اس لئے خیال نہیں آیا تھا کہ تم نے سب کو اپنی جھوٹی ممتا کے فریب میں مبتلا کر رکھا تھا، بلکہ آج بھی کر رکھا ہے۔ مگر تمہارے فریب میں کم از کم میں نہیں آؤں گا۔ تم جو کرنا چاہتی ہو، ایسا میں ہرگز ہرگز نہیں ہونے دوں گا۔'' اسفند نے دانت بھینچ کر حتی الامکان کوشش کی تھی کہ اس کی آواز زیادہ بلند نہ ہو۔

''میں نے تمہیں کیا فریب دیا ہے؟ تم جو کچھ سوچ اور سمجھ رہے ہو، وہ تمہارے اپنے ذہن کا کوئی فتور ہے اسفند منصور! تم جیسے خود ہو دوسروں کو بھی ویسا ہی سمجھ لیتے ہو۔ بہتر ہو گا، میرے راستے سے ہٹ جاؤ، ورنہ میں آج پاپا سے تمہاری شکایت کر دوں گی۔'' کومل نے اسے گھورتے ہوئے ایک طرف سے نکلنا چاہا، مگر وہ کسی دیوار کی طرح اس کے نازک وجود کے سامنے ڈٹا کھڑا تھا۔

''اچھا ہے۔ پاپا کو بھی تمہاری اصلیت پتہ چل جائے گی۔ انہیں بھی اپنی بہو کا کارنامہ جان کر خوشی ہو گی۔''

''شٹ اپ........ اپنی بکواس بند کرو اور اپنی فرسٹریشن کسی اور پر اپلائی کرو۔ مجھے تمہاری

ان گھٹیا باتوں اور سوچوں سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہٹو میرے راستے سے۔" کومل نے اس بار اسے ہاتھ سے پرے ہٹایا اور وہاں سے تیز تیز قدموں سے چلتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف آ گئی۔



"اماں جان! آپ کی دعائیں نہ ہوتیں تو آج میں اس قابل کہاں ہوتی؟...... آپ کی وجہ سے، آپ کی رہنمائی سے ہی تو مجھے جینے کا حوصلہ ملا ہے۔ آپ کو آج میرے ساتھ چلنا ہی ہوگا۔"

"چلوں گی...... ضرور چلوں گی۔ تمہارے سکھ میرے بھی تو ہیں۔ ہم مل کے ساری خوشیاں دیکھیں گے۔ جو بولتا ہے، بولنے دو۔ جس کو اعتراض ہے، کرنے دو۔ تمہارا دل مطمئن ہے تو کیوں پروا کرتی ہو؟"

وہ اماں جان کے کمرے میں ان کے ساتھ چائے پی رہی تھی۔ منصور ہاؤس میں صبح کے وقت کوئی نہیں جاگتا تھا، سوائے کومل اور اماں جان کے۔ اپنی وحشت کم کرنے کی خاطر وہ اماں جان کے کمرے میں چلی آئی تھی۔

"اماں جان! جب اپنے ہی سامنے آ کھڑے ہوں تو کون بے پرواہ رہ سکتا ہے؟ مما تو ہر ایک کے سامنے مجھے کٹہرے میں کھڑا کر دیتی ہیں۔ وہ بار بار مجھے یہ احساس دلانے کی کوشش کر رہی ہیں، جیسے میں کوئی جرم، کوئی گناہ کر رہی ہوں۔"

"بچے! تم کیوں خود کو ہلکان کر رہی ہو؟ شاید اس کا مقصد بھی یہی ہے کہ تم کسی طرح حوصلہ ہار جاؤ۔" اماں جان نے اُسے آبدیدہ دیکھ کر اسے کندھے سے لگا کر تھپکا۔

"اس کی فطرت ہے۔ اپنے سے زیادہ کسی کو اچھا عمل کرتے نہیں دیکھ سکتی۔ شاید اپنے سے زیادہ برا بھی وہ کسی کو نہیں دیکھ سکے گی۔ بس بچے! اللہ پر چھوڑ دو۔ اس پر بھروسہ رکھو۔ وہی تمہاری مشکلات ختم کرے گا۔" اماں کی ڈھارس ہی تو تھی، جس پر وہ ایک پل میں سنبھل گئی تھی۔

"جی اماں جان! مجھے اللہ تعالیٰ پر پورا بھروسہ ہے۔ اچھا، آپ چائے پئیں، ٹھنڈی ہو رہی ہے۔ میں آپ کا سامان پیک کر دیتی ہوں۔ آج پاپا کے ساتھ لنچ پر باہر جانا ہے۔ میں تو کہتی ہوں، آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں۔ بہت مزا آئے گا۔ بہت اچھا دن گزرے گا۔" کومل نے ان کا گھٹنا تھام کر انہیں راضی کرنے کی کوشش کی۔ اماں جان نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں بچی! میں بوڑھی جان کیا کروں گی؟ سچی پوچھو تو اب کیا، پہلے بھی مجھے گھر سے باہر گھومنے کا شوق نہیں رہا۔ اور اب تو ہمت بھی نہیں ہے، باہر کا شور شرابہ برداشت کرنے کی۔ تم جاؤ، منصور کو بھی تمہارے بہانے کچھ راحت نصیب ہو گی۔ ورنہ تو اس عورت کی خاطر وہ بھی مشین بن کر رہ گیا۔ نجانے کس مٹی سے بنی ہے یہ عورت۔" اماں جان کی آہ میں وہ شکوے بھی

پوشیدہ تھے، جو وہ کبھی زبان سے نہیں کہتی تھیں۔ صوفیہ کی بیگانگی نے ان جیسی صابر عورت کو بھی شکوے پر مجبور کر دیا تھا۔

"آپ نہیں جانا چاہتیں تو کوئی بات نہیں۔ البتہ شام کو میں آپ کو لے جاؤں گی۔ اور پلیز، آپ کسی کی خاطر...... کسی کی بھی خاطر اپنا ارادہ نہیں بدلیں گی۔ میں نے پاپا سے، چچا جان سے دونوں سے پرمیشن لے لی ہے اور کسی کو بھی میرے ساتھ آپ کا جانا برا نہیں لگے گا۔ مگر آئی ایم شیور، اسفند......"

"میری بچی! اُس کی فکر نہیں کرو۔ اُسے چپ کرانا مجھے آتا ہے۔ وہ کون سا میرے گھٹنے سے لگا رہتا ہے۔"

کومل مطمئن ہو کر ان کی الماری دیکھنے لگی۔ ضروری تھا، وہ اپنے خدشے دل سے نکال لیتی۔

"اماں جان! اب تو عینی بھی اِن شاءاللہ اپنے گھر والی ہو جائے گی۔"

"ہاں...... اللہ کا شکر ہے، بچی کا بروقت اللہ نے سبب بنا دیا۔ اسفند بھی اب اپنے بارے میں کوئی فیصلہ کر لے تو مجھے سکون نصیب ہو۔ یہی عمر ہے گھر بسانے کی۔ نجانے اس کے دل میں کیا ہے اور اس کے ماں باپ کیا سوچ رہے ہیں۔ کسی کو فکر نہیں ہے۔"

"اماں! آپ خود پوچھ لیں۔ یا پھر پاپا سے بات کریں۔ واقعی اب اسفند منصور کی شادی ہو جانی چاہئے۔ اس طرح کم از کم ان کی اٹینشن تو چینج ہو گی۔" اس نے آخری بات بہت آہستگی سے کہی۔ اماں جان بھی بس سوچ میں پڑ گئیں۔ اسے چیزیں بیگ میں رکھتے ہوئے دیکھ رہی تھیں۔ سفید شلوار قمیض میں یہ پیاری سی بچی کیسے جی رہی تھی۔ اُن کے اندر دُکھ اُتر رہا تھا۔



اُسے نیند نہیں آ رہی تھی......رات بھر کی تھکن کے باوجود آنکھیں بند کرنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔ ذہن میں کومل کی باتیں گونج رہی تھیں۔ آنکھوں میں اس کا نرم مسکراہٹ والا چہرہ گھوم جاتا تھا۔ نبیل کے لئے اس کی اپنائیت بھری باتیں تڑپا جاتی تھیں۔ دل سے ابھی پرانی رنجشوں کا غبار چھٹا نہیں تھا۔ اب کرب کا نیا بادل اس کے اردگرد گھوم کر رم جھم برس کر اس کی اذیتیں بڑھانے لگا تھا۔ اُس کے کچے زخموں کو چھیڑ کر اس کے درد میں اضافہ کرنے لگا تھا۔

غلط فہمیوں کے بھنور اب حقیقت بن کر اس کے وجود سے لپٹنے لگے تھے۔ دو دن پہلے اپنے کیے پر پچھتانا اب اُسے اپنی بھول محسوس ہو رہی تھی۔ کومل کو جو وہ سمجھ رہا تھا، وہ ویسی ہی تھی۔ اُس کی مما ٹھیک کہتی تھیں، وہ ان کے خاندان کی عزت سے کھیل رہی تھی۔ ایک بیوہ عورت کی اس طرز کی آزادی و بے باکی اُس کی بے راہ روی کی نشاندہی کرتی تھی۔ اُسے کسی کی فکر و پروا نہیں رہی تھی۔ وہ سبھی کی آنکھوں کے سامنے اپنی من مانی کرتی دکھائی دیتی تھی۔ اور کچھ لوگوں کے سوا اسے کوئی دیکھتا، روکتا، ٹوکتا بھی نہیں تھا۔ غصے سے اپنی مٹھیاں بھینچے وہ پورے کمرے کے چکر لگا رہا تھا۔ مون کو اپنے قریب لانے کا ارمان تو اس کا پہلے ہی مٹی میں مل چکا تھا اور اب کومل کو پانے کی تمنا بھی خاک ہو گئی تھی۔ اُس کی نبیل کیانی سے انوالومنٹ پہلے تو صرف شک تھی، مگر آج اُس کی فون پر گفتگو سننے کے بعد وہ شک یقین میں بدل گیا تھا۔ دل میں اُٹھتی ٹیسوں کے ساتھ ایک نیا جذبہ اس کے اندر سر اُبھار رہا تھا۔ رقابت کا زہر اُس کی نس نس میں دوڑتے ہوئے اُسے کچھ کر گزرنے پر اُکسا رہا تھا۔ کچھ بھی ہوتا، وہ کومل کو اس طرح اپنی راہ چلتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا تھا۔

”کومل! تم اس طرح میری محبت ٹھکرا کر کسی اور کی طرف نہیں بڑھ سکتیں......تم اگر میری نہ ہوئیں تو میں تمہیں کسی اور کی بھی نہیں ہونے دوں گا۔ میں تمہیں بتا دوں گا کہ کسی اور کے بارے میں سوچنا بھی کیا عذاب لاتا ہے۔ تم اس دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونک کر زیادہ دیر تک اپنا آپ چھپا نہیں پاؤ گی۔ ایک دن میں ہی تمہیں سب کے سامنے بے نقاب کر دوں گا۔ دیکھ لینا، ایک دن تم میرے سامنے خود ہی اقرار کرو گی کہ تمہیں میری رفاقت چاہیے۔ تم خود مجھ سے کہو گی......تم خود۔“

اسفند کا تنفس تیز ہو رہا تھا۔ چلتے چلتے رک کر اس نے اپنے کمرے میں پڑے ”روم فریج“ سے پانی کی بوتل نکالی اور ایک سانس میں ہی پی گیا۔



”مما! کومل بھابی آئی ہوئی ہیں۔ ہم تانیہ کی طرف پھر کسی دن بھی جا سکتے ہیں۔“ ثانیہ کو صوفیہ منصور نے اپنے کمرے میں بلا کر تیار ہونے کی دعوت دی تھی۔ ناشتے کے بعد سبھی اپنی اپنی مصروفیت میں تھے۔ منصور احمد نیوز پیپر لے کر لان کی طرف جا چکے تھے اور کومل مون کے ساتھ اپنے کمرے میں تھی۔

”بہن نے محبت سے آج بلایا ہے اور تم پھر کسی دن جانے کا بہانہ کر رہی ہو۔ وہ مہارانی آج پہلی بار یہاں آئی ہے یا پھر کبھی یہاں نہیں آئے گی؟“ صوفیہ کے لہجے میں پتھر سی تلخی گھل گئی۔

”مما! وہ بہت دنوں بعد یہاں رہنے آئی ہیں۔ اچھا نہیں لگتا کہ ہم......اور پھر پاپا بھی تو آج گھر پر ہی ہیں۔“

”کیا اچھا نہیں لگتا؟......وہ ہم سے پوچھ کر اپنے پروگرام بناتی ہے؟ یا اپنے پروگرام ہماری وجہ سے خراب کرتی ہے؟ بس، تانیہ کی طرف جانا ہے۔ تم آدھے گھنٹے میں تیار ہو جاؤ۔“

”پھر ہم بھابی کو بھی ساتھ لے چلتے ہیں۔“ ثانیہ ماں کی ترش روی کے باوجود اپنے مخصوص لاپروا انداز میں حل پیش کر رہی تھی۔

”کس خوشی میں؟......تانیہ نے صرف ہمیں بلایا ہے۔ فضول بحث مت کرو اور جا کر تیار ہو جاؤ۔“

”مما!......ملی بھابی بھی تو ہم میں سے ہی ہیں۔ تانیہ کے سسرال والے ان کے جان پہچان والے ہیں۔ آپ ویسے ہی انہیں لے جانا نہیں چاہتیں۔“ ثانیہ کا وہی انداز تھا، اپنی منوانے والا۔

”ثانی! تمہیں کہہ دیا ہے کہ نہیں تو کیوں اصرار کر رہی ہو؟ ہر وقت اپنے سر پر اسے سوار مت رکھا کرو۔ بہن اور مجھ سے زیادہ عزیز ہے وہ تمہیں؟ کیوں اس طرح کرتی ہو تم؟......بیٹیاں تو ماں کا سایہ ہوتی ہیں اور تم اُس کی خاطر ماں کو ہی دشمن سمجھ لیتی ہو۔ سو مسئلے مسائل ہوتے ہیں۔ اب بندہ غیروں کے سامنے تو اپنا کوئی مسئلہ نہیں رکھ سکتا۔ مگر تم سمجھتی ہی نہیں ہو۔ تانیہ نے صرف ہمیں بلایا ہے تو ہو سکتا ہے، اس کے ساتھ کوئی پرابلم ہو۔ جاؤ شاباش، جلدی تیار ہو کر آؤ۔ میں تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔“ صوفیہ نے مصلحت سے کام لیتے ہوئے اسے بچوں کی طرح پچکارا۔ انہیں یاد آ گیا تھا کہ آج منصور احمد گھر پر ہی ہیں۔ ثانیہ کو اس وقت سختی سے ٹریٹ کرنے کا مطلب تھا، منصور احمد کو بولنے پر مجبور کرنا۔ کومل کے معاملے میں وہ پہلے ہی

کہہ چکے تھے، اسی لئے انہوں نے مصلحت سے کام لیا تھا۔

"ممّا!......ملی بھائی غیر ہیں؟ اور ثانیہ کو کیا پرابلم ہے، جو وہ ملی بھائی کے سامنے ڈسکس نہیں کر سکتی؟ اچھے بھلے تو ہیں اس کے سسرال والے۔ کیا کسی نے انہیں کچھ کہا ہے؟........ نادئی نے یا اُس کی ساس نے؟" ثانیہ نے اپنے حساب سے کہا۔ صوفیہ نے کوفت بھری نظروں سے اسے دیکھا۔

"خدایا!......لڑکی! تمہیں کب عقل آئے گی؟ وہاں جا کر کوئی اُلٹی سیدھی بات مت کر دینا۔ جو کہہ رہی ہوں، وہ کرو۔ اب مجھ سے کوئی بات مت کرنا۔" انہوں نے رخ پھیرا۔ وہ منہ بناتی وہاں سے چلی آئی۔

"سنو کومل! میں اور ثانی ذرا ثانیہ کی طرف جا رہے ہیں۔ تم ولایت کو لنچ کا مینیو بتا دینا۔ جو کھانا چاہو، بنوا لو۔ آج سنی بھی گھر پر ہے اور تمہارے پاپا بھی۔ ولایت سے کہنا کہ سنی کی پسند کی ڈشز بنائے۔ حیات آج چھٹی لے کر گیا ہے، اس لئے تم اس کی ہیلپ کر دینا۔" صوفیہ پوری تیاری کے ساتھ اپنے کمرے سے برآمد ہوئی تھیں۔ کومل بھی اپنے حساب سے تیار ہو کر ہی نکلی تھی۔ دوپہر کی مناسبت سے سفید ساڑھی پر سیاہ سلکی بارڈر کافی دلکش لگ رہا تھا۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ صوفیہ کہیں جانے کا ارادہ رکھتی ہیں۔

"ممّا! میں اور مون بھی پاپا کے ساتھ لنچ پر جا رہے ہیں۔ شام تک ہی واپس آئیں گے۔ آپ اسفند کے لئے لنچ میں جو بنوانا چاہتی ہیں، بتا دیں۔ میں ولایت سے کہہ دوں گی۔"

"اچھا......منصور نے صبح تو کوئی ذکر نہیں کیا تھا کہ تم لوگوں کا کوئی پروگرام طے ہے۔ سسر کے ساتھ کسی مہم پر تو نہیں نکل رہیں؟ آج کل خدمتِ خلق کا بخار چڑھا ہوا ہے دونوں کو۔ دیکھنا، ہمیں سڑک پر مت لے آنا۔" صوفیہ نے ایک بار پھر جیسے دل کے پھپھولے پھوڑے۔

"صوفیہ! خدا نہ کرے کبھی ایسا وقت آئے۔ اللہ نے بہت کچھ دے رکھا ہے تمہیں۔ اس کا شکر ادا کیا کرو اور اتنا یاد رکھو، اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے کا مال بڑھتا ہے، گھٹتا نہیں۔" منصور احمد بھی باہر سے چلے آئے تھے اور صوفیہ کی آخری باتیں سن کر انہیں فہمائشی نظروں سے نہ صرف دیکھا تھا بلکہ انہیں سرزنش کر کے احساس بھی دلایا تھا۔

"میں کچھ غلط کہہ رہی ہوں؟ اس طرح لٹانے سے تو قارون کا خزانہ بھی خالی ہو جائے۔ بہرحال......ہم لوگ ڈرائیور کے ساتھ جا رہے ہیں، ثانیہ کی طرف۔" انہوں نے منصور احمد کو مزید کچھ کہنے کا موقع ہی نہیں دیا اور ثانیہ کو آواز دیتی ہوئی باہر نکل گئیں۔



"ماما! داجان کے ساتھ ہم بہت انجوائے کر رہے ہیں نا۔ داجان! آپ ہمیشہ ہمارے ساتھ کیوں نہیں آتے؟" مون خوشی کے بے پناہ احساس کے ساتھ پچھلی سیٹ سے آگے کو جھکا

پہلے اپنی ماما اور پھر اپنے دادا سے سوال کر رہا تھا۔ کومل اس وقت بھی ڈرائیونگ سیٹ پر تھی اور اس کے برابر میں منصور احمد بیٹھے مسکرا رہے تھے۔

"بیٹا! تم پہلے مجھے کبھی اپنے ساتھ لائے ہی نہیں۔ ہمیشہ اپنی ثانی پھپھو اور چاچو میں دل اٹکا رہتا ہے تمہارا۔" منصور احمد نے رخ موڑ کر اس کے گال پر چٹکی بھری۔

"آپ خود کہہ دیتے۔ ثانی پھپھو تو خود آ جاتی ہیں ہمارے ساتھ اور چاچو مجھے خود لے جاتے ہیں۔ اب نیکسٹ ٹائم داجان ہی ہمارے ساتھ آیا کریں گے۔ ماما! یو نو، جب ہم پارلر میں آئس کریم کھا رہے تھے نا تو داجان نے آپ کے کپ سے بھی مجھے آئس کریم دے دی تھی اور اپنے کپ کی بھی۔ آپ کو پتہ نہیں چلا نا؟" مون کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ اس نے کبھی داجان کو اس طرح جو نہیں دیکھا تھا۔ کھلکھلاتے، مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ آج وہ بہت لمبی ڈرائیو پر گئے تھے۔ چائنیز ریسٹورنٹ میں لنچ کیا تھا۔ واپسی پر آئس کریم پارلر میں آئس کریم کھاتے ہوئے خوب مستی کی تھی۔ مون کا دل ابھی بھی واپس جانے کا نہیں تھا۔

"چیٹنگ......بری بات......" کومل نے مصنوعی سنجیدگی سے ٹوکا۔

"ماما! چیٹنگ نہیں، جسٹ فار فن۔ کبھی کبھی تو ایسا چلتا ہے نا، داجان!" مون کی معصومیت پر دونوں کو ہی پیار آیا۔

"بالکل چلتا ہے۔ بلکہ ایسا تو ہوتے رہنا چاہئے، مائی لٹل پرنس!"

"پاپا! یہ پہلے ہی بگڑا شہزادہ ہے، آپ کی فیور اسے مزید موقع دے گی۔"

"بھئی تمہاری محبت اسے بگڑنے کہاں دے گی۔ آئی ٹرسٹ یو۔ اور پھر بچوں کی یہی عمر تو شوخیوں شرارتوں کی ہوتی ہے۔"

"پاپا! پلیز......اس کے سامنے کچھ مت کہیں۔ آپ اسے نہیں جانتے۔ اس کی شرارتیں سب سے انوکھی ہیں۔ اسے معلوم ہے، ماما کو بلیوں، کتوں سے الرجی ہے، یہ مجھے ستانے کو انہیں گود میں لئے پھرتا ہے۔ بعد میں اسے نہلانے کے لئے کتنے جتن کرنا پڑتے ہیں۔" کومل نے مصنوعی خفگی سے اس کی شکایت لگائی۔

"داجان! ماما اتنی بڑی ہو کر ان سے ڈرتی ہیں۔"

"ڈرتی نہیں ہوں اسٹوپڈ!......وہ پلید ہوتے ہیں۔ اور اگر باڈی یا کلاتھیز سے ٹچ کر جائے تو ہم مسلمان نماز نہیں ادا کر سکتے۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھنا۔ انڈرسٹینڈ؟"

"رئیلی......داجان! ڈاگز اینڈ کیٹس کو پکڑنا، انہیں پیار کرنا اچھی بات نہیں ہے؟"

"ایسی بات نہیں ہے۔ آئی مین بیٹا! کہ پکڑنا یا پیار کرنا برا نہیں ہے۔ مگر پھر بعد میں خود کو پاک صاف کرنا ضروری ہے۔ ہمارے نبی ﷺ جانوروں سے شفقت کیا کرتے تھے مگر انہوں نے بھی کتوں کو گھروں میں لانے سے منع فرمایا ہے۔ تمہاری ماما اس حوالے سے تمہیں منع کرتی ہیں۔"

"یس دا جان! ماما مجھے بتاتی رہتی ہیں اور ہماری اسلامک اسٹڈیز کی ٹیچر بھی انفارم کرتی رہتی ہیں۔ دا جان! اب میں ماما کو تنگ نہیں کروں گا۔" وہ کچھ سنجیدہ ہو کر وعدہ کر رہا تھا۔

کومل نے سگنل پر گاڑی روکی اور پھر مڑ کر اسے پیار سے دھپ لگائی۔

"وری گڈ بوائے........ اب میرا بچہ بتائے گا کہ اب کہاں جانا ہے۔"

"پلے لینڈ........ مجھے وہاں بہت سی گیمز کھیلنی ہیں۔"

"اُف........ مون! وہاں کتنی بار گئے ہو۔ اس قدر شور ہوتا ہے وہاں کہ سر گھوم جاتا ہے۔"

"ماما! آپ مجھے ٹوکن لے کر دے دینا اور آپ خود دا جان کے ساتھ کافی شاپ میں کافی پی لینا........ رائٹ؟"

"گڈ آئیڈیا۔" منصور نے بھی اس کا ساتھ دیا۔ کومل نے گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے دونوں کو باری باری دیکھا۔

"آج مجھے پورا تھکا دینے والا پروگرام ہے، مون! تمہارا۔ او کے، لے چلتی ہوں۔ مگر اگلے تین چار ہفتوں تک تم مجھ سے ایسی کوئی فرمائش نہیں کرو گے۔ تم جانتے ہو نا، ماما کو کتنے کام ہیں........ زیتون کل سے اکیلی ہے۔"

"پرامس ماما!" وہ پھر سے خوشی میں چہکنے لگا تھا۔



"ولایت! اماں جان نے کھانا کھا لیا ہے؟" وہ لوگ تقریباً سات بجے واپس آئے تھے۔ صوفیہ منصور ابھی تک واپس نہیں آئی تھیں۔ اسفند بھی کہیں باہر گیا ہوا تھا۔ وہ وقت دیکھتے ہوئے سیدھی کچن میں چلی آئی تھی۔ اماں جان مغرب کے بعد رات کا کھانا کھانے کی عادی تھیں۔

"نہیں بی بی!........ بس بھجوا ہی رہا تھا۔ اچھا ہوا، آپ آ گئیں۔ اسفند صاحب بھی ڈنر پر کسی دوست کے ساتھ آنے کا کہہ کر گئے ہیں۔ میں اسی تیاری میں مصروف تھا، اس لئے کچھ دیر ہو گئی۔" وہ گھبرا کر وضاحت دے رہا تھا۔

"ٹھیک ہے........ میں لے جاتی ہوں۔ مگر آئندہ خیال رکھنا۔ اماں جان کو ٹائم پر کھانا وغیرہ پہنچانا تم لوگوں کا فرض ہے۔"

"جی بی بی!" ولایت نے تابعداری سے سر جھکایا۔ ولایت ویسے بھی شروع سے یہاں تھا اور کافی زیادہ سب کا مزاج آشنا بھی تھا۔ حیات کو تو چائنیز، سب کانٹی نینٹل ڈشز بنانے کے لئے شیف رکھا گیا تھا۔ وہ بھی اسفند کی آمد پر۔ بات تو وہ بھی مانتا تھا، مگر کام اپنی مرضی سے کرتا تھا۔

"ڈنر کی تیاری مکمل ہے؟" کومل نے اماں کے لئے ٹرے میں برتن رکھے۔

"جی بی بی!" ولایت نے اماں کا پرہیزی کھانا چھوٹے باؤل میں نکالا۔

"ہم لوگ نہیں کھائیں گے۔ مما آتی ہیں تو بس ہم جا رہے ہیں۔ پاپا سے بھی پوچھ لینا۔ ے بی وہ بھی ڈنر نہیں لیں گے۔ انہیں کوئی شیک بنا دینا رات کو۔" کومل نے اسے ہدایت دی اور پھر اماں جان کی ضرورت کے مطابق کھانا لے کر کچن سے نکل آئی۔ اماں جان حسب معمول مغرب کی نماز کے بعد اپنے طویل اوراد کے بعد اپنی نماز کی چوکی سے اُٹھ کر بستر کی طرف جا رہی تھیں۔ آہٹ پر رک کر کھڑی رہ گئیں۔

"السلام علیکم!........ کیسی ہیں اماں جان؟ اللہ سے ملاقات کے بعد تو خاصی فریش نظر آ رہی ہیں۔ مجھے دیکھ لیں، دنیا کو راضی رکھنے کے چکر میں اللہ تعالیٰ سے بات کرنے کی فرصت بھی نہیں نکال پائی۔ اللہ مجھے معاف کرے۔" وہ ان کے بستر پر دسترخوان بچھاتے ہوئے باتوں میں مصروف تھی۔ باتوں باتوں میں اس نے کھانا رکھ دیا۔

"وعلیکم السلام!........ دنیا کے چکر میں اللہ سے غافل ہونا اچھی بات تو نہیں۔ مگر وہ بڑا غفور الرحیم ہے۔ بندوں کی طرح انسان سے غافل نہیں ہوتا۔ بندوں کی مجبوری سمجھ لیتا ہے۔ اس سے رابطہ بحال کرنے کے بعد جو قلب کو سکون و راحت نصیب ہوتی ہے، وہ دنیا کو خوش رکھ کر بھی نہیں مل سکتی۔" اماں جان خفیف مسکراہٹ کے ساتھ بیٹھتے ہوئے اس سے مخاطب تھیں۔

"آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں اماں جان! اللہ پھر بھی معاف کر دیتا ہے، مگر انسان...... دوسرے انسان کی ذرا سی غلطی کو پکڑ کر زندگی اجیرن کر دیتا ہے۔ ہم بس اللہ سے ہدایت کی دعا ہی مانگ سکتے ہیں۔ اچھا، آپ آرام سے کھانا کھائیں۔ مما ابھی تک آئی نہیں ہیں۔ وہ آتی ہیں تو ہم چلتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے بیٹا! میرا کیا ہے۔ یہاں سے اٹھ کر وہاں چل دوں گی۔ تم تھک گئی ہو گی۔ تھوڑا آرام کر لیتیں۔"

"اماں جان! گھر جا کر سو کام نمٹانے کا خیال آرام کہاں کرنے دے گا؟ آپ کو تو معلوم ہے، ابھی لیٹوں گی تو مون کو بہت کچھ یاد آئے گا۔ بس اب تو رات کو ہی آرام نصیب ہو گا۔"

"وہ تو ہے بیٹا! جیتی زندگانی فرصت اور آرام ہر کسی کو کہاں نصیب ہوتا ہے۔ اللہ نے اپنے خاص بندوں پر کچھ خاص ہی مہربانی کر رکھی ہوتی ہے۔ تمہارا چاند کیا کر رہا ہے؟ بہت دنوں سے اسے دیکھا نہیں۔" اماں جان نے لقمہ لیتے ہوئے اسی محبت سے پوچھا۔

"دن بھر خوب بھاگ دوڑ کی ہے، مستیاں شرارتیں کرتا رہا ہے۔ اب سکون سے لیٹا ہے جا کر۔ آپ کھانا کھا لیں، میں آپ کا سامان کار میں رکھتی ہوں۔" کومل نے ان کا بیگ اٹھایا اور باہر آ گئی۔

"ماما! چاچو آ گئے ہیں۔ اور ان کے ساتھ انکل نعمان بھی آئے ہیں۔" مون کی خوشی اس

کے لہجے سے چھلک رہی تھی۔ ''میں نے انہیں بتایا ہے کہ ہم نے آج داجان کے ساتھ خوب انجوائے کیا۔''

''اوکے........ تم اب اپنا جو سامان لینا چاہتے ہو، لے آؤ۔ میں کار میں رکھ دیتی ہوں۔ بعد میں شور نہیں کرنا۔ اوکے؟'' اسفند کا نام سن کر اس کے چہرے پر جو تاثر آیا تھا، وہ بڑا بے زار کن تھا۔ وہ خود کسی سے زیادہ دیر تک کدورت نہیں رکھا کرتی تھی۔ مگر اسفند کے معاملے میں وہ خود کو سمجھا ہی نہیں سکتی تھی۔ اسے معاف کرنا تو دُور کی بات، اس کا نام سننا بھی اسے گوارا نہیں تھا۔ مون اس کی بات سن کر چلا گیا تھا اور پھر کچھ دیر بعد ہی اپنا ضروری سامان کا بیگ لئے آ گیا تھا، جو ہمیشہ وہ اپنے ساتھ لاتا، لے جاتا تھا۔

''ماما! آپ انکل نعمان سے نہیں ملیں گی؟........ میں ان کے گھر گیا تھا تو بہت انجوائے کیا تھا۔ انہوں نے مجھے اپنے برڈز بھی دکھائے تھے اور میرے ساتھ کرکٹ بھی کھیلی تھی۔'' مون اس کے ساتھ اندر بڑھ رہا تھا۔ کومل نے اسے ٹالنے کے سے انداز میں پیار سے کہا۔

''مون! تمہیں معلوم ہے نا، ماما اس وقت بہت تھکی ہوئی ہیں۔ اور ماما اس طرح ہر کسی سے ملتی نہیں ہیں۔ تم مل لئے ہو نا، میں پھر کسی دن مل لوں گی۔ اوکے!''

''یس، مون! تمہاری ماما واقعی ہر کسی سے نہیں ملتیں۔ یہ بس اپنے بہت قریبی اور خاص لوگوں سے ملتی ہیں۔'' پورچ کی سیڑھیوں سے اندر جاتے ہوئے اچانک ہی اسفند سامنے آ گیا۔ اس کے لہجے میں جو کاٹ تھی، وہ کومل ہی محسوس کر سکتی تھی۔

''اسفند منصور! تم اپنے کام سے کام رکھا کرو۔ میری فکر میں مبتلا ہونے کا کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔'' کومل نے لب بھینچ کر جیسے اپنا غصہ پیا تھا۔ مون کو مخاطب کر کے وہ جس انداز میں بات کر رہا تھا، اس سے اس کا غصہ بڑھنا لازمی تھا۔

''کام کی بات تو بتا رہا ہوں۔ مون کے نالج میں تو ہونا چاہئے کہ اُس کی ماما کن لوگوں سے ہر حال میں مل کر خوش ہوتی ہیں، کن کے لئے اپنا سکون، چین اور تھکن تک فراموش کر دیتی ہیں۔''

''پلیز اسفند منصور!........ میرے بچے کا ذہن خراب مت کرو، ورنہ........'' کومل نے ضبط سے لب بھینچ کر خود کو کچھ کہنے سے روکا۔ مون ابھی تک وہیں کھڑا تھا اور حیرت سے منہ اٹھائے ان کی باتیں سن کر سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

''ماما!........ چاچو! آپ دونوں لڑ رہے ہیں؟'' مون کا استفسار دونوں کو چونکا گیا۔ اسفند کو نہ سہی مگر کومل کو مون کے استفسار سے بہت فرق پڑتا تھا۔

''مون! میں لڑ نہیں رہی بلکہ میں آپ کے چاچو کو سمجھا رہی تھی کہ ہم واپس اپنے گھر جا رہے ہیں، اس لئے ہم ابھی کسی سے نہیں مل سکتے۔ چلو، پاپا سے مل کر آؤ۔ ہم ابھی گھر چل رہے ہیں۔'' کومل اس کا ہاتھ تھام کر ایک طرف سے اندر بڑھ گئی۔ اسفند اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہ

گیا۔

❁

''روشنی! وہ شخص کیا چاہتا ہے، میں سمجھ نہیں پا رہی۔ اس کی حرکتیں، اس کا رویہ مجھے کچھ کر گزرنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ وہ اس قدر ذلالت پر اُتر آئے گا، میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔'' کومل لنچ ٹائم میں آج روشنی کی طرف آئی ہوئی تھی۔

''ایسے لوگوں کا اصل مسئلہ پتہ ہے کیا ہوتا ہے۔ اپنی اہمیت جتانا۔ وہ بھی یہی چاہتا ہوگا کہ تم بھی اپنا ہر کام، ہر عمل اسی کے مشورے پر انجام دو۔ تمہارا خاندان، آئی مین تمہارے سسرال والے اُسے امپورٹنس بھی تو بہت دیتے ہیں۔ وہ خود کو سپیریئر سمجھ کر سبھی کو اپنے انڈر پریشر رکھنا چاہتا ہوگا۔'' روشنی اس کی پریشانی سمجھ کر خود بھی پریشان ہو رہی تھی۔

''روشنی! بات صرف اہمیت جتانے کی حد تک ہوتی تو میں شاید برداشت کر لیتی۔ مگر وہ شخص اپنے ارادوں کا نیک نہیں لگ رہا۔ اُس کی سازش مجھے ٹریپ کرنا ہے۔ وہ مجھے اپنے دام میں پھنسا کر رُسوا کرنا چاہتا ہے۔''

''وہاٹ؟...... کیا کہہ رہی ہو تم؟........ تمہیں ٹریپ کر رہا ہے؟ کس لئے؟ کیوں؟ تم نے پوچھا نہیں؟'' روشنی کے تاثرات یک دم بدلے تھے۔ چہرے پر پھیلی اذیت اُس کے لہجے سے بھی جھلک رہی تھی۔

''روشنی! میں کیا اور کیوں کا جواب جانتی تو اس اُلجھن میں ہی کیوں گرفتار ہوتی۔ اس نے میرے قریب آنے کی کوشش کی تھی۔ میں نے اسے بری طرح اوائیڈ کیا تھا، اسے جھڑکا، ڈانٹا۔ مگر اس پر ذرا بھی اثر نہیں ہوا۔ اس کے بعد اس نے مون کو میرے خلاف ورغلانے کی بھرپور کوشش کی تاکہ میں اس کی طرف جھک جاؤں۔ مون اس کے بہکاوے میں نہیں آیا تو اب وہ مجھے مون کے سامنے ہی اُلٹی سیدھی باتیں سنانے لگا ہے۔ وہ مجھے سب کے ساتھ مون کی نظروں سے گرانے کی کوششوں میں ہے۔ وہ میری کردار کشی کر رہا ہے، دوسروں کے ساتھ میرا نام......'' کومل سے بولنا دشوار ہو رہا تھا۔

''اُس شخص کا دماغ واقعی خراب لگتا ہے۔ تمہیں اسی دن کے لئے سمجھاتی تھی، کومل! کہ مت خود کو دوسروں پر قربان کرو۔ اپنے بارے میں بھی سوچو۔ تم کب تک مقابلہ کرو گی؟ ایک دن...... ایک دن یہ لوگ تمہیں اسی طرح رُسوائیوں کے حوالے کر کے اپنا مقصد حاصل کر لیں گے اور تم اپنی ذات کی سچائی اور خلوص کے ساتھ نہ صرف تہی داماں رہ جاؤ گی بلکہ تنہا بھی۔'' روشنی بے حد جذباتی ہو کر بول رہی تھی۔

''میں اپنے بارے میں کیسے اور کیا سوچوں؟........ مون میری ذمہ داری ہے روشنی! اسے زندگی کی ہر آسائش اور آسانی دینے کا میں نے شافند سے وعدہ کیا تھا۔ میں اپنے لئے سوچ کر ایسی خود غرضی نہیں دکھا سکتی۔ اور تم اچھی طرح جانتی ہو، شافند کے علاوہ میرے دل میں کسی اور

کی رتی بھر جگہ بھی نہیں بن سکتی۔ میں........میں اپنی زندگی سے خوش ہوں۔ مطمئن ہوں۔ مجھے اپنی ذات کے لئے کسی مرد کے سہارے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور نہ ہی میں کسی کو اس طرح اپنی زندگی میں گھس آنے کی اجازت دے سکتی ہوں۔ خواہ وہ اسفند منصور ہی کیوں نہ ہو۔'' کومل نے اپنے عزم سے جیسے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی۔

''کیا کرو گی تم؟........کیسے مقابلہ کرو گی تم؟ وہ ماں بیٹا مل کر مون کو تم سے نہ صرف باغی کر دیں گے بلکہ چھین بھی لیں گے۔ ان کا بار بار مون کو احساس دلانا ہی کافی ہوگا کہ تم اس کی سگی ماں نہیں ہو........اس حقیقت سے تم آنکھیں مت چراؤ کومل! میں تمہاری دوست ہوں، اس لئے تمہیں آنے والے وقت کا احساس دلا رہی ہوں۔ بے شک، شافند بھائی نے تمہیں مون کے حوالے سے تمام حقوق قانونی طور پر سونپ دیئے تھے، پھر بھی یہ حقیقت تب تک تمہارے لئے اذیت ناک رہے گی، جب تک کہ مون خود باشعور ہو کر کسی فیصلے کے قابل نہیں ہو جاتا۔'' روشنی کا تسلی دینے والا انداز بھی آج کومل کو اذیت دے رہا تھا۔ یہ حقیقت اس کے لئے جان لیوا تھی۔ مون کے لئے اس کے جذبات، اس کے احساسات بالکل خالص اور کھرے تھے۔ پھر بھی اسے اپنی ممتا کا ثبوت دینے کے لئے دنیا کو مطمئن کرنا پڑتا تھا۔

''پھر میں کیا کروں؟ چپ چاپ مون کو ان کے حوالے کر دوں؟ پھر میرے جینے کا کیا مقصد رہ جاتا ہے؟'' وہ جوش میں بولتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کا رویہ پہلے کبھی اس قدر آتشی نہیں ہوا تھا۔ روشنی نے اسے بے بسی سے دیکھا۔ اپنی پیاری دوست کو سنبھالنے کا اس کے پاس بھی کوئی حل نہیں تھا۔

''کومل! پلیز بیٹھو اور آرام سے میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ حقیقت یہی ہے۔ تم مون کو زیادہ دیر تک خود سے باندھ نہیں پاؤ گی۔ وہ جیسے جیسے بڑا ہوگا، دنیا سے اس کا رابطہ بھی بڑھے گا۔ وہ لوگوں کی سنے گا، سمجھے گا۔ اور پھر اپنے حساب سے فیصلہ کرے گا۔ وہ فیصلہ تمہارے خلاف بھی جا سکتا ہے۔ تب تم کیا کرو گی؟ اس کا امکان زیادہ ہے۔ کیونکہ پہلے اس کی دادی اور اب اس بچے کا چچا اسے تم سے بدظن کرنے کے درپے ہو گئے ہیں۔ صوفیہ آنٹی کی بدگمانیاں تو سمجھ میں آتی ہیں، مگر اسفند منصور کس حساب میں تم سے متنفر ہے، پہلے اس بات کا پتہ لگاؤ، پھر اس بارے میں سوچو کہ تمہیں اپنا دفاع کیسے کرنا ہے۔''

''مجھے اسفند منصور کی نفرت کی پروا نہیں ہے۔ وہ سمجھ رہا ہے کہ وہ اس طرح مجھے بے بس کر دے گا تو یہ اس کی بھول ہے۔ میں نے سوچ لیا ہے کہ میں مون کو لے کر دبئی یا پھر کہیں اور شفٹ ہو جاؤں گی۔'' اس بار کومل کے لہجے میں وہی اطمینان تھا، جو پہلے ہوا کرتا تھا۔ وہ اتنی بے بس نہیں تھی کہ حالات کا مقابلہ نہ کر سکتی۔

''کیا یہی مسئلے کا حل ہے کہ تم نئے سفر پر نکلو؟ پہلے کم صعوبتیں اٹھائی ہیں تم نے، جو اب........''

''اپنے بچے کی بہتری کے لئے میرے پاس یہی ایک حل رہ جاتا ہے۔ ایسا تو مجھے بہت پہلے ہی کر لینا چاہئے تھا تاکہ یہ لوگ مون کے احساسات جھنجوڑنے کی کوشش ہی نہ کرتے۔ بہر حال، ابھی دیر تو نہیں ہوئی۔ تم پلیز کسی سے بھی میرے ارادوں کا ذکر مت کرنا۔ مجھے جو کرنا ہے، میں خاموشی سے کروں گی۔''

''کومل! تم ایسا کیوں کہہ رہی ہو؟ مجھے تم بے حد عزیز ہو۔ بس تمہاری ضد پر دل جلتا ہے میرا۔ کاش تمہیں اس بات کا احساس ہو جائے کہ تم اپنے ساتھ کیا کر رہی ہو۔ دیکھو، ابھی بھی وقت تمہارے ہاتھ میں ہے۔ اسفند تو چلو تمہیں رُسوا کرنے کے لئے بھکانے کی کوشش میں ہے۔ مگر نبیل........وہ تمہارے لئے جو خلوص دل میں رکھتا ہے، وہ اس کے لہجے سے ہی نہیں، چہرے سے بھی جھلکتا ہے۔ تم اسے تو موقع دو تاکہ........''

''پلیز روشنی!........آئندہ یہ بات اپنی زبان پر مت لانا۔ نبیل کے خلوص کے وہ معنی نہیں ہیں، جو تم سمجھ رہی ہو۔ ہم اچھے دوست ہیں اور بس۔ اس سے زیادہ میں اس کے بارے میں کچھ سوچنا نہیں چاہتی۔ اور مجھے یقین ہے، وہ بھی ایسے نہیں سوچتا، جیسا تم لوگ سمجھتے ہو۔ روشنی! کسی مرد اور عورت کی دوستی کا ایک ہی مقصد، ایک ہی مطلب نہیں ہوتا۔ بعض اوقات ہمیں جو نظر آ رہا ہوتا ہے، وہ درست نہیں ہوتا۔ بہر حال میں اپنی ذات کے حوالے سے زیادہ صفائیاں نہیں دینا چاہتی۔ تم مجھے جانتی ہو، میرا اس سمت آنا بہت مشکل ہے تو پلیز! آئندہ اپنی دوستی کو آزمائش میں مت ڈالنا۔'' وہ اٹھی اور وہاں سے چلی آئی۔ پہلی بار وہ اس طرح کسی سے ناراض ہوئی تھی۔



''قدسیہ آنٹی! آپ اس کی ماں ہیں۔ ماں سے بہتر اپنی اولاد کی فیلنگز کون سمجھ سکتا ہے؟ وہ آپ سے کچھ وقت مانگ رہا ہے تو آپ اسے موقع تو دیں۔ ہو سکتا ہے، اس کا فیصلہ آپ کی مرضی کے مطابق ہی ہو۔ آپ اسے اس بارے میں سوچنے کی مہلت تو دیں۔'' کومل، نبیل کے کئی بار فون کرنے پر آخر سر شام اُس کے گھر چلی آئی تھی۔ وہ گھر پر نہیں تھا۔ کومل نے جان بوجھ کر اسے اپنے آنے کا غلط وقت بتایا تھا۔

''بیٹا! تم نشاء سے ایک بار مل کر تو دیکھو........ہمارے اسٹیٹس کے مطابق ہے اُس کا خاندان۔ اور پھر وہ لوگ خود انٹرسٹڈ ہیں اس رشتے میں۔ پہل بھی انہوں نے کی ہے اور یہ لڑکا نجانے کیا سوچے بیٹھا ہے۔'' قدسیہ کیانی نے شکایتی انداز میں اسے بات سمجھائی۔

''ماما! ان کا انٹرسٹ ہی تو مجھے برا لگ رہا ہے۔'' نبیل نجانے کب سے ان کی باتیں سن رہا تھا۔ قدسیہ کیانی کی شکایت پر بولتا سامنے آ گیا۔

''السلام علیکم مادام! اِٹس ویری بگ فاؤل۔ آپ نے مجھے آٹھ بجے آنے کے لئے کہا تھا اور خود آپ........''

"وعلیکم السلام! آؤ بیٹھو۔ تمہارا ہی مقدمہ لڑنے کے لئے آئی ہوں۔ اس طرح بدگمان کیوں ہو رہے ہو؟" کومل نے مسکرا کر کہا۔

"یہ تو ہم سبھی سے بھی بدگمان ہے، تم اپنی بات کرتی ہو۔ پہلے کہتا تھا، خاندان میں شادی کا نام مت لیجئے گا۔ میں نے بھی سوچا کہ اس طرح دُوریاں بڑھانے سے بہتر ہے، اسی کی مان لوں۔ اب اس کے بابا انٹرسٹڈ ہیں، نشاء حبیب میں تو بھی اس کے مزاج نہیں مل رہے۔"

"بابا انٹرسٹڈ ہیں تو وہی کر لیں اس سے۔ مجھے کم از کم اس قسم کے چکر میں مت پھنسائیں۔" نبیل جیسے جلا ہوا تھا۔

"بکواس نہیں کرو۔ آر یُو میڈ؟........ کس قسم کی باتیں کر رہے ہو تم؟" کومل نے اسے قدرے خفگی سے ڈانٹا۔ اسے خود بھی اندازہ نہیں تھا کہ وہ نبیل کے معاملے میں اس استحقاق سے کیوں بات کر رہی ہے۔

"مادام! آپ خود ہی بتائیں، مجھے ان لوگوں کے سوشل اسٹیٹس کا اچار ڈالنا ہے یا ان کی اکلوتی بیٹی کی سپرویژن کرنی ہے؟ بابا کا اپنا بزنس کم ہے جو دوسروں کی جاگیرداریاں سنبھالنے کا انہیں شوق اٹھا ہے۔ ماما! آپ بابا کو صاف بتا دیں کہ میں اس طرح سسرال والوں کے نرغے میں پھنسنے کو تیار نہیں ہوں۔" وہ بہت چڑ کر بول رہا تھا۔

"مائی گاڈ........ نبیل! تم تو بالکل لڑکیوں کی طرح سوچ رہے ہو۔ سسرال کے نرغے میں لڑکیاں پھنستی ہیں، لڑکے نہیں۔ بہرحال، تمہیں اپنی بات سمجھانے کے لئے اس طرح ایموشنل ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر تمہیں اس طرح کی شادی پسند نہیں ہے تو تم آنٹی سے کھل کر اپنی پسند کو ڈسکس کرو۔ وہ تمہارے ساتھ زبردستی تو نہیں کریں گی۔" کومل نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ قدسیہ کیانی نے آہ بھر کر انہیں دیکھا۔

"زبردستی مانتا ہے یہ ہماری؟........ اکلوتے بیٹے کی جدائی کتنے سال سہی ہے۔ یہ اپنی ضد پر باہر ایجوکیشن کے لئے چلا گیا تھا۔ ماؤں کے دل میں اولاد کے لئے کیا کیا ارمان ہوتے ہیں، یہ تو تمہیں بھی خبر ہو گی بیٹا! تم خود بھی ماں ہو اور سمجھ سکتی ہو کہ میں نے اس کے لئے کیا کیا سوچ رکھا ہے۔"

"ماما! آپ نے جو سوچ رکھا ہے، وہ ایک ہی صورت میں پورا ہو سکتا ہے، اگر آپ کچھ وقت انتظار کر لیں۔ پلیز مام! یہ لین دین والی شادی مجھے نہیں کرنی۔" وہ ابھی بھی جیسے خفگی میں بول رہا تھا۔

"یہ بات تم اپنے باپ کو سمجھاؤ۔ اکلوتے بیٹے کی شادی اپنے سے اونچے لوگوں میں کرنے کا ارمان ان کے دل میں ہے۔ مجھے کیا سمجھاتے ہو؟ مجھے تو بس ایک اچھی، نیک سیرت بہو چاہئے جو میرے گھر میں خوشی بن کر آئے۔"

"کہہ دوں گا میں بابا سے بھی۔ زندگی میری ہے تو فیصلے کا حق بھی مجھے ملنا چاہئے۔ اور

آپ بالکل پریشان نہ ہوں، میں آپ لوگوں کے معیار کے مطابق ہی کوئی فیصلہ کروں گا۔ کسی فلمی سین کی طرح آپ لوگوں کو کسی جھونپڑے یا کٹیا میں جانے کے لئے نہیں کہوں گا۔ بس کچھ دیر ٹھہر جائیں۔" نبیل اٹھ کر اپنی ماما کے پاس بیٹھ کر ان کے گلے میں بازو حمائل کر کے لاڈ اٹھانے لگا۔

"بس، اب چاپلوسی شروع۔ اپنے بابا کے سامنے زبان نہیں کھلتی تمہاری........ ہر بار مجھے ہی برا بنواتے ہو۔ رات کو تم ہی جواب دینا انہیں۔ میں کچھ نہیں بولوں گی۔" قدسیہ کیانی اس کے بازو گلے سے نکال کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"کومل بیٹا! تم رات کو کھانا کھا کر جانا۔ میں ذرا شیف کو ہدایت دے کر آتی ہوں۔"

"آنٹی پلیز میرے لئے کوئی تکلف مت کیجئے گا۔ میں بس ابھی جا رہی ہوں۔ مون ابھی پریشان ہو کر فون کر دے گا۔ اور پھر اماں جان بھی میری طرف ہی آئی ہوئی ہیں۔ شادی کے کام شروع ہیں۔ یہ تو نبیل کی پریشانی کا سن کر ادھر چلی آئی ہوں، ورنہ آپ جانتی ہیں، میرے لئے اس وقت کہیں بھی آنا جانا کس قدر مشکل ہے۔"

"نبیل کی پریشانی تو بچوں والی ہے........ بہرحال، تم پھر آنا۔"

"آنٹی! اب تو آپ کو آنا ہے نا شادی میں۔ اور پلیز کوئی بہانہ نہیں چلے گا۔ نبیل تو آل ریڈی شادی کے ہر کام میں میری ہیلپ کر رہا ہے۔ آپ آیئے گا ضرور۔ میں نبیل کو سمجھاؤں گی، آپ پریشان نہ ہوں۔" کومل نے ان کے قریب جا کر، ان سے گلے ملتے ہوئے نرمی سے کہتے ہوئے نبیل کو دیکھا۔

"تم کل گھر چکر لگانا۔ فائنلی سب کچھ دیکھ لیتے ہیں۔ اگر کچھ رہ گیا ہو گا تو ابھی آ جائے گا۔"

"یس مادام! میں پہنچ جاؤں گا۔" وہ ایک دم خوشگوار تاثرات کے ساتھ بول اٹھا۔ قدسیہ کیانی نے لمحہ بھر کو چونک کر انہیں دیکھا۔ دل و ذہن میں ایک خیال در آیا تھا، جسے انہوں نے اگلے ہی پل جھٹکا۔



سبھی لوگ تیمور احمد کے گھر جمع تھے۔ عنیزہ کے متوقع سسرالیوں سے منصور احمد کے علاوہ سبھی مل کر کافی متاثر ہوئے تھے۔ کومل بھی تیمور چچا کے اصرار پر چلی آئی تھی اور جس کے نہ آنے کی امید و توقع تھی، وہ بھی بڑی فراغت سے وہاں موجود اپنی خوشگواری سے ماحول کو بھی سازگار بنائے بیٹھا تھا۔

عنیزہ کے سسرال والے جا چکے تھے اور یہ سبھی اپنی اپنی رائے دے کر عنیزہ کو پریشان کئے دے رہے تھے۔ عینی آخر اٹھ کر وہاں سے چل دی۔ مون بھی ٹی وی لاؤنج میں کارٹون نیٹ ورک دیکھنے میں محو تھا۔ اماں جان نماز کے لئے اپنے کمرے میں چلی گئی تھیں۔

اچانک ہی تیمور احمد نے موضوع بدل کر اپنی بھابی صوفیہ کو مخاطب کیا۔

''بھابی جان! اب ہمارے بھتیجے صاحب کا بھی نمبر لگ جانا چاہئے۔ آخر دیر کس بات کی ہے؟ صاحبزادے بندھن ازدواج نبھانے کے قابل بھی ہیں اور اہل بھی۔'' تیمور احمد کی بات پر اسفند نے سر اٹھا کر قدرے چونک کر انہیں دیکھا، جیسے انہوں نے کوئی غیر ممکنہ بات کہہ دی ہو۔

صوفیہ منصور کو بھی موقع ملا تھا، اپنی حسرت اور اسفند کی شکایت کہنے کا۔

''یہ اشارہ تو دے۔ سچی پوچھو تو کئی لڑکیاں ہاتھوں سے نکل گئی ہیں۔ دل میں بہو لانے کا ارمان تو بہت ہے، مگر سنی کے انکار کا خوف کسی طرف بڑھنے کا حوصلہ ہی نہیں دیتا۔ تمہارا بھتیجا ابھی بندھنِ ازدواج میں بندھنا ہی نہیں چاہتا۔''

تیمور اور اسفند ساتھ ساتھ ہی بیٹھے تھے۔ بھابی کی شکایت پر انہوں نے بھتیجے کو پیار سے دھپ لگا کر چھیڑا۔

''کیوں یار!...... یہ ہم کیا سن رہے ہیں؟ لڑکے تو اس معاملے میں بزرگوں کے اشارے کا بھی انتظار نہیں کرتے۔ اپنی زندگی کا فیصلہ خود ہی کر کے بیٹھ جاتے ہیں۔ اور تم ابھی شادی ہی نہیں کرنا چاہتے۔''

''میں نے ایسا کب کہا ہے کہ مجھے شادی نہیں کرنی؟'' وہ زیرِ لب مسکراہٹ کے ساتھ گویا ہوا۔ سبھی اس کی طرف متوجہ تھے۔

''اچھا، لیں بھابی! بچے نے منظوری دے دی ہے۔ اب آپ اپنی مہم شروع کر دیں۔''

''میری مہم تو پہلے ہی ناکام ہو چکی ہے۔ اس بچے کی نظر میں کوئی جچتی ہی نہیں۔ کتنی لڑکیاں تو دکھائی ہیں، کوئی بھی ان کی نگاہ میں ٹھہر نہیں سکی۔ اب آسمان سے ہی کوئی حور پری اُترے گی اور ہم اپنے بیٹے کے سہرے کے پھول سجائیں گے۔'' صوفیہ کا انداز تو مزاح کا رنگ لئے ہوئے تھا، مگر دراصل وہ دل کا حال بتا رہی تھیں۔ اسفند سے انہیں اس حوالے سے شکایات بھی تو بہت تھیں۔

''کہیں ایسا تو نہیں کہ صاحبزادے کی نگاہ میں پہلے ہی کوئی جچی ہوئی ہو۔ ایسا معاملہ ہے تو یار! ہمیں بتا دو۔ ہم خود ہی کوئی ہنگامہ کروا دیں۔'' بھتیجے سے بے تکلفی کی بنا پر انہوں نے اسے چھیڑا تو وہ دھیمی مسکان کے ساتھ قدرے رازداری والے انداز میں بولا۔

''ہنگامہ کیا، دھماکہ ہو گا چچا جان! آپ دیکھئے گا۔'' کچھ توقف کے بعد اس نے بات بڑھائی۔ ''آپ سبھی نے آج یہ ذکر چھیڑ دیا ہے تو میں آپ کو بتا دوں کہ مما کی پسند کی ہوئی لڑکیاں میں نے اس لئے نظرانداز کر دی تھیں کہ ان میں سے کوئی بھی میرے معیار سے میچ نہیں کرتی تھی۔ آئی ایم سوری ٹو سے مما! آپ کا معیار اسٹیٹس، بنگلوز، پراپرٹی سے زیادہ نہیں ہے۔ آپ انسان کو دولت سے جسٹی فائی کرتی ہیں، جبکہ میرا اپنی لائف پارٹنر کے لئے ویو کچھ

اور ہے۔ مجھے کسی حور پری کا انتظار نہیں ہے۔ میں اس دنیا میں رہتا ہوں تو ظاہر ہے، مجھے لائف پارٹنر بھی اسی دنیا سے چاہئے جو سنسیئر ہو، ویل ایجوکیٹڈ ہو۔ بائی ویلتھ چاہے اس کے پاس کچھ نہ ہو، مگر سینس ایبل ضرور ہو، جس سے انڈراسٹینڈنگ ڈیویلپ ہو سکے۔ میرے لئے اپنی لائف پارٹنر کا فیشن ماڈل ہونا ضروری نہیں ہے۔ آئی تھنک کسی بھی مرد کی تمنا یہ نہیں ہوتی۔ ہر مرد گھر کو گھر بنائے رکھنے والی عورت پسند کرتا ہے۔ میں بے حد معذرت کے ساتھ کہہ رہا ہوں، مما کو کسی کو پرکھنے کا ٹیکٹ نہیں ہے۔ اسی لئے اپنی زندگی کا فیصلہ میں خود کروں گا۔ کیونکہ زندگی آخر مجھے گزارنی ہے۔'' وہ بنا جھجکے دل میں آئی ہر بات کہہ گیا۔

کومل ناچار اس کے سامنے ہی بیٹھی تھی۔ نہ چاہتے ہوئے بھی اسفند کی نگاہ بار بار اسی کی جانب اٹھ جاتی تھی۔ کومل نے سر جھکائے رکھنے میں ہی عافیت جانی۔ صوفیہ بھی اس کا اشارہ سمجھ رہی تھیں۔ وہ کومل کے حوالے سے انہیں جتا رہا تھا۔

''اسفند بیٹا! تم صحیح کہہ رہے ہو۔ زندگی تمہیں گزارنی ہے تو اپنی زندگی کا فیصلہ بھی تمہیں خود ہی کرنا چاہئے۔ مگر بیٹا! اپنی پسند کو اگر باہمی پسند کی طرح اپناؤ گے تو زندگی بہت سہل گزرے گی۔ ویسے تو مجھے تم پر پورا اعتماد ہے کہ تم جو فیصلہ کرو گے، بہت اچھا ہو گا۔ لیکن اپنی مما کو اپنے فیصلے میں ضرور شامل رکھنا۔''

''آف کورس پاپا! آپ سبھی میری خوشی میں شامل ہوں گے۔ آئی ہوپ، آپ میری پسند اور فیصلے پر مایوس نہیں ہوں گے۔'' اس نے پھر سے کومل کی طرف ایک نگاہ پھینکی۔

''سنی!...... تمہاری باتوں سے ہمیں کچھ چھپانے کی بُو آ رہی ہے۔'' سعدیہ نے اسے ہنستے ہنستے چھیڑا۔ ''مجھے لگتا ہے تم کہیں انوالو ہو۔ کون ہے، ہمیں نہیں بتاؤ گے؟ بھئی اپنی بہو دیکھنے کا آخر ہمارا بھی تو حق ہے۔ ہے نا بھابی جان!'' اسفند کا انداز ابھی بھی ویسا ہی تھا۔

''میری مرضی اور چاہت مانتا کون ہے؟ اس کا دل چاہے گا تو بتا دے گا، ورنہ شافند کی طرح اپنی من مرضی کرنے سے کون روک سکتا ہے؟'' صوفیہ نے آج کھل کر اس کے سامنے شکوے کئے تھے۔ وہ بس سر ہلا کر مسکرا دیا۔

''سنی! تمہاری مسکراہٹ کہتی ہے کہ ہمیں تمہاری انکوائری کروانی پڑے گی۔ بچو! ہم بھی ڈھونڈ نکالیں گے اپنی ہونے والی بہو کو۔ اچھا اتنا تو بتا دو، وہ یہاں ہے یا وہیں انگلینڈ میں کسی گوری میم سے عہد و وفا باندھ آئے ہو؟''

''چچی جان! جہاں اتنا صبر کیا ہے، کچھ عرصہ اور کر لیں۔ وہ آپ کے سامنے آ جائے گی۔''

ثانیہ حیرت سے بھائی کو دیکھ رہی تھی، جس کے چہرے پر کوئی نئی چمک تھی۔

''سنی! صبر تو ہم کر ہی لیں گے۔ ایسا نہ ہو تم بھی صبر ہی کرتے رہ جاؤ اور وہ کہیں اور بکھر ہو جائے۔'' سعدیہ چچی کی شوخی آج عروج پر تھی۔ کومل بھی اس کے انکشاف پر حیران تھی۔ اس سے محبت کا دعویٰ کرنے والا آج کسی اور سے وابستگی کا اعلان کر رہا تھا۔ ایک طرح سے تو یہ

بات اس کے حق میں جاتی تھی۔ کم از کم اب اسے اپنی جان چھوٹنے کا امکان نظر آ رہا تھا۔ بلکہ امکان کیا، اس انکشاف کے بعد تو یقیناً وہ اس سے کسی طرح کا بھی دعویٰ نہیں کر سکتا تھا۔

''میں ایسا ہونے تو نہیں دوں گا۔ آئی مین مجھے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہے، تبھی وہ مجھے اتنے سالوں کی تلاش کے بعد ملی ہے۔'' وہ جو کہہ رہا تھا، وہ ہر بندے کے لئے الگ الگ معنی رکھتا تھا۔ سعدیہ چچی بعد میں بھی اس سے چھیڑ چھاڑ کرتی رہیں۔ کومل کو اماں جان کو لے کر آنا تھا، وہ معذرت کر کے انہیں لے کر آ گئی۔



''السلام علیکم ایوری ون۔'' اگلی صبح اسفند کا شمعون ہاؤس چلے آنا نہ صرف کومل کے لئے بلکہ اماں جان کے لئے بھی حیران کن تھا۔ مون سکول جا چکا تھا۔ کومل اور اماں جان ڈائننگ روم میں بیٹھے ناشتہ کرنے لگے تھے۔ وہ بھی سلام کرتا سامنے آ بیٹھا۔

''تم....... خیر تو ہے بچے! صبح صبح اِدھر کیسے؟'' اماں جان نے آخر اپنی حیرت کا اظہار کر ہی دیا۔

''رات آپ مجھ سے ملے بنا ہی ادھر آ گئیں۔ آپ مجھے دوسروں کے لئے اگنور کرنے لگی ہیں اماں جان!''

''دوسروں کے لئے؟....... سنو بچے! یہ بچی مجھے تم سے زیادہ عزیز ہے اور تم لوگوں سے زیادہ ''اپنی''، میں تم سے نہیں ملی تو تم مجھ سے ملنے آ جاتے۔ تمہیں خبر تو تھی کہ مجھے کومل کے ساتھ لوٹنا ہے۔'' اماں جان نے کومل کے وہاں سے جانے کے بعد اسفند کو قدرے برہمی سے جتایا۔ کومل یقیناً اس کے لئے ناشتے کا کہنے گئی تھی۔

''سوری....... ویری سوری اماں جان!....... ایکچو لی چچا جان نے مجھے گھیر لیا تھا۔ سبھی کو میری شادی کی فکر ہے۔ میں نے کہا کہ کسی کو میری فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے اپنی فکر کرنے کی ذمہ داری اماں جان کو دے رکھی ہے۔''

''اچھا!....... مگر تیمور تو مجھے فون پر بتا رہا تھا کہ اماں جان! آپ اپنے لاڈلے کی شادی کی تیاری رکھئے۔ اس نے آپ کے لئے بہو ڈھونڈ لی ہے۔''

اسی لمحے کومل اس کے لئے ناشتے کے لوازمات کے ساتھ آ گئی۔

''وہ....... وہ تو میں مذاق کر رہا تھا۔ سبھی تو بار بار پوچھ رہے تھے۔ آپ کی پسند اور مرضی کے بنا میں ایسا کوئی فیصلہ کیسے کر سکتا ہوں؟'' اسفند نے ایک نگاہ کومل کے بے تاثر چہرے پر ڈالی۔ وہ اُس کے سامنے چیز، بٹر، بریڈ رکھ رہی تھی۔

''ماننے میں یہ بات نہیں آتی بچے! کہ تم نے اپنے ماں باپ کے سامنے بیٹھ کر یہ بات مذاق میں کہی تھی۔ یوں کہو، مجھ سے چھپانا مقصود ہے یا پھر تم مجھ سے مذاق کر رہے ہو۔''

''افوہ اماں جان! آپ تو ایسے ہی ناراض ہو رہی ہیں۔ ریئلی، ابھی دُور دُور تک ایسا کوئی

امکان نہیں۔ ابھی تو ایک طرفہ معاملہ ہے۔ کچھ سال پہلے کسی کے لئے دل میں ایک خیال آیا تھا۔ پتہ نہیں تھا کہ قسمت پھر سے ملنے کی راہ پیدا کر دے گی۔ آپ کی دعا چاہئے بس۔ وہ اگر مجھے مل گئی تو سب سے پہلے آپ سے ہی کہوں گا۔''

''اللہ تمہاری مراد پوری کرے۔ مگر یہ یک طرفہ چاہت کا انجام کچھ اچھا نہیں ہوتا۔ ذرا سنبھل کے فیصلہ کرنا، کہیں تمہیں پچھتانا نہ پڑے۔''

''اسی لئے تو آپ سے دعا کے لئے کہہ رہا ہوں۔'' اس نے اماں جان کا ہاتھ تھام کر لبوں سے لگایا۔ کومل اس کی باتیں سن رہی تھی، مگر خاموش تھی۔

''آپ کو میرا آنا اچھا نہیں لگا؟'' اماں جان کا ہاتھ چھوڑ کر وہ کومل کی طرف متوجہ ہوا۔ اب وہ خاموشی سے چائے پی رہی تھی۔ سر جھکائے جھکائے ہی اس نے سپاٹ تاثر سے جواب دیا۔

''آئی تھنک یہ سوال آپ ہر بار یہاں آنے کے بعد پوچھتے ہیں۔ اور کیوں پوچھتے ہیں، آئی ڈونٹ نو۔ میرے لئے ہر بار ایک ہی سوال کا جواب دینا ضروری نہیں ہے۔''

''آپ کے لئے تو بہت کچھ ضروری نہیں ہے۔'' اسفند نے مبہم لہجے میں جیسے اُسے چڑایا۔

''سنی! تم اپنی بھاوج سے کیوں اُلجھتے رہتے ہو؟ اسے زندگی نے کم اُلجھا رکھا ہے؟''

''تو کس نے کہا ہے زندگی سے اُلجھیں؟ ہزاروں راستے ہیں۔ بچ کے نکل جائیں۔'' اُس کی ذومعنی باتیں کومل سمجھتی تھی۔ اماں جان اپنے حساب سے سمجھ رہی تھیں۔

''اتنا آسان نہیں ہے بچ کے نکلنا، تن تنہا خود کو سنبھال کر رکھنا۔ میری بچی تو حوصلہ مند ہے۔ اس کے کسی عمل کو سراہ نہیں سکتے تو کچھ بھی مت کہا کرو۔ اسے اس طرح پریشان مت کیا کرو۔ یہ تمہارے بھائی کا گھر ہے، اس طرح بیگانوں کی طرح کیوں ہر بار پوچھتے ہو؟'' اماں جان نے اسے اچھی طرح احساس دلایا تھا۔ کومل نے آہ بھر کر زیتون کو آواز دی۔

''زیتون! میرے لئے ایک کپ چائے اور بنا دو۔'' پھر اسفند کو مخاطب کیا۔ ''اسفند! آپ کو کچھ اور چاہئے تو بتا دیں۔''

''مجھے جو چاہئے، مجھے وہ مل جائے گا؟'' اس بار بھی اس کا لہجہ ذومعنی تھا۔ کومل نے نگاہ اٹھا کر اسے خفگی سے دیکھا۔

''اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا بروقت مل جانا ہر ایک کا نصیب نہیں ہوتا۔ اور ہر کوئی اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے قابل بھی نہیں ہوتا۔ کبھی کبھی ہم جو چاہتے ہیں، اس کے ملنے کے بعد اس کی ضرورت کم ہو جاتی ہے یا پھر اکثر ہمارا یہ وہم ہوتا ہے کہ ہمیں جو چاہئے، ہمیں اس کی ضرورت ہے۔'' کومل نے بھی اسی کے انداز میں بات کی تھی۔ اماں جان نے دونوں کو باری باری دیکھا۔

''دیکھ لیں اماں جان! آپ کہتی ہیں، میں ان سے اُلجھتا ہوں، میں ان کے ساتھ بیگانوں کی طرح بات کرتا ہوں۔ کیا یہ مجھے ''اپنا'' سمجھتی ہیں؟''

''بیگانے ضرورتیں نہیں پوچھا کرتے۔ ویل، اماں جان! آپ ٹھیک طرح ناشتہ کیجئے۔ مجھے فیکٹری کے لئے نکلنا ہے۔'' وہ فوراً کھڑی ہو گئی۔

''ارے بچی! اپنی چائے تو پی لو۔ ناشتہ تو تم نے کیا ہی نہیں۔''

''میری وجہ سے نہیں کیا ہوگا۔ جبھی آپ اپنے گھر میں آرام سے بیٹھیں، میں چلتا ہوں۔'' وہ بھی ایک دم اٹھ کھڑا ہوا۔

''اماں جان! میں نے آپ کو بتایا تو تھا، طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ کچھ بھی کھانے کو دل نہیں چاہ رہا۔ پلیز اسفند! آپ بیٹھیے اور ناشتہ کیجئے۔ اماں جان! کوئی بات ہو تو مجھے فون کروا دیجئے گا۔''

''آپ کی طبیعت کو کیا ہوا ہے؟...... اینی پرابلم؟'' اسفند نے کافی فکرمندی سے پوچھا۔

''ڈونٹ وری اباؤٹ می۔'' کومل نے بہت آہستگی سے جواب دیا۔

''کل سے بچی کے سر میں درد ہے۔ اپنا خیال تو رکھتی نہیں ہے۔''

''اماں جان! آپ پریشان نہ ہوں، میں ڈاکٹر کے پاس چلی جاؤں گی۔''

''گھر میں ڈاکٹر موجود ہے تو کہیں اور جانے کی ضرورت کیا ہے؟''

''اماں جان! آپ کی بچی کو گھر کے ڈاکٹر کی قابلیت پر شک ہوگا۔ ویسے بھی ان کا مرض لاعلاج ہے۔'' اسفند کے لہجے میں شرارت تھی۔

''اللہ کا نام لو بچے! ایسی باتیں منہ سے نہیں نکالتے۔''

''اچھا اماں جان! میں جا رہی ہوں۔ شام کو جلدی آ جاؤں گی۔ دوپہر میں ثانیہ بھی آ جائے گی۔ آپ پریشان مت ہونا۔''

''بچی! تم بے فکر ہو کر جاؤ۔ میں پہلے بھی یہاں کبھی پریشان نہیں رہی تو اب کیوں رہوں گی؟'' کومل نے اماں جان کی بات مسکرا کر سنی اور پھر اسفند کے چہرے کے تاثرات دیکھے بنا وہ وہاں سے نکل آئی۔ اسفند کا بدلا رویہ اب اُسے اُلجھا نہیں رہا تھا۔ وہ اپنا ارادہ طے کر چکی تھی، اس لئے اسفند کی مصنوعی لگاوٹ بے معنی و بے اثر تھی۔

***

''مادام! مس منصور کی شاپنگ اور کتنی دیر چلے گی؟'' نبیل نے کافی اُکتائے ہوئے لہجے میں استفسار کیا۔

ثانیہ کی خریداری ابھی مکمل نہیں ہوئی تھی۔ شام کو اس کے فیکٹری سے آتے ہی ثانیہ اور مون کی فرمائشیں شروع ہو گئی تھیں۔ ثانیہ کی میچنگ جوتیاں اور جیولری لینا تھیں۔ مون کو اپنی ماما کے ساتھ گھومنے کا موقع چاہئے تھا۔ نبیل نے اپنی بھی کچھ خریداری کرنا تھی جو کہ پندرہ منٹ

میں پوری ہو گئی تھی۔

"میری شاپنگ آپ کو کیا تکلیف دے رہی ہے؟"

"لاسٹ ٹو آورز سے تکلیف میں ہی تو ہیں ہم سب۔" نبیل نے ثانیہ کی تنک مزاجی کا جواب اسی انداز میں دیا۔

"آپ کو کس نے دعوت دی تھی، اس تکلیف میں پڑنے کی؟"

"غلطی ہو گئی۔ اور یہ لاسٹ ٹائم ہوئی ہے۔ نیکسٹ ٹائم کنفرم کر کے نکلا کروں گا کہ مس منصور ہمارے ساتھ کیا ارادے لے کر نکلی ہیں۔"

"میں کبھی آئندہ آپ کے ساتھ آؤں گی، یہ آپ کی خوش فہمی ہے مسٹر!" ثانیہ بے حد برا مان کر بول رہی تھی۔ کومل کو مون نے اپنی کسی فرمائش میں اُلجھا رکھا تھا، اس لئے وہ ان کی نوک جھوک سن نہیں پا رہی تھی۔

"آپ کو ساتھ لانے کی مجبوری کہیں۔ خوش فہمی کس پاگل کو ہے؟"

"وہی تو کہہ رہی ہوں کہ کون آئندہ آپ کے ساتھ آئے گا۔ بھابی کی وجہ سے میں بھی مجبور ہوں، ورنہ......"

"اللہ سے ڈریں۔ یہ مجبوری عمر بھر کی نہ بن جائے۔" نبیل نے اسے مزید چڑایا۔ ثانیہ کا چہرہ غصے سے لال ہو رہا تھا۔

"اللہ وہ دن کبھی نہ لائے۔"

"کیا ہو گیا ہے بھئی۔ تم دونوں بچوں کی طرح کیوں لڑ رہے ہو؟"

"ملی بھابی! آپ سن لیں، یہ مسٹر جب آپ کے ساتھ ہوں گے، میں آپ کے ساتھ نہیں آؤں گی۔" ثانیہ نے خفگی کے بھرپور تاثر کے ساتھ کہا اور آگے بڑھ گئی۔

"نبیل! تم نے میری نند کو ناراض کر دیا...... کیوں اُلجھتے ہو اس سے؟" کومل نے آگے جاتی ثانیہ کو دیکھا، پھر نبیل سے شکوہ کیا۔

"میں اُلجھتا ہوں؟...... محترمہ کا ایٹی ٹیوڈ دیکھیں۔ ان صاحبہ کی جس غریب سے شادی ہو گی، وہ بے چارہ رویا کرے گا۔ دو گھنٹے میں دو چیزیں سلیکٹ نہیں ہو سکیں۔ ان کے لئے کیا رات یہیں برباد کرنی ہے؟" نبیل نے اسے واپس آتے دیکھ کر ذرا اونچی آواز میں کہا۔

"تو آپ جائیں، جا کر اپنی رات برباد ہونے سے بچائیں۔ مجھے تو جو لینا ہے، لے کر ہی جاؤں گی۔" ثانیہ نے واپس آ کر اسے دوبدو جواب دیا۔ پھر کومل سے مخاطب ہوئی۔ "ملی بھابی! میں سامنے شاپ پر ہوں۔ آپ آ جائیں۔"

"سامنے شاپ پر بھی آپ کو کیا ملے گا؟...... پھر روتی ہوئی باہر آئیں گی۔ جو لے لیا ہے، آئی تھنک وہی کافی ہو گا۔" نبیل نے پھر مداخلت کی۔

"میں آپ سے پہلے بھی کہہ چکی ہوں کہ مجھے آپ کے مشوروں کی ضرورت نہیں ہے۔"

"آپ کو تو یہ بھی جاننے کی ضرورت نہیں ہو گی کہ آج مادام کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ دوپہر میں ان کا بی پی شوٹ کر گیا تھا۔ یہ ایک گھنٹہ ڈاکٹر کے کلینک میں گزار کر آئی ہیں۔ اور آپ سب نے انہیں صرف مشین سمجھ رکھا ہے۔ ہر کوئی انہیں اپنے حساب سے چلانے کی کوشش کرتا ہے۔" نبیل نے آخر زچ ہو کر اسے احساس دلا ہی دیا۔ ثانیہ نے حیران ہو کر کومل کو دیکھا۔

"نبیل! میں نے تمہیں منع کیا تھا۔ بچوں کو پریشان کیوں کر رہے ہو؟" کومل نے نبیل کو خفگی سے گھورا۔

"مادام! "آپ کے بچے" بے حس ہو رہے ہیں۔ انہیں احساس دلانا ضروری ہے۔" نبیل نے خاصی خفگی سے ثانیہ کو دیکھا۔

"ملی بھابی! آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی تو ہم کل آ جاتے۔ آپ نے مجھے بتایا کیوں نہیں؟ چلیں، گھر واپس چلیں۔ میں باقی چیزیں کل لے لوں گی۔" ثانیہ شرمندہ ہو کر بولی۔

"کل؟...... یعنی کل پھر مادام کو تھکانے کا ارادہ ہے۔ مس منصور! آپ جائیے اور اپنی شاپنگ کمپلیٹ کر کے آئیں۔ کل ہمارے پاس فضول کاموں کے لئے ٹائم نہیں ہو گا۔"

"دیکھیے، میں آپ سے پہلے ہی کہہ چکی ہوں کہ مجھ سے اُلجھنے کی ضرورت نہیں۔ آپ بار بار انٹرفیئر کیوں کر رہے ہیں؟" ثانیہ ایک بار پھر اس سے اُلجھ پڑی۔ کومل نے دونوں کو بے بسی سے دیکھا۔ واقعی اس کے سر میں تناؤ بڑھنے لگا تھا۔ تھکن کی وجہ سے ٹانگوں میں بھی ہلکے سے درد کی لہر اُٹھ رہی تھی۔

"ثانی! تم جلدی سے جو لینا ہے، لے لو...... میں تب تک کیفے میں بیٹھتی ہوں۔ میرے سر میں واقعی درد سا ہے۔ اور مون! تم انکل نبیل کے ساتھ جا کر اپنی پسند کی چیزیں خرید لو...... مگر کچھ فضول اور بے کار چیز مت لینا، اوکے؟"

"جی مام!" مون سعادت مندی سے بولا۔ نبیل نے اس کا ہاتھ تھاما اور آگے بڑھ گیا۔ ثانیہ کو بھی اس نے بہ اصرار بھیجا تھا۔



"زیتون! بس، اب تم کوئی کام نہیں کرو گی۔ آج سے تم ریسٹ کرو۔ گھر کے کام میں خود دیکھ لوں گی۔" صبح اُٹھتے ہی کومل کچن میں چلی آئی۔ زیتون حسب معمول مصروف تھی۔

"باجی! یہاں کام ہوتا ہی کتنا ہے؟ آپ تو پہلے ہی کتنے کام خود کرتی ہیں۔ اور اب تو آپ نے جمیلہ (نوکرانی) کو بلا لیا ہے، وہ بھی کچھ مدد کر دیتی ہے۔ آپ اماں جان کے پاس جا کر بیٹھیں، میں ناشتہ بنا کر لاتی ہوں۔" زیتون کی محبت بے بس کر دیتی تھی۔

"زیتون! کہہ رہی ہوں نا...... تین دن بعد رخصت ہو جاؤ گی تم۔ جاؤ، اپنے بابا کے ساتھ ٹائم گزارو۔ انہیں تمہاری بہت فکر ہے۔ ان کے ساتھ اچھی اچھی باتیں کرنا...... کل کی

طرح رونے مت بیٹھ جانا۔" کومل نے اسے زبردستی ہاتھ پکڑ کر ہٹایا تو وہ واقعی رونے لگی۔

"ارے...... یہ کیا؟...... اب کیوں رو رہی ہو؟" کومل نے قدرے حیرت سے استفسار کیا۔

"باجی! آپ کو چھوڑ کر جانے کو دل نہیں چاہ رہا۔ آپ بہت یاد آؤ گی۔ بابا سے زیادہ تو مجھے آپ سے دور جانے کا دکھ ہو رہا ہے۔" زیتون نے بہتے آنسوؤں کے ساتھ حالِ دل کہا۔

"اسٹوپڈ!...... تم دُور کہاں جا رہی ہو؟ اسی شہر میں تمہارا گھر ہے۔ تم فکر مت کرو، میں مقدس سے کہہ دوں گی، وہ تمہیں ملوانے کے لئے جلدی جلدی لے آیا کرے گا۔ اچھا اب ایسی کوئی فضول بات کسی سے نہیں کہنا، ورنہ سب تمہارا مذاق اُڑائیں گے۔ جانتی ہو، یہ احساس شادی سے پہلے ہی ہوتا ہے۔ شادی کے بعد تو اپنے گھر کے سوا کچھ یاد ہی نہیں رہتا۔ مجھے دیکھو، کبھی پلٹ کر اس گلی کے موڑ تک بھی نہیں گئی، جس گلی میں میرے بابل کا چھوٹا سا گھر تھا۔ دیکھو زیتون! تمہیں سمجھانے کی ضرورت تو نہیں ہے۔ ہم سب سے تمہاری محبت و لگاؤ اپنی جگہ ہے، مگر اب تمہارے لئے سب سے اہم تمہارا گھر ہونا چاہئے، جہاں تمہیں اب ساری زندگی گزارنی ہے۔ اور جن کے ساتھ زندگی گزارنی ہے، ان کی خوشی کی خاطر تمہیں یہاں سے فریش ہو کر جانا ہے، اوکے۔" کومل نے خود کو اپنے ماضی سے سنبھال کر نکالا اور اسے پیار سے نصیحت کرنے لگی۔ زیتون تو ویسے بھی اللہ میاں کی گائے تھی، سر ہلا کر رہ گئی۔

"میں نے ثانی سے کہہ دیا ہے، وہ تمہیں آج پارلر لے کر جائے گی۔ اس کے ساتھ چلی جانا...... ٹھیک ہے؟"

"جی باجی!"

"تم اپنا اور بابا کا ناشتہ بنا کر لے جاؤ۔ مون کے لئے میں خود لنچ پیک کر دیتی ہوں۔ ہم ناشتہ بھی خود کر لیں گے۔" کومل نے فریج کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے اسے پھر نصیحت کی۔ وہ مشکور نگاہوں سے دیکھتے ہوئے مصروف ہو گئی۔



"قدسیہ! تمہارے لاڈلے کے آئندہ کیا ارادے ہیں؟...... گھر میں کب کب نظر آتے ہیں صاحبزادے؟" آذر سفیان آج فرصت سے لنچ کے لئے گھر چلے آئے تھے۔ نبیل کو گھر میں موجود نہ پا کر انہوں نے استفسار کیا۔

"گھر پہ ہی ہوتا ہے۔ بس ابھی نکلا ہے۔" انہوں نے اس کی حمایت کی۔

"میں نے تو اسے کبھی نہیں دیکھا۔ صبح، دوپہر، شام کبھی بھی نظر نہیں آتا مجھے۔ نشاء حبیب کے بارے میں تم نے بات کی تھی؟" اپنے گھٹنوں پر نیپکن پھیلاتے ہوئے آذر سفیان نے شکوے بھرا استفسار کیا۔

"نشاء کے لئے وہ انٹرسٹڈ نہیں ہے۔" انہوں نے ان کے سامنے ڈش بڑھائی۔

"وہاٹ ڈو یُو مین؟...... کسی اور میں انٹرسٹڈ ہے؟...... کیا اُس بچے کی ماں میں انٹرسٹڈ ہے، جس کے ساتھ وہ آج کل نظر آ رہا ہے؟" آذر سفیان نے خاصی بدگمانی سے پوچھا۔

"نہیں، نہیں...... ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ بچی تو بہت نیک اور شریف ہے۔ مل چکی ہوں میں اس سے۔"

"تمہیں دنیا کی کیا پہچان ہے قدسیہ!...... اس لڑکی نے تمہارے بیٹے کو ٹریپ کر لیا ہے اور تم اسی کی گواہی دے رہی ہو۔"

"آذر صاحب! میں نے دیکھ لیا ہے، پرکھ لیا ہے۔ وہ لڑکی ایسی نہیں ہے۔ اور نبیل بھی کومل کا بے حد احترام کرتا ہے۔ آپ ایک بار کومل سے مل کر دیکھیں، آپ کی رائے خود ہی بدل جائے گی۔ اچھے خاندان کی لڑکی ہے۔ بڑے خاندان کی بہو ہے۔ اپنے بیٹے کی پرورش اُس کا مقصدِ حیات ہے۔ نبیل بتا رہا تھا، اپنے مرحوم شوہر کے بزنس کو اس نے بہت پھیلا لیا ہے۔ نبیل میں اور اس میں صرف دوستی ہے، اور کوئی بات نہیں ہے۔"

"تم اپنی خوش فہمی میں رہو قدسیہ! ایک دن تمہارا بیٹا اسی بیوہ عورت کو تمہاری بہو بنا کر لے آئے گا۔ اور پھر تم اپنے ارمانوں کو روتی رہ جاؤ گی۔" آذر سفیان نے اپنی تلخی سے ان کا دل دکھایا۔

"اللہ نہ کرے...... آذر صاحب! اس طرح بد دعا تو نہ دیں۔ میرا دل نہیں مانتا کہ ان دونوں میں ایسا کچھ ہے۔ پرسوں میں وہاں شادی میں جا رہی ہوں۔ وہاں جا کر مجھے ضرور ان کے ارادے معلوم ہو جائیں گے، بلکہ آپ کو فرصت ہو تو آپ بھی چلنا۔"

"فضول کاموں کے لئے میرے پاس وقت نہیں ہے۔ مجید! (ملازم) ٹھنڈا پانی لے کر آؤ۔ یہ گرم ہو گیا ہے۔" آذر سفیان نے اپنے مزاج کی گرمی، ملازم پر اُنڈیلی۔ قدسیہ کیانی بھی گہری سوچ میں پڑ گئی تھیں۔ دل مان نہیں رہا تھا اور ذہن میں وسوسے اُٹھ رہے تھے۔ اگر ایسا ہو گیا تو ان کا ردِعمل کیا ہو گا۔ ان کے اندر عجیب سا تکدر پھیل رہا تھا۔

"کھانا کیوں نہیں کھا رہی ہو؟...... اسی لئے سمجھاتا ہوں، اس بدبخت کو سمجھاؤ۔ اپنی زندگی اس طرح برباد نہ کرے۔ نشاء حبیب سے اچھی لائف پارٹنر اسے کہاں ملے گی؟" آذر سفیان کے انداز میں بیٹے کے لئے خفگی تھی۔

"آپ مجھے پریشان نہ کریں۔ اس نے کومل کے سامنے ہی چند دن کی مہلت مانگی ہے۔ نشاء حبیب اُسے پسند نہیں ہے۔ آپ کو اُن لوگوں کو ٹال دینا چاہئے۔ نبیل ایگری نہیں تو کیا فائدہ؟ زندگی تو اُسے گزارنی ہے۔" قدسیہ کیانی کا انداز ایسا تھا، جیسے وہ خود کو بھی سمجھا رہی ہوں۔

"چند دن بھی گزر ہی جائیں گے، پھر میں خود اس سے بات کروں گا۔ تم ریلیکس رہو،

ٹینشن مت لو۔ مجھے معلوم ہے، مجھے اسے کسی حماقت سے کیسے روکنا ہے۔"

"پلیز آذر! بنا سوچے سمجھے کوئی اسٹیپ مت لیجئے گا۔ نبیل کے دل کی بات بے شک میں نہیں جانتی، مگر کومل کی فیلنگز، نبیل کے بارے میں کیا ہیں، یہ میں جانتی ہوں۔ آپ جلد بازی میں خود کو کسی بدگمانی میں مت ڈالیں اور نہ ہی میری توجہ اس طرف لائیں۔ مجھے لگتا ہے، نبیل کسی اور میں انٹرسٹڈ ہے۔ کومل کہہ رہی تھی کہ وہ اس سے دل کی بات اُگلوا لے گی۔" قدسیہ کیانی کو شوہر کے رویے سے کوئی خطرہ محسوس ہو رہا تھا۔ کومل سے انہیں بھی ایک خاص سی اُنسیت و لگاؤ محسوس ہوتا تھا۔ اس لئے دل میں آئی بدگمانی زیادہ دیر ٹھہر نہیں سکی تھی۔ اس سے پہلے کہ آذر کیانی کچھ کہتے، ان کا موبائل بج اُٹھا۔ وہ اپنا سیل فون اُٹھا کر سننے لگے۔ قدسیہ کیانی بھی کھانے کی طرف متوجہ ہوئیں۔



کومل کے گھر پر ثانیہ اور عینی کی فرینڈز نے مل کر خوب ہنگامہ کر رکھا تھا۔ زیتون کی مہندی کی رسم کے لئے اس کے سسرال سے بھی مقدس کی بہنیں اور کزنز آئے ہوئے تھے۔ نبیل بھی ان کے ساتھ شامل تھا اور شرارتوں میں پیش پیش تھا۔ اسفند کو بھی مون نے اصرار کر کے آنے کے لئے کہا تھا کہ ان کے گھر میں بہت مزے کا فنکشن ہو رہا تھا۔ لڑکے لڑکیاں دو گروپ بنا کر گانوں کا مقابلہ کر رہے تھے اور ان سب میں روشنی نمایاں تھی۔ جبکہ کومل اماں جان کے ساتھ ایک طرف بیٹھ کر چائے پیتے ہوئے ان کا ہنگامہ دیکھ رہی تھی اور خوش ہو رہی تھی۔

"کومل! نبیل بتا رہا تھا کہ تم آج کل اپنا خیال نہیں رکھ رہی ہو۔ ڈاکٹر کو کیوں نہیں دکھاتی ہو؟ یہ روز روز کا سر درد، جسم کا کھنچاؤ اچھی بات نہیں ہے بچی! میں اسفند سے کہوں گی، وہ تمہیں اپنے ہسپتال میں دکھا دے۔ بعد میں کوئی بڑی تکلیف نہ ہو جائے۔" اماں جان نے پاس بیٹھی کومل کا ہاتھ تھام کر بہت شفقت سے اظہار کیا۔ اسے بھی ابھی ابھی ان کے پاس بیٹھنے کا موقع ملا تھا۔

"نبیل! یہ تم کیا میری بیماری کی پبلسٹی کرتے پھر رہے ہو؟" کومل نے آواز دے کر نبیل کو پکارا۔ وہ فوراً ہی اس کی پکار پر چلا آیا۔

"یہ تم نے اماں جان کو کیوں پریشان کر دیا؟...... معمولی سا بی پی بڑھا تھا اور تم نے بھی میں اعلان کر دیا۔"

"بلڈ پریشر؟...... ابھی تم کہہ رہی تھیں کہ معمولی سا سر درد تھا۔" اماں جان نے حیرت و فکرمندی سے پوچھا۔ کومل مسلسل نبیل کو خفگی سے دیکھ رہی تھی۔

"اماں جان! آپ فکر کیوں کر رہی ہیں؟ کام کی زیادتی کی وجہ سے اس دن طبیعت بوجھل تھی۔ اس بدتمیز کی وجہ سے میں ڈاکٹر کے پاس چلی گئی تھی۔ اس نے تو ایشو بنا لیا۔"

"آپ ہی بتائیں، گرینڈ ماں! اس عمر میں بلڈ پریشر بڑھنا اچھی علامت ہے؟" نبیل نے

اس کے سامنے پڑی ٹرے سے چائے کا کپ اٹھا کر لبوں سے لگایا۔ کومل نے اسے ہلکے سے دھپ لگائی۔

"میں نے یہ چائے اپنے لئے بنائی تھی۔"

"یہ ٹھنڈی ہو گئی تھی۔ آپ اپنے لئے اور بنوا لیں۔"

"بنا لوں گی۔ مگر تم اب پلیز اس طرح ہر کسی کو میرے سر درد کی کہانی نہ سنا دینا۔ کل مون بھی پریشان ہو کر پوچھ رہا تھا۔ میں اپنے بچوں کو پریشان نہیں دیکھ سکتی۔ زیتون بھی فکرمند تھی۔ بچی ہے۔ کل کو اسے رخصت ہونا ہے۔ میری فکر لے کر جائے گی تو وہاں خوش نہیں رہے گی۔ اس لئے پلیز اب یہ ذکر دوبارہ نہیں ہونا چاہئے، اوکے؟"

"آپ کو سب کی فکر ہے، اپنی فکر نہیں ہے۔ سبھی آپ کی نظر میں بچے ہیں۔ مجھے بھی گود لے لیں۔ ریئلی آئی فیل یور زلو۔"

"پوچھ لو اپنی مما سے۔ میں تمہیں بخوشی ایڈوپٹ کر لوں گی۔ میری تو فیور میں جائے گا تمہارا یہاں آنا۔"

اسی لمحے اسفند بھی چلا آیا تھا۔ اماں اور نبیل ہنس رہے تھے، جبکہ کومل دلکشی سے مسکرا رہی تھی۔

"ہاں بچے!...... تم ہماری بچی کی بہت مدد کرتے ہو۔ اس نے بتایا ہے، شادی کے انتظام میں تم ہی ساتھ لگے رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی رحمتوں سے نوازے۔ تمہارے والدین کو تمہاری خوشیاں دکھائے۔ بڑی اچھی تربیت کی ہے انہوں نے تمہاری۔" اماں جان اُسے اپنی شفقت سے نواز رہی تھیں۔

"پلیز اماں جان! اس کی اتنی تعریف نہ کریں، یہ پھیل جائے گا۔ ابھی مجھے اس سے بہت سے کام ہیں۔"

"السلام علیکم اماں جان!" اسفند کے تاثرات بالکل سپاٹ تھے۔ نبیل کو آج پہلی بار وہ دیکھ رہا تھا۔ وہ اس قدر بے تکلفی سے اماں جان کے گھٹنے سے لگا بیٹھا تھا جو اُسے ناگوار گزرا تھا۔

"وعلیکم السلام! تم یہاں کیسے بچے؟...... اپنے ہسپتال نہیں گئے؟" اماں کا تحیر بے ساختہ تھا۔ وہ یقیناً اُس کی آمد کی توقع نہیں رکھتی تھیں۔

"مون سے ملنے آیا ہوں۔ ابھی چلا جاؤں گا۔ مون کہاں ہے؟" اسفند نے کھڑے کھڑے پوچھا۔

"آپ بیٹھیں اسفند! میں مون کو بلاتی ہوں۔"

"مادام! آپ بیٹھی رہیں، میں اسے بھیجتا ہوں۔" نبیل کو اسفند کی بیگانگی کھل رہی تھی۔ وہ فوراً ہی اماں جان کے پاس سے اٹھ کر چلا گیا۔

"یہ نبیل تھا...... نبیل کیانی۔" کومل نے اسے احساس دلایا۔

"جانتا ہوں۔ کئی بار دیکھ چکا ہوں، آپ کے ساتھ۔ کافی امپورٹنس ہے آپ کے گھر اور لائف میں اس کی۔" اسفند کا لہجہ چبھتا ہوا تھا۔

"سنی! تم کیا آتے ہی بھاوج سے اُلجھنے لگتے ہو؟ ہسپتال سے آئے ہو، کچھ کھایا پیا بھی ہے یا نہیں؟...... جاؤ کومل! اس کے لئے کچھ لے آؤ۔"

"مجھے کافی کے ساتھ سینڈوچ چاہئیں۔ میں کچن میں ہی آ کر لے لیتا ہوں۔" اسفند کا انداز نہ سمجھ میں آنے والا تھا۔ ناراض بھی تھا اور حق بھی جتا رہا تھا۔ کومل نے جاتے ہوئے مڑ کر اسے دیکھا، مون اس کے پاس آ گیا تھا۔ لڑکیاں اپنے ہنگامے میں مگن تھیں۔ نبیل بھی انہی کے ساتھ جا کر مل گیا تھا۔

"آپ کے گھر میں فنکشن تھا اور آپ نے مما کو انوائٹ نہیں کیا۔" کومل اس کے لئے کافی بنا کر سینڈوچز کی پلیٹ میز پر رکھ رہی تھی، جب وہ اندر داخل ہوتے ہوئے بدگمانی سے شکوہ کناں ہوا۔ کومل نے سر اٹھا کر اسے حیرت سے دیکھا۔

"میں نے انویٹیشن دے دیا تھا۔ ان کی مرضی ہوتی تو وہ آ جاتیں۔"

"وہ یاد نہیں رکھ سکی ہوں گی۔ آپ ریمائنڈ کروا دیتیں، یا پھر ان کے آنے سے آپ کے پروگرام خراب ہونے کا خطرہ تھا؟" اسفند نے کرسی سنبھالتے ہوئے طنزیہ لہجے میں کہا۔

کومل اس وقت کوئی بدمزگی نہیں چاہتی تھی۔

"میں انہیں یاد دلا بھی دیتی تو آئی تھنک وہ یہاں آنا پسند نہ کرتیں۔ اپنے سے کم مایہ لوگوں سے ملنا انہیں ناگوار گزرتا۔ ویسے بھی یہاں کوئی روایتی قسم کا فنکشن نہیں تھا۔ مقدس کی بہنیں اور چند ایک کزنز ہی آئی تھیں، جو ساڑھے نو ہی واپس چلی گئی تھیں۔" کومل کو خود سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ اسے کیوں وضاحت دے رہی ہے۔

"آپ کے کہنے کا مطلب ہے، مما کا نہ آنا ہی بہتر تھا۔" اسفند نے اس کے اُٹھتے قدموں کو اپنی بات سے روکا۔

"آپ اپنے اندازے لگانا چھوڑ دیں تو بہتر ہوگا۔ میرے کسی عمل کا کیا مطلب ہے، یہ جاننا آپ کے لئے ضروری نہیں ہے، اسفند منصور! آپ کو مزید کچھ چاہئے تو بتا دیں، ورنہ مجھے بہت کام ہے۔"

"آپ کو جو کام ہے نا، میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ غیروں کا آپ نے جمگھٹا لگا رکھا ہے، اپنوں سے مدد لیتے ہوئے آپ کی انا آڑے آتی ہے۔ یہ نبیل یہاں اس وقت کیا کر رہا ہے؟" اسفند کا انداز طیش دلانے والا تھا۔ کومل نے پلٹ کر خشمگیں نظروں سے اسے گھورا۔

"مسٹر اسفند منصور! آپ کس حق سے میرے ہی گھر میں، میرے ہی کسی مہمان کے

بارے میں اس طرح بات کر رہے ہیں؟...... یاد رکھئے، میں اپنے کسی مہمان کی انسلٹ کبھی برداشت نہیں کروں گی۔ یہاں کوئی کسی بھی وقت آئے، آپ کو کیا اعتراض ہے؟"

"کیوں، اعتراض کا حق نہیں ہے مجھے؟...... میری بہن یہاں موجود ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ غیر لڑکوں کے ساتھ بات بھی کرے۔ اور آپ نے تو یہاں "سین" ہی اور کر رکھا ہے۔ خود بھی موقع سے فائدہ اٹھا رہی ہیں اور......"

"شٹ اپ...... حد ہوتی ہے ہر بات کی۔ اگر آپ نے اب کچھ کہا تو ریئلی، میں آپ کا لحاظ نہیں کروں گی۔ بالکل بھول جاؤں گی کہ آپ میرے شوہر کے بھائی ہیں۔" کومل نے خاصے غصے میں اسے سنائیں اور کچن سے باہر نکل آئی۔ اس شخص نے اسے اذیت دینے کی ٹھانی ہوئی تھی۔ اس کے اندر پھر سے آگ سلگنے لگی تھی۔



شادی کے حوالے سے کومل نے جیسی منصوبہ بندی کی تھی، وہ ویسی ہی انجام پذیر ہوئی تھی۔ سبھی کی شمولیت نے اس کے ساتھ ساتھ زیتون کا مان بھی بڑھا دیا تھا۔ اسے صوفیہ منصور کی آمد کی توقع نہیں تھی، وہ بھی اس شادی میں چلی آئی تھیں۔ ثانیہ بھی شارم اور اپنی نند نادیہ کے ساتھ بخوشی آئی تھی اور نبیل کی والدہ قدسیہ کیانی تو یہاں آ کر نہ صرف خوش نظر آ رہی تھیں بلکہ خاصی متاثر بھی تھیں۔ وہ استقبالیہ پر ہی کھڑی تھی، جب اسفند بھی وڈ کلر کے سوٹ میں ہاتھوں میں گلابی گلاب کے پھولوں کا بکے لئے تقریباً دولہا کے ساتھ ہی داخل ہوا تھا۔ وہ اس وقت سبھی سے منفرد نظر آ رہا تھا۔ روشنی نے اسے دیکھ کر ایک آہ بھری۔ وہ جس قدر جاذبِ نظر تھا، اس کی حرکتیں اتنی ہی ناقابلِ برداشت تھیں۔ کومل پر اس کی نگاہوں کا ٹکنا روشنی کو بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ اس لئے اس کی توجہ ہٹانے کے لئے اپنی طرف متوجہ کیا۔

"مسٹر اسفند منصور! یہ تقریب تو آپ کے گھر کی تھی اور آپ اب آ رہے ہیں۔"

وہ جیسے چونک کر متوجہ ہوا۔

"جی...... وہ...... ایکچولی مجھے ایک سرجری کرنا تھی، اسی لئے میں کچھ لیٹ ہوا۔ ویل، آئی ایم سوری۔" اس نے اس بار براہِ راست کومل کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا۔ کومل نے جزبز ہو کر رخ پھیرا۔ اسے اسفند کے آنے نہ آنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔

"کومل! یہ اسپیشلی آپ کے لئے ہیں۔"

کومل نے اپنی طرف بڑھے ہوئے گلدستے کو حیرت سے دیکھا۔

"میرے لئے؟...... کس خوشی میں؟ شادی تو زیتون اور مقدس کی ہے۔" کومل کا ردِعمل بے ساختہ تھا۔

"آپ کی زندگی میں بھی یہ لمحے لوٹ کر آ سکتے ہیں اگر آپ چاہیں تو۔" اسفند نے بہت آہستگی سے کہتے ہوئے اسے دیکھا۔

"اسفند منصور! فضول قسم کی باتیں کر کے میرے لئے کوئی پرابلم کری ایٹ مت کریں، ورنہ......" وہ بات ادھوری چھوڑ کر اندر کی طرف بڑھ گئی۔ اسفند کے ہاتھ میں گلدستہ رہ گیا۔

"لایئے، میں اسے آپ کی بھابی کو دے دوں گی۔ بائی دی وے، آپ کے ارادے کیا ہیں؟" روشنی نے اس طرح پوز کیا، جیسے اس نے کچھ سنا، سمجھا ہی نہ ہو۔

"میرے ارادے آپ کی فرینڈز جانتی ہیں۔ بس سمجھ نہیں رہی ہیں۔ لیکن جلد ہی سمجھ جائیں گی۔" وہ روشنی کو گلدستہ دے کر آگے بڑھ گیا۔

"کومل ٹھیک کہتی ہے...... ہی اِز ویری کلیور مین۔" روشنی خود سے بڑبڑائی اور اس کے پیچھے چل دی۔



"مسز منصور! آپ بہت لکی ہیں، آپ کو کومل جیسی بہو ملی۔ اس دور میں ایسی لڑکیاں کہاں ہیں؟" قدسیہ کیانی، صوفیہ منصور سے تعارف حاصل کر چکی تھیں۔ کومل کے حوالے کے باوجود وہ قدسیہ کیانی کی شخصیت اور خاندانی حوالے سے خاصی متاثر ہوئی تھیں۔

"پتہ نہیں، یہ میری خوش قسمتی ہے یا بد قسمتی۔ اچھی بہو تو پائی۔ مگر بیٹا کھو دیا۔ بیٹے کے بغیر بہو کی تعریف تو ایسی لگتی ہے، جیسے خالی برتن کی ٹن ٹناٹن...... دُور سے بھلی، قریب سے......" صوفیہ نے جان بوجھ کر بات ادھوری چھوڑ دی۔ کوئی کومل کی تعریف کر دے یہ ان سے کب گوارا ہوتا تھا۔

"میں آپ کی بات کا مطلب نہیں سمجھی۔ کومل سے آپ کا کوئی اختلاف ہے؟"

"کومل اپنی مرضی کی مالک ہے۔ میرا بیٹا اب اس کے ساتھ نہیں ہے، میرا اس سے کیا اختلاف ہوگا؟" صوفیہ کا انداز خاصا اُلجھانے والا تھا۔ قدسیہ کیانی کچھ حیرت، کچھ نا سمجھی سے دیکھ رہی تھیں۔ جبکہ ساتھ بیٹھی ثانیہ اپنی مما کو نظروں ہی نظروں میں منع کر رہی تھی۔ سعدیہ تیمور بھی خاموشی سے دونوں کی گفتگو سن رہی تھیں۔ وہ اس وقت ایک ہی میز پر بیٹھی تھیں۔ اماں جان تو اسٹیج کے قریب بچھے صوفوں پر براجمان تھیں اور کومل مہمانوں کے درمیان اِدھر اُدھر گھوم رہی تھی۔

"یہ بات تو آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ بیٹوں کی موجودگی میں بہوؤں سے شکایات پیدا ہو جاتی ہیں۔ بعد میں تو وہی سب سے قریب لگتی ہیں۔ کومل کی بیوگی اتنی کم عمری میں ہوئی، آپ لوگوں نے اس کے بارے میں کبھی کچھ سوچا نہیں؟...... میرا مطلب ہے، اتنی لمبی زندگی ہے، آپ اُس کی شا......"

"معاف کیجئے گا، مسز کیانی! میری بات آپ کو بری ضرور لگے گی۔ مگر شاید آپ اپنے بیٹے کے ہاتھوں مجبور ہو کر یہ بات کہہ رہی ہیں۔"

"کیا مطلب؟ بیٹے کے ہاتھوں...... مسز منصور! آپ کو ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہے

نبیل اور کومل صرف دوست ہیں۔ اور مجھے اپنے بیٹے پر اعتماد ہے۔" وہ ایک دم کھڑی ہو گئیں۔

"مرد اور عورت کی دوستی؟...... وہ بھی ایک بیوہ عورت اور ایک بچے کی ماں کا مردوں سے دوستی رکھنا جائز ہے؟ کیا آپ اپنی بہو کا یہ عمل برداشت کریں گی؟" صوفیہ منصور کا بی پی بڑھ گیا تھا۔ ان کی نظریں نبیل اور کومل پر ہی تھیں جو ساتھ ساتھ تھے۔ اپنی تلخی ان سے چھپائی نہیں جا رہی تھی۔

"خدا نہ کرے، میرے بیٹے کو کچھ ہو اور میری بہو پر لوگ کیا، میں خود بھی اُنگلیاں اُٹھاؤں۔ مسز منصور! نبیل میرا اکلوتا بیٹا ہے اور میں جانتی ہوں کہ میرا بیٹا کبھی ایسا کوئی عمل نہیں کرے گا، جس سے کسی اور کی بہو بیٹی کی عزت پر حرف آئے۔" قدسیہ کیانی بھی کچھ جذباتی ہو کر بولیں اور اٹھ کر باہر چل دیں۔

اُن کا رخ ہوٹل کے پارکنگ ایریا کی طرف تھا، جہاں ڈرائیور اُن کا منتظر تھا۔ اس وقت وہ کسی سے ملنا، کچھ کہنا نہیں چاہتی تھیں۔ صوفیہ منصور کی باتوں نے ان کا دماغ اُلٹ دیا تھا۔



"نبیل! آنٹی نظر نہیں آ رہی ہیں۔ روشنی! تم نے آنٹی قدسیہ کو کہیں دیکھا ہے؟ میں انہیں اماں جان سے ملوانا چاہ رہی تھی۔" کومل ایک ساتھ دونوں سے مخاطب ہوئی۔

"کچھ دیر پہلے تو وہ تمہاری مدر اِن لاء کے ساتھ بیٹھی تھیں۔ یہیں ہوں گی۔" روشنی نے اپنے انداز میں بتایا۔

"نہیں ہیں وہ ہال میں۔ میں ساری ٹیبلو پر چیک کر چکی ہوں۔ نبیل! پلیز تم فون کر کے چیک کرو۔ کہاں ہیں وہ؟ ہے بی، ہوٹل کی لابی میں چلی گئی ہوں۔"

"ڈونٹ وری مادام! مما یہیں ہوں گی آپ۔ رخصتی کی تیاری کریں۔ مقدس لوگ کہہ رہے ہیں کہ انہیں کچھ جلدی ہے۔"

"تمہیں بھی بہت جلدی ہے نا...... اسٹوپڈ! اپنی مما کو دیکھو جا کر۔ یا پھر فون کرو۔ ان کے پاس سیل فون ہے نا۔" کومل نے خاصی فکرمندی سے اسے احساس دلایا۔

"اوکے، دیکھتا ہوں۔ آپ کے لاڈلے کو بھی دیکھتا ہوں۔ وہ بھی کافی دیر سے لاپتہ ہے۔" نبیل نے جیب سے سیل فون نکالا۔ بلیک سوٹ میں اس کا قد مزید نمایاں تھا۔

"وہ اپنے چاچو اور دا جان کے ساتھ ہے۔ تم اس کی فکر مت کرو۔ پہلے آنٹی کو فون کر کے پوچھو۔"

"آپ کے پرنس کی فکر نہ کرتا، تب بھی آپ کو شکوہ ہوتا۔ بھلائی کا تو زمانہ ہی نہیں ہے۔" نبیل نے بولتے بولتے نمبر ملایا۔

"ہیلو مام!...... کہاں ہیں آپ؟...... وہاٹ؟...... واپس کیوں؟...... ہم پریشان ہیں...... کوئی بات ہوئی ہے؟...... کس نے کہا؟...... اوکے ریلیکس۔ میں آ کر بات کرتا

ہوں۔ ڈونٹ وری مام!....... مادام پریشان ہیں آپ کے لئے۔ رخصتی ہوتے ہی میں آتا ہوں گھر.......آپ میڈیسن لے لینا مام!.......گڈ نائٹ۔"

کومل قریب ہی کھڑی اس کی گفتگو سن رہی تھی اور اسے اُلجھی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"آنٹی واپس کیوں چلی گئیں؟......مما نے کچھ کہا ہے اُن سے؟......کیا کہا ہے؟"

"کچھ نہیں کہا بھئی۔ ان کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ کہہ رہی تھیں، آپ سے ایکسکیوز کر لوں۔"

"آنٹی کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی، وہ مجھے بتا دیتیں۔ میں ڈاکٹر بلوا لیتی یہاں۔"

"اُفوہ مادام!.......آپ ریلیکس رہیں۔ اپنی بیماری کے بعد پہلی بار وہ اس قسم کی گیدرنگ میں آئی تھیں۔ اچھا ہوا، جلدی چلی گئیں۔ مجھے بھی لڑکیوں پر لائن مارنے کا موقع مل گیا، ورنہ میں ان کی نظروں میں ہی رہتا۔"

"بہت خبیث ہو تم.......کھانا کھایا ہے تم نے؟.......آؤ، ٹیبل لگ گئی ہے۔ بس ہم چند لوگ ہی رہ گئے ہیں۔ پھر رخصتی کر دیتے ہیں زیتون کی۔" کومل اسے اپنے ہمراہ لئے ایک طرف بڑھی۔ روشنی، ثانیہ، عینی اور وہ دونوں کھانے کے لئے ایک میز پر جمع تھے۔ کچھ فاصلے پر بیٹھے اسفند کی نگاہ اسی پر تھی۔ وہ آج بھی اس کا ہر عمل نوٹ کر رہا تھا۔



زیتون کی رخصتی کے وقت کومل کے آنسو نہیں تھم رہے تھے۔ لگتا تھا، وہ اپنی ہی بیٹی وداع کر رہی ہے۔ زیتون نے اسے سُکھ بھی تو بیٹیوں والے ہی دے رکھے تھے۔ اس کے گھر کو اس نے سنبھال رکھا تھا۔ اس وقت کومل کے ساتھ سبھی کھڑے تھے سوائے اسفند منصور اور صوفیہ منصور کے۔ وہ ایک طرف میز کے گرد بیٹھے تھے اور شمعون کچھ لمحے پہلے ہی ادھر آیا تھا۔ کومل نے اس کے بسورنے پر اسے اس کے چاچو کے پاس بھیجا تھا۔ وہ آتے ہی اپنے چاچو کی بانہوں میں چھپ کر پوچھ رہا تھا۔

"چاچو!.......میری ماما اتنا کیوں رو رہی ہیں؟ اور زیتون باجی کہاں جا رہی ہیں؟"

"تمہاری ماما کو تو عادت ہے رونے کی۔" صوفیہ منصور نے بے ساختہ اظہار کیا۔ اسفند نے پہلے ایک نظر اپنی مما کو دیکھا اور پھر اسے پچکارا۔ "تم کیوں رو رہے ہو؟......زیتون کی شادی ہو گئی ہے، وہ اپنے سسرال جا رہی ہے۔"

"سسرال؟.......وہ کیا ہوتا ہے چاچو؟" مون کے سوال و جواب شروع ہو گئے تھے۔ صوفیہ نے بیٹے کو قدرے مسکرا کر کہا۔

"لو اب دو اسے جواب۔ اب سمجھو تمہارا امتحان شروع ہے۔ اسے جب تک مطمئن نہیں کرو گے، یہ تمہاری جان نہیں چھوڑے گا۔"

"مما! بچپن میں ہم بھی تو ایسے ہی سوال کیا کرتے تھے۔ مون یار! دیکھو.......لڑکی کی

شادی جہاں ہوتی ہے، اسے سسرال یا ان لاز کہتے ہیں۔ جیسے تمہاری ماما کی شادی ہمارے گھر ہوئی تھی اور ہمارا گھر اُن کا سسرال ہے۔"

مون کو کچھ خاص سمجھ تو نہیں آئی مگر دادو کے خوف سے اس نے مزید کچھ پوچھے بنا سر ہلایا۔

"مما! مون انٹیلی جنٹ ہے۔ دیکھیں، پہلی بار میں ہی سمجھ گیا۔ اوکے مون! بتاؤ، اماں جان کہاں بیٹھی ہیں؟ میں ان سے مل کر اب گھر جاتا ہوں۔ مما! آپ تو پاپا کے ساتھ ہی آئیں گی۔"

"بڑی جان تو پہلے ہی گھر چلی گئی ہیں چاچو! میں اور نبیل انکل انہیں چھوڑ کر آ گئے تھے۔ آپ ہمارے گھر جائیں گے نا اب؟" مون نے اپنی خواہش کو ذرا سنبھل کر کہا۔ وہ چاہتا تھا اس کے چاچو آج اس کے ساتھ رہیں۔

"ہاں.......تمہارے گھر ہی جاؤں گا۔ مجھے اماں جان سے ملنا ہے۔ مما! آپ فکر مت کرنا.......سے بی میں وہیں رہ جاؤں۔" اسفند فوراً ہی کھڑا ہو گیا۔ صوفیہ چاہ کر بیٹے کو کچھ نہ کہہ سکیں۔ البتہ ان کی سوچیں کسی اور سمت متحرک تھیں۔



زیتون رخصت ہوگئی تھی اور سبھی مہمان بھی کومل کی کاوش کو سراہ کر، اسے داد و تحسین بخش کر ایک ایک کر کے رخصت ہو رہے تھے۔ صوفیہ منصور بحالت مجبوری بیٹھی ہوئی تھیں کیونکہ منصور احمد بہو کے ساتھ تھے اور کومل اس وقت ہوٹل کے ڈیوز پے کر رہی تھی۔ آخر وہ فارغ ہو کر ان سے معذرت پیش کرنے آ گئی۔

''سوری مما! آپ کو کچھ ویٹ کرنا پڑا...... پاپا میری ہیلپ کرنے کے لئے رک گئے تھے۔''

''انہیں بھی تمہاری طرح خدمتِ خلق کا بخار چڑھنے لگا ہے۔ خود تو واہ، واہ سمیٹ کر تسکین پالیں گے۔ ہم لوگوں کو مفت میں بے آرامی میں مبتلا کر رکھا ہے۔'' صوفیہ منصور کا لہجہ تلخ و سرد تھا۔ منصور احمد کچھ فاصلے پر تھے۔ ان کی بات سن نہیں پائے تھے۔ ان کے قریب آتے ہی انہوں نے شوہر کو بھی اسی انداز میں مخاطب کیا۔

''چلیں؟...... منصور صاحب! میری سزا بھی اب ختم ہو جانی چاہئے یا رات بھر یہیں بٹھائے رکھنے کا ارادہ ہے؟''

''ماحول تو بہت اچھا ہے۔ آپ ساتھ دیں تو یہیں بیٹھے رہتے ہیں۔'' منصور احمد نے ان کی بات کو غیر سنجیدگی سے لیا۔

''آپ کا ساتھ آپ کی بہو دے سکتی ہے۔ مجھے تو معاف رکھئے۔ اچھا ہوتا، اسفند سے کہہ دیتی، وہ مجھے گھر چھوڑ دیتا۔'' وہ بڑبڑاتی ہوئی اٹھیں۔ کومل خود تھکن سے بے حال تھی۔ چاہ رہی تھی کہ فوراً گھر پہنچ جائے۔ اس نے اپنی متلاشی نظروں سے مون کو اِدھر اُدھر دیکھا۔

''مما! مون اسفند کے ساتھ گیا ہے؟'' کومل نے اِدھر اُدھر نگاہ دوڑانے کے بعد ان سے سوال کیا۔ منصور احمد بھی اسفند کے جانے پر حیران تھے۔ صوفیہ نے بہو کے سوال کا جواب نہیں دیا۔

''سنی چلا گیا ہے؟''

''جی...... کہہ رہا تھا، اماں جان سے ملنا ہے۔ شاید مون اسی کے ساتھ گیا ہے۔'' بحالت مجبوری انہوں نے شوہر کو جواب دیا۔

''مون نے مجھے بتایا بھی نہیں کہ وہ گھر جا رہا ہے۔'' کومل کے چہرے پر ہلکا سا تفکر تھا۔

''تمہیں اپنا ہوش کب تھا جو وہ تمہیں بتا جاتا۔ رو رہا تھا وہ، اس لئے سنی اسے لے گیا ہے۔''

''اچھا ٹھیک ہے۔ اب گھر چلو۔ اور کومل بیٹا! تم بھی گھر جاؤ۔ رات ہو گئی ہے، جا کر آرام کرو۔''

''جی پاپا! تھینکس فار یور کمنگ۔''

''بیٹا! غیروں کی طرح ٹریٹ مت کرو۔ تم ہماری فیملی کا حصہ ہو۔ تمہاری خوشیاں ہماری خوشیاں ہیں۔ او کے، بی یو ٹو مارو۔'' وہ ساتھ ساتھ باہر نکلے۔



کومل عینی اور ثانیہ کو لے کر اپنے گھر پہنچی تو اسفند کی گاڑی پورچ میں موجود تھی۔ جس سے ظاہر تھا کہ وہ ابھی تک یہیں موجود ہے۔ نہ جانے کیوں اسفند کی موجودگی اسے ناگوار گزر رہی تھی۔ سسرالی رشتوں کی پاسداری کرتے کرتے اس نے اپنی ذات تک کو فراموش کر دیا تھا اور اب وہی رشتے اس کے لئے اذیت بنتے جا رہے تھے۔ اسفند کا رویّہ اور طرزِ عمل اس کے حوصلے پست کرنے کی کوشش میں تھا۔

اسفند کے لئے اپنے اندر پھیلی کبیدگی کو اس نے بڑی مشکل سے جھٹک کر اپنے کمرے میں قدم رکھا۔ مون بیڈ پر آڑا ترچھا لیٹا سو رہا تھا۔ اسے دیکھ کر ایک اطمینان سا اس کے دل میں اُترا۔ اس کی پیشانی پر ممتا بھری مہر ثبت کر کے اسے سیدھا لٹا کر وہ اماں جان کو دیکھنے ان کے کمرے میں چلی آئی۔ گمان تھا کہ اسفند انہی کے کمرے میں ہوگا۔ مگر وہ وہاں بھی نہیں تھا۔ اماں جان بھی پُرسکون نیند میں تھیں۔ وہ بنا آہٹ کئے لوٹ آئی۔ دن بھر کی تھکن کے باوجود اس کے ذہن پر نمازِ عشاء کی ادائیگی سوار تھی۔ رات کے بارہ بج رہے تھے۔ نماز ادا کئے بنا اسے نیند نہیں آتی تھی۔ سو لباس بدل کر وہ اپنے نماز کے کمرے میں چلی آئی۔ اس وقت اسے اللہ کے قرب سے جو سکون میسر آ سکتا تھا، وہ دنیا کی تمام راحتوں کے آگے ہیچ تھا۔ اپنے فرض کی ادائیگی سے جو سرور حاصل ہو سکتا تھا، وہ اسے مل رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے آگے سربسجود ہوتے ہی اس کے اندر پھیلی تھکن و اضمحلال مٹتے چلے گئے تھے۔ وہ خود کو نئے سرے سے تازہ دم اور بشاش محسوس کر رہی تھی۔

نماز سے فارغ ہو کر وہ چائے کی طلب میں کچن میں آئی اور ٹھٹک کر دروازے میں ہی رک گئی۔ اسفند اپنے اسی لباس میں کھڑا کافی بنا رہا تھا۔ اس کے جسم پر اس کا کوٹ نہیں تھا۔ سفید شرٹ کا اوپر والا بٹن کھلا اور بازو کہنیوں تک اُلٹے ہوئے تھے۔ آہٹ پر اس نے مڑ کر قدرے مسکرا کر اس کی جانب دیکھا۔

''آپ حیران ہیں؟...... کافی بنا رہا ہوں۔ آپ کے اور اپنے لئے۔''

وہ تو اس بات پر حیران تھی کہ گھر میں خود ہل کر پانی نہ پینے والا آج کچن میں بہت تجربانہ انداز میں کافی پھینٹ کر تیار کر رہا تھا، جیسے آج سے پہلے اس کا یہی کام ہو۔ کومل کو اس کا اس طرح اپنے کچن میں گھس کر کافی وغیرہ بنانا پسند نہیں تھا۔ وہ اسے مہمان کی طرح ٹریٹ کیا کرتی تھی۔ آج وہ استحقاق جتاتا وہاں موجود تھا۔

"اگر آپ کو کافی پینا تھی تو آپ مجھ سے کہہ دیتے۔ میں بنا دیتی۔" وہ جانتی تھی، وہ رات کو کافی پیا کرتا ہے۔

"میں نے آپ کو ڈھونڈا تو تھا، مگر آپ کہیں ملی نہیں۔ آئی تھنک آپ نماز میں مصروف تھیں۔ اس لئے میں نے سوچا کہ آج میں خود ہی بنالیتا ہوں۔ آپ کو تکلیف کیا دینی۔ آپ تو خود بہت تھکی ہوئی لگ رہی تھیں، اس لئے میں نے آپ کے لئے بھی بنالی۔ آپ پئیں گی نا، کافی؟"

کومل اندر چلی آئی تھی۔ وہ کسی چھوٹے بچے کی طرح فرمائشی انداز میں پوچھ رہا تھا۔ کومل کے لئے اس کا پل پل بدلنا حیران کن بھی تھا اور ناقابلِ یقین بھی۔ مگر اس وقت اُس کی پیش کش رد کرنا اپنا سکون غارت کرنے کے مترادف تھا۔ اس لئے سادگی سے اسے جواب دیا۔

"ایکچولی میں بھی چائے ہی بنانے آئی تھی۔ اب آپ نے کافی بنالی ہے تو وہی پینی پڑے گی۔"

"تھینکس اے لاٹ آئی ہوپ آپ کو اچھی لگے گی۔" اسفند جیسے کھل اٹھا تھا۔ اس کی طرف کافی کا مگ بڑھا کر اس نے پھر سے ایک فرمائش کی۔

"کیا آپ باہر لان میں بیٹھ کر میرے ساتھ کافی پینا پسند کریں گی؟"

"اس وقت؟...... اسفند منصور! آدھی رات گزر چکی ہے۔ یُو نو ویری ویل، میرا آج کا دن کس قدر تھکا دینے والا تھا۔ اور ابھی صبح بھی یہی سلسلہ چلے گا۔ پلیز آپ بھی جا کر شافند کے روم میں آرام کیجئے۔ یا آپ کو واپس جانا ہے؟" کومل کی حیرت بے ساختہ تھی۔

"میں تو یہاں رکنا چاہتا تھا۔ آپ چاہتی ہیں تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔" اسفند کے چہرے پر ایک دم سنجیدگی و خفگی پھیل گئی۔

"آپ ضرور رُکئے، آپ کے بھائی کا گھر ہے۔ شافند کی وارڈروب سے آپ کچھ بھی لے کر پہن سکتے ہیں۔ پلیز سوری فاری۔ میں اپنے روم میں جا رہی ہوں۔ اینڈ تھینکس فار نائس کافی۔" کومل نے رسمی انداز میں اسے شکریہ کہا تھا۔ اسفند کے چہرے پر صاف لکھا تھا کہ وہ اسے روکنا چاہتا تھا۔ اس سے بہت سی باتیں کرنا چاہتا تھا۔ مگر وہ اسے کوئی لفٹ نہیں دے رہی تھی۔

"آپ کی نظر میں میری اتنی سی بھی ویلیو نہیں ہے کہ آپ میرے ساتھ بیٹھ کر ایک کپ کافی پی سکیں۔ دوسروں کے ساتھ تو آپ گھنٹے بلکہ پورا دن بھی سپینٹ کرتی ہیں اور میرے

ساتھ......" وہ بولتے بولتے خاموش ہو گیا۔

"اور آپ کے ساتھ؟...... کیا کیا ہے میں نے آپ کے ساتھ؟...... اسفند منصور! آپ نے میرے ساتھ جو کیا ہے، میں نے تو پلٹ کر اس کا ردِعمل بھی نہیں دکھایا آپ کو۔ بہتر ہو گا، آپ اس وقت خاموشی سے جا کر سو جائیں اور یہاں کوئی سین کری ایٹ کرنے کی کوشش نہ کریں۔" کومل کے دبے دبے لہجے میں بھی اس کی برہمی عیاں تھی۔ اسفند منصور کا بار بار دوسروں کے حوالے سے اسے طعنے دینا اس کی برداشت ختم کر رہا تھا۔

"میں سین کری ایٹ کر رہا ہوں؟...... میں؟...... تماشہ تو آپ ہمیں بنا رہی ہیں کومل!...... غیر مردوں کے ساتھ ربط و تعلق بڑھا رکھا ہے آپ نے۔ سرِ عام ان کے ساتھ گھومتی ہیں اور میرے ساتھ ایک کپ کافی پیتے ہوئے آپ کو مصلحتیں یاد آنے لگتی ہیں۔" اسفند کے تیور بھی پل میں بدل رہے تھے۔

"شٹ اپ...... اپنے ذہن کی گندگی کو بہتر ہو گا، اپنے ذہن کے اندر ہی رکھو۔ ورنہ یہ گندگی کیسے صاف ہو گی، یہ میں اچھی طرح جانتی ہوں۔" کومل نے کافی کا بھرا مگ واپس کاؤنٹر پر پٹخا اور کچن سے باہر قدم بڑھائے۔ اگلے ہی پل وہ اس کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔ کومل اس کی جسارت پر حیرت سے تکنے لگی۔

"دیکھو! میری بات تو تمہیں سننا پڑے گی۔" وہ بھی ہٹ دھرمی پر اتر آیا تھا۔

"تمہاری بات میں ضرور سنوں گی۔ مگر صبح اماں جان کے سامنے۔ میں انہیں تمہارا اصلی چہرہ دکھاؤں گی تو انہیں اپنی تربیت پر اور فخر ہو گا۔ میں انہیں بتاؤں گی کہ ان کے بیٹے نے اپنے بھائی کی بیوہ کا جینا اس لئے حرام کر رکھا ہے کہ میں اس کے دام میں نہیں آئی۔ انہیں تو بے حد خوشی ہو گی، اسفند منصور!" کومل نے اسے دھمکاتے ہوئے اپنے سامنے سے ہٹایا اور کچن سے نکل کر اپنے کمرے کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ اسفند نے مٹھیاں بھینچ کر اسے جاتے ہوئے دیکھ کر سوچا۔

"تم کچھ بھی کرو...... میں تمہیں اس طرح نہیں چھوڑوں گا کومل! تمہارا اصل روپ کیا ہے، ایک دن سب کے سامنے لا کر رہوں گا...... تم کب تک سب کی آنکھوں میں دھول جھونک سکو گی۔"

وہ پیچ و تاب کھاتا شافند منصور کے کمرے میں آ گیا۔ جہاں آنا، ٹھہرنا اُسے کبھی گوارہ نہیں ہوتا تھا۔ اس کمرے میں اس کے بھائی کی محبت کی زندہ تصویریں تھیں جو کوئی ویڈیو فلمز اور سی ڈیز میں مقید تھیں۔ کومل سے کسی کی بھی قربت کو وہ برداشت نہیں کر پاتا تھا، خواہ وہ تصویروں میں ہی کیوں نہ ہوتی تھیں۔ مگر یہاں ٹھہرنا اس کی مجبوری تھی۔



"سنی! بچوں کی طرح ضد کیوں کر رہے ہو؟ ابھی مجھے یہاں کچھ دن اور ٹھہرنا ہے۔ بچی

کے ساتھ وعدہ کر کے آئی تھی کہ اس کے ساتھ رہوں گی۔ ابھی آج ولیمہ ہوگا، پھر مکلاوا (چوتھی کی رسم) اس کے بعد میں گھر واپس جاؤں گی۔" اماں جان اپنے معمول سے اُٹھ گئی تھیں اور اسفند بھی اپنے معمول سے بہت پہلے اٹھ کر ان کے کمرے میں چلا آیا تھا اور اصرار کر رہا تھا کہ وہ بھی ان کے ساتھ منصور ہاؤس چلے۔

"آپ کو صرف اپنی "بچی" کا خیال ہے، میرا کوئی خیال نہیں ہے۔ آخر آپ کو اس سے اتنی ہمدردی کیوں ہے؟ ایسی مظلوم و بے چاری نہیں ہے وہ۔" اسفند رات سے ہی تپا ہوا تھا۔ اندر ہی اندر اُسے خدشہ تھا کہ وہ واقعی اماں جان پر اس کے رویّے وارادے ظاہر نہ کر دے۔

"ارے...... کیسے دشمنوں کی طرح بات کر رہے ہو تم؟...... کچھ کہہ دیا ہے اس نے تمہیں؟" اماں جان نے تسبیح ایک طرف رکھ کر اسے حیرت سے دیکھا۔

"مجھے کچھ کہہ کر تو دیکھیں آپ کی "بے چاری بچی" سارے خاندان کو پریشان کر رکھا ہے۔ محترمہ کے ساتھ سبھی کی ہمدردیاں ہیں۔ کسی کو ان میں کوئی خامی نظر نہیں آتی۔ یہ نبیل کس خوشی میں اس گھر میں دندناتا پھرتا ہے؟ کیا رشتہ ہے اس کا آپ کی چہیتی سے، کبھی پوچھا ہے آپ نے؟......عزت دار گھرانوں کی بہو بیٹیاں کیا اس طرح مردوں سے "دوستیاں" نبھاتی ہیں؟......اور یہ آپ کس حساب میں اسے اپنی محبتیں بانٹ رہی ہیں؟" اسفند کو اپنی بھڑاس نکالنے کا یہی موقع ملا تھا۔ اماں جان کے سامنے ہی وہ یہ سب کھل کر کہہ سکتا تھا۔

"اوہ...... تو اصل ماجرا یہ ہے۔ یوں کہو، اپنی ماں کی زبان بول رہے ہو۔ اس نے تمہارے ذہن میں بھی آخر گند بھر ہی دیا۔ خدا کا خوف کرو بچے!...... کیوں کسی مظلوم کی آہ لیتے ہو؟" اماں نے متاسف نظروں سے نہ صرف دیکھا بلکہ اسے ملامت بھی کی۔

"مظلوم کی آہ...... میں نے کیا کِیا ہے، جو مجھے کسی کی آہ لگے گی؟...... اماں جان! آپ اتنی براڈ مائنڈڈ کب سے ہو گئیں؟...... مجھے یاد ہے، ایک بار سارہ آنٹی ہاف سلیولیس پہن کر بازار چلی گئی تھیں اور آپ نے انہیں شرم وحیا پر وہ لیکچر دیا تھا کہ میں نے دوبارہ انہیں اس طرح کہیں بھی جاتے نہیں دیکھا۔ اور آج آپ کی نظروں میں کومل کا یہ عمل قابلِ اعتراض ہی نہیں ہے کہ وہ غیر مرد......"

"بس کرو سنی!...... بہت بول رہے ہو تم اور بنا سوچے سمجھے۔ نجانے کیا بیر ہے تمہیں اپنی بھاوج سے...... سارہ کو میں نے صحیح ڈانٹا تھا۔ آئندہ اس نے غلطی نہیں کی۔ اور رہا کومل کا غیر مردوں سے تعلق والا معاملہ تو یہ سلسلہ تو تبھی شروع ہو گیا تھا، جب شافند کی موت ہوئی تھی۔ اور پھر اس بچی نے اپنی گرہستی کو سنبھالا دیا تھا۔ اپنے بچے کی پرورش وتربیت کے لئے اسے مردوں کے معاشرے میں مردوں کے شانہ بشانہ چلنا ہی تھا۔ وہ اور کیا کرے؟...... مجھے بے حد افسوس ہو رہا ہے کہ تم اس طرح، اس انداز میں سوچتے ہو۔ وہ جو کچھ کر رہی ہے، سب کے سامنے ہے۔ نبیل کے علاوہ میں نے تو اسے کسی اور کے ساتھ نہیں دیکھا۔ اور نبیل بھی شافند کی

زندگی سے کومل اور مون کے قریب ہے۔ اب اسے کسی سے تو مدد لینا ہی تھی نا، اس بڑے کام کے لئے۔ جانے تم لوگ کیا افسانے گھڑ لیتے ہو۔ کتنا عرصہ ہوا ہے تمہیں واپس آئے ہوئے۔ کیا کیا ہے تم نے اپنے بھائی کی بیوہ اور بھتیجے کے لئے؟...... تمہاری ماں شکر ادا نہیں کرتی کہ وہ اس کی نسل کی تربیت کر رہی ہے۔ اپنی اولاد نہ ہوتے ہوئے بھی اس نے شافند کے بچے پر اپنی جوانی قربان کر دی، پھر بھی تم سبھی اسی کے اعمال کی گرفت کرتے ہو...... اسے کچھ کہنے سے پہلے اپنے اپنے گریبانوں میں جھانک لو۔"

صبح صبح اماں جان کا پارہ چڑھ گیا تھا۔ کافی دنوں سے انہیں اسفند کا رویہ و انداز یہ سب کہنے پر اُکسا رہا تھا۔

"مت بھولو کہ وہ بھی انسان ہے اور تم سب بھی انسان ہی ہو۔ خدا بننے کی کوشش مت کرو۔"

"اماں جان! آپ اس طرح غصہ مت کریں۔ آپ کو صرف اس عورت کی قربانی نظر آ رہی ہے۔ دیکھ لیجئے گا، ایک دن وہ اپنا راستہ صاف کر لے گی۔ وہ صرف دکھاوا کر رہی ہے۔ اس کی مون سے محبت صرف ڈھونگ ہے۔ ایک دن آپ ہی کہیں گی کہ آپ نے انسان پہچاننے میں غلطی کی۔" وہ بھی غصے میں بولتا ان کے پہلو سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"بس، خبردار اب کچھ مت کہنا۔ مجھے انسان پہچاننے میں واقعی غلطی ہوئی ہے۔ تم نے تو میری تربیت بالکل مٹی کر دی ہے اسفند!...... جاؤ، مجھے پریشان نہیں کرو۔" اماں جان بھی طیش میں بھڑک اُٹھیں۔ پھر قدرے سرد مہری سے اسے جانے کے لئے کہا۔ مگر وہ بھی اپنی جگہ ڈٹا کھڑا تھا اماں جان کی ناراضگی سہنا اس کے لئے بھی آسان نہ تھا اور انہیں منائے بغیر کہیں جانا ممکن ہی کب تھا۔ مگر اس بار اماں جان کا غصہ اتنی جلدی اُترنا بھی ممکن نظر نہیں آ رہا تھا۔



کومل کے لئے زندگی کیسی بھی ناگوار ہو جاتی، وہ اپنے فرائض سے دامن چھڑانا نہیں جانتی تھی۔ لوگوں کی بدگمانیوں کے اظہار کے باوجود وہ خود کو سنبھال کر کاروبارِ زندگی کا حصہ بننے پر مجبور کر دیتی تھی۔ اب بھی اپنے معمول سے اُٹھ کر اس نے پہلے اماں جان کے لئے ناشتہ بنایا اور ساتھ ہی ساتھ زیتون کے لئے بھی ناشتہ بھجوانے کے لئے مالی بابا کو ہدایات دیں۔ اس نے پہلے ہی بازار میں آرڈر کر رکھا تھا۔ منصور ہاؤس سے اس نے ڈرائیور بھی بلوا لیا تھا اور مالی بابا کو اسی کے ساتھ بھجوایا تھا۔ اب وہ اماں کے کمرے میں ان کا ناشتہ لئے جا رہی تھی۔ اماں کے کمرے میں پہنچی تو وہ اٹھ کر باہر ہی آ رہی تھیں۔ کمرے میں اسفند بھی موجود تھا اور خاصا بے زار نظر آ رہا تھا۔ کومل نے اسے بالکل نظر انداز کر دیا۔

"اماں جان! آپ کہاں جا رہی ہیں؟...... آئیں، ناشتہ کریں۔ آئی ایم سوری، میں کچھ لیٹ ہو گئی ہوں۔"

"دیر سویر تو ہو ہی جاتی ہے۔ میں باہر ہی چل رہی ہوں۔ بچیاں اُٹھ گئیں؟"

"ابھی کہاں اماں جان؟...... آج تو چھٹی کا دن بھی ہے، رات ہی کہہ رہی تھیں، دوپہر تک نہ جگاؤں۔" کومل ان کے ہمراہ واپس مڑ آئی۔

"تو پھر کیا زیتون کے گھر ناشتہ دوپہر میں بھجواؤ گی؟" اماں جان آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی اس کے ساتھ باتوں میں لگ گئیں۔ اسفند بھی پیچ و تاب کھاتا پیچھے پیچھے ہی تھا۔

"میں نے بابا کو بھجوا دیا ہے ڈرائیور کے ساتھ۔ میں خود چلی جاتی، مگر مون اٹھ کر مجھے نہ پاتا تو ہنگامہ کھڑا کر دیتا۔ رات بھی نہ جانے کیسے تنہا آ کر سو گیا تھا۔"

"آپ اس خوش فہمی سے نکل آئیں کہ وہ آپ کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ہم اسے سنبھال سکتے ہیں۔ آپ کو جو کرنا ہے، وہ کر لیں۔" اسفند منصور پیچھے سے بولتا سامنے آ گیا۔

کومل نے پہلے اسے حیرت سے سنا، پھر ایک نظر اسے دیکھا بھی مگر کہا کچھ نہیں۔ اسفند منصور سے بات کر کے وہ رات کے بعد اپنا دن بھی خراب نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اماں جان ویسے بھی اسے نہ بولنے کی تلقین کر رہی تھیں۔

"چھوڑو اس کی باتوں کو۔ اس لڑکے کے دماغ میں کوئی کیڑا ہے جو کلبلا رہا ہے۔ پہلے مجھ سے اُلجھا ہے، اب تم سے اُلجھے گا۔ آؤ، خاموشی سے ناشتہ کرتے ہیں۔"

"اماں جان! آپ مجھے پاگل سمجھ رہی ہیں...... میں جو دیکھ اور محسوس کر رہا ہوں، وہ آپ نہیں دیکھ اور سمجھ رہیں۔" وہ زچ ہو کر انہیں پھر مخاطب کر بیٹھا۔

"اچھی بات ہے۔ مجھے کچھ دیکھنا بھی نہیں ہے۔ اب اگر تمہیں ناشتہ کرنا ہے تو ہمارے ساتھ بیٹھ جاؤ، ورنہ ہمیں سکون سے ناشتہ کرنے دو۔"

کومل، اماں جان کا یہ سرد انداز پہلی بار دیکھ رہی تھی اور وہ بھی اسفند منصور کے ساتھ۔ اس کی حیرت یقینی تھی۔



"نبیل! مجھے تم پر اعتماد ہے بیٹا! اور کومل پر بھی مجھے کوئی شک نہیں ہے، مگر لوگ...... لوگوں کی زبانیں وہی بولتی ہیں، جو وہ دیکھتے ہیں۔"

قدسیہ کیانی رات کے واقعے سے بہت بے چین و پریشان تھیں۔ رات کے بعد انہوں نے بہت بے صبری سے نبیل کے اُٹھنے کا انتظار کیا تھا۔ وہ دوپہر بارہ بجے اٹھ کر باہر آیا تھا اور اب ان کے کمرے میں بیٹھا ناشتہ کر رہا تھا۔

"عام لوگوں کی وجہ سے کیا ہم اپنے ذہن و دل کا سکون برباد کر لیں؟...... مادام کے ساتھ میرا ریلیشن کیا ہے، اس کی کسی کو کیوں فکر ہے؟ کیا ہم دوسروں پر چیک رکھتے ہیں کہ کوئی کیا کر رہا ہے، کیا نہیں۔ کس سے مل رہا ہے اور کیوں؟...... لوگوں کی بیٹیاں شادی سے پہلے سینکڑوں لڑکوں سے ملتی ہیں، دوستیاں رکھتی ہیں۔ انہیں کوئی کچھ نہیں کہتا۔ میرے بارے میں

سبھی کو گمان ہے کہ میری کسی خاتون سے دوستی کا مطلب صرف ایک ہی ہے۔ مِن اور مادام...... لاحول ولاقوۃ۔" چائے کا کپ واپس ٹرالی میں رکھ کر وہ کچھ جذباتی ہو گیا۔

قدسیہ کیانی نے بیٹے کو محبت سے دیکھا۔

"مام! اگر میرے دل میں ان کے لئے ایسی کوئی بات، کوئی جذبہ ہوتا تو ریئلی آئی سویئر ٹو گاڈ...... میں بالکل بھی نہیں چھپاتا۔ لیکن جب ایسی کوئی بات ہے ہی نہیں تو لوگ یا آپ کس طرح اور کیوں مجھ پر یہ الزام رکھ رہے ہیں؟"

"نبیل! میں تم سے پہلے ہی کہہ چکی ہوں کہ میں تم پر الزام نہیں رکھ رہی۔ مجھے تم پر اعتماد ہے۔ میں جانتی ہوں، تم کومل میں صرف ایک دوست ہی نہیں، اپنی بڑی بہن کو دیکھتے ہو۔ تمہاری لگاوٹ، تمہارا جذبہ اپنی ماں سے کیسے چھپ سکتا ہے؟ میں تو لوگوں کی بات کر رہی ہوں۔ لوگ......"

"جہنم میں جائیں لوگ...... آئی ڈونٹ کیئر۔ مما! آپ کو مجھ پر یقین ہے تو مجھے کسی سے کیا؟ اور آپ نے بھی کسی کی باتوں کا اثر نہیں لینا۔ خواہ وہ صوفیہ منصور ہی کیوں نہ ہوں۔"

نبیل کے چہرے پر پھیلا احساس قدسیہ کیانی کے دل کا اطمینان تو بن گیا تھا، پھر بھی انہیں کومل کی عزت کے حوالے سے لوگوں کے خیالات کا قلق ضرور تھا۔ نبیل کا اس سے خون کا رشتہ تو نہیں تھا، لوگ یقیناً ان کے درمیان بے تکلفی دیکھ کر بدگمان تھے۔

"نبیل! ہم نہ چاہ کر بھی لوگوں کی پروا کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ کومل ابھی جوان ہے، اسی لئے لوگ خدشوں میں گھرے ہوں گے۔ ہمارے معاشرے میں تو ویسے بھی مرد و عورت کی دوستی و بے تکلفی کا ایک ہی مطلب نکلتا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ کومل کی عزت کی خاطر تم اس سے کم ملا کرو۔ لوگ تم دونوں کے دل کا حال نہیں جانتے۔ وہ صرف اپنی آنکھوں پر یقین رکھتے ہیں۔ اس کی ساس کا رویّہ تو ایسا تھا، جیسے وہ مکمل یقین رکھتی ہوں کہ تم اور کومل شادی کرنا چاہتے ہو...... اسی لئے وہ مجھ سے رُوڈلی بات کر رہی تھیں۔ اور......" قدسیہ کیانی جان بوجھ کر خاموش ہو گئیں۔

"لوگوں کے ذہنوں کا میرے پاس اب کوئی علاج تو ہے نہیں۔ اور نہ ہی مادام کی ساس کے وہم کا۔ بہرحال، آپ مادام سے یہ باتیں مت کیجئے گا۔ وہ پریشان ہو جائیں گی۔ وہ اپنے سسرال والوں کا کتنا خیال رکھتی ہیں۔ اور وہ کیا سوچتے ہیں۔" نبیل نے دوبارہ سے چائے کا کپ اٹھا کر گھونٹ بھرا۔ چائے ٹھنڈی ہو گئی تھی۔ اُس نے بے اختیار مجید (ملازم) کو پکارا۔

مجید!...... یار! گرم چائے لا دو۔" مجید نے فوراً ہی کمرے میں جھانکا تھا۔

"وہ سب کے بارے میں سوچتی ہے، اپنے بارے میں کیوں نہیں سوچتی؟ تم نے اس سے کبھی اس موضوع پر بات کی ہے؟"

"مار کھانی ہے میں نے ان سے؟ ریئلی، میری ان سے کبھی اس حد تک بے تکلف ہونے

کی ہمت نہیں پڑی۔ وہ خود مجھے اپنے بیٹے کی طرح ٹریٹ کرتی ہیں۔ میں ان سے یہ سب پوچھ ہی نہیں سکتا۔ آئی تھنک، مما!......صرف اپنے بیٹے کی تربیت و پرورش پر ان کا کانسنٹریٹ ہے۔ آپ نے دیکھا ہے نا، بالکل سمپل اور روٹین لائف ہے ان کی۔ اپنے لئے تو وہ ایک دن میں دس منٹ بھی نہیں نکالتیں۔"

"وہ نہیں سوچتی، مگر اس کے گھر والوں کو تو سوچنا چاہئے۔ صرف بیٹے کے لئے وہ اپنی زندگی کو اس طرح گزار رہی ہے، جیسے کوئی سزا کاٹ رہی ہو۔ ابھی بیٹا اس پر ڈیپنڈ کرتا ہے، چند سال گزریں گے اور وہ بیٹے پر ڈیپنڈ کرنے لگے گی۔ پھر کیا ہوگا؟ بیٹے کی اپنی زندگی، اپنی دنیا ہوگی۔ اسے اپنی ماں کی دی گئی قربانی یاد بھی نہیں رہے گی کہ اس کی خاطر ماں نے ساری جوانی تنہائی کی نذر کر دی۔" قدسیہ کیانی گہرے احساسات میں ڈوبی کہہ رہی تھیں۔ کوئل کے لئے ان کے دل میں بھی ممتا کا اک خانہ بن رہا تھا۔

"مما! ان کے پیرنٹس نہیں ہیں۔ اور سسرال والے ایسا کیوں چاہیں گے کہ ان کی میراث بننے والی ہستی سے کوئی اور فیض اُٹھائے۔ دعا کریں، مادام کو خود ہی اپنا خیال آ جائے اور وہ اپنی بے رنگ زندگی کے خول کو توڑ کر باہر نکل آئیں۔ ویل، کبھی ایسا کوئی ٹاپک چھڑا تو میں ان سے بات ضرور کروں گا۔ او، مائی گاڈ! مجھے تو مادام کو فون کرنا تھا۔" وہ ایک دم اٹھا۔

"کر لینا فون بھی۔ پہلے چائے تو پی لو۔ مجید لے کر آ رہا ہے۔"

"میرے روم میں بھجوا دیں۔ ایکچولی ولیمے کی ریسیپشن بھی تو انہوں نے ہی ارینج کی ہے۔ اور اسی ہوٹل میں ہے۔ مجھے ہوٹل مینجمنٹ سے بھی کچھ بات کرنی ہے۔"

"کوئل یہ سب خود کر رہی ہے یا کوئی این۔ جی۔ او؟"

"مما! آپ نے کسی پریس یا میڈیا کے بندے کو وہاں دیکھا تھا؟......آپ جانتی ہیں نا، کہ این۔ جی۔ او والے کس طرح کام کرتے ہیں۔ مادام کی یہ پرسنلی انویسٹمنٹ ہے۔ انہوں نے کسی سے ہیلپ نہیں لی۔"

"اللہ اُسے خوش رکھے۔ اس عمر میں ایسی دریا دلی ہر عورت نہیں دکھا سکتی۔"

"پلیز مام! ایسی کیوٹ لیڈی کو عورت نہ کہا کریں۔ آئی فیل پین (Pain)......اُن کی عمر کی لڑکیاں تو ابھی شادی کے لئے بیٹھی ہیں اور......او کے، میں فون کر کے آتا ہوں۔"



ولیمہ بھی شاندار انداز میں ہوا تھا۔ زیتون کے ساتھ ساتھ مقدس اور اس کے گھر والے بھی خوش اور مطمئن نظر آ رہے تھے۔ ولیمے کے مہمان بھی بارات والے ہی تھے۔ البتہ صوفیہ منصور نہیں آئی تھیں۔ کوئل جانتی تھی کہ وہ مزید خود پر جبر کر کے نہیں آ سکتی تھیں، اس لئے وہ خاموش و مگن تھی۔ اسفند بھی تقریب کے اختتام سے کچھ منٹ پہلے ہی آیا تھا۔ اس نے کوئل کے پاس چند لمحے ٹھہر کر بڑے سلیقے سے معذرت کی تھی۔

"آئی ایم سوری......میری ڈیوٹی تھی۔"

کوئل کے پاس اس وقت بھی روشنی بیٹھی تھی۔ اس کا انداز دیکھ کر، اس کے وہاں سے ہٹتے ہی بولی۔ "آج تو مسٹر اسفند منصور کچھ قاعدے میں نظر آ رہے تھے۔"

"سب دکھاوا ہے۔ یہ شخص اسی طرح پل پل بدلتا ہے۔ تبھی تو مجھے اس کی کسی بات پر اعتبار نہیں ہے۔ اس کے محبت کے دعوے فریب لگتے ہیں۔"

"محبت کے دعوے؟......تم سے؟......نوبت یہاں تک آ پہنچی؟ تم نے مجھے بتایا نہیں؟" روشنی نے حیرت کا اظہار جس انداز میں کیا تھا، وہ کوئل کو زچ کرنے کے لئے کافی تھا۔

"روشنی! تمہیں آگاہ تو کیا تھا، اس بندے کے ارادوں سے۔ یہ صرف مجھے اپنی ہی نہیں، دنیا کی نظروں میں بھی گرانا چاہتا ہے۔" کوئل نے لب بھینچ کر بہت آہستگی سے جواب دیا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ کوئی بھی اس کی بات کو سن کر کوئی مسئلہ کھڑا کرے۔

"کوئل! ہو سکتا ہے، یہ بندہ اپنے دعوؤں میں سچا ہو؟ میں نے اس کی آنکھوں میں تمہارے لئے اِک جذبہ دیکھا ہے۔ مے بی یہ خود کو ایکسپریس نہیں کر پا رہا ہو۔ آزمانے میں کیا حرج ہے؟ آخر تمہیں کسی نہ کسی کا ساتھ تو چاہئے نا۔ کب تک مون کے سہارے خود کو بہلاؤ گی؟......زندگی بہت لمبی ہے۔ اس کی تنہائی جان لیوا۔ ممی بھی کہہ رہی تھیں کہ میں تمہیں سمجھاؤں گی۔ بس اب اپنے بارے میں بھی سوچو۔" روشنی نے بہت سنجیدگی سے مخلصانہ مشورہ دیا۔

"شٹ اپ......جانتی ہو، یہ ممکن نہیں ہے۔ اور تمہیں اسفند منصور سے جو ہمدردی ہو رہی ہے، کبھی اس کی باتیں سن لو نا تو مجھ سے پہلے اس کا منہ نوچ لو گی۔ تم جانتی ہو، کچھ دن پہلے وہ مون کو نبیل کے حوالے سے کیا بتا رہا تھا؟" کوئل چاہتے ہوئے بھی اپنے لہجے کی تلخی کم نہ کر سکی، جو صرف اسفند منصور کے لئے تھی۔ اس وقت وہ دونوں ایک طرف بیٹھی تھیں۔ فوٹو سیشن چل رہا تھا اور سبھی اس ہا، ہُو میں مگن تھے۔ کسی کی توجہ ان پر نہ تھی۔

"وہ مون کے معصوم ذہن میں نبیل کے حوالے سے زہر بھر رہا تھا۔" نبیل اور میرا ریلیشن......استغفار......میرے بیٹے، میرے چھوٹے بھائی جیسا ہے وہ تو۔ اور یہ شخص مجھے ہی طعنے دیتا ہے کہ میں نبیل کے ساتھ وقت گزار کر خوش ہوں۔ میں اعتبار کروں اس شخص پر؟......لعنت بھیجتی ہوں میں اس پر۔" کوئل کے ذہن میں رات کا واقعہ بھی تازہ ہو گیا تھا۔

"کوئل!......یار! دراصل دنیا تمہارے دل میں تو نہیں دیکھ کر رائے بناتی۔ دنیا کو جو نظر آتا ہے، وہی کہتی ہے۔ تم نبیل کو بیٹا یا بھائی سمجھو، مگر دنیا اس کے ساتھ کو غلط معنی ہی دے گی۔ تم اسفند کی غلط فہمی دور کر دو، اس کی سوچ کو تم ہی صاف کرو گی۔"

"مجھے کیا ضرورت ہے، میں اسے وضاحتیں دوں یا اس کا ذہن صاف کروں؟ مجھے اس

شخص سے کوئی غرض نہیں ہے۔" کومل طیش سے کہتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ روشنی نے اسے ہمدردی و محبت بھری نظروں سے دیکھا۔ خود پر قابو رکھنے والی کومل کو حالات نے کیسا بے بس کر دیا تھا کہ وہ اپنی ہی دوست سے اُلجھ رہی تھی۔



"ملی بھابی! زیتون گھر نہیں جا رہی؟........ آئی مین آپ اسے ساتھ نہیں لے جا رہیں؟"
ثانیہ کو جب سے علم ہوا تھا کہ زیتون ولیمہ کے فنکشن کے بعد ساتھ نہیں جائے گی، اسے تب سے بے چینی سی ہو رہی تھی۔ زیتون سے چھیڑ چھاڑ کے علاوہ بہت سی باتیں کرنے کو دل چاہ رہا تھا۔ بظاہر تو زیتون اور مقدس بے حد خوش دکھائی دے رہے تھے، پھر بھی وہ جاننا چاہ رہی تھی کہ زیتون سے اس کے سسرال والوں اور خصوصاً مقدس کا کیا رویّہ رہا۔
"جا رہی ہے۔ مگر ایک آدھ گھنٹے میں واپس آ جائے گی۔" کومل نے اپنے بیگ میں جھانک کر کی رِنگ تلاش کرتے ہوئے جواب دیا۔
"مگر کیوں؟........ وہ وہاں ٹھہرے گی نہیں؟ آپ یہ رسم........ میرا مطلب ہے، آپ چوتھی کی رسم نہیں کریں گی زیتون کی؟"
"کل آ جائے گی رسم کے لئے........ تم لوگ چلو، بیٹھو کار میں۔ میں ان لوگوں کو لے کر آتی ہوں۔" کومل نے گاڑی کی چابی اسے تھمائی۔
"ملی بھابی! یہ کیا بات ہوئی۔ ہمیں تو ابھی مقدس اور زیتون سے ٹریٹ بھی لینی ہے اور جوتا چھپائی کی رسم بھی کرنی ہے۔ یہ لوگ وہاں رہیں گے نہیں تو رسم کیسے ہوگی؟"
"مقدس نہیں رہنا چاہتا تو مجھے زبردستی نہیں کرنی۔ ویسے ان فضول رسموں میں کچھ نہیں رکھا۔ تم جاؤ، اپنی فرینڈز سے کہو کار میں بیٹھیں۔ انہیں ان کے گھر بھی ڈراپ کرنا ہے یا پہلے وہ بھی گھر چلیں گی؟" کومل کا موڈ کچھ بہتر نہیں تھا۔ یقیناً اسفند منصور کی ذات کے حوالے سے ہوئی روشنی سے بحث اس کے حواس پر سوار تھی۔ وہ دانستہ نبیل سے بھی کم مخاطب ہو رہی تھی۔
"آف کورس، وہ گھر ہی چل رہی ہیں۔ اپنا سامان وغیرہ لے کر گھر جائیں گی۔"
"اوکے........ Lets move" کومل اُسے ہدایت دے کر روشنی کو پکارنے لگی۔
"روشنی! تم بھی چل رہی ہو نا ہمارے ساتھ؟"
"کیا کہتی ہو؟" روشنی کی آنکھوں میں شرارت، چہرے پر سنجیدگی پھیلی ہوئی تھی۔
"مرضی ہے تمہاری۔ مون! چلو بچے! ہری اپ۔" کومل نے مون کو پکار کر اپنی خفگی چھپائی۔
"لیڈی اینجل! خفا ہونا تو سیکھ لو۔ چل رہی ہوں میں بھی ساتھ۔" روشنی نے اسے کندھوں سے پکڑ کر موڑا تو وہ مسکرا دی۔ زیتون اور مقدس کو اس نے ڈرائیور کے ساتھ روانہ کیا تھا۔ جانے والے مہمان جا چکے تھے۔ نبیل کی گاڑی میں بھی ثانیہ کی سہیلیاں بیٹھی تھیں اور اس

کی گاڑی میں بھی۔ ڈرائیونگ سیٹ ثانیہ نے سنبھالی ہوئی تھی اور برابر میں عینی بیٹھی ہوئی تھی۔ روشنی، نبیل کے ساتھ تھی۔ دونوں گاڑیوں میں اسے اپنے لئے جگہ نظر نہیں آ رہی تھی۔
"ثانی! اِٹس اے بگ فاؤل........ نیچے اُترو اور پیچھے جگہ بناؤ۔"
"آئی ایم سوری بھابی........ آج آپ کی جگہ پیچھے ہے۔ کسی نے کہا ہے کہ مجھے ڈرائیونگ نہیں آتی۔"
"کس نے کہا ہے؟........ ضرور نبیل سے اُلجھی ہو گی۔ تم لوگوں کا بچپنا کیوں نہیں جاتا؟ دیکھو، تم جانتی ہو مما اور پاپا تمہیں ڈرائیونگ کی اجازت نہیں دیتے۔ رات کا وقت ہے، تمہاری شکایت لگ جائے گی اور شامت میری آئے گی۔ کم آن۔"
"پلیز ملی بھابی! میری عزت کا سوال ہے۔ آپ کسی اور کے ساتھ چلی جائیں اور ہمیں اب جانے بھی دیں۔ وہ دیکھیں، نبیل تو چلا بھی گیا۔" ثانیہ نے اپنے فطری انداز میں کہتے ہوئے گاڑی اسٹارٹ کی۔
"تو میں کیسے جاؤں گی........ پیدل؟........ اِٹس ناٹ فیئر۔"
"ارے........ آپ جیسی حسین مہ جبین کو پیدل چلنے کون دے گا؟ ہزاروں لفٹ دینے آ جائیں گے۔ اوکے بائے۔ پچھلی کار میں کافی گنجائش ہے۔ صرف آپ کا پرنس چارمنگ اور ڈیئر اماں جان ہیں اور ڈرائیور ہیں سنی بھائی۔ ہی از ناٹ بیڈ۔"
"شٹ اپ۔" کومل نے اسے دھپ لگاتے ہوئے کھڑکی سے سر نکالا۔ ویسے بھی اسفند گاڑی سے باہر کھڑا ہارن دے رہا تھا۔
"آرام سے ڈرائیو کرنا۔ کہیں مار مرا کر نہ بیٹھی ہونا۔" کومل نے آخر تنگ آ کر اسے ہدایت دی۔ ثانیہ کو اس وقت باہر نکالنا مشکل تھا۔
"اپنی کار کی آپ کو کتنی فکر ہے اور ان لڑکیوں کی کوئی فکر نہیں۔" ثانیہ نے اسے زچ کیا۔
"توبہ ثانیہ! تمہیں تو خدا ہی سمجھے........ اب جاؤ........ ورنہ اسفند منصور صاحب ابھی سارے ہوٹل کا عملہ یہاں جمع کر لیں گے۔" کومل نے چڑتے ہوئے اسے آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔ اسفند وقفے وقفے سے ہارن دے رہا تھا۔ وہ مڑ کر اس کی کار کی طرف گئی تو معذرت کرنے لگا۔
"آئی ایم سوری........ ہارن میں نہیں، مون دے رہا تھا۔"
مون فرنٹ سیٹ پر بیٹھا تھا اور اماں جان پچھلی سیٹ پر بیٹھی اونگھ رہی تھیں۔ کومل بے نیازی دکھاتی پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گئی۔
"تم ہو........ اچھا کیا آ گئی ہو........ تمہارا چاند بار بار تمہیں ہی پوچھ رہا تھا۔" اماں جان کی نیند ٹوٹی تھی اور وہ اسے دیکھ کر خوش ہو گئی تھیں۔
"مون! تم میز زلیس ہوتے جا رہے ہو۔ تم دیکھ رہے تھے نا، میں تمہاری پھپھو سے بات

کر رہی تھی۔"

"ماما! میں آپ کو بلا رہا تھا کہ آپ میرے ساتھ چلیں۔ ثانی پھپھو کے ساتھ مت جائیں۔ آئی مس یو ویری مچ ماما!" وہ سیٹ پر کھڑے ہو کر پیچھے کی طرف آدھا جھکا اپنی ماما کی ڈانٹ کے جواب میں بسورتے ہوئے لاڈ دکھا رہا تھا۔

"تو میں تمہارے پاس ہی آ رہی تھی جان!....... او کے، بی ریلیکس اینڈ ٹیک یور سیٹ۔"

کومل نے اپنی ممتا اس پر نچھاور کر کے اس کے ماتھے پر بکھرے بال سمیٹ کر پچکارا۔ اسفند اندر بیٹھتے ہوئے یہ نظارہ دیکھ رہا تھا۔ دل کچھ کہنے کو مچل رہا تھا، مگر اماں جان کی موجودگی کی وجہ سے کچھ کہنا محال تھا۔ اسفند نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے بیک ویو مرر بھی سیٹ کیا۔ کومل سر جھکائے کسی سوچ میں تھی۔ اصل میں تو وہ آنے والی کل کا شیڈول ذہن میں مرتب کر رہی تھی۔ کل سے اسے اپنی روٹین لائف شروع کرنی تھی۔ آفس، فیکٹری کے علاوہ مون کی سمر کیمپنگ کے سلسلے میں سکول بھی جانا تھا۔

اسفند گاڑی ہوٹل سے باہر نکال کر سڑک پر لے آیا تھا اور اس نے گاڑی میں ڈیک بھی آن کر رکھا تھا۔ عدنان سمیع کی سریلی آواز اپنی مٹھاس ماحول میں گھول رہی تھی۔ مگر کومل کو یہ مٹھاس اچھی نہیں لگ رہی تھی۔

نین سے نینوں کو ملا ...... ا...... ا...... آ
کاہے کو ستائے ہے آ بھی جا...... ا

گانے کے بول اسفند منصور کا چھچھورا پن عیاں کر رہے تھے یا اُس کا حالِ دل بیان کر رہے تھے۔ کومل پر بے اثر ہو رہا تھا یہ سب۔ حالانکہ عام حالات میں یہ گانے اس کے بھی من پسند تھے۔ سُر اور تال کے گہرے سنگم کے ساتھ عدنان سمیع کی آواز کا سحر بندے پر اپنا اثر ضرور دکھاتا تھا۔

اگلے گانے پر اسفند نے والیوم ذرا اونچا کیا۔

کبھی تو نظر ملاؤ...... کبھی تو قریب آؤ
جو نہیں کہا ہے...... کبھی تو سمجھ بھی جاؤ
ہم بھی تو ہیں تمہارے ....
دیوانے ہو دیوانے ....

کومل کے ماتھے پر تیوریاں پڑ گئیں۔ اماں جان کی موجودگی کا احساس نہ ہوتا تو وہ اسی وقت اسے کچھ نہ کچھ سنا ہی دیتی۔ اماں جان سو رہی تھیں۔ وہ دونوں کی آوازوں سے جاگ سکتی تھیں۔ اسفند تو مگن سا خود بھی گنگنا رہا تھا۔ کومل نے اس کی پشت کو برہمی سے دیکھتے ہوئے اپنا رخ کھڑکی کی طرف موڑ لیا۔ دل ہی دل میں اس کی حرکتوں پر جھنجلا رہی تھی۔

"سمجھ رہا ہے، اس کے ان اوچھے ہتھکنڈوں میں خود کو اُلجھا لوں گی اور اسے خود کو رُسوا

کرنے کا موقع دے دوں گی۔ مجھے بدنام کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ دنیا اس کے کسی عمل کو تو گرفت نہیں کرے گی، اُلٹا سبھی مجھے ہی الزام دیں گے۔ اور مما...... مما تو میرا جینا ہی حرام کر دیں گی۔ وہ تو صاف کہہ دیں گی کہ میں نے ان کے بیٹے کو پھانسا ہے اپنے حُسن کے جال میں۔ میرے ناز و ادا نے ان کے بیٹے کو ورغلایا ہے۔ وہ حقیقت جاننے کی کبھی کوشش نہیں کریں گی کہ اصل مجرم ان کا بیٹا ہے، جو جب سے آیا ہے، ابلیس بن کر مجھے میری جنت سے نکلوانے کے درپے ہے۔ میں اس کی کسی چال میں نہیں آؤں گی۔ یا اللہ! اس شخص کو میری زندگی سے دُور کر دے۔"

اُسے خبر ہی نہیں ہوئی، اس کا گھر بھی آ گیا۔ اسفند گاڑی سے نکل کر اس کی کھڑکی کے آگے کھڑا، کھڑکی کا شیشہ بجا رہا تھا۔

"کومل! آپ کا گھر آ گیا ہے۔ آپ ابھی تک اپنے میٹھے خیالوں میں گم ہیں۔ کون خوش نصیب ہے، جسے آپ سوچ رہی ہیں؟" اس کا سرگوشیانہ لہجہ اس کے محتاط رویئے کا غماز تھا۔ کومل کو اپنی بے خبری پر جھنجلاہٹ ہوئی۔ اسی کیفیت میں اس نے جھٹکے سے دروازہ کھولا۔ باہر کھڑا اسفند بھی جیسے بے خود تھا۔ اس کا بازو دروازے سے ٹکرایا تو وہ کراہ اٹھا۔

"آپ کو آخر مجھ سے ہی کیا دشمنی ہے؟" لب بھینچتے ہوئے اسفند نے بازو سہلایا۔ کومل نے اسے بالکل نظرانداز کر دیا اور اماں جان کو جگانے لگی۔ پھر انہیں سہارا دے کر اُترنے میں مدد دی۔ ابھی تک زیتون، مقدس پہنچے تھے اور نہ ہی نبیل، ثانیہ۔ کومل نے خالی پورچ دیکھ کر کچھ تشویش محسوس کی۔

"سب بچے آ گئے؟" اماں جان نے بھی آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے پوچھا۔ اسفند اور مون پہلے ہی تیز تیز قدموں سے اندر بڑھ رہے تھے۔

"نہیں اماں جان! زیتون، مقدس کے علاوہ ابھی نبیل اور لڑکیاں بھی نہیں لوٹیں۔ میں ابھی فون کر کے پوچھتی ہوں۔"

کومل نے ان کے ساتھ جیسے خود کو بھی مطمئن کیا۔ سب سے آخر میں وہ لوگ چلے تھے اور آ گئے تھے۔ مگر باقی لوگ نہیں آئے تھے۔ وہ اپنی اُلجھن میں دیکھ بھی نہیں سکی تھی کہ وہ لوگ کب اِدھر اُدھر ہو گئے۔

"رات کا وقت تھا، تمہیں لڑکیوں کے سپرد گاڑی نہیں کرنی تھی۔ کسی مرد کا ساتھ ہونا ضروری تھا۔ برا زمانہ ہے۔ اللہ بچائے، بری گھڑی سے۔ پرائی لڑکیوں کا بھی معاملہ ہے۔ کوئی اُونچ نیچ ہو گئی تو سب تمہیں ہی الزام دیں گے۔" اماں نے تشویش کا اظہار کیا۔

"اماں جان! آپ فکر نہیں کریں۔ ان کے ساتھ نبیل ہے، مقدس بھی ہے۔ وہ لوگ آتے ہی ہوں گے۔ ورنہ پھر میں خود دیکھنے جاتی ہوں۔" کومل نے انہیں بستر پر بیٹھنے میں مدد دیتے ہوئے تسلی دی۔

''تم بھی اس وقت اکیلی مت نکلنا۔ سنی کو کہو، وہ دیکھ آئے بچوں کو۔''

''اماں جان! آپ فکر نہیں کریں۔ پہلے میں انہیں فون کرلوں۔''

''کرلو.........اور دیکھو، عورت کے لئے مرد کا بڑا سہارا ہوتا ہے۔ اس طرح تنہا عورت کو تو کوئی بھی گھیر سکتا ہے۔'' اماں جان کی سوچ جانے کہاں اٹکی ہوئی تھی۔ کومل نے انہیں حیرت سے دیکھا۔ آج سے پہلے انہوں نے اس سے کبھی اس طرح بات نہیں کی تھی، ہمیشہ اسے حوصلہ دیا تھا۔

''صحیح کہتی ہیں، اماں جان! مجھے تنہا سمجھ کر ہی یہ شخص بھی مجھے گھیرنے کی کوشش کرتا ہے۔'' وہ دل میں سوچتی ان کے کمرے سے نکلی۔ بیگ سے فون نکال کر اس نے پہلے نبیل کو ٹرائی کیا۔ بیل جا رہی تھی مگر وہ فون نہیں ریسیو کر رہا تھا۔ دو تین بار کوشش کی، بے سود تھی۔ اسی طرح اس نے باری باری روشنی، ثانیہ اور مقدس کو بھی کال کیا مگر اُدھر سے بھی کوئی رسپانس نہیں تھا۔ اس کی پریشانی بڑھنا یقینی تھی۔

وہ پھر سے کوشش کرتی ہوئی اپنے کمرے میں آئی تو مون چینج کر کے سونے کی کوشش میں تھا۔ اسفند بھی نیم دراز آنکھیں موندے مون کو اپنی باہوں میں سمیٹے پڑا تھا۔

''مون! ابھی سونا نہیں۔ تمہیں میرے ساتھ چلنا ہے۔''

''کہاں مام.........؟'' مون نے فوراً ہی آنکھیں کھول کر پوچھا۔

''میں چینج کر کے بتاتی ہوں۔'' ڈریسنگ روم میں جاتے ہوئے اس نے سائیڈ ٹیبل پر اپنا بیگ رکھا۔ اسفند بھی فوراً اٹھ بیٹھا۔ تشویش تو اسے بھی تھی کہ وہ کہاں جانے کی بات کر رہی تھی اور وہ بھی رات کے اس وقت۔ وہ فراموش کر چکا تھا کہ گھر میں ابھی تک مہمان نہیں آئے تھے۔

کومل اپنی سفید ساڑھی اُتار کر ڈھیلے ڈھالے شلوار سوٹ پر سیاہ سوئس کاٹن کا اوور کوٹ پہنے برآمد ہوئی۔ گلے میں سفید اسکارف بھی لٹک رہا تھا۔ اپنی پریشانی میں یقیناً وہ اسفند کی موجودگی کو فراموش کئے ہوئے تھی۔

''مون! اُٹھو بچے!.........کم آن۔'' اس نے بیڈ سائیڈ کی دراز سے کی رِنگ نکالتے ہوئے پھر مون کو مخاطب کیا۔

''کہاں جانا ہے مام! اس وقت؟'' مون بستر سے کود کر اُترتے ہوئے حسب عادت سوال کر رہا تھا۔

''تمہاری پھپھو اور آنٹیز نہیں آئیں ابھی تک۔ فون بھی ریسیو نہیں کر رہیں۔ نہ جانے کیا ہوا ہے۔ کم آن، ہری اپ سویٹ ہارٹ!'' کومل نے اسے پچکارا اور کمرے سے نکلنے لگی۔ اسفند کو بھی احساس ہوا۔ ایک بج رہا تھا اور وہ لوگ ابھی تک نہیں پہنچے تھے۔ ہوٹل سے گھر کا راستہ صرف بیس منٹ کا تھا۔ مقدس وغیرہ کی تو اسے پروا نہیں تھی، مگر ثانیہ بھی اب تک نہیں پہنچی

تھی۔ یہ بات اس کے لئے باعثِ تشویش تھی۔ اس نے پیچھے لپکتے ہوئے اپنے موبائل پر ثانیہ کا سیل نمبر ملایا، جو بزی جا رہا تھا۔ اُسے تشویش کے ساتھ غصہ بھی آ رہا تھا۔ نجانے وہ کس کے ساتھ بات کر رہی تھی۔

''میں تمہارے ساتھ چل رہا ہوں.........اور پلیز! نیکسٹ ٹائم ثانی کو اپنی کار ڈرائیو کرنے کے لئے نہیں دینی۔'' وہ باہر آیا تو کومل گیراج سے اپنی دوسری گاڑی نکال رہی تھی، جو برانڈ نیو تھی۔ کومل نے حیرانی سے اسے دیکھا اور سنا۔

''مجھے انسٹرکشن دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے اپنی رسپونسیبلٹی معلوم ہے۔ تھینکس فار یور آفر۔'' کومل نے گاڑی میں بیٹھنے سے پہلے اسے تلخی و سرد مہری سے جواب دیا۔

''او کے، تم اپنی رسپونسیبلٹی نبھاؤ اور مجھے اپنی رسپونسیبلٹی پوری کرنے دو۔'' اسفند کا رویّہ بھی ویسا ہی ہو گیا۔

''ماما! آپ میرے چاچو کو کیوں ڈانٹ رہی ہیں؟''

''کیپ کوائٹ اینڈ سیٹ ڈاؤن اِن دی کار۔'' کومل نے اسے بھی جھڑکتے ہوئے اس کے لئے دروازہ کھولا۔

کھلے دروازے سے مون کے بجائے پہلے اسفند بیٹھا اور پھر اس کی گود میں مون تھا۔ کومل نے کافی کوفت سے اسے دیکھا۔

''میری کار میں بھی ہم چل سکتے تھے۔ آئی تھنک تمہیں میری ڈرائیونگ پسند نہیں ہے یا پھر اپنی نئی کار دکھانے کا اس سے اچھا موقع نہیں مل سکتا تھا۔ ویل، لٹس موو۔ اس وقت ڈرائیونگ کا میرا ابھی موڈ نہیں تھا۔'' اسفند کا انداز اسے جلا گیا تھا۔ اس شخص نے جیسے اسے زِچ کرنے کی ٹھان رکھی تھی۔

''مون! اپنے چاچو سے کہو، پیچھے جا کر بیٹھیں۔''

''کیوں، یہ سیٹ کسی سپیشل پرسن کے لئے ریزرو ہے؟''

''پلیز اسفند! میں پہلے ہی کہہ چکی ہوں.....او کے؟'' کومل نے گہری سانس کھینچ کر جیسے خود کو کسی بحث سے بچایا اور گاڑی اسٹارٹ کر کے گیٹ سے باہر لے گئی۔

''ماما! آپ چاچو کو کیوں ڈانٹ رہی ہیں؟'' مون کی معصومیت کومل کو مزید تپا گئی۔

''مون! میں ڈانٹ نہیں رہی، بتا رہی ہوں کہ یہ سنگل سیٹ ون پرسن کے لئے ہوتی ہے۔ تم پیچھے بیٹھو پھر۔ مجھے ڈرائیونگ میں پرابلم ہو رہی ہے۔ تم اب بچے نہیں ہو کہ گود میں چڑھ کر بیٹھو گے۔''

اپنی ماما کا رویّہ سمجھتے ہوئے وہ پیچھے جا بیٹھا۔ کومل نے گاڑی روکی نہیں تھی، وہ آگے سے ہی جھک کر پیچھے گیا تھا۔ اسفند کو بھی اس کی ناگواری اندر ہی اندر سلگا رہی تھی۔

''چاچو! یُو نو، یہ میری کار ہے۔ ماما نے مجھے یہ لاسٹ برتھ ڈے پر دی تھی۔'' مون اگلے

ہی لمحے پھر سے اپنی باتوں میں مگن تھا۔

"رئیلی؟...... ابھی سے ایسے گفٹ لیتے ہو۔ میری ایج میں آؤ گے تو پھر تو تم ایروپلین ہی لو گے۔" اسفند نے حیرت سے کہتے ہوئے مڑ کر اسے دیکھا۔

"نہیں چاچو! آپ کی ایج میں تو میں اپنی ماما کو گفٹ دیا کروں گا۔ ان سے گفٹ تھوڑی لوں گا؟...... پھر میری ماما گھر میں ریسٹ کریں گی اور میں آفس جایا کروں گا۔ ہے نا مام؟" مون نے اپنی ماما کی سائیڈ پر ہو کر اس کے گال پر اپنی محبت ثبت کر کے تائید مانگی۔

"یس مائی سویٹ ہارٹ!...... اچھا اب آرام سے بیٹھو، مجھے ڈرائیو کرنے دو۔ اور یہ فون پکڑو، نبیل انکل کا نمبر ملاؤ۔ پوچھتی ہوں کہاں ہیں وہ لوگ۔" کومل نے گود میں پڑا سیل فون اسے پیچھے پکڑایا۔ اسفند اسے چونک کر دیکھ رہا تھا۔

"ماما! انکل لائن پر ہیں۔ آپ کے موڈ کا پوچھ رہے ہیں۔" مون نے فون واپس اپنی ماما کی طرف بڑھایا۔

"کہاں ہو تم، مادام کے بچے؟...... تم گھر پہنچو۔ میں آ رہی ہوں...... تمہاری خبر لیتی ہوں...... کوئی ضرورت نہیں ہے۔ گھر پہنچو...... ظاہر ہے، میرے گھر...... میں واپس گاڑی موڑ رہی ہوں...... بس خیر مناؤ۔" کومل نے سنجیدگی سے فون بند کیا اور اگلے ہی موڑ سے گاڑی دوبارہ اپنے گھر کی طرف موڑ لی۔



"آئی سویئر مادام! میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ پبلک کی ڈیمانڈ تھی کہ دولہے صاحب کو گھیرا جائے اور ان سے فی الوقت آئس کریم کی ہی ٹریٹ لی جائے۔ یہ سارا آئیڈیا آپ کی پیاری نند صاحبہ کا تھا، جس نے سب کو ورغلا کر اپنے پیچھے لگایا۔"

اس کے گھر کے ڈرائنگ روم میں سبھی جمع اور منہ لٹکائے بیٹھے تھے۔ کومل سبھی کی خبر لے رہی تھی۔ نبیل اس کے سامنے کان پکڑے بیٹھا تھا۔

"تم بچے تھے نا، جو ورغلائے گئے...... میں اتنی پریشان تھی۔ کسی کا بھی سیل فون آن نہیں تھا۔ اماں جان الگ پریشان تھیں۔ مالی بابا کو تو میں نے ابھی بتایا ہی نہیں تھا کہ مقدس اور زیتون ادھر آنے کے لئے نکلے تھے۔ وہ تو سمجھ رہے ہیں کہ وہ لوگ ہوٹل سے ہی واپس چلے گئے تھے۔ اب کہاں ہیں وہ دونوں؟" کومل کو ایک دم ان کی کمی کا احساس ہوا۔

"آپ کے ڈر سے وہ ادھر آئے نہیں۔ مقدس بھائی آپ سے بہت ڈرتے ہیں۔ کہہ رہے تھے، میڈم کا غصہ آفس میں سہہ لوں گا۔ ابھی مجھے جانے دیں۔" ثانیہ نے اسے اطلاع دی۔ "مقدس بھائی کا سیل فون بھی میرے پاس رہ گیا ہے۔"

"مقدس کا فون تمہارے پاس کیا کر رہا ہے؟" کومل کو مزید حیرت ہوئی۔

"صرف مقدس کا ہی نہیں، اس نے ہم سب کے ہی سیل فون اپنے قبضے میں لے رکھے تھے۔" روشنی نے اسے مزید حیران کیا۔

"ثانی! مجھے تم سے ایسی اُمید نہیں تھی۔ ایسی اِل رسپانسیبلٹی...... کچھ بھی ہو سکتا تھا۔ تم لوگوں کی یہ پلاننگ تھی تو کم از کم مجھے تو بتانا تھا۔ اِدھر میں پریشان ہو کر مون کو ڈانٹتی رہی ہوں۔"

"ملی بھابی! آپ ایسے ہی پریشان ہو رہی ہیں...... رئیلی، اتنا انجوائے کبھی نہیں کیا۔ سبھی کو اتنا مزا آیا۔ سبھی اتنے خوش تھے۔ آئی نو، آپ کو اپنے پلان کے بارے میں بتا دیتے تو آپ کبھی نہیں جانے دیتیں۔ پلیز، ناراض نہیں ہونا...... اوکے، آئی ایم ویری سوری۔ نیکسٹ ٹائم آپ کو بتا کر ایسا کچھ کروں گی۔" ثانیہ نے اس کے قریب بیٹھ کر گلے میں بازو حمائل کر کے جیسے مسکہ لگایا۔

"نیکسٹ ٹائم تو تب آئے گا، جب تم اسفند سے ملو گی اور اسے سوری کرو گی۔" کومل نے اس کے بازو گلے سے نکالے اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

"سنی بھائی یہیں ہیں؟" ثانیہ بھی ایک دم کھڑی ہو گئی۔

"پورچ میں ان کی کار نظر نہیں آئی تمہیں؟"

"مِلّی بھابی! اب کیا ہوگا؟" اُسے واقعی ڈر سا محسوس ہوا۔

"آئی ڈونٹ نو۔ ویل، ابھی صبح تک کا ٹائم ہے تمہارے پاس...... اوکے گرلز! آپ سب بھی اب صبح ہی جاؤ گی۔ اپنے اپنے رومز میں چلیں، آرام کریں۔ نبیل! تم رکو گے؟"

"نو مادام! میں گھر جا رہا ہوں۔ میرا دل بہت کمزور ہے۔ مس منصور کی درگت مجھ سے دیکھی نہیں جائے گی۔ اوکے، گڈ نائٹ ایوری ون۔" نبیل نے پھر شرارت سے ثانیہ کو دیکھا تو وہ کھول کر رہ گئی۔

"تم اپنی خیر مناؤ۔ آنٹی تمہارے لئے بھی بیٹھی ہوں گی۔" ثانیہ کا ردِعمل بے ساختہ تھا۔ سبھی مسکرا دیئے۔ کومل بھی زیرِ لب مسکرائی۔

"میری مما کو مجھ سے پیار ہی نہیں، اعتماد بھی ہے مجھ پر۔ وہ جانتی ہیں، میں مادام کے ساتھ ہوں، اس لئے میں محفوظ ہوں۔ اوکے مادام!...... آپ سے کل آفس میں ملاقات ہو گی...... گڈ نائٹ۔"

"بی کیئرفل...... اللہ حافظ!...... سنو نبیل! گھر پہنچ کر مجھے ایک مس کال دے دینا۔ سمجھ جاؤں گی کہ تم آرام سے گھر پہنچ گئے ہو۔" کومل اور روشنی اس کے ساتھ ہی باہر تک آئی تھیں۔ اس کے جاتے ہی ان کا رخ اپنے کمرے کی طرف تھا۔

مون اور اسفند آج اس کے کمرے میں تھے۔ کومل، روشنی کے ساتھ مجبوراً شافند کے کمرے میں سونے کے لئے آ گئی۔ اس کمرے میں آتے ہی کئی یادیں اس کے اردگرد رقص کرنے لگی تھیں۔ ہمیشہ کی طرح وہ بے بس ہو کر آرام سے لیٹے کوشش کر رہی تھی، مگر نیند پلکوں سے اُڑ کر انہی یادوں کے ساتھ ہم رقص تھی۔



"شکر الحمد للہ!...... بچی سات خیریت سے اپنے گھر رخصت ہوئی۔ آج دل و روح بہت شاد ہیں۔ سوچتی ہوں، اللہ نے تمہاری صورت میں ہمیں کوئی انعام ہی دیا ہے۔ میری حسرت رہی کہ صوفیہ کو اس طرح کارِ خیر کرتے دیکھوں۔ گھر کی بڑی بہو ہے، اس لئے تو توقع تھی کہ وہ ہماری قدروں کو زندہ رکھے گی۔ مگر اس کا دل ذرا تنگ ہے۔ ملازمین کے حقوق پہچانتی ہے نہ قرابت داروں کے۔ مگر تم نے تو حق ادا کر دیا بچی! خدا تمہیں سدا خوش رکھے۔" اماں جان، کومل کے ساتھ ڈائننگ ٹیبل کے قریب پڑی کرسی پر براجمان اپنے دلی تاثرات بہت محبت وشفقت سے بیان کر رہی تھیں۔ کومل ان کے سامنے چائے کا کپ اور بسکٹ کی پلیٹ رکھتے

ہوئے عقیدت واحترام سے انہیں دیکھ کر خود بھی ان کے سامنے بیٹھ گئی۔

"اماں جان! یہ سب تو اللہ کی توفیق ہے، ورنہ میری وقعت ہی کیا ہے۔ ایک معمولی سی انسان ہوں، میں کوشش کرتی ہوں، اس نے جو بھی عطا کیا، اس کا شکر سچے دل سے ادا کر سکوں۔ آپ دعا کیجئے کہ میں اس کے شکرانے میں کبھی بخیل نہ بن جاؤں۔ ڈرتی ہوں، اس کی عطاؤں پر کبھی مغرور ہو کر رستہ نہ بھٹک جاؤں۔ ابلیس تو چاہتا بھی یہی ہے کہ وہ اللہ کے بندوں کو راہ سے بھٹکا دے۔" کومل نے نہایت عاجزی سے دل کی بات کہی۔ صبح کا پُرنور سماں اور اس پر ان کی تجدیدِ شکرانہ پر انکساری یقیناً کسی کو بھی متاثر کر سکتا تھا۔ مگر اسفند منصور کو نہ جانے کیوں ابھی بھی کومل کی باتوں میں مصنوعی پن محسوس ہو رہا تھا۔ وہ اس گھر میں ہو اور اسے مکمل نیند نصیب ہو جائے، ایسا ممکن نہیں تھا۔ اُس کا شعور و لاشعور ہر وقت، ہر لمحہ صرف اور صرف کومل کو سوچتا تھا۔ اس کے ہر فعل پر نظر رکھتا تھا۔ ابھی بھی وہ اسے کھوجتا کچن تک چلا آیا تھا، جہاں سے اماں جان کی آواز آ رہی تھی اور پھر کومل کی باتیں...... وہ بے اختیار بڑھتا چلا آیا۔

"ایک آدھ اچھا عمل کر کے انسان انسانیت کی معراج کو چھو لیتا ہے، اماں جان!" اسفند کی آواز دونوں کو ہی چونکا گئی۔ سوال اماں جان سے ہوا تھا، مگر جس کے لئے ہوا تھا، وہ سمجھ رہی تھی۔ کومل نے رخ موڑ کر جیسے اسے ان سنا کیا اور چائے کا کپ لبوں سے لگایا۔

"ایک اچھا عمل ہی تو اکثر بخشش کا سامان بن جاتا ہے بچے! تم آج صبح صبح کیسے اُٹھ گئے؟ ہسپتال جانا ہوگا۔" اماں جان نے اسے حسبِ معمول انداز میں جواب دیا۔ وہ ان کے برابر کرسی پر براجمان ہو کر کومل کی طرف دیکھنے لگا۔

"ہاسپٹل میں تو روٹین ٹائم پر ہی جاؤں گا۔ آپ کو بتانے آیا تھا کہ میں گھر جا رہا ہوں۔ آپ کو چلنا ہے واپس؟"

"ابھی؟...... ابھی تو اماں جان نہیں جائیں گی۔ میں خود اماں جان کو کسی دن چھوڑ جاؤں گی۔ یُو ڈونٹ وری۔" کومل نے بے ساختہ سر اٹھا کر جواب دیا۔ اس کی آنکھیں رتجگے کی غماز تھیں۔

"کسی دن؟...... میں اب اور یہاں نہیں رہ سکتا۔ آئی مین، اماں جان یہاں ہوتی ہیں تو مجھے مجبوراً یہاں آنا پڑتا ہے۔"

"مجبوراً؟...... آئی سی......" کومل اسے کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

"سنی! بھائی کے گھر آنے میں تمہیں کیسی مجبوری؟ اور تم ہر بار اس سے کیوں اُلجھتے ہو؟ تمہیں معلوم ہے نا کہ اب مجھے تیمور کی طرف جانا ہے۔ میں عینی کے ساتھ اُدھر چلی جاؤں گی۔" اماں جان نے اسے سنجیدگی سے مخاطب کیا۔

"اس کا مطلب ہے، ابھی آپ کا واپسی کا ارادہ ہی نہیں۔ میں پھر یہاں کیا کر رہا ہوں؟...... اوکے، اللہ حافظ!" وہ ایک دم ہی غصہ دکھاتا اٹھ کھڑا ہوا۔ اپنے سامنے کسی اور کو

اہمیت دینا اسے کب گوارا ہوتا تھا۔

”بریک فاسٹ تو کرلیں۔“ کومل نے آدابِ میزبانی نبھائے۔

”تھینکس فار یور آفر۔“ وہ جاتے جاتے پلٹ کر آیا اور پھر اماں جان کا ہاتھ تھام کر بولا۔

”آپ میرے ساتھ بالکل بھی اچھا نہیں کر رہی ہیں اماں جان! غیروں کے لئے آپ مجھے اگنور کر رہی ہیں۔ مجھے معلوم ہوتا تو میں واپس ہی نہ آتا۔“ اس کا انداز وغصہ بالکل بچوں جیسا تھا۔ کومل اور اماں جان نے اسے کچن سے نکلتے ہوئے دیکھا۔

”پتہ نہیں، اس بچے کو کیا ہوگیا ہے۔ پردیس میں رہ کر تو اس کی عقل مزید کم ہوگئی ہے۔ تم آرام سے بیٹھ کر چائے پیو، پھر آرام کرو۔ میری وجہ سے اتنی سویرے اٹھ گئی ہو۔ تمہیں فیکٹری جانا ہوگا۔“

”نہیں......آج بھی نہیں جاپاؤں گی۔ لڑکیاں گھر پر ہیں، انہیں ان کے گھر پہنچادوں۔ وقت ملا تو چکر لگالوں گی۔ شام کو مقدس اور زیتون کو بھی بلایا ہے۔ کل سے ان شاء اللہ اپنی روٹین فالو کروں گی۔ آیئے، آپ کو آپ کے روم میں چھوڑ دوں۔“

”چلو اچھا ہے، تمہیں آج کچھ آرام مل جائے گا۔“ اماں جان نے کرسی سے اُٹھتے ہوئے اس کا بڑھا ہاتھ تھاما اور اس سے باتیں کرتے ہوئے کچن سے نکل کر اپنے کمرے کی طرف بڑھنے لگیں۔



”صوفی! تمہاری بہو یہ کارنامے دکھا رہی ہے اور تم نے ہوا تک نہیں لگنے دی۔ سارا خاندان انوائٹ تھا، صرف مجھے اور میری فیملی کو ہی اگنور کر دیا۔“

فوزیہ جمال بہت عرصے بعد منصور ہاؤس میں آئی تھیں اور آتے ہی شکوے شکایتیں شروع تھیں۔

”آپی! اچھا ہوا، اس نے آپ کو انوائٹ نہیں کیا۔ ملازمین کی شادیوں میں شرکت کرنا ہمیں زیب دیتا ہے؟ مت پوچھیں، میں کس دل سے شریک ہوئی ہوں۔“

”بس، صوفی! میں نے دیکھ لیا ہے کہ تمہاری اور تمہاری اولاد کی نظروں میں میری کوئی ویلیو ہی نہیں۔ تم لوگوں نے ہمیں خاندان سے الگ پھینک دیا۔ تم اگر چاہتیں تو آج......آج تمہارے گھر میں میری بھی کوئی اہمیت ہوتی۔“ فوزیہ جمال پھر سے بھڑک اُٹھیں۔ صوفیہ نے بڑی بہن کو قدرے افسوس و بے بسی سے دیکھا۔

”آپی! ایسی بات مت کریں۔ میں نے ہمیشہ آپ کو عزت اور مان دی ہے۔ حالانکہ آپ نے میرا کبھی مان نہیں رکھا۔ اس وقت اگر آپ مہ ناز کے لئے مان جاتیں تو آج کومل کی جگہ آپ کی بیٹی دنیا کی واہ واہ سمیٹ رہی ہوتی۔ مگر آپ......“ صوفیہ کے بھی پرانے زخم اُدھڑ گئے تھے۔

صوفیہ کے بدلے تیور، فوزیہ کو رویّہ بدلنے پر مجبور کر گئے۔ دل ہی دل میں پیچ و تاب تو وہ بھی کھا رہی تھیں۔ صوفیہ ان کی بیٹی کو بیوہ بہو کے برابر دیکھنا چاہتی تھیں۔

”بس صوفی! پرانے قصے رہنے دو۔ قسمت میں ہوتا تو کوئی سبیل نکل ہی آتی۔ تم سناؤ، سنی کے بارے میں کیا ارادے ہیں؟ کوئی لڑکی دیکھی؟ یا پھر اس بار بھی ہم سے پردہ رکھو گی؟“

”پردہ کیسا آپی؟......آپ بھی عجیب بات کرتی ہیں۔ میں نے کبھی کسی بات کو آپ لوگوں سے خفیہ رکھا ہے؟ رہا سنی کے لئے لڑکی دیکھنے کا معاملہ تو یہ اختیار سنی کے پاس ہے۔ وہ اپنی زندگی کا فیصلہ اپنی مرضی سے کرے گا۔“

”بڑا حوصلہ ہے تمہارا، صوفی!......ایسا نہ ہو، سنی بھی شافند کی طرح کسی میم شیم کے چکر میں ہو۔ سوچو، اب سنی ہی خاندان کا وارث و امین ہے۔ اس کا کوئی غلط فیصلہ آئندہ نسلوں کے لئے باعثِ ندامت نہ بن جائے۔“

”آپی! آپ سنی کو جانتی نہیں ہیں، اس لئے ایسی باتیں کر رہی ہیں۔ اس نے کسی سے کوئی چکر چلایا ہوتا تو وہ کبھی کا سامنے لاچکا ہوتا۔ بہرحال، سنی کے حوالے سے میں بالکل بھی پریشان نہیں ہوں۔ وہ اپنے لئے جو بھی فیصلہ کرے گا، سوچ سمجھ کر ہی کرے گا۔“ صوفیہ نے بظاہر تو خاصی لاپروائی کا مظاہرہ کیا تھا، مگر اندر ہی اندر وہ بھی اسفند کے حوالے سے ایک کسک، ایک خلش رکھتی تھیں۔ اسفند کے ہر معاملے میں اپنی بے بسی و بے اختیاری کا قلق انہیں بھی چین نہیں لینے دیتا تھا۔

”اللہ کرے ایسا ہی ہو۔ ورنہ تمہارے لئے کوئی مسئلہ نہ پیدا ہو جائے۔“

”کیسا مسئلہ؟......آپی! آپ کھل کر کہیں۔“

”حیرت ہے، تمہیں میری بات سمجھنے میں دشواری کیوں پیش آرہی ہے؟ جبکہ دنیا دیکھ رہی ہے کہ آج کل سنی، شافند کے گھر کے چکر لگا رہا ہے۔ سنی کا اس میں قصور بھی کیا ہے۔ جوان بھاوج، خوب صورت، طرح دار، اس پر بیوہ۔ بھتیجے کی آڑ میں مجھے تو کوئی اور ہی گل کھلتا نظر آرہا ہے۔ وہ عورت تمہارا دوسرا بیٹا بھی ہتھیا لے گی اور تم منہ دیکھتی رہ جاؤ گی۔ بہتر تھا کہ سنی کے لئے خود ہی خاندان کی کوئی سلیقہ مند لڑکی لے آتیں، مگر تم تو......“

”آپی!......آپ کس قسم کی باتیں کر رہی ہیں؟ سنی نے سن لیا تو غضب ہو جائے گا۔ کومل کو تو وہ خود ایک آنکھ برداشت نہیں کرسکتا اور آپ......خدا کے لئے آپی! یہ باتیں یہیں چھوڑ دیں۔ سنی کس قدر بدلحاظ ہے، اس کا اندازہ ہے آپ کو۔ جس خاندان نے اس کے بھائی کو بیٹی دینے سے انکار کر دیا تھا، وہ اس خاندان میں اپنے لئے کسی کو شریکِ سفر بنائے گا، یہ ناممکن ہے۔ آپ بس......“ ان کی بات ادھوری رہ گئی تھی۔ سنی اسی وقت لاؤنج میں چلا آیا تھا۔ یہ وقت اس کا کلینک سے واپسی کا ہوا کرتا تھا۔

”السلام علیکم!......خالہ آئی ہوئی ہیں......بڑے دنوں بعد چکر لگایا آپ نے۔ کسی

سے ناراضگی تھی؟" حیرت انگیز طور پر اس کا موڈ خوشگوار تھا۔ صوفیہ کو خدشہ تھا کہ کہیں اس نے ان کی کوئی بات سن نہ لی ہو۔

"ناراضگی تو تمہی سے تھی۔ جب سے آئے ہو، خالہ کو ملنے تک نہیں آئے۔ بہت بڑے آدمی بن گئے ہو تم۔" وہ شکوہ کناں ہو بیٹھیں۔

"ارے...... آپ سے کافی دفعہ تو مل چکا ہوں۔ کہیں نہ کہیں تو ملاقات ہو ہی جاتی ہے آپ سے...... میری مجبوری سمجھ لیں، بہت بزی شیڈول رہتا ہے۔ اینی وے، ابھی بھی مجھے ایکسکیوز کریں۔ مجھے کچھ ریسٹ چاہیے۔ مما! پلیز میرے لئے کافی بھجوا دیں۔" وہ جس طرح اچانک آیا تھا، اچانک چلا بھی گیا۔ فوزیہ جمال کچھ کہنے کے لئے لب کھول ہی رہی تھیں کہ صوفیہ بھی اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"میں سنی کو کافی بھجوا دوں۔ آپا! آپ لیں گی؟"

"نہیں...... میں بھی اب چلوں گی۔ تم اپنے بیٹے کی ناز برداری کرو۔" وہ بھی اُٹھ کر جانے لگیں۔ صوفیہ نے انہیں جانے سے نہیں روکا۔ فی الحال ان کے ذہن میں بھی سنی کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔



"ماما!...... آپ میرے ساتھ سمر کیمپ کے لئے آ رہی ہیں نا؟" مون اپنی ماما کو اپنے ضروری سامان پیک کرتے دیکھ کر پوچھ رہا تھا۔

"ابھی نہیں آ رہی...... نیکسٹ ویک اینڈ پر آؤں گی۔ ابھی مجھے آفس کے ضروری کام دیکھنے ہیں۔" کومل نے اس کا بیگ تیار کر کے کمرے میں ایک طرف رکھا اور اپنے بستر پر آ گئی۔ مون اُچھل کر اس کے پہلو میں آ لیٹا۔

"ماما! آپ نے پرامس کیا تھا۔ میں نے اپنی ٹیچرز سے بھی کہہ دیا تھا کہ میری ماما بھی میرے ساتھ آ رہی ہیں۔ پلیز ماما! آپ کے بغیر مجھے مزا نہیں آئے گا۔"

"میں اپنا پرامس پورا کروں گی جانو!...... کچھ کام ہے، ختم کر لوں، پھر ریلی میں تمہارے ساتھ بہت سارا ٹائم سپینڈ کروں گی۔ تمہاری ووکیشن کے لئے میں نے ایک اور پلاننگ کی ہے، سویٹ ہارٹ! ہم تمہارے سمر کیمپ کے ختم ہوتے ہی دبئی بھی وزٹ کے لئے جائیں گے۔ لیکن تم نے ابھی یہ بات کسی سے نہیں کرنی، اوکے؟"

"ریلی...... آپ اور میں؟...... کوئی اور نہیں ہوگا ہمارے ساتھ؟...... پھپھو بھی نہیں جائیں گی نا؟" مون کی معصومیت سے بھری آنکھیں چمک اٹھی تھیں۔

"یس مائی لعل پرنس! صرف ہم دونوں جائیں گے۔ اب آرام سے سو جاؤ۔" کومل نے اسے خود سے لپٹا لیا۔

"ماما......!" کچھ لمحوں کے توقف کے بعد مون نے اس کے سینے سے سر اُٹھا کر پکارا۔

"ہوں...... بولو کیا بات ہے؟" کومل بھی کسی گہرے خیال سے چونکی تھی۔

"ماما!...... اگر بابا ہوتے تو وہ آفس جاتے، فیکٹری کو لُک آفٹر کرتے۔ اور آپ پھر سارا ٹائم مجھے دیتیں۔ ہم اور زیادہ انجوائے کرتے۔" مون کا معصومیت بھرا اظہار کومل کے چہرے پر فکر و پریشانی کی لکیریں نمودار کر گیا۔ مون کا ایک عرصے کے بعد اپنے بابا کو یاد کرنا یا ان کی کمی محسوس کرنا بلاوجہ نہیں تھا۔ اسے پھر سے کسی نے احساس دلایا تھا اور یہ "کسی" کون تھا، وہ اچھی طرح جانتی تھی۔ مون کو فی الوقت مطمئن کرنا ضروری امر تھا۔

"تم بابا کو مس کرتے ہو؟" کومل نے اس کی پیشانی سے بال ہٹاتے ہوئے بہت نرمی سے پوچھا۔

"ہوں...... کبھی کبھی...... جب سکول میں بچوں کے "پاپا" آتے ہیں تو آئی مس مائی بابا...... اور جب چاچو کو دیکھتا ہوں تو بھی بابا کی یاد آتی ہے۔ ماما!...... بابا ہوتے تو مجھے چاچو سے زیادہ پیار کرتے نا؟ وہ کبھی بھی اپنا پرامس نہیں بھولتے نا؟ چاچو کی طرح کبھی مجھے اگنور نہیں کرتے نا؟...... یُو نو مام! چاچو نے مجھ سے پرامس کیا تھا کہ وہ آج میرے ساتھ ڈے سپینڈ کریں گے۔ لیکن انہوں نے اپنا پرامس پورا نہیں کیا۔ میں نے انہیں یاد دلایا تو کہنے لگے کہ وہ آج بہت بزی ہیں۔ ماما! آپ بھی تو بزی رہتی ہیں۔ مگر آپ میری ہر بات مانتی ہیں اور......"

"او مائی سویٹ چائلڈ!...... میرا سوہنا بچہ۔" کومل نے اُس کی بھرّائی آواز پر اسے چومتے ہوئے خود میں سمیٹا۔ "سنو مون!...... آر یُو بریو چائلڈ؟...... ہے نا؟"

مون نے بہت دھیمے سے "یس" کہا۔

"مون! اِٹس فیکٹ کہ تمہارے بابا ہوتے تو وہ سب سے زیادہ صرف تم سے محبت کرتے۔ ماما سے بھی زیادہ۔ مگر اب وہ نہیں ہیں تو ماما آپ سے بہت بہت زیادہ محبت کرتی ہیں۔ چاچو نہیں آئے تو کیا ہوا؟ مے بی وہ بزی ہوں۔ یُو نو، ہی اِز ڈاکٹر۔ دیکھو بیٹا! کچھ لوگوں کی لائف میں تو کچھ بھی نہیں ہوتا۔ نہ ماما...... نہ بابا...... نہ کوئی اور۔ وہ بھی تو لائف انجوائے کرتے ہیں نا۔ تمہاری ماما بھی تو ہیں نا...... اور ماما کے ہوتے ہوئے تمہیں کسی کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ نہ چاچو کی اور نہ کسی اور کی...... ماما بہت جلد تمہارے پاس اسلام آباد میں ہوں گی۔ تم وہاں کیئرفل رہنا۔ اوکے۔ میں نے تمہاری ساری چیزیں رکھ دی ہیں۔ میں تمہاری ٹیچر سے بھی کونٹیکٹ رکھوں گی۔" کومل نے اسے بہلاتے بہلاتے سمجھانے کی کوشش کی۔

"ماما! انکل نبیل کہہ رہے تھے کہ وہ بھی وہاں آئیں گے۔"

"یس...... اُس کا بھی ادھر جانے کا پروگرام ہے۔ ڈونٹ وری، میں نبیل سے کہوں گی، وہ تمہیں اپنے ساتھ گھمانے لے جائے گا۔ اوکے، اب خوش؟"

"یس...... بٹ آئی مِس یُو ویری مچ۔ آپ جلدی آنا، اوکے!"

"اچھا بابا! آ جاؤں گی۔ جلدی آ جاؤں گی۔ اب جلدی سے سو جاؤ۔ صبح تمہیں اپنے سکول والوں کے ساتھ نکلنا ہے یا یہیں سوتے رہو گے؟"

مون نے فوراً آنکھیں موند لیں۔ پہلی بار سکول کے ساتھ آؤٹ آف سٹی جانے کا خیال اسے دل ہی دل میں پُر جوش رکھے ہوئے تھا۔ بچہ تھا، ماں کے بغیر جانے کی ہمت بھی ذرا کم پڑ رہی تھی۔ کومل نے اسے اپنی بانہوں میں سمیٹ کر جیسے اپنی پناہ میں لیا۔ اس سے دُوری کا خیال تو کومل کے لئے بھی سوہانِ روح تھا۔



"مادام!...... آپ مجھے پہلے بتا دیتیں، میں اس کے ساتھ ہی چلا جاتا۔" نبیل، کومل کے آفس میں بیٹھا اس کی پریشان صورت دیکھ کر خود بھی پریشان ہو رہا تھا۔

"مجھے اندازہ ہی نہیں تھا کہ وہ وہاں جا کر خود بھی پریشان ہو گا اور دوسروں کو بھی پریشان کرے گا۔ اس کی ٹیچر اسے سنبھال ہی نہیں پا رہی۔ آہ...... کیا کروں؟ یہاں بھی کتنا کام ہے اور......" کومل نے کمپیوٹر اسکرین پر اپنا ڈیزائن پرنٹ اوکے کرتے ہوئے اپنی چیئر گھما کر اس سے بات مکمل کی۔

"آپ نے بھی تو اسے خود سے اس قدر اٹیچ کر رکھا ہے۔ کبھی خود سے الگ ہی نہیں کیا۔ وہ فرسٹ ٹائم آپ سے دور گیا ہے۔ اس طرح ری ایکٹ تو کرے گا۔"

"میں نے اس سے پوچھ کر ہی اس کے سکول والوں سے کمٹ منٹ کی تھی۔ آئی تھنک، اس طرح بچوں کو نہ صرف پریکٹیکلی بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملتا ہے، بلکہ بچوں میں کانفیڈنس پیدا ہوتا ہے۔ مگر مون...... لگتا ہے، مجھے ہی جانا پڑے گا۔ پلیز! تم ذرا پتہ کرو، پہلی فلائٹ کب کی ہے؟ میں گھر جا کر کچھ تیاری کر لوں...... یا اللہ! میں کیا کروں؟ پتہ نہیں، مون کس حال میں ہو گا۔"

"اوہو!...... آپ کے پریشان ہونے سے کیا ہو گا؟ اُٹھیں، گھر چلیں۔ تیاری کریں۔ پھر جو بھی فرسٹ اویلیبل فلائٹ ہو گی، ہم چلتے ہیں۔" نبیل نے فوراً ہی کھڑے ہوتے ہوئے اسے بھی اٹھنے کا اشارہ کیا۔

"ہم؟...... تم کیا کرو گے؟...... بھئی میرا مطلب ہے، اب میں جا رہی ہوں تو تم اپنا آفس دیکھو۔ ابھی تو جوائن کیا ہے۔ انکل ناراض ہوں گے اور آنٹی پریشان۔ ڈونٹ وری، میں وہاں جا کر خود ایڈجسٹ کر لوں گی۔" کومل نے نبیل کے چہرے پر پھیلی حیرانی و بے یقینی دیکھ کر اپنا لہجہ ہموار رکھنے کی کوشش کی۔ صوفیہ کی باتیں سن کر وہ پھر سے محتاط ہو رہی تھی۔

"کوئی کچھ نہیں کہے گا۔ مجھے پہلے بھی تو جانا ہی تھا۔ اب آپ جانے پر مجبور ہیں تو اچھا ہے نا، مل کر انجوائے کریں گے۔ پرانی یادیں دہرائیں گے۔ بلکہ ہر اُس......"

نبیل کی بات ادھوری رہ گئی۔ دھڑ سے دروازہ کھلا اور اسفند بڑے تیور لئے اندر بڑھتا چلا

آیا۔

"تم یہاں اپنی انجوائے منٹ کے پروگرام طے کر رہی ہو اور وہ وہاں رو رہا ہے، تڑپ رہا ہے۔ اپنی ذمہ داریاں بوجھ لگ رہی ہیں تو صاف کہہ دو۔ اس طرح اس معصوم سے مت کھیلو۔" اسفند منصور کے تیور ہی نہیں، لہجہ بھی حد سے بگڑا ہوا تھا۔ کومل کو لگا تھا، کسی نے بھرے بازار میں اس کے منہ پر کس کر طمانچہ مار دیا ہو۔

"تمہیں ہوش ہے کہ تم کیا کہہ رہے ہو، اسفند منصور؟...... کچھ خبر ہے کہ کہاں کھڑے ہو؟ تمہیں اس طرح یہاں آنے کی اجازت کس نے دی ہے؟" کومل بھی اپنی سیٹ سے کھڑی ہو گئی تھی۔ نبیل حیران پریشان سا کھڑا رہ گیا تھا۔

"اجازت؟...... مجھے یہاں آنے کے لئے کسی کی اجازت کی ضرورت ہے؟ تمہیں آئینہ دکھانے کے لئے میں کہیں بھی آ کھڑا ہو سکتا ہوں۔"

"شٹ اپ اینڈ گیٹ آؤٹ فرام ہیئر۔" کومل اس کے انداز پر یک دم برانگیختہ ہو گئی۔ یقیناً اس کی برداشت سے بڑھ کر تھا اسفند کا رویہ اور باتیں۔ اسفند منصور اپنی جگہ سے ایک انچ بھی نہیں ہلا تھا۔ یقیناً شمعون نے اپنے سیل فون سے اپنے چاچو کو بھی اپنے اکیلے ہونے کا پتہ دے کر اور اپنی بیماری کا بتا کر شدید پریشان کیا تھا۔

"میں کہتی ہوں، اسفند منصور! تم آرام سے یہاں سے چلے جاؤ۔ فضول میں یہاں تماشہ بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور ایک بات یاد رکھو، دوسروں کو آئینہ دکھانے والوں کو کبھی کبھی وہی آئینہ اپنی بدصورتی بھی دکھا دیتا ہے۔ ناؤ یُو گو فرام ہیئر۔ ورنہ پھر مجھے پاپا کو فون کرنا پڑے گا۔"

"آف کورس...... کال ہم...... وہ بھی تو آ کر تمہارا اصل روپ دیکھیں۔ شمعون سے محبت و لگاوٹ کا نقاب جو تم نے اوڑھ رکھا تھا، اب اس کے بغیر تمہیں دیکھیں گے تو یقیناً تمہاری اصلیت جان جائیں گے۔"

"آؤ نبیل! ہم چلتے ہیں۔ یہ شخص پاگل ہو گیا ہے۔ اس کا پاگل پن جھیلوں گی تو اپنے بیٹے تک پہنچ نہ پاؤں گی۔" کومل نے لمحے کے ہزارویں حصے میں جیسے خود کو سنبھال لیا۔ یقیناً وہ اسی مقصد سے آیا تھا کہ کومل طیش میں آ کر خود اپنا تماشہ بنوا لے۔ مصلحت کا تقاضا تھا کہ وہ خاموشی سے وہاں سے نکل جائے۔ نبیل کو اس نے پہلے ہی خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا۔ اپنا بیگ اٹھا کر وہ اسفند کو نظر انداز کر کے باہر نکلتی چلی گئی۔



کچھ دیر بعد نبیل اُسے ایئرپورٹ ڈراپ کرنے جا رہا تھا۔

"میں حیران ہوں مادام!...... ایسے ویل ایجوکیٹڈ لوگ بھی اس قسم کی ذہنیت کے مالک ہو سکتے ہیں؟ کبھی کسی سے سنا تھا کہ شوہر کے بعد سسرالیوں کا رویہ اپنی بہو سے بدل جاتا ہے۔

وہ بھی یقیناً لوئر کلاسز میں ایسا ہوتا ہوگا۔ اس طرح ہم لوگوں میں تو اس قسم کے ایشو نہیں اٹھائے جاتے کہ کوئی خاتون بیوگی کے بعد آسانی و مرضی سے جی بھی نہیں سکتی۔'' نبیل کا حساس دل بری طرح دُکھ رہا تھا۔

کومل کو جس پرواز سے سیٹ ملی تھی، اس کے جانے میں ابھی ایک گھنٹہ تھا۔ سو وہ اپنے مختصر سامان کے ساتھ ڈیپارچر لاؤنج میں نبیل کے ساتھ بیٹھی تھی۔ مون کا فون وقفے وقفے سے آ رہا تھا اور وہ بھی تھوڑی تھوڑی دیر بعد اسے تسلی دے رہی تھی۔

''کیا کہہ سکتی ہوں میں، سوائے اس کے کہ یہ میرا نصیب ہے کہ میرا شوہر نہیں رہا اور دنیا کو مجھ پر اپنا ظرف آزمانے کا موقع مل گیا۔'' کومل اس وقت جیسے اندر سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو رہی تھی۔ اسفند کا سارا عمل بار بار اس کے لاشعور میں کسی فلم کی طرح چل رہا تھا۔

''نصیب سے زیادہ تو مجھے آپ کا قصور لگتا ہے، مادام!...... یہ دنیا گرنے والے کو اٹھاتی نہیں بلکہ مزید اپنے پاؤں تلے روندتی چلی جاتی ہے۔ آپ بھی تو اس دنیا کے آگے اس قدر جھک گئی ہیں کہ آپ کے اردگرد کھڑے لوگ خود کو خدا سمجھنے لگے ہیں۔ کیوں یہ لوگ آپ کو ملامت کرتے ہیں؟ آپ کے کس فعل کی سزا دینا چاہتے ہیں آپ کو؟ آپ کا جرم کیا ہے؟...... صرف یہ کہ آپ نے ان کی کسی خواہش پر سرنگوں نہیں کیا ہوگا۔ یا پھر آپ نے مسلسل جھکے رہنے کے عمل سے تھکن محسوس کر کے سر اٹھانے کی غلطی کر دی ہے؟ تبھی یہ چلا اٹھے ہیں۔'' نبیل کا لہجہ دکھ و غم سے نہ صرف بوجھل تھا بلکہ سلگ بھی رہا تھا۔ اس کی آواز بے شک دھیمی تھی، مگر اس دھیمے پن میں بھی جو گونج تھی، وہ کومل کے احساسات کو جھنجوڑ رہی تھی۔ بعد موت کے کوئی ہمدرد و غم گسار اس گہرائی سے اس کے درد کو محسوس کر کے اپنی زباں دے رہا تھا۔ کومل، نبیل کو یک ٹک دیکھے گئی۔ پھر اس نے خود کو سنبھال کر ہلکی مسکراہٹ لبوں پر سجاتے ہوئے اسے جیسے اس اثر سے نکالنے کی کوشش کی۔

''اسٹوپڈ! تم کیوں پریشان ہو رہے ہو؟...... مجھ جیسی خواتین عادی ہو جاتی ہیں، دنیا اور اِن لاز کے بی ہیویئر فیس کرنے کی۔ یقیناً مون نے فون کر کے اسے پریشان کیا تھا۔ تم نے سنا نہیں، ساری رات اس نے اپنی ٹیچر کو اپنے آپ سے ملنے نہیں دیا۔ مجھے اندازہ ہی نہیں تھا کہ مون اپنے سکول فیلوز کے ساتھ جا کر بھی لونلی فیل کرے گا۔''

''آپ اب اس شخص کو ڈیفنڈ نہ کریں۔ وہ کیا کہہ رہا تھا اور کیا کہنا چاہتا تھا، آپ اچھی طرح جانتی ہیں۔ میری ذات آپ کے کردار پر سوال بن جائے، یہ مجھ سے برداشت نہیں ہو گا۔ یُو نو، میری فیلنگز آپ کے لئے کیا ہیں۔ میں آپ کی ریسپیکٹ کرتا ہوں اور چاہتا ہوں، ساری دنیا آپ کو عزت کی نگاہ سے دیکھے۔ اگر اُس نے آئندہ میرے اور آپ کے بارے میں کچھ کہا تو...... رئیلی میں اُس کا وہ حشر کروں گا کہ......''

نبیل کے احساسات چیخ گئے تھے۔ اس کے گلے میں دُکھ سے چبھن سی ہونے لگی تھی، تبھی

وہ تکلیف میں تھا۔

''جسٹ ریلیکس نبیل! تم تو ابھی سے گھبرا گئے ہو، میرے بھائی! دنیا نے تو ابھی پتھر اُٹھائے ہیں، مارے نہیں۔ ویل، ڈونٹ وری۔ میں نے اس کا حل نکال لیا ہے۔ میں آ کر تم سے ڈسکس کروں گی۔ ابھی فلائٹ کے بارے میں اناؤنس منٹ ہو رہی ہے۔ میں چلتی ہوں۔ پہنچ کر اطلاع دوں گی۔ او کے، ٹیک کیئر۔''



''مما! آپ پتہ تو کروائیں۔ بھائی نے کس کو پسند کیا ہے؟...... کون ہے؟...... کیسی ہے؟...... فیملی بیک گراؤنڈ کیسا ہے؟''

تانیہ بہت دنوں بلکہ کئی ہفتوں بعد منصور ہاؤس رہنے کے لئے آئی تھی۔ جب سے ''امید'' سے ہوئی تھی، اس نے اِدھر اُدھر آنا جانا کم کر دیا تھا۔ اس بار بھی صوفیہ نے اصرار کر کے رہنے کے لئے بلایا تھا، تاکہ اسفند کی پسند کے بارے میں اسے بتا سکیں۔

''وہ لڑکا اپنے کسی ارادے کی ہوا بھی لگنے دیتا ہے؟ اور پھر ایسا پکا گھنا ہے کہ ''کسی'' کو لے کر کہیں آتا جاتا بھی تو دکھائی نہیں دیا۔ سچ مانو، میں تو بے حد پریشان ہوں۔ پتہ نہیں، کس دنیا میں رہتی ہے اس کی پسند، جو کسی کو بھی دکھائی نہیں دی۔ مگر اعلان اس نے سب کے سامنے کیا تھا کہ وہ کسی کو پسند کرتا ہے اور اسے ہی اپنائے گا۔''

صوفیہ، بیٹی سے حالِ دل کہتے ہوئے اپنی بے بسی بھی ظاہر کر رہی تھیں۔

''مما! اگر بھائی کی ایکٹویٹیز میں کوئی فرق نہیں پڑا تو پھر انہوں نے آپ سب سے مذاق کیا ہوگا۔ یا پھر ان کی پسند وہیں یو۔کے میں ہی ہوگی۔ تبھی کسی کی نگاہ میں ہے نہ گرفت میں۔'' تانیہ نے اپنے سامنے پڑی پلیٹ میں سے سیب کی قاشیں اٹھا کر ہاتھ میں لیں۔ صوفیہ بیٹی کے لئے سیب خود چھیل رہی تھیں۔ نانی بننے کا احساس کافی دل نشین محسوس ہوتا تھا۔ پھر انہیں تانیہ سے محبت بھی بے حد تھی۔

''تم اپنے بھائی سے واقف نہیں ہو؟ مذاق وذاق تو اس نے ہرگز نہیں کیا تھا۔ واضح طور پر مجھے آگاہ کیا تھا کہ میں اس کے لئے کسی لڑکی کو نہ دیکھوں۔ بہرحال تم ذرا پوچھو۔ شاید تمہیں بتا دے۔''

''مجھے؟...... امپاسیبل مما!...... مجھے کیوں بتائیں گے؟ آپ ثانی سے کہتیں، اُس سے کافی فرینک ہیں سنی بھائی۔''

''وہ لڑکی تو میرے کہنے کی نہیں رہی۔ تمہارے باپ اور ان کی لاڈلی بہو نے سر چڑھا رکھا ہے اسے۔ میرے ساتھ بھی اُلجھنے لگی ہے، اس بدبخت کی خاطر۔ نہ جانے کس جرم کی سزا ملی ہے جو...... کاش! میرے بیٹے کے بجائے وہ مر جاتی تو میری جان تو چھوٹ جاتی۔''

''تاکہ آپ شافند بھائی کی ایک اور شادی کر دیتیں اور وہ آپ کے بیٹے کو لے کر اُڑن

چھو ہو جاتی اور آپ مون کو سنبھالنے میں ہلکان رہتیں۔'' ثانیہ اپنے کمرے سے نکل کر آئی تھی۔ لاؤنج میں انہیں بیٹھا دیکھ کر انہی میں چلی آئی۔ ماں کی بات کا جواب مذاق بھرے لہجے میں دیا تھا۔ مگر انہیں اس کا لہجہ بالکل پسند نہ آیا۔

''ثانیہ! تم مما کو تنگ کیوں کرتی ہو؟...... یہ کیا طریقہ ہے بات کرنے کا؟'' تانیہ نے اپنے بڑے پن کا فائدہ اٹھانا چاہا۔

''میں نے کیا کہا؟ میں تو ایسے ہی مما کی بات سن کر سوچ رہی تھی۔ جسٹ امیجن، کومل بھابی نہ ہوتیں تو مما، شافی بھائی کی ایک اور شادی کرتیں ناں۔ مما انہیں تنہا تو نہیں رہنے دیتیں نا۔ لیکن اس بات کی گارنٹی تو نہیں ہوتی نا کہ بھائی کی تیسری شادی جس سے ہوتی، وہ کومل بھابی کی طرح مون کو بھی ایکسپٹ کرتی۔ نہ صرف ایکسپٹ کرتی بلکہ اس کے لئے ماں بن جاتی۔ ایسی کسی صورت میں پھر مما ہی مون کو سنبھالتیں۔'' ثانیہ، بہن کے قریب بیٹھ کر سیب کی پاش اٹھا کر کھانے لگی۔

''ہاں، ہاں...... سنبھال لیتی۔ اس چڑیل سے جان چھوٹ جاتی۔ ایک لمحے کا سکون باقی نہیں رہا میری زندگی میں۔ میری اولاد کو میرے خلاف چھوڑ کر خود وہاں عیش اُڑا رہی ہے۔'' صوفیہ پھر سے بھڑک اُٹھیں۔

''عیش؟...... جا کر دیکھیں، آپ کے پوتے نے اُنگلیوں پر نچا رکھا ہے انہیں۔ سکول کے ساتھ وزٹ پر گیا تھا نا، اسی دن ہی ہنگامہ کھڑا کر دیا۔ سکول والوں نے وارننگ دے کر انہیں بلایا ہے۔ اُلٹے پیروں بھاگی ہیں وہ اس کے پاس۔ اور اسفند بھائی...... انہوں نے ان کے آفس جا کر وہ تماشہ کیا ہے کہ...... آپ لوگ کومل بھابی کو کس بات کی سزا دے رہے ہیں؟ نہ انہیں جینے دیتے ہیں اور نہ ہی سمت بدلنے دیتے ہیں۔ میں ان کی جگہ ہوتی نا تو......'' ثانیہ کو اس بارے میں نبیل نے فون کر کے بتایا تھا۔ کومل سے اس کا رابطہ نہیں ہو رہا تھا، اس لئے اس نے نبیل کو میسج کر کے پوچھا تھا اور اس نے ساری بات اسے بتا دی تھی۔

''تو...... تو کیا کرتیں؟'' صوفیہ کو اس کی حمایت ایک آنکھ نہیں بھا رہی تھی۔

''وہ کرتی جو کبھی کسی نے سوچا بھی نہیں ہو گا۔ بہوؤں کے حقوق سلب کرنے والوں کو وہ سبق دیتی کہ سبھی یاد کرتے۔''

''دیکھا تانیہ! اس کے لئے یہ اپنی ماں کے خلاف بول رہی ہے۔ اسے سمجھا لو، ورنہ میں اس کا بہت برا حشر کروں گی۔'' صوفیہ کا پارہ چڑھنے لگا تھا۔ ثانیہ خود بھی اندر سے منتشر ہو رہی تھی۔ کومل پر اسے ترس آنے لگا تھا۔

''ثانی!...... تم ابھی یہاں سے جاؤ۔ چار دن کے لئے آئی ہوں اور یہاں ایسی ٹینشن ہے کہ ابھی سے دل اوب گیا ہے۔ کیا ہم لوگ اس عورت کا ذکر چھوڑ نہیں سکتے؟'' تانیہ نے بے حد اُکتا کر ثانیہ کو مخاطب کیا۔ صوفیہ کو بھی بیٹی کی بدلی ہوئی حالت کا خیال آیا۔ فوراً ہی اس

کی دل جوئی کو بولیں۔

''تم کیوں ٹینشن لے رہی ہو؟ ٹھیک ہے، اب ہم اس کا ذکر نہیں کریں گے۔ ثانی! ولایت سے کہو کہ تانیہ کے لئے گریپ جوس بنا کر بھیجے۔'' صوفیہ نے دانستہ اپنا لہجہ نرم بنایا۔

ثانیہ فوراً ہی اٹھ کر چلی گئی۔



''مونو! آئی کانٹ بلیو اِٹ کہ تم نے اپنی ٹیچرز اور سکول سٹاف کو اس قدر تنگ کیا ہے۔ تم سے میں نے پہلے ہی پوچھا تھا کہ تم اپنے سکول کے ساتھ جانا چاہتے ہو یا نہیں؟ اس وقت تم اس قدر ایکسائیٹڈ تھے۔''

''ماما! آئی رئیلی مس یُو...... آئی ایم ناٹ فیلنگ بیٹر۔ مجھے آپ کے بنا کچھ اچھا نہیں لگ رہا تھا۔'' وہ بخار میں جل رہا تھا۔ اسے دیکھتے ہی جیسے اس کی جان میں جان آئی تھی۔ اب اس سے لپٹ کر رو رہا تھا۔ کومل اسے محبت سے لپٹائے کبھی چوم رہی تھی، کبھی مصنوعی غصے سے ڈپٹ دیتی تھی۔

''تم تو کہتے ہو کہ تم اب بڑے ہو گئے ہو، تمہیں کسی سے ڈر نہیں لگتا۔ تم اس طرح بی ہیو کرو گے تو آگے جا کر کیا کرو گے؟''

''ماما! آپ کے ساتھ مجھے کسی سے ڈر نہیں لگتا۔ پلیز ماما! مجھے صرف آپ کے ساتھ رہنا ہے۔ آپ مجھے ہوٹل لے چلیں اپنے ساتھ۔'' مون کا وہی ضدی پن عود کر آیا تھا۔

''اور یہاں کیمپ میں جو کچھ سیکھنے کا موقع ملے گا، وہ مس کر دو گے؟...... یہاں جن گیمز میں پارٹی سپیشن کے لئے آئے ہو، وہ بھی مس کر دو گے؟''

''یس...... مجھے بس اپنی ماما کے ساتھ رہنا ہے۔''

''اسٹوپڈ! اس طرح تم بریلیئنٹ اسٹوڈنٹ نہیں بن سکو گے۔ ہر وقت ماماز بوائے بنو گے تو سبھی تم پر ہنسیں گے۔'' کومل نے اسے ہلکے سے ڈپٹا۔

''ماما! آئی ڈونٹ کیئر اینی باڈی۔'' وہ اس سے اس طرح لپٹ گیا جیسے اس میں چھپ جانا چاہتا ہو۔

''مائی سویٹ ہارٹ! تمہیں کیئر کرنی پڑے گی۔ تمہیں اپنی ماما کو خوش دیکھنا ہے نا تو تمہیں بہت بہت زیادہ پڑھنا ہے۔ یہ بزنس تمہیں سنبھالنا ہے میری جان!''

''ماما! پھر آپ یہاں رہیں میرے ساتھ...... اور بچوں کی ماما بھی تو آئی ہیں۔ رئیلی، مجھے کل رات کو بہت ڈر لگا تھا۔ مجھے نائٹ میرز بھی تنگ کر رہے تھے۔ آئی فیل دیٹ ماما! کہ مجھے کسی نے ماؤنٹین (پہاڑ) سے نیچے پھینک دیا ہے اور میں بہت نیچے گر گیا ہوں...... آپ بھی مجھے نہیں سن رہیں اور......''

''اوہ، میرا بچہ!...... ڈونٹ افریڈ سویٹ ہارٹ!...... میں تمہیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔

ایک دو دن یہاں رہ کر ہم واپس چلتے ہیں۔ پھر ہم مل کر دبئی جانے کی تیاری کریں گے، اوکے؟'' کومل نے اس کا خوف محسوس کر کے اسے تسلی دی۔ ویسے بھی وہ سوچ رہی تھی، اب اسے باہر ہی سیٹل ہونا تھا تو مون کا اسکول کی ان ایکٹویٹیز میں پڑنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ اپنے بیٹے کی خوشی سے زیادہ تو اسے کچھ بھی نہیں چاہئے تھا۔



''تم........ مجھے اس موقع پر یہ بتا رہی ہو........ آر یُو سیریس؟''

روشنی اپنی شادی کا کارڈ لے کر آئی تھی۔ اس کا ناکح بقول اُس کے بڑی مشکل سے قابو آیا تھا، اس لئے پندرہ دن بعد اس کی شادی کا دن مقرر ہوا تھا۔ اور کومل نے اسے اطلاع دی تھی کہ اگلے دس دن میں دبئی وزٹ کے لئے جا رہی ہے۔ اس کا ارادہ وہاں لمبے عرصے کے لئے رہنے کا تھا۔

''روشنی! میں نے تمہیں بتایا تو تھا........ وہ شخص اب میرے لئے ناقابلِ برداشت ہو گیا ہے۔ نبیل کے سامنے اس نے میری جیسے انسلٹ کی ہے، وہ میں بیان نہیں کر سکتی۔ مون کے لئے بھی اب یہاں رہنا مناسب نہیں رہا۔'' کومل نے اسی ملال کے ساتھ وضاحت دی۔ روشنی نے اسے گہری نظروں سے دیکھا۔ اس وقت وہ دونوں کومل کے کمرے میں بیٹھی تھیں اور مون اپنے گیمز روم میں مصروف تھا۔

''تم اس شخص سے فرار چاہ رہی ہو؟ وہ تو وہاں بھی تمہارے پیچھے پہنچ سکتا ہے۔ اپنے بھتیجے پر استحقاق جماتا وہ تمہیں وہاں بھی جا کر رسوا کر سکتا ہے۔ تم مسئلے کا کوئی حل نکالو۔ اس طرح یہاں سے ایک دم اٹھ کر چل دینا میرے نزدیک عقل مندی نہیں ہے۔'' روشنی نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

''حل ہی تو نکالا ہے۔ ویسے بھی مون کے موجودہ بی ہیویئر کو دیکھ کر میں نے یہی مناسب سمجھا ہے۔ دیکھو روشنی! وہ جس طرح مجھ سے اٹیچڈ ہے، اُس کی اس قدر انوالومنٹ اسی کے لئے نقصان دہ ثابت ہو رہی ہے۔ وہ ایک رات، ایک دن بھی میرے بنا رہ نہیں پایا۔ میرے لئے یہ فکر کی بات ہے۔ آئندہ چند سالوں میں مجھے اُسے ہائر اسٹڈی کے لئے بھیجنا ہی ہے۔ وہاں شفٹ ہونے کے پیچھے اصل محرک تو مون کی برین واشنگ ہی ہے۔ میں اُسے مینٹلی Prepare کرنا چاہ رہی ہوں کہ مجھے بزنس کے لئے اپنا گھر چھوڑنا پڑ رہا ہے، اسے بھی کبھی اپنی اسٹڈی کے لئے مجھے چھوڑنا پڑ سکتا ہے۔'' کومل نے اس کے سامنے چائے بنا کر رکھتے ہوئے اپنا نقطہ نظر پیش کیا۔

''وقت کے ساتھ ساتھ تو وہ Prepare ہو ہی جائے گا، خواہ وہ کہیں بھی رہے۔ اس لئے ضروری نہیں ہے کہ تم اسے لے کر وطن بدر ہو جاؤ۔ یار! تم یہ کیوں بھول رہی ہو کہ وہ تم سے جتنا اٹیچڈ ہے، اپنے ددھیال سے بھی اس کی انوالومنٹ کم نہیں ہے۔ کسی نہ کسی طرح وہ

انہیں بھی اپنے قریب ہی رکھے گا اور اسے تم روکنے پر اختیار نہیں رکھتی ہو۔ پھر اس طرح وہاں شفٹنگ کا Decision تمہاری مشکلات بڑھائے گا اور کسی کو کچھ فرق نہیں پڑے گا۔''

روشنی اپنی جگہ درست تھی۔ کومل جانتی تھی۔ یہ باتیں اس کی سمجھ میں بھی آتی تھیں۔ مگر اسفند منصور کے ہتک آمیز رویئے اب اُسے چین نہیں لینے دیتے تھے۔ صوفیہ منصور کی مسلسل خفگی نے اسے اندر سے توڑ پھوڑ دیا تھا۔

''پھر میں کیا کروں؟........ وہ شخص اور اس کی ماں نہ صرف لوگوں کے سامنے میرا امیج بگاڑ رہے ہیں بلکہ مجھے اندیشہ ہے، اب وہ مون کو بھی حقیقتوں کی آگ میں جھلسانے کے درپے ہیں۔ ایک بار تو میں نے اسے ساری حقیقتیں جھٹلا کر بہلا لیا ہے، مگر ان لوگوں کی مسلسل تکرار سے آخر تو وہ متاثر ہو ہی جائے گا۔ پھر بتاؤ روشنی! میں کیسے سنبھالوں گی اسے ٹوٹنے سے؟........ اُس کی شخصیت بگڑنے سے بچانے کے لئے اس کے سوا میرے پاس کیا راستہ ہے؟''

''راستے تو بہت ہیں مگر تم......'' روشنی نے اس کی ناراضگی کے ڈر سے بات ادھوری چھوڑ کر چائے کا کپ اٹھا لیا۔

''مگر کیا؟........ روشنی! تم مجھ سے کھل کر کہو۔''

''تم کوئی درمیانی راہ کیوں نہیں اختیار کر لیتیں؟'' روشنی نے اس کے پوچھنے پر دھیمے لہجے میں کہا۔

''مثلاً؟'' کومل نے جان بوجھ کر بے خبری سے پوچھا۔

''دیکھو کومل! تم مجھے غلط مت سمجھنا۔ میں تمہاری مخلص دوست ہوں، اسی لئے مجھے تمہاری مشکلات دیکھ کر دکھ ہوتا ہے۔ میں سچے دل سے چاہتی ہوں کہ تم حالات کے بھنور سے نکل آؤ۔ زندگی پر تمہارا بھی حق ہے یا نہیں؟ اس طرح ساری عمر کیسے گزارو گی؟ ایک ساتھی، ایک ہمدرد ہر انسان کی ضرورت ہے۔ خصوصاً ایک عورت کو تو اس لئے بھی کوئی ہم سفر چاہئے ہوتا ہے کیونکہ ہمارا معاشرہ تنہا اکیلی عورت کو جینے کا حق نہیں دیتا۔ تمہاری لاکھ قربانیوں کے باوجود تمہارا ہر صحیح عمل بھی قابلِ گرفت بن جاتا ہے۔ تم اچھی طرح جانتی ہو، کیوں؟ پھر بھی تم حقیقت سے نظریں چرا رہی ہو۔ آخر مون بھی کب تک تمہارا سہارا بنے گا؟ ایک دن........''

''مجھے اپنی تربیت پر اعتبار ہے روشنی!........ میرے لئے مون کے علاوہ جینے کا کوئی مقصد نہیں ہے۔ میں اس مقام پر اپنے لئے کوئی راہ چن کر دنیا کو یہ کہنے پر مجبور کر دوں کہ آخر میں سوتیلی ہی ہوں۔''

''وقت کتنا بھی گزر جائے، یہ حقیقت پھر بھی قائم رہے گی۔ ٹھیک ہے، تم میری بات سمجھنا نہیں چاہتیں تو میں تم سے بحث نہیں کروں گی۔ فقط اتنا کہوں گی کہ اپنے بارے میں بھی ضرور سوچو........ یہ وقت واپس نہیں آ سکے گا۔ بعد میں تم........''

"پلیز، چینج دِس ٹاپک........تم اپنا کارڈ دکھاؤ۔ کب کی ڈیٹ ہے؟ میں ایک وِیک کے بعد واپس آ جاؤں گی، پھر چلی جاؤں گی۔ ایکچولی مون سے بھی پرامس ہے تو پلیز ڈونٹ مائنڈ........ڈونٹ وری۔ میں تمہاری شادی کے ہر فنکشن میں پارٹی سپیٹ کروں گی۔ آخر ایک ہی تو بہن ہوں تمہاری۔" کومل نے موضوع بدل کر اپنا اور اس کا موڈ بھی بدلنا چاہا۔

"وہ تو تمہیں آنا پڑے گا۔ ورنہ میں ساری زندگی تم سے بات نہیں کروں گی۔" روشنی نے اسے مصنوعی خفگی سے گھورا۔

"آئی نو........جانتی ہوں تمہاری ناراضگی۔ تمہیں وہاں سے کچھ منگوانا ہوگا تو لسٹ دے دینا۔ میں لے آؤں گی۔ اور سنو، تمہارا ویڈنگ ڈریس بھی میری طرف سے ہوگا۔ ابھی میرے ساتھ چلو۔ جو بھی پسند ہو، اٹھالو۔ اتنے کم وقت میں اسپیشلی بنوانا بہت مشکل ہوگا۔" کومل نے خود کو مکمل طور پر اس اثر سے نکالا۔

"مجھے پہلے ہی پتہ تھا، میری دفعہ تم ایسے ہی ٹرخاؤ گی۔"

"یار! ٹائم بھی تو دیکھو کتنا کم ہے۔ اچھا چلو تو........کچھ پسند نہ آیا تو اسپیشلی ارجنٹ بنوا بھی دوں گی۔" کومل نے اسے اُٹھنے کا اشارہ دیا۔ تبھی مون دروازہ کھول کر اندر چلا آیا۔

"ماما! چاچو آئے ہیں۔ وہ مجھے اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں۔ میں چلا جاؤں؟" مون کا اپنائیت سے لبریز لہجہ اُس کی سعادت مندی کا ثبوت بھی تھا۔

"کہاں لے جانا چاہتے ہیں؟ تم نے کوئی فرمائش کی ہوگی۔"

"نو مام! رئیلی انہوں نے مجھے خود کہا ہے کہ آؤ یار! کہیں گھومنے چلتے ہیں۔" مون نے سنجیدگی سے صفائی دی۔

"تم جانا چاہتے ہو؟" کومل نے سرسری طور پر پوچھا۔

"آپ کہیں گی تو نہیں جاؤں گا۔" روشنی نے اسے محبت سے دیکھا۔ آنکھوں میں تحسین تھی۔

"میں کیوں کہوں گی کہ نہ جاؤ۔ مگر میں بھی تمہاری روشنی خالہ کے ساتھ ڈنر کے لئے جا رہی ہوں۔ پھر نہ کہنا، میں نے تمہیں نہیں بتایا تھا۔"

"آپ بھی جا رہی ہیں؟........پھر میں چاچو کو منع کر دوں؟" مون کے لئے ماں کے ساتھ وقت گزارنا زیادہ اہم تھا، اس لئے جلدی سے بولا۔

"ہرگز نہیں۔ وہ سمجھیں گے، میں نے تمہیں منع کیا ہے۔ تم ان کے ساتھ جاؤ اور جب گھر واپس آنا ہوگا، مجھے بتا دینا۔ میں تمہیں وہیں سے پک کرلوں گی، جہاں تم ہو گے۔ اوکے؟"

"یس۔"

"دیکھو، تبسم (نئی ملازمہ) ہے یا چلی گئی ہے؟ اس نے تمہارے چاچو کو چائے کافی دی ہے یا نہیں؟"

"ماما! میں نے چاچو سے پوچھا تھا۔ انہوں نے منع کر دیا ہے۔ اور تبسم ابھی ہے۔ وہ کچن کا کام کر رہی ہے۔"

"اوکے........تم جاؤ۔ لیکن ایسا نہ ہو، تم ادھر منصور ہاؤس چلے جاؤ۔ واپس آ جانا، اوکے؟" کومل نے بڑھ کر اُسے خود سے لپٹا کر چوما۔ روشنی کے لئے دونوں کی محبت کا نظارہ نیا نہیں تھا، مگر آج اُسے ایک نیا احساس ہو رہا تھا، جسے وہ بیان نہیں کر سکتی تھی۔



"صوفیہ! کومل کتنے دن سے ادھر نہیں آئی۔ تم نے اسے بلوا ہی لینا تھا۔ آج ویک اینڈ ہے، سبھی گھر میں ہیں۔ وہ دونوں بچے بھی آجاتے تو رونق بڑھ جاتی۔" منصور احمد بھی آج بہت دنوں بعد سب کے ساتھ رات کے کھانے پر موجود تھے۔ ثانیہ تو یہاں پہلے سے ہی تھی، آج شارم کو بھی صوفیہ نے مدعو کیا تھا۔ اسفند بھی کچھ دیر پہلے آچکا تھا۔ صوفیہ کو داماد کے سامنے شوہر کا بہو کے لئے انہیں ٹوکنا اچھا نہیں لگا۔ قدرے ناگواری سے بولیں۔

"کیا اس کو یہاں آنے کے لئے ہر بار انویٹیشن دینا پڑے گا؟ بقول آپ کے یہ اس کا بھی گھر ہے تو وہ خود بھی آسکتی ہے۔"

"یہ اس کا گھر ہوتا تو وہ واقعی یہاں موجود ہوتی۔ تم نے اسے ہمیشہ غیروں کی طرح ٹریٹ کیا ہے۔ چلو، وہ تمہارے لئے غیر سہی، مگر مون تو غیر نہیں۔ تمہارے بیٹے کی اولاد ہے۔ پچھلے دنوں وہ بیمار تھا، تم اسے پوچھنے بھی نہیں گئیں۔" منصور احمد کی سنجیدگی میں خفگی بھری ہوئی تھی۔

ثانیہ شوہر کی موجودگی میں والدین کی تکرار پر جزبز ہو رہی تھی۔ کومل کے لئے شارم کے گھر والے اپنے دل میں جس قدر عزت و احترام رکھتے تھے، یہ وہی جانتی تھی۔ ماں کا تلخ رویہ اُسے شارم کی نظروں میں شرمندہ کر رہا تھا۔

"مون کی بیماری کی ہمیں اطلاع ہی کب تھی۔ اور وہ سکول کے ساتھ جا کر اسلام آباد میں بیمار ہو گیا تھا۔ آپ کی بہو چلی گئی تھی، اسے ٹھیک کر کے ہی لائی ہو گی۔" صوفیہ نے بظاہر مصالحانہ لہجہ اختیار کیا مگر ان کے چہرے کے تاثرات لہجے کا ساتھ نہیں دے رہے تھے۔ شارم کے ساتھ اسفند نے بھی ان کے چہرے پر نگاہ ڈالی۔

"وہ تو ماں تھی، اسے تو جانا ہی تھا۔ تمہارا کوئی فرض نہیں ہے اپنے پوتے کے لئے؟ پہلے تو تم بہت حق جتاتی تھیں، اب کیا ہوا؟"

"کیا میں اور کیا میرا حق؟...... آپ کی بہو میرا کوئی حق مانتی ہے؟...... پہلے تو بیٹا چھینا تھا اور اب پوتے کو بھی صرف......"

"مما! بریانی ٹھنڈی ہو گئی ہے۔ ذرا گرم منگوا دیں۔" ثانیہ نے جان بوجھ کر انہیں درمیان میں ٹوکا۔ ثانیہ کی طرف توجہ دینے پر جیسے انہیں احساس ہوا کہ اس وقت ان کا داماد بھی موجود

ہے۔ نہ جانے کیوں، کومل کے ذکر پر ان کے احساسات صرف اسی پر مرکوز ہو جاتے تھے اور وہ اردگرد سے بے گانہ ہو جاتی تھیں۔ انہوں نے خود کو سنبھالتے ہوئے ولایت کو آواز دی۔ جبکہ اسی لمحے مون تقریباً بھاگتا ہوا ڈائننگ روم میں داخل ہوا۔

"السلام علیکم ایوری ون۔" مون کے لہجے میں عجیب سی کھنک اور خوشی شامل تھی۔ اس کا چہرہ تمتما رہا تھا۔ صوفیہ منصور کے چہرے پر عجیب سا رنگ آٹھہرا تھا۔ کچھ لمحے پہلے ہوئی تکرار کے بعد کومل کو دیکھنا اور جھیلنا خاصا دشوار تھا۔

"لیجئے، آگئی ہے آپ کی لاڈلی...... بڑھ گئی ہے رونق۔"

صوفیہ کے سپاٹ لہجے میں بھی جو کاٹ تھی، وہ منصور کے علاوہ ثانیہ بھی محسوس کر سکتی تھی۔

"وعلیکم السلام!...... اپنی ماما کے ساتھ آئے ہو؟" منصور احمد کھانا چھوڑ کر فوراً پوتے کی طرف لپکے۔

"یس۔" وہ بھی ان کے ساتھ لپٹ گیا۔

"کہاں ہے وہ؟...... بلاؤ۔"

"آرہی ہیں۔ میں تو پورچ سے بھاگ کر آیا ہوں۔ مجھے سب سے پہلے آپ کو ایک نیوز دینی ہے۔"

"کیسی نیوز؟...... اچھا آؤ، پہلے کھانا کھاتے ہیں، پھر تمہاری نیوز بھی سن لوں گا۔"

"ہم تو ڈنر کر کے آئے ہیں، انکل نبیل کے گھر سے۔" مون کی آواز سبھی کے کانوں تک جا رہی تھی۔ صوفیہ کے علاوہ اسفند کے چہرے پر بھی تناؤ سا پھیل گیا تھا۔

"اچھا، پھر آؤ ہم لاؤنج میں چل کر اپنے لعل پرنس کی نیوز سنتے ہیں۔ صوفیہ! مجھے اب بھوک نہیں ہے، سوری بچو! تم لوگ انجوائے کرو۔" وہ مون کا ہاتھ تھام کر معذرت خواہ ہوئے۔

مون نے جاتے جاتے اپنی ثانیہ پھپھو کو بھی بلا لیا۔

"ثانی پھپھو! آپ بھی جلدی آنا۔ پھر مجھ سے نہ لڑنا کہ میں نے آپ کو نہیں بتایا۔"

صوفیہ کے ساتھ اسفند اور ثانیہ بھی متجسس تھے کہ آخر وہ کیا بتانے آیا ہے۔ صوفیہ اور اسفند کے ذہنوں میں البتہ بدگمانیاں رقص کر رہی تھیں۔ دونوں کا اندازہ تھا کہ نبیل کے حوالے سے کوئی خبر ہو گی۔



"السلام علیکم پاپا!" کومل لاؤنج میں ہی بیٹھ گئی تھی۔ انہیں آتے دیکھ کر فوراً کھڑی ہو گئی۔

"وعلیکم السلام!...... بھئی کہاں غائب ہو آج کل؟ بہت مصروف ہو گئی ہو، اپنے پاپا سے بھی ملنے کی فرصت نہیں رہی۔" انہوں نے اسے شفقت سے تھپکتے ہوئے شکوہ کیا۔

"ایسی بات نہیں ہے پاپا! کہ آپ سے ملنے کی فرصت نہ ہو۔ ایکچولی ہم دونوں کی ٹائمنگ آف ورک ایک سی ہے، اس لئے کبھی کبھی آپ کو شکایت ہو جاتی ہے۔"

"میری شکایت غلط تو نہیں ہے بیٹا جان! تم پہلے بہت سا وقت ہمارے ساتھ گزارتی تھیں، مگر اب کیا تمہیں یہاں کسی سے کوئی شکایت پیدا ہو گئی ہے؟" انہوں نے کومل کو اپنے پہلو میں بٹھایا۔ مون ان کے دوسری طرف بیٹھ گیا۔

"شکایت کسی سے کیا ہو گی۔ آپ تو جانتے ہیں پاپا! بزنس پھیل رہا ہے تو مصروفیت تو بڑھنی تھی۔ آؤٹ آف کنٹری ڈیلنگ کے بعد محنت بڑھانا لازمی امر ہے۔ میں آپ سے ایک مشورے کے لئے آئی ہوں۔"

"اچھا، چلو پھر اسٹڈی میں بیٹھتے ہیں۔ ولایت سے کافی کے لئے کہہ دو۔ مون بتا رہا ہے، کھانا تو تم لوگ آذر کیانی کی طرف کھا کر آ رہے ہو۔" وہ فوراً ہی کھڑے ہو گئے۔

"ماما! پہلے دا جان کو بتا تو دیں، ہم جا رہے ہیں۔" مون ان کے اٹھتے ہی بے چینی سے اطلاع دینے لگا۔

"کہاں جا رہے ہو بھئی؟ ابھی تو آئے ہو بچو! کل سنڈے ہے، یہیں رہو۔ کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔" انہوں نے فوراً ٹوکا۔

"دا جان! ہمیں صبح تو دبئی کے لئے فلائی کرنا ہے۔ ہم تو آپ سے ملنے آئے ہیں۔ ہے نا ماما؟"

مون کی اطلاع پر منصور احمد ہی نہیں، اندر آنے والے ثانیہ، شارم، ثانیہ اور صوفیہ بھی حیران تھے۔ کومل سبھی کو بڑھ کر سلام کرنے لگی۔ اسفند ادھر نہیں آیا تھا۔

"مون صحیح کہہ رہا ہے بیٹا؟" منصور احمد نے اپنی حیرت کے ساتھ استفسار کیا۔

"جی پاپا! ہم آپ سب سے ملنے ہی آئے تھے۔ ایکچولی میری وہاں ایک بزنس میٹنگ ہے اور مون کی بھی ووکیشنز ہیں تو میں مون کو بھی ساتھ لے جا رہی ہوں۔ آٹھ، دس دن میں آ جائیں گے واپس۔"

"یہ تو اچھی بات ہے بیٹا!...... بزنس میٹنگز میں مون بھی ساتھ ساتھ رہے گا؟ شیطان بچہ تمہیں وہاں پریشان کرے گا۔ اسے یہیں چھوڑ جاؤ۔ ہم ہیں نا اس کا خیال رکھنے والے۔" منصور احمد نے پوتے کو لاڈ سے بانہوں کے گھیرے میں بھرا۔

"جی نہیں...... مجھے یہاں نہیں رہنا۔ میں ماما کے ساتھ جاؤں گا۔ ماما نے مجھ سے پرامس کیا ہے کہ وہ مجھے ساتھ لے کر جائیں گی۔ ماما! آپ مجھے ساتھ لے جائیں گی نا؟"

"آف کورس بیٹا!...... ڈونٹ وری۔ دا جان مذاق کر رہے ہیں۔" کومل نے اُسے آنکھ کے اشارے کے ساتھ نرمی سے سمجھایا۔

"تم اب ہمیں اطلاع دے رہی ہو...... مون تمہارے ساتھ جا رہا تھا تو دو چار دن پہلے اسے یہاں چھوڑ جاتیں۔ ہم اپنے بچے سے جی بھر کے مل لیتے۔" صوفیہ کا انداز خاصا روٹھا تھا۔ انہوں نے کومل کے سلام کا جواب بھی اشارے سے دیا تھا۔

"زیادہ ٹائم کے لئے تو نہیں جا رہی ہیں۔ آٹھ دس دن کا وزٹ ہو گا آپی کا۔ روشنی آپی کی شادی سے پہلے واپس آ جائیں گی۔ ڈونٹ وری آنٹی!" شارم نے ساس کے تیور دیکھ کر مداخلت کی۔ انہوں نے داماد کو دیکھا جو انہی کی طرف متوجہ تھا۔ وہ ناچار یہ کہہ کر وہاں سے چلی گئیں۔

"میں ولایت سے کافی کے لئے کہتی ہوں۔"

"ملی بھابی! یہ فاؤل ہے۔ آپ نے مجھے بھی نہیں بتایا۔ میں بھی چلتی نا آپ کے ساتھ۔ آپ دونوں وہاں کتنا انجوائے کرو گے اور میں یہاں بور ہوتی رہوں گی۔" ثانیہ اپنی شکایتیں لے کر بیٹھ گئی تھی۔ ثانیہ دل میں سوچ رہی تھی کہ اس کی مما صحیح کومل سے ناراض رہتی ہیں۔ اس کے جانے کی خبر سبھی کو تھی، سوائے اس کے گھر والوں کے۔ کومل کو وہاں سب میں بیٹھ کر منصور احمد سے بات کرنے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ ان کے ساتھ کافی پی کر وہ اُٹھ کھڑی ہوئی۔ مون خود ہی اپنے چاچو سے مل آیا تھا۔ وہ ثانیہ کے ساتھ باہر آئی تو وہ لان میں ٹہل رہا تھا۔ اسے دیکھ کر قریب آ گیا۔

"اسے آپ کہاں خوار کرنے لے جا رہی ہیں؟ اپنی انجوائے منٹ میں اسے کہیں بھول بھال جائیں گی۔ اور پھر بعد میں......"

"کیا پھر بعد میں؟...... مسٹر اسفند منصور! میں آپ سے پہلے بھی کہہ چکی ہوں، میری زندگی میں دخل دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اس کی ماں ہوں، میں اسے کہیں بھی لے جاؤں، آپ کو کیا تکلیف ہے؟"

"ہاں ہو...... مگر......"

"شٹ اپ......" کومل نے اُسے "سوتیلی" کہنے سے پہلے ہی ڈپٹ دیا۔ ثانیہ کے لئے بھائی کا رویہ حیران کن تھا۔ کومل کے ساتھ اُس کا یہ اُکھڑا ہوا لہجہ اور توہین آمیز رویہ بالکل نیا تھا۔ کم از کم ثانیہ کے لئے تو نیا ہی تھا۔

"میں پاپا سے آج تمہاری کمپلین کرنے ہی آئی تھی۔ مگر شکر کرو، آج شارم موجود تھا۔ ویل، میں آ کر ان سے اس سلسلے میں بات کروں گی کہ تم مجھ سے میرا بیٹا چھیننے کی کوشش کر چکے ہو۔ اب اگر تم نے کچھ کہا تو میں کوئی انتہائی قدم اٹھانے پر مجبور ہو جاؤں گی۔" مون کو اس نے پہلے ہی گاڑی میں بیٹھنے کے لئے بھیج دیا تھا، ورنہ اس وقت دونوں کی تلخ کلامی اس پر اثر انداز ہو سکتی تھی۔

"تم ضرور کمپلین کرو۔ میں بھی حقیقت بلکہ تمہاری اصلیت ان کے سامنے رکھ دوں گا۔ پھر دیکھتا ہوں، تم اپنے دعوؤں پر کیسے قائم رہتی ہو۔"

"سنی بھائی! آپ ملی بھابی سے کس طرح بات کر رہے ہیں؟ اور......" ثانیہ نے صدماتی اثر سے نکلتے ہوئے اسے احساس دلانے کی کوشش کی۔

"تم......تم یہاں کیا کر رہی ہو؟......دفع ہو جاؤ اندر۔" ثانیہ کی موجودگی کا احساس اسے سیخ پا کر گیا۔ اس کی دھاڑ پر وہ قدرے سہم سی گئی اور پھر نا سمجھی سے دیکھتی رہ گئی۔

"تم نے میری بات نہیں سنی؟......اندر جاؤ۔"

ثانیہ کو خود پر اس کا غصہ اتارنا تکلیف دے رہا تھا۔ وہ تقریباً دوڑتی ہوئی اندر بھاگ گئی۔ کومل بھی اسے وہیں چھوڑ کر اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گئی۔ اس شخص کی دیوانگی پر اب کوئی شبہ نہیں رہا تھا۔ ماں کے ورغلانے پر وہ اس حد تک جا سکتا تھا، وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ اپنی گاڑی اسٹارٹ کرنے سے پہلے اس نے فاصلے پر کھڑے اسفند منصور کو دیکھا جو شعلے اُگلتی نگاہوں سے اسے ہی تک رہا تھا۔



"ماما!......آپ اور چاچو پھر جھگڑا کر رہے تھے۔ کیوں؟"

گاڑی گیٹ سے نکل آئی تھی۔ فرنٹ سیٹ پر بیٹھا مون کافی سنجیدگی سے استفسار کر رہا تھا۔ کومل نے قدرے چونک کر بیٹے کو دیکھا۔

"نہ......نہیں پرنس! ہم جھگڑا نہیں کر رہے تھے۔ بس ایسے ہی بات کر رہے تھے۔" کومل کے لئے بات سنبھالنی مشکل ہو رہی تھی۔ اس کے اپنے خیالات و تاثرات مکدر ہو رہے تھے۔ اسفند منصور جیسا انسان اس قدر گھٹیا ذہنیت رکھتا ہوگا، وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔

"مگر چاچو تو غصے میں تھے اور آپ بھی شاؤٹ کر رہی تھیں۔ وائے ماما! چاچو آپ سے ایگریسولی بی ہیو کیوں کرتے ہیں؟......آئی ڈونٹ لائیک دیم۔ پلیز مام! آپ چاچو سے مت جھگڑیں۔ میں چاچو سے کہوں گا، وہ بھی میری ماما سے مت جھگڑا کریں۔" مون کی حساسیت اس کے نرم لہجے سے عیاں ہو رہی تھی۔ کومل کو احساس تھا، خون کی کشش اس بچے کو باندھ کر اپنی طرف کھینچتی ہے، تبھی وہ اپنی ماما کو سمجھا رہا تھا۔

"مون! میری جان! میں کسی سے بلاوجہ جھگڑتی نہیں ہوں۔ تمہارے چاچو کا ہی دماغ گرم ہے۔ تم کیئر نہیں کرو۔ ہمارا بزنس میٹر پر کلیش ہے۔ اس لئے وہ اُلجھتے ہیں۔ اور پھر ہم نے کسی کو اپنے دبئی جانے کے بارے میں بھی نہیں بتایا تھا نا، وہ اس لئے بھی ناراض ہیں۔" کومل نے اپنے طور پر اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ مگر وہ ہنوز اُلجھا ہوا تھا۔ وہ آج کے دور کا بچہ تھا۔ اتنی آسانی سے مطمئن نہیں ہو پاتا تھا۔

"بٹ مام! یہ تو ہمارا بزنس ہے نا۔ آپ نے مجھے بتایا تھا، یہ بزنس میرے پاپا نے اسٹارٹ کیا تھا۔ پھر چاچو کیوں آپ سے اُلجھتے ہیں؟"

"آئی ڈونٹ نو۔ اب تم یہ باتیں مت سوچو۔ بچوں کو بڑوں کے معاملات میں نہیں پڑنا چاہئے۔" کومل نے جیسے جان چھڑائی۔ مون کے سوالات کے جواب دینا آسان نہ تھا۔

"ماما! مجھے اچھا نہیں لگتا کہ آپ دونوں جھگڑیں۔ مجھے چاچو بہت اچھے لگتے ہیں مام!

بالکل پاپا کی طرح۔ مگر جب وہ آپ پر کبھی شاؤٹ کرتے ہیں تو وہ مجھے بہت برے لگتے ہیں۔ آئی ہیٹ ہم۔ پلیز مام! آپ......"

مون کی بات درمیان میں ہی رہ گئی۔ کومل نے سڑک پر ہی گاڑی روکی۔ اُسے مون کے لہجے میں جس بات کا احساس ملا تھا، وہ حیرت زدہ کر گیا تھا۔ رواں دواں سڑک پر گاڑی اس طرح روکنا مناسب تو نہیں تھا۔ کومل نے گہری سانس کھینچ کر گاڑی اسٹارٹ کی۔

"کیا ہوا مام؟......اینی پرابلم؟" مون نے گھبرا کر پوچھا۔

"نو......نو پرابلم۔" کومل نے خود کو نارمل کیا۔ "مون! لسن می......آئی نو تمہیں اپنے چاچو سے بہت محبت ہے اور ہونی بھی چاہئے۔ آفٹر آل وہ تمہارے پاپا کے بھائی ہیں۔ اُن کی ریسپکٹ کرنا بھی تم پر فرض ہے جان! مگر پلیز مون! تم ان میں اپنے پاپا کو تلاش مت کرو۔ میں تمہیں بتا چکی ہوں اور تم خود بھی سمجھتے ہو کہ پاپا کی ریپلیس منٹ کوئی نہیں کر سکتا۔ نہ تو دا جان تمہارے پاپا جیسے ہو سکتے ہیں اور نہ ہی چاچو اور نہ کوئی اور۔ اس لئے بیٹا! تم اپنے چاچو کو صرف چاچو ہی سمجھو، ان پر ڈیپینڈ مت کرو۔ نہ ہی ان سے کسی طرح کی ایکسپیکٹیشن رکھو۔ تم اپنی ماما کی بات سمجھ رہے ہو نا میری جان؟" کومل نے اپنے نرم لہجے میں مگر نرم سنجیدگی سے سمجھانے کی کوشش کی۔

"یس مام! آئی انڈر اسٹینڈ۔" اُس کی "ہاں" میں بے دلی بھی تھی اور مجبوری بھی۔

"مون! میں تمہیں اس لئے بھی کہہ رہی ہوں کہ تمہارے چاچو کی لائف الگ ہے اور ہماری الگ۔ یو نو، ابھی وہ تم سے بے حد اٹیچڈ ہیں۔ تمہارے ساتھ ٹائم سپینٹ کرتے ہیں۔ لیکن ایک دو سال میں ان کی شادی ہو جائے گی، ان کی اپنی فیملی بن جائے گی، بچے ہوں گے تو پھر وہ تمہیں اتنا ٹائم نہیں دے پائیں گے۔ اس وقت تمہیں زیادہ فیل ہوگا۔ مجھے ڈر ہے، تم ہرٹ ہو جاؤ گے۔ اس لئے پلیز، کیئرفل ہو جاؤ۔"

"ماما! چاچو کی شادی ہو جائے گی تو کیا وہ مجھ سے محبت نہیں کریں گے؟ مجھے کہیں نہیں لے کر جایا کریں گے؟ میرے ساتھ گیمز بھی نہیں کھیلیں گے؟"

"میں نے ایسا نہیں کہا سویٹ ہارٹ!......مے بی یس، مے بی ناٹ۔ ففٹی ففٹی چانس ہو سکتا ہے۔ اوکے، یہ باتیں بعد میں سوچنے کی ہیں۔ ابھی تم صرف اور صرف اپنی اسٹڈی پر کانسنٹریٹ رکھو۔ یو نو ہائر ایجوکیشن کے لئے تمہیں بہت اسٹرگل کرنا پڑے گی۔ تمہیں ابروڈ جانا ہے نا۔"

"یس مام!......پاپا بھی تو گئے تھے نا۔" مون نے اس بار دلچسپی دکھائی۔

"یس......آف کورس۔ یو نو مون! تمہارے پاپا نے تمہارے لئے پہلے سے پلاننگ کر رکھی ہے۔ وہ چاہتے تھے، تم بریلینٹ اسٹوڈنٹ ہی نہیں، نائس پرسن بھی بنو۔ وہ چاہتے تھے، تم ان کا بزنس ٹاپ پر لے جاؤ۔ تمہیں اپنے پاپا کی وِل ہمیشہ یاد رکھنی ہے اور کسی فضول بات کو

نہیں سوچنا۔ انڈر اسٹینڈ؟'' کومل نے ڈرائیو کرتے کرتے ایک ہاتھ اسٹیئرنگ سے اٹھا کر نرمی سے اس کے بال بکھیر دیئے۔

''یس مام! آپ تو میرے ساتھ رہیں گی نا ہر جگہ؟'' مون جلد ہی اس اثر سے نکل کر گرم جوشی سے بولنے لگا۔ وہ آئندہ کیا کیا کرنا چاہتا ہے، پھر سے دہرا رہا تھا۔ کومل چاہتی بھی یہی تھی کہ مون کے ذہن میں اسفند کے تلخ رویئے کا شائبہ بھی نہ رہے۔ مگر گھر پہنچتے پہنچتے ان کی باتوں کا رخ دبئی ٹور کی طرف مڑ گیا تھا۔



''تیمور! تم سچ کہہ رہے ہو؟...... بچی کیا پردیس کاٹے گی؟...... یہاں اچھا بھلا تو کاروبار چلا رہی ہے، پھر گھر گرہستی بھی جما رکھی ہے۔ باہر کیا کرے گی؟''

اماں جان نے جیسے ہی سنا تھا کہ کومل باہر کہیں سیٹل ہونے کا سوچ رہی ہے بلکہ اس ٹور کا مقصد بھی یہی تھا کہ وہ اپنے لئے وہاں کی فضا دیکھنا چاہ رہی تھی۔ کاروباری حوالے سے تو مارکیٹ میں کافی گنجائش تھی۔ لیکن اپنی ایڈجسٹمنٹ کے بارے میں وہ کچھ کانشس ہو رہی تھی۔ وہ تیمور احمد اور منصور احمد سے مشورہ کر چکی تھی۔ بزنس کے حوالے سے تو انہیں یہ ایک گولڈن چانس لگ رہا تھا۔ فیشن کی دنیا میں جو انقلاب موجودہ وقت میں آچکا تھا، اس انقلاب کو مثبت طرز دینے کے لئے ہی کومل اور اس کے ہم عصر کوشاں تھے۔

''اماں جان! وہاں بھی کاروبار کے لئے ہی رہے گی۔''

''تم مجھے پہلے بتا دیتے تو میں اسے سمجھاتی کہ اپنا گھر اپنا ہوتا ہے۔ اور تنہا عورت کے لئے تو اپنا گھر بھی کبھی کبھی محفوظ نہیں رہتا۔ پردیس تو......''

''اماں! آپ کس دور کی بات کر رہی ہیں؟ اب عورت اتنی کمزور نہیں ہے۔'' سعدیہ نے درمیان میں مداخلت کی۔

''سعدیہ! بے شک دور وہ نہیں ہے، زمانہ بھی بدل گیا ہے۔ مگر عورت تو وہی ہے نا۔ اس کی عزت ابھی بھی سیپ میں بند موتی جیسی ہے۔ ابھی بھی عورت آبگینے جیسی ہے۔ اس پر پڑی ایک خراش زمانہ برداشت نہیں کرتا۔''

''اماں جان! آپ کی بات بھی درست ہے۔ مگر اب عورت اپنی حفاظت کرنا جانتی ہے۔ ایسے ہی وہ کسی کو بھی آبگینے کو ٹھیس لگانے کی اجازت نہیں دے سکتی۔ اور پھر کومل کو ہم اتنے سالوں سے دیکھ رہے ہیں، بلکہ دوسرے لوگ تو پرکھ بھی رہے ہیں۔ وہ اپنی حیثیت و مرتبے کی حرمت کے ساتھ معاشرے میں فعال ہے۔ اتنی کم عمری کے باوجود کم از کم میں نے تو اسے بھی کسی غلط سمت قدم اٹھاتے نہیں دیکھا۔ وہ یہاں رہ کر ایسی محتاط ہے تو باہر کی دنیا میں کیسے رہنا، جینا، بسنا ہے یہ ہنر بھی اسے آتا ہوگا۔ آپ پریشان نہ ہوں۔'' سعدیہ نے اپنی جگہ سے اٹھ کر قریب بیٹھتے ہوئے تسلی دی۔

''پریشان کیسے نہ ہوں۔ اس بچی کی عمر دیکھو اور اس کی ذمہ داریاں...... کاش صوفیہ کچھ خیال کر لیتی تو کومل خود کو اس آزمائش میں کبھی نہ ڈالتی۔''

''یہ تو صحیح ہے کہ صوفیہ بھابی کے رویئے نے اسے یہ قدم اٹھانے پر مجبور کر دیا ہے۔ زیتون کی شادی میں وہ نبیل کی ماں سے اُلٹی سیدھی باتیں نہ کہتیں تو کومل شاید کبھی یہاں سے جانے کا نہ سوچتی۔ ایک طرح سے تو اس نے صحیح فیصلہ کیا ہے۔ بھابی جان کی باتیں مون پر اثر انداز ہو سکتی تھیں۔''

''بھابی جان نے مسز کیانی سے کچھ کہا تھا۔ کیا کہا تھا؟'' تیمور احمد نے بیوی کی بات سن کر قدرے چونکتے ہوئے استفسار کیا۔

''آپ نہیں جانتے ان کی ذہنیت...... کومل کے ساتھ نبیل کے میل جول کو وہ کیا رنگ دے رہی ہیں۔ سبھی پر تو عیاں ہے۔'' سعدیہ نے قدرے چوکر جواب دیا۔

''لاحول ولا قوۃ...... کومل اور...... ہرگز نہیں۔ وہ بچی اس قماش کی ہوتی تو آج اس خاندان سے وابستہ رہنے کے لئے، کچے بندھنوں کو مضبوط بنانے کے لئے کوششیں نہ کرتی۔'' تیمور احمد کا تو ایسی بات سن کر ہی موڈ خراب ہو گیا۔ بھابی کی ذہنیت اس حد تک خراب ہو گی، انہیں اندازہ نہیں تھا۔

''یہی تو قلق ہے مجھے بچے! کہ وہ ہمارے خاندان کے چراغ کو مزید روشن رکھنے کے لئے اپنا خون جلا رہی ہے اور ہم اسے بدلے میں کیا دے رہے ہیں...... آزمائشیں...... ہم نہ اُس کے ساتھ ہیں اور نہ ہی اس کے لئے احتجاج کر پاتے ہیں۔'' اماں جان کے لہجے میں کومل کے لئے دکھ ہی دکھ بول رہا تھا۔

''اماں جان! ہم اس کے ساتھ تو ہیں، مگر احتجاج کس کے خلاف کریں؟'' سعدیہ کے سوال میں جو معنی پوشیدہ تھے، وہ دونوں ہی سمجھ رہے تھے۔

''صحیح کہتی ہو۔ آہ...... احتجاج کس کے خلاف کریں؟ اپنے ہی سامنے کھڑے ہیں اور ہم خاموش تماشائی بننے پر مجبور۔ میں منصور پر حیران ہوں۔ وہ اپنے گھر کی فضا کی گھٹن کیسے برداشت کر رہا ہے۔ کومل تو تم لوگوں کے سامنے ہے نا...... مردوں کو اس سے کوئی شکایت نہیں اور......'' اماں جان کے دکھ بھرے لہجے مین بے بسی بھی تھی اور تاسف بھی۔ تیمور احمد نے فوراً ہی جواب دیا۔

''اماں جان! ہمیں اس سے کوئی شکایت کیوں ہو گی؟ اس نے آج تک موقع ہی نہیں دیا۔ بلکہ شکایت تو ہمیں خود سے پیدا ہو رہی ہے۔ ہم اپنی اپنی دنیا میں مگن ہو کر یہ بھول ہی گئے کہ اس کی عمر یہ دکھ جھیلنے کی نہیں تھی۔ اس کی جگہ پر ہماری کوئی بیٹی ہوتی تو کیا ہم اس سے جینے کا حق چھین لیتے؟ ہم اسے خوش رہنے کی اجازت ہی نہ دیتے؟ ہم میں سے کسی نے بھی نہیں سوچا کہ اکیس بائیس سال کی عمر میں بیوہ ہو جانے والی لڑکی اپنی باقی عمر کیسے اور کس کے

سہارے گزارے گی۔"

"کوئی سوچے نہ سوچے، میں تو سوچتی ہوں۔ اور اب بھی سوچتی ہوں۔ کاش! وہ میری بات سمجھ جائے۔ زندگی ایسے نہیں گزرے گی۔" اماں نے پھر سے لمبی آہ بھری۔

"یہی تو میں بھی کہہ رہا ہوں اماں جان! اس کی عمر اس طرح کیسے گزرے گی؟ ہمیں یہ خیال پہلے کیوں نہیں آیا؟ ہمارا مذہب اس بات کی اجازت دیتا ہے۔ دوسرے مذاہب کی طرح بیوہ یا مطلقہ پر زندگی کے راستے بند نہیں کرتا۔ پھر ہم کیسے اسے صرف اپنے مفاد پر قربان کر سکتے ہیں؟...... ہمیں یقین ہے، کومل کے ذہن میں بھی ایسا خیال نہیں ہوگا۔ لیکن ہم اسے سوچنے پر مجبور کر سکتے ہیں۔ اگر واقعی نبیل کیانی انٹرسٹڈ ہے تو آئی ایم شیور، وہ ایک اچھا لائف پارٹنر ثابت ہوگا۔ ہی از نائس پرسن۔"

"باؤلے ہو گئے ہو بچے!" اماں جان نے قدرے بگڑتے ہوئے بیٹے کو ٹوکا۔

"اماں جان! ابھی تو آپ کہہ رہی تھیں کہ آپ اس کے لئے سوچتی ہیں۔ کیا دوسری شادی کوئی جرم ہے؟" تیمور نے اماں جان کے بگڑنے پر سنجیدگی سے استفسار کیا۔

"جرم نہیں ہے بچے! مگر تم لوگ نہیں جانتے کہ کومل، نبیل کو بھائی اور بیٹا سمجھتی ہے۔ میں حیران ہوں، تم بھی نبیل کے حوالے سے ایسے غلط اندازے کیوں لگا لیتے ہو؟ صوفیہ بھی اسی بات کا بتنگڑ بنا کر اسے بدنام کرتی پھرتی ہے۔ کیا صوفیہ کی بہنوں اور بھائی کی بیٹیوں کے بھی لڑکے دوست نہیں ہیں؟...... انہیں کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ صوفیہ کا بہو پر ہی زور چلتا ہے۔ وہ دنیا میں کاروبار چلاتی ہے، گھر سنبھالتی ہے، ایک بچہ پالتی ہے اور خود کو بھی بچا بچا کر چلتی ہے۔ پھر بھی اس کا ہر فعل گرفت میں آ جاتا ہے کیوں؟ اس لئے کہ اس کے سر کا سائیں نہیں ہے؟ ......کاش! سنی ہی کچھ احساس کر لیتا۔ مگر وہ تو خود اس سے اللہ واسطے کا بیر رکھتا ہے۔ وہ بیوہ بھاوج کو کیسے......"

اماں جان بولتے بولتے رک گئیں۔ وہ جیسے کہیں کھو گئی تھیں۔ اُن کی دبی حسرتیں چپکے سے ان کے ہونٹوں سے نکل کر سامنے آئی تھیں اور تیمور اور سعدیہ کو حیران کر رہی تھیں۔

"کیا مطلب اماں جان؟...... آپ چاہتی ہیں کہ اسفند اور کومل؟...... یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اور صوفیہ بھابی......؟" سعدیہ نے چونک کر حیرت سے بات دہرائی۔ تیمور بھی اپنی جگہ ٹھٹک گئے تھے۔

"یہی تو آسانی سے ہو سکتا ہے۔ پہلے وقتوں میں بیوہ ہو جانے والی بہو کو دوسرے بیٹے کے ساتھ باندھ کر اپنی عزت اپنے ہی گھر میں رکھ لی جاتی تھی۔ اسے اس طرح رُسوا نہیں کیا جاتا تھا۔ مگر صوفیہ کو اس غریب سے جانے کیا پُرخاش پیدا ہو گئی ہے۔ تبھی تو اس نے سنی کے دل میں ایسا زہر بھرا ہے کہ وہ اپنی بھاوج کا نام سننا بھی پسند نہیں کرتا۔"

آج اماں جان دل کی ہر بات عیاں کرنے کا ارادہ رکھتی تھیں۔ دونوں میاں بیوی نے

ایک دوسرے کو دیکھا، پھر تیمور ہی کچھ توقف سے گویا ہوئے۔

"اماں جان! آپ تو سنی کو سمجھا سکتی ہیں۔ آپ نے اس کی پرورش کی ہے۔ وہ آپ کی مانتا بھی بہت ہے۔"

"تیمور! زندگی بھر کے سودے زبردستی نہیں ہوتے۔ اور پھر جب بدگمانیاں دلوں میں گھر کر جائیں تو رشتوں میں دراڑیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ خیر، اللہ کومل کے لئے ضرور کوئی سبب پیدا کرے گا۔ مجھے اس سے بڑی امید ہے۔ اب تم لوگ جاؤ، آرام کرو۔ میں بھی سوؤں گی۔ تہجد کے لئے اُٹھنا ہے۔" اماں جان نے بات سمیٹی۔ وہ دونوں اپنے ذہنوں میں نئی فکریں لے کر اُٹھ گئے۔



یونیورسٹی گیٹ پر کھڑے نبیل کیانی کو ثانیہ نے قدرے حیرت سے دیکھا اور پھر اپنے ساتھ چلتی اپنی دوست کو کن اکھیوں سے۔

"ثانیہ!...... نبیل کیانی تجھے پک کرنے آیا ہے نا؟" ساتھ چلتی ثناشہ نے کہنی سے ٹہوکا دے کر احساس دلایا۔

"مجھے کیوں پک کرنے آئے گا؟ مجھے تم نے گھر ڈراپ کرنا ہے، اوکے۔ میں مما سے کہہ کر آئی تھی۔"

"فی الحال تو وہ تمہیں ہی اشارہ دے رہا ہے۔ گھبرا کیوں رہی ہو؟ جاؤ نا۔ پیار کیا تو ڈرنا کیا۔ فرسٹ ٹائم تو نہیں جا رہیں اس کے ساتھ۔" ثناشہ نے اسے چھیڑ کر مزا لیا۔ اتنے میں نبیل بھی آگے بڑھ آیا۔

"شٹ اپ!" ثانیہ نے اسے بری طرح جھڑک دیا۔

"کیا ہے بھئی، تم لوگوں کی کانفرنس یہیں کھڑے ہو کر جمنی ہے؟ میں آدھے گھنٹے سے یہاں کھڑا کھڑا پگھلنے لگا ہوں۔" نبیل نے قریب آ کر خاصی بے تکلفی سے مخاطب کیا تو ثانیہ مزید چڑ گئی۔

"کسی نے دعوت دی تھی آپ کو یا پھر اپنی عادت سے مجبور ہو کر یہاں آئے ہیں؟" ثانیہ کا تپا تپا چہرہ نبیل کو مسکرانے پر مجبور کر گیا۔

"عادت سے مجبور ہی ہوں شاید۔ ویل! کم آن۔ ہری اپ۔" وہ ثانیہ کی سنے بغیر مڑ گیا۔ ثناشہ نے زبردستی اسے آگے دھکیلا۔

"زہر لگتے ہیں مجھے وہ مرد، جو لڑکیوں کے پیچھے کالجز اور یونیورسٹی تک آتے ہیں۔" ثانیہ نے کھٹاک سے دروازہ مارا اور خفگی سے اظہارِ خیال کیا۔

"اور زہر لگتی ہیں مجھے بھی وہ خواتین جو بولڈلی اپنا سیل نمبر دے کر اپنا سیل فون آف رکھتی ہیں۔"

"میں نے آپ کو اپنا نمبر نہیں دیا، جھوٹ مت بولیں۔"

"میں جھوٹ بول رہا ہوں؟ مجھے فون کس نے کیا تھا؟"

"وہ تو میں نے ملی بھابی کے بارے میں جاننے کے لئے فون کیا تھا۔ وہ میرا فون ریسیو نہیں کر رہی تھیں۔"

"اس کے بعد کس نے کیا تھا؟" نبیل اُس کے مُکرنے پر زیرِلب مسکرایا۔ گاڑی رش سے نکال کر وہ سڑک پر لے آیا تھا۔

"آئی ڈونٹ نو۔"

"یُو ڈونٹ نو؟......ویری ویل۔ پھر یہ کئی دنوں سے کون مجھے مسڈ کال دے رہا ہے؟ پلیز، ذرا چیک کرنا، کال رجسٹر پر کتنی کالز ہیں۔ اور یہ نمبر تمہارا نہیں ہے تو پھر تمہاری کسی فرینڈ کا تو نہیں۔" نبیل نے اپنا موبائل اس کی طرف بڑھا کر اسے چھیڑا۔ ثانیہ خجالت سے تپ رہی تھی۔

"مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے کچھ بھی چیک کرنے کی۔ پلیز مجھے یہیں اُتار دیں۔ میں خود چلی جاؤں گی گھر۔" ثانیہ نے فون پکڑ کر ڈیش بورڈ پر پٹخ دیا۔

"میں تمہیں بہت بریو سمجھتا تھا، مگر تم تو اپنا جرم ہی نہیں مان رہیں۔ پھر وہ کوئی اور ہی ہو گی۔ ڈونٹ وری، میں تمہیں گھر ڈراپ کر دیتا ہوں۔"

"کیسا جرم؟......میں نے کوئی جرم نہیں کیا۔ پلیز اسٹاپ دی کار۔"

"یہی تو میں بھی کہتا ہوں۔ محبت جرم نہیں ہوتی کہ اس پر نادم ہوا جائے۔ تم کیوں امبیرنس ہو رہی ہو؟"

"مسٹر! آپ کو کوئی خوش فہمی ہو رہی ہے شاید۔ محبت اور تم سے؟......شکل دیکھی ہے کبھی اپنی؟" ثانیہ نے اپنی چوری پکڑے جانے پر سخت جھنجلاہٹ کے عالم میں جواب دیا تو نبیل کھل کر ہنسا۔

"روز ہی دیکھتا ہوں۔ اور اب تو تمہاری آنکھوں میں بھی اپنی ہی صورت نظر آتی ہے۔ لنچ کے لئے چلیں؟" نبیل نے اپنی شریر نگاہوں کی تپش سے اُسے زِچ ہی کر دیا۔

"میری مما کو جانتے نہیں ہو تم؟ مجھے تو کچا چبا جائیں گی اور تمہاری بھی بوٹی بوٹی کر دیں گی۔ آرام سے مجھے یہیں چھوڑ دو، ورنہ میں ملی بھابی کو فون کرتی ہوں۔ وہی تمہیں اچھی طرح سمجھالیں گی۔" ثانیہ نے اسے دھمکی دی۔

"پلیز......شیور......بلکہ میری بھی بات کرانا۔ مجھے بھی انہیں ایک گڈ نیوز دینی ہے کہ ان کی سسٹر اِن لاء فال اِن لو۔"

"شٹ اپ......زیادہ پھیلنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کہہ رہی ہوں نا، مجھے یہیں اُتار دو۔ تمہارے ساتھ جا کر مجھے اپنی شامت نہیں بلوانی۔" ثانیہ نے اس کی بات کاٹ کر اسے پھر سے

جھٹلایا۔

"اتنا ڈرتی ہو؟......مجھے یقین نہیں آ رہا۔ ویل، مادام آ جائیں تو تمہارا ڈر ختم کروانے کا انتظام بھی ہو جائے گا۔ پھر تو تمہیں یقیناً میرے ساتھ لنچ کرنے پر اعتراض نہیں ہو گا۔"

"تم ملی بھابی سے کیا کہو گے؟" وہ رخ موڑ کر اچنبھے سے پوچھنے لگی۔ "تمہیں لگتا ہے وہ تمہیں میرے ساتھ فلرٹ کرنے کی پرمیشن دے دیں گی؟"

"فلرٹ؟......آئی ایم سیریس فاریُو، ثانیہ!......مادام جانتی ہیں۔ بلیومی، یہ مذاق نہیں ہے۔ ڈونٹ وری۔ میرا دوبارہ تمہارے پیچھے آنے کا کوئی پروگرام نہیں ہے۔ میں تو بس تمہاراری ایکشن دیکھنے آیا تھا۔"

"کیا تم نے ملی بھابی سے بھی ڈسکس کیا ہے یہ میٹر؟"

"کیا کرتا بھئی؟ مجھے کبھی کسی لڑکی نے اتنی مسڈ کالز دے کر دل کی بات نہیں بتائی تھی نا......اس لئے مجھے ان سے پوچھنا پڑا کہ کسی لڑکی کا مسڈ کال دینے کا مطلب کیا ہوتا ہے۔"

"نبیل! تم نے اچھا نہیں کیا۔ میں تمہیں بعد میں سمجھوں گی۔ بس، بس......یہیں روک دو۔ میں آگے خود چلی جاؤں گی۔ کیوں تم مما کے ہاتھوں میرا قتل کروانا چاہتے ہو؟" ثانیہ نے گھر سے کچھ دور ہی گاڑی روک دینے کو کہا۔ اظہارِ محبت نے اس کے چہرے پر نیا اور عجیب سا رنگ بکھیر دیا تھا۔

نبیل اسے پسند تو کب سے تھا مگر اپنی فطرت سے مجبور وہ خود سے ہی یہ بات چھپاتی رہی تھی۔ نبیل نے اپنے طریق سے اُگلوا کر اُسے شرمندہ تو کیا تھا مگر ایک نئی خوشی بھی اسے دی تھی۔ اپنی چاہت کا ایقان بخش کر زندگی کو مزید خوب صورت بنا دیا تھا۔

"میں تمہاری مِس کال کا ویٹ کروں گا۔ گڈ لک۔" نبیل نے اسے پھر سے چھیڑا اور گاڑی موڑ کر لے گیا۔



"مام! مجھے یہاں مزا نہیں آ رہا......سب کچھ بورنگ لگ رہا ہے۔ ثانی پھپھو ہوتیں تو ہم زیادہ انجوائے کرتے۔"

رُوٹھا رُوٹھا مون، ریسٹورنٹ میں داخل ہوتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ کومل اپنی ایک بزنس میٹنگ سے آنے کے بعد اسے ہوٹل سے لے کر آؤٹنگ کے لئے چلی آئی تھی۔ اسے وہاں کچھ بھی اٹریکٹ نہیں کر رہا تھا۔ نہ ہی کوئی پلے لینڈ اور نہ ہی سمندر پر تفریح کرنا اسے اچھا لگ رہا تھا۔ اسے یقیناً گھر کی یاد ستا رہی تھی۔ پہلی بار وہ گھر سے باہر آیا تھا۔ کئی کئی گھنٹے اسے ہوٹل کے کمرے میں بند رہنا پڑتا تھا یا پھر ماما کے ساتھ ہو کر بھی ان سے الگ اور دُور خاموشی سے بیٹھنا پڑتا تھا۔ آج بھی کومل اسے دو گھنٹے کے لئے کمرے میں لاکڈ کر کے گئی تھی۔ وہ اسی لئے مضطرب و بے چین تھا۔

"پاکستان میں تو تم کہتے تھے کہ ثانی پھپھو کو کہیں ساتھ لے کر نہیں جانا۔ اب ثانی پھپھو یاد آ رہی ہیں۔" کومل نے اس کے ساتھ بات کرتے ہوئے اپنے لئے ایک طرف ٹیبل کا انتخاب کیا، پھر اس کے ساتھ بیٹھتے ہوئے پچکارا۔ "میرے بچے کو ثانی پھپھو یاد آ رہی ہیں۔ ابھی بات کر لیتے ہیں ثانی پھپھو سے۔" کومل نے بیگ سے اپنا موبائل نکالا۔

"مجھے چاچو بھی یاد آ رہے ہیں مام!...... آئی مس ہم ویری مچ۔ اور دا جان بھی۔" وہ اسی رُوٹھے رُوٹھے لہجے میں بولا۔

"تو سبھی سے بات کر لو میری جان!" کومل نے ثانیہ کا نمبر ملایا جو کہ بند جا رہا تھا۔ پھر اس نے اسفند منصور کا نمبر ملاتے ہی موبائل مون کی طرف بڑھا دیا اور کھڑی ہو گئی۔

"اپنے چاچو سے بات کر لو۔ میں تب تک تمہارے لئے برگر اور فرنچ فرائز لے کر آتی ہوں۔ یہاں سے اٹھنا نہیں، اوکے؟" کومل اسے ہدایت دیتی چلی گئی۔

"السلام علیکم چاچو!...... آپ کیسے ہیں؟" اپنے چاچو کی آواز سنتے ہی اس کا موڈ بدل گیا تھا۔

"وعلیکم السلام...... یار! چاچو کی یاد آ گئی؟"

"چاچو! آپ کو بھی تو میری یاد نہیں آئی۔" مون بھی شکوہ کناں ہوا۔

"یار! میں نے سوچا، تم انجوائے کر رہے ہو گے۔ اس لئے تمہیں ڈسٹرب نہیں کیا۔"

"انجوائے تو کر رہا ہوں مگر مزا نہیں آ رہا۔ ثانی پھپھو کے ساتھ مزا آتا ہے۔ وہ میرے ساتھ ساری گیمز شیئر کرتی تھیں اور انجوائے بھی۔ مام تو بس مجھے دیکھتی رہتی ہیں۔"

"مجھے مس نہیں کر رہے؟" ادھر سے سوال ہوا۔

"آف کورس چاچو! رئیلی آئی مس یُو۔ اسی لئے تو ماما نے آپ کا نمبر ملا کر دیا ہے۔"

"تمہاری ماما کہاں ہیں؟" پھر سے پوچھا گیا۔ اسفند کا انداز مُبہم تھا۔

"وہ میرے لئے برگر اور فرنچ فرائز لینے گئی ہیں۔ ہم ریسٹورنٹ میں ہیں نا۔ چاچو! آپ اس وقت گھر پر ہو؟ مجھے پھپھو سے بات کرنی ہے۔ وہ فون ریسیو نہیں کر رہی ہیں۔"

"نہیں جان! میں اس وقت کلینک میں ہوں۔ ڈونٹ وری۔ میں گھر جا کر بات کروا دوں گا۔ اگر تمہاری ماما قریب ہیں تو پلیز اُنہیں فون دو۔"

"ماما تو ابھی نہیں آئیں۔ آئیں گی تو کہہ دوں گا کہ آپ سے بات کر لیں...... یہاں آج وِیک اینڈ ہے نا چاچو! اس لئے بہت رش ہے۔" مون نے اپنے طور پر اپنی معلومات بتائیں۔

"اوہ...... مجھے نہیں معلوم تھا، سویٹ ہارٹ!...... اوکے جان! مجھے پیشنٹ دیکھنا ہے۔ میں تم سے پھر بات کروں گا۔" اسفند نے رابطہ منقطع کیا۔

اسی دم کومل ٹرے تھامے آ گئی۔

"واؤ مام! زنگر برگر...... تھینکس۔" وہ من پسند اشیاء دیکھ کر خوش ہوا۔

"ویلکم۔ شکر ہے میرے بیٹے کا موڈ ٹھیک ہوا۔ بات ہو گئی نا چاچو سے؟...... یہ کھا لو، پھر دا جان سے بھی بات کر لینا اور پھپھو سے بھی۔" کومل نے ہاتھ بڑھا کر اس کے گال پر پیار سے چٹکی لی۔ مون بھی اپنے چاچو سے بات کر کے کافی حد تک بہل گیا تھا۔



اسفند شام کو تیار ہو کر اپنے کمرے سے نکلا تو لاؤنج میں ہی آ سکا۔ سامنا اپنی مما صوفیہ منصور سے ہو گیا۔ عام تعطیل کی وجہ سے وہ آج کے دن کلینک نہیں جایا کرتا تھا۔

"سنی! تم کہیں جا رہے ہو؟"

"جی...... نعمان کی طرف کچھ دوست جمع ہیں، وہیں جا رہا ہوں۔ آپ کو کوئی کام ہے مجھ سے؟" اس کے انداز و رویے میں عجلت تھی۔

"ہاں...... کام تو ہے۔ ایکچولی ڈرائیور کی طبیعت کچھ بہتر نہیں ہے اور مجھے مسز وقار کی طرف جانا ہے۔ اگر تم مجھے ڈراپ کر دو تو۔"

"لیس، آ جائیں۔ مگر پھر آپ واپس کیسے آئیں گی؟" اس نے چلتے چلتے ایک دم رک کر پوچھا۔

"مسز وقار ڈراپ کر دیں گی۔ ڈونٹ وری بیٹا!...... ایکچولی میرا جانا ضروری ہے۔ روشنی مسز وقار کی بیٹی ہے۔ تم جانتے ہو نا۔ اُس کی شادی ہو رہی ہے۔ میں مبارک باد دینے جا رہی ہوں۔ اور پھر......" وہ چلتے چلتے اس کی گاڑی کے قریب آ گئیں۔ ان کی بات جو گاڑی میں بیٹھتے ہوئے ادھوری رہ گئی تھی انہوں نے سلسلہ وہیں سے جوڑا۔ اسفند غیر دلچسپی سے انہیں سن رہا تھا۔

"مسز وقار نے ثانیہ کے لئے بھی دو تین پرپوزل بتائے ہیں۔ میں نے سوچا، جا کر اس بارے میں بھی تفصیلات لے لوں۔"

"ثانیہ کے لئے؟" اسفند نے غیر دلچسپی والے رویے میں استفسار کیا۔

"ہاں...... اب ثانیہ کو بھی تو شادی کرنی ہے نا۔ اس کا یونیورسٹی میں بھی اب یہ لاسٹ سمسٹر ہی ہے۔" صوفیہ نے اس کے رویے کی پروا کئے بغیر اپنے ارادے بتائے۔

"اوکے...... آپ کو جیسا مناسب لگتا ہے کریں۔ مگر...... آئی تھنک آپ ثانیہ سے ضرور ایک بار پوچھ لیں۔" اسفند نے ڈرائیو کرتے کرتے بات بڑھائی۔

"ثانیہ سے کیا پوچھ لوں؟ اور کیوں پوچھوں؟...... سنی! تم بھول رہے ہو کیا کہ ہمارے خاندان میں لڑکیوں سے نہیں پوچھا جاتا۔" صوفیہ نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"اسلام میں اس امر کا حکم دیا گیا ہے مام! اور......"

"ہم اس کے لئے کوئی غلط فیصلہ تو نہیں کریں گے۔" انہوں نے بیٹے کی پوری بات ہی نہیں سنی۔

"لیکن رائے لے لینے میں کیا حرج ہے؟"

"ہم نے ثانیہ سے بھی رائے نہیں لی تھی۔ مسز وقار نے ہی اس کے لئے بھی شارم کا پرپوزل دیا تھا اور ہم نے مل کر اپنا فیصلہ دیا تھا۔"

"ٹھیک ہے۔ پھر آپ دیکھ لیں۔" اسفند نے خلافِ طبیعت کسی صحیح بات کو منوانے سے پہلے ہی ہتھیار ڈال دیئے تھے۔ صوفیہ منصور کے لئے یہ خوش آئند بات تھی۔

"اسی لئے تو جا رہی ہوں کہ اگر کوئی مناسب پرپوزل ہوا تو سلسلہ بڑھا دیں گے۔ تمہارا کیا ارادہ ہے؟"

"کس بارے میں؟" اسفند نے قدرے چونک کر ان کے چہرے پر نگاہ ڈالی۔ اگلے ہی پل وہ سامنے دیکھ رہا تھا۔

"اپنی شادی کے بارے میں۔ اس روز تم نے کہا تھا کہ تم......" انہوں نے جان بوجھ کر بات ادھوری چھوڑ دی۔

"شادی سے زیادہ امپورٹنٹ میٹرز Solve کرنے ہیں مجھے۔ بعد میں شادی بھی ہو جائے گی" عجیب بے دلی سے جواب دیا تھا۔

"کیسے میٹرز......؟ تمہارا کلینک تو اسٹیبل ہو گیا ہے۔ کیا اب ہاسپٹل پلان کر رہے ہو؟"

"اس پر تو کام شروع ہو گیا ہے مما!...... آئی مین پیپر ورک ہو رہا ہے۔"

"تو پھر؟...... سنی! مائی سن!...... یہ کام تو ہو ہی جائے گا۔ اب اپنی لائف کے بارے میں بھی سوچو...... ٹھیک ہے، تم اپنی پسند سے شادی کر لو، مگر ہمیں اپنی خوشیاں دیکھنے کا موقع تو دو۔ میں چاہتی ہوں، ثانی سے پہلے نہیں تو پھر ثانی کے ساتھ ہی تمہارے سہرے کے پھول کھلتے دیکھوں۔ اپنی ماں کو یہ خوشی تو دے دو۔ اتنا حق تو ہے نا میرا۔" صوفیہ منصور نے بیٹے کو پچکارتے ہوئے اس کے کندھے کو سہلایا۔

"مجھے اپنی شادی کی ایسی جلدی نہیں ہے۔ آپ ثانیہ کے لئے سوچ رہی ہیں تو ٹھیک ہے، آپ اس کے لئے پرپوزل دیکھیں، میری فکر نہ کریں آپ۔" سنی کا رویہ و لہجہ سپاٹ تھا۔ صوفیہ نے بیٹے کو قدرے حیرت سے دیکھا۔ کچھ لمحے پہلے پیدا ہونے والی خوش فہمی (اس کے حوالے سے) پل بھر میں کافور ہو گئی۔

"سبھی پوچھتے ہیں بیٹا! اور فکر کیسے نہیں کروں آخر؟"

"لوگوں کی بات مت کریں مما! کبھی میں نے کسی کی ذات میں انٹرسٹ لیا ہے؟ میری شادی کب ہو گی یا نہیں بھی ہو گی، اس سے کسی کو کیا؟...... پلیز مام! اتنی فکر آپ مون کی بھی کیا کریں۔ آخر وہ بھی آپ کا خون ہے۔ آپ نے ایک غیر عورت کے حوالے اسے کر کے اپنی ذمہ داری سے ہاتھ دھو لئے ہیں۔ اب وہ اس کے ساتھ کچھ بھی کرے۔" اسفند کے موڈ کے

بگاڑ کی وجہ اب ان کی سمجھ میں آئی۔ مون سے اُنسیت بڑھ جانے کی وجہ سے وہ یقیناً اس کی کمی محسوس کر رہا تھا۔

"تو کیا کر رہی ہے وہ مون؟...... کس کے ساتھ......؟" صوفیہ ایک لمحے کے لئے گھبرا گئیں۔

"آپ کو نہیں معلوم؟...... میں حیران ہوں، آپ نے اس کی کسٹڈی میں مون کو کیسے رہنے دیا۔ آپ تو شافند بھائی سے بے حد پچی تھیں، پھر ان کی واحد اولاد کو دوسروں کے حوالے کر دیا۔"

"یہ فیصلہ شافند ہی کر کے گیا تھا، قانونی طور پر۔ تم لوگ کیا سمجھتے ہو، میں بہت خوش ہوں اس عمل سے؟...... مجبوری سے سہا ہے میں نے یہ سب۔ اس نے پہلے مجھ سے میرا بیٹا دور کیا تھا اور اب وہ اس کی اولاد بھی مجھ سے دور لے جانے کی سازشیں کر رہی ہے۔"

"ڈونٹ وری مما!" صوفیہ منصور کے آبدیدہ لہجے پر بیٹے نے تسلی آمیز انداز میں انہیں دیکھ کر کہا۔ "مون کو میں دور نہیں ہونے دوں گا۔ اس عورت سے میں اسے واپس لے کر رہوں گا۔ اس کی کوئی سازش کبھی کامیاب نہیں ہو گی۔ آئی پرامس یُو۔"

اسفند کے سنجیدہ گہرے لہجے میں عجیب سا تاثر تھا، جسے فی الوقت صوفیہ سمجھنے سے قاصر تھیں۔ انہیں تو یہ سن کر ہی خوشی ہو رہی تھی کہ کومل کے خلاف اسفند بھی ڈٹ کر کھڑا تھا۔ ان کے خدشات مٹنے لگے تھے۔



شارجہ کے ایک شاپنگ مال سے سبھی کے لئے تحائف خریدنے کے بعد مون کی فرمائش پر وہ اسے مال کے ریسٹورنٹ میں لے آئی تھی۔ مون گھر سے دور آ کر کچھ ضدی سا ہو رہا تھا۔ یہ صورتِ حال کومل کے لئے پریشان کن تھی۔ وہ بار بار سبھی کو یاد کر کے کومل کو اپنی بوریت کا احساس دلانے لگا تھا۔ کومل کو اندازہ نہیں تھا کہ وہ اس کے ساتھ سارا وقت گزار کر بھی خوش نہیں ہو گا۔ وہ بار بار واپسی کے بارے میں پوچھنے لگتا تھا۔ ابھی بھی اپنے آرڈر کے انتظار میں بیٹھے بیٹھے وہ ماں سے پوچھ رہا تھا۔

"مام! آپ کو گھر یاد نہیں آ رہا؟...... اپنی فرینڈز یاد نہیں آ رہیں؟"

"تمہیں اپنے فرینڈز یاد آ رہے ہیں؟" کومل نے بیگ ایک سیٹ پر رکھتے ہوئے اسے دیکھ کر پوچھا۔

"مجھے تو یاد آتے ہیں۔ مگر آپ بتائیں نا، آپ کسی کو مس نہیں کر رہیں؟...... انکل نبیل اور روشنی خالہ اُن کی ویڈنگ بھی تو ہے نا...... سب وہاں کتنے خوش ہوں گے۔"

"تم یہاں میرے ساتھ خوش نہیں ہو سویٹ ہارٹ؟" کومل نے اسے اپنے پہلو میں سمیٹا۔

"مام! آپ کے ساتھ خوش ہوں۔ بٹ آئی مِس ایوری باڈی۔ مجھے اپنے گھر میں رہنا

اچھا لگتا ہے۔ یہاں ہوٹلز میں رہنا اچھا نہیں لگ رہا۔ رئیلی میں یہاں اَن کمفرٹ ہوں۔“

”ہم یہاں اپنا گھر بنالیں؟“ کومل نے اس کے ماتھے پر بکھرے بال سمیٹتے ہوئے سوال کیا۔

”وائے؟...... پاکستان میں ہمارا گھر ہے نا ماما! اور ہم یہاں ہمیشہ کے لئے تو نہیں آئے۔ ہمیں دو دن بعد واپس جانا ہے نا۔“ مون ایک جھٹکے سے پیچھے ہٹا اور حیرت سے پوچھنے لگا۔

”جانا ہے بھئی۔ ڈونٹ وری۔“

”پھر آپ نے کیوں کہا کہ یہاں گھر بنالیں؟ یہاں ہمارا کون ہے؟ پاکستان میں تو سبھی لوگ ہیں۔ داجان، چاچو، پھپھو، میرے فرینڈز، آپ کے فرینڈز۔“ مون الجھن میں تھا۔

”ایسے ہی میں نے تم سے پوچھا ہے۔ تمہیں ہوٹلز میں رہنا پسند جو نہیں ہے۔ اور پھر بزنس کے لئے ہمیں یہاں بار بار آنا پڑے گا۔“

”بزنس کے لئے؟...... آپ یہاں بزنس شروع کریں گی؟“

”یس میری جان! میں اسی لئے تمہیں ساتھ لے کر آئی تھی تاکہ تمہیں بریف کرسکوں۔“

”یہ ضروری ہے مام؟...... آئی مین وہاں پاکستان میں بھی تو ہمارا بزنس ہے۔“ مون بے حد الجھ گیا تھا۔ کومل نے بیٹے کو الجھتے دیکھا تو اسے ایک بار پھر خود سے قریب کر کے اس کے ماتھے پر بوسہ لیا۔

”اسی بزنس کو پھیلانے کے لئے ضروری ہے کہ ہم انٹرنیشنل مارکیٹ میں اپنی جگہ بنائیں۔“ کومل نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

”آپ یہاں رہیں گی ماما!...... اور میں......؟“ مون کی گھبراہٹ قابلِ دید تھی۔

”تم بھی میرے ساتھ ہی رہو گے سویٹ ہارٹ!“

”اور میرا اسکول......؟“

”یہاں بہت اچھے سکول ہیں۔“ اسی دوران مون کے پسندیدہ سینڈوچز آ گئے۔ کومل نے ویٹر کے جاتے ہی ٹرے اس کے سامنے رکھتے ہوئے اُسے محبت سے متوجہ کیا۔

”ابھی اس طرح پریشان کیوں ہو رہے ہو؟ ہم ابھی تو یہاں شفٹ نہیں ہو رہے۔ ابھی تو میں صرف تم سے پوچھ رہی ہوں۔“

”مام! آئی ایم سوری۔ مجھے یہاں کبھی نہیں رہنا۔ مجھے اپنا گھر اچھا لگتا ہے۔ پلیز، آپ یہاں نہیں آئیں۔“ مون کی بے چینی اس کے چہرے سے عیاں تھی۔

”مون! میری جان!..... تم اگر نہیں چاہتے تو ہم یہاں نہیں آتے۔ ہم کہیں اور..... او کے، نہیں۔“ کومل نے اس کا بازو پکڑا اور خود سے قریب کر کے چوما۔

”رونے مت لگ جانا۔ سبھی دیکھ رہے ہیں۔ اور تم ہی کہتے ہو نا کہ اب تم بڑے ہو گئے

ہو۔ او کے، جلدی سے سینڈوچز فنش کرو، پھر یہاں سے چلتے ہیں۔ ہوٹل جا کر ہمیں اپنی پیکنگ بھی کرنی ہے۔ یاد ہے نا، پرسوں صبح کی ہماری فلائٹ ہے۔“ کومل نے مزید سمجھانے کی کوشش ترک کر کے اسے بہلایا۔ وہ سمجھتی تھی، پہلے مرحلے پر اسے یہ سب دیکھنا ہی تھا۔ مون کو سمجھانا فی الحال ممکن نہیں تھا۔



”یار! آخر تم بتاتے کیوں نہیں کہ وہ پری وش کون ہے؟ کہاں ہے؟ جس نے ہمارے یار کو اپنا اسیر کرلیا؟“

نعمان کے گھر میں سبھی دوست جمع تھے اور سبھی اس سے کچھ اُگلوانے کی کوشش میں تھے۔ ڈاکٹر اسد منیر تو اس کی جان ہی نہیں چھوڑ رہا تھا۔

”کوئی ہو تو بتاؤں۔ تم لوگ فضول میں اپنا ٹائم ویسٹ کر رہے ہو اور میرا بھی۔“ اسفند نے اپنی پشت کے پیچھے کشن لگاتے ہوئے ٹانگیں سیدھی کیں اور غیر سنجیدگی سے جواب دیا۔

”جھوٹ نہ بول یار! تیری آنکھیں سچ چھپا نہیں پاتیں۔ کوئی آگ ہے تیرے اندر جو تجھے سلگا رہی ہے۔ اس سے پہلے کہ تُو پورا جل جائے، یاروں کو بتا دے۔ ہم تجھے بچا لیں گے۔“ کارڈیالوجسٹ اور سرجن ڈاکٹر حسنین آفندی نے اس کے قریب ہو کر اس طرح سرگوشی کی جو سب کو سنائی دی۔ سبھی ہنس دیئے۔ جبکہ اسفند زیرِ لب مسکرایا۔ دل میں اس کے اندازے پر حیران بھی تھا۔ اس نے کبھی کسی سے اپنی ذات کے حوالے سے بات نہیں کی تھی حتیٰ کہ نعمان سے بھی نہیں۔ حالانکہ نعمان کا تو گھر میں بھی آنا جانا تھا۔

”تم پہلے خود کو تو بچا لو۔ جس دن فرح بھابی کو معلوم ہو گیا کہ تم کراچی کسی سرجری کے لئے نہیں بلکہ ان کی سوکن سے ملنے جاتے ہو تو ایسی آگ لگے گی، ہم یار بھی تمہیں بچا نہیں پائیں گے۔“ اسفند نے حسنین آفندی کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔ وہ منہ بنا کر رہ گیا۔

”یار! میں اپنا کیس ہینڈل کرلوں گا۔ فرح کو ویسے بھی مجھ سے زیادہ میرے پیسے سے محبت ہے اور وہ اسے مل رہا ہے۔ تم خود کو بچانے کے لئے میرے بخیے مت اُدھیڑو۔ ہم یاروں نے طے کیا ہے کہ اب تمہاری شادی ہو جانی چاہئے۔ اب بتاؤ کیا ارادے ہیں؟ ہم ڈھونڈیں؟...... میرا مطلب ہے، تمہاری مما کے ساتھ مل کر یا پھر تُو ڈھونڈ چکا ہے؟“ حسنین آفندی نے جلد ہی موڈ بدل کر پھر سے اسے گھیرا۔

”ابھی میرا پھنسنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے، کیوں میرے پیچھے پڑ گئے ہو؟“ اسفند نے سامنے سے کافی کا مگ اُٹھا کر پھر سے پہلو بچایا۔

”اچھا!...... ہم بھی اُگلوا کے رہیں گے۔ یار نعمان! ذرا ادھر آ۔“ حسنین نے آلتی پالتی مار کر بیٹھتے ہوئے نعمان کو سامنے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

”ہاں بتاؤ، رپورٹ کیا ہے؟ یار! تُو مکر رہا ہے۔“

"ہاں........ وہ آنٹی نے ایک دن فون کر کے کچھ انکوائری کی تھی۔" نعمان نے جھکتے ہوئے بتایا۔

"یُو مین، مما نے؟" اسفند بھی سیدھا ہو بیٹھا۔

"یس........ وہ پوچھ رہی تھیں، بلکہ انہوں نے ہی مجھے بتایا تھا کہ تم نے گھر میں کسی کو پسند کر لینے کا اعلان کیا ہے اور وہ جاننا چاہ رہی تھیں کہ وہ کون ہے؟ کیسی ہے؟ ان کا خیال تھا کہ تم نے ہم دوستوں کو، خصوصاً مجھے تو ضرور بتایا ہوگا۔ مگر افسوس کی بات ہے یار! تم نے ہمیں اس قابل ہی نہیں سمجھا۔" نعمان بھی شکوہ کر بیٹھا۔

"یار! وہ تو میں نے گھر والوں کے سامنے ایسے ہی........ میں اُنہیں ٹال رہا تھا۔" اسفند کی جھنجلاہٹ قابلِ دید تھی۔

"اب اتنا بھی پوز نہ کر۔ بتا بھی دے۔ یہیں کہیں ہے یا پھر........"

"کہہ رہا ہوں نا، کوئی نہیں ہے۔ ہوتی تو مجھے چھپانے کی ضرورت کیا تھی؟ شادی کروں گا تو تم سب کے سامنے ہی کروں گا۔" اسفند نے جلد ہی اپنی جھنجلاہٹ پر قابو پا لیا۔

"یقین نہیں آ رہا........ تم نے ابھی تک کسی کو اس حوالے سے دیکھا ہی نہیں۔ امیزنگ۔" زاہد سلیم (ڈاکٹر) نے برملا بے یقینی دکھائی۔

"تو تمہیں یقین کون دلا رہا ہے؟" اسفند نے پلٹ کر اسے جواب دیا۔

"نہیں یار! سوچنے والی بات تو ہے نا۔ تُو اتنے سال باہر رہا، لڑکیاں بھی تیرے آگے پیچھے رہیں اور ابھی تک ہیں۔ میں تو چشم دید گواہ ہوں۔ تجھے کوئی بھی نہیں جچی۔" حسنین آفندی کی بے تکلفی آج اُسے زِچ کر رہی تھی۔

"کوئی اس قابل ہوتی تو جچتی۔ ویل پلیز چینج دِس ٹاپک۔ ورنہ پھر میری ناراضگی پر بھی کو گلہ ہوگا۔" اسفند واقعی اُکتا کر بولا۔ عجیب سی کسک اس کے دل میں اُٹھی تھی۔ نعمان نے کچھ دیر اسے جانچتی نظروں سے دیکھا اور پھر حسنین کو خاموشی کا اشارہ دیا۔ کچھ دیر بعد موضوع بدل گیا تھا۔ اب وہ سبھی حالاتِ حاضرہ پر تبصرہ کر رہے تھے۔



"تانیہ! تم واپس جا رہی ہو؟ میں تو کہتی ہوں کہ جب تک ڈلیوری نہیں ہو جاتی، یہیں رہو۔" صوفیہ نے تانیہ کو اپنا سامان سمیٹتے دیکھ کر قدرے حیرت سے پوچھ کر اپنا خیال بھی ظاہر کیا۔

"مما! کیسے رک سکتی ہوں؟ آپ کو معلوم تو ہے، شارم کی کزن کی شادی ہے اور پھر ابھی ڈلیوری میں تو بہت ٹائم ہے۔ میں پھر آ جاؤں گی۔ ڈونٹ وری۔"

"تمہاری ساس نے تو گود بھرائی کی رسم سے انکار کر دیا ہے۔ اور وہ ڈلیوری کے لئے بھی شاید تمہیں یہاں نہ رکنے دیں۔ حالانکہ زمانے کا دستور تو یہی ہے۔ پہلا بچہ میکے میں ہی ہوتا

ہے۔ اور پھر........"

"آنٹی! زمانے کے دستور بلکہ غلط رسومات ہم نہیں بدلیں گے تو کون بدلے گا؟" شارم نے تانیہ کے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے صوفیہ کی آخری بات کا جواب دیا۔ دونوں ماں بیٹی جیسے چور بن گئیں۔

"اور رسم کے لئے امی جان نے نہیں، میں نے ہی منع کیا تھا۔ آپ کو تانیہ نے بتایا نہیں؟" شارم نے انہیں پہلی بات کا جواب دے کر بھی مزید شرمندہ کر دیا۔ وہ جس قدر داماد کے سامنے محتاط ہوتی تھیں، اسی قدر ان کا بھرم کھل جاتا تھا۔

"اکچولی مجھے تو یہ کھلی بے حیائی لگتی ہے۔ زمانے بھر کو اکٹھا کر کے عجیب وغریب قسم کی حرکتیں کی اور کروائی جاتی ہیں۔ اسلام میں ان باتوں کی گنجائش ہے؟"

شارم کی سرسری انداز میں کی جانے والی باتیں بھی دونوں کو زمین میں گاڑ رہی تھیں۔ وہ سمجھ نہیں پا رہی تھیں، کیا کریں۔

"تم اگر نہیں چاہتے تو ٹھیک ہے۔ ورنہ یہ سلسلہ تو صدیوں سے چلا آ رہا ہے۔ ہمارے بڑوں نے اسی طرح خوشیوں کو بڑھایا ہے۔ تو ہم کیسے ان کی تقلید نہ کریں۔" صوفیہ منصور آخر کچھ دیر بعد بولنے کے قابل ہو ہی گئیں۔

"ہمیں جن احکامات پر عمل کا درس ملا ہے، ہم انہیں تو فالو نہیں کرتے۔ ہندوانہ تہذیب کی برائیوں کو ہم نے حکم کا درجہ دے کر اپنے مسلمان ہونے پر خود ہی تہمت رکھ دی ہے۔ ہم لوگ کسی یتیم و یسیر کی مدد نہیں کرتے۔ عید تہواروں پر حق داروں کا حق ادا نہیں کرتے۔ اپنی خوشی پر لاکھوں لٹا دیتے ہیں۔ شادی کے نام پر مہندی، مایوں جیسی رسومات پر جتنا خرچ کرتے ہیں کیا وہ بھی ہمارے بڑوں کا حکم ہے؟ ہم کسی مطلقہ یا بیوہ کی دوسری شادی پر ہندوؤں کی طرح چیخنے چلانے لگتے ہیں۔ کیا یہ ہمارے مذہب میں جائز ہے؟" شارم کے لہجے میں تپش آہستہ آہستہ بڑھ رہی تھی۔ سبھی کول کے لئے جل کڑھ رہے تھے۔ صوفیہ منصور نے اِدھر اُدھر اس کے خلاف بہت کچھ پھیلا رکھا تھا، جو سبھی کے کانوں تک پہنچ رہا تھا۔ شارم کو آج موقع ملا تھا جتانے کا۔ مگر وہ بھی صوفیہ منصور تھیں۔ داماد کی کسی بات کا نوٹس لئے بغیر تحمل سے گویا ہوئیں۔

"اب کیا کریں بیٹا! سوسائٹی میں رہتے ہیں تو سوسائٹی کے رُولز نہ چاہتے ہوئے بھی ماننے پڑتے ہیں۔ ویل، تم لوگ بیٹھو، میں چائے بھجواتی ہوں۔" وہ اسی دم کہہ کر کمرے سے نکل گئیں۔ تانیہ نے شوہر سے دانستہ نظریں چرائیں اور رخ موڑ کر الماری میں گھس گئی۔



"ہیلو........ زہے نصیب........ میں کہیں خواب تو نہیں دیکھ رہا؟........ آج مس کال کے بجائے محترمہ ثانیہ منصور نے ڈائریکٹ کال کی ہے۔" نبیل نے بستر پر کروٹ بدلتے ہوئے سائیڈ ٹیبل پر پڑے ٹائم پیس پر نگاہ ڈالی۔ دن کے گیارہ بج رہے تھے۔ اس کے سیل فون کی

مسلسل بجتی ٹیون نے ہی اسے جگایا تھا۔

"یقیناً آپ سو ہی رہے ہیں، مسٹر نبیل کیانی!" ثانیہ نے چڑ کر جواب دیا۔

"ہائے...... بائے دی وے، کیا مجھے جگانے کی ڈیوٹی ممی نے تمہیں دی ہے؟ روز اسی وقت مس کال دیتی ہو۔"

"اب کیا آپ مجھے ساری زندگی اسی بات کا طعنہ دیں گے؟" ثانیہ قدرے بھڑک کر بولی۔

"تو طے ہے نا، ساری زندگی میرے ساتھ گزارنی ہے۔" نبیل نے قہقہہ لگاتے ہوئے اُسے چڑایا۔

"منہ دھو رکھو...... یہ ممکن نہیں ہے۔"

"وائے؟...... کیوں ممکن نہیں ہے؟"

"میری مما کو جانتے ہو نا؟" ثانیہ نے اسے دھمکایا۔

"تم لائن کلیئر کرو گی تو تمہاری فیملی سے جان پہچان بڑھاؤں گا۔"

"یہ اتنا آسان نہیں ہے۔ ملی بھابی کے حوالے سے تم آل ریڈی مما کی ہٹ لسٹ میں ہو۔"

"مجھے گڈ بک میں اپنا نام ٹاپ پر لکھوانا آتا ہے۔ تم اپنی بات کرو۔ تمہارے دل میں ہوں یا......"

"افوہ، تم اپنی فضول باتوں میں لگا کر اہم بات بھلا دیتے ہو۔ آج ملی بھابی آ رہی ہیں۔"

ثانیہ نے اس کی بات کاٹ کر اپنی کہی۔ مقصد تو اس کی بات کا جواب گول کرنا تھا۔

"اطلاع دینے کا بہت شکریہ۔ میرا تو ان سے رابطہ ہی نہیں ہے نا۔" نبیل نے فون ایک کان سے دوسرے کان پر منتقل کیا۔

"میں اطلاع نہیں دے رہی، تم سے پوچھ رہی ہوں۔ اکچولی میں ان سے ناراض ہوں، اس لئے میں ان سے بات نہیں کر رہی۔ مون نے مجھے بتایا تھا۔ بس میں کنفرم کرنا چاہ رہی تھی۔" ثانیہ نے وضاحت دی۔

"تم کیوں ناراض ہو ان سے؟"

"تمہاری وجہ سے۔ ہر بات وہ تمہیں پہلے بتانے لگی ہیں اور مجھے...... مجھے انہوں نے اگنور کرنا شروع کر دیا ہے۔" ثانیہ جھنجلا کر بولی۔

"آر یو جیلس می؟" نبیل اُس کی جھنجلاہٹ سے محظوظ ہوا۔

"یس۔" وہ تپ کر بولی۔

"تو ہوتی رہو...... اپنا ہی نقصان کرو گی۔ میری اور مادام کی محبت اسی طرح بڑھتی رہے گی۔" نبیل نے مصنوعی سنجیدگی سے کہتے ہوئے فون بند کر دیا۔ نبیل نے دانستہ اسے احساس

دلانے کی کوشش کی تھی۔ سبھی کے دلوں میں پیدا شدہ غلط فہمیاں وہ مٹا دینا چاہتا تھا۔



"چلئے اماں جان! بہت رہ لیا آپ نے چچا جان کی طرف۔ اب مجھے بھی کچھ ٹائم دیں۔ ترس گیا ہوں آپ کی محبت و توجہ کے لئے۔"

اسفند سرِ شام ہی تیمور احمد کی طرف آ نکلا تھا۔ اماں جان کو یہاں رہتے ہوئے پندرہ سولہ دن ہو رہے تھے اور حسبِ پروگرام انہیں اب اسفند کے ساتھ جانا تھا۔ تیمور احمد ابھی آفس سے واپس نہیں آئے تھے۔ سعدیہ تیمور پڑوس میں گئی ہوئی تھیں۔ اماں جان اور عنیزہ، ماں کے کمرے میں بیٹھی مصروفِ گفتگو تھیں۔ اسفند کی آمد پر ان کی گفتگو کا سلسلہ موقوف ہو گیا تھا۔

"کیا ہے؟ تم لوگوں نے تو مجھے گھن چکر ہی بنا دیا ہے۔ کبھی اِدھر تو کبھی اُدھر۔ ایک جگہ سکون سے رہ لینے دو اب تو۔ نہیں ہے سکت اس خواری کی اب مجھ میں۔" خلافِ توقع و مزاج اماں جان نے بہت چڑچڑے مزاج کے ساتھ بے زاری سے جواب دیا تھا۔ اسفند ان کی بات سن کے کبھی انہیں اور کبھی قریب بیٹھی عینی کو دیکھ رہا تھا۔

"کیا ہوا؟...... آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے، اماں جان؟...... کسی نے کچھ کہہ دیا ہے؟" ان کی کلائی تھام کر نبض ٹٹولتے ہوئے اس نے اماں سے پوچھتے پوچھتے مستفسرانہ نظروں سے عینی کو دیکھا، جس نے چہرے کے زاویے کے ساتھ کندھے اچکا کر بھی لاعلمی کا اظہار کیا۔

"ارے ہٹو، کچھ نہیں ہوا مجھے۔" اماں جان نے اس کی گرفت سے کلائی چھڑائی۔ "تنگ آ گئی ہوں روز روز کے تماشے سے۔ کوئی ایک ٹھکانہ ہی نہیں رہا میرا۔ یا اللہ! یہ کیسی آزمائش میں مجھے ڈالا ہے۔" اماں جان کے لہجے میں غصہ بھی تھا اور خفگی بھی۔

"کیا کہہ رہی ہیں اماں جان؟...... آپ کا ہی ہے سب کچھ۔ آپ خود اس عمل پر راضی تھیں، ورنہ تو میں اور آپ اپنے گھر میں آرام سے رہ سکتے ہیں۔"

"اپنے گھر؟...... کس اپنے گھر کی بات کر رہے ہو؟...... مت جتایا کرو یہ جھوٹی سچی محبت۔ جانتی ہوں، وہاں میری کیا حیثیت و وقعت ہے۔ نہ تمہارے باپ کو مجھ سے کوئی لگاؤ رہا ہے اور نہ ہی تمہاری ماں کو میری پروا ہے۔ بھلے میں یہاں مہینہ بھی گزار لوں تو وہ لوگ پلٹ کر دو منٹ کا فون کر کے بھی نہیں پوچھتے۔ اور تم کہتے ہو اپنا گھر...... بس بچے! اب مجھے کہیں نہیں جانا۔"

"اماں جان! آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔ آئیں، میں آپ کو چیک اپ کے لئے لے چلتا ہوں۔" اسفند ان کے رویّے پر بری طرح گھبرا گیا تھا۔ آج سے پہلے ان کا رویّہ و انداز کبھی ایسا نہیں رہا تھا۔

"کیا ہوا ہے مجھے جو چیک اپ کے لئے لے جاؤ گے؟ اپنا اور اپنی ماں کا علاج کراؤ، جن کے احساسات مر گئے ہیں۔ جنہیں کسی مظلوم کی آہ سے ڈر نہیں لگتا۔"

اسفند حیرت سے انہیں دیکھ اور سن رہا تھا۔ آج سے پہلے اماں جان کا یہ روپ جو نہیں دیکھا تھا۔ کیا ہوا تھا، وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا، کس مظلوم کی بات کر رہی تھیں۔

''اماں جان! پلیز بتائیں کیا بات ہے؟ مما نے کچھ کہا ہے؟'' اسفند کو اس لمحے عینی کی موجودگی کھل رہی تھی۔ اماں جان نے کبھی تنہائی میں ایسا رویہ نہیں برتا تھا اور اب عینی کے سامنے۔

''وہ کبھی کچھ نہ کہنے کا موقع چھوڑتی ہے؟ کومل سے تو اُسے خدا واسطے کا بیر ہے۔ اور تم.......'' اسفند کو ان کی خفگی کی وجہ اب سمجھ آئی۔ یقیناً کومل نے انہیں بہت کچھ بتا دیا تھا۔ فکر کی ہر لہر اس کے چہرے پر بکھر گئی۔

''عینی پلیز! تم اماں جان کے لئے پانی لے کر آؤ۔'' اسفند نے عینی کو وہاں سے رخصت کیا۔

''مجھے اپنی تربیت پر بڑا مان تھا اسفند! مگر تم نے میرا مان مٹی میں ملا دیا۔ اپنی ماں کی باتوں پر یقین کر کے تم اس غریب بچی کے ساتھ کیا کرنے جا رہے ہو؟''

''یہ....... میں نے ایسا کیا کِیا ہے، اماں جان؟....... آپ کیوں اس طرح ری ایکٹ کر رہی ہیں؟'' اسفند نے تغافلِ عارفانہ سے پوچھا۔

''تم اچھی طرح جانتے ہو تم نے کیا کِیا ہے۔ تم سمجھ رہے تھے، کسی کو کچھ خبر نہیں ہو گی۔ تم اور صوفیہ اس کی مجبوری سے فائدہ اٹھا رہے ہو۔ وہ اگر تمہارے ہی خون کی وجہ سے ہم سب سے جڑے رہنے پر مجبور ہے تو کیوں چاہتے ہو کہ وہ یہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر کہیں روپوش ہو جائے؟'' اماں جان نے اپنی پریشانی اسی سرد رویّے کے ساتھ بیان کی۔ اسفند نے انہیں فکر مند نظروں سے دیکھا۔ اسے اس کی حالت پر شبہ تھا۔ ہاتھوں کی ٹھنڈک تو وہ محسوس کر ہی چکا تھا، چہرے کا رنگ بھی معمول کے مطابق نہ تھا۔

''اماں جان! آپ کو ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ ہم اسے کیوں مجبور کریں گے؟ وہ خود اپنی حرکتوں سے ہمیں اور.......'' اسفند کی بات درمیان میں رہ گئی۔ عینی آ گئی تھی۔ پانی کے علاوہ وہ اس کے لئے جوس اور سینڈوچز بھی لے کر آئی تھی۔

''تھینکس عینی! مجھے کچھ نہیں چاہئے تھا۔ اماں جان! لیجئے، آپ پانی پئیں، پھر بات کریں گے۔ دوسروں کے لئے اپنا ٹمپر لوز نہ کریں۔'' اسفند نے ان کی طرف پانی کا گلاس بڑھاتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ اماں جان نے اس کا بڑھایا پانی کا گلاس نہیں تھاما۔

''تمہارے بھائی کی بیوہ ہے سنی!....... یاد ہے کہ نہیں؟''

''ہمیں تو یاد ہے اماں جان! مگر وہی بھلا رہی ہے کہ وہ ایک بیوہ ہے اور.......'' اسفند کا لب و لہجہ آج صوفیہ منصور سے ملتا جلتا تھا۔ اماں جان نے اسے حیرت سے بھرپور نظروں سے دیکھا۔

''اور کیا؟....... اگر اس نے یہ بھلا دیا ہوتا تو آج وہ بہت صحیح مقام پر ہوتی۔ کبھی سوچا ہے، وہ کیسے جی رہی ہے اور کیوں؟'' اسفند کی صاف گوئی کی عادت آج انہیں تکلیف دے رہی تھی۔

''قسمت نے اسے آزمائش میں ڈالا ہے۔ تم لوگ کون ہوتے ہو اس کا حساب کتاب رکھنے والے، اسے آزمانے والے۔ کبھی تم نے اپنے کسی عمل کا کسی کو جواز دیا ہے؟'' اماں جان کی بات اسفند کو گنگ کر گئی۔ کئی لمحے تک وہ بولنے کے قابل نہیں رہا۔ جب کچھ کہنے قابل ہوا تو فقط اتنا۔

''اماں جان! ہم گھر چل کر اس مسئلے پر بات کرتے ہیں۔'' وہ اُٹھا اور کمرے سے نکل گیا۔



''ویلکم ٹو ہوم، مائی ڈیئرسٹ بھابی!'' گھر میں داخل ہوتے ہی ثانیہ نے اپنی گرم جوش آواز کے ساتھ ان کا استقبال کیا۔

کومل حیران بھی تھی اور خوش بھی۔ اس نے اپنی آمد کا صحیح وقت کسی کو نہیں بتایا تھا۔ ایئرپورٹ سے وہ دونوں آئے بھی ٹیکسی میں تھے۔

''تم یہاں کیسے؟....... تمہیں کس نے بتایا کہ ہم آج.......''

''دیکھ لیں ہماری محبت۔ آپ بے شک مجھ سے چھپاتی رہیں، مگر میں بھی آپ کی خبر رکھتی ہوں۔'' ثانیہ نے اس کی حیرت کا جواب خفگی سے دیا، جو کہ مصنوعی تھی۔

''کیا چھپایا ہے میں نے تم سے؟....... سبھی بدگمان ہیں۔ آخر کیوں؟'' کومل نے لاؤنج کے درمیان ہی رک کر پوچھا۔

اتنے میں مالی بابا اور ملازم لڑکا ان کا سامان ٹیکسی سے اُتار کر لئے آ رہے تھے۔ مون ان کے ساتھ ساتھ ہی تھا۔ مون اپنے سامان کے لئے فکر مند تھا کہ کہیں اس کی بہت ساری گیمز گم نہ ہو جائیں۔

''بابا! سارا سامان میرے روم میں رکھوا دیں۔'' اشرف! (ملازم لڑکا) دھیان سے رکھنا۔ مون کے کھلونے ہیں۔ ٹوٹ نہ جائیں۔'' کومل نے وہیں بیٹھتے ہوئے انہیں ہدایات دیں اور پھر ثانیہ کی طرف متوجہ ہو گئی۔

''ہاں....... تم نے مجھے بتایا نہیں کہ میں نے ایسا کیا کِیا ہے کہ سبھی بدگمان ہو رہے ہیں۔ مما سے بھی دو تین بار بات کرنے کی کوشش کی مگر انہوں نے لائن ہی کاٹ دی۔ اور تم تو ہماری کالز ہی ریسیو نہیں کر رہی تھیں۔''

''اور کیا پھپھو!....... میں نے آپ کو بہت مس کیا۔ آپ مجھ سے بات کیوں نہیں کر رہی تھیں؟'' مون سامان صحیح مقام پر رکھے جانے کی تسلی کے بعد فوراً ہی پلٹ کر آیا تھا اور اپنی پھپھو

سے لپٹ گیا تھا۔

''سوری جان! بس ٹھیک ہوگئی۔ ایکچولی میرا سیل فون بند تھا اور........ پلیز ملی بھابی! آپ میری بات کو سیریس نہ لیں، میں مذاق کر رہی تھی۔''

''جانتی ہوں تمہاری عادت۔ اس لئے تمہیں معاف کیا۔ اچھا یہ بتاؤ، گھر میں سب خیریت سے ہیں؟''

''تھینکس می لارڈ۔ گھر والے تو سبھی ٹھیک ٹھاک ہیں۔ بس میں ہی اُداس بلبل بنی ہوئی تھی، اسی لئے صبح ہی ادھر چلی آئی تھی۔'' وہ اپنے مخصوص انداز میں بولتی کومل کے پہلو میں آ بیٹھی۔ پھر اپنا سر اس کے کندھے پر رکھ کر لاڈ سے بولی۔

''ملی بھابی! پلیز آئندہ اس طرح مجھے چھوڑ کر مت جانا۔ آپ کو کیا پتہ، میں سوچ سوچ کر کتنا جلی ہوں کہ آپ دونوں وہاں کتنا انجوائے کر رہے ہوں گے اور........''

''اور یہ محترمہ یہاں جل جل کر جل ککڑی بن گئی ہیں۔ آپ نے دیکھا نہیں، محترمہ کا رنگ کالا ہوگیا ہے۔'' نبیل اندر آتے ہوئے ثانیہ کی بات اُچک کر بڑھاوا دے گیا۔ کومل نے مسکرا کر اسے دیکھا جبکہ ثانیہ نے کھا جانے والی نظروں سے۔

''مسٹر! یہ آپ کی انٹری ہمیشہ غلط ٹائم پر کیوں ہوتی ہے؟''

''میری انٹری تو صحیح وقت پر ہی ہوتی ہے، شاید آپ کی ٹائمنگ ہی غلط ہے محترمہ!'' نبیل اسے چڑاتا سامنے بیٹھ گیا اور پھر اس نے اشارے سے مون کو اپنی جانب بلا لیا۔

''تم دونوں پھر لڑنے لگے ہو؟ مجھے تو رپورٹ ملی تھی کہ تم دونوں میں دوستی ہوگئی ہے۔''

کومل نے باری باری دونوں کو دیکھا۔ ثانیہ کا منہ پھولا ہوا تھا۔

''ایسا نہیں ہوسکتا۔ آپ کو غلط رپورٹ دی گئی ہے۔''

''رپورٹ تو بالکل پکی ہے۔ اب کوئی مکر جائے تو میں کیا کہہ سکتا ہوں۔'' نبیل نے برملا جتایا تو پھر اسے گھورنے لگی۔

''مکرنے کی عادت تم جیسے مردوں کو ہوتی ہے۔ ہر ایک سے وعدہ کرتے پھرتے ہو اور پھر......'' ثانیہ نے بنا سوچے سمجھے اپنی بدگمانی جتائی تو وہ اس کے ''صاف چھپتے بھی نہیں، سامنے آتے بھی نہیں'' والے انداز پر مسکرانے لگا۔ کومل نے بھی زیر لب ہنسی کے ساتھ نبیل کو آنکھیں دکھائیں، پھر دونوں کو مخاطب کیا۔

''بس بھئی، اب یہاں جنگ شروع نہ کر دینا۔ ہم ماں بیٹے کے لئے کچھ کھانے پینے کا انتظام ہے یا پھر آرڈر دینا پڑے گا؟'' کومل نے انہیں اپنی جانب متوجہ کیا۔

ثانیہ فوراً ہی کھڑی ہوگئی۔

''میں گھر سے کھانا بنوا کر لائی ہوں۔ مجھے معلوم تھا، اتنے دن ہوٹل کا کھانا کھا کھا کر آپ دونوں بے زار ہو چکے ہوں گے۔ میں گرم کرتی ہوں۔ آپ فریش ہو لیں۔''

کومل، مون کو لے کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

''مس ثانیہ منصور کو بھی کچھ پکانا آتا ہے یا پھر دوسروں کی پکائی ڈشز کو صرف گرم ہی کر سکتی ہیں، وہ بھی ایزی لی اوون میں؟'' نبیل نے اس کے اٹھتے قدموں کو انہی باتوں سے روک دیا۔ وہ پلٹ آئی۔

''آپ کو کیا فکر ہے، مجھے پکانا آتا ہو یا نہ آتا ہو۔'' وہ کہہ کر واپس کچن کی طرف مڑ گئی۔

نبیل نے پیچھے سے ہانک لگائی۔

''مجھے آپ کی نہیں، اپنی فکر ہے۔ ہمارے گھر میں شیف نہیں ہے۔'' نبیل نے اسے چڑانے کے لئے جھوٹ بولا۔

''نہیں ہے تو میں کیا کروں؟''

''اس کا مطلب ہے، شیف کا انتظام کرنا پڑے گا۔'' وہ کچن کے دروازے میں جا کھڑا ہوا۔

''یہ کن خوش فہمیوں میں پڑ گئے ہیں آپ، نبیل کیانی؟''

''مجھے ان خوش فہمیوں میں مبتلا کس نے کیا ہے؟'' نبیل نے اس کی پشت دیکھ کر کہا۔ وہ اوون میں ڈش رکھ رہی تھی۔

''میں نے کچھ نہیں کیا۔ آپ ملی بھابی کو غلط امپریشن مت دیں اور یہاں سے جائیں۔'' ثانیہ نے گھبراہٹ کے مارے اوون کا دروازہ کھول لیا، وقت سے پہلے۔

''مادام صحیح اور غلط کی تمیز رکھتی ہیں۔ ڈونٹ وری۔''

''مجھے اپنی نہیں، آپ کی فکر ہے محترم!''

''رئیلی؟........ پھر تو مجھے فکر ہی نہیں کرنی چاہئے۔ آئی نو، آپ کافی بہادر خاتون ہیں۔''

''جی ہاں۔ اتنی بہادر کہ مما نے آپ کے بارے میں پوچھا تو میں صاف صاف مکر جاؤں گی کہ جانتی تک نہیں۔'' اس بار اس نے نبیل کو چڑایا۔

''مجھے خبر نہیں تھی کہ آپ مستقبل میں پولیٹیشن بننا چاہتی ہیں۔ بڑی جلدی بیان بدلا ہے۔ ویری گڈ۔'' نبیل نے چڑے بغیر ادھار چکایا۔ تبھی کومل نے اپنی آمد سے چونکا دیا۔

''یہاں کیا ہو رہا ہے؟........ کھانا گرم ہو رہا ہے یا کھچڑی پک رہی ہے؟''

ثانیہ نے فوراً ہی رخ موڑا جبکہ نبیل اپنے مخصوص پُراعتماد انداز میں کھڑا رہا۔

''یہ محترمہ آج کی تاریخ میں پکا ہوا کھانا ہی صحیح سے گرم کر لیں تو بڑی بات ہے۔ کھچڑی کھانے کے لئے آپ کو دو دن کا انتظار کرنا پڑے گا۔''

''انکل! میری ماما تو آدھے گھنٹے میں کھچڑی بنا لیتی ہیں۔'' مون نے اپنی سمجھ کے مطابق مفہوم لیتے ہوئے حیرت کا اظہار کیا۔

''مائی پرنس! وہ تمہاری ماما پکا لیتی ہیں۔ تمہاری پھپھو آدھے گھنٹے میں پکا لیں تو........''

"اُف، نبیل کیانی! اِنف۔ بھابی! سمجھالیں۔ ورنہ........" وہ غصہ دکھاتی دوسرے کمرے سے نکل کر ڈائننگ روم میں چلی گئی۔ کومل نے نبیل کو اشارے سے منع کیا کہ مزید کچھ نہ کہے۔ پھر کھانے کے دوران نبیل، مون سے اور کومل سے ہی مخاطب رہا۔ ثانیہ کی طرف اس نے دانستہ نہیں دیکھا۔



"صوفیہ! تمہیں معلوم ہے کچھ کہ تمہارا لاڈلا بیٹا آج کل کیا کر رہا ہے؟" منصور احمد کافی غصے میں گھر میں داخل ہوئے تھے اور آتے ہی صوفیہ سے پوچھ رہے تھے۔

"کیا ہوا؟........ کیا کِیا ہے اسفند نے؟........ یا کورٹ میرج کر لی ہے؟" صوفیہ منصور نے حیرت کے ساتھ اپنے خدشات کو بھی زبان دی۔

"آئی کانٹ بلیو اِٹ کہ تم اتنی بے خبر ہو سکتی ہو۔ تمہاری مرضی کے بغیر تو یہ کام ہو ہی نہیں سکتا۔"

"کیسا کام؟........ آپ یونہی مجھ پر الزام رکھ رہے ہیں۔ اس نے آپ کے سامنے تو اپنی پسند کا اعلان کیا تھا۔"

"میں اس حوالے سے بات نہیں کر رہا۔ کیا تم واقعی نہیں جانتی ہو کہ شمعون کی کسٹڈی کے لئے وہ لیگلی اسٹیپ لے رہا ہے۔" منصور نے بے یقینی سے پھر پوچھا۔

"وہاٹ؟........ مون کی کسٹڈی؟........ کس طرح؟" صوفیہ منصور کو بھی شدید جھٹکا لگا تھا۔

"میں نے اسے بتا دیا تھا کہ شافند نے اپنی زندگی میں ہی کومل کو یہ اتھارٹی دے دی تھی۔ مون اور اس کی پراپرٹی کی اب وہی کرتا دھرتا ہے۔ شاید........"

"اس کے باوجود وہ کیس فائل کرنا چاہتا ہے۔ میں پوچھتا ہوں، اسے یہ سب کس نے کرنے کی اجازت دی ہے؟" صوفیہ، شوہر کے غصے پر ایک دم گھبرا گئی تھیں۔ منصور احمد کا ایسا شدید ردِعمل کافی عرصے بعد دیکھنے کو ملا تھا اور وہ بھی اسفند کے لئے۔

"آپ میرا یقین کریں منصور! کہ مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ ایسا کر رہا ہے۔ اور پھر........"

"تمہیں سب کچھ معلوم رہتا ہے۔ صرف کومل کے علاوہ۔" وہ ان کی بات کاٹتے ہوئے مزید بھڑکے۔

"تم ماں بیٹا، شمعون کے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہو؟........ کومل سے چھین کر سنبھال پاؤ گے اس بچے کو؟........ ارادے کیا ہیں؟ آج مجھے بتا ہی دو۔"

"آپ مجھ پر الزام لگا رہے ہیں۔ مجھے کیا ضروری ہے کہ میں شمعون کو اس سے چھینوں؟ اور اسفند کے ذہن میں کیا ہے، میں نہیں جانتی کہ اس نے ایسا کیوں کیا۔ آپ اسی سے پوچھیں۔" صوفیہ کمال تحمل سے کام لے رہی تھیں۔ مگر دل ہی دل میں اسفند کے اقدام پر انہیں خوشی بھی ہو رہی تھی۔

"میں پوچھ لوں گا اس سے بھی اور تم بھی اسے سمجھا دینا کہ میری زندگی تک ایسا ہونا ممکن نہیں ہے کہ تم لوگ ان ماں بیٹے کو الگ کر سکو۔ بیرسٹر سلطان پاشا نے جب مجھے کال کر کے بلایا اور پھر پوچھا کہ کیا ایسا ہم سبھی چاہ رہے ہیں تو میں حیران رہ گیا۔ کومل سے اسے کیا تکلیف ہے جو...... اپنے حصے کی پراپرٹی ہے نا اس کے پاس۔ بلکہ اماں جان کی بھی۔ پھر کومل اور شمعون کی پراپرٹی اسے کیوں کھل رہی ہے؟ وہ جانتا نہیں کہ وہ سب کچھ کومل کی اپنی محنت کا پھل ہے۔"

"پاپا! میں نے یہ اسٹیپ سوچ سمجھ کر لیا ہے۔" اسفند جانے کب وہاں چلا آیا تھا۔ اماں جان بھی آج شور سن کر کمرے سے باہر آ گئی تھیں۔ منصور احمد بھی تو لاؤنج میں کھڑے چلا رہے تھے۔ صوفیہ، اسفند کی آمد پر واقعی پریشان ہو گئیں۔ وہ باپ بیٹے کے درمیان کسی قسم کا جھگڑا کبھی نہیں چاہتی تھیں۔ بے شک اسفند اُن کی دلی مراد پوری کر رہا تھا کہ کومل تو ان کی بھی برداشت سے باہر تھی۔

"یہی تو میں جاننا چاہ رہا ہوں کہ کیا سوچ سمجھ ہے تمہاری؟"

"پاپا! آپ سبھی لوگ اس حقیقت سے نظریں چرا کر کیوں بیٹھے ہیں کہ وہ عورت شمعون کی حقیقی ماں نہیں ہے۔ ایک نہ ایک دن........"

"شٹ اپ........ خبردار جو آئندہ کوئی یہ بات اپنی زبان پر بھی لایا۔" منصور احمد نے بیٹے کو بری طرح جھڑک کر صوفیہ کو قہر بھری نظر سے دیکھا، جیسے انہیں یقین تھا کہ یہ زہر اسفند کے ذہن و دل میں انہوں نے ہی بھرا تھا۔

"اس لڑکی کی قربانیاں یاد رکھنے کے بجائے تم لوگوں کو صرف یہ یاد ہے کہ وہ........ میں کسی سے یہ بات آئندہ سننا نہیں چاہتا، انڈر اسٹینڈ؟ اور نہ ہی کسی کو شمعون کے مستقبل کی فکر کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کی ماں سلامت ہے اور ابھی میں بھی زندہ ہوں، اس کے لئے فیصلے کرنے والا۔"

"پاپا! وہ عورت شمعون کو ہم سے دور لے جا رہی ہے۔ آپ لوگ سمجھ کیوں نہیں رہے؟ کل کو اگر وہ شادی کر لیتی ہے تو پھر شمعون کا مستقبل کیا ہوگا؟" اسفند نے بنا جھجکے سوال اٹھایا۔

"سو وہاٹ؟........ اس کا حق ہے۔ اگر وہ ایسا کرے گی تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ اور کسی کو اعتراض کا حق بھی نہیں ہے۔"

"بلکہ میں تو کہتی ہوں منصور! یہ کارِ خیر ہمیں خود انجام دینا چاہئے تھا۔" اماں جان نے اپنی موجودگی کا احساس دلایا۔ منصور احمد چونک کر پلٹے اور پھر آنکھوں میں تائید بھرتے وہ انہیں تھام کر صوفے تک لے آئے۔

"ہم خود کو مسلمان کہتے ہیں، مگر ہمارے اعمال...... ایک عرصے سے ہم نے اس لڑکی پر زندگی حرام کر رکھی ہے۔ اس کی ساری خواہشیں، اُمنگیں شافند کے ساتھ ہی زبردستی دفنا دیں۔

"ایسی بے رنگ زندگی کیا ہم اپنی کسی بیٹی کو دے سکتے تھے؟" اماں جان کو بھی آج کھل کر کہنے کا موقع ملا تھا۔ جس دن سے اسفند انہیں یہاں لے کر آیا تھا، وہ اسفند سے بھی ٹھیک طرح نہیں بول رہی تھیں۔ صوفیہ، اسفند سے بھی پہلے منظر سے غائب ہو گئی تھیں۔ اسفند نے باپ اور دادی کو متفق دیکھا اور پھر وہ بھی غصہ دل میں بھرے واپس مڑ گیا۔

اماں جان کا سوال ذہن میں ہتھوڑے کی طرح برس رہا تھا۔ جبکہ صوفیہ اپنے کمرے میں بیٹھی پیچ و تاب کھا رہی تھیں۔ اسفند کے ذریعے ان کی پوری ہونے والی دیرینہ آرزو پہلے قدم پر ہی ناکامی کی بکل اوڑھنے پر مجبور تھی۔



"مون!...... ثانی!...... جلدی کرو۔ بس بعد میں دیکھنا سب کچھ۔ ابھی چلو۔" کومل نے کچھ دیر آرام کے بعد دونوں کو منصور ہاؤس چلنے کو کہا۔ وہ سبھی کے لئے تحائف لے کر آئی تھی اور چاہتی تھی، سبھی کو فوراً ان کے تحفے پہنچا دے۔ پھر اسے روشنی کو بھی منانے جانا تھا۔ وہ بھی اس سے ناراض تھی۔

"ملی بھابی! ابھی چلتے ہیں نا۔ ویسے آپ نے ثانیہ کے لئے جو ڈریس اور نیکلیس لیا ہے نا، وہ مجھے پسند ہے۔ وہ آپ مجھے دے دیں اور......" ثانیہ نے للچاتی نظروں سے ثانیہ کے گفٹ پیک کو دیکھا۔

"ہرگز نہیں۔ جو ثانیہ کے لئے ہے، وہ ہی اسے ملے گا۔ تمہارے لئے اس سے زیادہ چیزیں لائی ہوں۔ تم نے مجھے جو الم غلم لکھ کر لسٹ دی تھی، سب کچھ آیا ہے۔ پوچھ لو مون سے، تمہاری شاپنگ میں پورا دن خرچ ہوا تھا میرا۔ اور تم ہو کہ ثانیہ کے گفٹس پر نیت خراب کر رہی ہو۔"

"پھپھو! آپ کے لئے تو ماما نے اور بھی کچھ لیا تھا۔ ماما! آپ نے پھپھو کو ڈائمنڈ رنگ نہیں دی؟"

"مون!..... اسٹوپڈ! وہ تمہاری پھپھو کے لئے نہیں لی تھی۔" کومل نے اسے خفگی سے ٹوکا۔

"پھر کس کے لئے لی ہے؟...... اپنی چہیتی عینی کو دے گی۔ ہے نا؟" ثانیہ نے بدگمانی سے پوچھا۔

"عینی کو جینٹس رنگ کیوں دوں گی؟"

"جینٹس رنگ؟...... کس کے لئے؟"

"ہے بس کسی کے لئے۔ تم دونوں بس چلو۔ ورنہ میں اکیلی چلی جاتی ہوں۔ دیکھتے رہو تم یہاں کارٹونز اور کھلونے۔" کومل نے عجلت دکھاتے ہوئے اپنا بیگ تھاما اور کمرے سے نکل گئی۔ ثانیہ کو بھی کھلبلی لگی تھی کہ ڈائمنگ رنگ کس کے لئے لی گئی ہے۔ وہ مون کو بولتی باہر کو لپکی۔

"چلو مون! ورنہ تمہاری ماما ہمیں چھوڑ جائیں گی۔"

کومل باہر مالی بابا کو کچھ ہدایات دے رہی تھی۔ فارغ ہوتے ہی ثانیہ نے بے صبری سے سوال کیا۔

"آپ بتا کیوں نہیں رہیں؟ کس کے لئے لی ہے ڈائمنڈ رنگ؟ اور آپ نے وہ مجھے دکھائی بھی نہیں۔"

"ضروری ہے تمہیں ہر چیز دکھائی جائے؟ چلو جلدی سے بیٹھو۔" کومل نے اسے ٹوکتے ہوئے اپنی گاڑی کا لاک کھولا۔

"ملی بھابی! آپ سچ مچ بدل گئی ہو یا یہ میرا وہم ہے؟" ثانیہ نے آج فرنٹ سیٹ پر مون کو نہیں بیٹھنے دیا اور خود زبردستی بیٹھ گئی۔ وہ بسورتا ہوا پیچھے چلا گیا۔

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ میں بدل گئی ہوں۔ اور تم میرے بچے سے کیوں اُلجھ رہی ہو؟" کومل نے زیر لب مسکراہٹ کے ساتھ کہتے ہوئے گاڑی اسٹارٹ کی۔

"میں دیکھ رہی ہوں، آپ مجھ سے زیادہ دوسروں کو امپورٹنس دینے لگی ہیں۔"

"کون دوسرے؟...... ثانیہ کی بات کر رہی ہو؟...... بھئی وہ میریڈ ہے۔ ڈیزرو کرتی ہے، ایکسٹرا آرڈنری ٹریٹ منٹ کی۔ سسرال والوں پر میکے والوں کا اچھا امپریشن پڑتا ہے۔ تم فکر نہ کرو، تمہاری شادی کے بعد میں باقاعدہ تمہارے لئے الگ سے عید تہوار بھیجا کروں گی۔ ڈونٹ بی جیلس۔" کومل نے اس کی بات کا مطلب سمجھنے کے باوجود اسے اپنے حساب سے جواب دیا۔

"آپ اچھی طرح جانتی ہیں، میں ثانیہ کے بارے میں بات نہیں کر رہی۔"

"پھر کس کی بات کر رہی ہو؟...... عینی کے لئے تو میں صرف کچھ پرفیومز اور کاسمیٹکس ہی لائی ہوں۔"

"وہ رنگ کس کے لئے لائی ہیں؟" ثانیہ نے زچ ہو کر پوچھا۔

"اُفوہ...... تمہارے ذہن سے وہ رنگ چپکی ہوئی ہے۔ مون! تمہیں میں نے منع بھی کیا تھا۔ وہ ایک سرپرائز تھا۔ ویل، تم ایسی ہی بے صبری ہو رہی ہو تو سن لو، وہ رنگ تمہارے فیانسی کے لئے لائی ہوں...... اوکے؟"

"وہاٹ...... فیانسی؟...... میرا؟...... یہ کہاں سے ٹپک پڑا؟"

"عنقریب ٹپکنے والا ہے۔" کومل نے گاڑی چلاتے چلاتے ایک نظر حواس باختہ ثانیہ کو دیکھا۔ دل کی دھڑکن بڑھ رہی تھی۔ ادھر نبیل اظہارِ محبت کر کے اس کی سوچوں کا رخ بدل چکا تھا اور ادھر کومل اس کے کسی متوقع منگیتر کی اطلاع دے رہی تھی۔ تو کیا وہ نبیل کے ارادوں سے بے خبر تھی؟ لگ تو ایسا ہی رہا تھا۔ شاید اس کی ممانے ہی اس سے ڈائمنڈ رنگ لانے کی فرمائش کی تھی۔

''آر یو سیریس بھابی؟''

''مجھے مذاق کرنے کی کیا ضرورت ہے؟........تم سیریس نہیں ہو، نبیل کے لئے؟'' کومل نے جس سرسری انداز میں جواب دیا تھا، ثانیہ کو لگا تھا، اس کی سماعت نے غلط سنا ہے۔

''ملی بھابی! آپ اس طرح مذاق نہیں کریں میرے ساتھ۔ آپ اچھی طرح جانتی ہیں مما کو۔ وہ نبیل کو پسند نہیں کرتیں۔''

''میں واقعی مذاق نہیں کر رہی۔ تم مجھے سیریسلی بتاؤ، نبیل کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ مما کی فکر نہ کرو۔ وہ ہائی اسٹیٹس سے بہت جلدی امپریس ہو جاتی ہیں۔''

''میں........میں کیا کہوں؟........میں کچھ نہیں جانتی۔''

''اچھا۔ پھر میں جو جانتی ہوں، میں وہ کرلوں؟'' کومل نے اسے اُکسایا۔ مون دونوں کی باتیں ناسمجھی سے سن رہا تھا۔

''ماما! آپ پھپھو کی بھی شادی کر رہی ہیں، زیتون باجی کی طرح؟'' مون نے نتیجہ اخذ کر کے سوال کیا۔

''ہاں بیٹا!........اب تمہاری پھپھو کی شادی بھی مجھ ہی کو کرنا پڑے گی۔'' کومل نے اسے دیکھا اور مسکرا دی۔ ثانیہ ایک دم خاموش ہوگئی تھی۔

وہ لوگ منصور ہاؤس پہنچے تو کسی سے بھی ملاقات نہ ہو سکی، سوائے اماں جان کے۔ منصور احمد سہ پہر والے واقعے کے بعد واپس آفس چلے گئے تھے۔ صوفیہ منصور کو بھی کسی سہیلی کی یاد نے ستایا تھا۔ وہ بھی گھر سے ندارد تھیں۔ اماں جان کی محبت و شفقت ویسی ہی تھی۔ بے لوث، ممتا کی طرح اُمڈتی ہوئی۔ کومل کو ان کے ساتھ کچھ وقت گزار کر عجیب سا اطمینان محسوس ہوا تھا۔

وہ ان سے پھر آنے کا وعدہ کر کے روشنی کو منانے چل دی۔



''نبیل........!'' قدسیہ کیانی نے اپنے کمرے سے نکلتے بیٹے کو پکارا، جو کہیں جانے کی خاص تیاری کے ساتھ نکلا تھا۔ اس کے پرفیوم کی دلکش مہک اس سے پہلے گھر کے ہر کونے میں پھیل کر اس کی موجودگی کا پتہ دے رہی تھی۔

''یس مما!........آئی ایم کمنگ۔'' وہ چلتا ہوا ان کے کمرے میں آ گیا۔ قدسیہ کیانی اسے پکار کر دوبارہ بستر میں دراز تھیں۔

''کیا ہوا؟ طبیعت ٹھیک ہے؟........ڈاکٹر کو فون کروں؟'' نبیل نے شام کے وقت انہیں لیٹے دیکھ کر فکرمندی سے کہا اور پھر قریب بیٹھتے ہوئے اپنا سیل فون کوٹ کی جیب سے نکال لیا۔

''نہیں........ڈاکٹر کی ضرورت نہیں ہے۔ بس ایسے ہی سست ہو رہی ہوں۔ تم اب کہاں جا رہے ہو؟........ابھی تو آئے تھے۔''

''مما! خیریت ہے؟ آپ آج پاپا والی ٹون میں بات کر رہی ہیں۔ وہ بھی سارا وقت مجھ

پر چیک رکھتے ہیں۔''

''تم ہماری اکلوتی اولاد ہو۔ تم پر چیک نہ کریں تو کیا کریں؟ آج کل کی اولاد بھی تو ماں باپ کی آنکھوں میں آسانی سے دھول جھونک جاتی ہے۔'' قدسیہ کیانی کافی دل گرفتہ سی تھیں۔

''ارے، کیا ہوا؟ مما! کیا پھر آپ کو کسی نے میرے خلاف ورغلانے کی کوشش کی ہے؟ کون ہے، مجھے بتائیں۔ میں اچھی طرح نمٹ لیتا ہوں۔''

''تمہاری بات نہیں کر رہی۔ فی زمانہ جو چل رہا ہے، بس دل ڈرتا ہے۔''

''اپنے دل کو سنبھالیں۔ مما! میں آپ سے وعدہ کر چکا ہوں کہ آپ کی اور ماما کی مرضی کے خلاف کوئی اسٹیپ نہیں لوں گا۔ مادام کے حوالے سے آپ لوگوں کے خدشات دور کیوں نہیں ہو جاتے؟ کیا حلفیہ بیان لکھ کر دوں کہ میں انہیں کیا سمجھتا ہوں؟''

''اس کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے تم پر اعتماد ہے۔''

''پھر؟........وائے آر یو ڈپریسڈ؟''

''تم نہیں جانتے؟........تمہارے پاپا کے بیسٹ فرینڈ، سکندر حیات کی بیٹی نے باہر کسی فارنر سے شادی کر لی ہے۔''

''وہاٹ........؟'' نبیل کو بھی سن کر حیرت کا جھٹکا لگا۔ ''رائمہ نے؟........مگر وہ تو کسی ہندو میں انٹرسٹڈ تھی........اور پاپا کو میں نے اس سے شادی نہ کرنے کی وجہ بھی بتا دی تھی۔ سکندر انکل نے جھوٹ کہا ہوگا۔ کسی فارنر سے شادی کرنا اتنا بڑا ایشو نہیں بنتا جتنا بڑا کسی ہندو کے ساتھ ریلیشن رکھنے میں بنتا ہے۔ انہوں نے تنقید سے بچنے کے لئے ایسا کیا ہے۔ آپ کیوں ڈپریسڈ ہیں؟'' نبیل نے فوراً ہی خود کو سنبھال کر سرسری طور پر موضوع سمیٹنے کی کوشش کی۔

''ڈپریشن کی بات تو ہے نا میرے بچے! ہم لوگ مسلمان ہیں۔ ہماری کچھ ویلیوز ہیں، کچھ حدود لاگو ہوتی ہیں ہم پر۔ ہماری بچیاں کس طرف جا رہی ہیں۔ ہندو ہو یا کوئی انگریز، اس سے تعلق رکھنے کے بعد دین سے ہی نہیں، دنیا سے بھی خارج ہو گئی ہے نا........رائمہ کی ماں تو بہت دینداری کی باتیں کرتی تھی۔ بیٹی کو اس نے یہ تعلیم دی کہ وہ........''

''ممی! صرف تعلیم ہی تو انسان کو نہیں سنوارتی۔ انوائرمنٹ ایک خاص رول پلے کرتا ہے، ہماری زندگیوں میں۔ سکندر انکل نے اپنے بچوں کو جو ماحول دے رکھا ہے، اس کے بعد لڑکیوں کو الزام دینا بالکل غلط ہے۔ جب آپ خود اپنے گھر میں ہی اپنی گرل فرینڈز کے ساتھ ٹائم پاس کریں گے تو آپ کے بچے آپ سے کیا سیکھیں گے؟ وہاں میں نے سکندر انکل کو اس سے بھی زیادہ آزادی سے ہر وہ فعل کرتے دیکھا تھا، جو کسی مسلمان تو کیا، کسی انسان کو بھی سوٹ نہیں کرتا تھا۔ ویل، آپ خود کو ایسی سوچوں سے پریشان نہ کریں۔ ہم جو بوتے ہیں، وہ کاٹنا بھی پڑتا ہے۔ چلیں اُٹھیں، آپ میرے ساتھ چلیں۔ فضول میں یہاں تنہا

پریشان رہیں گی۔"

نبیل بھی کرب محسوس کر رہا تھا مگر وہ بے بس تھا۔

"تم جاؤ، جہاں جا رہے ہو۔ میں کہاں جاؤں گی؟"

"کہاں جاؤں گی...... مطلب؟ میرے ساتھ آؤٹنگ کے لئے چلیں۔ مل کے انجوائے کرتے ہیں۔"

"نہیں...... تم جاؤ...... یقیناً کومل سے ملنے جا رہے تھے تم۔"

"نہیں۔ ان سے دوپہر میں مل چکا ہوں۔ ابھی تو دوستوں کی طرف جا رہا تھا۔ لیکن اب آپ میرے ساتھ چل رہی ہیں۔" نبیل نے انہیں زبردستی اپنے ساتھ چلنے پر مجبور کر دیا۔



"ممی!...... ممی! اس سے کہیں، مجھے اس سے نہ بات کرنی ہے اور نہ ہی اس کی کسی چیز کی مجھے ضرورت ہے۔" روشنی اسے دیکھتے ہی کمرے کی طرف بھاگی۔

مسز وقار جانتی تھیں، یہ ناراضگی چند پل کی ہے۔ ابھی دونوں میں گلے شکوے ہوں گے اور پھر دونوں پہلے کی طرح شیر وشکر ہو جائیں گی۔ اس لئے وہ ایک طرف ہو گئیں۔ کومل اس کے پیچھے لپکی۔

"روشنی!...... میری بات تو سنو...... یار! تمہیں بتا کر گئی تھی۔ وعدے کے مطابق آ تو گئی ہوں۔" کومل نے اسے دروازہ بند نہیں کرنے دیا اور درمیان میں اپنا بازو پھنسا دیا۔

"صرف چار دن رہ گئے ہیں میری شادی میں اور میری اکلوتی دوست اب آ رہی ہے۔" روشنی نے ناکام کوشش کے بعد دروازہ چھوڑ دیا۔ کومل جھٹکے سے اندر کی طرف لڑھک کر سنبھل گئی۔

"ٹرائے ٹو انڈر اسٹینڈ مائی ڈیئر!...... تمہاری اکلوتی دوست کے ساتھ ہزاروں بکھیڑے ہیں، جو جی کا روگ بنتے جا رہے ہیں۔"

"یہ روگ تمہیں اسی وقت یاد آنے تھے نا۔" روشنی دھپ سے جا کر بستر پر بیٹھ گئی۔ کومل نے پیلے جوڑے میں ملبوس پہلے سے کچھ کمزور دِکھتی روشنی کو محبت سے دیکھا۔ مایوں کے جوڑے میں اس پر خوب روپ آیا تھا۔

"مجبوری تھی...... بزنس ڈیلنگ تھی میری۔ اور پھر تم تو جانتی ہو، یہاں اسفند منصور نے میرا جینا دوبھر کر رکھا تھا۔ صرف تمہارے لئے...... تمہاری خاطر واپس آئی ہوں۔ ورنہ تو وہیں سے فرانس کے لئے نکل جانا تھا۔" کومل نے اس کے مقابل بیٹھتے ہوئے اپنی مجبوری بتائی۔

"وہاٹ؟...... تم فرانس جا رہی ہو...... اور تم نے مجھے بتایا تک نہیں؟" روشنی ناراضگی بھول کر حیرت سے پوچھنے لگی۔

"ایک اپرچیونٹی اویل کر رہی ہوں۔ ایک سال کا بیسک فیشن ڈپلومہ ہے۔ سوچا ہے، کر لوں۔ آگے کام آئے گا۔" کومل نے مصنوعی گرمجوشی سے بتایا۔

"اور مون؟" روشنی نے اسے جانچتی نظروں سے دیکھا۔

"ظاہر ہے، وہ میرے ساتھ ہی جائے گا۔"

"ضرورت کیا ہے تمہیں اس طرح خود کو آزمائش میں ڈالنے کی؟ تمہارا بزنس کامیابی سے چل رہا ہے۔ اب تو انٹرنیشنل مارکیٹ میں بھی تمہارے ڈیزائن کیے ہوئے ڈریسز کی ڈیمانڈ ہے۔ پھر یہ شوشہ کیوں اٹھا رہی ہو؟"

"تم اچھی طرح جانتی ہو کہ کیوں؟...... مون کو یہاں رکھنا اب بہتر نہیں رہا۔ اسفند منصور اور مما مون کو کسی نہ کسی طرح ٹریپ کر ہی لیں گے۔ اور پھر اس کے ذہن میں ایسا زہر بھریں گے کہ وہ کسی قابل ہی نہیں رہے گا۔"

"کب تک بچاؤ گی اُسے؟" روشنی نے اس کی آنکھوں میں پھیلی دُھند میں بھی دُور تک دیکھنے کی کوشش کی۔

"جب تک ممکن ہو سکا۔ کم از کم اس وقت تک جب تک مون صحیح اور غلط کو سمجھنے کی پوزیشن میں نہیں آ جاتا۔ اپنے اور پرائے کے فرق کو محسوس کرنے نہیں لگ جاتا۔"

"تمہیں کیا لگتا ہے، یہ لوگ تمہیں آسانی سے یہاں سے فرار ہونے دیں گے؟" روشنی نے اسے حقیقت کا احساس دلایا۔

"میں فرار نہیں ہو رہی۔ سب کے سامنے جاؤں گی اور باضابطہ طور پر۔" کومل نے اپنی آنکھوں کی دُھند پر اپنی پھیکی دھوپ سی ہنسی بکھیری۔

"کومل! یہ بہت مشکل راستہ ہے۔ میں تمہیں پھر سمجھا رہی ہوں۔ مون کے لئے اپنی زندگی تو تیاگ ہی چکی ہو، عمر بھر کی کمائی بھی برباد مت کر لینا۔ پانی ہمیشہ نشیب کی طرف جاتا ہے۔ مون اُنہی کا ہے اور......"

"روشنی! ہم اس بارے میں پہلے بھی بات کر چکے ہیں۔ پلیز کوئی اور بات کرتے ہیں۔" کومل نے نہ چاہتے ہوئے بھی کچھ سنجیدگی سے ٹوکا۔ روشنی نے لب بھینچ کر اسے دیکھا اور پھر سر ہلا کر رہ گئی۔

کچھ دیر بعد کومل اس کی شادی کے حوالے سے بات چیت کر رہی تھی اور روشنی اس کے بارے میں اندر ہی اندر پریشان ہو کر بھی بظاہر مسکرا رہی تھی۔



شمعون ہاؤس میں صبح تو اپنے معمول کے مطابق آئی تھی، مگر کومل کی طبیعت میں آج عرصے بعد گہری اُداسی اُتر آئی تھی۔ فیکٹری جانا جتنا ضروری تھا، اتنا ہی اس کا دل نہیں چاہ رہا تھا۔ رات روشنی کے گھر سے دیر سے لوٹنے اور ثانیہ کو منصور ہاؤس ڈراپ کرتے کرتے کافی تاخیر ہو گئی تھی۔ اس کے باوجود وہ معمول سے اٹھ کر تیار بھی ہو گئی تھی۔ مگر پھر بھی سستی سے بیٹھی تھی۔ سامنے چائے کا کپ پڑا تھا، جس میں پڑی چائے ٹھنڈی ہو گئی تھی۔

"ہیلو...... بیٹا! کیا بیٹھے بیٹھے سو رہی ہو؟" نہ جانے کب منصور احمد چلے آئے تھے، اسے

خبر ہی نہیں ہوئی تھی۔

"پاپا! آپ؟...... اس وقت...... السلام علیکم!" کومل جس طرح چونک کر کھڑی ہوئی تھی اور اپنی حیرت کو اس نے وقفے وقفے سے واضح کیا تھا، اس نے منصور احمد کو مسکرانے پر مجبور کر دیا۔

"اب تو شیور ہے کہ تم سو رہی تھیں۔ بیٹا! رات کو سوئی نہیں تھیں کیا؟" منصور احمد نے اس کے سر پر دستِ شفقت رکھتے ہوئے پھر سے پوچھا۔

"ذرا دیر سے سوئی تھی۔ آپ بیٹھیں نا۔" کومل کو فوراً احساس ہوا۔

"کل تم آئی تھیں۔ ملاقات نہیں ہوئی۔ سوچا، آج اپنے بچوں سے جا کر مل بھی لوں اور ان کے ساتھ مزیدار سا کوئی ناشتہ بھی ہو جائے۔"

"شیور پاپا!...... میں ابھی ناشتہ بناتی ہوں۔ مگر آپ کے ساتھ صرف آپ کی بیٹی ہی ناشتہ کرے گی۔ آپ کا بچہ تو دوپہر تک ہی اٹھے گا۔"

"اچھا...... چلو، بیٹی کا ساتھ تو ہوگا۔ تم آج فیکٹری نہیں جا رہی ہو؟"

"جاؤں گی۔ دس بجے تک نکلوں گی۔ ابھی تو نو بجے ہیں۔ ڈونٹ وری۔ آپ آرام سے بیٹھیں اور بتائیں، کیا بناؤں؟ آملیٹ پراٹھا...... یا پھر کباب پراٹھا؟" کومل فوراً چولہے کی طرف بڑھی۔

"کچھ بھی بنا لو میرا بیٹا!...... اور پھر یہاں میرے سامنے آ کر بیٹھ جاؤ۔ مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔"

"کس سلسلے میں؟" کومل کو ہلکا سا ادراک ہوا۔ آج کل سب اس کے جانے کے بارے میں پوچھ رہے تھے کہ وجوہات کیا ہیں۔

"تم آ جاؤ، پھر بات کرتے ہیں نا۔"

"میں سن رہی ہوں، آپ بات کیجئے۔" کومل نے فریج سے گندھا آٹا نکالا اور سیخ کبابوں کی ٹرے بھی۔ اوون آن کر کے پہلے اس نے کبابوں کی ٹرے لگائی اور پھر پیڑے بنانے لگی۔ منصور احمد پہلی بار اس کے کچن میں بیٹھے تھے اور اسے کام کرتا دیکھ رہے تھے۔ اس وقت وہ مکمل گرہستن لگ رہی تھی۔ اس کے لئے عجیب سا احساس ان کے دل میں کسک بن کر رہنے لگا تھا۔ زندگی نے اسے کیا دیا تھا اور وہ سبھی کو خوشیاں بانٹنے کا ہنر رکھتی تھی۔

"پاپا! آپ کہئے، کیا بات ہے؟ میں سن رہی ہوں۔ ایکچولی ٹائم شارٹ ہے اور ہم دونوں کو ہی آفس جانا ہے۔ اس لئے کام کے ساتھ ساتھ بات چیت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔"

"ہاں...... ٹھیک کہہ رہی ہو۔ میں تم سے پوچھنا چاہ رہا تھا کہ تم نے فائنل **Decision** لے لیا ہے، باہر سیٹل ہونے کا؟"

"پاپا! میں کمپلیٹلی سیٹل نہیں ہو رہی۔ ایک دو کورسز کرنے ہیں مجھے۔ آتی جاتی رہوں گی۔

اور پھر مون کے لئے بھی یہ ضروری ہو گیا ہے۔ اپنے گھر کے علاوہ اسے کچھ پسند ہی نہیں ہے۔ رات روشنی کے گھر سے شور مچا کر لے آیا۔ سوچتی ہوں یہ بچہ مجھے اس کی شادی بھی اٹینڈ کرنے دے گا یا نہیں۔'' کومل نے اصل موضوع سے بچنے کے لئے نیا موضوع چھیڑا۔ انداز و لہجہ سرسری اور مصروف تھا۔ منصور احمد سائیڈ چیئر پر بیٹھے اس کے آدھے رخ کو دیکھ رہے تھے۔

''مون تو بچہ ہے۔ اس کا بچپنا آخر رخصت ہو ہی جائے گا۔ تم نے مجھے ریزن نہیں بتائیں کہ تم نے یہ اسٹیپ کیوں لیا ہے؟''

''ریزن تو بتائی ہیں نا پاپا! آپ کو۔ میری اور مون کی اسٹڈیز۔''

''وہ یہاں بھی بیٹرلی کمپلیٹ ہو سکتی ہیں۔ کیا تمہیں صوفیہ اور اسفند سے کوئی خطرہ ہے؟''

کومل نے انہیں رخ موڑ کر دیکھا، پھر نظریں چرا لیں۔ وہ خاموش رہ گئی۔ کیا کہتی۔

''ان دونوں سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اور مون کے لئے کسی سے لڑنے کا وقت آئے گا تو بیٹا! میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تم کیوں پریشان ہوتی ہو؟''

اس کی خاموشی محسوس کر کے منصور احمد اٹھ کر اس کے قریب گئے اور پھر اسے گلے سے لگا لیا۔ کومل کی آنکھوں سے دو آنسو ٹپک پڑے۔

''تمہیں اگر واقعی بزنس کے لئے کہیں جانا ہے تو نو پرابلم۔ مگر کسی سے خوف زدہ ہو کر اپنا گھر چھوڑنے کی ضرورت نہیں ہے میرا بیٹا!''

''پاپا!...... میں مون کے بنا نہیں رہ سکتی۔ اگر کسی نے مون کو مجھ سے جدا کرنے کی کوشش کی تو بخدا میں مرجاؤں گی...... یا پھر......'' وہ سسک پڑی۔

''فکر کیوں کرتی ہو بچے! میں تمہارے ساتھ ہوں۔ کسی کی ہمت ہے نہ مجال...... او کے، ریلیکس۔ اللہ پر بھروسہ رکھو۔ وہ ہمیشہ حق کا ساتھ دیتا ہے۔'' منصور احمد کی ڈھارس نے اس کا حوصلہ بڑھا دیا تھا۔ وہ آنسوؤں کے ساتھ مسکرانے لگی۔ اب صبح نکھری ہوئی محسوس ہو رہی تھی اور ناشتہ بنا کر کھانے کا بھی ایک الگ مزا تھا۔

''پاپا! مجھے بھی آپ سے ضروری بات کرنی ہے۔'' منصور احمد کی ذات کا اعتماد کومل کے احساسات پر خوشگوار اثرات ڈال گیا تھا۔

''کس سلسلے میں؟''

کومل ان کے سامنے ناشتے کے لوازمات رکھ کر خود بھی ان کے سامنے بیٹھ چکی تھی۔

''مجھے بات تو مما سے کرنا چاہیے تھی، مگر آج کل ان کا موڈ ایسا ہے کہ وہ میری کوئی بات ماننا تو دُور کی بات، سنیں گی بھی نہیں۔'' کومل قدرے جھجک کر بولی۔

''کیسی بات؟'' منصور احمد نے نوالہ منہ سے کچھ فاصلے پر لے جا کر پوچھا۔

''پاپا!...... آپ نبیل کو تو جانتے ہیں اور اس کی فیملی کو بھی۔ ہی از نائس پرسن۔ مگر مما شاید اسے پسند نہیں کرتیں۔ اس لئے مجھے آپ سے بات کرنا پڑ رہی ہے۔'' کومل نے ڈرتے

ڈرتے جس طرح بات کی تھی، وہ منصور احمد کو سوچنے پر مجبور کر رہی تھی کہ نبیل کے حوالے سے وہ اس قدر جھجک کر بات کیوں کر رہی ہے۔ صوفیہ منصور کی کئی باتیں، کئی مفروضے انہیں یاد آنے لگے تھے۔ وہ کچھ کہہ رہی تھی۔ منصور احمد نے فوراً ہی اپنے خیالات کو جھٹک کر اس پر توجہ مرکوز کی۔

''پاپا! نبیل کو میں کافی ٹائم سے جانتی ہوں۔ شافند کی زندگی میں بھی اس نے کچھ وقت ہمارے ساتھ گزارا تھا۔ مجھے وہ بہت اچھا اور سلجھا ہوا انسان لگتا ہے۔ مگر فیصلہ آپ کو کرنا ہے۔''

منصور احمد ناشتے سے ہاتھ روک کے اس کی بات سننے اور سمجھنے کی کوشش میں تھے۔ اس کی تمہید سے وہ کچھ اخذ نہیں کر پا رہے تھے، سوائے اس کے کہ وہ نبیل کا دفاع کر رہی ہے۔ مگر کس مقصد کے لئے؟

''بیٹا! تم کھل کر بات کرو، کیا کہنا چاہتی ہو؟ تمہیں پورا حق ہے کہ اپنی بات کہو۔ اور......'' منصور احمد کے دل میں پھر سے خیال آیا تھا کہ شاید وہ اپنی زندگی کے لئے کوئی فیصلہ کرنے جا رہی ہے۔ کچھ دنوں سے وہ اسی نہج پر سوچ رہے تھے۔ کومل اٹھ کر چائے مگو میں ڈالنے لگی تھی۔

''پاپا!...... ثانیہ کے لئے میرے پاس ایک پرپوزل آیا ہے۔'' وہ چائے لے کر دوبارہ سامنے آ بیٹھی۔

''ثانیہ کے لئے؟'' انہیں لگا، ان کی سماعت نے صحیح طرح نہیں سنا۔

''جی۔ ایکچولی مجھے تو وہ ثانیہ کے لئے پہلے سے ہی پسند تھا، مگر جب تک ادھر سے انٹرسٹ شو نہ کیا جاتا، میں یہ بات کسی سے نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اب ادھر سے باقاعدہ پرپوزل لانے کا پیغام ہے تو ضروری ہو گیا ہے کہ آپ کو اور مما کو انفارم کروں۔ مگر مما تو آج کل مجھے دیکھنے کی بھی روادار نہیں ہیں۔''

''تم نبیل کے پرپوزل کی بات کر رہی ہو؟'' منصور احمد نے جیسے کسی خیال سے چونک کر پوچھا۔

''جی پاپا! آپ کو نبیل پسند نہیں ہے؟...... کوئی اعتراض ہے؟'' کومل نے حیرت سے استفسار کیا۔

''نہیں...... کوئی اعتراض نہیں ہے۔ بیٹیاں اتنی جلدی بڑی ہو جاتی ہیں، میں حیران ہوں۔ ثانی تو کل تک بچی لگتی تھی اور...... شاید ابھی صوفیہ نے بھی نہیں سوچا ہو گا۔''

''پاپا! مما سوچ رہی ہیں، بلکہ انہوں نے روشنی کی ممی سے اس سلسلے میں مدد بھی لی ہے۔ آپ مما سے بات کریں گے اس سلسلے میں؟ یا پھر مجھے ہی ہمت کرنا پڑے گی؟ میں چاہتی ہوں روشنی کی شادی سے فارغ ہو کر ثانیہ کی انگیج منٹ کر دیں...... پھر نیکسٹ منتھ مجھے جانا ہے۔''

''کہاں جانا ہے؟'' انہوں نے بے خبری سے پوچھا۔ اپنے خیالات پر شرمندگی ہو رہی تھی۔ یہ لڑکی جوان کے سامنے بیٹھی تھی، اس کے لئے اپنی ذات تو جیسے کہیں تھی ہی نہیں۔ اور جب سے ان کے خاندان سے جڑی تھی، ان کے گھر اور خاندان کی خوشیاں ہی چاہ رہی تھی۔ بلکہ ان کی خوشیوں کو قائم رکھنے میں کوشاں بھی تھی۔ بنا کسی صلے اور غرض کے۔ جواباً اسے کیا مل رہا تھا۔

''پاپا! آپ بھول رہے ہیں۔ میں نے آپ کو بتایا تو تھا، پیرس کے فیشن انسٹیٹیوٹ میں سکس منتھ کا ایک کورس ہے ڈیزائننگ کا اور ایک فور منتھ کا۔ مجھے وہ کرنے ہیں۔ ڈونٹ وری، میں یہاں سے کٹ کر کہیں نہیں رہ سکتی۔ اور آپ کی شفقت و محبت کے بنا تو بالکل نہیں۔ یہ میری اس وقت کی اہم ضرورت ہے۔ ویل، آپ اس وقت ثانیہ اور نبیل کے بارے میں سوچیں۔ آپ کا جو بھی جواب ہو گا، میں اسے فالو کروں گی۔'' کومل نے کافی وضاحت سے انہیں یاد دلایا اور پھر انہیں نبیل کے لئے مجبور بھی کیا۔

''ثانیہ بھی انٹرسٹڈ ہے؟'' کومل کو ان سے اس سوال کی توقع نہیں تھی۔

''پاپا! ابھی میں نے صرف آپ سے پوچھا ہے۔ یہ پرسنلی میری ڈیزائر ہے، یا پھر اُدھر سے انٹرسٹ شو ہوا ہے۔ آپ کے پازیٹو رسپانس کے بعد ہی میں ثانیہ سے پوچھوں گی۔'' کومل نے مصلحتاً جھوٹ بولا۔

''نبیل کی فیملی کا بھی انٹرسٹ ہے؟''

''آف کورس پاپا!...... تبھی تو پرپوزل بھجوانے تک سلسلہ پہنچا ہے۔ آپ مما سے بات کر لیں۔ اگر مقدر میں ہوا تو...... اِن شاءاللہ!'' کومل نے چائے کا مگ اٹھا کر لبوں سے لگایا۔

''آہ...... ٹھیک ہے۔ میں صوفیہ سے بات کروں گا۔ پھر دیکھتے ہیں، وہ کیا چاہتی ہے۔''

''مما کی چاہت سے بڑھ کر ہے یہ پرپوزل۔ اگر وہ کسی بات کو ایشو نہ بنائیں۔''

منصور احمد نے تائیداً سر ہلایا۔ وہ صحیح کہہ رہی تھی۔ نبیل کیانی جیسے لڑکے کا پرپوزل آنا خوش قسمتی ہی سمجھا جانا چاہئے تھا۔ والدین کی اکلوتی اولاد اور بے حساب املاک کا اکلوتا وارث، جس کا نصیب بنتا وہ خوش نصیب ہی کہلاتی۔ بنا کوشش و تردّد کے ثانیہ کے لئے پہلا رشتہ ہی بے مثال آیا تھا۔ منصور احمد تو دل سے راضی تھے، مسئلہ صرف صوفیہ منصور کا تھا۔



''آذر صاحب! پھر آپ کیا کہتے ہیں؟'' قدسیہ کیانی کافی دیر خاموش رہنے کے بعد پھر سے پوچھ رہی تھیں۔ آذر کیانی حسب معمول سونے سے پہلے کتاب پڑھنے میں محو تھے۔ بیوی کے دوبارہ متوجہ کرنے پر انہوں نے اپنی آنکھوں سے نظر کا چشمہ اتار کر انہیں دیکھا۔

''کچھ کہنے کی گنجائش چھوڑی ہے تمہارے صاحبزادے نے؟''

''ہم ہی تو اسے فورس کر رہے تھے کہ وہ کوئی فیصلہ کر لے۔

''ایسے فیصلے کے لئے کم از کم میں فورس نہیں کر رہا تھا۔ تم ماں بیٹے کا رجحان شروع سے اس فیملی کی طرف تھا۔ اب مجھ سے کیا پوچھتے ہو؟'' آذر کیانی کی سنجیدگی میں ناراضگی بھی چھپی ہوئی تھی۔

''اچھی فیملی ہے...... آپ ایک بار مل کر تو دیکھیں۔''

''میرے ملنے کی ضرورت رہ گئی ہے؟...... تمہارے بیٹے نے خود جب سارے معاملات طے کر لئے ہیں۔''

''آپ ایسی بات تو نہ کریں۔ ابھی اس نے صرف ہم سے اپنی پسند ڈسکس کی ہے۔ معاملات تو ہمیں ہی طے کرنے ہیں۔'' قدسیہ کیانی نے شوہر کی خفگی مٹانے کے لئے کافی نرمی سے بات کی۔

''پسند بھی خوب ہے تمہارے بیٹے کی۔ یہاں ہماری پسند اس کی ناک پر نہیں بیٹھ رہی تھی۔ منسٹر کی بیٹی کے مقابلے میں وہ معمولی......''

''خدا کا خوف کریں آذر صاحب! اپنی بیٹی نہیں ہے، مگر کسی کی بیٹی کے لئے اس لہجے میں بات تو نہ کریں۔'' قدسیہ کیانی نے فوراً انہیں ٹوکا۔

''تم دنیا سے بے خبر ہو قدسیہ! کروڑوں کے اکلوتے وارث کو بڑی مہارت سے پھانسا ہے۔ پہلے وہ کومل کے حُسن کے جال میں پھنسا تھا، ہماری لعنت ملامت نے احساس دلایا ہے تو اب اُس کی ہند پر مائل ہے۔''

''خدا کے لئے، اپنے بیٹے کے سامنے یہ باتیں مت کیجئے گا۔ ورنہ نتیجے کے آپ خود ذمہ دار ہوں گے۔'' قدسیہ کیانی نے شوہر کو کافی افسوس سے دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ غصے میں سمجھ نہیں پا رہے تھے کہ کیا کہہ رہے ہیں۔

''اس سے برا اور کیا نتیجہ ہو گا کہ وہ ہمیں چھوڑ کر جانے کی دھمکی دے گا۔ آج کل کے نوجوانوں کے پاس اس سے بڑا ہتھیار کوئی اور ہے بھی نہیں۔ والدین کی محبت کو ان کی کمزوری سمجھ کر انہیں بلیک میل کرتے ہیں۔''

''آذر صاحب! آپ کو نہ جانے کیا بدگمانی ہے نبیل سے۔ اس نے صرف یہ کہا ہے کہ اگر ہم اس کا پرپوزل نہ لے کر گئے تو پھر وہ کبھی بھی شادی نہیں کرے گا۔ ہمیں اس وقت نبیل کی خوشی چاہئے۔ اس نے اپنے لئے کوئی غلط فیصلہ نہیں کیا۔ ایسے گئے گزرے نہیں ہیں وہ لوگ۔ منصور احمد کی بیٹی ہے ثانیہ۔ ان کی حیثیت و مرتبے سے آپ بھی واقف ہیں۔ رہی بات کومل کی تو وہ میرے لئے بیٹی اور نبیل کے لئے بہن کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کے بارے میں کسی کی کوئی فضول بات نہ مجھے پسند ہے اور نہ ہی نبیل برداشت کر سکتا ہے۔''

''صاف کہو کہ تم ماں بیٹا اپنی من مانی کی ٹھان چکے ہو۔''

''اس میں من مانی والی کیا بات ہے؟ فی زمانہ یہی سلسلہ چل رہا ہے۔ بچوں کی پسند خوشی

سے اپنا لینا ہی عقل مندی ہے۔ اور پھر ملے بغیر ہم کسی کے بھی بارے میں غلط رائے دے دیں تو یہ جائز ہے کیا؟''

''ٹھیک ہے، جو دل چاہتا ہے کرو۔ مگر پھر مجھے کوئی بلیم مت کرنا۔''

''مجھے اللہ پر بھروسہ ہے۔ ثانیہ اچھی بہو ثابت ہوگی۔ آپ بتائیں، کب چلیں گے؟''

''اللہ تمہارا بھروسہ قائم رکھے۔ لیکن میں پہلے کومل شافند سے ایک میٹنگ کرنا چاہتا ہوں۔'' آذر کیانی نے گہری سوچ آنکھوں میں بسائے شرط پیش کی۔

قدسیہ کیانی کے لئے اتنا بھی غنیمت تھا۔

''آپ کو جب فرصت ہو، وہ آجائے گی۔ آپ اس کی فکر نہ کریں۔''

''کل ڈنر پر بلالو۔'' انہوں نے گود میں اُلٹی پڑی کتب کو سیدھا کیا اور چشمہ لگالیا۔

''کل ہم ایک مہندی میں انوائیٹڈ ہیں۔ مجھے نبیل کے ساتھ جانا ہے۔ میں اسے لنچ پر بلا لیتی ہوں، آپ فارغ ہیں تو۔''

''ہوں......اوکے......'' انہوں نے ہنکارا بھرا۔ ان کے عمل سے بے دلی و مجبوری واضح تھی۔ لیکن قدسیہ کو اس بات کی فکر نہیں تھی۔ انہیں معلوم تھا، اکلوتے بیٹے کی خوشی کی خاطر آخر وہ دل میں گنجائش نکال ہی لیں گے۔



''ماما!......چاچو آئے ہیں۔''

کومل آفس جانے کے لئے تیار ہو رہی تھی، جب مون نے اسے کمرے میں جھانک کر اطلاع دی۔ آج مون صبح ہی اٹھ گیا تھا۔

''اس وقت......؟'' کومل نے جلدی جلدی اپنے بیگ میں چیزیں رکھتے ہوئے حیرت کا اظہار کیا۔

''آپ کو بلا رہے ہیں۔'' مون دروازے سے اندر آگیا۔

''تمہارا کوئی پروگرام ہے ان کے ساتھ؟......تم آج صبح صبح اٹھ گئے ہو؟'' کومل نے بیڈ سے دوپٹہ اٹھا کر اوڑھتے ہوئے بیٹے کو جانچتی نظروں سے دیکھا۔

''نو مام! میرا تو کوئی پروگرام نہیں ہے۔ میں تو ایسے ہی اٹھ گیا تھا۔''

''اوکے......ابھی کچھ دیر میں تبسم آجائے گی۔ تم بریک فاسٹ کر لینا۔ اور دوپہر میں تمہیں نبیل انکل پک کرنے آئیں گے۔ ان کے ساتھ آجانا۔ انہیں زیادہ تنگ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور صحیح طرح ڈریس اپ ہو کر آنا......ورنہ......''

''ماما! مجھے یاد ہیں آپ کی باتیں۔ میں وہاں جینٹل بوائے بن کر رہوں گا۔ ڈونٹ وری اباؤٹ می۔''

''اور پلیز، شام کو خالہ کی مہندی میں بھی کوئی ایشو نہ کھڑا کرنا۔ تمہیں جو چیز وہاں کے

لئے چاہئے، پہلے سے تیار کر لو۔ انڈر اسٹینڈ؟'' کومل نے کمرے سے نکلتے اسے پھر سے ہدایت دی۔ ابھی وہ دروازے سے نکلی تھی کہ اس کے سیل فون کی بیل بج اٹھی۔ کوریڈور میں سامنے سے اسفند منصور بھی چلا آرہا تھا۔ کومل نے اس کے چہرے پر سرسری نگاہ ڈال کر اپنا سیل فون نکالا۔ بیل مسلسل بج رہی تھی اور کال نبیل کے سیل فون سے تھی۔

''ہیلو......نبیل......!''

اسفند نے قریب آتے ہوئے ناگواری سے دیکھا۔

''ہیلو، نبیل!......تمہیں کیا بے چینی ہے؟......ڈونٹ وری، پہنچ جاؤں گی لنچ ٹائم پر۔ ان شاء اللہ۔''

اسفند کی ناگوار نظروں کا سامنا کرنے کے باوجود کومل نے اپنی ٹون نہیں بدلی۔ وہ فون کان سے لگائے آہستہ آہستہ قدم اٹھا رہی تھی۔

''پریشان کیوں ہو؟......کہہ تو رہی ہوں نا، میں ٹائم پر آجاؤں گی......ضروری کام تو بہت ہیں، مگر بلیوی، آج تم سے زیادہ ضروری کچھ نہیں ہے۔ ہاں......تم مون کو گھر سے پک کر لینا۔ اور دیکھو، میرے بچے کو واقعی بھول نہ جانا۔ تمہارا کچھ پتہ بھی نہیں ہے۔ آج کل تمہیں اپنا ہوش کب ہے؟ میں آفس کے لئے نکل رہی ہوں۔ بس، اللہ حافظ!'' کومل نے جیسے اس نظرانداز کر دیا تھا۔ فون بند کر کے اس کی جانب رک کر متوجہ ہوئی۔

''آپ یہاں......اس وقت؟'' کومل نے سرسری طور پر سوال کیا۔

''میری آمد پر تمہیں وقت کے مناسب یا غیر مناسب ہونے کا خیال آجاتا ہے۔ اور دوسروں کے لئے......''

''مسٹر اسفند منصور! اگر آپ پھر سے وہی باتیں دہرانے آئے ہیں تو آئی ایم سوری۔ میرے پاس فضول باتیں سننے کا وقت نہیں ہے۔'' کومل نے اس کے تیوروں کی پروا کئے بغیر نڈر ہو کر کہا۔

''جن باتوں کے لئے تمہارے پاس وقت ہے، میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ اینڈ لسن مجھے بھی زیادہ شوق نہیں ہے کہ تم جیسی عورت کے لئے اپنا ٹائم ویسٹ کروں۔'' اسفند کے لہجے کی تضحیک نے جیسے اُسے آگ لگا دی۔

''وہاٹ ڈو یُو مین بائے 'تم جیسی عورت'؟'' وہ ایک دم بھڑک ہی تو اُٹھی۔ ''کیا سمجھتے ہو تم مجھے؟......تم لوگوں کی زرخرید ہوں یا......''

مزید کچھ کہنا کومل کو خود زیب نہیں دے رہا تھا۔ وہ تو شکر تھا کہ مون اس وقت کمرے کے اندر تھا اور کمرے کا دروازہ بھی بند تھا۔ مگر وہ کسی بھی لمحہ باہر آسکتا تھا۔

''تم تو کافی سمجھ دار ہو۔ مجھ سے وضاحت کیوں مانگ رہی ہو؟......میں تمہیں لاسٹ ٹائم وارن کرنے آیا ہوں۔ تم نے اگر مون کو یہاں سے لے جانے کی کوشش کی تو تمہارے

لئے اچھا نہیں ہوگا۔"

"تم مجھے چیلنج مت کرو۔ ورنہ تمہارے لئے اچھا نہیں ہوگا، مسٹر اسفند منصور! میں نے اگر قانون کا سہارا لے لیا تو ساری زندگی اپنے بھتیجے کی شکل دیکھنے کو ترس جاؤ گے۔ شرافت اسی میں ہے، اپنے اوچھے ہتھکنڈے لے کر واپس چلے جاؤ۔ میری رواداری کو میری کمزوری مت سمجھو۔" کومل نے غصے میں کہتے ہوئے اپنے قدم بڑھائے۔ مگر وہ اس کی راہ میں حائل کھڑا تھا۔

"میرے راستے سے ہٹ جاؤ اسفند منصور!"

اسفند کی آنکھوں میں بھی نفرت کی آگ سلگ رہی تھی۔

"شرافت کا نقاب تو میں تمہارے چہرے سے اتاروں گا اور عنقریب تمہارا اصلی چہرہ سب کے سامنے لا کر رہوں گا...... پھر دیکھتا ہوں کہ تم ہم سے مون کو جدا کرو گی یا پھر مون ہی تمہیں چھوڑ کر ہمارے پاس آ جائے گا۔"

"شٹ اپ......!" کومل نے طیش میں بے اختیار ہو کر اسے ایک طرف دھکیلا۔ دل تو چاہا تھا کہ تھپڑوں سے اس شخص کا چہرہ بگاڑ کر رکھ دے، جو اپنے خوب صورت چہرے کے پیچھے ایک کریہہ صورت بھی رکھتا تھا۔

اسی لمحے مون کمرے سے برآمد ہوا۔

"ماما! آپ ابھی گئی نہیں؟...... اور چاچو! آپ......" مون دونوں کو باری باری ناسمجھی سے دیکھتے ہوئے قریب آ گیا۔ کومل اور اسفند کی صورتیں ناخوشگواری سے مزین تھیں۔

"میں جا رہی ہوں مون!...... تم بریک فاسٹ کر لو۔ اور سنو! میری پرمیشن کے بغیر کہیں بھی، کسی کے ساتھ بھی جانے کی ضرورت نہیں ہے۔" کومل نے رخ موڑے بغیر اسے تنبیہ کی۔

"انکل نبیل کے ساتھ بھی نہیں؟" مون نے حیرت سے پوچھا۔

"نبیل کے ساتھ جا سکتے ہو۔ وہ تمہیں اپنے گھر لے کر جائے گا۔"

مون اس کے قریب چلا گیا تھا۔ کومل نے جھک کر اسے بانہوں میں بھر کر پیار کیا۔ اسفند نے کچھ غصے، کچھ بے بسی سے مٹھیاں بھینچ کر کومل کو دیکھا اور پھر یک دم ہی پلٹ گیا۔ مون حیرت سے پوچھ رہا تھا۔

"چاچو کیوں چلے گئے......؟"

"آئی ڈونٹ نو۔ مجھے دیر ہو رہی ہے۔ میں بھی جا رہی ہوں۔ اللہ حافظ! ٹیک کیئر۔"

کومل نے بھی اپنے قدم باہر کے راستے کی طرف بڑھائے۔

❁

"صوفیہ! تم آج مسز وقار کی طرف جا رہی ہو فنکشن میں؟" منصور احمد ناشتے سے فارغ ہو کر بھی وہیں بیٹھے تھے۔ صوفیہ دل میں حیران تھیں۔ ثانیہ سو کر اٹھی نہیں تھی اور اسفند کچھ جلدی ہی تیار ہو کر گھر سے نکل گیا تھا۔

"جانا تو ہے۔ ثانیہ کے سسرال کا بھی معاملہ ہے اور مسز وقار سے میرے اپنے بھی ریلیشنز ہیں۔ آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟" صوفیہ منصور نے اپنی حیرت کا اظہار کر ہی دیا۔

"وہاں شاید مسز آذر کیانی بھی آئیں گی۔ ان سے ذرا ٹھیک سے ملنا۔ اپنا بی ہیوشو مت کرنا۔"

"کیا مطلب ہے آپ کی بات کا؟" صوفیہ منصور نے ناسمجھی والے انداز میں استفسار کیا۔ لہجہ تیکھا تھا۔

"میری بات کا مطلب تم اچھی طرح سمجھ رہی ہو صوفیہ!"

"یہ آپ کی لاڈلی بہو نے آرڈر دیا ہوگا...... اور آپ......"

"تم کومل سے اپنی یہ بلاوجہ کی جنگ ختم نہیں کر سکتیں؟ کیوں بدگمان ہو تم اس سے؟" منصور احمد نے قدرے تحمل سے کام لیا۔

"بلاوجہ کی جنگ؟...... میری سلطنت پر اُس کی حکمرانی چلتی ہے۔ میں اُس سے بدگمان بھی نہ ہوں؟ اور آپ اس کی فیور کرنا چھوڑ دیں۔ عنقریب آپ ہی اس کے خلاف پہلے کھڑے ہوں گے۔" صوفیہ قدرے جذباتی ہو گئیں۔

منصور احمد نے کافی تحمل سے کام لیتے ہوئے انہیں دیکھا۔

"میری آنکھوں پر کسی قسم کی بدگمانی کی پٹی نہیں بندھی، جو میں اس سے بدگمان ہو جاؤں گا۔ میں حیران ہوں، جس لڑکی کو تم بہت مان سے اپنی "پرکھ" کے دعوے کے ساتھ اس گھر میں لے کر آئی تھیں، آج وہی لڑکی تمہارے لئے ناقابلِ برداشت کیوں ہو گئی ہے؟"

"تب میری ضرورت نے مجھے بھٹکا دیا تھا۔ میں سمجھتی تھی، غریب گھر کی لڑکی کو پیٹ بھر کھانا اور اپنی حیثیت سے بڑھ کر پہننے اوڑھنے کو ملے گا تو وہ شکر گزاری سے جھکی رہے گی۔ مگر اسے اس کی اوقات سے زیادہ کیا ملا اس نے سب سے پہلے اپنے ساتھ احسان کرنے والی کو ہی آکڑ کر دکھانا شروع کر دیا۔" صوفیہ منصور کے لہجے میں ملال کے ساتھ ساتھ اپنے احسان کا تکبر بھی بول رہا تھا۔

منصور احمد نے انہیں کچھ خفگی، کچھ افسوس سے دیکھا۔

"خدا کا خوف کرو، صوفیہ!...... یاد رکھو کہ تم کسی پر احسان کرنے کی قدرت نہیں رکھتیں۔ احسان کرنے والی تو صرف اللہ کی ذات ہے۔ اس نے کومل کی صورت تم پر وہ احسان کیا ہے، تم نے کبھی اس کا شکر ادا کیا ہے؟" منصور احمد نے انہیں احساس دلانے کی کوشش کی۔

"پلیز منصور صاحب! کومل کے حوالے سے مجھ سے مت اُلجھا کریں۔" صوفیہ نے قدرے جھنجلا کر جیسے بات ختم کرنا چاہی۔ "کومل کی ذات کو تم اپنے لئے اور دوسروں کے لئے خود اُلجھن بنا رہی ہو۔ کاش تم سمجھ سکو کہ تم کیا کر رہی ہو۔ بہرحال، تمہیں مسز آذر کیانی سے اپنا ایٹی ٹیوڈ بہتر رکھنا پڑے گا۔ یہ کومل کا نہیں، میرا تمہیں مشورہ ہے۔ میں جانتا ہوں، کومل کی ضد

میں تم اپنی اخلاقیات سے بھی پھرنے لگی ہو۔" وہ ناشتہ کرتے کرتے اُٹھ کھڑے ہوئے۔

"میں جانتی ہوں، صبح صبح مسز آذر کیانی سے اخلاقیات برتنے کا سبق کیوں پڑھایا جا رہا ہے۔ صرف اس لئے کہ آپ کی بہو بیگم کا اس کے بیٹے کے ساتھ دوستانہ چل رہا ہے اور آپ ان کے تعلقات مزید بہتر بنانے کے لئے......."

"شٹ اپ.......شرم کرو صوفیہ! تمہاری ذہنیت اس قدر گھٹیا ہے اور وہ بھی کومل کے لئے...تمہارے گھر کی عزت ہے وہ اور تم......." منصور احمد دھاڑ اٹھے۔ ثانیہ بھی اٹھ کر آ گئی تھی اور ڈائننگ روم کے دروازے میں کھڑی اپنی مما کی آخری بات سن کر جیسے صدمے میں تھی۔

"میں تمہیں لاسٹ ٹائم وارن کر رہا ہوں۔ تمہیں ان لوگوں سے صحیح طرح ملنا ہے....... اُدھر سے ثانیہ کے لئے پرپوزل آ رہا ہے۔ اگر تمہیں اِسی طرح بی ہیو کرنا ہے تو میں مجبوراً کومل کے گھر بیٹھ کر سارے معاملات طے کروں گا۔"

منصور احمد کے لہجے میں درشتگی بھی تھی اور اپنے کہے کو کر گزرنے کا عزم بھی۔ صوفیہ منصور اپنی جگہ بیٹھی رہ گئی تھیں۔ اپنی ساعت پر یقین آ رہا تھا اور نہ ہی منصور احمد کے ایسے رویّے پر۔ ثانیہ بھی اسی اثر میں واپس پلٹ گئی تھی۔ اس وقت اپنی مما کا سامنا کرنے کی اس میں بھی سکت نہیں تھی۔



آذر کیانی نے اب تک کومل کے بارے میں صرف سنا ہی تھا۔ مگر آج اسے دیکھ کر بلکہ اس سے مل کر انہیں لوگوں کی سنائی باتوں پر ملال ہونے لگا تھا۔ بلاوجہ کسی کے بارے میں غلط باتیں پھیلانے والے نہ صرف دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں بلکہ اپنی عاقبت بھی خراب ہی کرتے ہیں۔

کومل حسبِ وعدہ لنچ پر موجود تھی اور اس نے بہت سادگی سے ان کی باتوں کا جواب دیا تھا۔ اس کی باتوں میں صرف اپنا گھر اور اپنا بچہ تھا۔ زندگی میں کوئی اور مقصد تو اس نے رکھا ہی نہیں تھا۔ محبت و اخلاص کا پیکر وہ لڑکی آذر کیانی کو کچھ اس طرح متاثر کر گئی تھی کہ وہ اس کے جانے کے بعد بھی مسلسل اسی کے بارے میں سوچ رہے تھے۔

قدسیہ کیانی، کومل کو رخصت کر کے اور کچن کو سمیٹنے کی ہدایات (ملازموں کو) دے کر کمرے میں آئیں تو آذر کیانی تب بھی اپنی سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے۔

"شکر ہے آذر صاحب! آپ نے کومل سے کوئی اُلٹی سیدھی بات نہیں کی، ورنہ میں تو ڈر رہی تھی کہ آپ اسے نجانے کیا کہیں گے، کیا سنائیں گے۔" قدسیہ کیانی نے بیڈ کے دوسری طرف بیٹھتے ہوئے انہیں اپنی بات سے متوجہ کیا۔

"تم نے مجھے مینرز لیس سمجھ رکھا ہے، جو کسی کو گھر مہمان بنا کر بلانے کے بعد اس کی

کھنچائی کرتا۔" آذر کیانی نے سگریٹ سلگاتے ہوئے سرسری لہجے میں جواب دیا۔

"کل تو آپ کے تیور ایسے ہی لگ رہے تھے۔"

"کل تو میں ایسے ہی بات کر رہا تھا۔ لوگ بھی تو نہ جانے کیا کیا فسانے گھڑ گھڑ کر سناتے ہیں۔ اکلوتی اولاد کے لئے میں بھی کانشس ہوں۔ اس کی زندگی کا معاملہ ایسے ہی تو طے نہیں کیا جا سکتا نا۔"

"پھر کیا رائے ہے آپ کی؟.......کومل کے جانے سے پہلے میں چاہتی ہوں، یہ سلسلہ شروع ہو جائے۔"

"رائے ابھی کیا بتاؤں؟ منصور احمد سے کبھی باقاعدہ ملاقات نہیں ہوئی۔ ابھی میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"تو آپ ان سے ملاقات کر لیں۔ کومل سے مل کر آپ کو اندازہ نہیں ہوا کہ وہ لوگ کیسے ہوں گے؟ اور پھر میں تو ثانیہ سے بھی ملی ہوں اور مسز منصور سے بھی۔ ثانیہ اچھی بچی ہے۔ اور پھر نبیل کی پسند ہے تو......."

"مسز منصور کا بی ہیو کیسا ہے کومل کے ساتھ؟"

"مجھے کیا معلوم.......؟" قدسیہ کیانی نے کچھ توقف سے جواب دیا۔

"کومل کا آئندہ زندگی کے بارے میں کیا ارادہ ہے؟.......وہ کیا سوچتی ہے؟"

قدسیہ کیانی نے شوہر کو کچھ حیرت سے دیکھا۔

"اس نے آپ کو بتایا تو ہے کہ وہ صرف اپنا بچہ اور اپنا کاروبار پھیلانے میں انٹرسٹڈ ہے۔ اس کی زندگی اس کا بچہ ہی ہے۔"

"صرف بچے کے لئے وہ اپنی زندگی کیوں ضائع کر رہی ہے؟ شادی کے بارے میں اس کا کیا ارادہ ہے؟" آذر کیانی کا انداز مبہم تھا۔

قدسیہ کیانی نے انہیں ایک بار پھر حیران ہو کر دیکھا۔

"آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟.......اس کی شادی تو ہو چکی ہے۔"

"اس وقت وہ بیوہ ہے۔ میں دوسری شادی کی بات کر رہا ہوں۔" آذر کیانی نے پاس پڑی ایش ٹرے میں سگریٹ کی راکھ جھاڑی اور پھر رخ موڑ کر بیوی کو دیکھا۔

"دوسری شادی؟.......آپ کو اس کی دوسری شادی کی فکر کیوں لگ گئی؟ کل تک تو......."

قدسیہ کیانی آخر عورت تھیں۔ شوہر کل تک جس لڑکی سے بدگمان تھا، آج اسے دیکھ کر ہی پلٹا کھا چکے تھے۔ انہوں نے آذر کیانی کو کبھی اس طرح اچانک بدلتے زندگی بھر نہیں دیکھا تھا۔

"کہا ہے نا، کل کی بات مت کرو۔ مجھے نبیل کی اس سے شادی پر کوئی اعتراض نہیں ہے اگر وہ انٹرسٹڈ ہے تو۔"

قدسیہ کیانی کو نہ صرف حیرت کا جھٹکا لگا بلکہ شوہر کی ذہنی کیفیت پر بھی شک ہوا۔ سگریٹ

کے علاوہ انہیں کوئی اور لت نہیں تھی، ورنہ وہ سمجھتیں کہ وہ نشے میں بہک گئے ہیں۔

''آذر صاحب! آپ کو معلوم ہے، آپ کیا کہہ رہے ہیں؟........ آپ کا بیٹا اُسے بہن سمجھتا ہے، بہن مانتا ہے۔ اور کومل خود اسے اپنے بیٹے کی طرح ٹریٹ کرتی ہے۔ خواہ وہ اس کی ہم عمر سہی، مگر اس کا رویہ نبیل کے ساتھ کیسا ہے، آپ نے محسوس نہیں کیا؟........ خدارا، نبیل سے تذکرہ بھی مت کیجئے گا۔ اُسے بے حد دکھ ہوگا۔'' قدسیہ افسوس کا اظہار کرتیں اُنہیں احساس دلا کر کمرے سے ہی چلی گئیں۔



''یہ تم نے اپنی بھاوج کے ساتھ مل کر کیا چکر چلایا ہے؟''

ثانیہ جتنا چاہ رہی تھی کہ اس کا مما سے سامنا نہ ہو، دوپہر تک کمرے میں بند رہنے کے بعد آخر ناشتے کی طلب نے اسے باہر آنے پر مجبور کر دیا تھا۔ باہر آتے ہی پہلا واسطہ انہی سے پڑا تھا۔ وہ لاؤنج میں ٹی وی چلائے بیٹھی تھیں۔

''کیسا چکر؟........ مما! آپ کیسی بات کر رہی ہیں؟'' نہ چاہتے ہوئے بھی ثانیہ کے لہجے میں ناگواری اور ماتھے پر شکن آ گئی۔

''میری باتیں سمجھ نہیں آ رہیں تمہیں؟........ وہ لڑکا پہلے تمہاری ملی بھابی کے اردگرد منڈلا رہا تھا، اب تمہیں جھانسا دے رہا ہے۔''

''کس کی بات کر رہی ہیں آپ؟''

''اور کتنے لڑکے ہیں تمہاری نیک پروین بھابی کے پیچھے؟'' صوفیہ منصور صبح سے ہی سلگ رہی تھیں۔ انہیں کوئی نہیں مل رہا تھا اپنی بھڑاس نکالنے کو، اب ثانیہ ہتھے چڑھی تھی تو وہ اس پر ساری کھولن انڈیل دینا چاہتی تھیں۔ انہوں نے تانیہ کو بھی فون کر کے تھوڑی دیر کے لئے بلوایا تھا مگر وہ بھی ابھی تک نہیں پہنچی تھی۔

''فار گاڈ سیک مما!........ آپ اپنے مقام سے بہت گر کر بات کر رہی ہیں۔ کسی پر بہتان لگانا کتنا بڑا گناہ ہے، آپ جانتی نہیں ہیں؟'' ثانیہ کی بھی برداشت جواب دے گئی۔ صوفیہ منصور کا رویہ دن بہ دن بدتر ہوتا جا رہا تھا۔

''مجھے اپنے مقام کا پتہ ہے۔ تم اپنے مقام کا خیال کرو۔ اس عورت کے ہاتھ کی کٹھ پتلی نہ بنو۔'' صوفیہ منصور مزید بھڑک کر بولیں۔

''کیا ہو گیا ہے مما! آپ کو؟........ آپ کیا بول رہی ہیں؟'' ثانیہ بے بسی سے گویا ہوئی۔ اسی لمحے تانیہ بھی آ گئی۔ اسے شارم باہر ہی اُتار کر چلا گیا تھا۔

''السلام علیکم!........ کیا ہوا؟'' ثانیہ کی آخری بات وہ سن چکی تھی۔ ماں کے چہرے کا زاویہ بھی ان کے بگڑے موڈ کا احساس دلا رہا تھا۔

''ہوا کیا ہے؟ ہونے والا ہے۔ ساری دنیا میں تماشہ بننے جا رہا ہے۔ تمہاری بہن اپنی

بھاوج کے عاشق پر قربان ہونے جا رہی ہے اور تمہارا باپ........''

''خدا کے لئے مما!........ خدا کے لئے۔ آپ مجھے مجبور کر رہی ہیں کہ میں آپ سے مس بی ہیو کر جاؤں۔'' ثانیہ نے تقریباً چیختے ہوئے کہا، پھر بے بسی سے اُمڈ پڑنے والے آنسوؤں کو روکتی وہ پلٹ گئی۔

''مما! یہ سب کیا ہے؟........ آپ ثانیہ کے ساتھ اس طرح بات کیوں کر رہی ہیں؟''

''تمہیں ابھی بھی پتہ نہیں چلا تانیہ! کہ میں اس لڑکی سے کیوں اس طرح بات کر رہی ہوں؟ وہ لڑکا جو کل تک اس عورت کے ساتھ انوالو تھا، اب اس کے لئے پرپوزل بھجوا رہا ہے۔ منصور احمد نے مجھے آرڈر دیا ہے کہ میں اپنا ایٹی ٹیوڈ نہ دکھاؤں اور........'' صوفیہ احمد ابھی تک جوش میں تھیں۔

''فار گاڈ سیک مما!........ آپ غصے میں واقعی سمجھ نہیں رہیں کہ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔ آپ اس قدر ہارش کیوں ہو رہی ہیں؟''

''اب تم بھی وہی زبان بول رہی ہو........ تم پر بھی اس کا جادو چل گیا۔'' صوفیہ کا رویہ تانیہ کے ساتھ بھی ترش ہو گیا۔

''مما!........ مجھ پر نہ کسی کا جادو چلا ہے اور نہ ہی میں کسی کی زبان بول رہی ہوں۔ میں تو آپ کو احساس دلا رہی ہوں کہ آپ اپنے غصے کی وجہ سے نہ صرف خود کو نقصان پہنچا رہی ہیں بلکہ پاپا کو بھی خود سے متنفر کر رہی ہیں۔ پاپا نے اگر آپ کو کچھ کہا ہے تو آپ اس طرح ری ایکٹ کیوں کر رہی ہیں؟ آپ وہ کریں، جو آپ کا دل چاہتا ہے۔ مگر اپنا غصہ ظاہر کئے بغیر۔''

تانیہ قدم اٹھاتی ان کے برابر جا کر بیٹھ گئی۔ صوفیہ نے بیٹی کو پہلے غصے میں دیکھا، پھر سر جھٹک کر رخ موڑ لیا۔

''مما! آپ........'' تانیہ کی بات سنے بغیر صوفیہ اُٹھیں اور اپنے کمرے میں چلی گئیں۔

تانیہ فوراً ہی ان کے پیچھے لپکی۔

''مما!........ مما پلیز! لسن می........ اس طرح خود کو جلانے کا کیا فائدہ ہے؟'' تانیہ نے کمرے میں داخل ہوتے ہی اپنی مما کو رام کرنے کی کوشش کی۔

''جس عورت کی اولاد ہی اس کے خلاف کھڑی ہو جائے تو وہ اور کر بھی کیا سکتی ہے۔''

''مما! کوئی آپ کے خلاف نہیں ہے۔ آپ ہی کچھ غلط فہمی میں پڑی ہوئی ہیں۔ میں فون پر بھی آپ کو یہی بات سمجھانا چاہ رہی تھی کہ آپ کومل کی مخالفت میں خود کو ایکسپوز کر رہی ہیں۔ اگر آپ کو ثانی کے لئے نبیل کیانی سوٹ ایبل نہیں لگتا تو اس کا اظہار اس طرح کرنے کے بجائے آپ کوئی بہتر طریقہ سوچیں۔ ثانیہ پر غصہ نہ اُتاریں اور نہ ہی پاپا کو ضد دلائیں۔ آپ جانتی ہیں پاپا کو۔ پھر وہ وہی کریں گے جو ان کو ٹھیک لگتا ہے۔'' تانیہ کی طبیعت کا یہ ٹھہراؤ صوفیہ منصور کے لئے بھی حیران کن تھا۔ سسرال جا کر وہ کیسے بدل گئی تھی۔

"ٹھیک کہہ رہی ہو تم۔ مجھے کوئی دوسرا طریقہ ہی سوچنا پڑے گا۔" صوفیہ کی سمجھ میں بات آ گئی تھی۔

"مما! ایک بات بتائیں...... نبیل کے پرپوزل پر آپ کو اعتراض کیا ہے؟ وہ کافی رچ فیملی سے بی لانگ کرتا ہے اور......" کچھ دیر بعد ثانیہ نے سوال اٹھایا۔

"اور یہ کہ اس کی معشوقہ تمہاری بیوہ بھاوج بھی ہے۔ میں اپنی بیٹی کی زندگی تباہ کر دوں؟" صوفیہ اپنے نکتہ نظر پر ڈٹی ہوئی تھیں۔ ثانیہ نے محسوس کیا، فی الحال انہیں سمجھانا مشکل ہے۔

"ملی بھابی! آپ نے اپنے ساتھ ساتھ مجھے بھی اس مصیبت میں ڈال دیا ہے۔ پلیز، یہ سلسلہ یہیں روک دیں۔"

ثانیہ بہت بے دلی سے روشنی کی مہندی میں شریک ہونے آئی تھی۔ کومل کا اصرار نہ ہوتا اور اسے اس کا خیال نہ ہوتا تو وہ کبھی نہ آتی۔ اپنی مما کے رویّے کے بعد اس کا ذہن و دل ہر شے سے اچاٹ ہو گیا تھا۔ وہ بہت سادگی کے ساتھ آف وائٹ سوٹ پہن کر آئی تھی۔

"کیسی باتیں کر رہی ہو؟...... اور تم نے آج اپنا گیٹ اپ کیا بنا رکھا ہے؟" کومل نے اسے تنقیدی نظروں سے دیکھتے ہوئے قدرے سنجیدگی سے پوچھا۔

"آپ نہیں جانتیں، میں نے مما کے بی ہیو کو کیسے برداشت کیا ہے۔ کیا کوئی ماں اپنی بیٹی سے اس زبان میں بات کر سکتی ہے؟"

"تم مما کی باتیں دل پر لے رہی ہو...... آئی نو وری ویل۔ وہ صرف میری وجہ سے اس پرپوزل کے اگینسٹ ہوں گی۔ پاپا ہینڈل کر لیں گے۔ تم کیوں فکر کرتی ہو؟" کومل نے نرمی سے اسے مخاطب کیا۔ اس وقت وہ روشنی کے گھر کے لاؤنج میں تنہا بیٹھی ہوئی تھیں۔ کچھ لوگوں کی آمد و رفت لگی ہوئی تھی۔ مہندی کا انتظام میرج ہال میں مشترکہ تھا۔ سب مہمانوں کو ہال میں ہی مدعو کیا گیا تھا۔ کومل تو شام سے ہی آئی ہوئی تھی اور اس نے ثانیہ کو بھی ادھر ہی بلوا لیا تھا۔

"بات تو فکر کی ہے نا ملی بھابی! مما نے اتنی انسلٹ کی ہے میری۔ اور وہ نبیل کے ساتھ آپ کو انوالو کر رہی ہیں...... مجھے مما سے نفرت محسوس ہو رہی ہے۔" ثانیہ کا لہجہ ہی نہیں، آنکھیں بھی بھیگ گئیں۔ کومل کو اندازہ تو تھا مگر پھر بھی سن کر اسے دھچکا لگا تھا۔

"ڈونٹ وری ثانی!...... مما کچھ بھی کہیں، مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اور سنو، تمہیں بھی ایموشنل ہو کر اپنے بارے میں غلط اسٹیپ لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ تمہاری زندگی کا معاملہ ہے۔ مما کی ناراضگی اور اس قسم کی باتیں چار دن سے زیادہ نہیں چلیں گی۔ اس لئے میرا تمہیں یہی مشورہ ہے کہ تم مما کے سامنے خاموشی اختیار کر لو۔ یہ سلسلہ میں نے شروع کیا ہے نا تو اسے ہینڈل بھی مجھے ہی کرنے دو۔ میں مما سے خود بات کر لوں گی۔" کومل نے اس کا ہاتھ تھام کر

نرمی سے تھپکا۔

"بھابی! آپ مما کو جانتی تو ہیں۔ آپ کی ضد میں وہ اپنا نقصان تو کر سکتی ہیں، مگر آپ کی بات نہیں مانیں گی۔ میں اسی لئے کہہ رہی ہوں کہ......"

"بس خاموش!...... کہہ رہی ہوں نا، مجھے ہینڈل کرنے دو۔ اور اب اپنا موڈ بھی صحیح کر لو۔ فنکشن میں تمہاری ہونے والی ساس کی آمد بھی متوقع ہے۔ ان کے ساتھ کائنڈلی بی ہیو کرنا، او کے۔ اب ذرا جاؤ، مون کو دیکھو وہ لان میں کیا کر رہا ہے۔ میں روشنی کو دیکھتی ہوں، اس کی تیاری کہاں تک پہنچی۔" کومل نے اس کا دھیان بٹانے کو اسے اپنے پاس سے اٹھایا۔ اس کے لئے صوفیہ منصور کا رویّہ اور ردِعمل ایسا بڑا مسئلہ نہیں تھا، اس لئے وہ مطمئن تھی۔



اسفند نہ جانے کیوں اور کیسے صوفیہ کے ایک بار کہنے سے ہی ان کے ہمراہ روشنی کی مہندی کی رسم میں چلا آیا تھا۔ مقصد یقیناً کومل پر نظر رکھنا تھا کہ وہ یہاں کیسے اپنے آپ کو نمایاں کرتی ہے اور کس کس کے ساتھ اس کا میل جول بے تکلفانہ ہے۔

کومل کے حوالے سے دل میں پھنسی پھانس اسے کسی پل چین نہیں لینے دیتی تھی۔ ذہن کی اُڑان اپنی مما کی سوچوں کی فضا میں چکرا رہی تھی۔ ان کے بتائے ہوئے قصے کسی نہ کسی طرح اس کی آنکھوں دیکھی اور کانوں سنی کہانیوں سے ملتے جلتے محسوس ہونے لگے تھے۔ ابھی بھی اس کی ساری حسیات کومل کی طرف متوجہ تھیں۔ کومل پر مرکوز اس کی نگاہیں صرف اسے ہی جانچ رہی تھیں، اسے ہی پرکھ رہی تھیں۔

کومل ماحول میں رچی بسی، دھیمی دھیمی مسکراہٹ کے ساتھ روشنی کے تمام کزنز اور سسرال والوں کے ساتھ ساتھ تھی۔ روشنی اور ثانیہ کے سسرالی عزیز مشترکہ ہی تھے اور روشنی کی اسے خاص ہدایت تھی کہ وہ اس کے ساتھ ساتھ ہو گی۔ خواہ اسے کتنی بھی کوفت ہو یا اس کا بیٹا اسے مجبور کرے۔ مون تو اپنے چاچو کے آتے ہی اس کے پاس چلا آیا تھا۔ اس بار اس نے بھی اپنی ماما سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اسے تنگ نہیں کرے گا۔ ویسے بھی آج اس کے لئے دلچسپ بات یہ تھی کہ ماما نے اسے اس کا ہینڈی کیمرہ دے دیا تھا اور اسے پوری آزادی تھی کہ وہ روشنی خالہ کا سارا فنکشن اپنے کیمرے میں محفوظ کر لے۔

"مون! تم اپنی ماما کے ساتھ کہاں جا رہے ہو؟"

"کہیں نہیں...... ابھی تو ہم یہاں آئے ہیں۔ فنکشن کے بعد روشنی خالہ کے گھر ہی جائیں گے۔"

اسفند نے کسی خیال کے تحت کریدنے کے لئے مون سے پوچھا تھا۔ مون نے اپنی سمجھ کے مطابق جواب دیا۔

"مون! میں تمہارے باہر جانے کے بارے میں پوچھ رہا ہوں۔ تم جانتے ہو نا، تمہاری ماما

تمہیں یہاں سے لے جارہی ہیں۔'' اسفند نے پھر سے کریدا۔

''یس، آئی نو۔ مما ہمارے بزنس کے لئے باہر سیٹل ہو رہی ہیں۔ میرے پاپا بھی یہی چاہتے تھے۔''

اسفند نے بہت حیرت سے مون کو دیکھا۔ اسے مون سے اس جواب کی توقع ہرگز نہیں تھی۔

''تم سے کس نے کہا کہ تمہارے پاپا بھی یہی چاہتے تھے؟'' اسفند نے مون کا رخ اپنی جانب موڑا۔ وہ اپنے مشغلے میں مگن سا تھا۔

''آف کورس، ماما نے بتایا ہے۔ ماما کہہ رہی تھیں، مجھے کچھ سال بعد ہائر اسٹڈی کے لئے اکیلے باہر جانا ہی تھا۔ اب وہ میرے ساتھ جارہی ہیں۔ میں وہاں ماما کے بنا نہیں رہ سکتا۔ اس لئے ماما نے وہاں بزنس اسٹارٹ کرنے کا سوچا ہے۔'' مون نے اسے پھر حیران کیا۔ کومل نے اس کی برین واشنگ بہت اچھی طرح کی تھی۔

''بزنس؟...... اور یہاں بزنس کون دیکھے گا؟'' اسفند کچھ چڑ کر بولا۔

''یہاں؟...... یہاں مقدس انکل ہیں نا۔ اور دا جان بھی لُک آفٹر کریں گے۔'' مون کے پاس سارے جواب تھے۔

''اور ہم تمہارے بغیر یہاں کیسے رہیں گے؟''

''چاچو! آپ مجھ سے ملنے آجانا...... آپ بھی تو باہر اسٹڈی کے لئے گئے تھے اور پاپا بھی۔ میں ووکیشنز میں آیا کروں گا، چاچو!''

اسفند نے مون کے جواب پر اسٹیج پر کھڑی کومل کو کینہ توز نظروں سے دیکھا۔

''ایکسکیوزمی چاچو!...... میں ماما اور خالہ کے فوٹو شوٹ کر کے آتا ہوں۔ مائی ماما لکنگ ویری بیوٹی فل۔''

مون اسے کہہ کر اسٹیج کی طرف تقریباً بھاگتا ہوا گیا۔

اسفند کی نگاہ بھی کومل پر ہی تھی۔ وہ صحیح کہہ رہا تھا۔ اپنی سادگی کے باوجود وہ پوری محفل میں سب سے حسین اور منفرد نظر آرہی تھی۔ سفید ساڑھی پر باریک سلور ربن کی پائپنگ بھی عجب بہار دکھا رہی تھی۔ اس پر اس کا شبنم سے دُھلا چہرہ اس وقت دوست کی خوشیوں سے کِھلا کِھلا نظر آرہا تھا۔ اسفند کے لئے تکلیف دہ بات وہاں بالکل قریب موجود نبیل کا ہونا تھا۔ اس نے خود پر ضبط کرتے ہوئے رخ موڑا۔ اس سے زیادہ کی تاب نہیں تھی۔



''خدا کے لئے نبیل! اس طرح میرے پیچھے پیچھے مت پھرو۔ بہت آکورڈ لگ رہا ہے۔ جاؤ، جا کر آنٹی کے پاس بیٹھو۔ میں مون کو کھانا سرو کر کے وہیں ٹیبل پر آتی ہوں۔''

رسم ہو چکی تھی اور کھانے کا دور چل رہا تھا۔ تکے، کبابوں کی اشتہا انگیز خوشبو سبھی کو متوجہ کر

چکی تھی اور ایک دم ہی سبھی میزوں کی طرف لپکے تھے۔ کومل بھی مون کے لئے کچھ لینے آئی تھی اور اس کے پیچھے نبیل تھا، جو نہ جانے کب سے اس سے بات کرنے کی کوشش میں تھا۔ مگر کومل اسے جان کر لفٹ نہیں دے رہی تھی۔ اسفند بھی وہیں پاس ہی موجود تھا اور انہی کی طرف متوجہ بھی تھا۔ مگر شاید کومل کے ذہن میں ایک ہلکا سا خیال بھی نہیں تھا۔ تبھی وہ بے فکری سے مصروف تھی۔

''ممی کا خیال ان کی ہونے والی بہو کو بہت ہے۔ میرا خیال بھی کوئی کرے۔ پلیز ٹیل می، آج چاند بھی سوگوار ہے۔ اور چاندنی بھی پھیکی ہے۔''

نبیل کا اشارہ ثانیہ کی طرف تھا جبکہ اسفند نے اپنے حساب سے مطلب اخذ کیا۔

''یہ تم چاند سے جا کر پوچھو...... مجھے کیوں ستا رہے ہو؟'' کومل نے اردگرد سے اُٹھتے دھوئیں سے تکلیف محسوس کرتے ہوئے واپسی کے لئے قدم موڑے۔ ''میں واپس جا رہی ہوں۔ تم میرے بچے کے لئے کچھ کھانے کے لئے لاؤ۔''

''شادی سے پہلے ہی رعب جمانا شروع کر دیا ہے آپ نے...... بعد میں کیا حال کریں گی میرا۔'' نبیل نے مصنوعی سنجیدگی سے دہائی دی۔

''رشتے داریاں جوڑنا اتنا آسان نہیں ہوتا بچو!...... بڑے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔ تم ابھی سے گھبرا گئے۔''

''گھبرا نہیں رہا، بس ذرا پریشان ہوں آپ کی مدر اِن لاء کے تیور دیکھ کر۔ بڑا رُوڈلی جواب دیا تھا میرے سلام کا۔'' وہ بھی اس کے ساتھ ہی بڑھا جا رہا تھا اور نہ چاہتے ہوئے بھی اسفند لوگوں کی آڑ لے کر انہی کے پیچھے پیچھے تھا۔

''کیوں پریشان ہو؟...... میں نے بات کر لی ہے پاپا سے۔ اِن شاء اللہ پازیٹو رزلٹ آئے گا۔ میں تمہیں جلد ہی بتا دوں گی کہ کب اور کیسے آنٹی کو پرپوزل دے کر بھیج دو۔ باقی مرحلے میں خود دیکھ لوں گی۔ اب جاؤ نا، ورنہ مون کا موڈ بگڑ جائے گا جو کہ میں افورڈ نہیں کر سکتی۔ البتہ تمہیں سزا کے طور پر اسے پزاہٹ لے جانا پڑ جائے گا۔''

''اتنے خوب صورت چہرے چھوڑ کر میں پزاہٹ کیا کرنے جاؤں گا؟ میں اس کے لئے کھانا لے کر آتا ہوں۔ بلکہ آپ کے لئے بھی لے آؤں؟''

''شیور...... وائے ناٹ۔'' کومل اس کی ادا پر بے ساختہ ہنسی۔ نبیل وہیں سے مُڑ گیا۔ جبکہ کومل آگے بڑھتی چلی گئی۔ اس کے قدم قدسیہ کیانی کی میز کے قریب جا کر رکے تھے، جہاں مون کے ساتھ ثانیہ بھی تھی اور مسز وقار بھی۔ بیرا ان کی میز پر کھانا سرو کر چکا تھا۔ اسفند کا موڈ ایک دم اُلٹ گیا تھا۔ وہ وہاں سے نکل کر باہر آیا۔ اس کا رخ گھر کی جانب تھا۔



''ممی!........ثانیہ کیسی لگی آپ کو؟'' واپسی پر نبیل اپنی ماں سے پوچھ رہا تھا۔

''اچھی ہے........آج کل کے دور کی لڑکیاں اپنے آپ کو کافی اچھا بلکہ بہت بہتر بنانے کا ہنر رکھتی ہیں۔''

''یہ آپ تعریف کر رہی ہیں یا تنقید؟'' نبیل کو ان کی بات جیسے سمجھ نہیں آئی۔

''تعریف ہی سمجھو........مسز منصور کا موڈ کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔'' قدسیہ کیانی نے بھی خاص دلچسپی ظاہر نہیں کی۔

ثانیہ نے انہیں کچھ خاص متاثر نہیں کیا تھا یا پھر صوفیہ کے رویّے کے پیچھے ثانیہ کو پسند کئے جانے کا پلس پوائنٹ، مائنس ہو گیا تھا۔

''انہیں ڈاکٹر نے مشورہ دے رکھا ہے کہ اپنا موڈ ایسا ہی رکھیں۔ ورنہ ان کی صحت بگڑنے کا اندیشہ ہے۔'' نبیل نے مذاق میں موضوع ٹالا۔

''بکواس نہیں کرو۔ آئی ایم سیریس۔ مجھے نہیں لگتا کہ تمہارا پروپوزل ایکسپٹ کیا جائے گا۔ بعد میں پچھتانا نہیں، اوکے؟'' قدسیہ نے بیٹے کو پھر سے سمجھانے کی کوشش کی۔

''ممی، پلیز! میرا حوصلہ تو نہ توڑیں۔ مجھے مادام پر ٹرسٹ ہے۔ وہ ہمارے ساتھ ہیں تو مجھے کوئی فکر، کوئی اندیشہ نہیں۔ آپ بس اپنی تیاری رکھیں۔'' نبیل ڈرائیو کرتے ہوئے اپنے ساتھ ساتھ انہیں بھی اُمید دلا رہا تھا۔

انہوں نے بیٹے کے آدھے رخ کو دیکھا۔ اس آدھے رخ پر ہی انہیں زندگی کی پوری خوشیاں اپنی رعنائیوں کے ساتھ نظر آئیں۔ وہ اسے مزید کچھ کہے بغیر خاموش ہو گئیں۔ دل میں اس کی خوشیوں کی سلامتی کی دعائیں مانگ رہی تھیں اور وہ نہ جانے کیا کیا پروگرام بنا رہا تھا۔ گھر آنے کے بعد اس کی زبان کو بھی بریک لگی تھی۔



روشنی کی شادی کے سارے فنکشن بہت شاندار طریقے سے انجام پذیر ہوئے تھے۔ کومل مطمئن تھی کہ تقریبات میں کسی قسم کی بدمزگی نہیں ہوئی تھی۔ ورنہ اسے صوفیہ منصور سے ہر وقت کوئی خطرہ ہی لاحق رہا تھا۔ صوفیہ منصور ایک منٹ میں تختہ پلٹنے کی قوت رکھتی تھیں۔ مگر وہ بڑی

خاموشی سے شریک رہی تھیں۔ بلکہ ولیمے والے دن تو قدسیہ کیانی سے کافی گھل مل بھی گئی تھیں اور انہی کے ساتھ بیٹھی رہی تھیں۔ بلکہ ثانیہ بھی انہیں سمجھا چکی تھی کہ ثانیہ کے لئے اس پروپوزل کو وہ اس کی خوش قسمتی سمجھیں۔ صوفیہ کے لئے تو یہ سنہری موقع تھا۔ جو خدشات انہیں کومل سے تھے، نبیل کا پروپوزل قبول کرنے کے بعد پھر سے دم توڑ جاتے۔ انہیں ہر وقت یہی اندیشہ ستاتا رہتا تھا کہ کومل کہیں شادی نہ کر لے اور ان پر مون کی ذمہ داری آ پڑے۔ بظاہر وہ دوسروں پر اپنا غصہ ظاہر کر کے یہ باور کراتی تھیں کہ کومل کو وہ مجبوری سے برداشت کر رہی ہیں۔ مگر ایسا نہیں تھا۔



''مما!........ مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے۔'' کومل آج صبح ہی صبح چلی آئی تھی۔ ابھی کوئی ناشتے کے لئے بھی نہیں آیا تھا۔ البتہ سبھی اٹھ گئے تھے۔ مون کو وہ زبردستی اٹھا کر لائی تھی اور وہ اب اپنے کمرے میں جا کر سو چکا تھا۔ صوفیہ لاؤنج میں اکیلی بیٹھی چائے سے لطف اندوز ہو رہی تھیں۔ کومل کی صبح صبح آمد انہیں کچھ ناگوار محسوس ہوئی تھی، اس لئے وہ خاموش بیٹھی ہوئی تھیں۔ کومل نے کافی دیر بیٹھے رہنے کے بعد انہیں مخاطب کیا تھا۔

''تمہاری باتوں کا مجھ سے کیا لنک ہے؟ تم اب خود مختار ہو۔ جو مرضی آئے، کر سکتی ہو۔'' صوفیہ کے لہجے میں چھپا طنز اسے محسوس ہو رہا تھا۔ مگر وہ نبیل اور ثانیہ کے لئے فی الحال کچھ بھی محسوس نہیں کرنا چاہتی تھی۔

''مما! میں نے ایسا کیا کِیا ہے؟ مجھے سمجھ نہیں آتی، آپ مجھ سے ناراض کیوں رہتی ہیں؟ میں ایسا کیا کروں، جو آپ کو راضی کر دے؟'' کومل آج بہت کچھ کہنے کی ہمت لے کر آئی تھی۔

''یہ تم مجھ سے پوچھ رہی ہو؟........شافند کی زندگی سے اب تک تم نے ایسا کیا ہی کیا ہے جو مجھے راضی کرتا؟ تمہارا ہر عمل میرے لئے دکھ کا باعث بنتا چلا گیا اور تم آج مجھ سے پوچھ رہی ہو۔ اتنے سال گزرنے کے بعد تمہیں خیال آیا کہ........''

''مما! میں نے کبھی ایسا کچھ نہیں کیا، جو آپ کا دکھ بنتا۔ میں نے ہمیشہ آپ کو خوش رکھنے کی کوشش کی۔ میں نے ہمیشہ آپ کے اور شافند کے کئے گئے فیصلوں پر عمل کیا ہے۔ پھر بھی آپ کو لگتا ہے کہ میں نے آپ کے کسی فیصلے پر اختلاف کیا ہے تو میں آپ سے معافی مانگتی ہوں۔'' کومل نے ساس کے بھڑکیلے مزاج کے جواب میں اپنے شبنمی لہجے کی پھوار سے ان کا غصہ کم کرنے کی کوشش کی۔ اسفند بھی اپنے کمرے سے نکل کر سیڑھیاں اُترتا آ رہا تھا۔ کومل کی آواز سن کر درمیان میں ہی ٹھٹک کر کھڑا رہ گیا۔ اسے اپنی سماعتوں پر گمان گزرا تھا۔ اگلے ہی پل اس کا گمان یقین میں بدل گیا۔

''اس بے وقت کی راگنی الاپنے کا مقصد کیا ہے اب؟........تم جو کر رہی ہو، اس سے تمہارے کرتوتوں پر پردہ پڑ سکتا ہے۔ تم ساری دنیا کو دھوکا دے سکتی ہو........مگر مجھے نہیں۔

تمہاری یہ چکنی چپڑی باتیں مجھ پر اثر نہیں کریں گی۔ جاؤ اپنا وقت برباد نہ کرو۔ اور میں تمہیں جب ایک بار کہہ چکی ہوں کہ میرے گھر کے معاملات میں دخل مت دیا کرو تو کیوں شوشے اٹھا رہی ہو تم؟ .... اپنی بیٹی کے مستقبل کی مجھے تم سے زیادہ فکر ہے۔ تمہیں ماں سے اگلی پھپھے کٹنی بننے کی ضرورت نہیں ہے۔'' صوفیہ مزید بھڑک اٹھی تھیں۔ منصور احمد بھی آفس جانے کے لئے تیار ہو کر اپنے کمرے سے نکل آئے تھے اور صوفیہ منصور کی باتیں بھی سن چکے تھے۔

''صوفیہ! تم بھول رہی ہو، کومل بھی اس گھر کا فرد ہے اور اسے حق حاصل ہے کہ وہ اس گھر کی بہتری کے لئے کوئی بھی فیصلہ کرے۔''

صوفیہ منصور کو منصور احمد کی آمد کی توقع نہیں تھی یا پھر وہ غصے میں فراموش کر چکی تھیں۔

''کیسا حق؟ .... یہ اپنی زندگی کے فیصلے خود کرتی ہے تو میری اولاد کی زندگی کے بارے میں فیصلے کرنے کا اختیار میرا ہے۔ یہ کون ہوتی ہے دخل دینے والی؟'' صوفیہ کی صبح کا آغاز تو بُرا ہو ہی چکا تھا، اس لئے انہیں اب کسی کی بھی پروا تھی نہ فکر۔ آج شوہر کا لحاظ کرنے کا بھی وہ کوئی ارادہ نہیں رکھتی تھیں۔ کومل کے لئے عرصے سے دل میں دبا غصہ آج وہ سب کے سامنے باہر لانے کا ارادہ رکھتی تھیں۔

کومل، منصور احمد کی آمد پر پہلے تو حیران ہوئی، پھر اسے ان کی آمد پر حوصلہ بھی ہوا۔ جو بات وہ کرنے آئی تھی، اس کے لئے منصور احمد کی موجودگی بے حد ضروری تھی۔

''کومل نے کبھی کوئی فیصلہ میری رائے اور مرضی کے بغیر نہیں کیا۔ وہ اگر باہر جانے کا فیصلہ کر چکی ہے تو وجوہات سے تم بھی واقف ہو۔ شمعون کی زندگی سے کھیلنے والوں کی کوشش کامیاب نہیں ہو سکتی اور نہ ہی ثانیہ کے بارے میں تمہاری ضد چلے گی۔ میں ثانیہ کے لئے نبیل کا پرپوزل ایکسپٹ کر چکا ہوں، اس لئے کسی کو اعتراض کا حق نہیں ہے۔'' منصور احمد نے دو ٹوک فیصلہ کیا تھا۔ منصور احمد کا ایسا رویہ اسفند کے لئے بالکل نیا تھا۔ کم از کم اپنی مما سے اس نے یہ پہلا اختلاف دیکھا تھا۔ اس کے ذہن و دل پر پڑا غفلت کا پردہ ایک دم اٹھا تھا اور وہ حیران رہ گیا تھا۔ غلط فہمیوں کی بلند دیوار سے حقیقت کا آئینہ چھپا ہوا تھا۔ آج وہ دیوار گری تھی تو دیوار کے پار بھی کچھ واضح نظر آ رہا تھا۔ مگر وہ خود کو اسی دیوار کے ملبے تلے دبتا ہوا محسوس کر رہا تھا۔



''اماں جان! آپ چند دن میرے ساتھ رہ سکتی ہیں؟''

کومل جانے سے پہلے اماں جان کے کمرے میں چلی آئی تھی۔ وہ بھی اُداس و مغموم سی بیٹھی تسبیح کے دانے گرا رہی تھیں، اس کی آمد پر ان کی اُداس آنکھوں میں خوشی کی لہر دوڑی تھی۔

''ہاں بچے! کیوں نہیں؟ .... میرا دل تو چاہتا ہے کہ ساری زندگی تمہارے ساتھ رہوں۔ چند دن کی کیا بات ہے۔''

''کاش، ایسا ہو جائے۔ مگر میں جانتی ہوں، عینی اور سب آپ کو ایسا کرنے نہیں دیں گے۔'' کومل نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ ان کا ہاتھ تھاما۔

''وہ سب بھی بس دنیا داری میں پڑے ہیں، ورنہ میری ضرورت اب کسی کو کہاں ہے؟'' افسردگی پھر سے ان کے لہجے اور چہرے سے عیاں ہوگئی۔

''ایسے تو نہ کہیں اماں جان! ہم سبھی کو آپ کی ضرورت ہے۔ اچھا، اب میں آپ کا ضروری سامان پیک کر لوں۔ پھر ہم چلتے ہیں۔'' کومل اٹھ کر ان کی چیزیں سمیٹنے لگی۔

''کومل بچے! ایک بات کہوں؟'' کومل نے اماں جان کے جھجکتے لہجے پر قدرے حیرت سے مڑ کر دیکھا۔

''جی اماں جان! ضرور پوچھیں، آپ کیا کہنا چاہتی ہیں؟''

''تم واقعی یہاں سے جا رہی ہو؟''

''جی اماں جان!'' کومل نے مختصر جواب دیا اور ان کی ضروری ادویات رکھنے لگی۔

''بچے! اس طرح کے فرار سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ بہتر تھا کہ تم رستہ بدل لیتیں۔'' اماں جان کے لہجے میں چھپی حقیقتیں اس پر بھی عیاں تھیں۔ پھر بھی وہ متعجب ہوئی۔

''اماں جان! یہ آپ کہہ رہی ہیں؟ .... آپ جانتی ہیں، میرے لئے یہ آسان عمل نہیں ہے۔ اور اس ''فرار'' پر میں مجبور کر دی گئی ہوں۔ میرے لئے یہ گھر، اس گھر کے افراد کیا اہمیت رکھتے ہیں، کوئی نہیں جانتا۔ میں ان کی محبتوں میں کیسے بندھی ہوں، کوئی محسوس نہیں کرتا۔ اور مون .... مون کو تنہا کر دینے، اس سے زندگی کی ہر خوشی چھین لینے کا حوصلہ مجھ میں نہیں ہے۔ سب کو میرے خلوص پر نہ جانے کیوں شک ہے۔ میں نے بے شک اسے جنم نہیں دیا، مگر اس کی پرورش تو میں نے ہی کی ہے۔ اور میں جانتی ہوں کہ کسی بھی ماں کے لئے اپنے سکھ، اپنی ذات کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ اس کی ساری دنیا اس کی اولاد میں سمٹ آتی ہے۔ میری دنیا صرف مون ہے اور اس کی بہتری کے لئے اگر اس کے اپنوں سے بھی ٹکرانا پڑا تو میں ٹکراؤں گی۔''

کومل پلٹ کر ان کے سامنے چلی آئی تھی۔ اماں جان نے اسے توصیف بھری نظروں سے دیکھا۔

''کاش صوفیہ تمہاری قدر کر سکتی۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے مقصد میں کامیاب کرے۔''

''بس اسی طرح اپنی دعائیں میرے ہمراہ کیجئے گا۔'' کومل نے انہیں عقیدت سے دیکھا۔



''آپ کہاں جا رہی ہیں؟''

کومل منصور ہاؤس کے پورچ میں کھڑی تھی۔ اماں جان اس کی گاڑی میں بیٹھ چکی تھیں جبکہ مون گاڑی کے دروازے سے تقریباً لٹکا ہوا تھا۔ اسفند نہ جانے کتنی قیامتوں سے گزر کر

اس کے پاس آیا تھا۔ اپنے سامنے کھلی حقیقتیں دیکھنے کے بعد اس میں ہاسپٹل جانے کی تو سکت ہی نہیں رہی تھی۔ پچھتاووں نے اسے ایک پل میں نچوڑ کے رکھ دیا تھا۔ اپنی غلط فہمیاں آج اس کے اپنے گلے میں پھندے کی طرح لٹک رہی تھیں۔

''اماں جان ہمارے ساتھ جا رہی ہیں۔ نیکسٹ وِیک اینڈ تک آ جائیں گی واپس۔'' کومل نے اسے دیکھے بغیر جواب دیا اور مون کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

''مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔'' وہ کھڑکی پر جھکا اماں جان سے مخاطب تھا۔ اماں جان نے پوتے کے چہرے پر عجیب سا رنگ دیکھا تو ان کا دل بھی ہول گیا۔ اسفند نے کبھی اس طرح انہیں نہیں روکا تھا۔ عجیب سی بے بسی تھی اس کے لہجے اور رویے میں۔

''کیا بات ہے بچے!...... جو بات کرنی ہے، ادھر آ کے کر لینا۔ وہاں تمہارے آنے پر پابندی تو نہیں ہے۔'' اماں جان نے جان بوجھ کر رکھائی سے جواب دیا۔ کچھ دنوں سے دونوں میں جو سرد مہری چل رہی تھی، اب وہ بھی اسے ختم کرنا چاہتی تھیں۔ اسفند سے ناراضگی رکھنا ان کے بس میں بھی نہیں تھا۔

''پلیز اماں جان! آج آپ نہ جائیں۔ میں بعد میں آپ کو خود وہاں چھوڑ آؤں گا۔''

''میں نے کہا ہے نا، ادھر آ جانا۔ جو بھی کہنا ہے، اُدھر آ کر کہنا۔ چلو کومل! تمہیں بھی دیر ہو رہی ہو گی۔'' انہوں نے کومل کو پکارا۔ وہ بھی خاموشی سے اندر بیٹھ کر گاڑی اسٹارٹ کرنے لگی۔

اس شخص کی وجہ سے وہ یہاں سے جانے پر مجبور ہو رہی تھی۔ اسفند اس کی گاڑی گیٹ سے باہر جانے تک وہیں کھڑا رہا۔ دل و ذہن میں عجیب سا غبار اٹھ رہا تھا۔ وقت اس کے آگے دوڑ رہا تھا اور وہ اس کے ساتھ آگے بڑھنے کی خواہش کے باوجود جیسے ایک جگہ تھم کر رہ گیا تھا۔ کسی طاقت نے اسے جکڑ لیا تھا۔

''سنی!...... تم دیکھ رہے ہو، اپنی بھاوج اور باپ کی ملی بھگت؟ اس عورت نے کیسے انہیں بھی شیشے میں اتار لیا۔ ثانیہ کے لئے اپنے ہی......'' صوفیہ منصور کسی کو گھر میں موجود پا کر اپنے اندر نیا حوصلہ محسوس کر رہی تھیں۔ اسے پورچ سے اندر آتے دیکھ کر وہ بے چینی سے اس کی جانب لپکیں۔

''پلیز مام!...... مزید کچھ مت کہیے گا۔ آپ اس گھر میں اور کیا کروانا چاہتی ہیں؟ کیا میں اب پاپا کے سامنے کھڑا ہو جاؤں؟'' اسفند نے انہیں مزید کچھ کہنے سے پہلے ہی ٹوک دیا۔

''سنی! میں تم لوگوں کو احساس دلا رہی ہوں کہ وہ عورت اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے اب ثانیہ کو مہرہ بنا رہی ہے...... اسے جو کرنا ہے......''

''کیسا مقصد؟...... کیا ثانیہ کی شادی کروانے میں بھی اس نے کوئی نفع کمایا ہے؟ اسے کوئی پرافٹ ہوا ہے؟...... پلیز مام! اپنی نگیٹو تھنکنگ مجھ پر اپلائی مت کیجئے۔ میں پہلے ہی آپ کی باتوں میں آ کر اپنا بہت بڑا نقصان کر چکا ہوں۔ پاپا کی نظروں میں تو پہلے ہی گر چکا

ہوں، اب آپ ساری دنیا کو کوئی نیا تماشہ دکھانا چاہتی ہیں؟'' اسفند کے اندر بھرا غبار آہستہ آہستہ باہر آنے لگا۔

''سیدھے طریقے سے ثانیہ کے لئے ایک پرپوزل آیا ہے۔ آپ کو ایکسپٹ نہیں ہے تو ایکسکیوز کر لیں۔ کسی کی ذات پر کیچڑ مت اچھالیں۔''

''تم بھی اس عورت کی حمایت کر رہے ہو...... تم نے تو اسے اپنی آنکھوں سے اس لڑکے کے ساتھ گھومتے پھرتے دیکھا ہے۔''

''مما! وہ عورت اس گھر کا حصہ ہے۔ آپ اسے برا کہیں گی تو الزام آپ پر بھی آئے گا۔ اور میں کسی کی غلط فیور نہیں کر رہا۔ آپ نہ ہی مجھ سے یہ امید رکھیے گا کہ میں آپ کے کسی غلط فیصلے میں آپ کا ساتھ دوں گا۔'' اسفند کا ملال رنج و غصے میں ڈھلنے لگا تھا۔

''ساری دنیا اسی کی بولی بول رہی ہے۔ آخر تم پر بھی اس کا جادو چل گیا۔''

''اِنف مما!...... میرے پاس آپ کی اس قسم کی باتیں سننے کا وقت نہیں ہے۔ وہ آپ کے لئے ناقابلِ برداشت تھی تو آپ کو اس سے بہت پہلے پیچھا چھڑا لینا چاہئے تھا۔ اسے خود سے جوڑے رکھنے میں آپ کا اپنا مفاد تھا۔ اپنے پوتے کی پرورش کے علاوہ اپنے بیٹے کے کاروبار کو پھیلانا مقصود تھا۔ ابھی بھی آپ اس سے یہی چاہتی ہیں۔ مگر اسے زیرِ بار رکھ کر۔ اسے لوگوں کی نظروں میں ذلیل کر کے۔ پلیز مما! اب یہ کھیل بند کر دیجئے، ورنہ آپ بہت پچھتائیں گی۔'' اسفند اپنے تئیں انہیں آئینہ دکھا کر قدم اٹھاتا اپنے کمرے کی طرف جاتے راستے پر بڑھتا چلا گیا۔

صوفیہ کے اندر ایک نئی آگ دہکنے لگی تھی۔ اسفند بھی ان کے ہاتھوں سے نکل گیا تھا اور وہ تنہا رہ گئی تھیں۔ صرف کومل کی وجہ سے۔ نفرت مزید بڑھنے لگی تھی۔



''پاپا! مجھے تو ان حالات میں یہ سلسلہ بڑھانا مناسب نہیں لگ رہا۔''

کومل، اماں جان اور مون کو گھر چھوڑ کر منصور احمد کے آفس چلی آئی تھی۔ صبح کے ہنگامے کے بعد وہ دل میں پشیمان بھی تھی اور افسردہ بھی۔ صوفیہ اور منصور احمد میں اس کی وجہ سے تکرار بڑھ گئی تھی۔ اسے پچھتاوا تھا کہ آخر وہ وہاں گئی کیوں۔

''دیکھو بیٹا! یہ سلسلہ جب بھی چلتا، صوفیہ نے اسی طرح ری ایکٹ کرنا تھا۔'' منصور احمد نے اپنے سامنے کھلی فائل بند کرتے ہوئے اسے محبت سے جواب دیا۔

''پاپا! ٹرائی ٹو انڈرسٹینڈ۔ مما ابھی خوش نہیں ہیں۔ ان کے ناخوش ہونے کا مطلب ہے کہ وہ نبیل اور اس کی فیملی کو ریسپیکٹ بھی نہیں دیں گی۔ اور ایسا وہ صرف میری وجہ سے کریں گی۔''

''اس کی کیئر مت کرو۔ اس عورت کا تو دماغ خراب ہو گیا ہے۔ ساری زندگی اپنے زعم

میں مبتلا رہی ہے۔ میری نرم مزاجی کا فائدہ اٹھاتی رہی ہے۔ میری ہی غلطی ہے کہ میں نے اس کی غلطیوں کو نظرانداز کر کے اس کا ساتھ دیا ہے۔ مگر اب مزید برداشت کرنا میرے لئے بھی ممکن نہیں رہا۔ میں اسے اپنے بچوں کی زندگی سے کھیلنے کی اجازت ہرگز نہیں دوں گا۔"

منصور احمد اپنی کرسی سے اٹھ کر کھڑکی میں جا کھڑے ہوئے۔

"پاپا! آپ بھی اگر ایموشنلی ڈیل کریں گے تو مسئلہ وہیں رہے گا نا۔ مما کو میری انٹرفیرنس ناگوار ہے تو...... یہ اتنا بڑا ایشو نہیں ہے۔ میں تو ویسے بھی نیکسٹ منتھ جا رہی ہوں۔ میں بس چاہتی تھی کہ ثانیہ کی انگیج منٹ میرے سامنے ہو جاتی...... ویل، ڈونٹ وری۔ میں پھر آ جاؤں گی۔"

"میں ایموشنل نہیں ہو رہا بیٹا جان!...... ویل، تم نبیل کی فیملی سے کہو کہ وہ پروپوزل بھجوا دیں۔ پھر دیکھتے ہیں کہ کیسے پروگرام ارینج کرنا ہے۔"

"پرسوں تک آنے کا کہہ رہے ہیں وہ لوگ۔ آپ پلیز گھر پر ضرور رہیے گا۔"

"ڈونٹ وری سویٹ ہارٹ! میں گھر پر ہی رہوں گا۔ اور سنو! اپنی ساس سے ڈرمت جانا۔ تمہیں بھی ضرور آنا ہے۔ اور اماں جان کو ساتھ لے آنا۔ اس سلسلے میں کوئی فارمیلٹی ہوتی ہے تو پہلے ہی بتا دینا۔"

"میں سب انتظام کرلوں گی پاپا!...... بلکہ آپ نبیل کے لئے انگیج منٹ رِنگ بھی مت لیجئے گا۔ وہ میں لا چکی ہوں۔"

"پورے ارادے ہیں بیٹا! تمہارے تو۔ تمہاری ساس نے اگر انہیں بھگا دیا تو......؟" وہ بہو کی پیش بندی پر کھل کر مسکرائے۔

"ایسا نہیں ہوگا۔ مما بھی جانتی ہیں، نبیل جیسا داماد انہیں ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتا۔ اور نبیل بھی کافی مستقل مزاج ہے، پیچھے نہیں ہٹے گا۔" کومل بھی ہنس دی۔

"بہت مان ہے تمہیں اس پر بیٹا! دنیا میں اکثر وہی دھوکا دیتے ہیں جو ہمارے بے حد قریب ہوں، جن پر ہمیں بہت مان ہو۔"

"پاپا! بھائیوں پر تو مان ہوتا ہی ہے نا۔ اور مجھے اللہ پر بھروسہ ہے کہ وہ میرا مان سلامت رکھے گا۔" کومل کی سرمئی آنکھوں میں شبنمی چمک اُسے مزید دلکش بنا رہی تھی۔ منصور احمد نے بیٹی جیسی بہو کے لئے دل میں کئی دعائیں کر ڈالیں۔ زندگی نے انہیں یہ رشتہ اپنی تمام تر خوب صورتی اور وفا کے ساتھ عطا کیا تھا۔ اس کی محبت آج اس لمحے ان کے دل میں مزید بڑھ گئی تھی۔ دنیا اس کے بارے میں کچھ بھی کہتی، وہ جانتے تھے کومل جس خمیر سے گوندھی گئی تھی، وہ مکمل وفا کی خاصیت رکھتا ہے۔

"مجھے کچھ بے یقینی ہے مادام! آپ کی مدر اِن لاء کوئی نہ کوئی شوشہ ضرور اٹھائیں گی۔ اور پاپا کسی کا ایٹی ٹیوڈ برداشت کر جائیں، ایسا ہونا ممکن نہیں۔"

نبیل اس کے آفس سے آتے ہی چلا آیا تھا۔ وہ اپنے اور اس کے لئے چائے بنا کر لان میں ہی لے آئی تھی۔ اماں جان مغرب کے بعد نوافل پڑھنے میں مصروف تھیں اور مون اپنی گیمز میں محو تھا۔ سو دونوں آرام سے بیٹھ کر باتیں کر رہے تھے۔

"ڈونٹ وری۔ ایسا کچھ نہیں ہوگا۔ میں نے پاپا سے بات کر لی ہے، وہ مما کو سنبھال لیں گے۔" کومل نے اطمینان سے چائے کا گھونٹ بھرا۔ صوفیہ کو اتنا تو وہ جانتی ہی تھی کہ کسی کے سامنے وہ اپنے شوہر کو نیچا نہیں دکھا سکتی تھیں۔

"آپ کی نند صاحبہ کا کیا ری ایکشن ہے؟...... وہ اپنی مما کو سمجھا سکتی ہے؟...... کوئی اسٹینڈ لے سکتی ہے؟"

"ہمارے ہاں بیٹوں کو بولنے کی اجازت نہیں ہے میرے بھائی! میں ہوں نا اس کا کیس لڑنے کے لئے۔ اور تم اتنی فکر کیوں کر رہے ہو؟ اِن شاء اللہ سب بہتر ہوگا۔ بس تم میرے نیگ کی تیاری رکھو۔ کیا دو گے مجھے؟" کومل نے بہنوں والے استحقاق سے کہا تو وہ اسے دیکھے گیا۔

"کیا لیں گی آپ؟ نہ تو اچھے ڈریسز پہنتی ہیں آپ نہ زیورات۔ میری تو خواہش ہے آپ کو ساری دنیا دے دوں مگر...... کاش شافند بھائی آپ کے ساتھ ہوتے تو میں اپنی شادی پر آپ کو دوبارہ دُلہن کے روپ میں دیکھتا اور......" نبیل کی ذہنی رو نہ جانے کہاں بہہ گئی تھی۔ کومل نے اسے حیرت سے دیکھتے ہوئے جھڑکا۔

"کیسی باتیں کر رہے ہو تم؟...... میں تم سے کیا کہہ رہی تھی اور تم بات کو کہاں لے گئے۔"

"بات تو وہی ہے، سسٹر مادام! آپ نے خود پر دنیا کی ہر شے تو حرام کر رکھی ہے۔ کبھی اپنے بارے میں کیوں نہیں سوچتیں؟ اس طرح کی زندگی خود پر کیوں مسلط کر رکھی ہے؟"

"کیا ہوا ہے میری زندگی کو؟ اچھی بھلی تو ہے میری زندگی۔ لاکھوں خواتین سے بہتر زندگی گزار رہی ہوں میں۔ فضول کی ہمدردیاں سمیٹنا مجھے پسند نہیں ہے، اس لئے آئندہ اس طرح بات مت کرنا۔ آؤ اندر چلتے ہیں۔ اماں جان بھی فارغ ہو گئی ہوں گی۔"

"فضول کی ہمدردی؟...... مادام! آپ نے میرے خلوص کو بس اسی قدر تولا ہے؟" نبیل نے بے حد برا مانتے ہوئے کہا تو کومل اس کی ناراضگی پر اسے دیکھے گئی۔

"نبیل! اب تم تو اس طرح ناراضگی مت دکھاؤ...... جب مجھے عادت نہیں تھی اور میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ مجھے اس رنگ میں بھی جینا پڑے گا تو اس دنیا کے کچھ لوگوں نے مجھے اس شدت سے احساس دلایا کہ دنیا میں مجھے جینا ہے تو اسی طرح، بہت محتاط ہو کر۔ مجھے اس طرح جینے میں اب واقعی کوئی مشکل نہیں ہے تو اب کچھ اور لوگ ہیں جو کہہ رہے ہیں کہ میں نے اپنے ساتھ زیادتی کی ہے۔ بتاؤ میری کیا غلطی ہے اس میں؟ اس وقت دنیا کی بات نہ مانتی تو کیا کرتی؟ اور اب بھی مجھے کسی کی بات ماننی چاہئے تو کیوں؟"

"آپ کے پاس سو بہانے ہیں بچنے کے۔ مگر بہانوں سے زندگی سہل نہیں بنتی۔ آپ یہ تو جانتی ہیں نا۔"

"اچھا پلیز، لیو دِس ٹاپک۔ اُٹھو، آؤ۔ میں مون کو دیکھتی ہوں، کیا کر رہا ہے۔" کومل نے اس کی بات ٹالتے ہوئے اٹھ کر اندر کی جانب قدم بڑھا دیئے۔



دن بھر کی تھکن اور مکدر خیالات نے اُسے نڈھال کر دیا تھا۔ ایک ایک لمحہ آنکھوں میں گردش کرتا رہا تھا۔ اس کی بدگمانیاں، غلط فہمیاں آج اسی کے لئے اذیت ناک عذاب بنی ہوئی تھیں۔ اسفند سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ کرے تو کیا کرے۔ اس کی مما صوفیہ منصور نے تو اس کی اپنی لگائی آگ کو مزید ہوا دی تھی۔ ایک بار شک غلط ہونے کے باوجود وہ پھر سے کومل کی ذات پر تشکیک کرتا رہا تھا۔ اُس کا جینا حرام کر دیا تھا۔ اس کی آنکھوں پر جیسے کسی نے پٹی باندھ دی تھی یا پھر نظروں میں دھول جھونک دی تھی، جو وہ اندھا بن کر اپنے اندازوں کی ٹوہ پر کومل کے کردار کو ہی ٹھوکریں مارتا آ رہا تھا۔ یہ سوچے سمجھے بغیر کہ وہ خود بھی اپنے اندھے پن میں منہ کے بل گر سکتا ہے۔ اور اب ایسا ہی ہوا تھا۔ گرنے کے بعد اسے جو چوٹ آئی تھی، اس کی تکلیف سہنا بے حد دشوار ہو رہا تھا۔ اس کا دل کراہ رہا تھا، مچل رہا تھا۔ اُسے اُکسا رہا تھا کہ وہ کومل سے معافی مانگے، اُسے منائے، اُس کی غلط فہمیاں دُور کرے۔ اُس کے اندر چکراتا طوفان شاید اسی طرح سکون پا سکتا تھا۔ ورنہ تو اس کا جنون اسے کچھ کر گزرنے کی صلاح بھی دے رہا تھا۔ اسفند نے اپنے کمرے میں چکر لگاتے ہوئے بہت بار سوچا اور کئی بار اس نے کومل کے سیل فون کے نمبر پُش کر کے فون بند کر دیا۔ اس کے پاس کچھ کہنے کے لئے لفظ تھے نہ حوصلہ۔ اپنے ہی جذبوں کا قتل کر کے اس کا حوصلہ تو ٹوٹنا ہی تھا۔ اس نے عجیب سی دشمنی نبھائی تھی، اپنے آپ سے یا پھر کومل سے، وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ قدم قدم پر اس نے کومل کی تذلیل کی تھی یا اپنی محبت کی، جو سالوں سے اس کے اندر پنپ رہی تھی، لمحہ بہ لمحہ کھل رہی تھی، اس کے ثمر بار ہونے کا وقت آیا تھا تو اس نے اپنے ہی ہاتھوں اس محبت کی زرخیز زمین میں تیزاب ڈال دیا تھا۔ پچھتاووں کی آگ لگا دی تھی۔ جس کے بجھنے کا امکان نظر آتا تھا اور نہ ہی محبت کی بنجر زمین کی پھر سے زرخیزی کا۔

ساری رات وہ کشمکش میں جلتا جھلستا رہا۔ صبح کی پہلی اذان نے اس کے دُکھتے جسم اور تڑپتی روح کو زندگی کی نئی اُمید دلائی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو کر اسے نئے راستوں کی کھوج کا ادراک ملا تھا۔ خواہشوں کی تکمیل کا حوصلہ پھر سے پیدا ہوا تھا۔ کاش وہ پہلے ہی سنبھل جاتا تو کومل کو منا لینے کا یقین بھی قائم رہتا مگر اب تو صرف معافی مانگنے کا مرحلہ طے پا جانا ہی غنیمت لگ رہا تھا۔ وہ معاف کرتی نہ کرتی، یہ اس کا ظرف تھا۔



کومل نماز پڑھ کر دوبارہ سے بستر پر ابھی آئی تھی کہ اُس کا سیل فون بج اٹھا۔ اس کی آنکھوں میں اُلجھن اور ذہن میں سوچ اُبھری۔ اس وقت کسی کے فون کا امکان تو نہیں تھا۔ مون کی طرف اس کا سیل فون پڑا تھا۔

"کس کا ہو گا؟" والی اُلجھن کے ساتھ اس نے ہاتھ بڑھا کر سائیڈ ٹیبل سے اپنا سیل فون اٹھایا اور پھر اسکرین پر اسفند منصور کا نام دیکھ کر اس کے ماتھے پر بھی ناگوار سلوٹ اُبھر آئی۔ یہ شخص یقیناً اسے پریشان کرنے کے نئے ارادے لے کر اسے فون کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس لئے اس نے فوراً ہی فون بند کر دیا۔ چند پل گزرنے کے بعد ڈائلنگ ٹون پھر بجنے لگی۔

صبح صبح ایک نئی کوفت نے اسے گھیر لیا تھا۔ ایک بار پھر اس نے لائن کاٹ دی۔ تیسری بار پھر ٹون بجنے لگی۔ مون نے نیند میں کسمسا کر کروٹ بدلی تو کومل نے اس کی خاطر سخت جھنجلاہٹ کے عالم میں بستر سے اٹھ کر کھڑکی کی طرف جاتے ہوئے ریسیونگ بٹن آن کر دیا۔

"یس......" اس شخص کے لئے چند رسمی باتیں کہنا بھی دشوار ہو رہا تھا۔

"السلام علیکم!.......پلیز......" بوجھل، تھکا لہجہ۔ کومل کو محسوس ہوا تھا، وہ نیند میں بات کر رہا ہے۔

"وعلیکم السلام! جی فرمایئے۔ اس وقت کیسے فون کیا؟ یقیناً مجھ سے مزید کوئی اخلاقی جرم سرزد ہوا ہو گا، جسے جتانے کے لئے آپ نے یہ وقت منتخب کیا.......اور......"

"پلیز......فرسٹ لِسن می۔ آئی ایم......"

"مسٹر اسفند منصور! میں آپ کی زرخرید ہوں، نہ ہی آپ کی رعایا جو آپ کی بے وقت کی لعن طعن سننے پر مجبور رہوں۔ پلیز ڈونٹ ڈسٹرب می۔" کومل نے لائن ہی نہیں کاٹی، اپنا سیل فون ہی آف کر دیا اور پی ٹی سی ایل والے سیٹ کا ریسیور بھی اٹھا کر رکھ دیا۔ وہ جانتی تھی، یہ شخص اسے اب مزید ذلت دے گا۔ ثانیہ کے حوالے سے اس پر نئے الزامات عائد کرے گا۔ اسے خود کو اذیت سے بچانے کا یہی حل سوجھا تھا کہ اپنے نمبر بند کر دیتی۔



"ملی بھابی! آپ نے یہ کیا، کیا ہے میرے ساتھ؟.......رئیلی میں مما کو فیس نہیں کر پا رہی ہوں۔ وہ تو کوئین آف ایموشنز بنی ہوئی ہیں۔ بات بات پر پھنکار رہی ہیں مجھے۔ جیسے ہماری پنجابی فلموں کی مائیں بے چارے ہیروز کو للکارتی ہیں نا، مما نے اسی طرح میرا بھی ناطقہ بند کر رکھا ہے۔"

آفس کے لئے نکلتے ہوئے گاڑی میں ہی کومل نے ثانیہ کی کال ریسیو کی۔

"ڈونٹ وری۔ ان کو اپنا غصہ نکال لینے دو۔ کل تک وہ ریلیکس ہو جائیں گی تو تمہاری سسرال کو اچھا پروٹوکول دیں گی۔" کومل نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"یہ آپ کی خوش فہمی ہے بھابی ڈیئر! وہ کل کہیں غائب ہو جانے کی دھمکی دے رہی ہیں

مجھے۔ میں آپ کو بتا رہی ہوں ملی بھابی! مما نے اگر کل کوئی سین کری ایٹ کیا تو میں کچھ کر بیٹھوں گی۔" ثانیہ نے سنجیدگی سے ردِعمل دکھایا۔

"ڈونٹ بی سلی........ بچوں والی کوئی حماقت مت کرنا۔ میں اس سلسلے میں پاپا سے بات کرتی ہوں اور سنو! تمہیں مما کے ساتھ بحثنے، اُلجھنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"میں کب اُلجھ رہی ہوں؟ مما خود مجھے اُکسا رہی ہیں۔ وہ آپ کو الزام دے رہی ہیں۔ ایسی ایسی چیپ باتیں۔ میں نے مما کو کبھی ایسا نہیں سمجھا تھا۔ آپ کے ساتھ یہ اختلاف سمجھ آتا تھا کہ آپ بھائی کے ساتھ الگ ہو گئیں اور پھر بھائی نے سبھی کچھ آپ کے نام کر دیا۔ مگر اس طرح آپ کو دوسروں کے ساتھ........ آئی کانٹ ٹُو سے۔ پلیز بھابی! یا تو آپ یہاں آ جائیں یا پھر یہ قصہ ختم کریں۔ نہیں برداشت ہو رہا مجھ سے۔" ثانیہ بے بسی سے رو ہی تو پڑی۔

"ابھی سے حوصلہ ہار رہی ہو؟........ بیٹا! ابھی تو عشق کے امتحان اور بھی ہیں۔" کومل نے اس کا موڈ بدلنے کو چھیڑا۔ وہ اس وقت بہت کم رفتار سے گاڑی چلا رہی تھی۔

"میں کوئی امتحان نہیں دے سکتی۔ مما کو خوش ہونے دیں۔ آپ منع کر دیں ان لوگوں کو۔"

"اچھا! اب کوئی فضول بات نہیں ہو گی۔ آرام سے بیٹھو۔ ناشتہ نہیں کیا تو ناشتہ کرو۔ میں آفس پہنچ کر پاپا سے بات کرتی ہوں۔ نو وری، نو ٹینشن۔ تم تو مجھے سمجھایا کرتی ہو۔ اب خود کو بھی سنبھالو ثانی! اِن شاء اللہ سب بہتر ہو گا۔ او کے........ ڈرائیو کرتے ہوئے تمہارا فون ریسیو کیا ہے۔ اب آرام سے وہ کرو جو میں کہہ رہی ہوں۔ اللہ حافظ!"



وہ آفس پہنچی تو اسے اطلاع ملی کہ اسفند منصور اس کے آفس میں آ کر بیٹھا ہوا ہے۔ عجیب سی ناگواری اس کے جسم و جاں میں دوڑ گئی۔ اس کا دل تو چاہا کہ وہ یہیں سے پلٹ جائے، اس کا سامنا نہ کرے۔ مگر اپنے ملازموں کے سامنے وہ کوئی تماشہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔ سو خاموشی سے وہ اپنے آفس میں داخل ہو گئی۔ اسفند منصور سائیڈ صوفہ پر سر جھکائے بیٹھا تھا۔ اس کی آمد پر فوراً ہی کھڑا ہو گیا۔ اچھے بھلے حلیے کے باوجود اس کے چہرے پر گرد سی اُڑی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ اُس پر اچٹتی سی نظر ڈال کر اپنی کرسی پر جا بیٹھی۔

"السلام علیکم!" اسفند اٹھ کر اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

"وعلیکم السلام۔ فرمایئے، کیسے زحمت کی؟" کومل نے اپنے آن کمپوٹر اسکرین پر شیڈول فائل کھولتے ہوئے اسے سرسری انداز میں مخاطب کیا۔

"میں........ آپ سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں........ پلیز، مجھے کچھ ٹائم دو۔" اسفند بنا کہے ہی سامنے بیٹھ گیا۔

"آئی ایم سوری........ ابھی میرے پاس ٹائم نہیں ہے۔ اور آپ کی باتیں سننے کے لئے واقعی مجھے وقت کے ساتھ ساتھ بہت سا اسٹیمنا بھی چاہئے۔ سو پلیز میں کل منصور ہاؤس آ رہی

ہوں۔ آپ کو اپنی بھڑاس نکالنے کی اجازت ہے۔ مگر یہاں نہیں۔ میں نہیں چاہتی کہ میں اپنے ملازموں کے سامنے اپنے ہی شوہر کے بھائی کو ذلیل کر کے نکالوں۔ سو پلیز۔" کومل کو خود سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اتنا حوصلہ اس میں کہاں سے آ گیا تھا۔ شاید اس شخص کی مسلسل بدتمیزیوں نے آخر اس کے صبر کا پیمانہ بھی چھلکا ہی دیا تھا۔ وہ بھی اسے بس دیکھے گیا۔

"کچھ غلط فہمیاں ہیں جن کو میں ایکسپلین کرنا چاہتا ہوں........ پلیز۔"

"میں نے کہا ہے نا کہ ابھی میرے پاس وقت نہیں ہے۔ کچھ دیر بعد میری اپنے اسٹاف کے ساتھ میٹنگ ہے، اس لئے آپ کو ابھی یہاں سے جانا ہو گا۔" کومل نے کافی رکھائی سے جواب دیتے ہوئے انٹر کام پر اپنی سیکرٹری سے مقدس کو بھجوانے کے لئے کہا۔ اسفند کچھ لمحے خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ سیاہ شلوار قمیض میں ملبوس، دوپٹے کو اچھی طرح اوڑھے وہ اپنی ذات کے وقار کے ساتھ بہت معتبر، بہت اونچی دکھائی دے رہی تھی۔ اس کے سامنے اسے اپنا آپ بہت چھوٹا اور حقیر دکھائی دے رہا تھا۔ وہ اپنی عمر سے کہیں زیادہ حوصلہ مند اور معاملہ فہم تھی۔ زندگی کی کٹھن راہوں پر وہ جس ثابت قدمی سے چل رہی تھی، یہ بھی اسی کی خصوصیت تھی۔ وہ آخر اٹھ کر چل دیا۔ کومل نے اسے سرسری نگاہ سے جاتے ہوئے دیکھا۔ اس کے اس خاموشی سے جانے پر وہ حیران بھی تھی۔ اسفند منصور کی خاموشی کے پیچھے اسے کوئی طوفان محسوس ہو رہا تھا۔

مقدس کی آمد پر اس کے خیالات بکھر گئے تھے۔ اپنے کام سے زیادہ فی الحال اس کے لئے کچھ بھی اہم نہیں تھا۔



منصور احمد کو لنچ ٹائم پر گھر آتا دیکھ کر صوفیہ منصور حیران ہی رہ گئیں۔ وہ بہت کم لنچ کے لئے گھر آتے تھے۔ ان کا ارادہ تو اپنی بہنوں کی طرف جانے کا تھا۔ منصور احمد کی آمد نے ان کا پروگرام ٹھپ کر دیا تھا۔

"آپ اس وقت؟........ آپ بتا تو دیتے۔ میں نے آج کچھ خاص بنوایا بھی نہیں۔" صوفیہ منصور اپنی حیرت کے اظہار کے بعد فوراً ہی اس کی توجیہ پیش کرنے لگیں۔

"ڈونٹ وری۔ جو کچھ بھی بنا ہے، میں کھا لوں گا۔ تم کہیں جا رہی تھیں؟"

"آں........ نہیں........ بس کچھ شاپنگ کا ارادہ تھا۔" صوفیہ نے گڑبڑا کر حقیقت چھپائی۔ پھر فوراً ہی منظر سے غائب ہونے کے لئے بولیں۔

"میں آپ کے لئے کھانا لگواتی ہوں۔"

منصور احمد بھی ان کے پیچھے لپکے۔ کومل نے انہیں فون کر کے ان کے ارادوں کا کچھ تو پتہ دیا تھا۔ کچھ صوفیہ کے انداز دیکھ کر اندازہ ہو رہا تھا۔

"تم شاپنگ کے لئے جا رہی ہو تو اچھی بات ہے۔ ثانی کو بھی ساتھ لے جانا۔ کل اس

کے سسرال والوں کو دینے کے لئے اس کی پسند سے گفٹس لے لینا۔'' منصور احمد نے اس طرح کہا، جیسے ان کے درمیان کوئی اختلاف نہ ہو۔

صوفیہ منصور کی آنکھوں میں کچھ ناگوار سا تاثر اُبھر آیا۔

''میں کیوں گفٹس خریدوں؟ آپ کی بہو بیگم ہے نا ان کاموں کے لئے۔''

''کومل نے اپنے طور پر تیاری کر رکھی ہے۔ مگر کچھ فرائض تمہارے بھی ہیں صوفیہ! اور دیکھو، اب یہ اختلاف ختم کرو۔ کومل سے تمہیں اگر کوئی رنجش ہے تو اس کا ردِعمل اپنی ہی بیٹی پر کیوں دکھا رہی ہو؟ کومل کے ساتھ تمہارا جو بھی معاملہ ہے، اسے بعد میں نمٹانا۔ ابھی صرف ثانیہ کی زندگی کے بارے میں پازیٹو سوچو اور سمجھو۔ تم نبیل کیانی اور اس کی فیملی کو ایزی مت لو۔ بزنس کی دنیا میں بہت بڑا نام ہے آذر سفیان کیانی کا۔ اور نبیل اس کا اکلوتا وارث ہے۔ وہ چاہت کے ساتھ تمہاری بیٹی کے لئے آ رہے ہیں۔ ورنہ انہیں لڑکیوں کی کمی تھی؟'' منصور احمد رسان سے کہتے ڈائننگ ٹیبل کے قریب پڑی چیئر پر جا بیٹھے۔

''یہ ساری پٹیاں آپ کی بہو نے آپ کو پڑھائی ہیں۔ بہت میسنی گھُنی عورت ہے وہ۔ کیسا معصوم سمجھ کر میں اسے لے کر آئی تھی۔ اور اس نے آتے ہی سب کو مٹھی میں کر دیا۔ یہ گُن ساری زندگی ہمیں تو نہیں آیا کہ ہم اپنے اشاروں پر لوگوں کو چلا سکتے۔'' صوفیہ منصور اتنی آسانی سے رام ہو جاتیں، ایسا ممکن نہیں تھا۔

''اس کی سمجھ داری کو اُلٹے سیدھے نام مت دیا کرو۔ ہیرے کو پرکھ کر لائی تھیں، اب اس کی قدر بھی کرو۔ بائی دے وے، لوگوں کو اشاروں پر تو تم بھی چلاتی ہو، مگر تمہارا طریقۂ واردات ذرا مختلف ہے۔'' آخر میں انہوں نے موضوع کو ہلکا کرنا چاہا۔

''آپ کو تو مجھ میں ہی خامیاں نظر آتی ہیں۔ آپ مجھے بتائیں، آخر کیا مجبوری ہے اس عورت کے لائے ہوئے پرپوزل کو ایکسپٹ کرنے کی؟...... چڑ ہے مجھے اس سے اور نبیل کیانی کے وجود سے بھی۔'' صوفیہ منصور کی نخوت پر انہوں نے کافی تحمل سے ان کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

''تمہیں ماں ہو کر ''مجبوری'' سمجھ نہیں آ رہی؟...... ہماری بیٹی ہماری مجبوری ہے۔ صوفیہ! اس دور میں اولاد کی مرضی کو اپنی خوشنودی بنا لینا ہی عقل مندی ہے۔ اور پھر مجھے اس میں کوئی قباحت نظر نہیں آتی۔ اور پلیز تم بھی اپنے ذہن سے فضولیات نکال دو اور آنے والوں کو خوشی سے ویلکم کرو۔''

''مجبوریاں بھی نبھاؤ اور خوشی سے؟...... یہ کس سے ہوتا ہے؟'' وہ جیسے بے بس ہو کر بیٹھ گئیں۔

''ہوتا ہے۔ ہم جیسے لوگوں سے ہی ہوتا ہے۔ بیٹوں کی پسند بھی تو خوشی سے اپناتے ہیں تو بیٹیوں کے لئے دل تنگ کیوں کریں؟ اور پھر نبیل کو پہلے کومل نے ثانیہ کے لئے منتخب کیا تھا۔

ثانیہ نے ایسا کوئی قدم نہیں اٹھایا کہ ہمیں شرمندہ ہونا پڑتا۔ وہ لوگ باقاعدہ رشتہ لے کر آ رہے ہیں، اس لئے پلیز تم ساری باتیں فراموش کر کے اپنے رویہ درست رکھنا اور کومل سے بھی اچھی طرح بی ہیو کرنا۔'' منصور احمد نے کمال مصلحت سے سمجھانے کی کوشش کی۔

صوفیہ بھی بات تو سمجھ رہی تھیں، دل میں مان بھی رہی تھیں۔ مگر کومل سے ضد کا ٹکراؤ تھا۔ وہ آسانی سے اُس کی کسی اچھائی کی معترف کیسے ہو سکتی تھیں؟

''کومل کے بارے میں مجھ سے بات نہ کیا کریں۔ میں اس کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں رکھنا چاہتی۔ اور اگر ثانیہ کے سسرال والوں کی طرح ان لوگوں نے بھی اسے ہی آگے رکھا تو صاف بات ہے، پھر وہ اسی سے مراسم رکھیں۔'' صوفیہ کا نیم رضامند انداز بھی فی الحال غنیمت تھا۔

ملازم کھانا رکھ رہے تھے، اس لئے دونوں خاموش ہو گئے۔

کچھ دیر بعد منصور احمد کو ثانیہ کا خیال آیا تو انہوں نے بیٹی کو بلا بھیجا۔



"مما!......آپ نے بہت اچھا کیا، اپنا ارادہ بدل دیا۔ آپ کے جانے سے آپ کی ہی پوزیشن آکورڈ ہوئی۔ پاپا تو کومل کے ساتھ مل کر سارا معاملہ سنبھال لیتے۔ اور وہ انہیں امپریس بھی کر لیتی۔"

تانیہ رات کو ہی آگئی تھی۔ بلکہ صوفیہ نے اسے خصوصی طور پر آنے کے لئے کہا تھا۔ اپنی مما کے سابقہ ارادوں سے واقف تھی، اب ان میں لچک دیکھ کر اسے بھی اطمینان ہوا تھا۔

"وہ تو ساری دنیا کو ہی امپریس کر لیتی ہے۔ ایک تم لوگوں نے کچھ نہ سیکھا۔" صوفیہ نے آہ بھرتے ہوئے کہا۔

"مما! سیکھا ہے...... بہت کچھ سیکھا ہے۔ تبھی تو شارم کے سارے گھر پر میری چلتی ہے۔ میں جو کہوں، آنٹی وہی کرتی ہیں۔ اور نادیہ تو میرے آگے پیچھے پھرتی ہے۔ آپ میری تو فکر ہی نہ کریں۔ اور پلیز، ثانیہ کے لئے آیا یہ پرپوزل بھی ہاتھ سے جانے نہ دیں۔ آپ نہیں جانتیں، آنٹی نے کومل سے نادیہ کے لئے بھی کسی مناسب رشتے کے لئے کہہ رکھا ہے۔ اگر آپ کا رویہ ٹھیک نہ رہا تو ممکن ہے، کومل نادیہ کے لئے کوشش کرے گی۔ آخر میرے سسرال والوں سے بھی تو اس کے اچھے بھلے تعلقات ہیں۔" ثانیہ نے اپنی اہمیت کا احساس دلایا۔

"ایسا نہیں ہو سکتا۔ وہ لڑکا ثانیہ میں انٹرسٹڈ ہے۔ وہ کسی اور سے کیسے شادی کے لئے مان سکتا ہے؟"

"ایسا ہے تو پھر آپ یہ چانس مس نہ کریں مما!"

صوفیہ منصور کے اعتراف پر ثانیہ نے قدرے چونک کر مشورہ دیا۔ کچھ دیر پہلے تک اس کی مما کومل اور نبیل کی انوالومنٹ کا رونا رو رہی تھیں اور اب اعتراف کر رہی تھیں کہ نبیل کیانی، ثانیہ میں دلچسپی رکھتا ہے۔ ان کی پالیسی وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

"مما! مجھے آپ کو ایک بات اور کہنی ہے...... پلیز آپ شارم کے سامنے محتاط ہو کر بات کیا کریں۔ اسپیشلی کومل کے بارے میں۔ شارم کو اس روز اچھا نہیں لگا تھا، آپ کا لہجہ۔"

"معلوم ہے مجھے کہ وہ سبھی کی چہیتی ہے۔ تم فکر نہ کرو۔ جا رہی ہے مصیبت یہاں سے ہماری جان چھوڑ کر۔ پہلے تو مجھے اس کے جانے کا غصہ تھا، مگر اب میں دل سے چاہتی ہوں، وہ یہاں سے دفع ہو جائے۔"

"کیوں مما؟...... اس طرح شمعون ہم سے کٹ جائے گا۔" تانیہ نے حیرت سے استفسار کیا۔

"وہ پہلے ہم سے کب جڑا ہوا ہے؟...... اس عورت نے اپنے رنگ میں ڈھال رکھا ہے۔ ابھی ویسے بھی میں اس کی ذمہ داری اٹھانے کا حوصلہ نہیں رکھتی۔ بڑا ہوگا تو ایک چٹکی میں حل ہو جائے گا یہ مسئلہ۔ ابھی تو مجھے سنی کے ارادے کچھ اچھے نہیں لگ رہے۔"

"کیا مطلب؟...... سنی بھائی کے کیا ارادے ہیں؟" تانیہ پھر سے چونک اٹھی۔

"اسے بھی بھاوج سے ہمدردی کا بخار چڑھا ہے۔ کچھ دن پہلے میرے ہی قصور گنوا رہے تھے صاحبزادے۔ اگر وہ یہاں رہی تو سنی کا بخار کبھی نہیں اترے گا۔ اور تم بھی جانتے ہو، میں ساری دنیا سے ٹکرا سکتی ہوں مگر سنی کا مقابلہ کرنا آسان نہیں۔ وہ نہ کسی کی سنتا ہے اور نہ مانتا ہے۔" صوفیہ نے لاؤنج کے صوفے سے اٹھتے ہوئے بتایا۔

"مما! میں سمجھتی تھی کہ وہ کومل بھابی کے ساتھ......"

"اللہ نہ کرے...... ایسی بات منہ سے بھی مت نکالو۔ شام کا وقت ہے۔ سنی کا معیار اتنا نہیں گر سکتا۔ اور پھر وہ اپنی پسند کے بارے میں اعلان بھی کر چکا ہے۔"

"مما! صرف اعلان ہی کیا ہے۔ اپنی پسند کو سامنے تو ابھی تک نہیں لائے۔ آپ ذرا نظر رکھئے گا کہ کہیں......"

"میرے دل میں نئے وہم نہ جگاؤ۔ جاؤ ذرا بہن کی خبر لو۔ کمرے میں بند ہے کل سے۔" انہوں نے جیسے اپنے وہم کو جھٹکا اور کچن کی طرف بڑھ گئیں۔



"آپ اب آ رہی ہیں؟...... آپ کو پتہ تھا نا، مجھے آپ کی ضرورت ہے۔" کومل دوپہر کے بعد منصور ہاؤس میں داخل ہوئی تو اسے دیکھتے ہی تانیہ نے شکوہ کیا۔

"مائی ڈیئر! شکر کرو، میں آگئی ہوں۔ مون کی طبیعت کچھ بہتر نہیں ہے۔ صبح سے فلو ہو گیا ہے میرے بچے کو۔ سارا وقت چھینکتا رہا ہے۔ ابھی بھی ڈاکٹر کے پاس سے آ رہے ہیں ہم لوگ۔" کومل نے اپنے ساتھ لپٹ کر کھڑے مون کا سر چوما۔

"تمہیں بھی ابھی بیمار پڑنا تھا۔ ایک دن ٹھہر کر بیمار نہیں پڑ سکتے تھے؟" تانیہ نے بھتیجے کو مصنوعی خفگی سے چھیڑا۔

"آ...... آ...... چھی...... آپ میرے ساتھ بات نہیں کریں...... ماما آپ کی وجہ سے مجھے...... آ...... چھی...... یہاں لے آئی ہیں...... ورنہ...... آ...... چھی...... مجھے اپنے گھر میں رہنا تھا۔" مون بھی کہاں ادھار رکھتا تھا۔

کومل نے اسے محبت سے دیکھا۔

"پھپھو کے ساتھ بعد میں لڑائی کرنا۔ ابھی جا کر اپنے روم میں لیٹ جاؤ۔ میں آ کر تمہیں

میڈیسن دیتی ہوں۔ او کے!"

کومل نے محبت سے پچکارا تو وہ فوراً ہی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ وہ لوگ لاؤنج میں کھڑے تھے۔ آواز سن کر صوفیہ بھی برآمد ہوئیں اور ثانیہ بھی کمرے سے نکل آئی۔

"تمہیں مہارانیوں کی طرح آنا تھا تو پہلے بتا دیتیں۔ منصور کہہ رہے تھے کہ سارا انتظام ان کی بہو کرے گی۔ ٹائم دیکھو...... اتنے سے وقت میں کیا ہوگا؟" صوفیہ نے اس کے سلام کا جواب دیئے بغیر اسے سنانے کا موقع ضائع نہیں کیا۔

"مما! وہ مون کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے...... آپ ٹینشن نہ لیں...... ابھی سب کچھ ارینج ہو جاتا ہے۔ میں مینج کرلوں گی۔" کومل نے انہیں وضاحت دینے کے ساتھ تسلی بھی دی۔

"دیکھتے ہیں کیا کرلو گی، شام تک۔ سبھی کو معلوم ہے، تمہارا الگ اپنا گھر ہے۔ یہاں کوئی بدنظمی ہوگی تو بدسلیقہ میں کہلاؤں گی یا پھر میری بیٹیاں۔ ذمہ داری نبھانی نہیں تھی تو اٹھانی بھی نہیں چاہئے تھی۔" صوفیہ منصور کے تیور بگڑے ہوئے ہی تھے۔

"مما! پریشان نہ ہوں۔ میں ابھی سب کچھ ارینج کرلوں گی۔ آپ بس شام کی چائے کا مینیو بتا دیں۔ کچھ چیزیں بازار سے آجائیں گی، کچھ گھر میں بن جائیں گی۔ اِن شاء اللہ آپ کو شکایت نہیں ہوگی۔"

"میری کیا بات ہے، دعا کرو "تمہارے" مہمانوں کو کوئی شکایت نہ ہو۔" انہوں نے کافی نخوت سے جواب دیا۔ "میں تو ثانیہ کے ساتھ پارلر جا رہی ہوں، تم خود دیکھ لو کیا کرنا ہے۔ بلکہ ثانیہ! تم بھی آجاؤ، فیشل وغیرہ کروا لینا، فریش لُک آجائے گی۔" انہوں نے باہر کی طرف قدم اٹھاتے ہوئے ثانیہ کو بھی پکارا۔

ثانیہ کشمکش میں تھی کہ جائے یا نہ جائے۔ کومل نے اسے اشارہ کیا۔

"جاؤ...... اچھی بات ہے۔ تمہیں فریش ہی نظر آنا چاہئے۔ دو دن میں حالت خراب کر لی ہے اپنی۔"

"مگر بھابی! آپ اکیلی......"

"میری فکر نہیں کرو۔ تمہیں معلوم ہے، مجھے عادت ہے۔ بلکہ میں ایزی فیل کروں گی۔ تمہارے آنے تک سب کچھ ریڈی ہوگا۔" کومل نے اس کی ہچکچاہٹ محسوس کر کے اسے باہر کی طرف دھکیلا۔

ان کے جانے کے بعد وہ کچن میں آگئی۔ اسے چائے کے لئے مینیو سیٹ کرنا تھا اور پھر ڈرائنگ روم کی سیٹنگ بھی دیکھنا تھی۔ اس سے بھی پہلے مون کو دوا دینی تھی۔ وہ ولایت کو ضروری ہدایات دے کر مون کے پاس آگئی، جو بستر میں دبک کر لیٹا تھا۔ ناک سرخ اور آنکھیں مندھی مندھی سی تھیں۔ اسے دیکھتے ہی وہ مچل کر اس کی جانب لپکا۔

"بس، بس...... لیٹے رہو۔ آج تمہیں بستر سے نکلنا نہیں ہے۔" کومل نے اپنے بیگ

سے اس کی دوا نکالی اور پھر اس کے پاس بیٹھ کر اسے دوا دینے لگی۔

"ایک شرط پر میں یہاں لیٹا رہوں گا۔ اگر آپ بھی یہاں میرے پاس ہی رہیں گی۔" اس نے ٹشو سے ناک رگڑ کر منہ پھلایا۔

"آج تمہاری کوئی شرط نہیں مانی جائے گی۔ یُو نو ویری ویل۔ آج نبیل انکل کے پیرنٹس آرہے ہیں اور مجھے ابھی بہت کام ہے۔ اس لئے پلیز تم آج مجھے تنگ مت کرنا۔" کومل نے اسے پکڑ کر قریب بٹھایا۔

"آپ کیوں کام کریں گی؟ یہاں سرونٹ نہیں ہیں؟...... اور پھر دادو کیوں نہیں کرتیں؟ ہر وقت آپ کو ڈانٹتی رہتی ہیں۔" مون نے قدرے خفگی سے اظہارِ خیال کیا۔

"ایسے نہیں کہتے۔ بڑی ہیں وہ۔ اچھا پلیز، تم میڈیسن لے لو، پھر میں کام ختم کرتے ہی تمہارے پاس آجاتی ہوں۔ شاباش!" کومل نے اس کے منہ میں گولیاں ڈالتے ہوئے منہ سے پانی کا گلاس لگایا۔

"مام! ہم رات کو اپنے گھر چلے جائیں گے نا؟"

"اِن شاء اللہ!...... تمہیں بھوک لگے گی تو مجھے بتا دینا میری جان! ٹیک کیئر۔" کومل نے اسے دوبارہ بستر پر لٹا کر اس کی پیشانی پر ممتا بھری مہر ثبت کی۔

"آئی لو یُو مام!...... پلیز مام! جلدی میرے پاس آجانا۔ میرے سر میں درد ہو رہا ہے۔ اور باڈی میں بھی۔"

"بی بریو مون! ابھی میڈیسن لی ہیں تو تم دیکھنا، شام تک ٹھیک ہو جاؤ گے۔"

"او کے...... لیٹ سی...... آپ جائیں اب۔" مون نے خاصی بے زاری سے کہا۔

کومل کو اندازہ تھا کہ فلو نے اسے بے زار و چڑچڑا کر دیا ہے، تبھی وہ ایسا ہو رہا تھا۔ کومل کو اس وقت دوہری پریشانی تھی۔ بیٹے کو بہلا کر وہ باہر آگئی۔ اس وقت یہ اس کے لئے زیادہ اہم تھا۔



"ایک کپ کافی مل جائے گی؟"

کومل فریج سے اپنے لئے پانی نکال رہی تھی، جب اس نے سنا۔ مڑ کر دیکھا تو اسفند کچن کے دروازے میں کھڑا تھا۔ انداز ایسا تھا، جیسے ان کے درمیان نہ اجنبیت ہو اور نہ ہی اپنا پن۔

"میں ولایت سے کہہ کر بنوا دیتی ہوں۔ وہ ابھی بازار سے آجاتا ہے۔" کومل تے کچن کاؤنٹر پر دھرا گلاس پانی سے بھرا اور پھر گلاس اٹھا کر کچن کے دوسرے دروازے سے نکل گئی۔ وہ اس شخص کے سامنے زیادہ دیر نہیں رکنا چاہتی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ وہ کافی کے بہانے اس سے مخاطب ہو کر پھر اسے جلی کٹی سنائے گا۔ اس وقت وہ اس کی سننے کے لئے تیار نہیں تھی۔

ڈائننگ روم میں آکر، بیٹھ کر اس نے پانی پینا شروع کیا۔

"میں نے آپ سے کافی مانگی تھی۔ آپ میرے لئے ایک کپ کافی نہیں بنا سکتیں؟"

"مسٹر اسفند منصور! میں آپ کی میڈ ہوں؟" کومل کو اندازہ نہیں تھا، وہ اس کے پیچھے چلا آئے گا۔ نہ جانے کیسے اس کے لئے تلخی خود بخود لہجے میں اُتر آئی تھی۔

"باقی سب کے لئے آپ میڈ ہیں؟" اسفند نے پلٹ کر سوال کیا۔

"باقی سب نے لحہ بہ لحہ مجھے آپ کی طرح ذلیل نہیں کیا۔ اور نہ ہی میری کردار کشی کی ہے۔"

"میں اپنے کیے پر نادم ہوں۔ معافی مانگنا چاہتا ہوں آپ سے اور......"

"یہ تماشہ اب ختم کریں اسفند منصور! مجھے کسی کی معافی تلافی نہیں چاہئے۔ یہاں ہر بندہ اپنے ظرف کے مطابق ہی کسی کو کچھ دیتا ہے۔ آپ نے جو بھی کیا، وہ آپ کا ظرف تھا۔ اور ویسے بھی جب آپ صحیح ہیں تو معافی کس بات کی؟" کومل جھٹکے سے اٹھی۔

"مجھے آپ ایک موقع دیں۔ میں اپنے اور آپ کے درمیان پیدا شدہ غلط فہمیوں کو دُور کرنا چاہتا ہوں۔ پلیز آپ ایک بار میری بات سن لیں۔" اسفند کا لجاجت آمیز رویہ بالکل نئی بات تھی۔ وہ اور کسی کے سامنے اس عاجزی سے بات کرے، ایسا ہونا ممکن نہیں تھا۔ مگر آج وہ خلافِ عادت کومل سے اسی طرح مخاطب تھا۔

"کیوں سنوں میں آپ کی کوئی بات؟...... نہیں سننا ہے مجھے کچھ بھی۔ پلیز مجھے اب تنگ مت کرنا۔ ورنہ میں مون کو لے کر ابھی یہاں سے چلی جاؤں گی اور پاپا سے صاف کہہ دوں گی کہ میں تمہاری وجہ سے گئی ہوں۔ اسے تم دھمکی مت سمجھو، میں اب ایسا کر سکتی ہوں۔"

کومل نے چند لمحے اس کے سامنے ٹھہر کر بھرپور غصے کا اظہار کیا اور پھر وہاں سے نکل آئی۔ دروازے پر ہی اس کا ٹکراؤ ثانیہ کے ساتھ ہو گیا۔ ثانیہ کافی حیرت سے اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی، جو جوش سے گلابی ہو رہا تھا۔

"کیا ہوا؟...... طبیعت ٹھیک ہے آپ کی؟"

کومل نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کرتے ہوئے سر ہلایا۔

"مون ٹھیک ہے......؟" اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ اسفند بھی اسی دروازے سے باہر آ رہا تھا۔

ثانیہ کو اندازہ تھا کہ اسفند نے ہی اسے کچھ کہا تھا، تبھی وہ پریشان دکھائی دے رہی تھی۔

"تم کب آئے ہو؟" کومل نے خود کو پوری طرح سنبھال لیا تھا۔

"بس ابھی...... مما چائے کے لئے کہہ رہی تھیں۔ مگر ولایت کہیں نظر نہیں آ رہا۔"

"میں نے اسے بازار بھیجا ہے، فروٹ ٹرائفل کے لئے کریم کم تھی۔ میں چائے بنا لاتی ہوں۔"

"نو...... چائے اب میں بنا لیتی ہوں۔ آپ اب ریسٹ کریں۔" ثانیہ نے اسے محبت سے روکا۔

"تم جا کر تیار ہو جاؤ...... ایک گھنٹہ ہے، ان لوگوں کے آنے میں۔ میں تمہارے لئے چائے کمرے میں بھجوا دیتی ہوں۔"

"میں ڈرائنگ روم کی سیٹنگ دیکھ کر آ رہی ہوں۔ اسپیشلی فلاورز ارینج منٹ زبردست لگ رہی ہے۔ مما بھی امپریس ہیں۔ بٹ آئی نو، وہ اپریشیٹ نہیں کریں گی۔" ثانیہ اس کے پیچھے لپکی۔ اسفند کو دونوں نے ہی نظر انداز کر دیا تھا۔

"مجھے کسی کی اپریسیشن کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ تم بس خوش رہو سویٹ ہارٹ!" کومل نے ہاتھ بڑھا کر اس کا گال سہلایا۔ "اچھا...... اب جاؤ، مجھے باتوں میں نہ لگاؤ۔" کومل نے اس کے جاتے ہی الیکٹرک کیتل میں پانی ڈالا اور سوئچ آن کر دیا۔



صوفیہ منصور کی توقعات سے کہیں بڑھ کر آذر سفیان کیانی اپنی اہلیہ قدسیہ کیانی اور بیٹے نبیل کیانی کے ساتھ شان و شوکت سے آئے تھے۔ ایک گاڑی میں وہ خود تھے اور دو گاڑیوں میں مٹھائی، پھول اور پھلوں کے ٹوکروں کے علاوہ تحائف کے کئی ڈبے بھی تھے۔

صوفیہ نے تو کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ ان کی کسی اولاد کے لئے کوئی پرپوزل اس طرح بھی آئے گا۔ ان کی آنکھیں خیرہ ہو گئی تھیں اور لبوں پر خود بخود تبسم ٹھہر گیا تھا۔ ثانیہ بھی متاثر نظر آ رہی تھی۔

صوفیہ پورے مان کے ساتھ انہیں ڈرائنگ روم میں لے آئی تھیں۔ قدسیہ کیانی کی متلاشی نظریں کومل کو ڈھونڈ رہی تھیں۔ آخر بیٹھتے ہی انہوں نے پوچھ لیا۔

"کومل نہیں آئی؟"

"آئی ہے۔ اس کے بیٹے کی طبیعت خراب ہے، اسے ہی بہلا رہی ہے۔" صوفیہ منصور نے فوراً ہی وضاحت دی۔

"مون کو کیا ہوا؟ کل تک تو ٹھیک تھا۔" نبیل نے بے چینی سے استفسار کیا۔ صوفیہ منصور کو اس کی بے چینی ذرا نہیں بھائی مگر اس وقت وہ کسی قسم کے ردِعمل کا مظاہرہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھیں۔ سرسری انداز میں بتانے لگیں۔

"بہت لاڈ پیار کی وجہ سے نازک مزاج ہو گیا ہے۔ کل نہا کر، اے سی آن کر کے سو گیا تھا۔ بس فلو ہو گیا۔"

"میں اس کے پاس جانا چاہتا ہوں۔ کین یو ہیلپ می؟" نبیل نے براہِ راست ثانیہ کو مخاطب کیا تو وہ "شیور" کہہ کر اُٹھنے لگی۔ صوفیہ نے فوراً ہی مداخلت کی۔

"بیٹا! آپ وہاں جا کر کیا کرو گے؟ کومل یہیں آ رہی ہے۔ ثانیہ! جاؤ۔" کیا مٹھاس گھل گئی تھی ان کے لہجے میں۔ نبیل کو حیرت ہوئی۔ اس سے پہلے کہ ثانیہ اٹھ کر جاتی، کومل، اماں جان کا ہاتھ تھامے ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی۔ نبیل فوراً ہی احتراماً کھڑا ہو گیا اور آذر کیانی بھی۔

''السلام علیکم!''

''آئی ایم سوری.......تھوڑی دیر ہو گئی مجھے۔ پتہ چل گیا ہو گا کہ ہمارے لعل پرنس کی طبیعت ناساز ہے۔ بڑی مشکل سے جان چھڑا کر آئی ہوں۔'' کومل نے اماں جان کو منصور احمد کے ساتھ بٹھاتے ہوئے معذرت پیش کی۔

''آنٹی! آپ تو مل چکی ہیں نا اماں جان سے۔ انکل سے بھی غائبانہ تعارف ہو گا۔ یہ ہماری دادی جان ہیں۔'' کومل آتے ہی جیسے محفل پر چھا گئی تھی۔ سفید شلوار سوٹ میں دوپٹہ سلیقے سے اوڑھے وہ اپنی سادگی کے باوجود بھی نمایاں تھی۔

''ماشاء اللہ!.......آپ پر تو اللہ کی رحمت ہے۔ دعا مانگنے والی ہستی آپ کے ساتھ رہتی ہے منصور صاحب! آپ تو بہت خوش قسمت ہیں۔'' آذر کیانی نے منصوز احمد کو رشک سے دیکھتے ہوئے اظہار کیا۔

''اللہ کا فضل اور مہربانی ہے.......تبھی تو زندگی میں اتنی آسانیاں اور خوشیاں بھری ہوئی ہیں۔ پھر بھی ہم اکثر ناشکری کر جاتے ہیں۔'' منصور احمد نے اپنی کوتاہی کا اعتراف کھلے دل سے کیا۔

چند ہی گھڑیوں میں دونوں فریق گھل مل گئے تھے۔ اسفند بھی وہاں موجود تھا مگر بالکل خاموش۔ شارم بھی چلا آیا تھا۔ ریفریشمنٹ کا سامان بھی موجود تھا اور کومل سبھی کو سرو کرتی، سبھی کی پسند پوچھتی اِدھر سے اُدھر لپک رہی تھی۔ خوشگواری سبھی کے چہروں پر پھیلی ہوئی تھی، سوائے اسفند منصور کے۔ وہ رسمی سی کوئی بات درمیان میں کر جاتا تھا یا پھر کسی کی بات کا رسمی سا جواب دے کر چپ ہو جاتا تھا۔ صوفیہ کے ساتھ ساتھ منصور احمد کو بھی بیٹے کا رویہ کچھ خاص پسند نہیں آ رہا تھا۔ عجب بیگانگی سے وہ بیٹھا اجنبی محسوس ہو رہا تھا اور کومل کس اپنائیت سے ہر ایک سے مخاطب بھی تھی اور سبھی کا دھیان بھی تھا اسے۔ شافند کا نعم البدل بن کر وہ ہمیشہ ان کے ہر کام میں کندھے سے کندھا ملا کر ساتھ ساتھ تھی۔ اس کے لئے ان کے دل میں مزید قدر پیدا ہو گئی تھی۔

''کومل بیٹا!.......ہمیں آج کھلائے ہی جاؤ گی یا ہماری ہونے والی بہو کا چہرہ بھی دکھاؤ گی؟'' قدسیہ کیانی نے چائے سرو کرتی کومل کو پیار سے چھیڑا تو وہ مسکرا دی۔

''آنٹی! آپ چائے تو پی لیں.......میں آپ کی بہو کو بھی بلواتی ہوں۔ ثانیہ! پلیز تم جاؤ گی؟'' کومل نے ثانیہ کو نرمی سے مخاطب کیا۔ پہلے سے طے شدہ تھا کہ ثانیہ ہی بہن کو بلا کر لائے گی۔ ظاہر ہے، صوفیہ منصور بیوہ بہو کے سائے تلے اپنی بیٹی کو لانے کا براشگون کیسے کر سکتی تھیں؟ حالانکہ دیکھا جاتا تو ساری کاوشیں اسی بہو کی تھیں۔

ثانیہ گلابی سوٹ میں واقعی خوب صورت دکھائی دے رہی تھی۔ اس پر محبت کا نکھار خوب آیا تھا۔ نبیل نے دانستہ اس سے نظر چرائی۔ اتنے لوگوں کی موجودگی میں اس طرح آمنے سامنے بیٹھنا عجیب تجربہ محسوس ہو رہا تھا اور سب سے عجیب بات تو صوفیہ منصور کا خوشگوار رویہ محسوس ہو

رہی تھی۔ ان کے چہرے پر پھیلی خوشی دکھاوا تھا یا حقیقت وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔

قدسیہ کیانی نے سب سے اجازت لے کر بطور شگن ثانیہ کے ہاتھ میں کندن جڑا کنگن پہنا دیا۔ طلائی کنگن کی آب و تاب ثانیہ کے چہرے پر پڑ کر اسے مزید حسین بنا رہی تھی۔ کومل نے اس لمحے کو اپنے سیل فون میں قید کیا۔ ثانیہ کو بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ اتنی آسانی سے سب کچھ طے پا گیا ہے۔ کومل مصروفیت میں مون کو بھولی تو نہیں تھی، بس اسے موقع نہیں مل رہا تھا۔ سب مبارک باد لے اور دے رہے تھے۔ وہ بھی اپنا فرض ادا کر کے معذرت کرتی ڈرائنگ روم سے نکل آئی۔ نبیل بھی موقع دیکھ کر اس کے پیچھے لپکا۔

''ویٹ اے منٹ مادام!'' نبیل کی آواز پر اپنے کمرے کی طرف جاتی کومل نے پلٹ کر دیکھا۔

''ارے.......تم اٹھ کر کیوں آ گئے؟'' کومل اس کی خاطر کوریڈور میں ہی رک گئی۔

''مجھے بھی مون سے ملنا ہے۔ آپ نے تو آج اسے قید کر دیا ہے۔''

''مشکل سے قید کیا ہے۔ اسے ٹمپریچر بھی ہو رہا ہے اور سنیزنگ بھی مسلسل ہے۔ ورنہ وہ قابو آ سکتا تھا۔'' کومل نے پھر سے قدم بڑھائے۔

''او ئیسٹلی، مجھے آپ کی کمی فیل ہو رہی تھی۔ آپ نے انگیج منٹ کی ڈیٹ کے بارے میں بات نہیں کی مادام!.......پلیز اپنے جانے سے پہلے میرا کام پکا کروا کر جائیے گا، ورنہ آپ کی اور میری مدر اِن لاء کے تیور بدلتے دیر نہیں لگے گی۔''

''ڈونٹ وری۔ دو تین روز میں ہم لوگ بھی تمہاری طرف آئیں گے تو ڈیٹ بھی فکس کر لیں گے۔ اتنی جلدی کس بات کی ہے؟ صبر سے کام لو۔'' کومل نے اپنے کمرے کا دروازہ احتیاط سے کھولتے ہوئے اسے دیکھا۔ وہ منہ بنا کر رہ گیا۔ جیسے اس کی نصیحت پسند نہ آئی ہو۔

کومل نے اندر جھانکا تو نیم تاریک کمرے میں مون سو رہا تھا۔ یقیناً دوا کا اثر تھا۔ اُسے متوجہ کئے بغیر کومل نے اسی احتیاط سے دروازہ بند کیا، پھر آہستگی سے بتانے لگی۔

''میرا بچہ سو رہا ہے، اس لئے ابھی اسے ڈسٹرب کرنا مناسب نہیں۔ تم لوگوں کے جانے تک اگر اُٹھ گیا تو تم مل لینا۔ ورنہ کل گھر پہ آ جانا۔''

''وہاں تو میں آ ہی جاؤں گا مادام! مگر یہاں میرے آنے جانے کا کیا سلسلہ ہو گا؟ آئی مین ہماری ساسو ماں کنزرویٹو ہیں یا.......''

''مسٹر! صرف وہ ہی نہیں، ہم سبھی کنزرویٹو ہیں۔ تم ایسی کوئی کوشش مت کرنا، ورنہ پٹو گے۔''

''رئیلی؟.......مذاق کر رہی ہیں نا مادام؟'' نبیل کو اس کی سنجیدگی پر یقین نہیں آیا۔

''آئی ایم سیریس.......شادی سے پہلے ایسا کوئی سلسلہ نہیں ہو گا۔ اور اب تم مجھے مادام، مادام کہنا چھوڑو۔ سیدھی طرح بھابی کہو۔ یا پھر نام لے لو۔ آئی نیور مائنڈ۔'' کومل اسے سٹنگ

روم میں لے آئی۔ ''بیٹھو........ کچھ چاہئے؟........ وہاں تو تم سے چائے بھی نہیں پی گئی۔''

''نو........ کچھ نہیں چاہئے۔ اینڈ فرسٹ آف آل میں آپ کو بھابی کیوں کہوں؟ میرا آپ سے اپنا ایک الگ رشتہ ہے۔ میں دل سے جو ریسپکٹ دیتا ہوں آپ کو، میں ہمیشہ اسی لیول پر رکھنا چاہتا ہوں۔''

''تو کیا بھابی بنا کر ریسپکٹ نہیں دے سکتے؟........ آفٹر آل میں تمہاری فیانسی کی تو بھابی ہی ہوں۔ اور وہ مجھے بے حد عزیز ہے۔'' کومل اور وہ ایسے ہی ادھر آ نکلے تھے۔ انہیں وہاں کسی اور کی موجودگی محسوس بھی نہیں ہوئی تھی۔ حالانکہ اسفند ایک کونے میں کھویا کھویا سا بیٹھا تھا۔ ان کی ساری گفتگو اس کے کانوں میں بھی جا رہی تھی۔ اس کی نظروں سے آج تو سارے ہی پردے اُٹھتے جا رہے تھے۔ اس کے اپنے وہم، اپنے شبہات آج اسی کا منہ چڑا رہے تھے۔

''اکثر بھابیوں کی ریسپکٹ دکھاوا ہوتی ہے، مادام سسٹر! اور اس کا ایکسپیرینس آپ کو بھی ہے۔ ویل، ہم یہ بحث پھر کبھی پر رکھتے ہیں۔ ابھی میری غیر موجودگی بہت سے لوگوں کو کھٹک رہی ہوگی۔'' نبیل کا انداز غیر سنجیدہ تھا۔ جبکہ اسفند کو محسوس ہو رہا تھا، وہ اسے ہی جتا کر گیا ہے۔



''بس صوفیہ بہن! اب ہمیں اجازت دیں۔ ڈنر ان شاء اللہ نیکسٹ ٹائم۔ اب تو آنا جانا لگا رہے گا۔''

وہ لوگ ڈرائنگ روم میں آئے تو قدسیہ کیانی جانے کی اجازت مانگ رہی تھیں۔

''تم کہاں تھیں؟........ یہ لوگ جا رہے ہیں۔'' اسے دیکھتے ہی صوفیہ نے دبے دبے لہجے میں اس کی غیر موجودگی کو جتاتے ہوئے احساس دلایا۔

''مما! مون کو دیکھنے گئی تھی میں۔ آپ جانتی ہیں، وہ بیمار ہے........ اور........''

''تھوڑی دیر کو یہ چونچلے بھول جاؤ اور ان کو رخصت کرنے کا انتظام کرو۔'' صوفیہ کا انداز تخاطب سخت اور ہتک آمیز تھا۔ نبیل کیانی سے بات کرتے ہوئے قدسیہ نے مڑ کر دیکھا تو وہ ان کی توجہ پر گڑبڑا گئیں۔

''بہت زیادہ سینسیٹو بنا دیا ہے اس نے بچے کو۔ میں سمجھا رہی تھی کہ بچے تو بیمار ہوتے رہتے ہیں، اس طرح خود کو ہلکان نہ کرے۔'' صوفیہ نے فوراً ہی بات بنا کر بیان بدلا۔ نبیل کے ساتھ قدسیہ کیانی کے لبوں پر بھی ہلکا سا تبسم لہرا گیا۔

''مائیں تو ایسی ہی ہوتی ہیں۔ کیا آپ اپنے بچوں کی بیماری پر پریشان نہیں ہوا کرتی تھیں؟ میں تو ابھی تک نبیل کے سر درد کی شکایت پر ہی ہول اُٹھتی ہوں۔ آپ بہت لکی ہیں صفیہ! آپ کی کومل جیسی بہو ہے۔ آپ کے بیٹے کے نہ ہونے کے باوجود یہ آپ سے جڑی ہوئی ہے۔ ورنہ تو آج کل زمانے کی ہوا کچھ اور ہے۔ بہوئیں ایک گھر میں رہنے والوں کو اس طرح دور کر دیتی ہیں کہ صدیوں کا فاصلہ بھی کم ہو جیسے۔'' قدسیہ کیانی نے بہت نرمی سے انہیں

احساس دلانے کی کوشش کی۔ صوفیہ نے بھی بڑی مشکل سے ان کی باتیں ہضم کی تھیں۔ ورنہ تو جواب میں کہنے کے لئے ان کے پاس بھی بہت کچھ تھا۔

''آپ صحیح کہہ رہی ہیں مسز کیانی!........ یہ ہماری بہو نہیں، بیٹا ہی ہے۔ اس نے کبھی ہمیں ہمارے بیٹے کی کمی محسوس نہیں ہونے دی۔ قدرت کا بہت بڑا انعام ہے یہ ہمارے لئے۔'' منصور احمد بھی چند قدم پر ہی کھڑے تھے اور ساری گفتگو سن رہے تھے۔ کومل کے قریب آ کر انہوں نے بہت شفقت سے اسے پہلو میں سمیٹ کر اظہار کیا۔

''کومل کی ہمت پر تو میں بھی داد دیتا ہوں۔ کاش یہ بیٹی ہمارے گھر میں پیدا ہوئی ہوتی۔'' آذر کیانی نے پہلی بار اس کے لئے جذبات کا اظہار کیا تو کومل کے ساتھ ساتھ نبیل کی آنکھیں بھی شبنم کی آب سے چمک اُٹھیں۔

''آذر! یہ ہماری ہی بیٹی ہے۔ کیا ہوا، جو ہمارے گھر پیدا نہیں ہوئی۔ بھئی اب سسرال والوں کے لئے تو بہت کچھ کر لیا۔ اب ذرا بھائی کے لئے بھی آ کر کوئی تیاری کروا دینا۔ ورنہ پھر شکایت مت کرنا۔'' صوفیہ کو اس کی تعریفوں سے سخت چڑ محسوس ہو رہی تھی۔ ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ سبھی کی زبانیں بند کر دیں۔

''کیا تھا، آپ لوگ ڈنر تک رک جاتے۔'' صوفیہ منصور نے آخر موضوع موڑ ہی دیا۔

''اب آپ لوگ آئیے گا۔ ہم انتظار کریں گے۔'' قدسیہ کیانی نے خوب صورتی سے انہیں ٹالا۔ کومل نے انہیں تحائف کے ساتھ رخصت کیا۔ اس کے سر سے جیسے بہت بڑا بوجھ اُتر گیا تھا۔ ان لوگوں کے جاتے ہی صوفیہ نے بے صبری سے تحائف کا ڈھیر اُلٹ پلٹ دیا۔ ثانیہ کے لئے دو قیمتی جوڑے اور سچے موتیوں کا دیدہ زیب سیٹ تھا۔ اور گھر کے ہر فرد کے لئے قیمتی سوٹ تھے۔ اسفند کے لئے بیش قیمت خوشبو کا تحفہ بھی تھا، جسے دیکھ کر صوفیہ مزید متاثر ہوئی تھیں۔ کہنے کو یہ تکلفات تھے مگر انہی تکلفات کے ذریعے ہی وہ صوفیہ منصور کو متاثر کر سکتے تھے۔



''ماما! پلیز، گھر چلیں نا واپس۔'' کومل اپنے کمرے میں آئی تو مون جاگ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں سوجی ہوئی تھیں اور آواز بھاری ہو رہی تھی۔ ناک بہنا تو بند ہو گئی تھی، مگر اسے اب سانس لینے میں دشواری ہو رہی تھی۔

کومل نے اس کے قریب بیٹھ کر اپنی گود میں اس کا سر رکھ کر سہلایا اور پھر بیڈ سائیڈ پر پڑیں اس کی دواؤں میں سے وِکس (Vics) اُٹھا کر کھولی، پھر آہستہ آہستہ اس کے گلے اور سینے پر ملنے لگی۔

''ابھی چلتے ہیں جان!........ اماں جان نماز پڑھ لیں۔ ناؤ یو بیٹر فیل؟'' کومل نے ہلکے سے لمس سے اس کی ناک پر بھی دوا لگائی۔

''نو........ آئی ایم ناٹ فیلنگ بیٹر۔ مجھے اپنے گھر جانا ہے۔ ٹرائی ٹو انڈرسٹینڈ می۔ آئی

ایم ناٹ کمفرٹ بیٹر...... مجھے گھر لے چلیں مام! مجھے کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا۔ یہاں آپ مجھے چھوڑ کے چلی جاتی ہیں بار بار۔'' مون بولتے بولتے کھانسنے لگا اور ساتھ ہی رونے بھی لگا۔

''میری جان!...... میرا بچہ...... ایسے نہیں روتے۔ ہم چل رہے ہیں گھر۔ تم پریشان کیوں ہو؟''

''سب برے ہیں...... سب گندے ہیں۔ کوئی مجھ سے محبت نہیں کرتا۔ کوئی میرے پاس نہیں آیا۔ میں اکیلا ہوں یہاں...... اور آپ بھی ان کے کام کر رہی ہیں۔ آپ میڈ (Maid) ہیں اُن کی؟'' بخار کی شدت نے اسے ہذیان بکنے پر مجبور کر دیا تھا۔ جو کچھ وہ سوچ رہا تھا، اس کی زبان پر آ گیا تھا۔ کومل نے اسے خاصی پریشانی سے دیکھا۔

''مون! ایسے نہیں کہتے۔ سبھی تم سے محبت کرتے ہیں میری جان!...... تمہیں گھر جانا ہے نا، ہم چلتے ہیں۔'' کومل خود بھی روہانسی ہو رہی تھی۔ اس کے کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔ آواز باہر تک جا رہی تھی۔ منصور احمد پہلے ہی اُدھر آ رہے تھے، مون کی باتیں ان کے کانوں میں بھی پڑ چکی تھیں اور اماں جان کے کمرے سے باہر آتے اسفند نے بھی سنا تھا۔ اپنی ذات میں وہ اس قدر گم تھا کہ آج اسے مون کا خیال ہی نہیں آیا تھا۔ اپنی کوتاہی پر ایک نئی ندامت اس کے اندر اُترنے لگی تھی۔ وہ فوراً ہی اس کے کمرے کی طرف لپکا۔ منصور احمد پہلے ہی اندر داخل ہو چکے تھے۔

''کیا ہوا ہمارے ٹائیگر کو؟...... بخار تنگ کر رہا ہے؟ ہم ابھی بھگاتے ہیں۔'' منصور احمد نے اسے دیکھ کر بہلانے کی کوشش کی۔

''پاپا! یہ عجیب باتیں کر رہا ہے۔ میں اسے ڈاکٹر کے پاس لے جا رہی ہوں۔ آپ پلیز ڈرائیور سے کہیے، وہ اماں جان کو ہمارے گھر چھوڑ آئے۔'' کومل کی آنکھیں خود بھی بہنے کو تیار تھیں۔ اس نے اٹھ کر جلدی جلدی بیگ میں اس کی چیزیں ٹھونسیں۔ اسفند کو آج اس میں ممتا کا سچا روپ نظر آ رہا تھا۔ اپنے بچے کے لئے پریشان و بے کل، مضطرب ماں اس کے سامنے تھی، جسے اپنی خبر تھی نہ دنیا کا ہوش۔

''کومل بیٹا! اس طرح پریشان نہیں ہوتے۔ آرام سے چلو۔'' کومل کو بیڈ کا کونہ لگا تھا مگر اسے اپنی پروا کب تھی۔

''پاپا! آپ کو نہیں معلوم...... یہ ابھی چلا رہا تھا۔ اس کو بہت تکلیف ہے۔ میں ڈاکٹر کے پاس لے جاؤں گی تو ٹھیک ہو جائے گا۔ آپ اماں جان کو بھجوا دیں گے نا؟''

''اماں جان ابھی کہیں نہیں جا رہیں اور نہ ہی آپ۔ میں مون کو ڈاکٹر کے پاس لے جاتا ہوں۔ کیا ہوا ہے یار؟'' اسفند نے قطعیت سے کہتے ہوئے اپنی موجودگی کا احساس دلایا۔

''ماما! مجھے اپنے گھر جانا ہے۔ ڈاکٹر کے پاس نہیں جانا۔'' مون کی سوئی اڑ چکی تھی۔ سبھی جانتے تھے، اپنی ضد وہ منوا کر رہتا تھا۔

''ایسے نہیں چیخو۔ بی ہیو یور سیلف۔ کہا ہے نا ہم گھر چل رہے ہیں۔'' کومل نے اسے

سنجیدگی سے کہا۔ پھر وہ منصور احمد سے مخاطب ہوئی۔

''پاپا! پلیز مائنڈ مت کیجئے گا۔ ہم بس گھر جا رہے ہیں۔ میں فون پر ڈاکٹر سے کنسلٹ کر لیتی ہوں۔''

''بیٹا! یہ تو بچہ ہے۔ ایسے ہی پریشان کرے گا۔ وہاں کوئی میڈیسن لانی ہو گی تو تم اسے چھوڑ کر کیسے جاؤ گی؟''

''پاپا! میں اب تک مینج کر رہی ہوں نا۔ پلیز ڈونٹ وری۔ چلو اُٹھو بچے!'' کومل کو اندازہ تھا، مون کو یہاں سنبھالنا بے حد مشکل عمل تھا۔ یہ اس کی فطرت تھی۔ وہ کومل کی توجہ صرف خود پر چاہتا تھا، کسی اور کو برداشت کرنا اس کی برداشت سے باہر تھا۔ منصور احمد نے بھی سر ہلا کر اجازت دی۔

''میں نے سوچا تھا، آج تم سے لمبی ڈسکشن رہے گی، مگر آج ہمارے شہزادے کا موڈ بھی خراب ہے اور طبیعت بھی۔ او کے، ٹیک کیئر۔''

اسفند لب بھینچے انہیں جاتے دیکھ رہا تھا۔ مون نے اس کی جانب توجہ ہی نہیں کی تھی۔ صوفیہ نے اسے رسماً بھی رکنے کے لئے نہیں کہا تھا۔ البتہ ثانیہ اس کے ساتھ جانے پر تیار ہو گئی تھی۔

''ملی بھابی! پلیز، دومنٹ رکئے گا۔ میں بھی آپ کے ساتھ چلتی ہوں۔''

''تم کہاں جا رہی ہو؟...... وہ تو بچے کی بیماری کا بہانہ کر کے جا رہی ہے اور تم بھی غائب ہونے لگی ہو۔ یہاں پر یہ پھیلاوا کون سمیٹے گا؟'' صوفیہ منصور نے فوراً ہی آ کر مداخلت کی۔

''مما! مون کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ اور بھابی کو اس وقت کسی کی ضرورت ہو سکتی ہے۔''

''اس وقت یہاں تمہاری ضرورت ہے مجھے۔ تم جانتی ہو نا، ثانیہ کی کنڈیشن کیسی ہے؟'' صوفیہ منصور نے قریب آتے اسفند کو دیکھ کر آدھی بات نرمی سے کی۔ وہ اپنے کسی تاثر سے اسفند کو بولنے پر اُکسانا نہیں چاہتی تھیں۔ وہ لوگ اس وقت دروازے کے قریب ہی کھڑے تھے جبکہ کومل پورچ میں جا چکی تھی۔

''کل ہی سب کے گھروں میں یہ پھل اور مٹھائیاں تقسیم کرنا ضروری ہیں۔ میں اکیلی کیا کیا کروں گی؟'' انہوں نے اسے روکنے کا معقول جواز پیش کیا۔

''ثانیہ! تم مما کی ہیلپ کے لئے گھر پر رہو۔ میں مون کے ساتھ جا رہا ہوں۔ آئی تھنک کہ اسے ڈرپ لگانی پڑے گی۔''

اسفند کا پروگرام سن کر صوفیہ منصور کے ماتھے پر سلوٹ آ گئی۔

''تم رات بھر وہیں رہو گے؟'' صوفیہ دل کی بات روک نہ سکیں۔

''ضرورت پڑی تو...... وائے؟ آپ کو کوئی اعتراض ہے؟'' اسفند کی سنجیدگی میں

نا گواری بھی رچی ہوئی تھی۔

''وہ وہاں تنہا ہوتی ہے، سنی! مناسب نہیں ہوگا کہ تم وہاں رات کو رکو۔ ویسے بھی اسے کسی کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ کہہ کر گئی ہے تو کیوں خود کو پریشان کرو گے؟'' صوفیہ نے بات کرتے کرتے بیٹے کے چہرے پر نگاہ کی۔ وہ کچھ ایسی نظروں سے انہیں دیکھ رہا تھا کہ گھبرا کر وہ اپنا لہجہ بدلنے پر مجبور ہو گئیں۔

''مما! آپ یہ کیوں بھول جاتی ہیں، مون ہماری ذمہ داری بھی ہے۔ اور میرے وہاں رکنے سے کسی کو کوئی پریشانی ہے تو آئی ڈونٹ کیئر۔'' اسفند کا لہجہ اور انداز اٹل سا تھا۔ اس نے مزید اپنا وقت برباد نہیں کیا تھا۔ کومل پورچ میں نہیں تھی، نہ ہی اس کی گاڑی تھی۔ ظاہر تھا اس وقت وہ بھی کسی کے انتظار میں وقت ضائع نہیں کر سکتی تھی۔



کچھ ہی منٹ درمیان سے گزرتے جب کومل نے اسفند منصور کو اپنے گھر میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔ وہ مون کو بستر میں لٹا کر اسے صبر کی تلقین کر رہی تھی۔

''مون! کچھ پیشنس بھی رکھنی چاہئے۔ اب تم بچے تو نہیں ہو نا۔ ہمیں اپنے گھر آنا ہی تھا۔''

''آئی نو...... آپ کو دادو روکتیں اور آپ رک جاتیں۔ اور پھر آپ انہی کے کام کرتیں۔ میرے پاس تو......'' مون کی بات درمیان میں ہی رہ گئی تھی۔ ان کے کمرے کے دروازے پر دستک دے کر اسفند اندر چلا آیا۔

''آپ؟...... میں نے کہا تھا نا، ہمیں کسی کی ضرورت نہیں ہے۔'' کومل نے مون کے پاس سے اٹھتے ہوئے سرد مہری سے کہا۔

''ہر انسان کو کسی نہ کسی کی ضرورت رہتی ہے۔ تنہا انسان کیسے جی سکتا ہے؟...... اور ماسٹر! تم یہاں آ کر لیٹ گئے ہو۔ ڈاکٹر کے پاس نہیں جانا تھا؟'' اسفند نے اپنی بات کہہ کر مون کو مخاطب کیا۔

''مجھے ڈاکٹر نہیں، ماما کی ضرورت تھی۔ میں اپنے گھر آ گیا ہوں تو اب ٹھیک ہو جاؤں گا۔ ڈونٹ وری اباؤٹ می۔'' مون کا انداز بھی سرد اور روٹھا ہوا تھا۔ اسفند نے فاصلے پر کھڑی کومل کو ایک نظر دیکھا۔ وہ نظریں چرا گئی۔

''ناراض ہو؟...... آئی ایم سوری۔'' اسفند نے اس کے قریب بیٹھ کر اس کا ماتھا چوما۔

''تمہیں تو کافی ٹمپریچر ہے۔ اس کی میڈیسن کہاں ہیں؟'' اسفند نے پُرتشویش انداز میں کہتے ہوئے کومل کو مخاطب کیا۔ کومل نے خاموشی سے مون کی ادویات بیگ سے نکال کر سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیں۔ وہ اپنے رویے سے مون کو منفی سوچ نہیں دینا چاہتی تھی۔

''مون! میں تمہارے لئے پورج بنا کر لاتی ہوں۔ پھر تمہیں میڈیسن لیتی ہیں۔'' کومل

دونوں کو تنہا چھوڑ کر کمرے سے چلی گئی۔ اس کے جاتے ہی مون نے کروٹ بدل لی۔

''یار! ایسے تو منہ نہ موڑو۔ رئیلی آئی ایم ویری سوری ٹو یو۔ گھر میں گیسٹ آئے ہوئے تھے اور......'' اسفند نے اس کے قریب نیم دراز ہوتے ہوئے زبردستی اس کا رخ اپنی جانب موڑا۔

''اِٹس او کے...... ماما کہاں چلی گئیں؟...... ماما کو بلائیں۔'' مون نے بےزاری سے جواب دے کر اپنی ماما کی غیر موجودگی کو محسوس کیا۔ حالانکہ وہ اسے بتا کر گئی تھی۔

''وہ کچن میں گئی ہیں۔ ابھی آ جاتی ہیں۔ تم انہیں کیوں پریشان رکھتے ہو؟ اچھے بچے اس طرح ضد نہیں کرتے۔''

''وہ میری ماما ہیں۔ میں انہیں پریشان کرتا ہوں تو آپ کو کیا؟'' اسفند کو اندازہ نہیں تھا کہ وہ اس قدر حساس ہوگا۔ اپنی ذرا سی بیماری میں دوسروں کی توجہ میں کمی برداشت نہیں کر پائے گا۔

''یار!...... میں سوری کر رہا ہوں نا۔ پلیز ناراض نہیں ہو۔'' اسفند نے اس کی ادویات اٹھا کر سامنے کیں۔ اس کے تجربے کے مطابق بھی میچ تھیں۔ اینٹی بائیوٹک ادویہ ذود اثر تھیں۔ ایک ڈوز سے خاطر خواہ اثر نظر تو آ رہا تھا۔

''میں کسی سے ناراض نہیں ہوتا۔ بس ماما سے ناراض ہوتا ہوں۔ وہ مجھے دوسروں کے لئے اگنور کر دیتی ہیں تو۔''

مون کا لہجہ اور باتیں اسے بہت کچھ سمجھا اور جتا رہا تھا۔ اسفند نے چونک کر اسے دیکھا۔ بظاہر معصوم سا بچہ بہت گہرا اور سمجھ دار تھا۔ رویوں کی پرکھ بھی خوب رکھتا تھا۔

''تم ہمیشہ اپنی ماما کے ساتھ رہنا چاہتے ہو۔ اگر وہ تمہیں کبھی چھوڑ کر چلی گئیں تو پھر؟''

''کیوں چلی جائیں گی؟...... وہ مجھے کبھی چھوڑ کے نہیں جائیں گی۔ وہ ہمیشہ میرے ساتھ رہیں گی۔ اور میں بھی ان کے ساتھ رہوں گا۔ چاچو! آپ میرے ساتھ ایسی باتیں کیوں کرتے ہیں؟'' مون فوراً اٹھ کر بیٹھ گیا۔ وہ اسفند کو بغور دیکھ رہا تھا، جیسے سمجھنا چاہ رہا ہو، وہ کیا مقصد رکھتا ہے۔

''بیٹا!...... سویٹ ہارٹ!...... میں ایسے ہی پوچھ رہا تھا۔ تم لوگ باہر جا رہے ہو تو...... آئی مین اِٹ، تمہاری ماما نے اگر تمہیں ہاسٹل میں ڈال دیا تو......''

اسفند کی بات ادھوری رہ گئی تھی۔ کومل دروازہ کھول کر اندر چلی آئی۔ اس کے ہاتھ میں ٹرے بھی تھی، جس میں مون کے لئے پورج کا پیالہ اور اسفند کے لئے کافی اور سینڈوچز بھی تھے۔ کومل، مون کے پاس دوسری طرف جا کر بیٹھ گئی۔

''ماما! آپ مجھے باہر لے جا کر ہاسٹل میں ڈال دیں گی؟'' مون نے اسے دیکھتے ہی سوال کیا۔

"کون کہہ رہا ہے؟" کومل نے شاکی نظر اسفند کی جانب اٹھائی۔ اس شخص کو اس سے جانے کیا بیر تھا۔

"مون! ایسا نہیں ہوسکتا...... تم ایسی فضول باتیں مت سنا کرو، جو تمہیں پریشان کریں۔ اوکے، اب جلدی سے کھاؤ۔ پھر تمہیں میڈیسن لے کر سو جانا ہے۔" کومل نے نیپکن اس کے گھٹنوں پر پھیلایا۔ مون کو پورج اپنے ہاتھ سے کھلانے سے پہلے اس نے اسفند منصور کی طرف کافی اور سینڈوچز ٹرے سمیت بڑھائے۔ کافی کی طلب تو اسے واقعی تھی، مگر اس بدگمانی بھری فضا میں بیٹھنا دوبھر ہو رہا تھا۔ ان دونوں کے درمیان وہ خود کو بے حد اجنبی محسوس کر رہا تھا۔

"ماما! آپ مجھے بابا کی طرح چھوڑ کر کبھی نہیں جائیں گی نا؟...... ہمیشہ ہمیشہ میرے ساتھ رہیں گی نا؟"

"آف کورس...... اوکے، اب بولنا بند کرو اور یہ کھاؤ۔" کومل نے چمچ بھر کر اس کے منہ میں ڈالا۔ ناپسندیدگی کے باوجود وہ کھا رہا تھا۔ اسفند کافی کا مگ اٹھا کر کمرے سے نکل گیا۔ دل کی حالت عجیب تھی۔ اپنی کیفیت اس کی اپنی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ فاصلے سمیٹنے کی چاہت کے باوجود آگے بڑھنے کا حوصلہ جیسے ناپید ہوتا جا رہا تھا۔ وہ اپنی بے بسی پر خود ہی اُلجھ رہا تھا۔



"مما! آئی کانٹ بلیو۔ صوفیہ منصور نے پلیزنگلی ویلکم کیا تھا؟...... یہ خواب تو نہیں تھا نا؟"

نبیل گھر آ کر بھی مسلسل یہی پوچھ رہا تھا۔ قدسیہ کیانی بھی کئی بار اسے جواب دے چکی تھیں۔ اس بار زچ ہو کر گویا ہوئیں۔

"بیٹا! خواب تو نہیں تھا۔ مگر یہ خواب کب ٹوٹ جائے، اس کا پتہ نہیں۔ وہ خاتون موقع پرست ہیں۔"

"وہاٹ ڈُو یُو سے مما؟ یُو مین یہ سب شو آف تھا؟" نبیل فوراً ان کے سامنے آ بیٹھا۔ اس وقت وہ لاؤنج میں بیٹھی تھیں۔ آذر کیانی انہیں گھر چھوڑ کر کسی سے ملنے چلے گئے تھے۔

"میرا تو یہی اندازہ ہے۔ تم نے کومل کے ساتھ ان کا رویہ نوٹ نہیں کیا تھا؟...... صرف مطلب کی بات پر وہ اس سے مخاطب تھیں۔ مجھے سمجھ نہیں آتی، کومل اتنی خاموشی سے یہ سب کیوں سہہ رہی ہے؟ وہ اِن ڈیپنڈڈ لائف گزار رہی ہے۔ سسرال والوں سے اس طرح دبنا کہاں کی عقل مندی ہے؟"

"مما! سمجھ تو میں بھی نہیں پایا۔ بٹ آئی تھنک وہ اپنی نیچر سے مجبور ہیں۔ سبھی کو احترام دینا ان کی فطرت میں شامل ہے۔" نبیل نے لاپروائی سے کندھے اچکائے۔

"کاش میری بہو کی نیچر بھی ایسی ہو...... صوفیہ منصور کو دیکھ کر تو دل ڈرتا ہے۔ بس تمہاری وجہ سے میں بھی مجبور ہوئی ہوں۔" قدسیہ کیانی نے ٹھنڈی آہ بھر کر اپنے خدشے ظاہر کئے۔

"مما!...... مادام سسٹر جیسی کوئی اور کیسے ہوسکتی ہے؟ ایسی خواہش نہ کریں جن کے پورے ہونے کا امکان نہ ہو۔" نبیل دوبارہ سامنے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"تمہارا مطلب ہے، میں تمہاری بیوی سے کسی اچھائی کی امید نہ رکھوں؟"

"میں نے ایسا کب کہا؟" وہ شریر مسکراہٹ کے ساتھ مڑا۔

"ابھی تو کہہ رہے تھے کہ میں ایسی کوئی خواہش نہ رکھوں۔"

"تو کچھ غلط تو نہیں کہہ رہا، مما!...... مادام میں جو خوبیاں ہیں وہ ضروری نہیں کہ ثانیہ میں بھی ہوں۔ دونوں الگ الگ شخصیت رکھتی ہیں۔ دونوں کی فطرت میں بھی فرق ہے اور ماحول میں بھی۔ لیکن ایسا بھی نہیں ہے کہ ثانیہ میں کوئی خوبی نہیں ہوگی۔ آپ پریشان نہ ہوں۔ میں تو اسے ہی چھیڑ رہا تھا۔ ویل، آپ اب ریسٹ کریں۔ میں مادام کو فون کرلوں۔ مون سے مل نہیں سکا تھا۔ اس کی طبیعت نہ جانے کیسی ہوگی۔" نبیل، قدسیہ کیانی کو بہلا کر وہاں سے نکل کر اپنے کمرے میں آ گیا۔ ابھی تو اس کی آنکھوں میں زندگی کے نئے رنگ سجنے شروع ہوئے تھے۔ جن سے آئندہ زندگی کی تصویر بہت خوش نما اور دلکش نظر آ رہی تھی۔ وہ کوئی منفی بات سوچنا بھی نہیں چاہتا تھا۔

"یُو آر ویری لکی ثانی!...... تمہاری سسرال والے تو پہلی بار آنے پر ہی تمہارے لئے کیا کچھ لائے ہیں۔ کافی دل والے لگتے ہیں۔ تمہارے تو عیش ہوں گے۔" تانیہ اس کے لئے آئے تحائف دیکھ کر اس پر رشک کر رہی تھی۔

"وہ تو ہوں گے۔ آخر اکلوتی بہو ہوں گی اپنے ساس سسر کی۔ یہ اتنا کچھ وہ میرے لئے نہ کرتے تو پھر کس کے لئے کرتے؟" ثانیہ بھی خوشی سے اترائی۔ ہاتھ میں سچے موتیوں کا خوب صورت سیٹ تھا، جس کی چمک اس وقت اس کے چہرے پر بھی پڑ رہی تھی۔

"اوہو...... ابھی سے...... مائی ڈیئر! ابھی کچھ طے نہیں ہوا۔ زیادہ خواب نہیں دیکھو۔ مما نے ابھی تک اپنا فائنل Decision نہیں بتایا۔"

دونوں بہنیں اس وقت ثانیہ کے کمرے میں تھیں اور دونوں کی آپس میں نوک جھوک چل رہی تھی۔

"اب کیسا فائنل Decision؟...... یہ سب کچھ رکھنے کا مطلب یہی ہے کہ مما کو نبیل کے پرپوزل پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اور میں تمہیں بتا رہی ہوں، مما سے کہہ دینا کہ میں نبیل کے علاوہ کسی اور سے شادی نہیں کروں گی۔"

"اچھا!...... تو یہ سلسلہ ہے...... کب سے؟...... مجھے کیوں نہیں بتایا؟" تانیہ نے اس کا کنگن اپنی کلائی میں پہن کر جانچتے ہوئے سوال کیا۔

"کوئی سلسلہ نہیں ہے۔ تم نے یہ میرا کنگن کیوں پہن لیا؟"

"کسی اٹریکشن کے بنا ایسا کیسے ہوسکتا تھا ثانی؟...... اب مجھ سے بھی چھپاؤ گی تم۔ کومل

بھابی کو تو تمہاری ساری لو اسٹوری معلوم ہے۔ بلکہ انہی کی کوششوں سے تو یہ لو اسٹوری بنی ہے۔ کیوں، میں ٹھیک کہہ رہی ہوں نا؟''

ثانیہ نے اس کا کنگن اتار کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے خاصی خفگی سے کہا۔ ثانیہ بہن کو دیکھے گئی۔

''تمہاری اور مما کی بدگمانیاں کبھی ختم نہیں ہوں گی۔ تمہارا پرپوزل بھی تو کومل بھابی کے تھرو ہی آیا تھا۔ کیا تم نے بھی شارم بھائی کے ساتھ اپنی لو اسٹوری شروع کر کے کومل بھابی سے انجام دلوایا تھا؟''

''ثانیہ! تم حد سے بڑھ رہی ہو......اچھی طرح جانتی ہو، تم......میں بالکل بھی انٹرسٹڈ نہیں تھی۔ اور اگر ہوتی تو تمہاری طرح جھوٹ نہیں بولتی۔'' وہ غصے سے بولتی بستر سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

''میں جھوٹ کیوں بولوں گی؟......میں سب کے سامنے کہہ سکتی ہوں کہ میں نبیل کو پسند کرتی ہوں۔ مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ میں......'' ثانیہ کی بات درمیان میں رہ گئی۔ صوفیہ دروازہ کھول کر اندر چلی آئیں۔

''یہاں کیا ہو رہا ہے؟ تم دونوں کی آوازیں باہر تک آ رہی ہیں۔ ثانی! تم اپنا بچپنا کب چھوڑو گی؟ اب تو کچھ خیال کرو۔ اگلے گھر جانے کی تیاری شروع ہے تمہاری اور تم......''

''مما! یہ مجھے طعنے دے رہی ہے۔ ابھی تو چار چیزیں ہاتھ لگی ہیں اور اس کا دماغ ساتویں آسمان پر پہنچ گیا ہے، بعد میں تو یہ ہمیں کسی قابل ہی نہیں سمجھے گی۔''

''مما! میں نے کوئی طعنہ نہیں دیا۔ ثانی! تم غلط بیانی مت کرو۔ تم تو خود مجھے......'' ثانیہ کی آنکھیں بھر آئیں۔ دونوں بہنوں میں عجیب سی کشمکش شروع ہو چکی تھی۔

''بس، جانتی ہوں تمہیں میں۔ اتنا مت اِتراؤ۔ ایسے رئیس زادے، پاؤں کی جوتی بنا کر رکھتے ہیں عورت کو اور......'' ثانیہ کا لہجہ ہی نہیں، چہرہ بھی اس کے اندر کی کھولن کو واضح کر رہا تھا۔ صوفیہ نے دونوں کو دیکھا۔ ثانیہ آنسو بھری آنکھوں سے دیکھتی حیران و پریشان تھی۔ صوفیہ نے ثانیہ کو پچکار کر اپنے ساتھ باہر کھینچا۔

''ثانیہ! تم کیوں فضول میں اپنی انرجی ویسٹ کر رہی ہو۔ چلو آؤ، باہر چلتے ہیں۔ اور تم ثانیہ! تمیز سے کام لو۔ ورنہ......''

اُن کی ورنہ میں جو دھمکی چھپی تھی، وہ ثانیہ اچھی طرح جانتی تھی۔ اُن کے جاتے ہی وہ بے بسی سے رونے لگی۔ مما اور بہن کا رویہ بالکل سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ سوچ رہی تھی کہ مما اس کے ساتھ کوئی گیم تو نہیں کھیل رہیں۔



''اماں جان!......نبیل ثانیہ کے لئے موزوں رہے گا نا؟''

منصور احمد بہت مدت کے بعد آج اماں جان کے کمرے میں موجود تھے۔ اماں جان کو بیٹے کی موجودگی حیران کر رہی تھی۔ وہ کومل کے حوالے سے پیغام دینے آئے تھے کہ وہ مون کی وجہ سے گھبرا کر چلی گئی ہے اور انہیں بھجوانے کے لئے کہا تھا۔ اسفند کی مداخلت پر وہ یہاں پر تھیں۔ ظاہر ہے، یہ بات انہیں بھی معلوم ہو گئی تھی۔

''میری رائے لے رہے ہو یا مجھے بتا رہے ہو؟'' اماں جان نے حیرت بھرے تاثر کے ساتھ استفسار کیا۔

''اماں جان! آپ کی رائے بھی ضروری ہے۔ آذر کیانی کے خاندان کے بارے میں زبانی کلامی معلومات تو ہیں۔ مزید تو ملنے پر ہی معلوم ہو گا۔'' منصور احمد نے اپنا اظہار سرسری انداز میں کیا۔

''میری رائے تو اس بچے کے بارے میں بہت اچھی ہے۔ وہ سعادت مند بھی ہے اور نیک، شریف بھی۔ اور پھر کومل نے تو اس کو پرکھا بھی ہو گا۔ تم اپنی بیوی سے پوچھو، وہ مطمئن ہے یا نہیں؟''

''اس کی اطمینان کی تو مت پوچھیں۔ کومل کا حوالہ تو اس کے اطمینان کو ویسے ہی رخصت کر دیتا ہے۔ سوچتا ہوں، کومل کے حوالے سے کافی زیادتی ہو گئی ہے ہم لوگوں سے۔ کاش تلافی کی صورت پیدا ہو جائے۔''

منصور احمد نے اس بار پھر انہیں حیران کر دیا۔ انہیں یاد نہیں تھا کہ کبھی منصور احمد نے ان کے سامنے اپنی بیوی کی کسی غلطی کا ذکر کیا ہو۔

''زیادتی تو واقعی ہوئی ہے منصور احمد! ہم لوگ اپنی غرض، اپنے مطلب کے لئے اکثر ایسے فیصلے کرتے چلے جاتے ہیں جو فطرت کے بھی منافی ہوتے ہیں اور قدرت کے بھی۔ ایک جیتی جاگتی عورت کو ہم نام نہاد رسموں کی بھینٹ چڑھا کر بھی مطمئن نہیں ہوتے۔ بار بار اس سے رشتوں کا خراج مانگتے رہتے ہیں۔'' اماں جان نے تائیداً اعتراف کرتے ہوئے احساس دلانے کی کوشش کی۔

"بس اماں جان! کیا کریں۔ زمانے کا چلن اور بزرگوں کی روش اپناتے اپناتے ہم اپنے ہی مذہب کی راہ سے بھٹک جاتے ہیں۔ احساس تب ہوتا ہے، جب خسارہ کھاتے میں لکھ دیا جاتا ہے۔ شافند کے بعد سوچا ہی نہیں کہ ایک کم عمر لڑکی تنہا زندگی کا سفر کیسے طے کر پائے گی۔ جب کہ اس کے پاس زادِ راہ کے لئے محبتیں ہیں نہ چاہتیں۔ اُلٹا ہم نے اسے جیسے شمعون کی ذات میں محبوس سا کر دیا۔ یہ سوچے بغیر کہ شمعون اس کے لئے عارضی سہارا ہی ثابت ہوگا۔ اسفند اور صوفیہ کی تو نہایت کوشش ہے کہ وہ اس پر حقیقت آشکارا کر کے ابھی سے بدظن کر دیں۔"

منصور احمد کے اعتراف میں افسوس بھی تھا اور ملال بھی۔

"جانتی ہوں...... یہ کھیل تو کب سے چل رہا ہے۔ تبھی تو وہ بچی ملک بدر ہونے پر مجبور ہوئی ہے۔ بس دعا کرو، شمعون کی خاطر اپنی زندگی وقف کر دینے والی ماں کو شمعون کے حوالے سے کبھی کوئی بے رخی نہ سہنی پڑے۔ ورنہ تو پھر کوئی ماں پرائی اولاد کی پرورش کرنے کا ذمہ نہ لے گی۔"

"اماں جان! آخر ہم کب تک شمعون کے لئے اس کی زندگی سے ساری خوشیاں چھینتے رکھیں گے؟ اسے بھی جینے کا حق ملنا چاہئے۔ میں آج آپ کے پاس اسی لئے حاضر ہوا ہوں کہ آپ اسے سمجھائیں کہ وہ اپنی زندگی کے لئے کوئی بہتر ساتھی چُن لے۔ ہم شمعون کی پرورش کر لیں گے۔ ابھی وقت ہے۔ وہ اپنی خوشیاں پا سکتی ہے۔" منصور احمد نے ٹھہر ٹھہر کر اپنی بات کی۔ اماں جان کی آنکھوں میں اس بار خوشی سی چمک اُٹھی۔ آخر منصور احمد کو احساس ہو ہی گیا تھا۔

"اسے سمجھانا آسان ہے نہ دنیا کو...... وہ تو شاید کسی طرح سمجھ بھی جائے، مگر دنیا اور صوفیہ ایسا آسانی سے ہونے دیں گی؟" اماں جان اپنی خوشی کے احساس کے باوجود حقیقت سے آشنائی کے سبب اس کے اظہار سے قاصر تھیں۔ جانتی تھیں اس بات کے اظہار پر ہی ان کی زبان پکڑے گی۔

"اماں جان! دنیا کی پروا کرتے کرتے تو اپنی راہ سے بھٹک کر ادھر آ نکلے ہیں۔ اور صوفیہ تو شاید دل سے بھی چاہتی ہے کہ کومل سے اس کا کوئی رشتہ، کوئی تعلق نہ رہے۔ وہ تو اپنے عمل پر پچھتا رہی ہے۔ اسے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ آپ بس کومل کو سمجھائیں۔ میں خود باپ بن کر اسے رخصت کروں گا۔" منصور احمد پختہ ارادے لے کر آئے تھے، تبھی کھل کر بول رہے تھے۔

"کرنا تو یہی چاہئے مگر...... وہ مانے تب نا...... اور پھر ہماری نظر میں ایسا کوئی بھی تو نہیں جس کے لئے اسے مجبور کریں، اسے منائیں۔" اماں جان بے بسی سے گویا ہوئیں۔ کومل کی بے رنگ زندگی پھر سے ان کی آنکھوں میں پھر گئی۔ زندگی نے اسے کیا دیا تھا۔ صرف آزمائشیں اور امتحان...... کوئی سکھ تو قسمت سے ہی اسے نصیب ہوا تھا۔

"اماں جان! ایسا ایک ہے تو۔ مگر وہ خود اس کا دشمن بن چکا ہے۔ میں نے سوچا تھا کہ سنی کو مجبور کروں گا کہ وہی بھائی کی محبت کا مان بڑھا دے، مگر صوفیہ نے اس کی ایسی برین واشنگ کی ہے کہ......"

"آہ...... ایسا تو میں نے بھی سوچا تھا، لیکن...... اچھا!...... تم دیکھو، اگر کوئی تمہاری نظر میں ہو تو۔ پھر ہم مل کے سمجھاتے ہیں اسے۔" وہ اپنے بستر پر نیم دراز ہو گئیں۔ مقصد تو یہی تھا کہ اب آرام کرنا چاہتی ہیں۔

"شاید وہ سمجھ ہی جائے۔ تنہائی عذاب ہوتی ہے۔ اولاد ساتھی نہیں بنتی۔ بلکہ ساتھ چھوڑ جاتی ہے۔" وہ ہولے ہولے بڑبڑا رہی تھیں۔ منصور احمد کے دل میں ان کی باتیں اتر رہی تھیں۔ مگر ابھی تو وہ خود ایسی کیفیت میں تھے کہ جیسے ناسمجھ ہوں۔ اپنے ہی کہے پر عمل دشوار لگ رہا تھا۔ کئی خدشات، کئی وسوسے انہیں ستا رہے تھے۔ مون کی ٹوٹ پھوٹ کا اندیشہ سب سے بھاری تھا۔ اگر کومل اپنی زندگی کی نئی راہ پر نکل پڑتی ہے تو مون کا ردِعمل کیا ہوگا، یہ کوئی نہیں جانتا تھا۔ وہ وہاں سے اٹھ کر اپنے کمرے میں چلے آئے۔

۞

کومل نے بڑی مشکل سے مون کو سلایا تھا۔ ابھی وہ کچی نیند میں ہی تھا، جب نبیل کا فون آ گیا۔ وہ اسے تھپک کر اور اپنا سیل فون کان سے لگائے لگائے کمرے سے باہر نکل آئی۔ اس کا رخ لاؤنج کی طرف تھا۔

"اب بہتر ہے...... میڈیسن دی ہیں...... سو رہا ہے۔" کومل اپنے دھیمے لہجے میں نبیل کے سوالوں کے جواب دے رہی تھی۔

لاؤنج میں آتے ہی وہ ٹھٹک کر رک گئی۔ اسفند منصور وہاں سر جھکائے صوفے پر براجمان تھا۔ کومل اس کی موجودگی جیسے فراموش کر چکی تھی۔ اسے دیکھ کر اسے یاد آیا کہ وہ بھی یہاں آیا تھا۔

"وہ وہاں اپ سیٹ تھا...... تم لوگوں کے جاتے ہی میں بھی آ گئی تھی...... اچھا میں تم سے صبح بات کروں گی۔ ہاں...... بہت تھک گئی ہوں...... اپنی کیئر مجھ سے نہیں ہوتی...... اللہ حافظ!" فون بند کر کے وہ اسفند کے سامنے آ گئی۔

"آپ ابھی گئے نہیں اسفند منصور؟" کومل کی آواز و سوال نے اسے جیسے خیالات سے چونکا دیا تھا۔

"ہاں...... وہ...... مون کی طبیعت کیسی ہے اب؟"

"وہ اب سو گیا ہے اور میں بھی تھکی ہوئی ہوں۔ پلیز آپ بھی گھر جا کر آرام کریں۔" کومل نے بنا کسی تاثر کے اسے مشورہ دیا۔

"مون کو میری ضرورت پڑ سکتی ہے، اس لئے۔"

”نہیں......مون کو میرے علاوہ کسی کی ضرورت نہیں ہے۔ اور میں اس کے پاس ہوں۔ تھینکس فار یور سمپتھی۔“ کومل نے اپنے سپاٹ لہجے میں اس کی بات کاٹی۔

”یہ میری ہمدردی نہیں، محبت ہے۔ مون پر کچھ میرا بھی حق ہے اور......“ وہ بولتے بولتے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور کچھ قدم چل کر اس کے سامنے جا رکا۔

”اور اس حق کو ثابت کرنے کے لئے تم ہر حربہ آزماؤ گے؟......سنو اسفند منصور! اپنے حق کو منوانے اور ثابت کرنے کے لئے تمہیں جو کرنا ہے کر لو۔ مگر یاد رکھو، مون کو تم مجھ سے چھین نہیں سکو گے۔ شافند اسے میرے سپرد کر کے گئے ہیں۔ اور یہ بات قانونی طور پر بھی ثابت ہے۔“ کومل کے اندر اسے دیکھتے ہی جو آگ سلگنے لگتی تھی، اس کی آنچ لہجے میں بھی اُتر آئی تھی۔ وہ اس کی ممتا کا امتحان بنا ہوا تھا۔ وہ اسے کیسے برداشت کرتی۔

”تم غلط سمجھ رہی ہو......میں تم سے مون کو چھیننا نہیں چاہتا۔ میں تو اپنے گزشتہ رویوں پر پشیمان ہو کر تم سے معافی مانگنا چاہتا ہوں۔“

اسفند کی نظریں تو بول رہی تھیں مگر زبان ادائیگی سے جیسے قاصر ہو گئی تھی۔ کومل اس کی جانب دیکھ ہی کب رہی تھی، جو وہ آنکھوں کی زبانی ان کا حالِ دل سنتی۔ ان میں ایسا سازگار تعلق بنا ہی کب تھا کہ وہ اس کی ان کہی باتیں بھی سمجھ جاتی۔

”میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔“

”تمہاری کسی فضول بات کو سننے کے لئے میرے پاس وقت نہیں ہے۔ پلیز، ناؤ یُو گو۔“

”میں چلا جاؤں گا......مگر پلیز میری بات سن لو۔“

”کیا بات سنوں میں تمہاری؟......کوئی گنجائش باقی ہے ابھی؟......کوئی نئی سازش لے کر آئے ہو تم......اچھی طرح جانتے ہو، اس وقت میں اپنے بیٹے کے ساتھ گھر پر تنہا ہوں۔ تم لوگوں کو یہ دکھانا چاہتے ہو کہ میں تمہارے ساتھ اپنے گھر میں وقت گزارتی ہوں اور......“ کومل اس بار پھٹ ہی تو پڑی۔ اُس کی سرمگیں آنکھیں اپنی بے بسی پر چھلک پڑی تھیں۔

”شٹ اپ......فار گاڈ سیک! سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں تم سے معافی مانگنا چاہتا ہوں اور تم......“ اسفند یکدم جھنجلا کر بولا۔ پھر قدرے لجاجت بھرے لہجے میں گویا ہوا تھا۔ کومل نے اپنی سرمگیں نم آنکھوں سے اس کی جانب دیکھتے ہوئے ایک بار پھر اس کی بات کاٹی۔

”کس بات کی معافی؟......تم نے کوئی غلطی کی ہے؟......تم نے صرف ایک ماں سے اس کی اولاد چھیننے کی کوشش ہی کی ہے۔ ایک معصوم بچے کے ذہن میں بدگمانیاں بو دی ہیں۔ یہ ایسا بڑا جرم نہیں ہے جس کے لئے معافی مانگی جائے۔ تم بے شک میرے کردار پر کیچڑ اچھالتے رہو، مجھے لوگوں کی نظروں میں گرانے کے لئے سازشیں رچاؤ۔ تم پر کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ پھر کیوں معافی مانگ کر اپنے آپ کو ہلکا کر رہے ہو؟ یہ باتیں تمہیں زیب نہیں دیتیں۔“

کومل کے لہجے میں چھپا طنز اس کے اپنے کرب کو بھی عیاں کر رہا تھا۔

اسفند چند ثانیے اسے دیکھتا رہا۔ چند قدم کے فاصلے کے باوجود اسے دوریاں صدیوں پر محیط معلوم ہو رہی تھیں۔ کومل آج سلگ سلگ کر چیخ گئی تھی تو اسی کے سبب۔ کومل کو خاکستر کرنے والا وہ خود تھا۔

مزید وہاں رکنا محال ہوا تو وہ قدم موڑ کر پلٹا اور پھر باہر نکلتا چلا گیا۔ کومل پہلے اسے جاتا دیکھتی رہی اور پھر پھُوٹ پھُوٹ کر رونے لگی۔ بعد مدت کے، وہ اپنی بے بسی پر اس طرح ٹوٹ کے بکھری تھی کہ سنبھلنا مشکل ہو رہا تھا۔



”ماما!......ویئر آر یُو؟......ماما!......ماما!“

رات کا نہ جانے کون سا پہر تھا۔ مون کی آنکھ کھلی تو اس نے اردگرد بستر پر اپنی ماما کو ڈھونڈا۔ کومل بستر پر نہیں تھی بلکہ کمرے میں ہی نہیں تھی۔ گھر پورا روشن تھا۔

وہ کچھ دیر پکارنے کے بعد بستر سے اُتر کر واش روم تک آ گیا۔

”ماما!......آپ اندر ہیں؟......ماما! بولئے نا۔“

چند لمحے انتظار کے بعد مون نے غسل خانے کا دروازہ دھکیلا تو وہ مقفل نہیں تھا۔ کومل وہاں بھی نہیں تھی۔ وہ ایک دم پریشان ہو کر ماما، ماما پکارتے ہوئے کمرے سے نکل کر لاؤنج میں آیا تو کومل لاؤنج کے کاؤچ پر نیم دراز حالت میں لیٹی تھی۔

”ماما! آپ یہاں سو گئی ہیں؟......مجھے آپ کے بنا نیند نہیں آ رہی۔“ مون قریب آ کر اُسے ہلانے لگا۔ مگر کومل اُس کے ہلانے سے بھی بیدار نہیں ہوئی اور یہ پہلا موقع تھا۔ حالانکہ وہ تو آہٹ پر ہی اٹھ جاتی تھی۔ اور مون کی پکار تو اسے گہری نیند سے بھی کھینچ لاتی تھی۔

”ماما!......چلیں اندر......اُٹھیں نا۔“ مون اسے بے حس و حرکت دیکھ کر روہانسا ہو رہا تھا۔ وہ پسینے میں شرابور بھی تھی۔ لاؤنج کا پنکھا بھی بند تھا اور اے سی بھی۔ مون کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کیا کرے۔ اس نے فوراً پنکھا چلایا اور پھر اسے ہلانے لگا۔

”ماما! کیا ہوا ہے؟......آپ اُٹھتی کیوں نہیں؟......ماما! پلیز......لسن می......مجھے ڈر لگ رہا ہے......مام! آپ اس طرح تو نہیں سوتیں۔“ مون نے اسے جھنجوڑ ہی دیا۔ مگر کومل اپنے حواسوں میں ہوتی تو اسے کچھ خبر ہوتی کہ اس کا لختِ جگر بے چین و بے قرار اس کا بازو تھامے رونے کو تیار بیٹھا تھا۔

”ماما! آپ مجھ سے ناراض ہو گئی ہیں؟......پلیز ماما! ٹیل می......مجھ سے ناراض نہ ہوں......آئی لو یُو ماما!“ وہ آخر زور زور سے رونے لگا۔ اس کا گلا پہلے ہی خراب تھا۔ رونے سے مزید تکلیف دینے لگا۔ اس کے ایک آنسو پر جاں نثار کرنے والی اس کی ماما آج اس کے چیخنے چلانے پر بھی اس کی جانب متوجہ نہیں ہو رہی تھی۔

اچانک ہی مون کے ذہن میں اسفند کا خیال آیا اور پھر اس نے میز پر پڑے اپنی ماما کے سیل فون پر اسفند کا نمبر پش کیا۔ بیل کافی دیر تک بجنے کے بعد بند ہو گئی تھی۔ اس نے ایک بار پھر ری ڈائل کیا۔ آخری بیل پر اسفند نے فون ریسیو کیا۔

رات کا آخری پہر تھا۔ اس کی آنکھ بھی مشکل سے لگی تھی۔ کومل کی باتیں پھانس کی طرح دل میں چبھی ہوئی تھیں۔ اپنے کئے پر پشیمانی و شرمندگی نے اسے بھی بے قرار کر رکھا تھا۔ کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی، جو کہ کومل کو یقین دلاتی کہ اس نے جو کچھ بھی کیا، اپنی محبت کے ہاتھوں مجبور ہو کر کیا تھا۔ اپنے سیل فون پر کومل کی کال دیکھ کر پہلے تو وہ سمجھا تھا کہ اس نے کوئی خواب دیکھا ہے۔ مگر پھر دوسری کال نے اسے احساس دلا ہی دیا تھا کہ اس نے خواب نہیں دیکھا بلکہ حقیقتاً کومل کے سیل فون سے کال آ رہی تھی۔ دل خوش گمان دھڑکتے دھڑکتے بہکنے لگا تھا۔ اسے لگا، شاید اللہ نے اس کی مشکل آسان کر دی ہے۔

''چاچو!........ آپ بول کیوں نہیں رہے؟........ میں........ مون۔'' مون کی رندھی آواز، بے ربط لہجہ اسفند منصور کو نئے جھٹکے دے گیا۔

''مون! تم........ کیا ہوا بیٹا؟........ تمہاری طبیعت ٹھیک ہے؟'' اسفند کی گھبراہٹ اس کے سوالوں میں بھی عیاں تھی اور لہجے میں بھی۔

''چاچو! آئی ڈونٹ نو........ میری ماما........ ماما کو کچھ ہو گیا ہے........ وہ کاؤچ سے اٹھ ہی نہیں رہیں........ وہ میری بات ہی نہیں سن رہیں۔''

''مون بیٹا! ریلیکس........ آرام سے مجھے بتاؤ۔'' اسفند کو جیسے اس کی بات سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ اس کے خیال میں مون خود اپنی طبیعت کی وجہ سے پریشان ہو کر اسے کال کر بیٹھا ہے۔

''چاچو! میری ماما........ ماما روم میں نہیں تھیں........ میں سو رہا تھا۔ اور پھر میں اٹھا تو........ پلیز چاچو! آپ آ جائیں........ مجھے ڈر لگ رہا ہے چاچو!''

''مون! اس طرح رو کر بتاؤ گے تو مجھے کچھ سمجھ نہیں آئے گا۔ او کے، مجھے آرام سے بتاؤ جو میں پوچھتا ہوں۔ تم اس وقت کہاں ہو؟''

مون کی اس وقت ہچکی بندھ گئی تھی۔ اس سے جواب نہیں دیا گیا۔

''تمہاری ماما کہاں ہیں؟........ وہ تمہارے پاس نہیں ہیں؟'' اسفند نے دوسرا سوال کیا۔

''وہ میرے پاس ہیں........ مگر وہ اٹھ نہیں رہیں........ وہ لاؤنج میں کاؤچ پر لیٹی ہوئی ہیں........ مگر........ میرے جگانے سے بھی نہیں اٹھ رہیں........ چاچو!........ وہ میرے بابا کی طرح........'' مون کی بات اس بار اسفند کی سمجھ میں آئی اور پھر تصور میں سارا نقشہ آ گیا۔

وہ رات نو، ساڑھے نو بجے وہاں سے آیا تھا تو کومل لاؤنج میں ہی تھی۔

'تو کیا کومل ساری رات لاؤنج میں رہی؟........ مگر کیوں؟'

یہ سوال ابھی حل نہیں ہو سکتا تھا۔ مون ابھی بھی کچھ کہہ رہا تھا۔

''مون! سویٹ ہارٹ!........ میری بات سنو۔ دیکھو اس طرح روتے نہیں........ آئی ایم کمنگ وری سون۔ ڈونٹ وری میری جان!........ میں آ رہا ہوں۔ تمہاری ماما کو کچھ نہیں ہوا۔ بی بریو۔ فون بند کرو، میں آ رہا ہوں۔''

مون نے جس طرح بات کی تھی، اسفند کا دل بھی پھڑپھڑانے لگا تھا، جیسے کوئی پرندہ تنگ پنجرے میں اُڑنے کی کوشش کرے۔ منصور ہاؤس میں اس وقت سبھی سو رہے تھے۔ وہ اپنے کمرے سے نکل کر پورچ میں آ گیا۔ احتیاطاً اس نے اپنا فرسٹ ایڈ بکس چیک کیا۔ ابتدائی طبی امداد کا سارا سامان موجود تھا۔ مون کی باتوں سے اسے بھی خدشہ تھا کہ ''کچھ ہوا ضرور ہے'' ورنہ کومل مون کی ایک آواز پر بیدار ہو جاتی۔

اسفند کافی تیز رفتاری سے شمعون ہاؤس پہنچا تو چوکیدار اسے صبح کی ابتدا کے وقت دیکھ کر حیران ہوا۔

''صاحب! آپ........ اس وقت؟'' چوکیدار تبریز خان اس کے لئے گیٹ کھولتے ہوئے ہچکچا رہا تھا۔ کیونکہ یہاں اس طرح رات کو یا اتنی صبح کوئی بھی نہیں آتا تھا۔

''تبریز خان! گیٹ کھولو۔ مون کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ مجھے اس نے فون کیا ہے۔'' اسفند کو اس کی تفتیش ناگوار لگ رہی تھی۔ اسفند کا تعلق مالکوں سے نہ ہوتا تو تبریز خان کبھی بھی گیٹ نہ کھولتا۔ مجبوراً اس نے گیٹ کھولا۔ اس دوران مالی بابا بھی اٹھ کر آ گئے۔ وہ بھی اسفند کے گاڑی سے نکلتے ہی مصلحت آمیزی سے پوچھنے لگے۔

''صاحب! مون بچے کی طبیعت ٹھیک ہے؟''

''نہیں شاید........ میں دیکھتا ہوں۔'' اسفند فرسٹ ایڈ بکس لے کر تقریباً دوڑتے ہوئے اندر کی طرف بڑھا۔ اور پھر مون کو لاؤنج میں زار و قطار روتے دیکھ کر اور کومل کو بے سدھ پڑے دیکھ کر جیسے اس کے اندر دھڑکتے دل کو کسی نے مٹھی میں لے کر چھوڑا تھا۔ اس سے قدم اٹھانے دشوار ہو رہے تھے۔

مون نے اسے دیکھا تو روتے ہوئے آ کر اس سے لپٹ کر فریاد کرنے لگا۔

''چاچو! میری ماما کو اٹھائیں........ میری ماما کو ٹھیک کر دیں۔'' مون کی سسکیاں اس کے وجود میں ہلچل مچا رہی تھیں۔ کیا ہوا تھا کیا نہیں، وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ رات تو وہ یہاں اسی جگہ پر اسے بالکل ٹھیک چھوڑ کر گیا تھا۔

''چاچو! میری ماما کیوں نہیں اُٹھ رہیں؟''

اسفند نے اسے گود میں اٹھا کر گلے سے لگا کر تھپتھپایا۔

''ابھی اٹھ جاتی ہیں۔ ہم اٹھاتے ہیں نا تمہاری ماما کو........ مے بی انہوں نے کوئی سلیپنگ پلز لی ہوں۔ اس لئے وہ نہیں اٹھ رہیں۔'' اسفند نے آگے بڑھتے ہوئے جیسے اس کے ساتھ خود کو بھی بہلایا۔

"ماما! کوئی سلیپنگ پلز نہیں کھائیں۔ آئی نو انہیں دادو نے ہرٹ کیا ہوگا۔ میری ماما کے ساتھ مس بی ہیو کیا ہوگا۔ ہم نیکسٹ ٹائم وہاں نہیں جائیں گے۔"

مون کی بات پر اسفند نے بہت زیادہ چونک کر اسے دیکھا۔ کومل کے لئے وہ کس قدر حساس تھا۔ سبھی کے رویوں کو نوٹ کرتا تھا۔ اسے اپنے بارے میں بھی اندیشہ ہوا مگر یہ وقت اندیشے مٹانے کا نہیں تھا، کومل کی حالت جانچنے کا تھا۔

"ڈونٹ فیل ایوری تھنگ...... بی ریلیکس۔" اسفند نے اسے تسلی دینے والے انداز میں بہلاتے ہوئے صوفے پر بٹھایا۔ اسی لمحے مالی بابا بھی اندر چلے آئے۔ اندر کا منظر ان کے لئے بھی حیران کن اور قابلِ تشویش تھا۔

"بی بی کو کیا ہوا؟...... ڈاکٹر کو بلائیں؟"

"میں چیک اپ کر رہا ہوں۔" اسفند نے جواب دیتے ہوئے اس کے قریب پنجوں کے بل بیٹھتے ہوئے اس کی کلائی تھامی۔ کومل کی نبض بہت مدھم تھی۔ دل کی دھڑکن لڑکھڑائی (اسفند کی) اسفند نے فوراً ہی فرسٹ ایڈ بکس سے اسٹیتھو اسکوپ نکال کر اس کی دھڑکنوں کو سنا جو اپنے معمول سے کم بھی تھیں اور مدھم بھی۔ اس کے اندر کے ڈاکٹر نے اسے خطرے کا سگنل دیا۔ کومل کی سفید گلابی رنگت زردی مائل تھی اور وجود میں ٹھنڈک بڑھ رہی تھی۔ اس کا نروس سسٹم بریک ڈاؤن ہوا تھا۔ تبھی وہ اپنے حواسوں میں نہیں تھی۔ نہ جانے کتنی دیر سے وہ اس کیفیت میں پڑی تھی۔ اسفند فوراً ہی سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اور پھر اسے جھک کر اپنی بانہوں میں اٹھایا اور اسے کمرے کی طرف لے کر بڑھا۔ اس وقت اسے طبی امداد کی ضرورت تھی۔ مون جو اس کی ہر جنبش پر نگاہ جمائے ہوئے، ہلکے ہلکے سسکیاں لے رہا تھا، فوراً ہی اس کے پیچھے لپکا۔

"چاچو!...... ماما ٹھیک ہیں؟...... یہ ٹھیک ہو جائیں گی نا؟"

"اِن شاء اللہ...... تم دعا کرو۔" اسفند نے بے ہوش کومل کو اس کے بیڈ پر لٹاتے ہوئے مون کو حوصلہ دیا۔ دونوں کی ایک دوسرے سے محبت قابلِ رشک تھی۔ کومل کی محبت و ممتا کو تو وہ کئی بار پرکھ چکا تھا اور آج مون کی تڑپ نے اسے کافی کچھ سمجھا دیا تھا۔ دونوں کو ایک دوسرے سے الگ کر دینے کا مذموم فعل انجام دینے کی کوتاہی آج اسے اپنی ہی نظروں میں گرا رہی تھی۔ وہ جانتا نہیں تھا کہ جب کوئی عورت "ماں" کے پیکر میں ڈھلتی ہے تو پھر اسے کوئی بھی بدل سکتا ہے نہ کسی اور شکل میں ڈھال سکتا ہے۔

"کوئی خطرے کی بات ہے صاحب......؟" مالی بابا نے اسے سرنج میں محلول بھرتے دیکھ کر پوچھا۔

"پریشان نہ ہوں۔ یہ ٹھیک ہو جائیں گی۔ آپ جائیں، اپنا کام کریں۔" اسفند نے پیشہ ورانہ انداز میں کہتے ہوئے اس کی آستین اوپر کئے بغیر انجکشن انجکٹ کیا۔

"میرا کیا کام؟...... سب کام بی بی کے دم سے ہیں۔ رات تو اُدھر سے ٹھیک ہی آئی

تھیں۔ پھر نہ جانے کیا ہوا۔" مالی بابا خود کلامی کرتے ہوئے کمرے سے چلے گئے۔ مون گم صم صرف اپنی ماں کو تک رہا تھا۔ اسفند نے ایک اور سرنج نکالتے ہوئے مڑ کر مون کو مخاطب کیا۔

"مون! ڈونٹ وری بیٹا! اِدھر آؤ، اپنی ماما کے پاس آ کر لیٹ جاؤ۔ صبح تمہیں اپنی ماما بالکل ٹھیک ملیں گی۔ کم آن ہیئر۔" اسفند نے اسے پچکارا۔ مگر وہ اپنی جگہ سے نہیں اٹھا۔ اسفند نے دوسرے بازو میں انجکشن لگایا اور پھر اسے گود میں اٹھا کر پیار کرتے ہوئے سمجھایا۔

"دیکھو، تم بھی بیمار تھے اور تمہاری ماما کو بھی اسٹریس ہے۔ آئی تھنک وہ تمہیں بیمار نہیں دیکھ سکیں اس لئے اب تمہیں اپنی بہت کیئر کرنی ہے، اوکے...... اب سو جاؤ تاکہ صبح تم انہیں فریش ملو۔" اسفند نے اسے بیڈ کے دوسری طرف لٹا دیا۔

"چاچو! میری ماما کو کچھ نہیں ہوگا نا؟...... وہ بابا جان کے پاس تو نہیں چلی جائیں گی؟" مون کی بے یقینی اسے بھی تڑپا گئی۔

"نہیں جان! ایسا نہیں ہوگا۔ وہ ہمیں نہیں چھوڑ کے جائیں گی۔" اسفند نے اسے دوبارہ سینے سے بھینچا۔ بھتیجے کی محبت اس کے خون میں رواں تھی۔ جیسے جسم میں جان زندہ تھی۔

"اور آپ؟...... چاچو! مجھے ڈر لگے گا۔"

"کیوں ڈر لگے گا؟...... میں ہوں نا تمہارے پاس۔ اوکے، میں یہاں بیٹھتا ہوں۔ تم سو جاؤ۔" اسفند نے اس کے ساتھ بیڈ کے کنارے نیم دراز ہوتے ہوئے تھپتھپایا۔ بہت عرصے کے بعد مون اس سے اس طرح پوری چاہت و اعتماد کے ساتھ لپٹ کر لیٹا تھا۔ اسفند کے ذہن میں پھر سے اپنی ساری غلطیاں، ساری نفرتیں گردش کرنے لگیں جو بے بنیاد شکوک کی بدولت اس کی زندگی میں داخل ہو گئی تھیں۔



آج نجانے کیسے صوفیہ منصور کی آنکھ صبح سویرے کھل گئی تھی اور اُٹھتے ہی انہیں اسفند کا خیال آیا تھا۔ رات وہ جس طرح جرح کر کے کومل کے گھر گیا تھا، وہ عمل ان کے ذہن کو اُلجھا رہا تھا۔ ان کے لاشعور میں اس حوالے سے غیر اطمینانی سی تھی۔

وہ اٹھ کر پہلے پورچ کی طرف آئیں تاکہ اس کی گاڑی کی موجودگی سے کوئی اندازہ لگا سکیں۔ اسفند کی گاڑی اس وقت پورچ میں نہیں تھی۔ صبح صادق کا وقت تھا اور درختوں پر پرندوں کی چہچہاہٹ فضا میں عجب دلنشیں سا ترنم پھیلا رہی تھی۔ مگر صوفیہ منصور پر وقت اثر انداز تھا نہ فضا کا ترنم۔ انہوں نے پورچ کی سیڑھیوں پر کھڑے ہو کر چوکیدار کو پکار کر قریب بلایا۔

"جی بیگم صاحب؟" وہ دوڑتا ہوا آیا۔

"اسفند صاحب رات گھر نہیں آئے؟"

"آئے تھے بیگم صاحب!" چوکیدار رسول بخش نے مختصر جواب دیا۔

"کتنے بجے آئے تھے؟ اور اب کچھ بتا کر گئے ہیں؟" صوفیہ بظاہر تو سرسری انداز میں پوچھ رہی تھیں مگر اندر ہی اندر پریشان تھیں۔

"دس بجے سے پہلے ہی آ گئے تھے چھوٹے صاحب۔ اب تین بجے گئے ہیں...... کافی پریشان تھے۔"

"اچھا، جاؤ اپنا کام کرو۔" وہ اسے بھیج کر واپس مڑیں۔ ذہن میں ابھی بھی الجھن تھی۔ وہ رات کو اتنی جلدی آ گیا تھا اور انہیں خبر ہی نہیں ہوئی۔ وہ تو ثانیہ کے ساتھ آئندہ کا لائحہ عمل مرتب کر رہی تھیں، تبھی اسفند کی طرف سے لاپروائی برت گئی تھیں۔ اب نہ جانے وہ کسی مریض کے لئے گیا تھا یا پھر شمعون کے لئے۔ اپنی لاعلمی انہیں بے چین کر رہی تھی۔



رات کے طویل اور پُرسکوت سناٹوں کو مؤذن کی پُر اثر آواز نے جیسے نئی زندگی عطا کی تھی۔ چاروں طرف سے اللہ تعالیٰ کی بزرگی و بڑائی کی گواہی گونج رہی تھی۔

اسفند کی آنکھ بھی اسی آواز سے کھلی تھی۔ نماز کے لئے اٹھنا اس کا بھی معمول تھا۔ مون کو سلاتے سلاتے اس کی آنکھ بھی لگ گئی تھی۔ کچھ لمحوں کی نیند نے جیسے اُسے بھلا دیا تھا کہ وہ کہاں ہے۔ احساس ہوتے ہی وہ مون کے پہلو سے نکل کر کھڑا ہو گیا اور پھر بے اختیار ہی کومل کی طرف بڑھ آیا۔ کومل کی کلائی تھام کر نبض کی رفتار پر اس کے اپنے دل میں اک سکون اطمینان اُترتا چلا گیا۔ اسے اپنے چند گھنٹوں کی ریاضت کا ثمر اتنی جلد ملنے پر عجب سرور ملا تھا۔ اس کی معمول کے مطابق چلتی سانس اس بات کو ثابت کر رہی تھی کہ وہ ان اندیشوں اور خطروں سے باہر تھی جو پچھلے چند گھنٹوں سے اسے ڈس رہے تھے۔

وہ اس کے پاس سے ہٹ کر وضو کر کے اس کے نماز کے لئے مختص کمرے میں سجدۂ شکر ادا کرنے آ گیا، جہاں کی پُرنور فضا ایمان افروز بھی تھی اور اطمینان بخش بھی۔

سچے دل سے کومل کو طلب کیا تھا۔ اس کی محبت کو اپنے لئے مانگا تھا۔ یہ اب رب کی مرضی تھی کہ وہ اسے کومل کی محبت عطا کرتا یا نہیں۔

وہ کمرے سے باہر نکلا تو باہر کی فضا میں پھیلی پرندوں کی چہچہاہٹ نے اس کے اندر پھیلی بے یقینی کو یقین میں بدل دیا۔ جو اپنے رب الکریم کی چاہت و عظمت کا اقرار کر رہے تھے کہ صرف اللہ ہی ہے، جو اپنی ساری مخلوق پر بلا تفریق مہربان بھی ہے اور رحمت فرمانے والا بھی۔ وہی ہے جو ہر کسی کو معاف کر کے اپنی عظمتوں کا ثبوت دیتا ہے۔ وہ بھی اپنے کیے پر نادم تھا اور معافی کا خواستگار۔ کومل سے ایک بار بلکہ بار بار اسے اظہارِ ندامت کرنے میں اب کوئی قباحت محسوس نہیں ہو رہی تھی۔

کافی کی طلب اُسے کچن تک لے گئی تھی۔ الیکٹرک کافی میکر سے کافی ایک منٹ میں ہی بن کر اس کی طلب کی تسکین کے لئے تیار تھی۔ وہ کافی لے کر واپس کومل کے کمرے میں اِیزی

چیئر پر آ بیٹھا۔ کومل اس کی نظروں کے بالکل سامنے تھی۔ اب سے اس نے کومل کو اس طرح نگاہ بھر کر دیکھنے کی ہمت کی تھی نہ جسارت۔ اپنی بے ساختگی پر وہ خود بھی حیران تھا۔ اس کے دل میں صرف وہ ہی تھی اور نہ جانے کب سے۔ اس کا ہر نقش جیسے ذہن کو ازبر تھا۔

اُس کی سرمگیں خوب صورت غزالی آنکھیں جن کے سحر میں وہ بری طرح گرفتار تھا، اب بند تھیں۔ اس کی خوب صورت گھنی خم دار پلکیں اس کے گلابی عارض پر اس طرح سایہ فگن تھیں جیسے گلابی شام اور رات آپس میں ملتے ہوئے بوسہ زن ہوں۔ اس کے گہرے گلابی تراشیدہ لب گلاب کی پنکھڑیوں سے محسوس ہو رہے تھے۔ اس کی ستواں ناک اس کے چہرے کی خوب صورتی بڑھا رہی تھی اور اس کی گردن سے آگے آتے اس کے دراز گیسو اس کے حُسن کی شان بڑھاتے تھے۔

اسفند نے دانستہ اس کے سراپے سے نظر بچا کر اپنی توجہ کافی پر مرکوز کی۔ گرم کافی اس کی محویت کی نذر ہو کر ٹھنڈی ہو گئی تھی۔ اس کے اندر اُٹھتے ولولے کافی کی ٹھنڈک بھی گوارا کر گئے اور اس نے دو تین گھونٹ میں کافی ختم کی اور کھڑکی میں جا کھڑا ہوا۔



ایک عجیب احساسِ گراں کے ساتھ اس کی آنکھیں دھیرے دھیرے کھلی تھیں۔ رات کا کرب اس کے اعصاب بے جان کر گیا تھا۔ اپنی ریاضتوں کے صلے میں بدگمانیاں اور بداعتمادیاں ملنے کا قلق اس کی روح و جان کے روگ سے بن گئے تھے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اپنی ساری زندگی اپنی خوشیاں، اپنے ارمان، اپنی اُمنگیں قربان کرنے کے باوجود اسے ہی تختۂ مشق بنایا جاتا رہے گا۔ اسفند کی مسلسل تضحیک نے اسے اندر ہی اندر اس طرح توڑ دیا تھا کہ وہ رات ٹوٹ کر بکھر سی گئی تھی۔ لاحاصل بن جانے والی زیست نے اس کے استقامت سے بڑھتے قدموں کو منزل سے پہلے ہی لڑکھڑا دیا تھا۔ مون کے لئے اپنی زندگی وقف کر دینے والی ماں کے حوصلے ہارنے لگے تھے۔ اور اپنی ہار نے ہی تو اسے دل برداشتہ کر دیا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ ایسا کیا کرے، جو سبھی کی نظروں سے غائب اعتماد واپس ڈھونڈ لائے۔ وہ تو ان سب سے دور ہونے کا انتظام بھی کر چکی تھی کہ شاید نظروں سے اوجھل ہو کر ہی وہ لوگ اسے فراموش کر دیں۔ مگر اسفند منصور نے تو مون کو ٹریپ کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ رات بھی اس نے مون کے معصوم ذہن کو جس طرح بہکانا چاہا تھا، اسی عمل نے تو کومل کو شدید احساس دلایا تھا کہ یہ لوگ کسی قیمت پر بھی مون سے اس کی حقیقت پوشیدہ نہیں رکھیں گے۔ وہ اسی سے دشمنی نباہنے کی کوشش میں اپنے ہی خون کو داؤ پر لگا رہے تھے۔ مون کی آئندہ زندگی کی تباہی کا سوچ کر ہی تو اس کے دماغ کی رگیں پھٹنے لگی تھیں۔ اس کے اعصاب کسی شکنجے کی طرح تن سے گئے تھے۔ اور پھر اس کے اندر درد کا ایک طوفان اُٹھا تھا، جو اسے تنکے کی طرح بہا کر اپنے ہمراہ لے گیا۔ اور پھر اسے خبر ہی نہیں ہوئی تھی کہ وہ کہاں ہے۔ اسے اب ہوش آیا تھا تو

اسے اپنے زندہ ہونے پر حیرت ہو رہی تھی۔

اس کے حواس کام کرنے لگے تو اس نے بے چینی سے اٹھنا چاہا۔ پہلا مربوط خیال شمعون کے بارے میں آیا تھا۔ وہ بیمار تھا اور کومل نہ جانے کب سے اس سے بے خبر تھی۔ سرسراہٹ پر اسفند چونک کر کھڑکی سے ہٹ کر پلٹا تو کومل کو ہوش میں پایا۔ وہ بھی اسے دیکھ کر حیران و پریشان تھی۔ اس کا وجود جیسے شل ہو رہا تھا اور ذہن ماؤف۔

''تم یہاں......؟'' کومل کو اپنی آواز ہی گہرے کنوئیں سے آتی محسوس ہوئی۔ اعصاب ابھی بھی تنے ہوئے تھے اور ہمت و سکت تو جیسے کسی نے کھینچ کر اُسے مُردہ تن چھوڑ دیا ہو۔

''پلیز لیٹی رہو۔ تمہیں ابھی بہت ریسٹ کی ضرورت ہے۔''

''کیوں؟...... مجھے کیا ہوا ہے؟'' اس بار بھی اس کی آواز نے جیسے اس کا ساتھ اس طرح نہیں دیا، جس طرح وہ بولنا چاہتی تھی۔

''تمہیں نہیں معلوم، تمہیں کیا ہوا تھا؟'' اسفند کا لہجہ اسے پھر چونکا گیا۔ وہ ایک بار پھر آپ سے تم پر آ گیا تھا۔

''تم یہاں کیا کر رہے ہو؟'' کومل اُلجھ کر پوچھ رہی تھی۔

''مجھے مون نے فون کیا تھا۔ تم اٹھ نہیں رہی تھیں۔ وہاں لاؤنج میں بے ہوش پڑی تھیں۔ تمہارا نروس بریک ڈاؤن ہو گیا تھا اور......'' اسفند نے اس کی طرف پڑی کرسی پر ٹکتے ہوئے اسے اس طرح بتایا جیسے ان میں کبھی کوئی تلخی، کوئی گرمی نہ ہوئی ہو۔

''تو......تم کیوں آ گئے؟......مر جانے دیتے مجھے۔ تم لوگوں کے منصوبے پورے ہو جاتے۔ لے لیتے تم مون کی کسٹڈی۔ جتا لیتے تم اپنے حقوق۔ کوئی رکاوٹ، کوئی قانونی کارروائی تمہارے راستے کی دیوار نہ بنتی۔ اور نہ ہی تمہیں مون کو ورغلانے کی گندی سازشیں کرنا پڑتیں۔ کومل جھٹکے سے اٹھ بیٹھی اور بلا تکان بولتی چلی گئی۔ اسے خود سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اتنی جلدی ایسی ہمت اس میں کیسے پیدا ہو گئی۔

''پلیز، ڈونٹ شاؤٹ۔ یہ تمہاری ہیلتھ کے لئے ڈینجر ہے۔ کسی بھی قسم کا اسٹریس مت لو۔ میں رات بھی تمہیں یہ سب کہنے نہیں آیا تھا، بلکہ اپنی غلطیوں پر شدید شرمندہ ہو کر تم سے معافی مانگنے آیا تھا۔ مگر تم......'' اسفند کے دھیمے لہجے میں واقعی شرمساری رچی ہوئی تھی۔ کومل نے مڑ کر اس کی طرف چہرہ گھمایا۔ وہ بے یقین سی تھی۔

''شرمندہ......اور تم؟......ہونہہ......اسفند منصور! مجھ پر نیا جال مت پھینکو۔ تم سے مجھے کسی اچھائی کی اُمید نہیں رہی۔ خدا کے لئے مجھے اتنا مجبور مت کرو کہ میں خودکشی جیسی حرام شے کو گلے لگا لوں۔ میں مون کو سچائی خود ہی بتا دوں گی۔ میں اسے ثبوت بھی دے دوں گی کہ میں نے اسے پیدا نہیں کیا۔ میرا اس کی ماں بن کر رہنا تم لوگوں کو گوارا نہیں تھا تو مجھے شافند کی موت کے وقت ہی دھتکار دیتے۔ اس طرح ذلیل و رُسوا کرنے کے درپے کیوں ہو تم لوگ؟''

وہ بولتے بولتے لرزنے لگی۔ اس کی رنگت بھی متغیر ہو رہی تھی۔ اسفند نے قدرے تشویش سے اسے دیکھا۔

''کومل!......پلیز ریلیکس......ڈونٹ سٹریس پلیز۔ کیوں میری طرح غلط فہمیوں میں گھر کر اپنی ہی جان سے کھیلنے کی کوشش کر رہی ہو؟......مون کے بارے میں سوچو۔ وہ تمہارے بغیر کیسے رہ سکتا ہے؟'' اسفند نے اٹھ کر اس کا ہاتھ تھامنا چاہا۔ کومل نے لرزتے ہوئے بھی اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔

''ڈونٹ ٹچ می۔'' اسفند نے بے بسی سے اس کی جانب دیکھا۔ اس کا ایسا رویہ اس کے لئے نقصان دہ ہو سکتا تھا۔ اس کی آنکھیں بھی کھنچنے لگی تھیں، جو اس کے اعصابی تناؤ کی غماز تھیں۔ ایسی شدید صورتِ حال میں دل بھی متاثر ہو سکتا تھا اور ذہن بھی۔ اسفند کو خدشہ تھا کہ اس کی ایسی حالت سے اس کے جسم کا کوئی حصہ فالج کی زد میں نہ آ جائے۔

''کومل! پلیز کوآپریٹ می۔ ورنہ تمہیں ہاسپٹلائز ہونا پڑ جائے گا۔ تم سمجھ کیوں نہیں رہی ہو، تمہاری حالت خطرے میں ہے۔ مجھے ٹریٹ منٹ کرنے دو۔ اپنی بھڑاس ٹھیک ہو کر نکال لینا۔'' اسفند ایک انجکشن سرنج میں بھر کر اس کے قریب آ کر بولا۔ کومل کے احتجاج کے باوجود اس نے بازو میں انجیکٹ کر دیا اور اسے زبردستی لٹا دیا۔

''آئی ایم سوری......پلیز کومل! آرام سے میری بات سنو۔'' چند ثانیے پر اسفند نے اسے مخاطب کیا۔ اس کی آنکھیں کھلی تھیں مگر وہ بے حس و حرکت سی پڑی تھی۔ البتہ اس کی آنکھوں سے پانی بہنے لگا تھا۔

''میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے تم اپنی زندگی خطرے میں ڈالو۔ میں کچھ غلط فہمیوں کا شکار ہو گیا تھا اور اب تم ان میں مبتلا ہونے جا رہی ہو۔ نقصان کس کا ہو گا، سوچا ہے کچھ؟ ہم اپنی اناؤں کی جنگ میں دانستہ، نادانستہ مون کے ساتھ زیادتی کر رہے ہیں۔ تم مون کو محرومیوں سے بچانے کے لئے اپنی ذات کی ہر خوشی، ہر سکھ تیاگ کر اسے اس موڑ پر تنہا کرنے کے درپے ہو۔ وہ تمہارے بنا نہیں رہ سکتا۔ میں سمجھ گیا ہوں۔ مجھے احساس ہو گیا ہے۔ پلیز تم مجھے معاف کر دو۔ تمہارا دل بہت بڑا ہے۔ خدا کے لئے اپنی زندگی داؤ پر مت لگاؤ......تمہارے راستے میں آئندہ کوئی بھی نہیں آئے گا۔''

اسفند کا ٹھہرا دھیما لہجہ یقین تو دلا رہا تھا۔ تبھی اس نے پُرسکون ہو کر آنکھیں موند لیں۔



''ثانیہ! اپنی چہیتی بھابی کو فون کر دینا کہ آفس سے واپسی پر اپنا تحفہ اور مٹھائی پھل لے جائے۔ ورنہ تمہارے پاپا کا دل ڈوبتا رہے گا کہ ان کی لاڈلی کو کچھ نہ بھجوایا گیا۔'' صوفیہ منصور ناشتے سے فارغ ہو کر پھل اور مٹھائی کے حصے بنا کر رشتہ داروں، عزیزوں اور ہمسائیوں میں بھجوانے کا عمل شروع کر چکی تھیں۔

"مما! وہ کیسے آئیں گی؟ مون کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ ہم خود دے آئیں گے نا۔" ثانیہ نے دبے لہجے میں کہا تو صوفیہ منصور نے پہلے اسے گھور کر دیکھا اور پھر بے رخی سے گویا ہوئیں۔

"ہم کیوں دے آئیں گے؟..... تم اپنی سہیلیوں کو بانٹو جا کر۔ ڈرائیور سے کہو، وہ دے آئے گا۔"

"مما! میں چلی جاؤں گی تو کیا ہو جائے گا؟ آپ نے رات کو بھی نہیں جانے دیا۔ مون کیا سوچتا ہوگا۔" ثانیہ بھی بحث کرنے لگی۔

"سوچنے دو، جو سوچتا ہوگا۔ انگریز ماں کی اولاد اور بے فیض ماں کی تربیت نے اسے ہمارا رہنے ہی کب دیا ہے جو ہم اس کے لئے سوچیں۔ اچھا ہے، مزا چکھ لے۔ سوتیلی ماں کی محبتیں گرگٹ کی طرح کب رنگ بدل لیں، کچھ خبر نہیں۔ آخر ہمیں وہ سمجھتا ہی کیا ہے؟" صوفیہ کا جلا کٹا انداز ثانیہ کو ناگوار تو گزر رہا تھا، مگر وہ مزید اُلجھنے کا ارادہ ترک کر کے اپنی کہہ کر اُٹھ گئیں۔

"مما! آپ اب بچے سے تو شکوے نہ پالیں۔ مجھے جانا ہے۔ میں اپنی فرینڈز کی طرف ہو کر بھابی کی طرف چلی جاؤں گی۔ آپ رات کو مجھے بلوا لینا۔"

"ہاں..... تم سبھی کو اسی کا "ہڑکا" (بھوک، چاہت) رہتا ہے۔ میں ہی غلط ہوں، جو تم لوگوں کے لئے مرتی جاتی ہوں۔" صوفیہ نے چاہ کر بھی اسے اب نہ روکا۔

"سنی بھی نہ جانے کہاں ہے۔ نعمان وغیرہ کے گھر مٹھائی لے جاتا۔ اتنی ساری مٹھائی ہے۔ کہاں کہاں بانٹوں؟"

"مما! زیادہ ہے تو غریبوں میں بانٹ دیں۔ ان کا بھی کچھ حق ہوتا ہے۔" اسفند، کومل کے سونے کے بعد ادھر اپنے گھر آ گیا تھا۔ اسے ہاسپٹل بھی جانا تھا اور کومل کے لئے کچھ ضروری ادویات خریدنا تھیں۔ ویسے بھی مالی بابا نے فون کر کے زیتون اور مقدس کو بلوا لیا تھا۔ کومل کے بارے میں وہ لوگ جان کر افسردہ ہو گئے تھے۔ اسفند انہیں تسلیاں دینے کے ساتھ کسی ایمرجنسی کے لئے اپنا نمبر دے کر آیا تھا۔

اسفند کی مداخلت و آمد صوفیہ منصور کو حیران کر گئی۔ وہ اپنا سلیپنگ شلوار سوٹ میں تھا۔

"تم کہاں تھے؟..... اس طرح ہاسپٹل گئے تھے؟"

"میں شمعون ہاؤس گیا تھا۔" اسفند نے مختصر جواب دیا۔

"کیا ہوا؟..... مون کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔" صوفیہ منصور آخر دادی تو تھیں، فوراً بے قراری سے پوچھا۔

"وہ تو ٹھیک ہے۔ مگر کومل کا نروس بریک ڈاؤن ہو گیا تھا۔ ثانی! تم چلی جانا۔ مجھے ہاسپٹل اپنے ایک پیشنٹ کو ضروری دیکھنا ہے۔ میں فارغ ہو کر وہاں آتا ہوں۔"

"نروس بریک ڈاؤن؟..... ملی بھابی کا؟..... وہ اب ٹھیک ہیں بھائی؟" ثانیہ سے

بات کرنا دشوار ہو گئی۔ بات ہی ایسی سنی تھی۔

"تمہیں کس نے اطلاع دی تھی سنی؟..... وہاں کون تھا؟" صوفیہ نے بدگمانی سے پوچھا۔

"وہاں کون ہوگا مما! مون کے علاوہ؟..... اسی نے صبح صبح مجھے فون کیا تھا۔ او کے، میں تیار ہوتا ہوں۔ اور ثانی! تم ٹائم ویسٹ مت کرو، جلدی چلی جاؤ۔ مون اٹھ جائے گا تو پریشان ہوگا۔" اسفند، صوفیہ منصور کے تاثرات دیکھے بغیر سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا، جو اس کے کمرے کی طرف جاتی تھیں۔ صوفیہ منصور کے تاثرات ایسے تھے جیسے کہہ رہی ہوں۔

"یہ عورت میری اولاد کو اپنا بنا کر چھوڑے گی۔"



"ایسی کیا پرابلم ہے مادام سسٹر! جس کی ٹینشن میں آپ نے اپنی یہ حالت کر لی؟"

ثانیہ نے نبیل کو فوراً ہی فون کر کے کومل کی طبیعت کا بتا دیا تھا۔ ثانیہ اور وہ ساتھ ہی پہنچے تھے۔ مقدس بھی زیتون کو چھوڑ کر فیکٹری چلا گیا تھا۔ کومل ویسے بھی مقدس کو فیکٹری کا انتظام سونپنے والی تھی۔ یہاں آ کر کافی دیر انتظار کے بعد کومل ہوش کی دنیا میں واپس آئی تھی۔ انہیں اپنے سامنے دیکھ کر کومل کو حیرت بھی تھی اور ان کی موجودگی سے ایک تقویت بھی مل رہی تھی۔

"تم لوگوں کو کس نے بتا دیا؟..... میں ٹھیک ہوں۔ بس معمولی سا سٹریس تھا۔" کومل نے لیٹے لیٹے ہی قدرے نقاہت سے جواب دیا۔

"ٹھیک ہوتیں تو آپ اس طرح بستر پر ہوتیں؟..... آپ میری بات کا جواب گول مت کریں۔ جو بھی پرابلم ہے، کم از کم مجھ سے تو ڈسکس کر سکتی ہیں آپ یا نہیں؟" نبیل نے کافی سنجیدگی سے اسے بولنے پر اُکسانے کی کوشش کی۔

"تم سے ہی کروں گی میرے بھائی! کوئی پرابلم بھی تو ہو۔ مون اٹھا نہیں ابھی؟" کومل نے ذرا اور اُٹھتے ہوئے نبیل کو جواب دے کر مون کی تلاش کی۔

"اُٹھ گیا ہے آپ کا پرنس۔ اپنی پھپھو کے ساتھ بریک فاسٹ کرنے گیا ہے باہر۔ پلیز ٹیل می۔ وہاں ہماری مدر اِن لاء نے کوئی ایشو اٹھایا ہے، جس نے آپ کو ٹینشن دی ہے؟" نبیل اس کے لئے بہت حساس ہو رہا تھا۔

کومل نے بیڈ کے دوسرے سرے پر بیٹھے نبیل کو بہت محبت سے دیکھا۔ اس کا کوئی بھائی بھی اس کے لئے ایسے پریشان نہ ہوتا، جیسا وہ پریشان دکھ رہا تھا۔

"ڈونٹ وری۔ تمہارے حوالے سے کوئی ٹینشن نہیں ہے۔ مما تمہارا پرپوزل دل سے قبول کر چکی ہیں۔ اب فکر کی کوئی بات نہیں۔" کومل بہت ٹھہر ٹھہر کر بول رہی تھی۔ سر میں بولتے ہوئے دھمک سنائی دے رہی تھی۔ اعصاب پر ابھی بھی بوجھ سا تھا۔

"پھر سٹریس کس بات کا ہے مادام؟..... نروس بریک ڈاؤن بلاوجہ تو نہیں ہوتا۔" وہ قدرے جھنجلایا۔

''سٹریس تو ہونا ہی تھا۔ مسلسل کام کر رہی ہوں۔ روشنی کی شادی کے بعد تمہارا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اوپر سے میرا دلارا بیمار پڑ گیا۔ فیکٹری کے کئی ایشو ہیں۔ پھر ہمارے جانے کا مسئلہ...... انسان ہی ہوں...... مشین کے بھی کبھی نہ کبھی بگڑنے کا احتمال تو ہوتا ہی ہے۔''

''تو خود کو مشین کیوں بنا رہی ہیں؟ انسانوں کی طرح کام کریں۔ باہر جا کر سیٹل ہونے کا Decision بھی میری سمجھ میں نہیں آ رہا۔ مون کی ایجوکیشن بھی یہاں پرفیکٹ ہے۔ باہر جا کر ایجوکیٹ ہونے کے لئے اس کے پاس بہت ٹائم ہے۔ بہت اچھی بھلی سیٹل ہیں یہاں۔ پھر خود کو نئے ماحول میں آزمانے کا مقصد؟'' نبیل کے چہرے سے واضح تھا کہ وہ اس کے اندر سے ساری پریشانیاں اُگلوا کے رہے گا۔

''مقصد ہے تو جا رہی ہوں۔'' کومل نے گہری سانس کھینچ کر اپنے ہاتھوں سے چہرہ مسلا۔

''کیا مقصد ہے؟...... مجھ سے شیئر کریں مادام! مجھ سے آپ کی پریشانی برداشت نہیں ہو رہی...... اور میں آپ کو اس طرح خود پر جبر کرتے بھی نہیں دیکھ سکتا۔''

''کروں گی...... تمہی سے شیئر کروں گی۔ تمہیں بھائی کہا ہی نہیں، دل کی گہرائیوں سے مانتی بھی ہوں۔ مگر ابھی ثانیہ کے سامنے میں کوئی ایشو، کوئی پرابلم نہیں بتا سکتی۔ پلیز تم اس کے سامنے مجھے مجبور مت کرنا۔''

''اوکے...... آپ ہماری طرف چلیں۔ وہاں چل کر ریسٹ کریں۔ مام بھی آپ کے لئے فکر مند ہیں۔ یہاں آپ کی کیئر کون کرے گا؟'' نبیل نے اس کی مجبوری سمجھتے ہوئے سر ہلایا اور پھر اپنے ساتھ چلنے پر اصرار کرنے لگا۔

''میرے بیٹے کو جانتے ہو نا۔ وہ مجھے اب منصور ہاؤس میں نہیں رہنے دیتا۔ کہیں اور کیسے رہنے دے گا؟'' کومل کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آ گئی۔

''وہاں نہ رہنے دینے کی ریزن مجھے معلوم ہے۔ ڈونٹ وری، میں اسے منالوں گا۔ آپ بس میرے ساتھ چلیں۔'' نبیل کا انداز زبردستی منوانے والا تھا۔

''جانے سے پہلے آؤں گی۔ تمہاری خواہش بھی پوری کر دوں گی۔''

''یہ کیا بات ہوئی؟...... تب کی تب دیکھی جائے گی۔''

اسی لمحے مون، ثانیہ کے ساتھ کمرے میں چلا آیا۔

''ماما! آر یُو ویل؟'' کومل کو جاگتا پا کر مون کا چہرہ کھل اٹھا تھا۔ وہ تقریباً بھاگ کر بیڈ پر چڑھا اور اس کے گلے لگ کر چپک سا گیا۔

''یس میری جان! ماما اِز ویل۔ تمہیں اب ٹمپریچر تو نہیں ہے؟ ایزلی بر۔تھنگ یُو؟'' کومل نے اُسے بے اختیار چوما۔

''یس...... بٹ آئی ایم وریڈ اباؤٹ یُو۔ آپ کو کیا ہو گیا تھا مام؟''

''کچھ نہیں ہوا تھا۔ ڈونٹ وری۔'' کومل نے اسے اپنے پہلو میں لٹایا، پھر ثانیہ سے

مخاطب ہوئی۔

''ثانی! نبیل کے لئے کافی بنا لاؤ۔ ناشتے کا پوچھو۔''

''ناشتہ؟...... اب تو لنچ ٹائم بھی نکل گیا ہے مادام! آپ کے گھر میں فرسٹ ٹائم ایسا ہوا ہے کہ مجھے ابھی تک کسی نے کافی نہیں پلائی۔'' نبیل نے شکایت کرتے ہوئے مسکین سی شکل بنائی۔

''بھابی! زیتون نے آتے ہی جوس پلایا تھا۔ بعد میں ناشتہ بھی کروایا گیا ہے۔ اور لنچ بھی بے چاری بنا ہی رہی ہے۔ اب اتنی دیر تو ہو ہی جاتی تھی۔'' ثانیہ نے فوراً ہی صفائی پیش کی۔

''ثانیہ منصور! آپ تو ابھی سے میرے کھانے پینے پر نظر رکھے ہوئے ہیں، بعد میں تو نوالے بھی گنا کریں گی۔'' نبیل نے مصنوعی خفگی سے ثانیہ کو دیکھا۔

''مجھے کیا ضرورت ہے آپ کے نوالے گننے کی؟''

''تم دونوں تو پھر لڑنے لگے ہو۔ یہ بیل کیسے منڈھے چڑھے گی؟''

''ہم لڑ تو نہیں رہے ڈیئر مادام! لڑنے کی پریکٹس کر رہے ہیں۔ خیر، ہماری لڑائی چھوڑیں، آپ نے کچھ کھانا پینا ہے یا نہیں؟'' نبیل نے فوراً موڈ بدلا۔

''میرا تو دل نہیں چاہ رہا۔ میں تمہارے لئے کچھ منگواتی ہوں۔ ثانیہ! جاؤ۔ سمجھ دار کے لئے اشارہ کافی ہوتا ہے۔ اسے یقیناً بھوک لگی ہے۔''

''مادام! اشارہ سمجھنے کے لئے سمجھ دار ہونا بھی تو ضروری ہے۔'' نبیل نے ثانیہ کو چھیڑا۔

''نبیل کیانی! آپ مجھے بے وقوف کہہ رہے ہیں؟'' ثانیہ خفگی سے کہتی سائیڈ چیئر سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔

''نہیں...... میں اشارہ نہ سمجھنے والے کو بے وقوف کہہ رہا ہوں۔ آئی تھنک مادام کو بھی جوس وغیرہ ضرور پینا چاہئے۔ آپ جائیں گی یا میں خود کچن میں چلا جاؤں؟'' نبیل نے جیسے اس کی کوتاہی جتائی۔

''جی نہیں۔ آپ تشریف رکھئے۔'' ثانیہ اسے جواب دیتی کمرے سے نکل گئی۔ کومل نے اسے سنجیدگی سے دیکھا۔

''تم ثانیہ کو اس طرح کیوں ٹریٹ کر رہے ہو نبیل؟''

''اس لئے کہ آپ لوگ اسے ریسپونسبل ہونے ہی نہیں دیتے۔ میں اپنے لائف پارٹنر کو اِل ریسپونسبل نہیں دیکھنا چاہتا۔ اسے اگر ابھی احساس نہیں دلایا جائے گا تو بعد میں اپنے گھر والوں سے جوتیاں مجھے کھانی پڑیں گی۔''

''اُفوہ...... کافی دُور کی سوچ رہے ہو، بیٹا! سمجھ جائے گی آہستہ آہستہ۔ تم پریشان مت ہو۔'' کومل نے اسے تسلی دی۔

''پریشان نہیں ہوں۔ بس مجھے اچھا نہیں لگا۔ آپ بیمار ہیں اور اسے گھر داری سے واقفیت

ہی نہیں۔ زیتون نے آتے ہی سب کچھ سنبھال لیا۔ آپ کی نند صاحبہ کچن میں اس کی ہیلپ کرنے کے بجائے یہاں آ کر براجمان ہیں۔"

"اچھا! بس بھئی۔ ابھی میں کسی کی شکایت سننے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔ لیکن فکر نہیں کرو، اسے تمہارے گھر بھیجنے سے پہلے پوری ٹرینڈ کر کے بھیجوں گی۔ او کے؟" کومل نے اس کا مسئلہ سمجھتے ہوئے حل پیش کیا تو وہ سر ہلا کر رہ گیا۔



اسفند ہاسپٹل سے واپس منصور ہاؤس چلا آیا تھا۔ دل میں اماں جان کی خفگی کا خوف بھی تھا، اسی لئے اپنے دو تین مریض دیکھ کر وہ شارٹ لیو لے کر گھر چلا آیا تھا۔

اماں جان حسب معمول تسبیح ہاتھ میں تھامے اپنے بستر پر نیم دراز تھیں۔ اس کے "السلام علیکم" کی آواز پر چونک اُٹھیں۔

"آ گئی تجھے میری یاد......؟" اماں جان اپنی نم آنکھیں دوپٹے سے صاف کرتی ہوئی شکوہ کناں ہوئیں۔

"اماں جان! آپ کوئی بھولنے والی ہستی ہیں؟......بس کچھ مجبوری تھی۔ پہلے تو یہاں مون کی حالت ہی بگڑ گئی تھی اور وہ یہاں رکنے پر ہی تیار نہیں تھا۔"

"خبر ہے مجھے۔ وہ بچہ اپنی ماں کی توجہ صرف اپنے لئے دیکھنا چاہتا ہے۔ یہاں آ کر اس کی ماں اس پر بھرپور توجہ نہیں دے پاتی، تبھی وہ اُلجھتا بگڑتا ہے۔ تم بھی تو ایسے ہی تھے۔ بلکہ اب تک ایسے ہی ہو۔"

"اچھا......میں بھی ایسا ہی تھا؟ آپ کو ایسے ہی تنگ کیا کرتا تھا، جیسے کہ مون اپنی ماما کو کرتا ہے؟"

"تو اور کیا؟......تم بھی اس گھر میں کبھی آتے تھے تو بیمار پڑ جاتے تھے۔ صوفیہ سے چھپتے پھرتے تھے۔ کبھی میری آغوش میں چھپتے تھے، کبھی اپنے دادا جان کی گود میں چڑھ جاتے۔ صوفیہ کو تمہارے رویے سے چڑ ہونے لگتی تھی۔ تبھی ہم تمہیں دوسرے دن ہی فارم ہاؤس پر لے جاتے تھے۔ تمہارے دادا جان کی تو جیسے تم میں جان تھی۔ وہ تمہاری بیماری پر خود ہلکان ہو جاتے تھے۔ جیسے کومل ہو جاتی ہے۔" اماں جان ماضی کے خوب صورت لمحوں میں گم تھیں۔ ان کے چہرے پر بہت خاص جذبے روشن تھے۔ اسفند ان کے قریب بیٹھ کر انہیں دیکھے گیا۔

"آئی ایم سوری اماں جان!" اسفند نے فرطِ محبت سے ان کے ہاتھ تھام کر چومے اور عقیدت سے آنکھوں سے لگائے۔

"کس بات کی شرمندگی ظاہر کر رہے ہو؟" اماں جان نے اسے جانچتی نظروں سے دیکھا۔

"میں نے آپ کو بہت پریشان کیا ہے۔ میں آپ کی محبتوں کا قرض کیسے چکا پاؤں گا؟"

"ارے ہٹو...... ماؤں کی محبتوں کا قرض چکانے کی کسی کی حیثیت ہوتی ہے؟ بات

کرتے ہو۔ مون کی طبیعت کا بتاؤ، کیسا ہے اب؟" اماں جان نے اس کے ہاتھوں کی گرفت سے اپنے ہاتھ چھڑائے اور پھر بستر میں تکیے کے سہارے اٹھ بیٹھیں۔

"مون تو ٹھیک ہی ہے، البتہ آپ کی بچی کی حالت کچھ بہتر نہیں ہے۔ رات بھر بے ہوش رہی ہیں۔ صبح مون نے فون کر کے مجھے بلایا تھا۔" اسفند نے انہیں مختصراً اس کی طبیعت کے بارے میں بتایا تو وہ آبدیدہ ہو گئیں۔

"نہ جانے کیسا نصیب ہے اس بچی کا بھی۔ کوئی سکون کی گھڑی ہی نہیں ہے اس کے مقدر میں۔ مجھے اس کے پاس لے چلو۔ اکیلی بچی کو کوئی سنبھالنے والا بھی نہیں۔" وہ کومل کی محبت مقدر پر شکوہ کناں ہوئیں۔ اسفند نے انہیں بستر سے اُترنے سے پہلے ہی روک دیا۔

"اماں جان! آپ وہاں جا کر کیا کریں گی؟......وہاں ثانیہ ہے، زیتون ہے۔ وہ اُس کی کیئر کریں گی۔ آپ وہاں جا کر ایسے ہی پریشان ہوں گی۔"

"واہ! یہ خوب کہی۔ میں وہاں جا کر کیا کروں گی؟ جب میں بیمار ہوتی تھی تو وہ بچی رات رات بھر جاگ کر میری تیمارداری کیا کرتی تھی۔ میں اس کا ڈھارس دینے بھی اس کے پاس نہ جاؤں؟ سارا زمانہ وہاں پہنچ گیا، میں ہی نہ جاؤں۔" اماں جان خفگی دکھاتی اُٹھ گئیں۔

"اچھا، پلیز ناراض نہ ہوں۔ میں لے چلتا ہوں وہاں آپ کو۔ آئی ڈونٹ نو، اس میں ایسا کیا ہے، جو سبھی کے دل کے تار اُس سے جڑے ہیں۔ ہر کوئی اس کے لئے بے چین و بے قرار ہے۔" اسفند نے انہیں کندھوں سے تھام کر منایا اور اپنے دل کی بات دوسروں پر عیاں کی۔

"محبت ہے اس میں۔ خلوص ہے، وفا ہے، حیا ہے۔ مگر تمہاری ماں کو اس کی قدر نہیں۔ بدنصیبی ہے ہماری کہ ہم کسی کی قدر نہ کریں اور اپنی انا کی سربلندی کے سامان کرتے کرتے ایک دن کسی گہری کھائی میں اُتر جائیں۔"

اماں جان کا فلسفہ آسان بھی تھا اور پُراثر بھی۔ اسفند نے دل سے اتفاق کیا۔ مگر زبان تو ابھی کچھ کہنے کی سکت ہی نہیں رکھتی تھی۔



رات تک کومل کی بیماری کی خبر سبھی کو پہنچ گئی تھی۔ سبھی وہاں آئے تھے، سوائے صوفیہ منصور کے۔ اسفند بھی اماں جان کے ساتھ آ کر کافی گھنٹے وہاں رہا تھا۔

کومل کے گرد اتنے لوگوں کا ہجوم اسے بحیثیت ڈاکٹر پسند نہیں آ رہا تھا۔ مگر وہ کسی کو بھی ٹوکنے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔ کیونکہ دونوں بہنوں کے سسرالی وہاں جمع کومل کی دلجوئی میں مصروف تھے۔

نبیل تو صبح سے کہیں گیا ہی نہیں تھا۔ قدسیہ کیانی بھی شام سے آئی ہوئی تھیں۔ سبھی کو کومل کی حالت پر تشویش تھی۔ مون تو صبح سے اس کے پہلو میں اس طرح دبک کر بلکہ اسے پکڑ کر لیٹا ہوا تھا، جیسے کہ وہ اسے کہیں چھوڑ کر چلی جائے گی۔ منصور احمد کی آمد پر اسفند نے ان سے مدد طلب کی۔

''پاپا! آپ ہی سب کو سمجھا سکتے ہیں۔ کومل کی کنڈیشن ایسی نہیں ہے کہ وہ اتنا زیادہ بولیں۔ سب سمجھ کیوں نہیں رہیں کہ ان کا نروس سسٹم ڈسٹرب ہے۔''

''سنی! سب اتنی محبت سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اب کیا کہا جائے؟ ویل، میں کچھ کرتا ہوں۔ تمہیں کومل کو کچھ دن کے لئے ہاسپٹل میں ایڈمٹ کروا دینا چاہئے تھا۔ یہاں تو یہی سلسلہ رہے گا۔'' دونوں باپ بیٹا لاؤنج میں بیٹھے تھے۔

''اس وقت تو ٹریٹ منٹ ضروری تھی، جو کہ فوراً میں نے کر دی تھی۔ بعد میں کومل جانے پر تیار نہیں تھیں اور مون بھی پریشان ہوتا انہیں ہاسپٹل میں دیکھ کر۔''

''تمہاری ماں کو اطلاع نہیں ہے؟'' منصور احمد نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''مما کو صبح ہی میں نے بتا دیا تھا۔ آپ ٹینشن نہ لیں پاپا! یہ جلدی امپروو کر لیں گی۔''

''اِن شاءاللہ۔'' منصور احمد اُمید و یقین کا مظاہرہ کرتے واپس کومل کے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔



''چاچو! آپ یہ پھول کس کے لئے لے رہے ہیں؟......... مجھے فلاورز نہیں چاہئیں۔ مجھے آئس کریم لینی ہے۔ بڑا کھانا ہے۔''

مون، اسفند کے ساتھ کومل کی میڈیسن لینے آیا تھا۔ تین دن میں واقعی کومل کافی بہتر ہو گئی

تھی۔ سبھی کی محبتوں نے اسے بہلا لیا تھا۔ تبھی وہ آج بستر سے اٹھ کر لان میں آئی تھی اور اسفند اظہارِ محبت کے طور پر اسے پھول پیش کر کے حالِ دل سنانا چاہتا تھا۔

''یہ تمہاری ماما کے لئے ہیں۔ اور تمہاری ماما نے تمہیں آئس کریم کھانے سے منع کیا ہے۔''

''چاچو! ماما کو مت بتائیے گا۔ اور ماما کے لئے یہ فلاورز مت لیں۔ وہ کسی سے بھی فلاورز نہیں لیتیں۔'' مون اپنی فرمائش کے رد کئے جانے پر قدرے خفگی سے بولا۔

''کیوں نہیں لیتیں؟ کل نبیل بھی تو لے کر آیا تھا۔''

''وہ انکل نبیل تو ثانی پھپھو کے فیانسی ہیں، اس لئے انہیں کچھ نہیں کہا۔ مگر آپ کو ڈانٹ دیں گی۔ پھر آپ کو فیل ہو گا۔'' مون نے اپنے طور پر اسے آگاہی دی۔

اسفند نے اسے قدرے حیران ہو کر دیکھا۔ مگر وہ اس کے لئے گلابی گلاب کا خوبصورت بکے خرید چکا تھا، پچھلی سیٹ پر رکھتے ہوئے لاپروائی سے بولا۔

''میں ان کی ڈانٹ کھا لوں گا۔ ڈونٹ وری مائی سویٹ ہارٹ!''

''مجھے بھی اچھا نہیں لگے گا چاچو! ماما آپ کو ڈانٹیں گی تو۔''

''رئیلی؟......... آئی لو یُو (I love you)'' اسفند نے فرطِ محبت میں اسے بے اختیار چوما پھر گاڑی اسٹارٹ کی۔

''مون! تم ہمیشہ میرے ساتھ رہنا چاہتے ہو؟''

''ہمیشہ......... فار ایور.........؟'' مون نے اسے ناسمجھی سے دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

''یس۔ فار ایور......... میں تمہیں اپنے ساتھ اپنے کمرے میں رکھنا چاہتا ہوں۔''

''نو......... میں دادو کے گھر نہیں رہنا چاہتا۔ ہمارا اپنا گھر ہے......... اور پھر ہم اب یہاں سے جا بھی رہے ہیں۔ میں آپ کے ساتھ کیسے رہ سکتا ہوں؟ میری ماما بیمار ہیں۔ مجھے صرف اپنی ماما کے ساتھ رہنا ہے۔'' مون کے چہرے پر ناپسندیدگی واضح تھی۔ وہ جس طرح بات کر رہا تھا، اس کی عمر کے بچے اس عمر میں ایسی گہری باتیں نہیں کیا کرتے تھے۔

''اور اگر میں تمہارے ساتھ تمہارے گھر میں رہنے آ جاؤں تو؟'' اسفند نے کچھ توقف سے سوال بدل کر پوچھا۔

''آف کورس......... وائے ناٹ......... مگر چاچو! دادو آپ کو ہمارے گھر آنے دیں گی؟ وہ آپ سے ناراض نہیں ہوں گی؟......... وہ تو ثانی پھپھو سے بھی ناراض ہوتی ہیں، جب وہ ہمارے گھر میں رہنے آتی ہیں۔'' مون کا ذہن ہر معاملے میں تیز تھا۔ ماحول نے اُسے وقت سے پہلے بہت زیادہ حساس بنا دیا تھا۔ بڑوں کے رویے اس پر گہرا اثر چھوڑ گئے تھے۔

''آئی ڈونٹ کیئر... تم بتاؤ، تمہاری ماما مان جائیں گی، مجھے اپنے گھر میں رکھنے کے لئے؟''

''آئی ڈونٹ نو۔ ماما سے پوچھنا پڑے گا۔ وہ آپ سے ناراض کیوں ہیں چاچو؟.........

آپ مجھے اپنے گھر لے گئے تھے، اس لئے؟'' مون خود ہی سوال کر رہا تھا اور خود ہی جواب دے رہا تھا۔

اسفند نے گاڑی چلاتے چلاتے اس کا سر تھپکا۔

''شاید......مگر میں اب تمہیں منانا چاہتا ہوں۔ تم میری ہیلپ کرو گے؟''

''آپ ان سے سوری کرلیں، وہ مان جائیں گی۔''

''اوکے۔ میں کہہ دوں گا۔ مگر آپ مجھے پہلے آئس کریم کھلائیں۔''

''اوہ......رشوت مانگ رہے ہو۔ ویل، پھر اپنی ماما سے خود نمٹنا۔''

''ماما مجھے کچھ نہیں کہیں گی۔ مائی ماما از بیسٹ آف دی ورلڈ۔''

''آئی نو......'' اسفند نے مسکراتے ہوئے گاڑی سڑک کے ایک طرف پارک کی۔ وہاں ایک دو دکانیں تھیں۔ اسفند نے اسے وہاں سے آئس کریم لے کر دی۔ مون اپنی پسندیدہ آئس کریم لے کر بے حد خوش تھا۔



''کومل!......بچی! ابھی تمہیں احساس نہیں ہو رہا۔ وقت گزرے گا تو دیر ہو جائے گی بیٹا!'' اماں جان کومل کے کمرے میں اس کے پاس لیٹی تھیں۔ موضوعِ گفتگو پھر سے اس کی آئندہ زندگی تھی، جس کے لئے آج کل منصور احمد بھی پریشان تھے اور اماں جان بھی۔

''اماں جان! آپ کیوں مجھے وہ راہ دکھا رہی ہیں جس کی کوئی منزل نہیں؟'' کومل، اماں جان کے پہلو سے لگی ان کی نصیحتیں سن رہی تھی۔

''منزل تو یہ بھی نہیں ہے، جہاں تم ٹھہری ہوئی ہو۔''

کومل نے چونک کر ان کی جانب دیکھا۔

''اماں جان! آپ بھی یہی کہہ رہی ہیں؟...... یہاں سے آگے بڑھنے کا انجام آپ جانتی ہیں کیا ہوگا؟ مون سے دستبرداری۔ یہاں سبھی یہی چاہتے ہیں۔ اور اب آپ بھی......''

کومل کو دکھ و افسوس کا احساس بے چین کر گیا۔ اسے اماں جان سے یہ توقع نہیں تھی۔

''بیٹا! میری چاہت کا رنگ غرض سے ماورا ہے۔ حقیقت کو دیکھو، سمجھو۔ مون کے لئے زندگی قربان کرنے کے بعد تمہیں جو تسکین ملے گی، وہ عمر کے رائیگاں جانے کے ملال سے کم ہوگی۔ میرے تجربے سے سیکھو میری بچی! سب کی اپنی دنیا، اپنی زندگی ہے۔ چند لمحوں کی توجہ عمر بھر کی پونجی لٹانے کا خراج نہیں بنتی۔ یہ ایک سچی بات ہے۔ تم کب تک اپنے آپ کو مار کر چند لوگوں کی خوشی کی خاطر بے مطلب کی زندگی جیو گی؟'' اماں جان نے اپنے لہجے سے اسے بہت کچھ سمجھانے کی کوشش کی۔

''بے مطلب کی زندگی؟......اماں جان! میری زندگی کا مقصد ایک بچے کی پرورش، ایک نسل کی تربیت کرنا ہے، اسے منزل تک پہنچانا ہے۔ کچھ سال پہلے آپ سبھی نے مجھے یہ ذمہ

داری سونپی تھی اور اب آپ بھی مجھے میری ذمہ داری سے منہ موڑ کر آگے بڑھ جانے کا مشورہ دے رہے ہیں۔'' کومل حیرت و دکھ کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ اٹھ کر ان کے سامنے بیٹھ گئی۔

''وہ ہماری غلطی تھی۔ اور ہمیں اپنی غلطی پر شرمندگی بھی ہے۔ اپنے مفاد کے لئے ہم نے تمہیں پابند کر کے تم سے جینے کا حق ہی چھین لیا۔ منصور بھی تم سے شرمسار ہے۔ یہ اسی کی خواہش ہے کہ تم اپنی باقی زندگی اپنی خوشی سے بھرپور جیو۔ جب ہمارا مذہب ہمیں پابند نہیں کرتا تو پھر ہم کون ہوتے ہیں، تم سے زندگی جینے کا حق چھیننے والے۔''

''سوری اماں جان! میں ایسا نہیں کر سکتی۔ میری زندگی کی ساری خوشیاں اسی گھر اور مون سے وابستہ ہیں۔ میں یہاں سے آگے بڑھنے کا سوچ سکتی ہوں نہ راستہ بدلنے کا۔ میرے لئے میرا یہ گھر جنت ہے۔ اور جسے دنیا میں جنت مل گئی ہو، وہ اس سے آگے کہاں جائے گا؟ پاپا سے کہئے گا، مجھے میری جنت سے نکلنے کا مشورہ نہ دیں۔ ہو سکے تو اس کی سلامتی کی دعا کریں۔'' بولتے بولتے کومل کا لہجہ ہی نہیں۔ آنکھیں بھی نم ہو گئیں۔ وہ اپنے اشک چھپانے کو باتھ روم میں جا کر بند ہو گئی۔



شام کا وقت تھا۔ کومل اپنی لایعنی سوچوں میں گھری لاؤنج میں بیٹھی تھی۔ ثانیہ اور مون، نبیل کے ساتھ آؤٹنگ کے لئے کچھ دیر پہلے ہی گئے تھے۔ اسفند بھی ہسپتال سے فارغ ہو کر آ چکا تھا اور اب اماں جان کے کمرے میں تھا۔ زیتون کو اس نے آج ہی زبردستی بھجوایا تھا۔ کومل کو صوفیہ منصور کے آنے کی خبر ہی نہیں ہوئی۔ وہ تین دن بعد اس کی مزاج پرسی کو آئی تھیں۔

''لو......تم تو یہاں بالکل ٹھیک بیٹھی ہو۔ منصور نے خوامخواہ گھر سر پر اٹھا رکھا تھا۔''

''مما!......آپ؟'' کومل کی آواز نے جیسے اُس کا ساتھ نہیں دیا۔

''السلام علیکم!'' سلام کرتے ہوئے بھی اس کی آواز گُھٹ رہی تھی۔

''وعلیکم السلام۔ کہاں ہیں تمہارے تیماردار؟......میرا گھر سُونا کر کے سبھی نے یہاں ڈیرے جما رکھے ہیں۔''

صوفیہ کے لہجے میں عجیب سی کاٹ تھی۔ کومل کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ انہیں کیا جواب دے۔

''کیا ٹینشن ہے تمہیں......سبھی کو پریشان کر دیا ہے تم نے۔ ایسی کیا آفت آ گئی تھی تم پر جو تم نے سارے خاندان کو جمع کر لیا۔''

کومل ان کے طنز کو سمجھنے کے باوجود کچھ کہنے کی پوزیشن میں نہیں تھی۔ اسفند کسی کام سے اماں جان کے کمرے سے نکل کر آیا تھا۔ صوفیہ منصور کی آواز نے اسے کوریڈور میں ہی ٹھٹک کر کھڑے ہونے پر مجبور کر دیا۔

''مما! آپ بیٹھ تو جائیں۔'' اُن کی باتوں کے جواب میں کومل نے فقط اتنا کہا۔ صوفیہ

بحالت مجبوری صوفے پر ٹِک گئیں۔

''ثانیہ کہاں ہے؟ اسے بلاؤ۔ میں اسے لینے آئی ہوں۔'' صوفیہ منصور کا رویّہ بالکل بدلا ہوا تھا۔

''مما! وہ مون کے ساتھ اس کی ضد پر گئی ہے۔ ابھی آتے ہیں وہ لوگ۔'' کومل نے ڈرتے ڈرتے بتایا۔

''اور کون ہے ان کے ساتھ؟...... نبیل؟...... تم اچھی طرح جانتی ہو، یہ بے غیرتی مجھے پسند نہیں ہے۔ تم نے کس کی اجازت سے اسے نبیل کے ساتھ بھیجا ہے؟'' صوفیہ منصور کے تیور مزید بگڑ گئے۔

''ابھی سب کچھ یک طرفہ ہوا ہے۔ اور تم نے ان کی ملاقاتیں کروانی شروع کر دیں۔ آخر تم نے اپنی اصلیت دکھانی شروع کر ہی دی۔

''مما!...... وہ مون ضد کر رہا تھا، ورنہ نبیل ایسا انسان نہیں ہے کہ کوئی غلط حرکت کرے۔ میں اسے اچھی طرح جانتی ہوں۔ اور پھر فی زمانہ اس طرح کی روک ٹوک کا کوئی جواز ہی نہیں بنتا۔'' کومل نے بمشکل یہ سب کہنے کے لئے ہمت پیدا کی۔

''ہاں...... تمہارا تو آزمایا ہوا ہے وہ۔ تم اس کی گواہی نہیں دو گی، پھر کون دے گا؟''

صوفیہ منصور کی بات نے اس کی دھڑکنوں کو ہی منتشر نہیں کیا، اس کے جسم میں گردش کرتے خون کو بھی اپنے شکوک کی آنچ پر اُبلنے پر مجبور کر دیا۔ کومل کا چہرہ اپنی اس بے عزتی پر گلابی سے سرخ پڑ گیا تھا۔

''اسفند کو معلوم ہے کہ اس کی بہن کسی کے ساتھ باہر گئی ہوئی ہے؟...... خیر اسے بھی تم نے اپنے حُسن کی پٹی باندھ کر اندھا بہرا بنا دیا ہے۔ اسے بھی فی الحال صرف تم ہی نظر آ رہی ہو، جبھی وہ بھی تین دن سے یہیں پڑا ہے۔ شہر میں کیا ڈاکٹرز کی کمی ہو گئی ہے جو......''

''مما! اِنف پلیز۔ آپ کس قسم کی باتیں کر رہی ہیں ان کے ساتھ؟ آپ نہیں جانتیں، یہ بیمار ہیں۔'' اسفند سے جب برداشت نہیں ہوا تو آگے بڑھ کر سامنے آ گیا۔

''اس کی بیماری کی آڑ میں کون کون کھیل کھیلے گا؟...... بہن کو فون کرو، فوراً واپس آئے۔ ابھی میں زندہ ہوں۔ اولاد کی بے راہ روی برداشت نہیں کروں گی۔'' صوفیہ منصور، اسفند کی موجودگی پر نہ چونکیں اور نہ ہی اپنے رویّے میں لچک پیدا کی۔ نہ جانے وہ دل میں کیا ٹھان کر آئی تھیں۔

کومل، اسفند کے سامنے آنے پر بیٹھی کی بیٹھی رہ گئی۔ ایسی بے عزتی اس کی کبھی نہیں ہوئی تھی۔ صوفیہ منصور نے اس کی تذلیل جس طرح کی تھی، اس پر اس کا دل چاہ رہا تھا کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔ درد کی نئی لہر اس کے وجود سے روح تک میں سرایت کر گئی۔

''ماما!...... دیکھیں، مجھے انکل نبیل نے اسکیٹنگ شوز لے کر دیئے ہیں۔'' اسی لمحے مون

دوڑتا ہوا اندر آیا۔ اس کے پیچھے پیچھے ثانیہ اور نبیل بھی تھے۔ اندر کا منظر کشیدہ لگ رہا تھا۔ اسفند، صوفیہ کے سامنے کھڑا تھا جبکہ صوفیہ تنی بیٹھی تھیں اور کومل سر جھکائے جیسے اپنے حواسوں میں نہ ہو۔

صوفیہ انہیں دیکھتے ہی کھڑی ہو گئیں۔

''تم اس لئے یہاں موجود ہو کہ ہماری آنکھوں میں دھول جھونک کر اس طرح خاندان کی عزت اُچھالتی پھرو؟...... جس کے اشاروں پر تم چل رہی ہو، اس کا کوئی خاندان ہوتا تو اسے خاندانی عزت و وقار کی پروا ہوتی۔'' صوفیہ منصور نے ثانیہ پر باقی بھڑاس نکالی۔

نبیل حیرت و ناسمجھی سے معاملہ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

''سنو لڑکے! ہمارے خاندان کے کچھ طور طریقے ہیں۔ ہماری بیٹیاں غیر لڑکوں کے ساتھ دندناتی پھریں، ہمیں گوارا نہیں۔ آئندہ ثانیہ کو کہیں بھی ساتھ لے جانے کی کوشش مت کرنا۔''

ثانیہ کچھ کہنے کی چاہ کے باوجود جیسے بول نہیں پا رہی تھی۔ اور نبیل اپنی توہین پر سر سے پیر تک سلگ رہا تھا۔ وہ بہت کچھ کہہ سکتا تھا، مگر اس کی نگاہ سر جھکائے بیٹھی کومل پر پڑی۔ نہ جانے اس پر کیا بیت چکی تھی۔ وہ فوراً ہی اس کی طرف لپکا۔

''آر یُو او کے مادام؟'' اسفند کو بھی جیسے احساس ہوا۔ صوفیہ اپنی کہہ کر ثانیہ کا ہاتھ تھام کر زبردستی لے گئی تھیں۔ نبیل نے پنجوں کے بل بیٹھتے ہوئے اس کا کندھا ہلایا۔

''وہاٹس ہیپنڈ؟''

''کومل! آپ اپنے کمرے میں جا کر آرام کریں۔'' اسفند نے فوراً ہی ہدایت دی۔ مگر وہ اپنی جگہ سے ہلی، نہ ہی اس نے زبان سے کچھ کہا۔

''ماما!...... کیا ہوا ہے؟...... آپ کی طبیعت پھر خراب ہو رہی ہے؟'' مون تشویش سے کہتا اس کے قریب آ کر پوچھنے لگا۔ دادی کی باتوں سے جیسے وہ بھی سہم گیا تھا۔

''آئی ایم آل رائٹ...... جاؤ تم کھیلو۔ اور پلیز اسفند منصور! آپ بھی یہاں سے چلے جائیں۔'' کومل اپنی جگہ سے اُٹھتی بہت سرد تاثر کے ساتھ بولی۔

اسفند اور نبیل نے ایک ساتھ چونک کر اسے دیکھا۔ مون بھی اپنی جگہ پر کھڑا سر اُٹھا کر اپنی ماما کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔

''ماما!...... آپ ٹھیک ہو نا؟...... پھر تو آپ بے ہوش نہیں ہو جائیں گی؟...... آپ کو دادو نے کچھ کہا ہے؟'' مون اپنی ماما کا بے تاثر چہرہ دیکھ کر روہانسا ہو رہا تھا۔ اسفند کو بھی اس کے ردِعمل کا خوف تھا۔ اُس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اسے اس لمحے اپنی بانہوں میں چھپا کر ساری دنیا سے دُور لے جاتا۔

''کومل پلیز! ڈونٹ سٹریس انی تھنگ۔ مما کی عادت ہے بنا سوچے سمجھے بولنے کی۔''

''پلیز نو ایکسپلینیشن...... بہت اچھی طرح جانتی ہوں، کس کی کیا عادت ہے۔ غلطی شاید

"میری ہی ہے۔" کومل کا لہجہ ابھی بھی سپاٹ تھا۔ کوئی سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ وہ کس انداز میں بات کر رہی تھی۔ اسفند کے خدشات مزید بڑھ رہے تھے۔ اگر اس بار وہ اعصابی تناؤ کا شکار ہو جاتی تو معاملہ نازک ہی نہیں، خطرناک بھی ہو جاتا۔

"مادام سسٹر! میری وجہ سے کوئی پرابلم ہوئی ہے؟" نبیل نے اپنے طور پر اسے اُکسایا۔ کومل کا رویہ اسے بھی تشویش میں مبتلا کر رہا تھا۔

"نہیں...... ریزن میں خود ہوں۔ پلیز نبیل! تم بھی ابھی چلے جاؤ۔ میں تنہا رہنا چاہتی ہوں۔" کومل نے اُسے مزید کچھ کہنے کا موقع دیئے بغیر قدم اپنے کمرے کی جانب بڑھا دیئے۔

مون "ماما...... ماما" کرتا اس کے پیچھے لپکتا چلا گیا۔ پہلا موقع تھا، کومل اسے توجہ دیئے بغیر بڑھتی چلی جا رہی تھی۔

"مادام لکنگ ناٹ ویل۔" نبیل جیسے خود سے بڑبڑایا۔ اسفند بھی جیسے چونک کر متوجہ ہوا۔

"یس...... انہیں تنہا چھوڑنا مناسب نہیں ہوگا۔ تم یہاں ٹھہر سکتے ہو؟" اسفند کی بات اس بار نبیل کو چونکا گئی۔ پہلی بار اسفند اس سے مخاطب ہوا تھا۔

"مادام نے مجھے جانے کے لئے کہا تھا۔ میں ٹھہر گیا تو وہ ناراض ہوں گی۔"

"اور میرا ٹھہرنا انہیں گوارا نہیں ہوگا...... ویل...... آئی ایم سٹے ہیئر...... تم جانا چاہو تو......" اسفند نے اپنے بالوں کو انگلیوں سے سلجھاتے ہوئے اسے کہا۔

نبیل کے پاس یہاں ٹھہرنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ کومل کے کہنے کے بعد وہ چاہ کر بھی رک نہیں سکتا تھا۔ حالانکہ وہ چاہتا تھا کہ وہ کومل کے پیچھے جائے اور اس کی ساری پریشانیاں سن کر دور کر دے۔ مگر اسفند کی موجودگی میں وہ محتاط ہو کر پلٹ گیا۔ کومل کی ذات کے احترام میں وہ کسی کی نظر میں بھی فرق نہیں دیکھ سکتا تھا۔



"مما!...... آپ نے اچھا نہیں کیا۔" ثانیہ گھر آتے ہی پھٹ پڑی۔ ڈرائیور کی موجودگی میں دونوں ہی خاموش رہی تھیں۔

"کومل بھابی کے ساتھ آپ کا جو بھی معاملہ ہے، آپ اس میں نبیل کو کیوں انوالو کر رہی ہیں؟"

"ثانیہ! تم چپ رہو تو بہتر ہے۔ ورنہ میں تمہارے وہ ہوش ٹھکانے لگاؤں گی کہ یاد رکھو گی۔" صوفیہ غصے سے پھنکاریں۔

"مما! آپ کے دل میں جو بھی ہے، ایک بار کر ہی گزریں۔ روز روز کے تماشے سے میں بھی تنگ آ گئی ہوں۔" ثانیہ کا لہجہ تلخی سے بھرپور تھا۔ صوفیہ سے اس کی بدتمیزی برداشت نہیں ہوئی۔

"بدتمیز!...... تمہیں اپنی ماں سے بات کرنے کی ذرا سی بھی تمیز نہیں ہے۔ تماشے تو تم اپنی بھاوج کے ساتھ مل کر دکھا رہی ہو...... دو دن نہیں گزرے اس لڑکے کو تمہاری زندگی میں آئے ہوئے اور تم اپنے ماں باپ کی عزت کا خیال کئے بغیر اس کے ساتھ سیر سپاٹوں میں مصروف ہو۔ تمہیں تو اپنے بھائی کا بھی خیال نہیں رہا یا پھر اپنی بھاوج کو موقع دے کر گئی تھیں کہ اب وہ اسے پھانس لے؟" صوفیہ منصور کے ذہن میں جو آ رہا تھا، وہ بول رہی تھیں۔ ثانیہ صدماتی کیفیت میں کھڑی سن رہی تھی۔ اس کی مہذب ماں کا ذہن آج کیسی گھٹیا باتیں اُگل رہا تھا۔

"فار گاڈ سیک، مما!...... چپ ہو جائیں۔ شرم آ رہی ہے مجھے آپ کی سوچوں پر۔ آپ اپنی بیٹی پر بھی تہمت لگا رہی ہیں اور بہو بیٹے پر بھی۔ آپ کو خدا سے ڈر نہیں لگتا؟ ہر رشتہ آپ کی نظر میں اس قدر مشکوک ہے کہ آپ اسے قابلِ اعتبار ہی نہیں رہنے دیتیں۔ ختم کیجئے یہ معاملہ اور منع کر دیجئے نبیل کیانی اور اس کے گھر والوں کو۔ مجھے کسی سے شادی نہیں کرنی۔" ثانیہ روتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف بھاگی۔ صوفیہ منصور کی باتوں نے اس کی روح تک کو مضطرب کر دیا تھا۔ اور صوفیہ منصور کا بس نہیں چل رہا تھا کہ جا کر اس کا چہرہ تھپڑوں سے بگاڑ دیں۔ وہ انہیں کیا کچھ کہہ گئی تھی اور وہ خود کچھ بھی نہ کر سکی تھیں۔ ان کا بی پی بڑھنے لگا تھا۔



"کیا ہو رہا ہے آخر؟...... صوفیہ کو کس نے حق دیا ہے کہ وہ کسی بے گناہ پر سرِ عام تہمت لگائے؟" اماں جان کو اسفند نے صورتِ حال سے آگاہ کیا تو وہ غم و غصے سے سلگتے ہوئے گویا ہوئیں۔

"سبھی لوگ تماشائی بنے رہیں گے؟...... کوئی اُس کی زبان بند نہیں کرے گا؟...... کوئی حق کا ساتھ نہیں دے گا؟...... ہاں، تم لوگ بھی تو اسی کے ہم نوا ہو۔ تمہاری نظر میں بھی اس کی کوئی عزت ہے نہ مقام۔ تمہارے لئے بھی وہ ایک مشکوک کردار کی عورت ہے، جو اپنی چالبازی سے تمہارے بھائی کی دولت ہتھیا کر کبھی بھی کسی ایرے غیرے کے ساتھ رفو چکر ہو جائے گی اور......" اماں جان بولتے بولتے ہانپنے لگی تھیں۔

"اماں جان! پلیز، آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ مگر اس طرح ہائپر مت ہوں۔ آپ کی بھی طبیعت بگڑ جائے گی۔ اور میرا یقین کریں۔ میں انہیں ایسا نہیں سمجھتا۔" اسفند نے انہیں بانہوں میں تھام کر صفائی پیش کی۔ مگر وہ کچھ سننے پر تیار ہی نہیں تھیں۔

"کچھ سوچا ہے، تمہارے بھائی نے اسے کیا دیا تھا؟...... ایک بچے کی ذمہ داری اور اپنی ماں کی نفرتیں۔ اب تک وہ ثابت قدم ہے تو کیوں؟...... اس لئے کہ اسے وفا اور حیا آگے بڑھنے نہیں دیتی۔ میں تو اس کو کہتی ہوں، آگے بڑھ جاؤ۔ اور منصور تو اسی کوشش میں ہے کہ ہم اسے ان زنجیروں سے آزاد کر دیں جن میں جکڑے رہنے کے باوجود تم لوگ اسے سکون سے

اپنی سزا بھی نہیں کاٹنے دیتے۔'' اماں جان کومل کے درد سے چھلک پڑی تھیں۔ عجیب سی محبت تھی انہیں کومل سے۔ میٹھی، ٹھنڈی مٹی کی مہک سی محبت اُن کے وجود سے لہجے میں اُترنے لگتی تھی۔ کومل تھی ہی چاہے جانے کے قابل۔ مگر کوئی اس کا قدر دان تھا، نہ ہمدرد۔

''اماں جان! میری بات سنیں۔ میں غلط فہمیوں کا شکار تھا۔ میں اپنی غلطیوں پر نادم ہوں۔ مما کو بھی میں چپ کروادوں گا۔ آپ پریشان مت ہوں۔ میری زندگی کا اب کوئی اور مقصد ہی نہیں ہے جب تک کہ.......'' اسفند بہت یقین و اعتماد سے اپنی بات کہتا اماں جان کو حیران کر رہا تھا۔ وہ جہاں دیدہ تھیں، اس کی آنکھوں میں پچھتاووں کی آگ دیکھ رہی تھیں، جو اُسے رفتہ رفتہ خاک کیئے جا رہی تھی۔ اسفند کی بات ادھوری رہ گئی تھی۔ مون روتا ہوا اماں جان کے کمرے میں آیا تھا۔

''چاچو!....... میری ماما بہت رو رہی ہیں۔ وہ مجھ سے بات بھی نہیں کر رہیں۔ چاچو! میری ماما کبھی نہیں روتی تھیں۔ دادو نے انہیں رُلایا ہے۔ آئی ہیٹ دادو....... میں کبھی ان سے بات نہیں کروں گا....... ہم چلے جائیں گے یہاں سے....... پھر کبھی نہیں آئیں گے....... میں ماما کو ہمیشہ کے لئے لے جاؤں گا۔''

مون ادھر آیا بھی اور روتے روتے چلا کر واپس بھی چلا گیا۔ معصوم بچے کے ذہن میں صرف یہی بات تھی کہ اس کی دادی نے اس کی ماں سے کچھ کہا ہے تو وہ رو رہی ہے۔ اگر وہ حقیقت سمجھنے کے قابل ہوتا تو یقیناً اس سے بھی شدید ردِعمل دکھاتا۔

''جاؤ دیکھو....... بچہ دل برداشتہ ہو کر کچھ کر نہ لے۔'' اماں جان کے دل میں ہول اُٹھنے لگے۔ وہ کومل کے دکھ سے نکل کر مون کی فکر میں مبتلا ہو گئیں۔

''ماں بیٹے کا سکون ہی چھین لیا ہے....... جاؤ نہ! میری ہمت نہیں ہے کہ میں اس بدنصیب کا سامنا بھی کر سکوں۔'' اماں جان نے اسے دھکیلا تو وہ ہچکچاتا ہوا کومل کے کمرے کی طرف آ گیا۔ دروازہ کھلا تھا اور مون اپنی ماما کے سینے سے چمٹا روتے ہوئے سبھی کو برا بھلا کہہ رہا تھا۔ اسفند کو اس وقت دونوں کے درمیان جانا مناسب نہیں لگا۔ وہ وہیں سے پلٹ کر اماں جان کے کمرے میں آ گیا۔ وہ خود بھی کومل سے سامنا کرنے سے کترا رہا تھا۔

فون کی بیل مسلسل بج رہی تھی۔ دونوں ماں بیٹا ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے اپنے اپنے وجود کی طاقت کا احساس بخشتے ایک دوسرے کو حوصلہ دے رہے تھے۔

''مون! دیکھو، کس کا فون ہے؟'' کومل نے خود کو سنبھالتے ہوئے مون کو خود سے الگ کیا۔ مون نے بسورتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔

''بیٹا! دیکھو نا، کس کا فون ہے؟ میں ابھی کسی سے بات نہیں کر سکتی۔'' کومل نے ٹشو پیپر کی موٹی لیئر باکس سے کھینچی اور اس کے آنسو صاف کیئے۔ پھر اپنے چہرے پر نیا ٹشو پیپر لے کر رگڑا۔ مون چلتا ہوا ٹی وی ٹیبل کے پاس گیا اور پھر کومل کا سیل فون تھام کر سکرین پر آتا نام

پڑھا۔

''ماما!....... نبیل انکل کی کال ہے۔ اور میسجز بھی آئے ہوئے ہیں۔''

''انکل کا فون ریسیو کرو اور کہو کہ ماما واش روم میں ہیں۔ بعد میں بات کریں گی۔''

''بچے کو جھوٹ بولنا مت سکھائیں مادام!'' ادھ کھلے دروازے سے نبیل جھانک کر بولا تو کومل اور مون حیرت سے اس کی جانب تکنے لگے۔

''تم؟....... تم گئے نہیں؟....... میں نے کہا تھا نا کہ.......''

''آپ کی بات مانی تھی میں نے....... گھر سے پلٹ کر آیا ہوں واپس۔ فون کر رہا تھا اجازت کے لئے....... مگر آپ ریسیو ہی نہیں کر رہی تھیں۔ میرے دل میں سو طرح کے وہم آ رہے تھے۔ میں اسی لئے گھبرا کر واپس آیا ہوں۔'' نبیل نے وضاحت دی۔

''کیسے وہم؟....... حرام موت مرنا ہوتا تو اپنی سوتیلی ماں کے ظلموں پر ہی گھبرا کر خودکشی کر چکی ہوتی۔ ایسی کمزور نہیں ہوں میں۔ جینا جانتی ہوں۔'' کومل کے متورم چہرے پر نئے عزم، نئی امید کا رنگ پھیلا اسے مزید خوب صورت بنا رہا تھا۔

''سوتیلی ماں.......؟'' نبیل کو حیرت کا جھٹکا لگا تھا۔ کومل کی زندگی کی اس سچائی کا اسے علم ہی نہیں تھا۔ وہ تو اسے صوفیہ منصور ہی کے خاندان کا حصہ سمجھتا رہا تھا۔

''آپ نے کبھی بتایا نہیں مادام سسٹر!....... کہ.......''

''نبیل! لیو دِس ٹاپک۔ میں اس بارے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتی۔ بلکہ کسی بھی بارے میں نہیں....... آئی ہوپ یُو انڈر اسٹینڈ می۔''

''مادام! آپ مجھے اب تک غیر سمجھتی ہیں؟ اپنی تکلیف، اپنے دکھ مجھ سے شیئر کریں۔ میں آپ کا بھائی، آپ کا دوست ہوں۔ یقین کریں مادام! آپ کی معمولی سی تکلیف کا احساس بھی مجھے چین نہیں لینے دیتا۔''

''مجھے تم پر یقین ہے نبیل! اور تم جیسے بھائی کا مان ہی تو ہے جو میں پھر سے سنبھل گئی ہوں، ورنہ پرانے زخم کریدے جائیں تو زیادہ تکلیف دیتے ہیں۔ میں ابھی مزید کسی تکلیف کو سہنے کی سکت نہیں رکھتی۔'' کومل نے گہری سانس کھینچتے ہوئے ملتجی نظروں سے اس کی جانب دیکھا تو وہ سر ہلا کر رہ گیا۔ مون مسلسل اپنی ماما کی طرف متوجہ تھا۔

''مجھ پر بھروسہ کریں۔ آپ کی ساری تکلیفیں دُور کر دوں گا۔ اچھا اُٹھیں....... اس طرح یہاں گھٹ کر بیٹھیں گی تو پریشانی بڑھے گی۔ باہر چلتے ہیں کہیں۔'' نبیل نے اپنا اصرار ترک کر کے فوراً ہی پروگرام بنایا۔

''نہیں نبیل! آج اصرار مت کرنا۔ میں کہیں بھی جانے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔ نہ ہی میری کنڈیشن مجھے اجازت دے رہی ہے۔ تم مون کو لے جاؤ۔ مون کو اس ماحول کے اثر سے نکالنا ضروری ہے۔'' کومل نے دبی دبی زبان سے کہا۔ پھر مون کو مخاطب کر کے بولی۔

"مون! تم نبیل ماموں کے ساتھ آؤٹنگ کے لئے چلے جاؤ۔"
"ماموں.......کیا.......؟" مون اُلجھ کر پوچھنے لگا۔
"ماما کے بھائی کو ماموں کہتے ہیں۔ جیسے کہ بابا کے بھائی کو تم چاچو کہتے ہو، آج سے نبیل کو تم ماموں کہنا، اوکے؟" کومل نے اسے رسانیت سے سمجھایا۔ مون کے چہرے پر کشمکش تھی۔
"ماما!...... یہ تو انکل ہیں نا...... پھپھو کے فیانسی۔ پھر میرے ماموں......"
"میں کہہ رہی ہوں نا، یہ ماموں ہیں تو......" کومل اس کی کشمکش پر قدرے جھنجلائی۔ کچھ رشتوں کو نام دینا کتنا مشکل ہوتا ہے، کومل کو آج احساس ہو رہا تھا۔
"نو پرابلم یار! تم مجھے انکل ہی کہہ لو۔ میں تمہیں بھانجا کہوں گا۔ بتاؤ، ڈنر کے لئے چل رہے ہو، ماموں کے ساتھ؟" نبیل نے اسے پیار سے اپنے قریب کیا۔
"ہم شام کو آؤٹنگ کے لئے گئے تھے۔ ابھی میرا دل نہیں چاہ رہا۔ ماما گھر پر اکیلی رہیں گی۔"
"تمہاری ماما کو تو منا رہا ہوں۔"
"ماما! مجھے آپ کے پاس رہنا ہے۔ مجھے کہیں نہیں جانا۔" وہ کسی طرح بھی اپنی ماما کو چھوڑ کر جانے پر تیار نہیں تھا۔
"ٹھیک ہے...... ہم کل چلیں گے۔" کومل نے اسے دوبارہ اپنی آغوش میں سمیٹ کر گود میں بٹھالیا۔ نبیل اسے عقیدت سے دیکھتے ہوئے مسکرا دیا۔



کومل نے بظاہر تو خود کو سنبھال لیا تھا، مگر اس کے اندر جو ٹوٹ پھوٹ ہو رہی تھی، یہ وہی جانتی تھی۔ زندگی بھر کی ریاضت کا صلہ اس وقت رسوائی کی صورت میں ملے گا، وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ صوفیہ منصور کا رویہ بدل تو بہت پہلے گیا تھا مگر اس طرح اس کے سامنے ہی وہ اس کے کردار پر کیچڑ اُچھالیں گی، وہ سوچ کر ہی پریشان تھیں۔ اور ایسا صرف اسفند منصور کے رویے کی وجہ سے ہوا تھا۔ یقیناً اسفند منصور نے ہی ان کے دل میں بدگمانیاں بھری تھیں جو وہ اس رویے پر مجبور ہوئی تھی۔ کومل کو اندازہ نہیں تھا کہ اسفند منصور کے دل میں صوفیہ نے بدگمانیاں بھر کر اس سے متنفر کیا تھا۔

مون بے وقت سو گیا تھا اور کومل اپنی بے معنی سوچوں میں گھری ہوئی تھی۔ اس کی نظر اپنی آئندہ زندگی پر تھی۔ وہ ایک فیصلہ کر چکی تھی اور اس پر قائم بھی تھی۔ مون کی خاطر زندگی وقف کی تھی، وہ کسی بھی حال میں، کسی بھی صورت میں اسے تنہا چھوڑنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔ دنیا اسے کچھ بھی کہتی، کچھ بھی کرتی، اسے اس کے ارادوں سے باز نہیں رکھ سکتی تھی۔ وہ اپنی سوچوں میں اس قدر منہمک تھی کہ اسے اپنے کمرے کے دروازے پر ہونے والی دستک بھی سنائی نہیں دے رہی تھی۔ دروازے کا ہینڈل گھوما تو وہ چونک کر دروازے کی طرف متوجہ ہوئی۔

اچانک ہی اسے گھر میں موجود اماں جان کا خیال آیا تھا۔ کتنا وقت بیت گیا تھا اسے کمرے میں بند ہوئے۔ اس نے کبھی اپنی ذمہ داریوں کو فراموش نہیں کیا تھا۔ آج شام کے بعد رات بھی ڈھلنے لگی تھی اور وہ گھر میں موجود بہت عزیز ہستی کو بھول گئی تھی۔ اپنی کوتاہی پر اس نے خود کو ہی ملامت کی اور بہت دھیمے لہجے میں پوچھا۔
"کون ہے؟...... اماں جان؟" دروازہ بہت آہستگی سے کھلا اور پھر سامنے کھڑا اسفند منصور اسے حیران کر گیا۔
"تم......؟" کومل کی حیرت بجا تھی۔ وہ فوراً ہی بستر چھوڑ کر دروازے کی طرف بڑھی۔ مون کے اُٹھنے کا احتمال نہ ہوتا تو وہ اس کی صورت بھی نہ دیکھتی۔ "تم ابھی گئے نہیں؟"
"آر یو ویل......؟" اسفند کے لہجے میں فکرمندی تھی۔
"ڈونٹ وری اباؤٹ می۔" کومل کا لہجہ نہ چاہتے ہوئے بھی بلند ہو گیا۔ احساس ہوتے ہی وہ دروازے سے باہر نکل آئی۔ اپنے پیچھے اس نے بہت آہستگی سے دروازہ بند کیا تھا۔
"ازاے ڈاکٹر، آئی ایم وریڈ اباؤٹ یو۔ تم نے دوپہر سے کچھ نہیں لیا۔ تمہیں اپنی میڈیسن لینی ہیں، انجکشن لگوانا ہے۔"
"کوئی ضرورت نہیں ہے میرے بارے میں پریشان ہونے کی۔ شہر میں بہت ڈاکٹرز ہیں۔ مجھے ضرورت ہوگی تو میں اپنا علاج ان سے کروا لوں گی۔ تمہیں یہاں وقت برباد کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" کومل کوریڈور سے لاؤنج کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے خاصی درشتگی سے بولی۔
"گھر میں ڈاکٹر ہو تو شہر کے ڈاکٹرز کے پاس جانے کی کیا ضرورت ہے؟ تم کچھ کھا لو، پھر میں تمہیں انجکشن لگا دیتا ہوں۔ پانچ دن تک یہ انجکشن لگنے بہت ضروری ہیں۔" اسفند پر جیسے اُس کی درشتگی کا اثر ہی نہیں ہوا تھا۔
"اور کون رہ گیا ہے، جس کے سامنے مجھے ذلیل کروانا باقی رہ گیا ہے؟...... انہیں بھی بلوا لو اور اپنی حسرتیں پوری کر لو۔" کومل نے پلٹ کر اس کی طرف دیکھا۔
"میری حسرتیں؟" اسفند سمجھ کر بھی جیسے نہیں سمجھا۔
"تمہارا ان تماشوں سے ابھی دل نہیں بھرا؟...... جو چاہتے تھے، ہو گیا ہے۔ اب یہاں کیوں موجود ہو؟ خدا کے لئے اب میرا پیچھا چھوڑ دو۔ کیا مما کے بعد ساری دنیا کے سامنے میری رسوائی کا اشتہار لگوانا چاہتے ہو؟" کومل اپنی برداشت سے زیادہ چیخ کر بولی۔ اسفند منصور کے وجود نے اس کے مجتمع حوصلوں کو پھر سے بکھیرنا شروع کر دیا تھا۔
"ریلیکس...... مما کی باتوں کو دل پر مت لو۔ وہ غصے میں جو بھی بول کر گئی ہیں، ان کا کوئی مطلب نہیں۔ ان کے بارے میں پریشان ہو کر اپنی صحت خراب مت کرو۔"
"مطلب تو ان کی باتوں کے بہت سے ہیں۔ میں نا سمجھ نہیں ہوں، اسفند منصور!......

زندگی کی تلخ حقیقتوں کو آبِ شیریں سمجھ کر پینا سیکھا ہے میں نے۔ آنکھ کے اشارے میں چھپے مفہوم کا ادراک رکھتی ہوں۔ تمہاری سازش کامیاب ہو گئی ہے۔ اب کوئی ڈرامہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ شرافت سے یہاں سے چلے جاؤ، ورنہ......"

"ہماری بدگمانیاں اسی طرح بڑھتی رہیں تو زندگی اس سے بھی مشکل ہو جائے گی۔ تم ایک بار آرام سے بیٹھ کر میری بات سن لو کومل!" اسفند اس لمحے بالکل بدلا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ محبت اس کے چہرے پر پھیلی ہوئی تھی۔

"ڈونٹ کال مائی نیم......اور نہیں سننی مجھے تمہاری کوئی بات۔ میں پھر تم سے کہہ رہی ہوں، یہاں سے چلے جاؤ۔ اور آئندہ یہاں آنے سے پہلے اپنی مما کی پرمیشن لے کر آنا۔" کومل نے اس کی جانب سے رخ موڑ لیا۔ اس کا خوب صورت چہرہ اور سراپا اس لمحے اسے زہر لگ رہے تھے۔

"اپنی ذات کے لئے میں کسی کے فیصلے کا محتاج نہیں ہوں۔ محبت کرتا ہوں تم سے۔ تمہاری زندگی تباہ ہوتے نہیں دیکھ سکتا۔ میں اپنے کیے پر نادم ہوں۔ تلافی کرنا چاہتا ہوں۔ پلیز مجھے ایک چانس تو دو۔ میں اپنی صفائی پیش کرنا چاہتا ہوں۔"

"تم نے مجھے بے وقوف سمجھ رکھا ہے، جو تمہاری کسی بات پر اعتبار کروں گی؟ بہت دیکھے ہیں تم جیسے عورت کی مجبوری سے فائدہ اٹھانے والے۔" کومل نے اس کے سامنے آنے پر اسے ناگواری سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم نے سوچا ہو گا کہ اب تم اس طرح مجھے ایکسپلائٹ کرو گے......اور......"

"فار گاڈ سیک، کومل! مجھے اتنی بڑی گالی مت دو۔ میں کیسے تمہیں یقین دلاؤں کہ......"

"مجھے تم پر یقین نہیں ہے، اسفند منصور! تم وہی ہو، جس نے میری زندگی سے جینے کی آس چھین کر میری ممتا کو تڑپایا، میری روح کو اپنی بے بنیاد باتوں اور گھٹیا الزامات سے گھائل کیا۔ میں اس شخص کی محبت پر اعتبار کروں، جو اب بھی میرے لئے سازشوں کے جال بُن کر آیا ہے؟" کومل اس سے رخ موڑ کر پلٹی۔

"تم مجھے غلط سمجھ رہی ہو۔ میں وہ ہوں، جو تمہاری محبت میں اس وقت سے گرفتار ہوں، جب تم اس گھر میں بھی نہیں آئی تھیں۔ میرے بھائی سے تمہارا کوئی رشتہ نہیں بنا تھا۔ تمہاری آنکھوں سے بہنے والے اشکوں نے میرے گرد ایسی دیواریں کھڑی کر دی تھیں کہ میں ان پانی کی دیواروں میں قید ہو کر رہ گیا تھا۔" اسفند بے چینی سے کہتا پھر سے اس کے سامنے آ گیا۔ کومل نے حیرت سے اس کی جانب دیکھا۔ وہ کیا کہہ رہا تھا، وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔ ایک دفعہ پہلے بھی وہ اپنی محبت کا دعویٰ کر چکا تھا، جس پر کومل نے پہلے بھی یقین نہیں کیا تھا اور آج تو اس کی بات پر وہ ویسے بھی بھروسہ نہیں کر سکتی تھی۔

"بکواس نہیں کرو...... چلے جاؤ یہاں سے۔" کومل نے پھر سے اسے ڈپٹا۔

"ایسے نہیں جاؤں گا۔ جب تک تم میری محبت کا یقین نہیں کرو گی۔ آج مجھے موقع ملا ہے تو میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کومل! میں کس قدر تڑپا ہوں تمہارے لئے۔ تمہارے دکھ نے کتنے سال بے چین رکھا ہے۔ مجھے نہیں خبر تھی کہ تم میرے ہی گھر میں نئے رشتے میں بندھ کر موجود ہو گی۔ میں تو تمہیں اپنے اندر ہی کہیں کھوجتا رہا، تمہیں ڈھونڈتا رہا۔" اسفند کے لہجے میں سچائی تھی، مگر کومل اسے بے یقینی سے دیکھ اور سن رہی تھی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس شخص کا ہاتھ پکڑ کر اسے گھر سے باہر کر دے۔

"تم مجھ پر ایک نیا الزام لگا رہے ہو اسفند منصور! میری زندگی میں صرف اور صرف ایک مرد آیا تھا اور وہ تھا شافند منصور۔ تم سے میں تمہارے گھر میں اب ملی تھی۔ تم کیسے کوئی جھوٹا دعویٰ کر سکتے ہو؟ میں تمہیں نہیں جانتی تھی......اور......"

کومل نے اُلجھتے ہوئے پھر سے اس کے چہرے پر نگاہ ڈالی۔

"میرا دعویٰ محبت جھوٹا نہیں ہے کومل!...... تمہیں یاد ہو گا، شادی سے پہلے تم ایک بار روشنی کے ساتھ کسی ریسٹورنٹ کے پارکنگ میں کھڑی گاڑی میں رو رہی تھیں، میں ساتھ ہی اپنی کار میں تھا۔ میں نے تمہاری باتیں سن لی تھیں، مجھے تمہارے درد نے اس قدر بے قرار کیا تھا کہ نہ چاہتے ہوئے بھی تمہارے اشکوں میں بہہ کر میں تمہاری محبت کے سمندر میں ڈوب گیا تھا۔"

"مجھے تمہاری کوئی بات نہیں سننی۔ چلے جاؤ تم یہاں سے...... چلے جاؤ...... پہلے ہی تم مجھے مما کی نظروں میں گرا چکے ہو۔ اب اور کیا چاہتے ہو؟" اسفند کو اس نے ہاتھ سے پیچھے دھکیلا اور پھر وہ بے اختیار رونے لگی۔ اپنی بے بسی کا عیاں ہونا اسے کھل رہا تھا مگر وہ کیا کرتی۔ اس کی ہمت جواب دے گئی تھی۔ اعصاب چٹخنے لگے تھے، روح بے کل ہو رہی تھی۔

"میرا اعتبار کرو کومل!...... مما کے کسی عمل کا میں ذمہ دار نہیں ہوں۔ ان کی تم سے اپنی کوئی جنگ ہے، جس میں وہ تمہیں ہرا کر نہ جانے کیا منوانا چاہتی ہیں۔" اسفند نے آگے قدم بڑھا کر روتی ہوئی کومل کو تھام کر بٹھانا چاہا۔ مگر وہ بدک کر اس سے دور ہٹ گئی۔

"تم بھی مجھ سے کچھ نہ کچھ منوانا چاہتے ہو۔ جو چاہتے ہو، ایسا کبھی نہیں ہو گا۔ مون کو مجھ سے کوئی نہیں چھین سکتا۔ میں کسی کو بھی یہ حق نہیں دوں گی کہ وہ مون کی زندگی سے کھیل سکے۔ چلے جاؤ اسفند منصور! ورنہ میں کچھ کر گزروں گی۔" کومل روتے روتے ایک دم جارحانہ انداز میں اِدھر اُدھر کچھ ڈھونڈنے لگی۔ اسفند کو اس کی کیفیت نے یک دم خاموش کروا دیا۔ وہ جس جنونی کیفیت میں تھی، امکان تھا کہ وہ واقعی خود کو کوئی نقصان پہنچا لے گی۔ اس کی بہتری کی خاطر اسفند نے اس کے سامنے سے ہٹ جانا ہی بہتر جانا۔

وہ پلٹا تو لاؤنج کے اندرونی دروازے پر اماں جان کھڑی تھیں۔ صاف ظاہر تھا، وہ بھی کچھ سن چکی تھیں۔ وہ اس وقت ان کا بھی سامنا کرنے کی سکت نہیں رکھتا تھا۔ اُلٹے قدموں باہر

کی طرف بڑھتا چلا گیا اور کومل لاؤنج میں بچھے کارپٹ پر دوزانو بیٹھ کر روتی چلی گئی۔ اس کی جذباتی کیفیت اچھی تھی نہ ہی اعصابی۔ دل میں بھی عجب سا تناؤ پیدا ہوتے ہوتے اسے نئے درد سے آشنا کر رہا تھا۔

کچھ لمحوں بعد ہی وہ درد سے نڈھال ہو چکی تھی۔ اماں جان، اسفند کے جاتے ہی اس کی طرف لپکی تھیں۔ جل بن مچھلی کی طرح تڑپتی کومل نے ان کے ہاتھ پاؤں پھلا دیئے تھے۔ وہ سمجھ نہیں پا رہی تھیں کہ کیا کریں۔ گھر میں اب کوئی نہیں تھا، جو ان کی مدد کو آتا۔ وہ نیم شکستہ قدموں سے اِدھر اُدھر پھر رہی تھیں مگر سجھائی کچھ نہیں دے رہا تھا۔ آخر وہ اللہ سے دعا کرنے لگیں۔

یا اللہ! کوئی مددگار بھیج دے۔ میں بے بس عاجز کیا کروں؟ اس بچی کی زندگی پر رحم فرما میرے مولا! کوئی تو آ جائے...... کسے بلاؤں؟...... یہ لڑکا بھی اس وقت نہ جانے کہاں نکل گیا ہے۔ اچانک ہی انہیں مالی بابا کا خیال آیا تو وہ بے اختیار باہر کو لپکیں۔

''مالی!...... چوکیدار!'' ان کی ضعیف آواز اونچا بولنے کی وجہ سے لڑکھڑا گئی تھی۔ مالی بابا دوسری پکار پر دوڑے چلے آئے۔

''کیا ہوا بڑی بی بی؟''

''بچی کی طبیعت خراب ہو گئی ہے۔ کسی کو بلاؤ، بچی کو ہسپتال لے جانا ہے۔''

''بی بی کی طبیعت پھر خراب ہے؟...... اسفند صاحب کو بلاؤں؟'' مالی بابا بھی سن کر پریشان ہو گئے۔

''وہ تو چلا گیا ہے۔ تمہارے پاس نمبر ہے تو جلدی فون کرو، وہ ابھی راستے میں ہی ہو گا۔'' اماں جان بولتے بولتے ہانپنے لگی تھیں۔

''وہ گھر پر ہی ہیں۔ انیکسی کی طرف گئے ہیں۔''

''اچھا!...... تو پھر جاؤ، اسے بلاؤ۔ دیر نہ کرو۔'' اماں جان کہہ کر واپس پلٹ گئیں۔



''آئی ایم سوری نبیل!'' ثانیہ نے خود کو سمجھانے کے بعد نبیل کو فون کیا تھا۔

''سوری فار واٹ؟'' نبیل کا لہجہ بے تاثر تھا۔

''مما نے شام جس طرح بی ہو کیا، میں اس پر شرمندہ ہوں۔ ان کی نیچر ایسی نہیں تھی، مگر نہ جانے کیوں وہ ہائپر ہو گئی تھیں۔ ایکچو لی ان کا بی پی شوٹ کر جاتا ہے۔''

''نو ایکسپلینیشن...... میں خود بھی بہت شارٹ ٹمپر ہوں۔ مادام کا خیال نہ ہوتا تو بہت اچھا جواب تھا میرے پاس بھی۔'' نبیل کی خفگی اس کے لہجے سے عیاں تھی۔

''مما کا ملی بھابی سے کوئی کلیش ہے۔ وہ ان کے ساتھ کسی کو بھی کلوز دیکھتی ہیں تو اسی طرح ری ایکٹ کرتی ہیں۔ کچھ مس انڈر اسٹینڈنگ ہو گئی تھی انہیں، اس لئے وہ......''

ثانیہ اپنے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر صفائی دے رہی تھی۔ زندگی میں ایک شخص کے خواب دیکھنے کے بعد وہ کسی اور کا تو تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔

''میں کہہ رہا ہوں نا، صفائیاں مت دو۔ مجھے کسی قسم کی وضاحت نہیں چاہئے۔ مادام کے حوالے سے اپنی مما کو بتا دو کہ وہ انہیں تنہا مت سمجھیں۔ میں نے انہیں بہن صرف زبان سے نہیں کہا، دل سے بھی مانتا ہوں۔ اور ان کے لئے کچھ بھی کر سکتا ہوں۔ اگر کبھی مجھے ان کے لئے کسی کو چھوڑنا بھی پڑا تو میں ایسا بھی کر سکتا ہوں۔''

نبیل کے اٹل کھرے لہجے میں اس کے ارادے کی پختگی بھی جھلک رہی تھی۔ ثانیہ کا دل جیسے بند ہوتے ہوتے چلنے لگا۔

''مجھے...... بھی......؟'' ثانیہ نے ایک بار پھر آزمایا۔

''ہو سکتا ہے۔ اگر تمہاری مما کا یہی رویہ رہا...... تو......'' نبیل نے کہتے ہی فون کا رابطہ منقطع کر دیا۔



"حسنین! لُک ایٹ مائی پیشنٹ پلیز۔" اسفند بے ہوش کومل کو گاڑی میں ڈال کر اپنے اور حسنین کے مشترکہ کلینک میں لے آیا تھا۔ آج کل وہ خود تو کلینک نہیں آرہا تھا اور ہاسپٹل سے بھی اس نے ایک ہفتے کے لئے رخصت لے رکھی تھی۔ قسمت سے حسنین ابھی کلینک میں ہی تھا۔

"یور پیشنٹ؟...... ہُو اِز......؟" حسنین نے اپنی سیٹ سے اُٹھتے ہوئے سرسری طور پر استفسار کیا۔

"مائی فیملی ممبر۔ پلیز ہری اپ۔" وہ دونوں تیزی سے چلتے ایمرجنسی روم کی طرف آگئے۔

دو مستعد نرسیں اسے بیڈ پر لٹا کر ابتدائی طبّی امدادی کارروائی کر رہی تھیں۔

حسنین فوراً ہی اپنے ماہرانہ انداز میں بڑھا اور اسٹیتھو سکوپ لگا کر اس کا چیک اپ کرنے لگا۔ گلابی موم اور کانچ کے امتزاج سے بنا دلکش وجود زندگی کی حرارت سے محروم ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔ اس کی دھڑکنیں ڈوب کر اُبھرتی تھیں اور پھر لمبے عرصے کے لئے ڈوب جاتی تھیں۔ دھڑکنوں کی مدھم رفتار تشویش ناک صورتِ حال کا پتہ دے رہی تھی۔ اسفند کی نگاہ کومل پر ٹکی تھی۔ حسنین نے مدھم آواز میں اُسے مریضہ کی حالت کے بارے میں بتایا تھا مگر وہ تو جیسے سن ہی نہیں رہا تھا۔ حسنین کو جب اس نے کوئی تاثر نہیں دیا تو وہ حیران ہو کر اسے چہرہ موڑ کر دیکھنے لگا۔

"کنڈیشن اِز ناٹ ویل۔" اس بار ڈاکٹر حسنین نے ذرا اُونچی آواز میں کہا تو اسفند نے چونک کر اس کی جانب دیکھا۔ "ہارٹ بیٹس ویری سلو..... نروس سسٹم بریک ڈاؤن ہے اور......"

"آئی ڈونٹ نو...... اسے ٹھیک کرو پلیز۔" اسفند کے چہرے کا رنگ اُڑا ہوا تھا۔ اس وقت وہ ڈاکٹر نہیں بلکہ ایک عام سا انسان محسوس ہو رہا تھا۔ "اسے کچھ نہیں ہونا چاہئے حسنین!"

"ٹیک اِٹ ایزی یار!...... اوکے، تم روم میں جا کر ریلیکس کرو۔ آئی وِل ٹرائی مائی بیسٹ۔" اسفند کی حالت بتا رہی تھی کہ اس کا مریضہ سے کوئی گہرا رشتہ ہے۔

"تم ٹریٹ منٹ شروع کرو...... میں یہیں ہوں۔" اسفند نے کچھ قدم بیڈ سے دور جاتے ہوئے کہا۔ ڈاکٹر حسنین کے لئے اسفند کا رویہ اور انداز بالکل نیا تھا۔ اسفند کو اس نے

کبھی کسی مریض کے لئے اس قدر پریشان نہیں دیکھا تھا۔ بہرحال حسنین نے اپنی صلاحیتوں کو آزماتے ہوئے اس کی ٹریٹ منٹ شروع کر دی تھی۔



نہ جانے کتنا وقت بیت گیا تھا۔ اسفند کی نگاہیں اس پر ٹکی تھیں۔ اس کی مدھم سانسیں آکسیجن ماسک لگنے سے معمول پر تو آگئی تھیں، مگر دل کی دھڑکن ابھی تک معمول پر نہیں آئی تھی۔ ڈاکٹر حسنین اسے کئی بار آرام سے بیٹھنے کا کہہ چکا تھا۔ مگر وہ اِدھر سے اُدھر جیسے چکراتا پھر رہا تھا۔ آخر ڈاکٹر حسنین اُسے زبردستی پکڑ کر لے گیا۔ کمرے میں لے جا کر قدرے برہمی سے بولا۔

"یار! ایسی دیوانگی کی وجہ کیا ہے آخر؟"

جواب میں وہ سر جھکا کر خاموش رہا۔

"ہُو اِز شی؟...... تمہاری سسٹر ہیں یا......" حسنین نے اپنا اندازہ لگایا۔

"نو...... شی اِز مائی......" اسفند کی زبان ساتھ نہیں دے رہی تھی۔ اسے کس رشتے سے متعارف کروائے۔ کسی رشتے کے بغیر اسے نامعتبر ٹھہرانا بھی گوارا نہیں تھا۔

"شی اِز مائی بردرز وِڈو۔" حسنین کی آنکھوں میں شک کی لہر دیکھ کر وہ حقیقت چھپا نہیں پایا تھا۔

"اوہ، آئی سی...... یہ پہلے بھی بیمار رہی ہیں؟"

"تین دن پہلے بھی ان کا نروس بریک ڈاؤن ہوا تھا۔ میں نے ان کی ٹریٹ منٹ کی تھی۔"

"ان پر کوئی پریشر ہے؟ کسی قسم کا دباؤ ہے ان پر؟" حسنین نے سنجیدگی سے استفسار کیا۔

"کچھ پرسنل میٹرز ہیں۔ میں ابھی ڈسکس نہیں کر سکتا۔ تم مجھے ان کی کنڈیشن کے بارے میں بتاؤ۔ امپروومنٹ کے لئے کتنا ٹائم چاہئے ہوگا؟"

"امپروومنٹ تو تب ہوگی، جب وہ آؤٹ آف پریشر ہوں گی۔ ان کی ہارٹ بیٹس پراپرلی رن نہیں کر رہیں۔ ان کی سینسز بھی صحیح طرح کام نہیں کر رہیں۔ اِٹس ناٹ ہیلتھی سائن۔"

حسنین کے غیر تسلی بخش جواب نے اسفند کے چہرے پر فکر و پریشانی بڑھا دی۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا، اس کے سیل فون کی ٹون بجنے لگی۔ دوسری طرف اماں جان تھیں۔ وہ انہیں اپنا نام لکھ کر دے آیا تھا۔

"جی اماں جان!...... آپ ٹھیک ہیں؟"

"میں اپنی کیا بتاؤں؟ یہاں یہ بچہ رو رو کر ہلکان ہو رہا ہے۔ اپنی ماں کے لئے ہڑک رہا ہے۔ مجھ سے نہیں سنبھلتا۔ تم آ کر لے جاؤ اسے۔ اپنی ماں کو دیکھے گا تو بہل جائے گا۔"

"اماں جان! آپ میری بات کرائیں مون سے۔" اسفند نے پریشانی میں سیل فون ایک

کان سے دوسرے کان کی طرف منتقل کیا۔

''چاچو!........ میری........ ماما........'' مون کی تیز روتی ہوئی، بلکتی ہوئی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔

''مون!........ میری جان!........ تمہاری ماما کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ میں انہیں ہاسپٹل لے کر آیا ہوں۔ تم روؤ نہیں۔ تم روؤ گے تو ماما کو پین ہو گی۔'' اسفند نے اسے پچکار کر بہلانے کی کوشش کی مگر وہ مزید شدت سے رونے لگا۔

''میری ماما کو پھر کیا ہو گیا؟........ کیا وہ بابا کی طرح مجھے چھوڑ جائیں گی؟''

مون کی بات اس کا دل دہلا گئی۔

''ایسا نہیں ہو گا بیٹا!........ آئی پرامس یو، ماما ٹھیک ہو جائیں گی۔ تم روؤ نہیں، میں تمہیں لینے آتا ہوں۔''

''چاچو! جلدی آئیں........ مجھے اپنی ماما کے پاس رہنا ہے........ میری ماما کو کچھ نہیں ہو گا نا چاچو؟''

''یس بیٹا!........ کچھ نہیں ہو گا۔ بس تم روؤ گے نہیں تو وہ جلدی ٹھیک ہوں گی۔'' اسفند کو اسے بہلانا مشکل ہو رہا تھا۔ اس دوران ڈاکٹر حسنین اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ عجیب حالت تھی اس کی۔ چہرے پر فکر و پریشانی کے علاوہ کسی ملال کا رنگ بھی تھا۔

فون بند کر کے گہری سانس کھینچ کر اسفند نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔ اندر ہی اندر پچھتاوے ڈس رہے تھے۔ کومل کی اس حالت کا ذمہ دار وہی تھا۔ رات اگر وہ زبردستی اُسے حالِ دل نہ سناتا تو وہ اس بری طرح ٹوٹ کر نہ بکھرتی۔ اسے سبھی کی بدگمانیوں نے توڑ دیا تھا۔ تبھی اس میں جینے کی اُمنگ نہیں اُٹھ رہی تھی۔

''کافی پیو اسفند! اس طرح پریشان نہیں ہوتے۔ اِن شاء اللہ وہ ٹھیک ہو جائیں گی۔''

حسنین نے مگ پر چمچ بجا کر اسے متوجہ کرتے ہوئے بات کی۔

''اِن شاء اللہ........ مجھے بھی پوری اُمید ہے۔ میں بس مون کی وجہ سے کچھ اپ سیٹ ہوں۔ میں اگر اسے یہاں نہیں لایا تو وہ باقی رات رو رو کر خود کو ہی نقصان پہنچا لے گا۔'' اسفند نے کافی کا مگ اپنے سامنے سے اٹھا لیا۔

''ہاں تو بلوا لو........ بچے کی موجودگی محسوس کر کے شاید تمہاری بھابی کی کنڈیشن چینج ہو جائے۔''

''مجھے خود جانا ہو گا........ ایکچولی کومل اور مون اپنے الگ گھر میں رہتے ہیں۔ وہاں ان دونوں کے علاوہ کوئی نہیں ہوتا........ میں........''

''میں نے تم سے کوئی وضاحت نہیں مانگی۔ لیکن تم یاروں سے جو چھپا رہے ہو، وہ چھپ نہیں رہا۔ ویل، تم سے بعد میں نمٹوں گا۔ ابھی تم جاؤ اور بچے کو فوراً لے کر آؤ۔'' حسنین نے

کرسی سے اٹھ کر اسے بھی اٹھایا۔

''تم غلط سمجھ رہے ہو حسنین! میرا ان سے ایسا ریلیشن نہیں ہے جسے چھپایا جائے۔''

''تبھی چار دن سے غائب ہو۔ فیملی کو فیس کرنا مشکل ہو رہا ہو گا، تبھی یہ انڈر پریشر ہیں۔''

''تم نہ جانے کیا باتیں کر رہے ہو۔'' اسفند نے قدرے زچ ہو کر جواب دیا۔

''میری باتیں ایسی مشکل بھی نہیں ہیں۔ اور نہ ہی تم کوئی انوکھا کام کر رہے ہو۔ موسٹلی ایسا ہی ہوتا ہے۔''

''بکواس نہیں کرو۔ تمہیں کچھ پتہ ہی نہیں ہے۔ ایسے ہی قیاس کر رہے ہو، جو بالکل غلط ہے۔''

''تو صحیح بات تم بتا دو۔'' حسین نے اُگلوانے کی کوشش کی۔

''ابھی اس کا وقت نہیں آیا۔'' اسفند کرسی سے اُٹھتے ہوئے بولا۔

''وقت تو آ گیا ہے اسفند! اور وقت ہی بتا رہا ہے کہ........ آئی ایم بیٹرلی انڈر اسٹینڈ کہ جب اس طرح کا کوئی ریلیشن بنتا ہے تو دنیا چیخنے لگتی ہے۔ انہی چیخوں سے پریشان ہو کر یہ حوصلہ ہار گئی ہیں اور تم کشمکش میں ہو۔''

اسفند نے اسے چونک کر دیکھا۔ اس کا اندازہ کچھ تو درست تھا۔ وہ تو واقعی کشمکش میں تھا۔ البتہ کومل کے حوالے سے اس کا قیاس بھی غلط تھا اور اندازے بھی۔

''تم صرف اندازوں پر بات کر رہے ہو حسنین! اس کے ہوش میں آنے کے بعد اس سے کوئی فضول بات نہ کرنا۔ یہ میری تم سے ریکویسٹ ہے۔ پلیز! شی اِز ناٹ انوالومی۔ اِٹس ریئلٹی (Reality)''

''اور تم........؟'' اسفند کے چہرے پر پھیلے کرب کو دیکھ کر حسنین نے پوچھا۔

''میری مت پوچھو۔ صدیوں سے شاید اسی کی چاہ میں ہوں۔ مگر اس کو مجھ پر یقین نہیں ہے۔'' اسفند زیادہ دیر تک حقیقت چھپا نہیں پایا۔ دوست ہمدرد ہو تو زخم چھپتے نہیں، درد عیاں ہو ہی جاتے ہیں۔''

''فکر نہ کر یار! ہم کس لئے ہیں؟ یقین دلا دیں گے۔'' حسنین نے اپنے انداز میں تسلی دی تو اسفند کے لبوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ اسی لمحے اُس کا سیل فون پھر بج اٹھا۔ کوئی نیا نمبر سکرین پر تھا۔

''یہ کون ہو گا؟........ ہیلو!........ اسفند منصور اسپیکنگ۔''

''میں نبیل بات کر رہا ہوں اسفند بھائی! مادام کو آپ کسی ہاسپٹل میں لے کر گئے ہیں؟''

''وہ یہاں ہمارے کلینک میں ہیں.... تمہیں کس نے بتایا؟'' اسفند نے اُلجھن سے پوچھا۔

''میں شمعون ہاؤس میں ہوں۔ مون نے مجھے کال کی تھی۔ وہ رو رہا ہے۔ اپ سیٹ

ہے۔ میں اسے لے کر آ رہا ہوں۔ آپ مجھے ایڈریس بتا دیں۔"ا

اسفند نے اسے ایڈریس سمجھایا۔ حسنین اس دوران اٹھ کر کومل کو دیکھنے چلا گیا تھا۔

مون نبیل کے ساتھ بھی روتا ہوا آیا تھا۔ نبیل بار بار اسے سمجھا رہا تھا۔

"مون! اس طرح روتے رہو گے تو تمہاری ماما کو تکلیف ہو گی۔ تم ان کے لئے دعا کرو۔ اللہ تعالیٰ بچوں کی دعائیں جلدی سنتے ہیں۔"

مون اپنی ماما کے بدن سے لپٹے مشینی تاروں کے جال دیکھ کر پریشان ہو گیا تھا۔ ای سی جی مشین پر ابھی تک اس کی دھڑکنوں کی نارمل کنڈیشن ظاہر نہیں ہوئی تھی۔ آکسیجن ماسک بھی اس کے چہرے پر تھا۔ بازو میں ڈرپ لگی ہوئی تھی۔

"میری ماما بھی یہی کہتی ہیں ماموں! میں آپ کو ماموں کہوں گا تو ماما خوش ہوں گی نا۔"

"آف کورس۔" نبیل نے ایمرجنسی روم سے نکلتے ہوئے اسے گود میں اٹھا کر بے اختیار چوما۔ سامنے سے ڈاکٹر حسنین اور اسفند بھی آ رہے تھے۔ ڈاکٹر حسنین، قدسیہ کیانی کا بھی معالج تھا۔ نبیل کو دیکھتے ہی شناسائی اس کی آنکھوں میں آ گئی۔

"تم...... یہاں؟...... اس وقت؟...... مسز کیانی کی طبیعت ٹھیک ہے؟"

"یس، یس...... مما بالکل ٹھیک ہیں۔ میری سسٹر...... آئی مین مون کی ماما یہاں ایڈمٹ ہیں۔ کومل شافند۔" نبیل نے فوراً وضاحت دی۔

"حسنین! یہ میرا بھتیجا ہے۔ شمعون۔" اسفند نے بھی بڑھ کر مون کو گود میں لیا۔

"ہوں...... تو یہ صاحبزادے ہیں، جنہوں نے اپنی ماما کو تنگ کر کے بیمار کر دیا۔ کیسے ہو لٹل بوائے؟"

"آئی ایم ناٹ فائن...... اپنی ماما کو میں نے بیمار نہیں کیا۔ میری ماما بہت زیادہ کام کرتی ہیں، اس لئے بیمار ہو گئی ہیں۔" مون نے بہت سنجیدگی سے منہ بسورتے ہوئے جواب دیا۔

"تمہاری ماما اتنا کام کیوں کرتی ہیں؟" ڈاکٹر حسنین انہیں اپنے کمرے میں لے آیا تھا۔ مون کو سامنے بٹھائے وہ دلچسپی سے پوچھ رہا تھا۔ مون کا رویہ اور ذہانت سے بھری آنکھیں خود بخود متوجہ کرتی تھیں۔

"اس لئے کہ میرے بابا نہیں ہیں اور میں ابھی چھوٹا ہوں۔ میں بڑا ہو جاؤں گا تو اپنی ماما کو آفس نہیں جانے دوں گا۔"

یہاں آ کر اپنی ماما کو دیکھنے کے بعد وہ سنبھل گیا تھا۔

"تمہاری ماما آفس جاتی ہیں؟" حسنین نے اپنی میز کے دراز سے اس کے لئے بسکٹ کا پیکٹ نکال کر اس کی طرف بڑھایا۔

"نو تھینکس۔ مجھے نہیں چاہئے۔" مون نے اس کے سوال کے جواب میں سر ہلا کر بسکٹ لینے سے انکار کیا۔

"ماما نے منع کیا ہو گا؟"

"یس...... ماما کہتی ہیں، کسی بھی اسٹرینجر (اجنبی) سے کبھی بھی کوئی چیز نہیں لینی چاہئے۔"

"میں تمہارے چاچو کا دوست ہوں...... تمہارے چاچو نے بتایا نہیں؟" حسنین نے اسفند کو گھور کر دیکھا۔ مون کی باتیں اسے محظوظ کر رہی تھیں۔

"یار!...... میرے بھتیجے کو پریشان نہیں کرو۔ مون نے اپنی ماما کو دیکھ لیا ہے۔ صبح تک وہ ٹھیک ہو جائیں گی۔ اب ہم گھر چلیں۔" اسفند نے مداخلت کر کے مون کو اپنی جانب متوجہ کیا۔ نبیل ایک طرف گہری سوچ میں تھا۔

"ماما بھی چلیں گی ہمارے ساتھ؟"

"نہیں...... ہم صبح دوبارہ آ جائیں گے۔ پھر ہم انہیں ساتھ لے کر جائیں گے۔"

"میں ماما کے بغیر نہیں جاؤں گا۔ مجھے ماما کے پاس رہنا ہے۔ مجھے ان کے بنا ڈر لگتا ہے چاچو!" مون نے صاف انکار کیا۔

"مون! گھر میں اماں جان ہیں۔ تمہیں کیوں ڈر لگے گا؟ میں بھی چل رہا ہوں تمہارے ساتھ۔"

"آپ پھر مجھے چھوڑ کر آ جائیں گے۔ میری مما کبھی مجھے تنہا نہیں چھوڑتیں۔" مون نے اپنے خفگی بھرے لہجے میں اسے اس کی کوتاہی جتائی۔ اسفند اسے بہلانے میں ناکام ہو کر خاموش ہو گیا۔ نبیل نے بھی واپس جانے سے انکار کر دیا۔



اگلی صبح اس کے ہوش میں آنے سے پہلے ہی منصور احمد، اماں جان اور تیمور احمد، سعدیہ تیمور، عزیزہ، ثانیہ بھی کلینک چلے آئے تھے۔

ڈاکٹر حسنین فجر کے وقت اپنے گھر گیا تھا۔ اسفند اور نبیل ایزی چیئرز پر ہی نیم دراز نیند سے جنگ کرتے کرتے آخر ڈھے گئے تھے۔ مون ضد کر کے کومل کے پہلو میں جا سویا تھا۔ کومل کے لئے آن ڈیوٹی نرس نے ہی ان کی رہنمائی کی تھی۔ چھ بیڈ کا یہ ایک ایمرجنسی کلینک تھا، جس کی سروس چوبیس گھنٹے ہوتی تھی۔ حسنین کے ساتھ اسفند کے علاوہ یہاں دو ڈاکٹر اور بھی دن کے اوقات میں ہوتے تھے۔

"یار! تم اچھے انسان ہو...... کم از کم ہمیں تو اطلاع دیتے۔ مون کہاں ہے؟ کومل کی کنڈیشن کیسی ہے؟" منصور احمد نے آتے ہی بیٹے پر چڑھائی کر دی۔

اسفند بھی کو دیکھ کر حیران و پریشان تھا۔ نبیل بھی آوازوں پر چونک کر جاگ گیا تھا۔

"پاپا!...... رات کو بھی پریشان ہوتے۔ ڈونٹ وری۔ شی از آؤٹ آف ڈینجر ناؤ...... دو تین گھنٹے میں ہوش آ جائے گا۔"

"مجھے یہی اندیشہ تھا۔ اس کے نازک کندھوں پر ہم لوگوں نے ضرورت سے زیادہ ذمہ داری ڈال کر اسے وقت سے پہلے ہی کمزور بنا دیا۔" منصور احمد تاسف سے بولے۔ اس وقت کسی کے پاس کچھ بھی کہنے کے لئے نہیں تھا۔



کومل کو ہوش آیا تو خود کو اجنبی ماحول میں دیکھ کر پہلے تو وہ سمجھ ہی نہیں پائی کہ وہ کہاں ہے۔ ذہن بوجھل تھا اور اعصاب میں ہنوز اِک تناؤ سا باقی تھا۔ اس کے پہلو میں مون کا حرارت آمیز وجود اسے جلد ہی حواسوں میں لے آیا۔ ہسپتال کے مخصوص ماحول کے باوجود اسے اپنے یہاں ہونے کی وجہ جیسے سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

تھوڑی دیر میں ہی باری باری سب لوگ وہاں چلے آئے تھے تو اسے یاد آیا کہ رات وہ ایک ناآشنا درد سے نڈھال ہو کر اپنے ہی گھر کے لاؤنج میں جیسے ڈھے گئی تھی۔ پھر اس کے بعد نہ جانے کیا ہوا تھا، کون اسے یہاں تک لایا تھا؟...... اسے ہوش میں دیکھ کر سبھی کے چہرے اطمینان سے چمکنے لگے تھے۔ سبھی اس کی مزاج پُرسی کر رہے تھے۔ سبھی کے دلاسے تسلیاں اسے نم کر گئیں۔

"ملی بھابی! اب تو نہ روئیں۔ ہم سبھی آپ کے لئے پریشان تھے۔ آپ نے تو ہمیں ڈرا ہی دیا تھا۔ تھینکس گاڈ آپ کو ہوش آ گیا۔" ثانیہ فوراً ہی اس کے پاس جھک کر اپنے انداز میں بتا رہی تھی۔ کومل نے اس کا چہرہ دیکھا۔ اس کی آنکھیں بھی سرخ اور چہرہ ستا ہوا تھا۔ یقیناً صوفیہ منصور نے اسے بھی خوب برا بھلا کہا تھا، جبھی وہ بجھی بجھی سی تھی۔ سبھی آئے تھے۔ صرف وہی وہاں موجود نہیں تھیں۔

"مما!......" کومل کچھ کہنا چاہتی تھی۔

"آپ ان کی پروا کیوں کرتی ہیں؟...... مت اثر لیا کریں کسی بات کا۔" ثانیہ نے نرمی سے اس کا ہاتھ سہلایا۔ نرس نے سبھی کو باہر جانے کے لئے کہہ دیا تھا۔ اسفند اندر آیا تھا۔ آتے ہی مانیٹر پر اس کی ہارٹ بیٹس کی رننگ کاؤنٹنگ دیکھنے لگا۔ بہت دیر بعد اس کی دھڑکنیں معمول پر تھیں اور سانس بھی ہموار تھا۔

"سنی بھائی! کیا ہو گیا تھا ملی بھابی کو؟" ثانیہ پھر سے فکرمندی سے پوچھ رہی تھی۔ حالانکہ سبھی کچھ تو اس کے سامنے ہوا تھا۔ صوفیہ منصور کے تذلیل بھرے رویے کو برداشت کرنا آسان تھا ہی نہیں۔

"ری ایکشن...... کبھی کبھی ہمارا ذہن و دل کسی مزاج کے خلاف بات کو ایکسپٹ نہیں کرتا تو ہماری باڈی اور ہماری سینسز اسی طرح ری ایکٹ کر جاتی ہیں۔ لیکن پریشانی کی بات نہیں ہے۔ اب یہ ٹھیک ہیں۔ آئندہ کیئرفل رہیں۔"

"جہاں تم جیسے لوگ ہوں، وہاں کیئرفل کیسے رہا جا سکتا ہے؟" کومل کی آنکھیں بول رہی تھیں، لب خاموش تھے۔ اور اسفند کی نگاہ تو اس کی آنکھوں کی زباں ہی پڑھ رہی تھی۔ اپنے

کرب کے علاوہ اس کی آنکھوں میں بدگمانیوں کا جال بھی تھا، جس میں اسفند کی اپنی ذات پھنسی ہوئی تھی۔ اسفند نے فوراً ہی اس کے چہرے سے نگاہ ہٹائی اور کمرے سے باہر چلا گیا۔



کومل شام تک گھر واپس آ گئی تھی۔ سبھی کی محبتیں اُس کے اردگرد تھیں۔ عینی، ثانیہ اُس کی دلجوئی کے لئے اس کے بالکل قریب تھیں۔ اماں جان بھی وقفے وقفے سے اس کے پاس چکر لگا جاتی تھیں۔ اسفند کو اپنے کسی پیشنٹ کے لئے ضروری ہسپتال میں بلایا گیا تھا۔ مون بہت دنوں بعد اپنے گیمز روم میں بیٹھا کھیل رہا تھا۔ منصور احمد آفس سے سیدھے ادھر ہی آ گئے تھے۔ دونوں لڑکیاں ان کے لئے چائے بنوانے چلی گئی تھیں۔

"اب کیسا فیل کر رہی ہو بیٹا؟" منصور احمد بہت شفقت سے پوچھ رہے تھے۔

"فائن پاپا!...... آپ ایسے ہی پریشان ہو رہے ہیں۔" کومل نے خشک لبوں پر زبان پھیرتے ہوئے زبان کے ساتھ آنکھوں سے بھی اطمینان دلانے کی کوشش کی۔

"پریشان کرتی ہو تو پریشان ہوتا ہوں بیٹا! یُو نو ویری ویل، تم مجھے کس قدر عزیز ہو۔ میں نے تمہیں کبھی بہو نہیں سمجھا۔ تمہارے وجود میں مجھے ہمیشہ شافند ہی نظر آتا ہے۔ تم اس طرح کمزور پڑنے لگو گی تو میری ہمت تو جواب دے جائے گی نا۔" انہوں نے اس کا سر سہلاتے ہوئے دلگیری سے کہا۔

"پاپا! میں کمزور پڑنا نہیں چاہتی تھی۔ لوگوں کے رویے مجبور کر دیتے ہیں۔ نہ چاہتے ہوئے بھی میں اب ٹوٹنے لگی ہوں۔ مون کے لئے میرے خالص جذبے کسوٹی پر پرکھ کر بھی لوگ کھوٹا ہونے کی اسٹیمپ لگا کر مجھے جو اذیت دینے لگے ہیں، وہ ناقابلِ برداشت ہوتی جا رہی ہے۔" بولتے بولتے کومل کی سرگیں آنکھوں سے پھر اشک بہنے لگے تھے۔

"لوگوں کی پروا کرو گی تو رویے اذیت ہی بنیں گے بیٹا!...... زندگی کو اپنے حساب سے جیو۔ کون کیا کہتا ہے، سوچنا چھوڑ دو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں بچے!" اس پر انہوں نے بے اختیار اُس کا ماتھا چوما۔

"پاپا!..... اللہ کے بعد آپ پر ہی بھروسہ ہے۔ اب تو آپ کو میرے باہر جانے پر اختلاف نہیں ہے نا؟"

"اختلاف پہلے بھی نہیں تھا بیٹا! بس خواہش تھی کہ تم نظروں کے سامنے رہو۔ تم اپنے لئے اور مون کے لئے یہی بہتر سمجھتی ہو تو ٹھیک ہے۔ میں تو بس تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"تھینک یُو پاپا!...... نیکسٹ وِیک کی سیٹس کنفرم ہیں ہماری۔"

"نیکسٹ وِیک؟...... ابھی تم بیمار ہو اور......"

"میں ٹھیک ہو جاؤں گی...... فیکٹری کو مقدس کے ہینڈ اوور کر رہی ہوں اور آفس زارا دیکھے گی۔ میں بھی اِن ٹچ رہوں گی۔ مگر آپ کو بھی لُک آفٹر کرنا پڑے گا۔" کومل اپنے معمول

کی طرف لوٹ رہی تھی، یہ خوش آئند بات تھی۔

"بیٹا! تم بہت بڑی ریسپونسیبلٹی دے رہی ہو اپنے پاپا کو۔"

"آئی نو، آپ کے لئے مشکل ہوگا۔ مگر آپ کے علاوہ کسی پر ٹرسٹ بھی نہیں کیا جاسکتا۔ پلیز پاپا! کچھ عرصے کے لئے۔ میں اور مون درمیان میں آتے جاتے رہیں گے۔" کومل نے خود کو سنبھال لیا تھا، یہی ان کے لئے کافی تھا۔ ورنہ ڈاکٹر حسنین نے تو انہیں ڈرا ہی دیا تھا۔ کومل کی رات بھر کی رپورٹ تسلی بخش میں تو نہیں تھی۔



اسفند ہسپتال سے لباس بدلنے گھر آیا تو صوفیہ منصور کہیں جانے کے لئے تیار تھیں۔

"مما!......آپ شمعون ہاؤس جارہی ہیں؟......میرے ساتھ ہی چلئے گا، میں چینج کر کے آتا ہوں۔" اسفند کا حلیہ کافی بکھرا بکھرا تھا۔ شیو بڑھی ہوئی تھی، سلوٹ زدہ گرے ٹی شرٹ، بلیو جینز میں وہ پریشان حال دِکھ رہا تھا۔

"مجھے کیا ضرورت ہے وہاں جانے کی؟......تم لوگ کافی نہیں ہو اُس کی خبر گیری کے لئے؟ سارے خاندان کی ہمدردیاں وصول کرنے کے لئے خوب ڈرامے کر رہی ہے وہ۔"

صوفیہ منصور کا موجودہ رویہ اسفند کو مزید حیران کر گیا۔ وہ اس کی بیماری کی خبر پا کر بھی اس کے لئے کدورت رکھتی تھیں۔

"مما! وہ کوئی ڈرامہ نہیں کر رہیں۔ وہ واقعی زندگی اور موت کی کشمکش سے بچ کر آئی ہیں۔ اور آپ......" اسفند نے سنجیدگی سے جیسے ان کی غلط فہمی دور کرنا چاہی۔

"سب سمجھ رہی ہوں اس کے حربے۔ آخر اس نے تمہیں بھی اپنے جال میں پھانس لیا۔ مجھے تو پہلے ہی نظر آرہا تھا کہ تم بھی اس اندھے کنوئیں میں گرنے والے ہو، تبھی تمہیں اُس کی اصلیت دکھادی تھی۔"

"آپ نے اصلیت دکھائی نہیں تھی، بلکہ حقیقت پر بدنما پردہ ڈال دیا تھا۔ مگر آپ بھول گئی تھیں مما! کہ حقیقت زیادہ دیر تک چھپتی نہیں۔ آپ کے اس عمل سے آپ کا اپنا اعتماد کم ہوا ہے۔"

"سنی! تم اس عورت کے لئے مجھ سے اس لہجے میں بات کر رہے ہو۔ تم بھول رہے ہو کہ میں تمہاری ماں ہوں۔" صوفیہ یک دم برہم ہو گئیں۔

"ماں ہونے کے فرائض آپ نے کبھی یاد رکھے تھے مما!......صرف اولاد پیدا کر دینا ہی بڑا کام نہیں ہوتا، اس کی تربیت و پرورش بھی کرنا ماں کا کام ہوتا ہے۔ آپ نے کبھی میرے لئے اپنا وقت ضائع کیا اور نہ ہی راتیں میرے لئے جاگ کر برباد کی تھیں۔ آج آپ مجھ سے فرض اور حق کی بات کر رہی ہیں۔" اسفند کے اندر بھی کئی دنوں سے جو لاوا پک رہا تھا، آج صوفیہ منصور نے خود اسے راستہ فراہم کیا تھا۔

"تو تمہاری نظر میں میری اس لئے کوئی اہمیت نہیں ہے کہ میں نے تمہیں اپنا وقت نہیں دیا۔ میری بیماری میری مجبوری تھی۔ سبھی جانتے ہیں، بعد میں تم نے میرے پاس رہنا گوارا نہیں کیا۔ تم اماں جان کے اثر میں تھے اور آج بھی انہی کی تربیت تم میں بول رہی ہے، تبھی تم میرا کوئی حق تسلیم نہیں کر رہے۔" صوفیہ منصور برہمی میں بھڑک اٹھیں۔

اسفند نے انہیں تاسف سے دیکھا۔ اماں جان کے لئے بات کرتے ہوئے ان کا لہجہ خاصا تضحیک آمیز تھا۔

"بیماری چند دنوں کی ہوتی ہے۔ آپ نے تو پلٹ کر میری خبر تک نہیں لی تھی۔ آپ کی نظر میں میری کوئی اہمیت کبھی رہی بھی نہیں تھی مما! آپ نے ہمیشہ اپنی باقی اولاد کی خوشیاں دیکھیں۔ آپ کو ماضی میں میرے وجود کا احساس ہی نہیں تھا۔ وہ تو دادا جان کے بعد میں یہاں رہنے کے لئے مجبور نہ ہوتا تو آپ مجھ پر کبھی توجہ ہی نہ دیتیں۔"

اسفند کو بھی تو آج ہی موقع ملا تھا، اپنی زندگی کی محرومیاں جتانے کا۔ کسی ماں کو اپنے بچے کو اتنی بیماری کے دنوں میں بھلا دینا اسفند منصور جیسے انسان کی زندگی میں عجب خلا سا ابھر گیا تھا۔

"تم سے مجھے یہی امید تھی سنی!...... پہلے تم مجھے اماں جان کے سامنے نگلیکٹ (نظرانداز) کرتے رہے اور آج اس دو ٹکے کی عورت کے لئے تم میرے حق کو تسلیم نہیں کر رہے۔ تمہیں وہ عورت آج مظلوم اور سچی لگ رہی ہے۔ بھول گئے ہو، کچھ دن پہلے تک تم بھی اس کے کرتوتوں سے عاجز تھے۔ اپنے خاندان سے اس کی وابستگی تمہیں بھی کھلنے لگی تھی۔ تمہارے لئے بھی نا قابلِ برداشت تھی وہ۔ چار دن میں اس نے تم پر ایسا منتر پھونکا ہے کہ آج تمہیں پیدا کرنے والی ماں کا احترام بھی بھول گیا ہے۔"

صوفیہ منصور نے جلد ہی اپنے رویے کو کچھ لچک دی اور نم آواز کے ساتھ اسے پھر سے جتانے لگیں۔

"آپ نے اپنا احترام خود ختم کروانے کی کوشش کی ہے۔ کسی پر بے بنیاد الزامات لگا لگا کر آپ کو کچھ حاصل نہیں ہونے والا۔ آپ سمجھتی ہیں، آپ اس طرح مجھے روک لیں گی تو یہ آپ کی بھول ہے۔ آپ نے مجھے بہت عرصہ گمراہ رکھا۔ اب میری آنکھیں کھل گئی ہیں اور مجھے صحیح اور غلط نظر بھی آرہا ہے تو اب میں آپ کی انگلی تھام کر کیوں چلوں؟"

اسفند جیسے خود پر قابو نہیں رکھ پا رہا تھا۔ صوفیہ منصور کے حربے اس کے اندر بے چینی اور تلخی بھر رہے تھے۔

"میں نے کسی پر الزام نہیں لگایا۔ وہ عورت اسی قابل ہے۔ پہلے اس نے شافند کو بہکائے رکھا۔ اس سے سب کچھ ہتھیا کر آج وہ سب کی نظروں میں مظلوم بنی بیٹھی ہے۔ مجھ سے پوچھو، کس دل سے برداشت کیا تھا میں نے اسے۔ میرے بچے کو چھین کر لے گئی تھی مجھ سے۔ اور آج تم سب بھی اسی کے پیچھے ہو۔"

''فار گاڈ سیک مما! اب تو یہ غلط بیانیاں چھوڑ دیں۔ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ شافند بھائی اپنی مرضی سے یہ گھر چھوڑ کر گئے تھے۔ کومل نے جس قدر قربانیاں دی ہیں، اس کا کچھ تو خراج دیں اسے۔''

''میں اس عورت کو خراج دوں؟ .... جو میرے ہی گھر کی تباہی و بربادی بن رہی ہے۔ جس کی وجہ سے میری راتوں کی نیند اُڑ گئی۔ میرا سکون غارت ہو گیا۔ وہ بازاری عورت........ آج پارسائی کا ڈھونگ رچا کر تم سب کی آنکھوں میں دھول جھونک سکتی ہے۔ مگر میرے نہیں۔''

''اِنف مما!......آپ کی باتیں میں نہیں سن سکتا۔ آپ اسے کچھ بھی کہیں، کچھ بھی سمجھیں، اب مجھے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ وہ میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی ہیں اور میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ لائف پارٹنر بھی وہی بنیں گی۔ میں ان سے شادی کرنا چاہتا ہوں، اگر وہ مان گئیں تو۔''

صوفیہ منصور کو تو لگا تھا کہ ان کی سماعتیں غلط سن رہی ہیں۔ اسفند نے ان سے کچھ اور کہا ہے اور وہ کچھ اور سمجھ رہی ہیں۔ ان کی ساری تدبیریں، سارے حربے اُلٹے پڑ گئے تھے۔ اسفند انہیں لاؤنج میں ہی کھڑا چھوڑ کر اپنے کمرے کی طرف جانے والی سیڑھیوں پر بڑھ رہا تھا۔ چند لمحوں بعد ہی وہ بے اختیار چیخیں۔

''سنی! تم اس عورت سے شادی کرنا چاہتے ہو، جو سارے زمانے کے مردوں کے سامنے حُسن کا بازار لگا کر اپنا مطلب حاصل کرتی ہے۔ تم اسے زندگی کا ساتھی بنانا چاہتے ہو۔ میرے جیتے جی ایسا نہیں ہو گا۔ یا تو میں اُسے قتل کر دوں گی یا خود مر جاؤں گی۔ مگر تمہیں اُس عورت کو اپنے گھر میں نہیں لانے دوں گی۔ سنا تم نے اسفند!'' وہ جس طرح چیخ کر بولی تھیں، اس پر اسفند کے قدم جہاں تھے، وہیں جم گئے تھے۔

''مما! اب آپ مجھے میرے ارادوں سے نہیں روک سکتیں۔ البتہ آپ اطمینان رکھیے۔ شادی کے بعد میں انہیں اس گھر میں لانا بھی نہیں چاہتا۔'' اسفند نے اپنی کہی اور آگے بڑھتا چلا گیا۔ صوفیہ کے لئے یہ وار سہنا بھی ناقابلِ برداشت ہو رہا تھا۔ اُن کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ ساری دنیا کے سامنے کومل کے چہرے پر جا کر تیزاب ڈال دیں۔ ان کا دوسرا بیٹا بھی ان کی نظروں میں اُس کے حُسن کا اسیر ہوا تھا۔



''اماں جان!........ اسفند خود چاہتا ہے ایسا؟'' منصور احمد، اماں جان کے کمرے میں موجود تھے۔ کومل سے ملنے کے بعد اماں جان کی خبر گیری بھی ضروری تھی۔ اماں جان نے انہیں اسفند کے ارادوں کا بتا دیا تھا۔

''سنا تو میں نے یہی تھا۔ اور اسفند کا رویہ بھی ظاہر کر رہا ہے کہ وہ کومل سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ مگر کومل کا ردِعمل اور تھا۔ مجھے اندازہ ہوا ہے کہ وہ اسفند کو پسند نہیں کرتی اور نہ ہی اس سے شادی کرنا چاہے گی۔'' اماں جان کی تفصیل میں فکر بھی تھی۔

''اُس کی ناپسندیدگی ایسی غلط بھی نہیں ہے، اماں جان! آپ کو شاید خبر نہیں ہے کہ ماں بیٹے نے اس کے ساتھ کیا کِیا ہے۔ مون کو اس سے چھیننے کی سازش کی ہے، دونوں نے مل کر۔ تبھی وہ ہراساں ہے، پریشان ہے، یہاں سے بھاگ رہی ہے۔ آپ تو گواہ ہیں اماں جان! اس نے کیسے شافند اور اس کے چند ماہ کے بچے کو سنبھالا تھا۔ ہم نے خدا کو جان دینی ہے۔ ہم اس کے ساتھ کوئی زیادتی کیسے دیکھ سکتے ہیں؟ وہ اپنے لئے جو سوچ رہی ہے، ٹھیک سوچ رہی ہے۔'' منصور احمد کے لہجے میں بیوی اور بیٹے کے لئے ناراضگی کے ساتھ کومل کے لئے ہمدردی اور شفقت موجود تھی۔

''اسفند تو مجھے اپنے کیے پر پشیمان نظر آتا ہے، تبھی تلافی کی کوشش میں ہے۔ صوفیہ کی کدورت کسی طرح کم ہو، یہ ضروری عمل ہے۔ ورنہ منصور! ہمارے بچوں کی زندگیاں خراب ہو جائیں گی۔'' اماں جان کے لہجے میں اندیشے تھے۔

''صوفیہ کی ہٹ دھرمی نے ہی تو عاجز کر رکھا ہے۔ بہرحال اگر اسفند واقعی دل سے ایسا چاہتا ہے تو ہم بھی کومل کو منانے کی کوشش کریں گے۔ میری تو خواہش بھی یہی تھی کہ کومل کو ہم پھر سے زندگی جینے کی طرف موڑ لائیں۔ اس کی عمر نہیں ہے تنہائی کا عذاب سہنے کی۔'' منصور احمد نے پھر سے تاسف کا اظہار کیا۔ اماں جان بھی تائیداً سر ہلا کر رہ گئیں۔



''مادام! مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ آپ مجھ سے کچھ چھپا رہی ہیں؟........ پلیز ٹیل می۔ صوفیہ منصور اگر میری وجہ سے آپ کو ہرٹ کر رہی ہیں تو رئیلی مجھے ان لوگوں کے ساتھ کوئی ریلیشن شپ نہیں چاہئے۔'' نبیل اس کے سامنے بیٹھا ہوا اس کے لئے سیب چھیل کر دیتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

''اسٹوپڈ! میں تم سے کچھ نہیں چھپا رہی۔ اور کیا تمہاری ثانیہ سے کمٹ منٹ اتنی کمزور ہے کہ ذرا سی مس انڈر اسٹینڈنگ پر تم توڑنے کی بات کرو گے؟ اِٹس ناٹ فیئر۔'' کومل نے اسے سنجیدگی سے ٹوکا۔ ''یُو نو نبیل! لڑکیاں بہت نازک احساسات کی مالک ہوتی ہیں۔ وہ ایک کے علاوہ کسی اور کو اپنے دل میں جگہ نہیں دے سکتیں۔ تم ثانیہ کو اپنی باتوں اور بی ہیوئیر سے ہرٹ مت کرو۔ اس کا کوئی قصور نہیں ہے۔ مما تو شافند کی لائف سے ہی میرے ساتھ ایسی ہیں۔ انہیں لگتا ہے کہ میں نے ان سے ان کا بیٹا چھین لیا تھا........ ٹپیکل ساس بہو والا جھگڑا ہے ہمارا۔ تم کیوں پریشان ہوتے ہو؟ ہمارے معاشرے میں تو یہ عام سی بات ہے۔ کئی جگہ پر ساسیں بہوؤں کو ایکسپلائٹ کرتی ہیں اور کئی بار بہوئیں اپنے سسرال والوں کا استحصال کرتی دکھائی دیتی ہیں۔ ایک سسٹم کی خرابی ہے میرے بھائی یہ۔ اسے ہم چاہ کر بھی نہیں بدل سکتے۔ ڈونٹ وری اباؤٹ می آئی ہینڈل مائی پرابلم۔ تم اپنی لائف Decision بدلنے کا سوچنا بھی مت، ورنہ........'' کومل نے جس خلوص سے نبیل کی باتوں کا جواب دیا تھا اور اسے سمجھایا تھا

اس کا یہ عمل باہر کھڑی ثانیہ کی آنکھیں بھگو گیا۔ وہ ان کے لئے کیا کرتی تھی اور وہ سب اس کی محبتوں کا قرض چکانے کی ہمت بھی نہیں رکھتے تھے۔

"کوئی آپ کی ریسپکٹ نہ کرے، میں نہیں دیکھ سکتا۔"

"بہنوں کے بھائیوں کو بہت کچھ دیکھنا اور برداشت کرنا پڑتا ہے میرے بھائی!........اگر مجھے بہن سمجھتے ہو تو تمہیں ایسی باتیں سننے، دیکھنے اور سہنے کا حوصلہ بھی ہونا چاہئے۔" نبیل کے جذباتی انداز پر کومل نے اسے محبت سے دیکھا، پھر اسے سمجھایا۔

"مادام! آپ جیسی بہنوں نے ہی بھائیوں کو مجبور بنایا ہوگا۔ ورنہ اب ایسا بھی اندھیر نہیں ہے کہ کسی کی زیادتی کو خاموشی سے سہہ لیا جائے۔ ویل، ابھی میں آپ کو کوئی اسٹریس نہیں دینا چاہتا۔ ہم بعد میں بھی بات کریں گے۔"

"اوکے........ہم بعد میں بات کریں گے۔" کومل نے بھی تائیداً سر ہلایا۔ فی الحال وہ بھی خود میں اتنی قوت وسکت نہیں رکھتی تھی کہ کسی قسم کی بحث میں پڑے۔



"ماما! چاچو کہہ رہے ہیں، آپ کو چیک اپ کے لئے کلینک چلنا ہے۔" مون کمرے میں جھانکتا اسے پیغام دے رہا تھا۔ کومل اس وقت کمرے کی بکھری حالت درست کرنے میں مصروف تھی۔ مون کی چیزیں، کھلونے، لیپ ٹاپ سبھی کچھ آج کل اس کمرے میں منتقل ہو گیا تھا۔ وہ اپنی ماما کو بہت کم تنہا چھوڑتا تھا۔ ابھی بھی وہ اسفند کی آمد کا سن کر باہر گیا تھا۔

"نہیں........مجھے چیک اپ کی ضرورت نہیں ہے۔ تم تبسم سے کہو، سب کے لئے چائے بنائے۔ اور تمہیں ہارلیکس پینا ہے تو اس سے بنوالو۔"

"نو........وہ بناتی ہے تو ٹیسٹی نہیں لگتا۔ آپ مجھے بنا کر دیں۔" مون اپنے سابقہ رویے میں لوٹ رہا تھا۔ دو دن تک دوسروں سے بہل گیا تھا، تیسرے دن اسے پھر اپنی ماما کے علاوہ کسی سے بھی کوئی کام کروانا پسند نہیں آرہا تھا۔

"اوکے........میں تمہارے لئے ہارلیکس بنا دیتی ہوں۔ تم تبسم سے جا کر چائے کے لئے تو کہو۔" کومل نے بیڈ کور بچھاتے ہوئے اسے ہدایت دی۔ اسفند مون کے کمرے سے نکلتے ہی کمرے میں داخل ہوا۔

"تم ڈاکٹر نہیں ہو جو تمہیں معلوم ہو کہ تمہیں چیک اپ کی ضرورت ہے یا نہیں........یہ سب چھوڑو اور میرے ساتھ چلو۔" کومل، اسفند کی آواز پر چونک کر سیدھی ہوئی۔ اسفند کی بے تکلفی نے اس کے چہرے پر ناگواری پھیلا دی تھی، جسے اس نے اسفند پر ظاہر بھی کر دیا تھا۔

"اسفند منصور! میں نے تمہیں اس لہجے میں بات کرنے کی اجازت نہیں دی ہے۔ آئندہ کیئرفل رہنا۔"

"تم تو خود کو بھی جینے کی اجازت نہیں دیتی ہو۔ بہر حال اس وقت تم سے اُلجھنے نہیں

آیا۔ ایز اے ڈاکٹر میری جو ڈیوٹی ہے، مجھے وہ پوری کرنے سے تم نہیں روک سکتیں۔"

"تمہیں میرے مرنے جینے کی پروا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے کہا ہے نا، مجھے کہیں نہیں جانا۔ خصوصاً تمہارے ساتھ تو مجھے بالکل نہیں جانا۔"

"کیوں نہ کروں؟........محبت کرتا ہوں تم سے۔ ضرورت ہے مجھے تمہاری۔ تمہیں اس طرح خود سے کھیلتے ہوئے کیسے دیکھ سکتا ہوں؟" اسفند چند قدم بڑھا کر اس کے قریب آ گیا۔ کومل اسے حیرت سے دیکھے گئی، پھر کچھ درشتگی سے بولی۔

"مت کیا کرو مجھ سے اس قسم کی باتیں۔ مجھے تمہاری کسی بات پر اعتبار نہیں ہے۔ اور کتنی اذیت دینا چاہتے ہو مجھے؟ مر جاؤں گی، تب سکون ملے گا تم لوگوں کو۔ آخر میرا پیچھا کیوں نہیں چھوڑ دیتے تم؟" کومل نے ہاتھ میں پکڑا تکیہ ایک طرف پھینکا اور بیڈ کے سرے پر بیٹھ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ اسفند کا اظہارِ محبت بار بار اس کے زخم کرید دیتا تھا۔ صوفیہ کی اس روز کی باتیں اور طنز بھری آنکھوں کا تاثر لحہ اس کے ذہن میں گردش کرتا رہتا تھا۔

"فار گاڈ سیک کومل!........کیوں کر رہی ہو تم اس طرح؟........کیوں اعتبار نہیں ہے تمہیں میرا؟........پلیز بلیومی کومل! میں نے تمہارے سوا زندگی میں کبھی کسی کو نہیں چاہا۔ کبھی کسی اور کا خیال تک میرے ذہن سے نہیں گزرا۔ میں نے تمہارے ساتھ کوئی مس بی ہیو کیا بھی ہے تو میں اپنے کیے پر نادم ہوں۔ تم چاہو تو مجھے سزا دے لو۔ مگر اس طرح بے رُخی مت برتو۔ ورنہ میں اپنے آپ کو کبھی معاف نہیں کر پاؤں گا۔ پلیز ٹرسٹ می۔"

اسفند اس کے قدموں میں جیسے بیٹھ گیا تھا۔ اس کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھے اسے یقین دلانے کی کوشش کر رہا تھا۔ کومل جھٹکے سے اُٹھی۔

"کنٹرول یور سیلف اسفند منصور! اس سے پہلے کہ میں یہ بھول جاؤں کہ تم شافند کے بھائی ہو، یہاں سے نکل جاؤ۔" کومل نے خود پر قابو پاتے ہوئے اسے تنبیہ کی۔ اور ایک طرف سے راستہ بنا کر وہاں سے ہٹی۔

"بھول جاؤ........اچھا ہے، بھول جاؤ۔ میں بھی یہ بھول جانا چاہتا ہوں کہ تم کبھی میرے بھائی کی ہم سفر رہی ہو۔" اسفند نے جذباتی پن سے کہتے ہوئے آگے بڑھتی کومل کا ہاتھ تھام کر روکنا چاہا۔ کومل اُس کی جسارت پر حیران پریشان دیکھتی رہ گئی۔ اس سے پہلے کہ وہ کوئی ردِعمل دکھاتی، صوفیہ منصور کھٹاک سے دروازہ کھولتی اندر داخل ہوئیں اور پھر اندر کا منظر انہیں بھی وہیں ٹھٹکنے پر مجبور کر گیا۔ کومل کا ہاتھ اسفند کے ہاتھ میں تھا اور وہ بوکھلائی کھڑی تھی۔

"یہی سب کچھ دیکھنے آئی تھی میں یہاں۔ مجھے پتہ تھا، یہاں یہی تماشہ ہو رہا ہوگا۔ اسی لئے تم میرے ماں ہونے کے حق کو ٹھکرا کر آئے تھے تاکہ یہاں کھل کر اس عورت کے ناز و ادا پر نچھاور ہو سکو۔"

صوفیہ منصور جلد ہی اپنے حواسوں میں آئی تھیں اور پھر ان کی زبان زہر اُگلنے لگی تھی۔

اسفند اور کومل کے لئے ان کی آمد غیر متوقع تھی۔ کومل نے جھٹکے سے اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے چھڑایا۔ بے یقینی و بدگمانی اس کی آنکھوں سے مترشح تھی۔

"اسی لئے تم یہاں وقت گزارتے ہو سنی!......اس عورت کی تو شرم وحیا کبھی کی رخصت ہو چکی ہے، کیا تم بھی بھول چکے ہو کہ کس خاندان سے تعلق رکھتے ہو؟ کیا تمہیں یاد نہیں کہ یہ تمہارے مرحوم بھائی کی بیوہ ہے؟ تمہارا باپ تو اپنی بہو کو پاکیزہ حور، نیک اور پارسا کے خطاب دیا کرتا ہے۔ کہاں ہیں سب، آ کر دیکھیں ان کی ناک تلے کیا ہو رہا ہے۔ بلاؤ ذرا، دیکھیں آ کر کہ یہ نیک پروین اپنے دیور کے ساتھ کیا آنکھ مچولی کھیل رہی ہے۔ بے حیا، بے غیرت۔ تمہیں ذرا بھی شرم نہیں آئی یہ سب کرتے ہوئے؟"

صوفیہ منصور بولتے ہوئے کچھ نہیں سوچ رہی تھیں کہ وہ کیا کہہ رہی ہیں۔ وہ تو آئی ہی اسی مقصد کے لئے تھیں کہ کومل کو ذلیل کر کے اپنی انا کو تسکین دیں۔ یہاں اسفند کی موجودگی نے تو ان کا کام ہی آسان کر دیا تھا۔

"مما!......آپ بہت زیادتی کر رہی ہیں۔" کومل میں تو جیسے بولنے کی سکت ہی نہیں تھی۔ اسفند نے صفائی پیش کرنے کی کوشش میں زبان کھولی۔ کومل کے اردگرد طنزیہ نظریں گردش کرنے لگی تھیں۔ اتنی احتیاط کے باوجود آج وہ سبھی کے سامنے رسوا ہو گئی تھی۔ صوفیہ منصور کی گرج دار آواز پر سبھی وہاں آ جمع ہوئے تھے۔ عینی، ثانیہ، اماں جان اور مون...... سبھی آنکھوں میں حیرت سموئے صورتِ حال کو سمجھنے کی کوشش میں تھے۔

"میری زیادتی تمہیں تکلیف دے رہی ہے۔ تم دونوں مل کر خاندان کی عزت سے کھیل رہے ہو۔ یہ زیادتی نہیں ہے؟" وہ مزید تنک کر آگے بڑھیں۔

"بس صوفیہ!......بس...... بے قصور بچوں پر الزام لگا کر تم ہمیں گمراہ نہیں کر سکتیں۔"

اماں جان کی نحیف آواز آج حق کے لئے بلند ہو رہی تھی۔

"بے قصور......جو آج میں نے دیکھا ہے اگر آپ نے دیکھا ہوتا تو پھر دیکھتی آپ کیسے ضبط و برداشت کرتی ہیں۔ اس کمینی، ذلیل کو تو میں چھوڑوں گی نہیں...... نکل جاؤ میرے بیٹے کے گھر سے۔ تم جیسی عورتوں کے لئے بازار سجتے ہیں۔ جاؤ وہاں جا کر اپنے حُسن کا خراج مانگو۔ میرے خاندان سے اب تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے۔" صوفیہ منصور نے آگے بڑھ کر کومل کو دھکا دیا۔ وہ اپنے حواسوں میں کب تھی؟ اسے سمجھ ہی نہیں آ رہی تھی کہ وہ کیا کرے۔ بیماری اور دواؤں کے اثر نے جیسے اس کی ہر صلاحیت ہی چھین لی تھی۔ کومل گرتے گرتے بچی، بلکہ بچا لی گئی۔ منصور احمد بھی آ چکے تھے۔ اس کو انہوں نے ہی تھام لیا تھا۔

"یہ کیا تماشہ لگا رکھا ہے صوفیہ! تم نے...... عقل کے ناخن لو...... جانتی بھی ہو، کیا کر رہی ہو تم؟" منصور احمد نے اسے اپنے پہلو میں سمیٹتے ہوئے شفقت سے سہلایا۔

"تماشا میں نے نہیں، آپ کی اس چہیتی اور بیٹے نے لگا رکھا ہے۔ آپ دیکھتے تو......"

منصور احمد کی موجودگی صوفیہ کو لہجہ بدلنے پر مجبور کر گئی۔

"سب جانتا ہوں میں...... سب دیکھتا ہوں، کون کیا کر رہا ہے۔ واقف ہوں میں...... تمہیں مجھے کچھ بھی بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ آئندہ تم نے کومل کے بارے میں منہ سے ایک لفظ بھی غلط نکالا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔" منصور احمد کی اٹل ارادوں سے لبریز آواز صوفیہ کو درحقیقت اندر ہی اندر سہا گئی تھی۔ منصور احمد کی حمایت نے البتہ ان کے اندر بھڑکتی آگ کو مزید ہوا دی تھی۔ وہ اپنی شکست اتنی آسانی سے نہیں مان سکتی تھیں۔

"میں نہیں کہوں گی تو دنیا تو کہے گی۔ کس کس کی زبان پکڑی جائے گی؟ کس کس کو آپ روکیں گے؟ میں اس سے اب کوئی تعلق، کوئی واسطہ نہیں رکھنا چاہتی۔ اس سے کہیں، اسے جو کچھ چاہئے، لے جائے۔ بس ہماری امداد یہاں چھوڑ جائے۔" کومل ہنوز سہم کر کھڑی تھی۔

صوفیہ اپنے کیے پر عمل کرنے کا حوصلہ رکھتی تھیں۔ اسے رسوا کرنا انہیں ایسا مشکل نہیں تھا۔

"تم کوئی واسطہ مت رکھو...... بلکہ تمہارا تو پہلے بھی اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مگر میں اس تعلق واسطے کو مزید مضبوط بنانے کا اعلان کر رہا ہوں۔ میں اسفند کے ساتھ کومل کا نکاح کروا رہا ہوں۔ جس کسی کو اعتراض ہے وہ بے شک کنارہ کر لے۔"

منصور احمد کا اعلان سبھی کو حیران کر گیا۔ سبھی ایک دوسرے کی صورتیں دیکھنے لگے۔ اسفند کو بھی جیسے یقین نہیں آ رہا تھا۔ اور کومل...... کومل تو بے جان جسم اور تھکن زدہ روح کے ساتھ بس کھڑی تھی۔ اس کی سماعتیں سن تو رہی تھیں مگر اس کی حسیات پر جیسے برف کی دبیز تہہ آ پڑی تھی، جو اسے حرکت بھی نہیں کرنے دے رہی تھی۔

"منصور احمد! ایسا ہوا تو میں اپنی جان دے دوں گی اور آگ لگا دوں گی، اس کم ذات کو بھی۔" صوفیہ منصور غصے سے جیسے پاگل ہو گئی تھیں۔ اور کومل کی نظروں میں اپنا ماضی گھوم رہا تھا۔ اس کی سوتیلی ماں کے لئے بھی تو وہ ایسی ہی ناقابلِ برداشت ہو گئی تھی، تبھی وہ خود مرنے اور اسے مارنے کی دھمکیاں دیا کرتی تھی۔ آج وقت نے اسے پھر اسی مقام پر لا کھڑا کیا تھا۔

"صوفیہ! تم اپنے ساتھ کچھ بھی کرو، مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مگر کومل کو تنہا مت سمجھنا۔ آج سے بلکہ ابھی سے اس کی ذمہ داری میرے کندھوں پر ہے۔"

صوفیہ کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ زندگی کے ہر معاملے میں مصلحتاً ہی سہی، ان کے ساتھ چلنے والا شوہر آج ان کے سامنے بہو کو ایسی اہمیت دے رہا تھا۔ ان کے مرنے جینے کی ان کو فکر نہیں تھی، بہو کا خیال تھا۔ عجب بے یقینی آنکھوں میں بھرے وہ منصور احمد کو دیکھتی ہوئیں کمرے سے نکل کر چلی گئیں۔ کومل، منصور احمد کے پہلو میں لرز رہی تھی۔ سبھی منصور احمد کے اشارے پر باہر نکل گئے تھے۔ وہاں صرف کومل اور منصور احمد رہ گئے تھے۔



"بھائی!........ مجھے ڈر لگ رہا ہے........ مما واقعی کچھ کر نہ لیں۔" ثانیہ نے کمرے سے باہر نکلتے ہی اسفند کو روک کر اپنا خدشہ ظاہر کیا۔ اسفند نے چونکتے ہوئے اس کی جانب دیکھا۔ ثانیہ کے چہرے پر پریشانی بکھری ہوئی تھی۔ وہ خود جیسے اپنے حواسوں میں نہیں تھا۔ اس کے اندر تو صرف کومل کی فکر دھڑک رہی تھی۔ کومل کو کچھ ہو نہ جائے، یہ خیال اُسے پریشان کر رہا تھا۔

"کومل کو کچھ ہو گیا تو میں کسی کو معاف نہیں کروں گا۔"

وہ اپنے خیالات کے اثر میں بول رہا تھا۔ عینی، اماں جان کو تھام کر ان کے کمرے میں لے جا رہی تھی۔ اس کی بات سن کر اس کے قدم بھی سست پڑ گئے اور اماں جان نے بھی رخ پھیر کر اسے دیکھا۔

"سنی بھائی! میں مما کی بات کر رہی ہوں۔ وہ غصے میں گئی ہیں، خود کو کوئی نقصان نہ پہنچا لیں۔ پلیز، مجھے گھر لے چلیں۔" ثانیہ بیٹی تھی، ماں سے زیادہ عزیز تو کوئی ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ اسفند کی بے خودی محسوس کر کے جیسے اسے جھنجوڑ کر احساس دلایا۔

"بچی! پریشان مت ہو۔ تمہاری فکر بجا ہے۔ مگر بے فکر رہو۔ وہ اپنے آپ کو کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ سنی کے حواس بحال ہونے دو، پھر وہ تمہیں ماں کے پاس چھوڑ آتا ہے۔" اماں جان نے رک کر ثانیہ کو شفقت سے تھپتھپایا تو وہ ان سے لپٹ کر رو دی۔ آج تک اس وجود کی اہمیت کا احساس ہی نہ ہوا تھا۔ بس ایک رشتہ سمجھ کر وہ بہنیں، دادی سے سلام دعا کا تعلق نبھاتی رہی تھیں۔ آج شدت سے ان کی سایہ دار ذات کی ٹھنڈک محسوس کر کے وہ بے اختیار ہو گئی تھی۔

"اماں جان!........ مما جذباتی ہی نہیں، ضدی بھی ہیں۔ ایک ضد کی وجہ سے انہوں نے کومل بھابی کو اب تک جس اذیت میں رکھا ہے، اس کے ہم سب گواہ ہیں۔ اب بھی وہ اپنی ضد میں........" ثانیہ سسک کر رونے لگی۔ عینی بھی فکر مند تھی۔

"ثانیہ!........ ایسا کچھ نہیں ہو گا۔ مجھے بھی امید ہے، آنٹی ایسا کچھ نہیں کریں گی۔ اگر ان کا ایسا کوئی ارادہ ہوا تو وہ پہلے ملی بھابی کو کوئی نقصان پہنچانے کا عمل کریں گی۔ مجھے تو ملی بھابی

کی فکر ہے۔ تایا جان کے اعلان کے بعد وہ کیسا ری ایکٹ کریں گی، آئی ڈونٹ نو۔ سنی بھائی! آپ تایا جان کے اس اعلان پر سیٹسفائیڈ ہیں؟" وہ لوگ لاؤنج سے باہر ہی کھڑے تھے۔ عینی کی نگاہیں اس پر مرکوز تھیں، جو خاموش کھڑا تھا۔

"یس........ آئی ایم ایگری اینڈ سیٹسفائیڈ۔" اسفند نے اپنی خاموشی کو توڑا۔ ثانیہ کے بھی آنسو تھم گئے۔ اسے اسفند کی رضامندی حیران کر رہی تھی۔ مما کے ساتھ وہ بھی تو اس کا مخالف رہا تھا مگر آج کومل کے لئے اس کی آنکھوں میں جذبے متحرک تھے۔ یہ کیسے ہوا؟ وہ حیران تھی۔ اپنی دشمنی میں حد سے گزرنے والا اسفند منصور آج اپنی محبت کا اقرار اپنی خاموشی سے کروا رہا تھا۔

وہ لوگ وہیں کھڑے تھے کہ انہیں مون کے رونے کی آواز نے متوجہ کیا۔ اسفند بے چینی سے واپس پلٹا۔ مون کمرے کے دروازے سے لگا کھڑا تھا۔

"پاپا!........ آج پہلی بار مما نے مجھ پر الزامات نہیں لگائے۔ ایسا تو پہلے بھی کئی بار ہو چکا ہے اور یہ سلسلہ آئندہ بھی رہے گا۔ اس کے لئے کوئی بھی حل بے کار ہو گا۔ پلیز پاپا! مجھے مجبور مت کیجئے گا۔" رفتہ رفتہ کومل کے حواس بحال ہوئے تو اسے احساس ہوا کہ معاملہ کس نہج پر پہنچ چکا ہے۔ روتے ہوئے اس نے ان کے آگے ہاتھ جوڑے تو منصور احمد نے تڑپ کر اسے گلے لگایا۔

"بیٹا! اس طرح نہیں کرو۔ تمہاری بھلائی کے لئے میں نے یہ فیصلہ کیا ہے۔ مون کا مستقبل اس فیصلے سے مزید محفوظ ہو گا........ ورنہ ساری عمر تمہاری ممتا خدشات کے نرغے میں رہے گی۔"

"تو کیا میں صرف اس خوف سے ایسے فیصلے پر سر جھکا لوں، جس پر میرا دل نہیں مانتا؟" وہ پھر سے سسکی۔

"میرے بچے! دل کو مناؤ........ حالات کا تقاضا سمجھو۔ مون نادان بچہ نہیں ہے، حقیقتیں جاننے لگا ہے۔ صوفیہ کے روز روز کے تماشے اسے آگہی بخش ہی دیں گے۔ پھر نہیں معلوم کہ اس کا ردِعمل منفی ہو گا یا مثبت۔ سنی اس کا چچا ہے، اس کی تربیت میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔ تم کب تک اسے باپ کی کمی محسوس نہیں ہونے دو گی؟ ایک وقت آئے گا، تم خود اس رشتے کی ضرورت محسوس کرو گی۔ ہمارا معاشرتی نظام ایسا ہی ہے میری جان!" منصور احمد نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"بات تو وہی ہے نا پاپا! مما کا کہا سچ کر دیا جائے۔ میرے کردار پر مما نے جو چھینٹے اُڑائے ہیں، انہیں دھونے کے بجائے میں اس کیچڑ میں پوری طرح اُتر جاؤں؟........ پاپا! میرا یقین کریں، میں نے شافند کے علاوہ کبھی کسی کو اس نظر سے نہیں دیکھا۔ میں کیسے ان کے بھائی کے ساتھ؟........ نہیں پاپا! بہت مشکل ہے میرے لئے۔ میں اب کوئی نیا رشتہ نہیں نبھا سکتی۔ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں۔" کومل سسکیاں بھرتی بیڈ سے اُٹھ کر کھڑکی میں جا کھڑی

"بھائی!...... مجھے ڈر لگ رہا ہے...... مما واقعی کچھ کر نہ لیں۔" ثانیہ نے کمرے سے باہر نکلتے ہی اسفند کو روک کر اپنا خدشہ ظاہر کیا۔ اسفند نے چونکتے ہوئے اس کی جانب دیکھا۔ ثانیہ کے چہرے پر پریشانی بکھری ہوئی تھی۔ وہ خود جیسے اپنے حواسوں میں نہیں تھا۔ اس کے اندر تو صرف کومل کی فکر دھڑک رہی تھی۔ کومل کو کچھ ہو نہ جائے، یہ خیال اُسے پریشان کر رہا تھا۔

"کومل کو کچھ ہو گیا تو میں کسی کو معاف نہیں کروں گا۔"

وہ اپنے خیالات کے اثر میں بول رہا تھا۔ عینی، اماں جان کو تھام کر ان کے کمرے میں لے جا رہی تھی۔ اس کی بات سن کر اس کے قدم بھی سست پڑ گئے اور اماں جان نے بھی رخ پھیر کر اسے دیکھا۔

"سنی بھائی! میں مما کی بات کر رہی ہوں۔ وہ غصے میں گئی ہیں، خود کو کوئی نقصان نہ پہنچا لیں۔ پلیز، مجھے گھر لے چلیں۔" ثانیہ بیٹی تھی، ماں سے زیادہ عزیز تو کوئی ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ اسفند کی بے خودی محسوس کر کے جیسے اسے جھنجوڑ کر احساس دلایا۔

"بچی! پریشان مت ہو۔ تمہاری فکر بجا ہے۔ مگر بے فکر رہو۔ وہ اپنے آپ کو کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ سنی کے حواس بحال ہونے دو، پھر وہ تمہیں ماں کے پاس چھوڑ آتا ہے۔" اماں جان نے رک کر ثانیہ کو شفقت سے تھپتھپایا تو وہ ان سے لپٹ کر رو دی۔ آج تک اس وجود کی اہمیت کا احساس ہی نہ ہوا تھا۔ بس ایک رشتہ سمجھ کر وہ بہنیں، دادی سے سلام دعا کا تعلق نبھاتی رہی تھیں۔ آج شدت سے ان کی سایہ دار ذات کی ٹھنڈک محسوس کر کے وہ بے اختیار ہو گئی تھی۔

"اماں جان!...... مما جذباتی ہی نہیں، ضدی بھی ہیں۔ ایک ضد کی وجہ سے انہوں نے کومل بھابی کو اب تک جس اذیت میں رکھا ہے، اس کے ہم سب گواہ ہیں۔ اب بھی وہ اپنی ضد میں......" ثانیہ سسک کر رونے لگی۔ عینی بھی فکر مند تھی۔

"ثانیہ!...... ایسا کچھ نہیں ہو گا۔ مجھے بھی امید ہے، آنٹی ایسا کچھ نہیں کریں گی۔ اگر ان کا ایسا کوئی ارادہ ہوا تو وہ پہلے ملی بھابی کو کوئی نقصان پہنچانے کا عمل کریں گی۔ مجھے تو ملی بھابی

کی فکر ہے۔ تایا جان کے اعلان کے بعد وہ کیسا ری ایکٹ کریں گی، آئی ڈونٹ نو۔ سنی بھائی! آپ تایا جان کے اس اعلان پر سیٹسفائیڈ ہیں؟" وہ لوگ لاؤنج سے باہر ہی کھڑے تھے۔ عینی کی نگاہیں اس پر مرکوز تھیں، جو خاموش کھڑا تھا۔

"یس...... آئی ایم ایگری اینڈ سیٹسفائیڈ۔" اسفند نے اپنی خاموشی کو توڑا۔ ثانیہ کے بھی آنسو تھم گئے۔ اسے اسفند کی رضامندی حیران کر رہی تھی۔ مما کے ساتھ وہ بھی تو اس کا مخالف رہا تھا مگر آج کومل کے لئے اس کی آنکھوں میں جذبے متحرک تھے۔ یہ کیسے ہوا؟ وہ حیران تھی۔ اپنی دشمنی میں حد سے گزرنے والا اسفند منصور آج اپنی محبت کا اقرار اپنی خاموشی سے کروا رہا تھا۔

وہ لوگ وہیں کھڑے تھے کہ انہیں مون کے رونے کی آواز نے متوجہ کیا۔ اسفند بے چینی سے واپس پلٹا۔ مون کمرے کے دروازے سے لگا کھڑا تھا۔

"پاپا!...... آج پہلی بار مما نے مجھ پر الزامات نہیں لگائے۔ ایسا تو پہلے بھی کئی بار ہو چکا ہے اور یہ سلسلہ آئندہ بھی رہے گا۔ اس کے لئے کوئی بھی حل بے کار ہو گا۔ پلیز پاپا! مجھے مجبور مت کیجئے گا۔" رفتہ رفتہ کومل کے حواس بحال ہوئے تو اسے احساس ہوا کہ معاملہ کس نہج پر پہنچ چکا ہے۔ روتے ہوئے اس نے ان کے آگے ہاتھ جوڑے تو منصور احمد نے تڑپ کر اسے گلے لگایا۔

"بیٹا! اس طرح نہیں کرو۔ تمہاری بھلائی کے لئے میں نے یہ فیصلہ کیا ہے۔ مون کا مستقبل اس فیصلے سے مزید محفوظ ہو گا...... ورنہ ساری عمر تمہاری ممتا خدشات کے نرغے میں رہے گی۔"

"تو کیا میں صرف اس خوف سے ایسے فیصلے پر سر جھکا لوں، جس پر میرا دل نہیں مانتا؟" وہ پھر سے سسکی۔

"میرے بچے! دل کو مناؤ...... حالات کا تقاضا سمجھو۔ مون نادان بچہ نہیں ہے، حقیقتیں جاننے لگا ہے۔ صوفیہ کے روز روز کے تماشے اسے آگہی بخش ہی دیں گے۔ پھر نہیں معلوم کہ اس کا ردِعمل منفی ہو گا یا مثبت۔ سنی اس کا چچا ہے، اس کی تربیت میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔ تم کب تک اسے باپ کی کمی محسوس نہیں ہونے دو گی؟ ایک وقت آئے گا، تم خود اس رشتے کی ضرورت محسوس کرو گی۔ ہمارا معاشرتی نظام ایسا ہی ہے میری جان!" منصور احمد نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"بات تو وہی ہے نا پاپا! مما کا کہا سچ کر دیا جائے۔ میرے کردار پر مما نے جو چھینٹے اُڑائے ہیں، انہیں دھونے کے بجائے میں اس کیچڑ میں پوری طرح اُتر جاؤں؟...... پاپا! میرا یقین کریں، میں نے شافند کے علاوہ کبھی کسی کو اس نظر سے نہیں دیکھا۔ میں کیسے ان کے بھائی کے ساتھ؟...... نہیں پاپا! بہت مشکل ہے میرے لئے۔ میں اب کوئی نیا رشتہ نہیں نبھا سکتی۔ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں۔" کومل سسکیاں بھرتی بیڈ سے اُٹھ کر کھڑکی میں جا کھڑی

ہوئی۔

"تمہیں کیسے تمہارے حال پر چھوڑ دوں؟........ بیٹی ہو تم میری۔ کیا تم اپنے باپ کو اپنا فرض ادا کرنے سے روک پاتیں؟ کیا تمہیں لگتا ہے، میں نے تمہارے لئے کوئی غلط فیصلہ کیا ہو گا؟........ کیا تم کبھی مون کے لئے کوئی غلط فیصلہ کرو گی؟........ جواب دو کومل بیٹا!........ کیا محبت کرنے والے ماں باپ اپنی اولاد کو دکھوں میں گھرا دیکھ سکتے ہیں؟" منصور احمد بھی آبدیدہ ہو گئے۔ کومل نے مڑ کر قدرے چونکتے ہوئے انہیں دیکھا۔ آج سے پہلے اس نے کبھی منصور احمد کو ایسا دلگرفتہ نہیں دیکھا تھا۔ مگر وہ کیا کرتی؟ وہ خود بھی بے بس تھی۔ اسفند پر یقین کرنے کا حوصلہ اس میں پیدا ہی نہیں ہو رہا تھا۔

"میرا دل تمہارے لئے کس قدر بے چین رہتا ہے بیٹا! یہ تم میرے دل سے پوچھو۔ تمہاری بے رنگ زندگی نے مجھے کبھی بھی سکون نہیں لینے دیا۔ میں تو بہت پہلے سے چاہتا تھا کہ تم زندگی کی نئی ابتدا کرو۔ اب وقت سازگار ہے تو میں تم سے التجا کر رہا ہوں کہ اس طرح خود کو اذیت مت دو۔ ہماری کوتاہیوں کی سزا خود کو مت دو۔" وہ اٹھ کر اس کے قریب گئے اور شفقت سے اس کا سر تھپکنے لگے۔

"پاپا!........ میں جلد بازی میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکتی۔ پلیز مجھے سوچنے کا کچھ وقت دیں۔ اور اگر میرا فیصلہ آپ کے فیصلے کے خلاف ہو تو پلیز مجھے معاف کر دیجئے گا۔" کومل نے رخ پھیر کر اپنے بہہ جانے والے آنسوؤں کو اپنی انگلی کی پوروں پر چنا۔

"ٹھیک ہے بیٹا! میں تو تمہیں بس سمجھا ہی سکتا ہوں۔" منصور احمد جیسے تھک کر بولے۔ کومل کو ان کی تھکن کا احساس تھا مگر وہ کیا کرتی؟ اس کی زندگی کے نشیب و فراز اسے بھی تو آبلہ پائی تحفتاً دے چکے تھے۔ یہ تحفے اسے عزیز تر تھے۔



"تم تو بریو بوائے ہو مون!........ اس طرح رونا تم پر سوٹ نہیں کر رہا۔" اسفند، مون کو گود میں اٹھا کر لان میں لے آیا تھا۔ لان میں بچھی کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھتے ہوئے گود میں مون کو بھی بٹھایا۔

"میری ماما کو دادو کیوں ڈانٹتی ہیں؟ میری ماما نے کیا کِیا ہے؟........ انہوں نے دادو کی کوئی چیز خراب کر دی ہے؟" مون نے سسکتے ہوئے معصومیت سے پوچھا۔

"نہیں سویٹ ہارٹ!........ آپ کی ماما نے کچھ نہیں کیا۔ دادو بھی بس ایسے ہی ناراض ہو رہی تھیں۔ وہ مجھے ڈانٹ رہی تھیں، تمہاری ماما کو نہیں۔" اسفند نے اسے پچکارا۔

"آپ نے کیا کِیا ہے؟" مون نے قدرے حیرت سے پوچھا۔

"کچھ نہیں........ کبھی کبھی مما وِدآؤٹ اینی رِیزن بھی ڈانٹ لیتی ہیں۔"

"میری ماما تو نہیں ڈانٹتی ہیں........ شی لوز می ویری مچ۔ دادو آپ سے پیار نہیں کرتیں۔

دادو تو کسی سے بھی پیار نہیں کرتیں۔ مجھ سے بھی نہیں۔"

مون سنبھل تو گیا تھا مگر صوفیہ منصور کی ذات کا منفی اثر اس پر گہرا تھا۔

"تمہاری ماما بیسٹ آف دی ورلڈ جو ہیں۔"

"آئی نو........ یُو نو چاچو! ماما نے مجھ سے پرامس کیا ہے، نیکسٹ ووکیشن میں وہ مجھے ڈزنی لینڈ بھی لے کر جائیں گی۔" مون اپنے بچپنے کی وجہ سے جلد ہی بہل کر سنبھل گیا تھا۔

"پھر تو میں بھی تمہارے ساتھ جاؤں گا۔" اسفند نے اسے گدگدایا۔

"آپ؟........ آپ ہمارے ساتھ کیسے جا سکتے ہیں؟........ آپ تو یہاں ہوں گے۔" مون نے اُلجھتے ہوئے ناسمجھی سے پھر سوال کیا۔

"اب میں تم لوگوں کے ساتھ ہی رہوں گا۔" اسفند نے سر اٹھا کر اس کا رخ اپنی جانب موڑا۔

"وہاٹ؟........ رئیلی؟........ بٹ وائے؟" مون کے تاثرات ایسے تھے، جیسے اسے یقین نہ آیا ہو۔

"میں تم لوگوں کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔ کیا تم ایسا نہیں چاہتے کہ میں ہمیشہ تمہارے ساتھ رہوں؟........ ہم مل کے انجوائے کریں۔ تمہاری ماما بھی........"

"میری ماما کہتی ہیں، وہ صرف میرے ساتھ انجوائے کرتی ہیں۔" مون نے اپنی اہمیت جتائی۔

"مون! اگر تمہارے بابا ہوتے تو وہ ان کے ساتھ بھی بہت انجوائے کرتیں۔" اسفند نے اپنی بات کہنے کے لئے تمہید باندھی۔

"آئی نو........ بابا ہوتے تو پھر میری ماما بھی برائٹ کلرز پہنتیں، جیولری پہنتیں، روشی خالہ کی طرح میک اپ کرتیں۔ تانی پھپھو کی طرح بالوں میں پھول لگاتیں۔ مجھے اپنی ماما کے لانگ ہیئر بہت اچھے لگتے ہیں۔ میں ماما سے کہتا ہوں کہ آپ اپنے بالوں میں کبھی تو روزز Roses لگائیں۔ مگر وہ مانتی نہیں۔" مون اپنی ماں کے حوالے سے جو حسرتیں رکھتا تھا، آج عیاں ہو رہی تھیں۔ اسفند نے اسے بے اختیار سینے میں بھینچا۔

"وہ مان جائیں گی۔ اگر تمہاری لائف میں نئے بابا آ جائیں تو۔"

"نئے بابا؟........ وہاٹ یُو مین........ میرے بابا تو اللہ تعالیٰ کے پاس چلے گئے ہیں، وہ واپس نہیں آ سکتے۔ کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے پاس جا کر واپس نہیں آتا۔ آپ کو کسی نے نہیں بتایا؟ مجھے تو میری ماما نے بتایا ہے چاچو!" مون کو اپنے چاچو کی لاعلمی پر حیرت ہو رہی تھی۔

"مون! آئی مِین اِٹ، اگر تمہاری ماما مجھ سے شادی کر لیں تو میں تمہارا بابا بن سکتا ہوں۔ پھر تمہاری ماما نئے کلرفل ڈریسز بھی پہنا کریں گی اور بالوں میں پھول بھی لگایا کریں گی۔ کیا تم مجھے اپنا بابا بنانا چاہتے ہو؟"

مون نے حیرت سے اپنے چاچو کی بات سنی اور اسے دیکھے گیا، جیسے بات سمجھنا چاہ رہا ہو۔

''چاچو! اِٹس پاسیبل؟....... چاچو بابا کیسے بن سکتے ہیں؟''

''تمہاری ماما کی مجھ سے شادی ہو جائے گی تو....... جیسے روشنی خالہ کی ہوئی ہے، ثانیہ پھپھو کی ہوئی ہے، زیتون کی شادی ہوئی ہے، تمہاری ماما کی بھی مجھ سے ہو سکتی ہے۔ ہم پھر اکٹھے ایک گھر میں رہیں گے۔ مل کے انجوائے کریں گے۔ تمہاری ماما پھر تمہیں فرانس بھی نہیں لے کر جائیں گی۔'' اسفند نے اس کے ذہن کے مطابق اسے سمجھانے کی کوشش کی تھی۔

''ریئلی؟....... پھر....... پھر میری ماما کو دادو بھی کچھ نہیں کہیں گی اور....... اور وہ اُداس بھی نہیں رہیں گی....... کبھی نہیں روئیں گی....... میں....... اپنی ماما سے کہوں گا کہ وہ آپ سے شادی کر لیں۔''

مون گرمجوشی سے بولتا اس سے لپٹ گیا۔ ''آئی....... آئی لو یو چاچو!''

''منصور احمد!....... آپ نے اچھا نہیں کیا....... میری ہی دشمن کو میرے ہی گھر کا محافظ بنانے کا فیصلہ کر لیا۔'' منصور احمد کے کمرے میں آتے ہی صوفیہ ایک بار پھر غصے سے پھٹ پڑیں۔ یہ سارا وقت انہوں نے جس صبر سے کاٹا تھا، یہ وہی جانتی تھیں۔

''صوفیہ! میں تو بروقت تمہارے گھر کو بچانے کی کوشش کی ہے۔ ورنہ تم تو اپنے ہی گھر کو تباہ و برباد کرنے کی پوری تیاری کر چکی ہو۔ تمہاری ضد اور گھمنڈ ایک دن تمہیں ہی برباد کر دے گا، یاد رکھو۔'' منصور احمد نے ہاتھ میں پکڑی اپنی کلائی کی گھڑی کو غصے سے بیڈ پر پٹخ دیا۔

''میں....... میں اپنے گھر کو برباد کروں گی؟....... میں؟'' صوفیہ بیڈ سے اُتر کر ان کے سامنے آ گئیں۔

''میں نے ساری زندگی اپنے گھر کو قائم رکھنے میں اپنا آپ بھلا دیا اور آپ کہہ رہے ہیں کہ میں برباد کر دوں گی؟'' جوشِ جذبات میں ان کی آواز گھٹ کر نکل رہی تھی۔

''تم نے اپنا آپ بھلا دیا؟....... یہ کس زمانے میں ہوا تھا؟....... اپنی اولاد کی پرورش تو تم سے ہو نہیں پائی تھی۔ اس گھر سے وابستہ ذمہ داریاں تم نے کس طرح نبھائی ہیں، یہ میں اچھی طرح جانتا ہوں۔'' منصور احمد نے پہلی بار ان کی کوتاہیاں جتائی تھیں۔

صوفیہ منصور کو ایک اور جھٹکا لگا۔

''آپ میرے ساتھ اچھا نہیں کر رہے منصور احمد!....... اس عورت کی خاطر میری برسوں کی رفاقت کو آپ نے ایک پل میں بے معنی بنا دیا۔ ایک لمحے میں میری ریاضتوں کو رائیگاں کر دیا....... صرف اس عورت کی خاطر....... کیا ہے وہ؟....... ایک نیچ ذات کی، کم تر خاندان کی معمولی حیثیت کی لڑکی۔ اسے آپ نے سب کے سروں پر بٹھا دیا۔'' صوفیہ زخمی ناگن کی طرح

بل کھا رہی تھیں۔

''صوفیہ! اُس نیچ ذات، کم تر خاندان اور بے حیثیت لڑکی کو تم اس گھر، اس خاندان میں لے کر آئی تھیں۔ وہ اب اس گھر، اس خاندان کا حصہ ہے۔ جسے تم الگ کرو گی تو تمہارا اپنا گھر بکھر جائے گا۔ اور وہ کیا ہے؟ اگر تم بھول گئی ہو تو میں تمہیں بتاتا ہوں۔ وہ میرے گھر، میرے خاندان کی عزت ہے۔ آئندہ اس پر انگلی اُٹھاؤ گی تو میں تمہیں معاف نہیں کروں گا۔'' منصور احمد نے انہیں سختی سے تنبیہ کی۔

''اور میں بھی اسے معاف نہیں کروں گی۔ اس نے مجھ سے میری اولاد کے ساتھ میرے گھر کا سکون چین بھی چھین لیا ہے۔'' صوفیہ پھر وہاں ٹھہری نہیں، ٹھوکروں سے ان دیکھی چیزوں کو اُڑاتی ہوئی کمرے سے نکل گئیں۔



''یا اللہ!....... کیا کروں؟....... زندگی اس قدر دُشوار ہو جائے گی، کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔''

کومل اپنے کمرے میں تنہا بیڈ پر بیٹھی گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹے اشک بہاتے ہوئے اپنے پروردگار سے اپنا درد بیان کر رہی تھی۔

''میں اب مزید کسی آزمائش میں پڑنے کی سکت نہیں رکھتی میرے مالک!....... میری زندگی آسان کر دے۔ میری التجا تیری ذات کے سامنے بہت حقیر اور ارزاں ہے قادرِ مطلق! یہ لوگ مجھے پتھروں پر ننگے پاؤں دوڑاتے رہے ہیں۔ میرے پاؤں تھک گئے ہیں اور روح بھی۔ میں اپنی تھکن زدہ روح و جسم کے ساتھ اب کسی نئے راستے پر جانے کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔ مجھے اپنی پناہ میں لے لے میرے مولا!....... تیرے سوا کون ہے میرا، جو میرا درد سمجھے؟....... کون ہے میرا؟....... کون ہے تیرے سوا؟'' وہ پھر سے سسکیاں بھرنے لگی۔ زندگی سے کبھی شکوہ نہ کرنے والی کومل آج تھک کر بلک رہی تھی۔ اپنی تنہا ذات کا دکھ اس کے اندر مچلتے تڑپتے خون کی گردش بڑھا رہا تھا۔ وہ بے بس تھی۔ سمجھ نہیں پا رہی تھی، کیا فیصلہ کرے۔ ایک طرف منصور احمد کی محبتیں، شفقتیں اور مان و بھروسہ تھا، دوسری طرف صوفیہ منصور کی نفرتیں، حقارتیں، طنز و تشنیع تھے۔ ان کی بلاوجہ کی دشمنی تھی۔

منصور احمد کا مان رکھتی تھی تو صوفیہ منصور کے روح جھلساتے رویے سہنا مقدر بنتے۔ ان کا مان توڑتی تو اپنی ہی فطرت سے نبرد آزما رہتی۔ ایک طرف اسفند منصور کی سازشیں، چالیں اور ہتک آمیز رویوں کی یادداشتیں اس کے ذہن میں محفوظ تھیں اور دوسری طرف اس کی وضاحتیں، محبتیں، جرأتیں اظہار بن کر ساعتوں میں گونجتی تھیں۔ اسفند پر اسے اعتبار نہیں تھا، مگر بھی اسے مجبور کر رہے تھے کہ وہ اس پر اعتماد کر کے زندگی کو سنورنے کا موقع دے....... اسے زندگی کے سہل ہو جانے کا اعتبار نہیں تھا۔ لوگوں کی طنز بھری باتیں اور شکوک بھری نظریں سہنے کا حوصلہ اس میں نہیں تھا۔ یہی بے بسی اسے اپنے فیصلے پر کاربند رہنے پر اُکسا رہی تھی۔

وہ اپنی سوچوں میں غلطاں تھی کہ اس کے کمرے کا دروازہ کھلا اور عینی اندر چلی آئی۔

"ملی بھابی! آئیے، کھانا کھا لیں۔ آپ نے دوپہر سے کچھ نہیں کھایا۔ ممی نے کھانا بھجوایا ہے۔"

"عینی! مجھے بھوک نہیں ہے بیٹا!" کومل نے سر کو مزید جھکا کر اپنے آنسو اس سے چھپائے۔ وہ بالکل پاس آ کھڑی ہوئی۔

"آپ...... رو رہی ہیں؟...... آپ کی وجہ سے مون بھی اپ سیٹ ہے ملی بھابی! آپ کھانا نہیں کھائیں گی تو وہ بھی نہیں کھائے گا۔" وہ اس کے پاس بیٹھ گئی۔

"مجھے واقعی بھوک نہیں ہے عینی!...... تم اسے سمجھاؤ، وہ کھا لے۔ بلکہ اس کا کھانا اور اسے یہاں بھجوا دو۔ میں اسے کھلا دیتی ہوں۔" کومل نے اپنی آستین سے بھیگی آنکھیں اور چہرہ صاف کیا۔

"ملی بھابی!...... ایک بات کہوں؟" کومل نے استفہامیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"آپ دنیا سے ضرور لڑیں، خود سے نہیں۔ اپنے آپ سے لڑنا آسان نہیں ہوتا۔ جلد یا بدیر انسان کو ہار ماننی پڑ جاتی ہے۔ تایا جان نے آپ کے لئے صحیح فیصلہ کیا ہے۔ آپ کو آپ کی چھینی گئی عزت اور وقار اسی طرح حاصل ہو سکتا ہے، ورنہ ساری زندگی آنٹی صوفیہ تماشہ بنائے رکھیں گی۔" کم عمر عینی کی باتیں صحیح تھیں۔ یہ حقیقت تو وہ بھی جانتی تھی۔ صوفیہ تو چاہتی بھی یہی تھیں کہ وہ ساری زندگی اپنی مٹھی میں قید کر کے نہ جینے دیں اور نہ ہی مرنے دیں۔

"تماشہ تو میں بن گئی ہوں عینی! ہر بندہ مجھے کھلونا سمجھ کر کھیل گیا ہے۔ میری اپنی ذات تو کہیں ہے ہی نہیں۔ میری مجبوری کو میری کمزوری بنا کر سبھی نے مجھے کٹھ پتلی کی طرح ناچنے پر مجبور کر دیا ہے...... مجھے سمجھ نہیں آ رہی، میں کیا کروں۔" کومل اس کا ہاتھ تھام کر پھر سے سسک پڑی۔ اپنی بے بسی اُسے رُلا رہی تھی۔

"آپ اللہ پر چھوڑ دیں...... آپ پر کوئی زبردستی نہیں ہے۔ آپ کا جو دل چاہتا ہے، وہ کریں۔ بے شک مون کو ہمیشہ کے لئے یہاں سے لے جائیں۔ میں آپ کے ساتھ ہوں بھابی!" عینی خود بھی اشک بار ہو گئی۔ گزشتہ سالوں میں کومل کو اس نے قربانیاں دیتے ہی دیکھا تھا۔ اس کے باوجود آج وہ کٹہرے میں کھڑی کر دی گئی تھی۔ اپنے ناکردہ جرم کی سزا و الزام کی مستحق قرار دی گئی تھی۔ صوفیہ منصور کی باتیں اس کے ابھی کانوں میں گونج رہی تھیں۔

❁

"ماما!...... ایک بات کہوں؟" مون کومل کے بازو کے گھیرے میں تھا۔ دونوں سونے کے لئے لیٹے تھے مگر نیند دونوں کو ہی نہیں آ رہی تھی۔ مون کی جھجکتی آواز پر کومل اپنے بکھرے خیالات کو سمیٹنے کی کوشش کو چھوڑ کر اس کی جانب متوجہ ہوئی۔

"کیا بات ہے جان!...... کہو؟"

"آپ کی چاچو سے شادی ہو رہی ہے۔"

اس بار کومل نے بری طرح چونکتے ہوئے اس کا چہرہ دیکھا۔ مون کا چہرہ سنجیدہ تھا۔ سوال تھا یا اطلاع، کومل سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

"کون کہہ رہا ہے؟" کومل کو بات کرنا دشوار ہو گئی۔ مون اُس سے اس موضوع پر بات کرے گا، وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔

"ایسی بات نہیں ہے۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔"

"چاچو کہہ رہے تھے، ایسا ہو سکتا ہے۔ آپ اُن سے شادی کریں گی تو پھر وہ میرے بابا کی طرح ہمارے ساتھ رہیں گے۔ پھر...... پھر دادو بھی آپ کو کچھ نہیں کہیں گی۔ آپ اور میں بہت خوش رہیں گے، ماما!" مون اپنے معصوم انداز میں بہت بڑی باتیں کر رہا تھا۔ کومل کو گہرا جھٹکا لگا۔

"وہ تم سے غلط کہہ رہے ہیں مون!...... میں نے تمہیں سمجھایا تھا نا کہ تمہارے بابا کی جگہ کوئی نہیں لے سکتا۔" کومل نے اس اپنے سامنے بٹھایا۔

"ماما ڈونٹ لائیک یُو چاچو؟" مون کا انداز و لہجہ پھر سے سنجیدہ ہو گیا۔

"مون! لائیک، اُن لائیک کی بات نہیں ہے...... مجھے اب شادی نہیں کرنا بیٹا!...... پلیز جان! تم کسی کی باتیں نہیں سنو...... ہم نیکسٹ وِیک جا رہے ہیں۔"

"ماما! آپ کلر فل ڈریسز نہیں پہننا چاہتیں۔ ماما! میرا دل چاہتا ہے آپ جیولری پہنیں، کلر فل ڈریسز پہنیں۔ پلیز ماما!...... آپ چاچو سے شادی کر لیں نا...... **I need him**"

کومل نے اسے غور سے دیکھا۔ اسفند نے اس کی برین واشنگ بہت اچھی طرح کی تھی۔ فی الحال کومل اسے کچھ نہیں کہنا چاہتی تھی۔

"مون! ماما کو نیند آ رہی ہے۔ تم بھی سو جاؤ۔"

"ماما! آپ ناراض ہیں مجھ سے؟" مون نے اپنی ماما کو خاموش دیکھ کر استفسار کیا۔

"نہیں سویٹو!...... ماما اپنی جان سے کیوں ناراض ہو گی؟ ماما کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے، اس لئے ماما سونا چاہتی ہے۔" کومل نے اس کی طرف کروٹ لے کر اسے اپنے پہلو میں سمیٹا۔

"ماما! آپ دادو سے ڈرتی ہیں نا؟"

"بڑوں سے ڈرنا چاہئے۔ او کے، لسن! تم ماما کے ساتھ خوش نہیں ہو؟...... تمہیں ماما کے علاوہ بھی اپنی لائف میں کوئی چاہئے...؟"

"نہیں...... مجھے ماما چاہئیں بس...... آئی نیڈ یُو ماما!...... آئی لَو یُو ویری مچ۔"

کومل نے اسے مزید خود میں سمیٹ لیا۔ زندگی کا یہ ایک سہارا اس کے لئے بہت تھا۔ زندگی کی ساری راحتیں، ساری ضرورتیں وہ ایک اس معصوم بچے پر نچھاور کر سکتی تھی۔ اس کی پلکوں پر اس کی ممتا اشک بن کر ٹھہر گئی۔

"اماں جان! حسبِ معمول صبح ہی اُٹھ گئی تھیں۔ اسفند بھی انہی کے کمرے میں سو گیا تھا۔ ان کی آہٹوں پر اس کی بھی آنکھ کھل گئی۔

"اُٹھ جاؤ...... تم بھی نماز پڑھ لو سنی!"

"صبح ہو گئی؟" وہ کسلمندی سے کروٹ بدل کر بولا۔

"ہاں...... صبح ہو گئی ہے۔ دعا ہے، یہ صبح سبھی کے لئے خوشی کا پیغام بن کر آئی ہو۔ اُٹھو، دعا مانگو، کول کا دل تمہاری طرف پھر جائے۔" اماں جان نے تسبیح ہاتھ میں لیتے ہوئے اسے ہدایت دی۔

"اماں جان! آپ دعا کریں گی تو ایسا ہو جائے گا۔" اسفند نے سستی سے آنکھیں موند لیں۔

"میں تو دعا کرتی ہوں بچے! خود بھی کوئی کوشش کرو۔ اپنے رستے میں تم نے خود ہی مشکلیں کھڑی کی ہیں۔ اب انہیں دور کرنے کا حل بھی نکالو...... اللہ سے التجا کرو۔ وہی مسبب الاسباب ہے۔ کول کے ساتھ ہم تو اب کوئی زبردستی نہیں کریں گے۔ ان کی مرضی، اس کی خواہش جو بھی ہو، ہم بس تسلیم کریں گے۔" آخری بات کہتے کہتے ان کی آواز میں بے بسی ظاہر ہونے لگی۔

اسفند نے فوراً ہی آنکھیں کھولیں اور اٹھ بیٹھا۔

"اس کی مرضی، اس کی خواہش میری طرف پھر سکتی ہے۔ آپ اسے میری محبت کا یقین تو دلائیں۔ میں اسے زندگی کی ہر وہ خوشی دوں گا، جو اسے آج تک نہیں ملی۔ پلیز اماں جان! اسے بتائیں، میں نے اگر کوئی غلط قدم اٹھایا بھی تو اسی کی محبت میں۔ میں اسے یہاں سے کہیں اور، کسی اور کی طرف بڑھتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ میں جب اسے کسی اور سے ہنستے ہوئے بھی دیکھ لیتا ہوں تو نہ جانے مجھے کیا ہو جاتا ہے۔ اس کی آنکھوں کے آنسو دیکھ کر میرے اندر کیا کیا طوفان اُٹھتے ہیں، کوئی نہیں جانتا...... میری وہ نہیں سن رہی۔ مجھ پر اعتبار نہیں کر رہی، آپ پر تو کرے گی نا اماں جان!" اسفند نے اماں جان کے سامنے جیسے اپنا دل کھول کر رکھ دیا تھا۔ رات بھر کی کشمکش اور گھٹن نے اسے یہ سب کہنے پر اُکسایا تھا۔

کول نے رات سے باہر قدم بھی نہیں رکھا تھا۔ اب بھی وہ نماز سے فارغ ہو کر، اماں جان کے لئے چائے اور بسکٹ لے کر آئی تھی۔ اندر سے آتی اسفند منصور کی آواز نے اسے دروازے پر ہی ٹھٹک کر کھڑا رہنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اسے خبر نہیں تھی کہ اسفند یہیں موجود ہے۔ اس کے لہجے میں سچائی تھی، درد تھا۔ کول کی سماعتیں بھی متاثر ہو رہی تھیں اور دل بھی اس کی باتوں پر نئی کیفیت میں دھڑکنے لگا تھا۔

"بات تو تمہاری ہے سنی!..... اپنا یقین تمہیں خود قائم کرنا پڑے گا۔ اپنے اعتماد کی بحالی کے

لئے خود کوئی عملی ثبوت دو گے تو اسے اعتبار آئے گا۔ ورنہ کہنے کو تو میں کہہ دوں گی۔ میری بات پر اُسے اعتبار آئے نہ آئے۔" اماں جان نے صاف اپنا دامن بچا کر اسے پیش قدمی کا مشورہ دیا۔

کول کے لئے مزید وہاں کھڑا رہنا مشکل ہو رہا تھا اور چائے بھی ٹھنڈی ہو رہی تھی۔ وہ اس بار بنا جھجکے اندر بڑھ گئی۔

"اماں جان! آپ کی چائے۔" تخت پوش پر بیٹھی اماں جان کے سامنے چائے کی ٹرے رکھ کر وہ سیدھی ہو گئی۔ بیڈ پر لیٹا اسفند بھی اس کی آمد پر ایک دم ٹھٹک گیا تھا۔

"بیٹا! تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ تم نے کیوں تکلیف کی؟...... کچھ دیر میں عینی اور ثانیہ اٹھ جاتیں تو چائے بھی بنا لیتیں اور ناشتہ بھی۔"

"اماں جان! آپ کے کسی کام کو کر کے مجھے کیوں تکلیف ہو گی؟ اور پھر اپنے گھر کی ذمہ داریاں مجھ ہی کو نبھانی ہیں۔ اور میں کب تک دوسروں پر انحصار کروں گی؟...... آپ چائے پیجئے۔ ناشتے کے وقت ملاقات ہو گی۔" کول، اسفند کو نظر انداز کر کے فوراً نکل گئی۔



کول کچن میں اپنے لئے چائے بنا رہی تھی۔ آہٹ پر اس نے مڑ کر دیکھا۔ اسفند کچن کے دروازے کے بیچ میں کھڑا تھا۔ شافند کی سفید ٹی شرٹ اور بلیو ٹراؤزر میں آج وہ شافند جیسا لگ رہا تھا۔ یا پھر وہ اسے دیکھ ہی اس نظر سے رہی تھی۔

"مجھے چائے مل جائے گی یا میں خود بنا لوں؟" اسفند اس انداز میں بات کر رہا تھا، جیسے درمیان میں کوئی تلخی، کوئی بدمزگی ہوئی نہ ہو۔ کول نے بنا کچھ کہے اپنے لئے بنایا چائے کا کپ کچن کے مڈل کاؤنٹر پر رکھ دیا۔ اشارہ تھا کہ وہ اٹھا لے۔

اسفند چند قدم بڑھا کر دروازے سے اندر آ گیا۔ کول نے مزید ایک کپ اپنے لئے تیار کیا۔ اسفند نے وہیں کھڑے ہو کر چائے کا سِپ لیا۔

"کول!...... کیا تم مجھے اپنی بات کہنے کا ایک اور موقع دے سکتی ہو؟"

کول نے چونک کر اسے دیکھا، جیسے اسے اس کی موجودگی کا احساس ہی نہ ہو۔

"اب مزید کیا رہ گیا ہے؟ تم جو چاہتے تھے، وہ ہو چکا ہے۔" کول اپنی چائے کا کپ لے کر کچن کے دوسرے دروازے سے لان میں نکل گئی۔

اسفند چند لمحے تک کھڑا رہا، پھر اس کے پیچھے لپکا۔ کول لان چیئر پر جا کر بیٹھ چکی تھی، اسے آتا دیکھ کر کول کے چہرے پر بےزاری اور کوفت پھیل گئی۔

"تم مجھے تنہا نہیں چھوڑ سکتے؟...... کیوں جینا حرام کر رکھا ہے تم نے میرا؟" اس کے قریب آنے پر وہ زچ ہو کر بولی۔

"جینا تو میرا دشوار ہو رہا ہے، یہ سوچ کر کہ میں نے تمہیں اپنی چاہت بنانا چاہا تھا، مگر خود

تمہاری نفرت بن بیٹھا۔ کاش! میں تمہاری نفرت ختم کر سکتا۔'' اسفند کی بوجھل بے کل آواز اس کی روح کی کراہیں سنا رہی تھی۔

''محبت ہو یا نفرت، کسی ''تعلق'' سے پیدا ہوتی ہے۔ میرا تم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔'' کومل کے لہجے میں بے گانگی و سرد مہری اُتر آئی۔

اسفند جیسے تڑپ اُٹھا۔

''کیا واقعی ہم میں کوئی تعلق نہیں ہے؟...... خدا کے لئے کومل! اس طرح اجنبی مت بنو۔ میں تمہاری بیگانگی سہہ نہیں پاؤں گا۔''

''میرے نام سوسوائیاں لگا کر، ساری دنیا کی نظروں سے مجھے گراتے ہوئے تمہیں کبھی خیال آیا تھا کہ تم نے میرے ساتھ کیا کیا تھا؟''

''پشیمان ہوں...... مانتا ہوں، میں نے تمہارے ساتھ بہت برا کیا۔ اپنی انا، اپنے زعم میں، میں اندھا ہو گیا تھا...... پلیز کومل! تمہارا ظرف بہت بڑا ہے۔ تم نے سبھی کو ہمیشہ معاف کیا ہے۔ خدا کے لئے مجھے معاف کر دو۔ تمہیں مون کی قسم ہے، میری غلطیوں کو میری نادانی سمجھ کر معاف کر دو، پلیز!'' اسفند جیسے گڑگڑانے لگا تھا۔ اسے محسوس ہوا تھا کہ اگر آج اس نے یہ موقع گنوا دیا تو پھر کبھی کومل کو منا نہیں پائے گا۔ کسی کے آگے نہ جھکنے والا اسفند منصور آج کومل کے سامنے اپنی ہر غلطی کا اعتراف کر رہا تھا۔

''تم نے مون کی قسم دے کر مجھے بے بس کر دیا ہے۔ مگر یاد رکھنا اسفند منصور! آئندہ میرے گھر میں تب تک قدم مت رکھنا، جب تک کہ مما کی آنکھوں سے شکوک کے پردے نہ اُتار آؤ۔ میں سب کچھ بھلا دوں گی، مگر وہ تذلیل میں نہیں بھلا سکتی، جو تمہاری وجہ سے مما نے میری کی ہے۔''

کومل نے فیصلہ کن انداز میں کہا اور اُٹھ کر چل دی۔ اسفند بے بسی سے اسے جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ وہ کیا کہہ گئی تھی۔ صوفیہ منصور کے شکوک ختم کرنا اتنا آسان کام نہ تھا۔ ان کی سوچیں بدلنا ہوتیں تو کومل کی دی گئی قربانیوں کا احساس کر کے ہی وہ بدل جاتیں۔ بہرحال، کومل کی خوشی کے لئے اسے جانا ہی تھا۔



''کیا ہو گیا ہے یار!...... کیوں رو رہی ہو؟...... کیا میرا کوئی اسکینڈل آ گیا ہے اخبار میں؟...... یا پھر خواب میں میری شادی کسی اور کے ساتھ دیکھ لی ہے؟...... منہ سے تو پھوٹو، کیا ہو گیا ہے صبح صبح تمہیں؟''

نبیل اپنے آفس جانے کے بجائے صبح ہی ادھر آ دھمکا تھا۔ ثانیہ اپنے بھائی کے یہاں سے جانے اور پھر یہاں نہ آنے کے دکھ میں مبتلا ہو کر رو رہی تھی۔ نبیل کی آمد پر بھی وہ خود کو سنبھال نہیں پائی تھی۔ اس وقت وہ تنہا ہی لاؤنج میں تھے۔ کومل، ثانیہ کو ناشتے کے لئے بلانے

آئی تو نبیل کو دیکھ کر حیران رہ گئی۔

''تم...... تم کب آئے؟...... آفس نہیں گئے آج بھی؟''

''چلا جاؤں گا آفس بھی۔ آپ کی مزاج پرسی کو آیا تھا۔ مگر یہاں تو کسی اور کا مزاج بھی ٹھکانے نہیں ہے۔''

''میری فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم اپنے آفس پر دھیان دو تو بہتر ہو گا۔ اپنی ذمہ داری سمجھو۔ کل کو تمہارے حوالے سے بھی مجھ پر الزام آئے گا کہ میں نے تمہیں صرف اپنے تک محدود کر لیا۔'' کومل کے کہنے کا انداز سرسری تھا، مگر اس کے لفظوں کا مفہوم دونوں کو ہی چونکا گیا۔

''کیا ہو گیا مادام؟...... آج آپ کی ٹون بھی بدلی ہوئی ہے۔ لگتا ہے، کوئی طوفان آنے والا ہے۔'' نبیل صوفے سے اُٹھ کر کومل کے سامنے جا کھڑا ہوا۔

''طوفان تو آ کر چلا گیا۔ اور اپنے ساتھ بہت کچھ لے بھی گیا۔ تم پریشان مت ہو۔ تمہارا تو سب کچھ محفوظ ہے۔ مزید احتیاط کرنا۔''

''خدایا!...... کیا ہوا ہے؟ میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں؟''

''ہاں...... تم سوئے ہوئے ہو...... اُٹھ جاؤ...... آؤ ناشتہ کرو اور اپنے آفس کی راہ لو۔ مجھے بھی اپنے کچھ کام کرنے ہیں۔'' کومل پہلی بار اس طرح بولی تھی، تبھی دونوں کو حیرت ہو رہی تھی۔ نبیل نے ثانیہ کو استفہامیہ نظروں سے دیکھا، پھر بولا۔

''مجھے مادام سسٹر کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔''

''ٹھیک کیسے ہوں گی؟...... کل شام مما نے یہاں آ کر بہت ہنگامہ کیا تھا۔ ملی بھابی کی بہت انسلٹ کی۔ وہ مما کے بی ہیویئر سے بہت ہرٹ ہوئی ہیں۔ میں...... میں تو ان سے نظریں بھی نہیں ملا پا رہی۔ مما نے انہیں سنی بھائی کے ساتھ انوالو...... پلیز نبیل!...... تم انہیں اس کنڈیشن سے باہر لا سکتے ہو۔ میں انہیں اس طرح نہیں دیکھ سکتی۔ پاپا اور سب کے سامنے تماشہ ہوا تھا۔ پاپا نے دونوں کی شادی کا اعلان بھی کر دیا تھا، مگر کومل بھابی ایگری نہیں ہیں۔'' ثانیہ روتے روتے چپ ہو کر اسے حالات سے آگاہی دے رہی تھی۔

''وہاٹ ربش۔ کس ذہنیت کی مالک ہیں تمہاری مما۔ بدکردار عورت اس طرح بے رنگ و بے نور زندگی جیتی ہے؟...... اس طرح قربانیاں دے کر اپنا نہیں، دوسروں کا بھلا کرتی ہے؟ وہ اگر اس قسم کی ہوتیں تو تم سبھی کو بیچ کر کھا چکی ہوتیں۔ نہ جانے کس بات کی دشمنی نکال رہی ہیں تمہاری مما۔''

نبیل جو بیٹھ چکا تھا، غصے میں اٹھا اور باہر نکل گیا۔ کومل کیا، وہ اس وقت کسی کا بھی سامنا نہیں کرنا چاہتا تھا۔



"کومل! تم نے تو مجھے بالکل غیر بنا دیا۔ میں کچھ دنوں کے لئے تم سے دُور گئی ہوں، ہمیشہ کے لئے تو نہیں۔"

روشنی کا فون آیا تھا۔ کومل اپنے کمرے میں بیٹھی اس کا فون سن رہی تھی۔ روشنی آج کل ہنی مون ٹرپ پر مویشس گئی ہوئی تھی۔

"تم تک بھی خبریں پہنچ گئیں آخر۔" کومل نے جواب میں آہ بھر کر کہا۔

"افواہیں تو بے پَر کی اُڑتی ہیں۔ تمہیں میں نے کتنا سمجھایا تھا، کومل!...... لعنت بھیجو۔ ابھی بھی وقت تمہارے ہاتھ میں ہے میری جان! کیوں رائیگاں کرتی ہو؟"

روشنی اُس کی ہمدردی میں بول رہی تھی۔ سچی دوست تھی، اسے درد تو ہونا ہی تھا۔ صوفیہ منصور نے اس کی رسوائیاں ہواؤں کے سپرد کر دی تھیں۔

"زندگی تو ویسے بھی رائیگاں ہی جانی تھی۔ اچھا ہے، کچھ لوگوں کی خوشی بن جاؤں گی۔"

"تو تم شادی کرو گی اسفند سے؟" روشنی نے اس کی بات کا یہ نتیجہ اخذ کیا۔

"میں مما کی خوشی کی بات کر رہی ہوں۔ نہ جانے انہیں کتنی تسکین ملتی ہو گی میرے کردار کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے۔" کومل کی آواز میں اُس کا دُکھ نمی بن کر ظاہر ہونے لگا۔

"بے وقوف لڑکی! کیوں خود پر ظلم کر رہی ہو؟...صوفیہ منصور تو سائیکو ہو چکی ہیں۔ اور تم خود کو بنانے کی کوشش میں ہو۔ میں آ رہی ہوں، پھر دیکھتی ہوں تم کیسے خود کو کھلونا بننے دیتی ہو۔"

"روشنی! پلیز...... میری وجہ سے اپنا ہنی مون خراب مت کرو۔ میں ویسے بھی چار دن بعد یہاں سے جا رہی ہوں۔ بے فکر رہو، اب میں خود کو کھلونا نہیں بننے دوں گی۔ سمجھ آ گئی ہے، مجھے کیسے جینا چاہئے۔"

"تمہاری زندگی سے زیادہ عزیز نہیں ہے مجھے اپنا ہنی مون۔ زندگی رہی تو سو ہنی مون ہوں گے۔ لیکن تمہاری کسی بے وقوفی کی تلافی نہیں ہو سکتی۔ میں آ رہی ہوں۔ بس، اپنا خیال رکھنا۔" روشنی نے چند رسمی باتوں کے بعد سلسلہ منقطع کر دیا۔

کومل کو نئے ملال نے گھیر لیا تھا۔ اس کی وجہ سے کس کس کی زندگی متاثر ہو رہی تھی۔ نبیل بھڑکا ہوا تھا۔ روشنی اپنا ہنی مون پیریڈ شارٹ کر کے آ رہی تھی۔ اماں جان بے بس، خاموشی میں مبتلا تھیں۔ منصور احمد نہ چاہ کر بھی اس کی خوشی میں خوش نظر آ رہے تھے۔ صوفیہ منصور کے لئے تو وہ تھی ہی آزار۔ اس سے کوئی بھی تو خوش نہیں تھا۔

وہ سوچوں میں غلطاں تھی کہ تبسم نے دروازے پر دستک دے کر کسی کے آنے کی اطلاع دی۔ وہ ڈرائنگ روم میں آئی تو ڈاکٹر حسنین کو دیکھ کر حیران رہ گئی۔ کومل کو اس کی آمد کا مقصد سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

"السلام علیکم!...... آپ حیران ہیں...... میں اپنے پیشنٹ کا پیچھا ایسے ہی نہیں چھوڑتا۔

آپ تو پھر آئی نہیں۔ آپ کو ابھی ٹریٹ منٹ کی ضرورت تھی، بس......"

حسنین نے اُس کی آنکھیں پڑھ کر وضاحت کی۔

"وعلیکم السلام!...... بیٹھئے۔" کومل نے اخلاقاً اسے بیٹھنے کے لئے کہا، پھر خود بھی ایک طرف ہو کر بیٹھ گئی۔ "میں اب بہتر محسوس کر رہی تھی، اس لئے میں نے دوبارہ چیک اپ کے لئے آنا ضروری نہیں سمجھا۔ آپ کے کلینک کے جو ڈیوز ہیں، میں آپ کو پے کر دیتی ہوں یا پر کلینک پر چیک بھجوا دوں۔"

"لاحول ولا قوۃ...... اب میں آپ سے ڈیوز لوں گا؟...... میں اس لئے تو یہاں نہیں آیا ہوں۔" حسنین نے قدرے برا مانتے ہوئے کہا۔ سیاہ شلوار قمیض کے اوپر سیاہ اور سفید پرنٹیڈ دوپٹے کو اچھی طرح اوڑھے ہوئے وہ بہت معصوم، پاکیزہ اور سوگوار دکھائی دے رہی تھی۔

"پھر......؟" کومل نے دانستہ مختصراً پوچھا۔

"آپ کو علم نہیں ہے، آپ کس خطرے سے دوچار ہیں۔ آپ کے سٹریس نے آپ کو ہارٹ ڈیزیز میں مبتلا کر دیا ہے۔ آپ کیوں خود کو انڈر سٹریس رکھتی ہیں؟" حسنین کی بات پر وہ بالکل نارمل رہی۔

"کوئی بھی پیشنٹ خود تو انڈر سٹریس نہیں رہتا۔"

"تو آپ مانتی ہیں، آپ پیشنٹ ہیں۔"

"میں نے انکار کب کیا تھا؟...... البتہ اب میں ٹھیک ہوں۔"

"آپ کا دو بار نروس بریک ڈاؤن ہوا ہے۔ یہ اچھی علامت نہیں ہوتی۔ آپ کا نروس سسٹم وِیک ہوتا چلا جائے گا۔" ڈاکٹر حسنین اپنے پیشہ ورانہ انداز میں اسے سمجھانے لگا۔

"میں پراپر لی ٹریٹ منٹ لوں گی، ان شاء اللہ۔"

اسی لمحے تبسم فریش جوس لے آئی۔ کومل نے اُٹھ کر خود سرو کیا۔

"تبسم! چائے بھی بنا لو۔ اور مون کو اِدھر بھیجو۔"

"اُس روز آپ سے بات نہیں ہو پائی تھی۔ آپ کی کنڈیشن بھی ایسی تھی کہ آپ سے کوئی پرابلم ڈسکس نہیں ہو سکی تھی۔ آپ شیئر کر سکتی ہیں مجھ سے۔ تاکہ آپ کی ٹریٹ منٹ پرفیکلی ہو اور آپ ہیلدی لائف جی سکیں۔"

"میں اپنی پرابلم کا سلوشن رکھتی ہوں اپنے پاس۔ آپ کی بہت مہربانی ہے، آپ نے یہاں آ کر اپنی فرض شناسی کا ثبوت دیا۔"

کومل اُس سے اس لہجے میں بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔ مگر گزشتہ دو دن سے نہ چاہتے ہوئے بھی اس کا لہجہ تلخ ہو جاتا تھا۔ اسے کسی کی بھی ہمدردی بری لگنے لگی تھی۔ وہ خود اذیتی کے نئے دور میں داخل ہو رہی تھی، یا پھر یہ وقتی عمل تھا۔ وہ خود اپنی کیفیت سے عاجز بھی تھی۔

ڈاکٹر حسنین نے اسے قدرے حیرت سے دیکھا، پھر وہ جلد ہی سمجھ گیا کہ اپنی بیماری کی

چڑچڑاہٹ سے وہ ایسی ہو رہی ہے۔

"یہ تو اچھی بات ہے کہ آپ اپنی پرابلمز کا سلوشن رکھتی ہیں۔ ورنہ تو آج کل سبھی اپنی اپنی پرابلمز کو ایشو بنائے خود سے ہی بے زار رہتے ہیں۔" ڈاکٹر حسنین نے بات سے بات بڑھائی۔

"فارغ رہنے والا انسان ہی خود سے بے زار رہتا ہے۔ میرے پاس اپنے لئے بھی فرصت نہیں ہوتی۔" کومل نے بھی اسی سرسری پن سے کہا۔

"خود سے اس قدر لاپروار رہنا بھی اکثر خطرناک ثابت ہوتا ہے۔ آپ کی حالت، آپ کی لاپروائی کے سبب ہی ہوئی ہوگی۔ زندگی بہت بڑی نعمت ہے۔ اس کی قدر کرنا ہمارا فرض ہے مس........"

"مسز شافند منصور۔" کومل نے اس بار اپنا تعارف خود مکمل کیا۔ تبھی مون چلا آیا۔

"السلام علیکم........ انکل! آپ چاچو سے ملنے آئے ہیں........ چاچو تو یہاں نہیں ہیں۔" سات سالہ مون نے قریب جا کر بڑوں کی طرح مصافحہ کیا۔

"وعلیکم السلام........ بیٹا! میں آپ کی مما کو دیکھنے آیا تھا۔ آپ کے چاچو سے ملنے نہیں۔" ڈاکٹر حسنین نے اُسے پاس بٹھالیا۔

"ماما تو اب ٹھیک ہیں........ اس لئے تو سبھی چلے گئے۔ پھپھو اور چاچو بھی۔"

"آپ نے روکا نہیں اپنے چاچو کو؟"

"وہ تو میرے اُٹھنے سے پہلے ہی چلے گئے تھے، ماما!........ بڑی جان بھی چلی جائیں گی۔" مون اس سے بات کرتے کرتے اپنی ماما کو مخاطب کرتا تھا۔

تبسم چائے اور لوازمات لے آئی تھی۔ کومل نے اسے جانے کا اشارہ کیا اور اٹھ کر چائے بنانے کے لئے ٹرالی سے چائے کی کیتلی اور کپ میز پر رکھتے ہوئے مون کو جواب دیا۔

"آف کورس بیٹا!........ ہم نہیں ہوں گے تو پھر وہ یہاں کس کے پاس رہیں گی؟"

"آپ لوگ کہیں جا رہے ہیں؟" حسنین نے حیرت سے استفسار کیا۔

"جی........ چار دن بعد مجھے اور مون کو فرانس کے لئے فلائی کرنا ہے۔ مجھے دو تین فیشن ڈپلومہ کرنے ہیں۔" کومل نے نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی بات کا جواب دیا۔

"آپ کی کنڈیشن ایسی نہیں ہے کہ آپ ابھی یہاں سے کہیں بھی جائیں۔ آپ کچھ دن بعد بھی تو جا سکتی ہیں۔" حسنین احمد کو خود سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کس طرح بات کرے۔ اسفند کی حالت دیکھ کر کومل کو سمجھانے کا وعدہ تو کر آیا تھا، مگر وہ اب کچھ کہنے کا حوصلہ بھی نہیں پا رہا تھا۔

"میں اپنی کنڈیشن سے مطمئن ہوں۔ آپ پریشان مت ہوں۔ آپ چائے پیجئے اور مجھے معاف کیجئے گا۔ مجھے کچھ کام ہے۔"

کومل اُس کے سامنے چائے بنا کر رکھتے ہوئے بولی اور پھر معذرت کر کے وہاں سے چلی گئی۔ ڈاکٹر حسنین کو اپنے خیالات کے اظہار کا موقع ہی نہیں ملا تھا۔



"کیا رہا؟ وہ یہاں تک آنے پر تیار ہوئی؟" حسنین کو دیکھتے ہی اسفند بے صبری سے اس کی طرف لپکا۔ اس وقت وہ کلینک میں اپنے کمرے میں تھا۔ حسنین جس طرح سپاٹ چہرے کے ساتھ آیا تھا، اس سے اندازہ لگانا مشکل تو نہیں تھا، پھر بھی وہ اس کی زبان سے سننے کا منتظر تھا۔

"نہیں........ وہ اس کی ضرورت نہیں سمجھتیں۔"

"تم نے اسے بتایا نہیں کہ اس کی کنڈیشن بہتر نہیں ہے؟" اسفند نے اس کے بیٹھنے سے پہلے بے صبری سے پھر استفسار کیا۔

"اپنے بارے میں وہ ون پرسنٹ بھی کانشس نہیں ہیں۔ انہیں سلیف کانفیڈنس ہے کہ وہ اپنی ہر پرابلم کا سلوشن رکھتی ہیں۔ آئی تھنک سو، یہ ایسا غلط بھی نہیں ہے۔ ایک میٹنگ میں ہی مجھے اندازہ ہو گیا ہے کہ مشکلوں کو ایزیلی فیس کر جانے کا حوصلہ رکھتی ہیں۔" حسنین نے اسفند کو گہری سانس کھینچتے ہوئے بتایا، پھر قدرے توقف کے بعد بولا۔

"مجھے تم پر افسوس ہے سنی! تم میں انسان پرکھنے کی صلاحیت نہیں ہے۔ محبت تو محبوب کی خامیاں بھی خوبیوں میں بدل دینے کا نام ہے۔ جبکہ تم نے محبوب کی خوبیوں کو ہی اس کی رسوائی بنا دیا۔ تم نے انہیں بے حد ہرٹ کیا ہے، وہ ری ایکٹ تو کریں گی۔ اب تمہیں اپنا حوصلہ آزمانا ہے۔ صبر کرو، اچھے وقت کا انتظار کرو یا پھر ان کے سامنے ڈٹ جاؤ۔ کل تک تم جن کے ساتھ تھے، ثابت کرو کہ تم بھی غلط تھے اور وہ بھی........ پھر شاید وہ مان جائیں کہ تمہاری چاہت کے جنون نے تمہیں گمراہ کر دیا تھا۔"

"میں ثابت کر سکتا ہوں........ میں ساری دنیا کے سامنے اعتراف بھی کر سکتا ہوں کہ میں غلط تھا۔ مگر وہ بھی تو میرا اعتبار کرے۔ میری ندامت، میرے ملال کا اسے یقین بھی تو آئے۔ مجھے سنے تو سہی کہ میں نے اس کی چاہت میں کبھی کسی کے خیال کو بھی شریک سوچ نہیں کیا۔ تبھی اس کی پرچھائیں سے بھی حسد ہونے لگا تھا مجھے۔ اُس کی کسی کی طرف اُٹھتی عام سی نگاہ بھی میرے اندر اِک آگ کا جنگل سلگا دیتی تھی۔ تبھی تو سب کچھ جل کر بھسم ہو گیا۔"

اسفند کی بے قراری و اضطراب اُس کی حالت سے ہویدا تھا۔ ڈاکٹر حسنین نے اپنے دوست کو افسوس سے دیکھا۔ عجب بے بسی میں گھرا اسفند منصور اپنی چاہت کی نارسائی پر تڑپ رہا تھا۔ کل ہی تو اسفند نے اسے تمام حالات سے ناچار آگاہ کیا تھا۔ اور آج صبح کومل نے اسے اپنے گھر سے نکل جانے کا حکم دے کر گویا اس سے اس کا صبر و قرار لوٹ لیا تھا۔ اس کی اُمیدیں، اس کی آس سبھی ٹوٹنے لگے تھے۔

"شکوک کی آگ اسی طرح خاکستر کر دیتی ہے میرے بھائی! بدگمانیاں بڑھ جائیں تو محبتیں بے موت مرجاتی ہیں۔ تمہاری یک طرفہ چاہت تمہارا زعم بن کر تمہیں ہی نیچا دکھا گئی۔"

حسنین اسے آئینہ دکھا رہا تھا اور اسفند اپنے ملال کے ساتھ بے کل تھا۔

"عورت کا کردار اس کا غرور ہوتا ہے۔ تم نے بار بار اس کے غرور پر چوٹ کی ہے۔ تم بھول گئے تھے اسفند! کہ چوٹ کھائی ہوئی عورت اپنے زخم آسانی سے نہیں بھلاتی۔"

اسفند جیسے خود سے ہی دل میں مخاطب تھا۔ اس کے سوا اس کے پاس رستہ ہی کیا تھا کہ وہ واقعی کومل کو اپنی چوٹ بھلا دینے کے وقت کا انتظار کرتا۔ اسفند کچھ دیر بیٹھا سوچوں میں گم رہا اور پھر گھر جانے کے لئے اٹھ گیا۔



"تم سبھی جانتے ہو......... سبھی جانتے تھے کہ وہ عورت شافند کی زندگی میں ہی میرے لئے ناقابلِ برداشت ہوگئی تھی۔"

تانیہ، ثانیہ ماں کے اردگرد انہیں منانے، سمجھانے کی کوشش میں تھیں۔ منصور احمد اور ان کے درمیان اُس روز سے بول چال بند تھی۔ دونوں ایک چھت تلے اجنبی بن کر رہ رہے تھے۔ صوفیہ خود بھی اپنے غصے کے سبب بھی سے ناراض و بیگانہ سی ایک طرف بندھ کر بیٹھ گئی تھیں۔ انہیں گھر کے کسی کام سے کوئی دلچسپی رہی تھی اور نہ ہی اپنی اولاد میں۔ حالانکہ ان کے علم میں تھا کہ اسفند اور ثانیہ اگلے دن ہی گھر میں آ چکے تھے۔ اور ثانیہ تو مسلسل ماں کی دلجوئی کرنے کی کوشش میں تھی۔

"ممّا! بے شک وہ آپ کے لئے ناقابلِ برداشت رہی ہیں، مگر آپ یہ بھی جانتی ہیں کہ مون کے حوالے سے ہمیں اُنہیں اہمیت دینی ہی تھی۔ نہ چاہ کر بھی وہ شانی بھائی کی زندگی کا اہم حصہ بنتی چلی گئیں۔ بلکہ شانی بھائی نے انہیں ہم سبھی کے لئے اہم ترین بنا دیا۔ اور اونیسٹلی کومل بھابی نے کبھی بھی اپنی اہمیت و حیثیت کو ناجائز استعمال نہیں کیا۔" ثانیہ نے ایک بار پھر کومل کا دفاع کیا۔

"اچھا......... یہ ناجائز استعمال نہیں تھا؟ وہ مجھ سے میرا بیٹا چھین کر لے گئی۔ اُس کی ساری دولت کی مالک و مختار بن بیٹھی۔ میرے پوتے کو مجھ سے بدظن کر دیا۔ تم سبھی کو میرے خلاف بھڑکا دیا اور آج میرا دوسرا بیٹا پھر اسے میری شکست بنا کر میرے سامنے لانا چاہتا ہے۔ تم ابھی جانتی نہیں ہو۔ کبھی ماں بنو گی تو میری تڑپ سمجھو گی۔" صوفیہ مزید بھڑک کر بولیں۔ کومل کی تعریف و اہمیت تو وہ عام حالات میں سننا گوارا نہیں کرتی تھیں، اب تو معاملہ ہی دوسرا تھا۔

"ممّا! آپ ٹھنڈے دل سے سوچیں۔ شانی بھائی کی دولت و املاک آخر کس کے حصے میں آئے گی؟ صاف ظاہر ہے، مون کے۔ اور مون کی بہترین پرورش کے لئے یہ اسٹیپ آپ نے ہی لیا تھا۔ کومل بھابی خود سے شانی بھائی کا، ہمارے خاندان کا حصہ نہیں بنی تھیں۔ آپ نے ہی

انہیں منتخب کیا تھا۔ اور ہمیں تو اسی بات کا فخر ہے کہ آپ نے ہمارے بھائی کی زندگی کو کسی بھی خاندانی روایت و رواج میں پھنسانے کے بجائے اپنی دُور بین نگاہ و سوچ سے کام لے کر ان کے لئے بہترین فیصلہ کیا تھا۔ بعد میں آپ کو ان سے نہ جانے کیوں اختلاف پیدا ہو گیا۔ حالانکہ آپ کا انتخاب آج بھی ہمارے خاندان کے لئے بہترین ثابت ہو رہا ہے۔"

اس بار تانیہ نے بھی زبان کھولی۔ ثانیہ نے بھی بہن کو حیرت سے دیکھا۔ یہ پہلا موقع تھا، وہ کومل کی حمایت میں بولی تھی۔ صوفیہ کو بھی اچنبھا تھا۔

"تم بھی؟..... تانیہ! مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی۔ تم میرے دشمنوں کا ساتھ دے رہی ہو۔" صوفیہ کو جیسے یقین نہیں آ رہا تھا۔

"ممّا! میں تو ہمیشہ آپ کے ساتھ رہی ہوں۔ آج تو صرف وہ کہہ رہی ہوں جو صحیح ہے۔ میں خود ماں بننے جا رہی ہوں تو مجھے احساس ہوا ہے کہ کومل نے ماں نہ ہو کر بھی مون کے لئے کتنی بڑی قربانی دی ہے۔ اپنی زندگی ایک بچے کے سہارے گزارنے کا فیصلہ کرنا اور پھر اس پر قائم رہنا اتنا آسان نہیں ہوتا ممّا! آپ نے کبھی سوچا ہے، وہ شانی بھائی کی ڈیتھ کے بعد اپنی زندگی پھر سے شروع کر سکتی تھی۔ اگر وہ چاہتی تو مون کو دوبارہ آپ کے پاس چھوڑ کر پلٹ بھی سکتی تھی، کہیں بھی جا سکتی تھی۔ آپ نے ایسا نہیں کیا تو یہ اُس کی کوالٹی ہے ممّا! ہم اُسے مجبور نہیں کر سکتے تھے اور نہ ہی آئندہ کر پائیں گے۔" تانیہ نئی کیفیت کے اثر میں سچائی سے بول رہی تھی۔

"تانی ٹھیک کہہ رہی ہے ممّا! آپ کو تو سنی بھائی کے لئے یہ اسٹیپ خود لینا چاہئے تھا۔ اُن کی خواہش انہونی نہیں ہے۔ مے بی وہ بھی مون کے فیوچر کو سکیور کرنے کے لئے ان سے شادی کرنا چاہ رہے ہوں۔" ثانیہ نے مصلحت آمیزی سے تائید کی۔

صوفیہ نے دونوں بیٹیوں کو کینہ توز نظروں سے دیکھا۔

"مجھے پہلے ہی خبر تھی......... وہ جادوگرنی، ڈائن میری ساری اولاد کو اپنے قابو میں کر لے گی۔ مگر یاد رکھو......... میرے جیتے جی وہ دوبارہ اسی حیثیت میں میرے گھر میں نہیں آ سکتی۔ میں اب اسے اپنے سر پر سوار نہیں دیکھ سکتی۔ اسفند اس کے حُسن پر ریجھ گیا ہے، یہ اس کا جذباتی فیصلہ ہے۔ عنقریب وہ اپنے ہی فیصلے کو غلط کہہ کر راہ بدل لے گا۔"

صوفیہ صوفے سے اٹھ کر بیڈ پر جا بیٹھیں۔ ان کی ضد، ان کا غصہ کسی طرح بھی کم نہیں ہو رہا تھا۔

"سنی بھائی راہ بدلنے والے ہیں تو نہیں۔ بہرحال، آپ پھر سن لیں۔ ہم سنی بھائی کے ساتھ ہیں۔ ہم انہیں تنہا نہیں چھوڑ سکتے۔" ثانیہ بھی بے بسی سے وہاں سے اٹھتے ہوئے بولی۔

"تو کیا تم مجھے تنہا چھوڑ دو گے؟......... میرے خلاف جاؤ گی؟......... میری اولاد ہو کر تم دوسروں کے لئے........"

"پلیز مام! ہم پر الزام نہ رکھیں۔ ہم نے ہمیشہ آپ کا ساتھ دیا ہے۔ اب آپ بہت جذباتی ہو کر سوچ رہی ہیں۔ آپ خود کو اپنے آپ تنہا کر رہی ہیں۔ پاپا فیصلہ کر چکے ہیں اور آپ جانتی ہیں، وہ کومل سے اپنا فیصلہ منوا بھی لیں گے۔ وہ ان کی کوئی بات رد نہیں کر سکتیں، اتنا تو ہم سبھی جانتے ہیں۔ ایک کام جب ہونا ہی ہے تو آپ اسے خاموشی سے کیوں نہیں مان لیتیں؟ ساری دنیا، سارا خاندان اس عمل کی حمایت میں ہے۔ آپ کس کس سے لڑیں گی؟"

ثانیہ بھی تنگ آ کر بولتے بولتے اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اُن کا خیال تھا کہ اب اپنی مما کو سمجھانا فضول تھا۔ سو دونوں ہی ان کے کمرے سے نکل گئیں۔ صوفیہ منصور اپنے کمرے میں تنہا رہ گئیں۔ گھر کے سب لوگ، ان کے خاندان کے سبھی افراد ایک ہی بات پر متفق و متحد ہو چکے تھے اور وہ تنہا محاذ آراء تھیں۔ اُن کی آمریت کی شکست ہو رہی تھی اور کوئی انہیں سہارا دینے والا نہ تھا۔ چاہنے والا شوہر ان کی اپنی باتوں پر بدظن ہو چکا تھا۔ اولاد بھی باپ کی ہم نوا تھی۔ جس طرح شافند اپنی زندگی کے آخری ایام میں ان سے بغاوت کرتے کرتے اپنی ہی زندگی ہار گیا تھا، آج سبھی اسی کی طرح باغی و متنفر دکھائی دے رہے تھے۔

ثانیہ سے انہیں یہ امید نہیں تھی کہ وہ بھی ان کے خلاف بولے گی۔ ثانیہ تو شروع سے کومل کی گرویدہ رہی تھی۔ ایک اسفند کو ہی انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھنے پر مجبور کیا تھا تو آج وہی انہیں اس کی سزا دینے کے درپے تھا۔ وہ انہی کی ضد کو ان کے مقابل لا کھڑا کرنے کے درپے تھا۔ خوف تو انہیں یہی تھا۔ اسفند کا پھر سے اسے نئے رشتے و مقام پر لا رکھنے کا مطلب تو یہی تھا کہ پھر صوفیہ، کومل کو کچھ کہنا تو دُور کی بات، آنکھ اُٹھانے کی جرأت بھی نہیں کر سکتی تھیں۔ انہیں یہی اندیشہ تھا کہ کومل نئی حیثیت پاتے ہی ان کی تذلیل پر اُتر آئے گی۔ وہ اپنی ساری زیادتیاں یاد رکھتی تھیں۔ ڈرتی تھیں، کومل انہیں نیچا دکھانے کے لئے ان سے بدلہ لینے کا پورا اختیار استعمال کرے گی۔ کومل کی ذات سے وابستہ بدگمانیوں نے انہیں ذہنی اذیت میں مبتلا کر رکھا تھا اور وہ کسی طرح بھی اپنا آپ بچا نہیں پا رہی تھیں۔ وقت کے اُلٹ جانے کا ہراس وہ اپنے اردگرد پھیلائے خود ہی بھٹک رہی تھیں۔



"مادام! ہم بھی تو یہی چاہتے ہیں، آپ ایک مکمل اور کامیاب زندگی گزاریں۔" نبیل اور روشنی مل کر اسے سمجھانے آئے تھے۔

"الحمد للہ! میں ایک مکمل اور کامیاب زندگی گزار رہی ہوں۔ مجھے اپنی زندگی میں کوئی کمی محسوس نہیں ہوتی۔ پھر تم سبھی کیوں اس بات کو اس قدر اہم سمجھنے لگے ہو؟" کومل نے گزشتہ دنوں کے مقابلے میں ایک بار پھر خود کو سنبھال لیا تھا۔ وہ پہلے کی طرح مضبوط اور مطمئن دکھائی دے رہی تھی۔ اسے دیکھ کر کہنا مشکل تھا کہ وہ دو دن پہلے کسی بڑے انقلاب سے دوچار ہو چکی ہے۔

"اس لئے کہ یہ بات اہم ہے کومل!........ اپنے آپ سے مت کھیلو۔" روشنی نے زچ ہو کر جواب دیا۔ پھر کچھ توقف کے بعد بات بڑھائی۔

"کوئی بھی سفر تنہا نہیں کٹتا۔ ہمیں ہر موڑ پر کسی نہ کسی سہارے کی ضرورت پڑتی ہے۔ زندگی ایک طویل سفر ہے اور تم صرف ایک بچے کے ہمراہ اتنا کٹھن سفر طے کرنے چلی ہو۔ یہ عقل مندی نہیں ہے۔"

"روشنی! کم از کم تم تو ایسا مت کہو۔ تم اچھی طرح جانتی ہو کہ میرے ساتھ تو ہمیشہ زندگی کھیل کھیلتی رہی ہے۔" کومل کو جیسے روشنی کی بات نے دکھ دیا۔

"میں جانتی ہوں، زندگی کا سفر کٹھن بھی ہے اور طویل بھی۔ میں اس کی طوالت کم نہیں کر سکتی، البتہ اس کی کٹھنائیاں کم کرنے کا تو سوچ سکتی ہوں۔ تم اسے میری بے وقوفی سمجھو یا کچھ بھی، اپنے لئے مجھے یہی آسان حل نظر آتا ہے۔ اور میں تم دونوں سے امید رکھتی ہوں کہ تم مجھے کسی مشکل راہ پر جانے کا مشورہ دو گے اور نہ ہی مجھے مجبور کرنے کی کوشش کرو گے۔"

"اس طرح کی امید مجھ سے مت رکھو کہ میں تمہاری کسی بے وقوفی میں تمہارا ساتھ دوں گی۔" روشنی خفگی دکھاتی اس کے پاس سے اٹھ کر سامنے جا بیٹھی۔

"تمہاری خفگی غلط ہے روشنی! تم بھی تو مجھے سمجھاتی تھیں کہ میں سبھی پر لعنت بھیج کر صرف اپنے بارے میں سوچوں۔ آج میں اپنے بارے میں صحیح سوچ کے ساتھ عمل کرنا چاہتی ہوں تو تم ہی خفا ہو رہی ہو۔"

"وہ اس لئے کہ پہلے کچھ غلط فہمیاں تھیں، جن کی وجہ سے ہم سبھی کے دلوں میں گرہیں پڑ گئی تھیں۔ ہم سبھی ایک دوسرے کو غلط سمجھ رہے تھے۔ حقیقتیں کھل جائیں تو دل بھی صاف ہو جاتے ہیں اور ذہن بھی........ ایک شخص اپنے کیے پر نادم ہے، اپنی چاہتوں کے ساتھ وہ تلافی کرنا چاہتا ہے، پورے خلوص سے تمہارا ہاتھ تھامنا چاہتا ہے۔ پھر بھی اسے سزا دینا، اسے کسی آزمائش میں ڈالنا صحیح نہیں ہے کومل!........ میرا تمہیں یہی مشورہ ہے، اس کی چاہت کی قدر کرو۔ وہ تمہیں شافند بھائی سے بھی زیادہ خوش رکھے گا۔" روشنی ایک بار پھر اس کے قریب بیٹھ کر اس کا ہاتھ تھامے سمجھانے کی کوشش میں تھی۔

"روشنی! تم نے جتنی آسانی سے یہ مشورہ دیا ہے، اسے ماننا اتنا آسان نہیں ہے۔ تم نہیں جانتی ہو میں کس کرب سے گزری ہوں۔ کتنی تذلیل سہی ہے میں نے۔ شافند کے بعد میں کس عذاب میں مبتلا تھی، تم اچھی طرح واقف ہو۔ مما کے ایک اشارے پر اپنی واپسی کی ساری کشتیاں میں نے جلا دی تھیں۔ اپنی پہچان، اپنی شناخت سبھی کچھ بھسم کر دیا تھا۔ صرف اس لئے کہ مجھے جینا تھا۔ ایک عہد کو وفا کرنا تھا۔ میں اپنے جیسی زندگی کسی اور معصوم کو نہیں دے سکتی تھی۔ مجھے میرے ہی عہد سے پھیرنے کی سازشیں کرنے والے آج تلافی کی صورت میں اپنے مفاد کی ہی نئی تدبیریں لے کر آئے ہیں۔ کل تک میرا ہر عمل گرفت کرنے والوں کی کیا

گارنٹی ہے کہ آنے والے کل میں وہ اپنے خلوص اور چاہتوں کے ساتھ ثابت قدم رہیں گے؟........کل تک انہیں مجھ پر شک تھا، آج مجھے ان پر شک ہے۔ وہ مجھ سے توقع رکھتے تھے کہ میں ان کے خون کے ساتھ کوئی کھیل کھیل جاؤں گی۔ آج میں کہتی ہوں کہ مجھے ان پر اعتبار نہیں ہے۔ میرا ہاتھ تھامنے والے کل کو میری سطح پر ہی آ جائیں گے۔ مجھ سے وابستہ ہونے والے کا رشتہ مون سے بھی اسی درجے کا ہوگا، جو میرا ہے۔ میں اگر سوتیلی ہوں تو وہ بھی تو........آئی ایم سوری........میں عہد کر چکی ہوں کہ مون کی زندگی سے اس لفظ کو وابستہ نہیں ہونے دوں گی۔ خواہ کوئی کتنی بھی کوششیں کرے، اِن شاء اللہ کامیاب نہیں ہوگا۔ اور پلیز تم دونوں آئندہ مجھ سے اس ٹاپک پر بات مت کرنا۔ اگر میرے دوست اور بہن بھائی ہو تو۔''

کومل نے دونوں کو ہی بے بس کر دیا۔ روشنی تو اس کا کرب جانتی تھی۔ اُس کی اذیتیں وہ محسوس کر رہی تھی۔ مگر کچھ بھی نہیں کر سکتی تھی۔



''پاپا! پلیز آپ اسے روک لیں........منا لیں........اسے کہیں میرا اعتبار کرے۔'' اسفند بے حال و بے کل اپنے باپ کے سامنے التجا گزار تھا۔ کومل آج جا رہی تھی۔ اور کوئی بھی اسے اس کے فیصلے سے روک نہیں پایا تھا۔

گزشتہ شب مون سبھی سے مل کر گیا تھا مگر وہ یہاں نہیں آئی تھی۔ البتہ صوفیہ اور اسفند کے علاوہ سبھی اس سے ملنے گئے تھے۔

''بیٹا! میں کوشش کر چکا ہوں........اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ اپنی زندگی کے فیصلے کرنے کا اسے اختیار ہے۔ اسے تمہارا ساتھ نہیں چاہئے تو میں کیسے زبردستی کر سکتا تھا؟'' منصور احمد بھی گہرے ملال میں تھے۔ صوفیہ باپ بیٹے کو اکٹھے بیٹھے دیکھ کر ٹھٹک گئی تھیں۔ ٹوہ لینے کے لئے وہ وہاں چلی آئی تھیں۔ اسفند کو ایسا بے بس و بے حال انہوں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ان کے سینے میں دھڑکتا ماں کا دل زور سے دھڑکا تھا۔ کومل کے لئے وہ اس طرح تڑپ رہا تھا۔

''پاپا! اُسے نہیں، مجھے تو اُس کا ساتھ چاہئے تھا۔ میں اُس کے بنا جینے کا بھی نہیں سوچ سکتا۔ آپ کو کیسے بتاؤں کہ........'' پہلی بار اسفند اور منصور احمد کے درمیان فاصلے سمٹے تھے۔ ورنہ اسفند نے ہمیشہ ان سے ایک فاصلہ رکھا تھا۔ حالانکہ سبھی ان سے بے تکلف تھے۔

''جینا تو پڑتا ہے بیٹا!........ضروری نہیں ہے، ہم جو چاہیں ہمیں مل جائے۔ تمہاری ماں کی مسلسل تذلیل نے اس بچی کو اندر سے مار دیا ہے۔ وہ اب کسی کا اعتبار کرے گی اور نہ ہی کسی کا ساتھ چاہے گی۔ ہم سب کوششیں کر چکے ہیں۔ اب اگر تمہیں کوئی آس ہے تو تم دیکھ لو۔ اگر وہ تم سے مان جاتی ہے تو اس سے بڑھ کر ہمارے لئے کوئی خوشی کی بات نہیں ہوگی۔''

''پاپا! مجھے تو وہ دیکھنا بھی نہیں چاہتیں۔ میں کیسے........؟'' اسفند بھی اپنی ٹوٹ پھوٹ سے ہارا ہوا تھا۔

''کوشش تو کرو۔ مایوسی گناہ ہے۔ ہو سکتا ہے، تمہارا کوئی لفظِ ندامت اُس کے دل کو نرم کر دے۔'' منصور احمد نے جوان اکلوتے بیٹے کو تھپکتے ہوئے حوصلہ دیا۔



''ماما!........چاچو کا فون ہے۔''

مون سامان باندھتی کومل کے پاس اس کا سیل فون لے کر آیا۔

''تم سن لو۔'' کومل نے بنا تاثر کے جواب دیا۔

''وہ آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے تو بات کر لی ہے۔'' مون اس کی طرف فون بڑھائے کھڑا تھا۔

کومل نے ناچار اس سے سیل فون تھام لیا، پھر کسی بھی ناپسندیدہ صورتِ حال سے بچنے کے لئے اسے وہاں سے ٹالا۔

''تم جاؤ، زیتون کے ساتھ اپنا سامان بند کرواؤ۔'' مون کو بھیج کر کومل نے سیل فون کان سے لگایا۔

''فرمائیے........''

''کومل! پلیز........اس طرح مت کرو........میری چاہت کو آزمائے بغیر مجھے ٹھکرا کر جاؤ گی تو میں جی نہیں پاؤں گا........مجھے ایک موقع دو........میں تمہارا اعتبار واپس لوٹا دوں گا۔ مما بھی ایک دن اعتراف کریں گی۔ تم مجھے کچھ مہلت تو دو۔ اس طرح سارے راستے بند کر کے مت جاؤ۔''

اسفند کی گڑگڑاہٹ کومل کے کانوں میں گونج رہی تھی اور ساتھ ہی ذہن میں صوفیہ منصور کی دھاڑ اور اپنی تذلیل کے سبھی مناظر بھی گھومنے لگے تھے۔

''اسفند منصور! میں اپنا فیصلہ سبھی کو سنا چکی ہوں۔ اور میں اپنا فیصلہ بدلوں گی نہیں۔ اپنا وقت برباد مت کرو۔ بہتر ہوگا، تم بار بار مجھے احساس دلانے کے بجائے خود کو سمجھاؤ۔ میری زندگی میں ایک شخص آیا تھا، اس کے بعد کسی اور کو سوچنا بھی میرے لئے گناہ تھا۔ مگر تم نے میری پاک دامنی پر جو چھینٹے اُڑائے تھے، انہیں گہرا کرنے کے لئے تم نے جو اقدام کئے تھے، میں وہ کبھی بھی فراموش نہیں کر سکتی۔ مما نے میری جو تذلیل کی تھی، اس کے بعد تمہارا ساتھ دینا خود کو تمہارے ساتھ شریکِ گناہ کرنے کے مترادف ہے میرے لئے۔ سو پلیز! مجھے اس طرح مت اُکساؤ۔ میں دنیا چھوڑ کر نہیں جا رہی، نہ ہی رابطے اور تعلق ختم کئے ہیں میں نے۔ مون کی وابستگیاں ہیں یہاں۔ مون کو ان کے اپنوں سے کبھی دور نہیں رکھوں گی۔ مگر فی الحال دوریاں ضروری ہیں........اس کی تربیت ونشوونما کے لئے میں یہ قدم اٹھانے پر مجبور ہوئی ہوں۔''

کومل اپنے سابقہ رویے و لہجے میں بولتی ہوئی وہی ٹھنڈی پھوار سی محسوس ہو رہی تھی۔

اسفند نے بے بسی سے اپنے لب چبائے۔ اپنے ہی ہاتھوں وہ اُس ٹھنڈی پھوار سی لڑکی کو کھونے

پر مجبور ہوا تھا۔

کومل نے اپنی بات کہہ کر فون بند کر دیا تھا۔ نارسائی کا دُکھ نئی اذیت بن کر اُس کی روح میں سرایت کر چکا تھا۔ اُس کی زندگی کو نئی راحتیں اور سکون فراہم کرنے کا عزم خواہش کے باوجود آج خود ہی اس کی چشم کو نم رکھنے کا سبب بھی بن گیا تھا۔



کومل کو رخصت کرنے ایئرپورٹ پر سبھی گئے تھے۔ اور صوفیہ منصور گھر میں کشمکش میں تھیں۔ وہ ان سے ملنے نہیں آئی تھی۔ فون پر انہوں نے اس کی آواز سننے سے بھی انکار کر دیا تھا۔ اب وہ بے کل تھیں۔ انا کی شکست گوارا ابھی نہیں تھی اور ممتا بھی تڑپ رہی تھی۔ اسفند جو بہ زعم ان کی پسند و فیصلوں سے منکر ہوا کرتا تھا، وہ بھی ان کی پسند کردہ اور منتخب شدہ لڑکی کی محبت کا اسیر ہوا تھا۔ یہ خیال ان کی ممتا نے انہیں اب دلایا تھا، تبھی وہ بے کل تھیں۔ کومل سے کی گئی ہر زیادتی، ہر ناانصافی آج انہیں احساس دلا رہی تھی کہ انہوں نے یہ ظلم اس کے ساتھ نہیں بلکہ اپنے ساتھ کیا تھا۔ اس کی تمام تر خوبیوں سے منکر ہو کر انہوں نے اپنا ہی ظرف آزمایا تھا۔ ورنہ تو کومل نے انہیں جو راحتیں اور عزت و توقیر دی تھی، وہ انہیں کبھی بھی حاصل نہیں ہو سکتی تھی اگر وہ کسی اور لڑکی کو اسی طرح آزماتیں۔

وقت آگے بڑھ رہا تھا اور ان کا ملال اسی قدر گہرا ہو رہا تھا۔ وہ چاہ کر بھی اس تک نہیں پہنچ سکتی تھیں۔ ان کی ممتا نے ان کی انا کو شکست دی بھی تو بہت دیر ہو چکی تھی۔ کومل اپنے عزم و حوصلے کے ساتھ نئے سفر، نئی منزل کی طرف گامزن تھی۔ اُس کا غرور بھی سلامت تھا اور مان بھی۔ اس نے ثابت کر دیا تھا کہ کوئی عورت جب خود کو بچانے کی سعی کرتی ہے تو کوئی طاقت بھی اسے مجبور و بے بس نہیں کر سکتی۔ وہ اپنے کردار کی پختگی کو اسی طرح ثابت کر کے مطمئن ہو سکتی تھی۔ سو وہ مون کے ساتھ محوِ سفر تھی۔

(تمت بالخیر)